دعائے عشق
تحریر : مروہ مرزا

چاروں طرف پھیلی روشنی اور وہ گلستان نیا نہ تھا، کسی شہزادی کے محل جیسا جہاں خود شہزادی اڑتی پھرتی تتلیوں کے پیچھے بھاگ رہی تھی۔ اسکا سفید آنچل ہوا کے سنگ اڑ کر آسمان پر چھائے بادلوں کو شرمانے پر مجبور کر رہا تھا۔

بادلوں کی اوٹ میں چھپا وہ سرمئی سورج اپنی تپش کو زمین پر پہنچانا روک کر شہزادی کا طلسمی حسن دیکھنے میں منہمک تھا۔

اپنے پاؤں سے شبنمی گھاس کو شرف دیتے ہوئے وہ ہوا کے سنگ آگے بڑھتی جارہی تھی، اور ایسا لگ رہا تھا کہ ہر سو پھول کھل رہے ہوں، تتلیاں ہالہ بنائے جھوم رہی ہوں۔

یک لخت شہزادی کا آنچل اس کی گرفت سے چھوٹ کر اڑتا ہوا دور سامنے بہتی جھیل کے کنارے لگے سرخ اور نارنجی گلابوں کے پودوں پر جا گرا۔

لو جی! آج تو پھولوں کی قسمت بھی جاگ گئی تھی، تھا تو دلفریب سا خواب مگر وہ نازک پری تو ایسے حسین خوابوں پر بھی چونک کر بوکھلا جایا کرتی تھی۔

نیند ٹوٹی تو ارد گرد دیکھنے پر اسے کمرے کا ملگجی اندھیرا دیکھائی دیا، کمرے میں زیرہ بلب اپنی موہوم روشنی پھیلانے میں مگن تھا۔

ہر صبح کا آغاز کو وہ کسی ایسے ہی من موہنے اور فرحت بخش خواب سے کیا کرتی تھی، نیند ان مخملی آنکھوں سے دور ہوئی تو وہ بستر پر نیم دراز سے اٹھ کر

بیٹھی۔ آج تو خواب کی چاشنی اس گل بدن کے چہرے پر رنگ پھیلا چکی تھی کیونکہ اس نے آج خود کو اپنے خواب میں دیکھا تھا۔

اک مدھم اعتدال پسند سی مسکان نیلم کے چہرے پر نور کی طرح پھیل گئی۔

اپنے خواب میں دیکھائی دیتے ہر نئے پھول کا چہرہ وہ پہلی فرصت میں اپنے کینوس پر اتار لینا چاہتی تھی، اس سے پہلے کہ دیر ہو جاتی اور خواب کے وہ دل آویز اور خوبصورت منظر نیلم کے ذہن و دل سے مدھم ہو جاتے۔

دور دور فجر کی پر لطف آذانیں سنائی دے رہی تھیں، اپنے پہلو میں رکھے دوپٹے کو اٹھا کر سر پر لیے بیڈ سے اتری، وضو کیا اور اپنے دن کا آغاز حسب معمول فجر کی نماز سے کیا۔

اسکے بعد شہزادی اپنے من پسند رنگوں میں جاگزیں ہوئی، دوپٹہ ہنوز سر پر اوڑھے وہ سر سبز مہکتے پتوں کے بیچ رنگ بھرنے کا فن پیش کر رہی تھی۔ وہ

پورے انہماک سے ان خواب میں دیکھائی دیتے انوکھے پھولوں کو کینوس
میں قید کر رہی تھی۔

لبوں پر اک دل موہ لیتی ہوش ربائی تھی، سر تا پا وہ حسن اور نزاکت سے
سجائی گئی تھی۔

کینوس پر کچھ ہی لمحوں میں رنگوں کی برسات اتر آئی، سفید رنگ کو بادلوں
سے نکلتا ہوا کچھ اس طرح بنایا گیا کہ دیکھنے والا یہ فیصلہ نہ کر پاتا کہ یہ حقیقت
ہے یا کوئی تصویری شہکار۔

بیچ بیچ میں گاہے بگاہے شہزادی آسودگی سے اپنی آنکھیں بند کرتی ہوئی کچھ
یوں لگتی جیسے وہ اپنے اس خواب کو آنکھوں سے جانچ رہی ہو۔

اس بے دھیانی میں اور سوچ کی رنگینیوں سے کھیلتی وہ معصوم اور نیاری
دوشیزہ منہ پر بھی بے دھیانی میں رنگ لگا بیٹھی۔

جب تک اسکی تصویر مکمل ہوئی تب تک سحر نے صبح کا لبادہ اوڑھ لیا تھا، اسے یاد تھا کہ اس وقت کوئی اور بھی تھا جو اسکا منتظر تھا

اپنی کچھ تھوڑی سی ادھوری رہ جاتی تصویر وہ وہ گہرے نیلے فراک، چوری دار پاجامے اور ململ کے گداز دوپٹے والی نے ستائشی انداز سے دیکھا اور باہر صحن میں چلی آئی جہاں اسکے انتظار میں اسکے پھولوں نے سر جھکا رکھے تھے۔

ٹھنڈی ٹھنڈی اوس انکی کلیوں پر براجمان نیلم کو یاد کر رہی تھی، اور پھر اسے دیکھتے ہی پھولوں کے رنگ کھل گئے اور اوس نے چمکنا شروع کر دیا۔۔

اس پری پیکر کا سر پر لیا آنچل ڈھلک کر اسکے شانوں پر پھیل گیا اور لہرانی نیلی فراک ہلکی ہلکی سر مست ہوا میں ناچنے لگی۔

پیروں میں ڈالی چند سفید موتیوں والی پائیل نے بھی چھنک کر 'صبح بخیر' کہا۔

ہر منظر ہی جیسے کہہ اٹھا" ایک خوبصورت صبح مبارک ہو شہزادی نیلم" ____

..______________________..

'عارض ولا' کی چمکتی، رنگیں، اور آفرین سی صبح کا آغاز ہو چکا تھا۔

جہان گریس فل اور ساحرانہ رکھ رکھاو کے مالک عاض سکندر بڑے مصروف سے انداز میں فل تھری پیس سوٹ میں چہرہ چمکائے اور بال جمائے ڈائنگ پر براجمان نیوز پیپر کا سرسری سا معائنہ کر رہے تھے تو وہیں کچھ فاصلے پر اوپن کچن کیبن کی ریک پر تھوڑے ناٹی سے محترم عبداللہ صاحب جوس پینے میں مصروف تھے۔

خلیے اور سر تا پا گہرے مشاہدے سے معلوم ہوتا تھا کہ جناب صبح کی جاگنگ اور ورزش سے مستفید ہو کر ابھی ہی لوٹے ہیں۔

لاونج کی راہداری سے کچھ پرے دو آپسرائیں یعنی مان اور ماہ نور کھڑیں وال پر لگیں فیملی فوٹوز پر بات چیت کے علاوہ گہرا مشاہدہ کرتی پائی گئیں تھیں۔

ایک تو حسین اور سوبر کے ساتھ سنجیدہ مزاج معلوم ہوتی تھی اور دوسری عمر اور سنجیدگی دونوں میں کم دیکھائی دے رہی تھی۔

سیڑھیوں سے اترتی وہ سہج سہج کے قدم رکھتیں ملکہ حسن ماہ جبین جن کا ایک ہاتھ ساتھ چلتے حسین سے جناب کی بازو کے گرد بڑی چاہ سے لپٹا تھا۔

حسین بھی ایسے ویسے کہاں، ارے جناب ایسا نور، ایسی دلفریبی کہ جو بھی دیکھتا اک بار رک کر ان موصوف کی نظر لازما اتارتا۔

دونوں کے شاہانہ انداز پر یوں گماں ہو رہا تھا جیسے چاند نگر سے ان دو اچھوتے نفوس کی سواری سیدھی یہیں لینڈ ہوئی ہے۔

عارض سکندر کی نظر دانستہ ان دو پر پڑ کر میٹھی سی ہوئی، اور مسکراہٹ کا یہ تبادلا اب ان ماں بیٹے کے چہرے پر مسکان کے براجمان ہونے سے پتا چلا تھا۔

" چشم بد دور! جس کا تھا انتظار وہ شہکار آگیا" اپنی پیاری اور دل کے قرین آباد سی زوجہ ماہ جبین کو اپنے بڑے اور دل کے بادشاہ لخت جگر کے ساتھ دیکھ کر انکا یہ خوبصورت اور شریر سا ویلکم نیا نہ تھا، ہر روز یہ سواری یونہی اترا کرتی تھی۔

ہر کوئی اب اپنے ساحرانہ انداز سے مسکرا رہا تھا۔

" عارض صاحب! ہر روز کی طرح یہی کہیں گے کہ ہم پر ہمارے اس چاند کی جھلک پڑ رہی ہے ورنہ ہم کہاں اس تعریف کے قابل" مبین عارض، محبت اور نرمی سے گندھا ہوا مرد متین، جس کی نگاہ کے منتظر منظر دیوانے ہونے لگتے تھے۔

جس کی موجودگی سکون کے سوا کچھ نہ تھی، جو مسکراتا تھا تو جان لے جاتا تھا۔

کسی طلسم میں لپٹا ہوا، کسی پر اسرار راز جیسا۔ جسکی پیشانی پر کچھ مخفی سا لکھا درج تھا، ماں جان کی ایسی بات پر وہ کسی زیادتی میں شمار نہ ہوتی مسکان کے سنگ انکا ہاتھ چوم رہا تھا۔

اتنی محبت وہ بھی بڑے بیٹے سے، یہ منظر دیکھ کر چھوٹے بیٹا جانی بھی میدان میں کودتے ہی ماں جان کو گھیرے انکی گال پر بوسہ دے چکے تھے۔

"اور یہ رہے ہمارے سورج میاں، بالکل اسی کی طرح شرارتی اور تیکھے" ایسی قصیدہ گوئی نے مانو سب کے ہونٹوں پر تبسم جگا دیا، ماہ نور، مان اور عارض صاحب بھی آنکھوں ہی آنکھوں میں چاہ بھرے یہ منظر دیکھتے پائے گئے۔

"سہی کہاماں جان، جو بھی انکو دیکھتا ہے بچارا پٹ سے آنکھیں میچ لیتا ہے" آئے ھائے، بہن ہو اور بھیا جان کی ٹانگ نہ کھینچے۔ اجی ایسا کہاں اور کب ممکن ہے۔

یہ تھیں مس ماہ نور، سب کی جان سب کی لاڈلی اور عبداللہ بھیا کو ڈھیر سا تنگ کرنے والی البتہ مبین پر جان وار دینے والی بہن۔

اب تو مسکراہٹ نے اس شریر بات پر قہقہے کی شکل لی، البتہ عبداللہ نے منصوعی برہمی سے اس کی دونوں گالیں ایسی دبائیں کے سب ان محبتوں پر رشک کرنے کے لیے مجبور ہو گئے۔

"گندے بچے، اور اور ارے ماں جان آپ نے خوامخواہ مبین بھیا کی اتنی تعریف کر دی، مان آپی میں بتاتی ہوں۔ یہ رہے ہمارے مبین عارض بھیا جانی، ولڈ کے سب سے کھڑوس بھیا" ماہ نور نے پہلی بات ڈپٹ کر عبداللہ

بھیا کو کہی اور اگلے ہی لمحے ہنسی دباتی ہوئی بڑے پیارے بھیا کے لیے چند الفاظ کہہ کر خود ہی ہنس دی، یہ صرف اک شرارت تھی۔

ماں کے چہرے پر سکوت تھا مگر اب مسکراہٹ آچکی تھی۔

"ارے ارے یہ تو الزام ہے میرے جگر پر" اس حسین ناانصافی پر عارض صاحب نے چہکتے انداز میں آواز بلند کرتے ہوئے مبین کو بغل گیر کیا اور وہ سنجیدہ سئ مسکان ہی دیتا تھا۔

"نو ڈیڈی، ماں آپی آپ چار سال بعد آئی ہیں ناں، ابھی آپکو میری بات پر حیرانگی ہو رہی ہو گی۔ دیکھیے گا جلد پتا لگ جائے گا" ماہ نور صاحبہ تو ہر گز ہار ماننے پر رضامند نہ تھیں، اور اب وہ خود ہی مبین بھیا کو دیکھ کر شرارتی پوز بنا چکی تھی۔

مان کل ہی کی فلائیٹ سے پاکستان آئی تھی، وہ ناصرف عارض سکندر کے چھوٹے بھائی کی بیٹی تھی بلکے وہ سب لوگ مبین کو ایک دوسرے کے لیے پسند بھی کر چکے تھے۔

باقاعدہ بات تو نہیں ہوئی تھی مگر سب کا یہی ارادہ تھا۔مان کے والدین کی وفات کے بعد سے ہی انہوں نے اسے اپنی ہی بیٹی بنا کر رکھا تھا۔اب وہ چار سال بعد اپنی تعلیم مکمل کر کرنے کے بعد واپس پاکستان آئی تھی اور سب کا اردہ یہی تھا کہ اب باقاعدہ مان اور مبین کی شادی کر دی جائے۔

عارض سکندر کی یہ چھوٹی سی فیملی تھی جس میں انکی پیاری سی زوجہ ماہ جبین اور تین بچے شامل تھے، چوتھی مان تھی جسے وہ ماہ نور جیسا ہی سمجھتے تھے۔

چونکہ ناشتہ ملازمین لگا چکے تھے لہذا اب سب ناشتہ کرنے چل دیے تھے۔

اک خوشگوار ماحول اور پیارا انداز لیے سب کے چہروں پر خوشی کا رنگ رقصاں تھا۔

"اچھا تو بتاو کیسے ہیں یہ کھڑوس" ناشتہ سرو ہوتے ہی ماں نے آخر کار بڑے تجسس سے سامنے مہذب طور سے ناشتہ کرتے مبین کو دیکھ کر ماہ نور سے پوچھا جو شرارت سے سب کی سمت دیکھنے کے بعد گلا صاف کیے سب کی میٹھی توجہ اپنی سمت مبذول کر چکی تھی۔

" بھئی انکو کہو ھائے بھیا تو کہیں گے بری بات، اسلام و علیکم کہا کرو۔ کوئی محاورہ جو اردو کی کلاس کے زمانے کا بد قسمتی سے یاد رہ گیا ہو اور انکے سامنے منہ سے نکل جائے تو پہلے اسی تصیح کریں گے اور پھر ان میں فیض احمد فیض آجائے گا۔

اور سنیں ماں آپی، اپنے ارد گرد پھول تو انکو زرا نہیں پسند۔ اب کہیے آپی، ہیں نا کھڑوس" ماہ نور صاحبہ نے اتنی لمبی تقریر کر ڈالی جسکا اسے بھی نہیں پتا تھا کہ وہ اتنی ٹیلنٹڈ ہے۔ سب ہی تبسم دیتے انداز میں اس باتونی چیز کی باتیں انجوائے کر رہے تھے مگر مبین صاحب دل چھوتی سنجید گی لیے اب متوجہ ہو چکے تھے۔

ماں نے بہت دھیمے حسین انداز میں مبین کو دیکھا، وہ اسے ہمیشہ سے پسند کرتی تھی۔

"جس کے پاس اتنی خوبصورت فیملی ہو اسے پھولوں کی طرف نگاہ کرنے کی کیا ضرورت ہے، وہ چیزیں جو بس کچھ دیر مہک کر مرجھا جائیں ان سے لگاو پر میں یقین نہیں رکھتا چھوٹی" وہ ہلکے گلابی لب کھلے اور ان سے نکلتے گھمبیر سی آواز میں لپٹے الفاظ نے سب کو ہی متاثر کیا تھا۔

"آئے ھائے میں واری جاوں، برادر آپکو واقعی شاعر ہونا چاہیے تھا، یہ کہاں بزنس میں آ گئے ہیں۔ یار میں بھی زرا شو وہ مار لیتا دوستوں میں کہ میرے بھائی عظیم شاعر ہیں" عبداللہ صاحب کی بھی شرارتی رگ اس من پسند ماحول میں از سر نو پھڑک کر سب کا موڈ خوشگوار کر گئی۔

"پہلے عظیم انسان تو بن لوں" اف وہی دل کے تار چھیڑ دیتا انداز، ہر کوئی فدا نہ ہو جائے تو کیا کرے۔

کیا دھیما اور جادو گر دلہجہ تھا۔

"بالکل ہو، کوئی شک۔ اور بھئی بچو ماں کتنے سال بعد آئی ہے اسے خوب کمپنی دو اور بالکل بور مت ہونے دینا۔ عارض صاحب آپ ماں کو بھی بزنس میں شامل کرنے کا سوچیئے اب" ماہ جبین کا قربان ہونا سب نے رشک سے دیکھا اور اسکے بعد انکی پیاری سی توجہ ماں کی سمت مبذول ہوئی۔

آخری بات پر سب ہی متفق نظر آئے، خود ماں بھی۔

"جی زوجہ صاحبہ، چوائز ہماری ماں بٹیا کی ہے۔ یہ جب چاہے جوائن کرلے۔ کیوں مبین تمہارا کیا خیال ہے" عارض صاحب تو پہلے ہی راضی ورضا تھے جس پر ماں بھی متفقہ سر ہلا چکی تھی البتہ مبین سنجیدگی سے بابا کی جانب متوجہ ہوا۔

"جی بابا جان بالکل ٹھیک ہے، ویسے بھی مجھے خوشی ہوگی ماں جیسی ہونہار اور ٹیلنٹڈ بزنس وومین کے ساتھ کام کر کے" مبین نے بہت نرمی اور رسانیت

سے اپنی رائے دی اور سرسری سامان کی سمت دیکھ کر اپنا ناشتہ کرنے لگ گیا۔

مان تو اس شخص کی ان منفرد اداؤں کو بڑی توجہ سے دیکھ کر مسکرا سی دی۔

"تھینک یو مبین، جی تایا جان میں ضرور یہ کرنا چاہوں گی پر کچھ دن میں ریلکس کرنا چاہتی ہوں، تھوڑی مستی ہو جائے گائیز" مان نے بھی بہت مان کے سنگ پہلے مبین کی سمت شکر گزاری سے دیکھا اسکے بعد اپنی رائے دیے ماہ نور اور عبداللہ کی سمت مستی موڈ میں مخاطب ہوئی جس پر باقی سب مسکرائے مگر ماہ نور اور عبداللہ نے تو دل کے ارمان پورا ہو جانے کی ترجمانی اپنی بتیسیوں سے کی۔

..________________________________..

"ارے بس کر دو میرا بچہ، سارا پیار ان پودوں پر ہی لٹا دو گی کیا" مناحل پر شوق نگاہیں اس پری پیکر کے وجود پر ڈالتی ہوئیں لان کی سمت ہی آ گئیں

کیونکہ ملازمہ صبح کا فرحت بخش ناشتہ لان میں لگا چکی تھی۔ یہاں صبح کا ناشتہ ہمیشہ خوبصورت سے لان میں کیا جاتا تھا۔

نیلم نے متبسم چہرے کے سنگ خالا جان کو دیکھا اور اپنا کام چھوڑتی ہوئی وہیں ٹیبل تک آئی اور مسکراتی ہوئی انکے روبرو براجمان ہوئی۔

"یہ لیں جناب آگئی" بیٹھتے ہی چائے بناتے ہوئے اطلاع دی گئی جس پر مناحل بھی نیلم کی توجہ میں کھکھلاتے پھولوں پر نثار ہوتی نگاہ ڈالے مسکائیں۔

" کبھی ان پھولوں سے مجھے بھی بڑا لگاو تھا، میرے بعد یہ عادت امل کو ملنے کے بجائے تمہیں آن ملی۔ وہ تو جیسے ان حساس چیزوں سے دو سو فٹ کی دوری پر بستی ہے" لہجے میں ابتدائی لمحوں کی خلش واقع تھی مگر پھر کسی خاص کے ذکر پر نہ صرف مناحل ہنس دیں بلکے دلفریب سی مسکان نے نیلم کے ہونٹوں کو بھی چھوا۔

"جی جی، تو خالا جان آپ نے یہ لگاو ختم کیوں کیا۔ یاد ہے پچھلی بار کتنے اچھے پھول لگا کر گئی تھی، مالی بابا نے زرا توجہ نہ دی جسکی وجہ سے سب مرجھا گئے۔

اور تو اور کچھ کے نام ونشان بھی مٹ گئے ہیں" نیلم کے لہجے میں پھولوں کی طرف سے ایسی بے پرواہی برتنے پر موہوم سی اداسی اتر آئی اور مناحل تو جانتی تھیں کہ نیلم پھولوں کے معاملے میں ایسی ہی ہے۔

"تم آتی ہو تو ہی بہار آتی ہے، تم جیسا ہو کوئی جو انکا خیال رکھے تبھی یہ مسکراتے دیکھائی دیتے ہیں۔ اب ہماری عمر لگاو کی تھوڑا رہی ہے۔ وہ امل کی بچی پھول توڑ کر گلدان میں لگا دیتی ہے اور مالی بابا کی تو پوچھو مت، یہ جو بچا کچا لان مہکتا دیکھائی دے رہا ہے یہ بھی ناپید ہو چکا ہوتا اگر میں ٹھیک نہ کرتی" مناحل کے لہجے کی دلکشی پر کبھی نیلم مسکانے لگتی تو کبھی اداس سی ہو جاتی۔

امل کے ذکر پر تو پری میں جان اٹھ آتی تھی۔

"آنے دیں اس امل کی بچی کو، خوب کان کھینچوں گی۔ بھلا پھول بھی کوئی توڑنے کی چیز ہیں۔ یہ تو اپنے مرکز اپنے پودے پر ہی مسکراتے ہیں۔ بہت ظالم ہے جو انکو توڑ دیتی ہے اور اس سے بڑے ظالم وہ لوگ ہوتے ہیں جنکو ان معصوموں کا حسن وقتی لگتا ہے" نیلم کی یہی باتیں تو مناحل کو زندگی کا پتا دیتی تھیں، وہ پھولوں کے معاملے میں ایسی ہی تھی۔

وہ جتنی خود نازک اور شفاف تھی اس سے بڑھ کر اسکے خواب اور خیال تھے، اسکا دل جس میں اللہ کی محبت کے بعد اللہ کی بنائی ایسی ہر چیز کی محبت موجزن تھی۔

"بھئی وہ آئے تو تب ناں، یقیناً آتے ہی اپنی خالا کو پیاری ہو گئی ہو گی۔ جس طرح تمہارا میرے بنا دل نہیں لگتا ویسے اسکا مہک کے بنا" مناحل کے لہجے میں صاف جھلک تھی کہ وہ امل کو مس کر رہی تھیں اور اک خوشی بھی جس نے دونوں کے چہرے پر دلفریب رنگ لا یا۔

"ھاھاسچی، ویسے خالا جان کبھی کبھی مجھے لگتا ہے شاید میں اور امل بچپن میں تبدیل ہو گئی تھیں۔ اسکا ابھی میسج آیا ہے کہ وہ لاہور پہنچنے والی ہے، اماں بھی بے چین ہوتی ہیں کہ امل آئے تو سیدھا انہی کے پاس" نیلم نے فون پر بجتی ٹون کو کھولا تو محترمہ امل کا ارائونگ میسج شرارتی ایموجی کے سنگ موصول ہوا اور اس شرارتی بات پر مناحل بھی پیارا سا ہنس دیں۔

بات تو سچ ہی تھی، جہاں نیلم، مناحل کی لاڈلی تھی تو امل محترمہ مہک کی لاڈو۔

"ھاھا مجھے بھیٔ شک پڑتا ہے کہ معاملہ کچھ ایسا ہی ہے" مناحل کا متبسم چہرہ گدگدی کی ترجمانی کرتا اب نیلم کو بھی شریر ہنسی دے چکا تھا۔

دونوں نے مزے دار ناشتہ، یونہی ہنستے مسکراتے کیا۔

..______________________..

"ابھی تو میں آفس پہنچا ہوں، یہ سائیٹ وزٹ آپ شام پر رکھ دیں۔ کچھ چیک سائین کرنے ہیں اور دو اہم فائلز کا کام پینڈنگ ہے" مبین نے مصروف سے ساحرانہ انداز میں اپنے روبرو کھڑے منیجر کو تمام ہدایات پہنچائے کچھ سائن کر کے فائیلز انکی سمت بڑھائی جسے وہ پکڑ کر فوری فرمابرداری سے سر کو اثبات میں جنبیش دیے باہر نکل گئے۔

انکے جاتے ہی مان آفس میں داخل ہوئی، بلیک اینڈ گرے میں وہ خاصی پر کشش اور ہوش ربا دیکھائی دے رہی تھی مگر پھر بھی اسے یہی محسوس ہو رہا تھا کہ وہ دنیا کا سارا حسن اپنی آنکھوں سے روبرو ہوئے ملاخظہ کر رہی ہے۔

"مان، آو آو" وہ تو سنجیدہ ہو کر بھی شفیق لہجہ رکھتا تھا، کوئی اس انسان کی نرماہٹ دیکھ کر یہ جج نہیں کر سکتا تھا کہ وہ پھولوں سے انس نہیں رکھتا۔

"کیا ارادہ بدل دیا ہے، آج سے ہی جوائن کرنا چاہتی ہو کیا" مبین کا تجسس بھرا لہجہ اور استفسار سن کر وہ بھی مخملی سا مسکرا کر بیٹھ چکی تھی۔

"ارے نہیں بابا، ابھی تو مجھے خوب گھومنا ہے انجوائے کرنا ہے۔ پھر کہیں جا کر اس بورنگ کام کو کرنے کا ارادہ بناوں گی۔ وہ ایکچولی میں گھر بور ہو رہی تھی، ماہ نور یونی چلی گئی تھی اور عبداللہ بھی اپنے دوستوں کے ساتھ نکل گیا۔ اور رہی تائی جانا کی تو آپ جانتے ہیں وہ اپنی این جیو کے کاموں میں بزی ہیں۔ تو میں نے سوچا پھر کیوں نا میں جا کر ایک کھڑوس سے بندے کا سر کھا لوں" مان کی نازکی اور شوخی مدھم سی ہو کر بھی پیاری تھی اور اختتام تک تو وہ خاصی شریر ہوئے سامنے بیٹھے طلسمی سے جناب کے ہونٹوں پر بھی مبہم سا تبسم جگا گئی۔

"ویسے کھڑوس بندے مسکراتے ہوئے بہت اچھے لگتے ہیں" مبین کی مسکراہٹ دیکھنے والے کو رشک میں مبتلا کر دیتی تھی تبھی تو جناب مسکراہٹ عطا کرنے میں خاصی کنجوسی برتتے تھے۔

"بلاوجہ مسکرانے میں کیا لطف، مسکراہٹ اپنے ساتھ جواز رکھے تبھی ہونٹوں پر سجتی ہے" ھائے یہ انداز، یہ سادگی اور ایسی آفرین طرز گفتگو کہ سامنے والے پر کیا کیا اثر کر جائے کچھ خبر نہ ہو پاتی تھی۔

وہ بھی تو پورے مان اور شوق کے ساتھ مبین کی بات پر مسکائی۔

" بھئی جناب آپکی اس بات پر مجھے ماہ نور کی وہ بات یاد آگئی کہ کسی شاعر کی روح آگئی ہے مبین عارض سکندر میں" مان کا مہکتا چہرہ اور تازگی بھانپتا وہ پھر سے مسکرایا اور اس بات جناب نے بڑی اجلت میں اپنی نایاب مسکان معدوم کرلی۔

"اچھا کیا لوگی، چائے کافی یا تمہاری فیورٹ آئس کریم" مبین نے فائنلی مہمان داری کے فرض کو نبھاتے ہوئے مان کو دیکھتے سنگ فون کان سے لگائے دریافت کیا جو اسی کو دیکھ رہی تھی۔

"جو چاہے منگوالیں، ویسے کافی بدل گئے ہیں آپ" اپنی پسند کا فیصلہ مبین پر چھوڑے وہ ساتھ ایسا کچھ بھی کہہ گئی جو مبین نے خاصے تجسس سے سنا۔

"دو عدد کریمی کافی بھیجوادیں" مبین نے فون پر ہدایت دیتے ہی اپنی تمام تر توجہ مان کی سمت مبذول کی جسکی نگاہوں میں اشتیاق صاف درج تھا۔

"ہاں اب بتاو، کیا بدلاو آیا ہے مجھ میں" یہ پوچھنے کا انداز ہی ایسا آفرین دلنشین تھا کہ مان کے چہرے سے ہنسی الگ ہونے نہ دے رہا تھا۔

"پہلے سے تھوڑے لمبے ہوگئے ہیں، اور سنجیدہ مزاج بھی۔پہلے سے زیادہ اٹریکٹیو اور ہنڈسم اسکے ساتھ ساتھ کھڑوس" مان خود ہی کہہ کر خود ہنس دی اور مبین اپنی ایسی قصیدہ خوانی پر زرا بے چین سا لگا۔

"ارے نہیں اب ایسی بھی کوئی بات نہیں" جناب نے بڑی دل بستگی کے سنگ الزام سے خود کو بری کرنا چاہا۔

"ایسی ہی بات ہے نا، یاد ہے کتنی مستی کرتے تھے ہم۔ مجھے تو سچ میں تشویش ہو رہی ہے کہ ایک دل والے شریر انسان کے سنجیدہ ہو جانے سے کہیں ہماری بچہ پارٹی کی رونق نہ ماندھ پڑ جائے" مان کو تو حقیقی فکر لاحق ہوئی تبھی وہ اداس سی بولی۔

"سب یاد ہے، ڈونٹ وری کیونکہ اپنے اندر ایک شرارتی مبین آج بھی چھپا رکھا ہے۔ ہر قسم کی مستی میں بندہ ناچیز کو ساتھ ساتھ پاوگی" تو گویا محترم نے مان کے خدشے کو بہت خوبصورتی سے ہٹا دیا جس سے اس کا گلاب چہرہ بھی مزید روشن ہوا۔

کافی آچکی تھی اور دونوں اب مدھم سی مسکان کے سنگ کافی انجوائے کر رہے تھے۔

..______________________________..

فرصت کے لمحوں کو دل کش رنگ بھرنے کی نازک سی عادت تھی اسے،
بلکے وہ اپنے ارد گرد ہونے والے رنگوں کی وجہ تھی۔

ہلکے گلابی رنگ کے مخملی آنچل میں لپٹی اپنے نام جیسے نیلگوں رنگ کے پھولوں کو بنانے میں مگن وہ پری پیکر دنیا و مافیا سے بیگانی دیکھائی دے رہی تھی۔

لمبے گھنے بالوں کو مدھم سی باڑ میں قید کیے ہوئے، لہراتی فراک کے کناروں کا رقص، پیروں میں سفید نگوں کی بنا آواز دیتیں پائلیں اور نازک سی چپل، شفاف ماتھے پر ڈھلکتی چند بے لگام لٹیں اسے تنگ کرنے کی پوری شریر کوشش میں تھیں۔

اسکی بنائی ہر تصویر حقیقت اور خواب کا اک حسین امتزاج ہوا کرتی تھی۔

موجودہ پھولوں کی کہانی بھی کچھ یوں ہی تھی۔

پھول اپنے کناروں سے نیلے رنگ میں شروع ہو رہے تھے اور میرون رنگ پر انکا اختتام ہوا جا رہا تھا۔

جبکہ پھولوں سے زیادہ ہر سو اڑے پتے زیادہ وافر مقدار میں دیکھائی دے رہے تھے۔

لاہور میں وہ اک نجی سکول کی استانی تھی، بچوں کو پڑھاتی تھی مگر یہاں پہاڑوں پر آتے ہی اسکے اندر کی مصور جاگ جاتی۔

مناحل خالا سے ملنے وہ سال میں کئی بار مری آیا کرتی تھی اور اسکی خاص وجہ یہاں کی خوبصورتی، دلنشیں موسم اور سب سے خاص دل سے جڑی سہیلی تھی۔

بچپن کی دوست، راز دار اور نیلم کا انرجی بوسٹر جو مسکرانے کے ساتھ ساتھ خود سے جڑے ہر فرد کو ہنسانے کا فن رکھتی تھی۔

وہ محترمہ باباکے سونے کے محل سے جب فرار ہونے میں کامیاب ہوتیں تو مہک کو پیاری ہونے کے بعد یہاں تشریف لاتیں۔

تب نیلم کو یہ موسم مزید پیارا لگتا۔

نیلم تو یہاں آکر یہاں کے رنگوں میں ہی سمٹ جاتی، باقئ کی کسر وہ منصوعی رنگوں سے پوری کر دیا کرتی تھی جن کو بھرنے میں اسکی آنکھیں اور دل دونوں مہارت رکھتے تھے۔

آسمان پر پھیلی بادلوں کی لمبی تہہ، آس پاس چاروں طرف سبزہ زار اور گلابی لباس اور آنچل میں پیوست کینوس کی شہزادی نیلم!

یوں کہ جیسے کچھ بھی ادھورا نہیں، سب پورا ہے۔

..________________________..

"یہی تو میں کہہ رہا ہوں مما، ہم مری کا پلین بناتے ہیں، قدرت کا دل نشین نظارہ کیے عرصہ بیت گیا ہے۔ ایسا کریں گے کاغان کا بھی چکر لگا لیں گی" رات ڈنر پر عبداللہ نے منہ سے بڑا پکورہ اٹھائے بمشکل بولتے ہوئے ناصرف باقیوں کو تجویز سے فیض یاب کیا بلکے ہنسا بھی دیا۔

مان کی بورئیت دور کرنے کے پلانز بن رہے تھے اور مری کا سوچا جا رہا تھا۔

"بھیا وہاں تو سنا ہے آجکل بڑی ٹھنڈ ہے، اگر ہماری قلفئ جم گئ تو" ماہ نور کی ٹھنڈ سے کم ہی بنتی تھی تبھی اسے اپنی فکر لاحق ہوئی۔

"نہیں بچو اتنی سردی بھی نہیں ہے، یہی تو مہینے ہوتے ہیں مری کا سہانا اور سرسبز موسم انجوائے کرنے کے" عارض صاحب نے بھی گفتگو میں پرشوق ساحصہ لیتے حقیقی تشویش دور کر ڈالی، انکا تو خود دل تھا کہ وہ بھی بچوں کے ساتھ گھومنے جائیں مگر یہ کاروبار کے دھندے جو تھے ایسا ممکن نہیں ہونے دیتے تھے۔

انھیں کل ویسے بھی بزنس ٹرپ کے سلسلے میں سڈنی جانا تھا اور ماہ جبین بھی انکے ہمراہ جانے والی تھیں۔

تبھی وہ چاہ رہی تھیں کہ اس دوران بچے بھی کہیں گھوم آئیں کیونکہ اس کے بعد ویسے بھی عارض اور ماہ جبین نے باقاعدہ مبین کی شادی کا ارادہ بنا رکھا تھا۔

مبین سب کی باتیں سن تو رہا تھا مگر کوئی دلچسپی ظاہر کرنا اسکی جانب سے ایک ناممکن شے تھی۔

"تو پھر ڈن کر و یار ورنہ سوچ سوچ کر میرے دماغ کی لسی ہو جائے گی"
عبداللہ کا شریر سا انداز سب کو ایک بار پھر مسکان دے گیا۔

ماں بھی مبہم سی سمائیل دیتی کھانا کھاتے ہوئے سب کو سن کر انجوائے کر رہی تھی۔

"مبین عارض سکندر صاحب آپ بھی کچھ فرمائیں "عبداللہ نے سنجیدہ اور چپ سے بیٹھے بھیاجان کو خاصا مودب ہو کر مخاطب کیا جس پر اب سب کی توجہ مبین کی سمت مبذول ہوئی۔

"جیساتم سب چاہو، بندہ حاضر ہے "مبین کی رضا کے بعد تو سب کے چہرے کھل اٹھے اور ماہ جبین نے اس فرمابرداری پر اسے بریانی سرو کی۔

"تو پھر ڈن ہے، ہم کل صبح ہی مری کے لیے روانہ ہوتے ہیں۔ میں، مان، ماہ اور جناب عارض صاحب۔ ھائے میرا تو سوچ کر ہی دل گارڈن گارڈن ہو گیا "عبداللہ سب سے زیادہ پرجوش تھا اور سب ہی اسکی ایکسائیٹمنٹ پر مسکاتے دیکھائی دیے۔

"زبردست، سب اپنا بہت خیال رکھنا اور مان کو بالکل بور نہیں ہونے دینا۔ میں صبح جانے سے پہلے جمال الدین کو فون کر دوں گا تاکہ وہ تم سب کے کمرے وغیرہ سیٹ کروادے شام تک۔ وہ بہت اچھا کک بھی ہے، تم سب

اسکی تھوڑی ہیلپ کر دینا اور خوب مستی کرنا" عارض صاحب نے تو معاملہ مزید پختہ کر ڈالا تھا، وہ سب بچوں کو تاکید کرنا ہرگز نہیں بھولے تھے۔

مری میں انکا ایک پیارا سا گھر تھا جس کی نگرانی انکا ایک ملازم جمال الدین کرتا تھا۔

مان تو ماہ نور اور عبداللہ کی پرجوشی پر ہنس دی مگر جب نگاہیں میانہ روئی سے مسکراتے مبین پر گئیں تو دلفریب سی ہو گئیں۔

وہ بعض دفعہ ایک راز ہی لگتا تھا، ان کھلی وادیوں اور پہاڑوں کی سیر اسے کچھ خوش نہ کر پایا۔

ایسی قدرت کی خوبصورتی سے وہ دور رہتا تھا کہیں کسی حسین منظر کا اسیر نہ ہو جائے۔

وہ الگ تھا، اور اسکی اسیری کا حکم کہیں آسمان پر سنائی دے گیا تھا۔

..________________________..

"اس بار امل آئے تو خوب کان کھینچوں گی، کہا بھی ہے اسے کہ آجاؤ نیلم کو کمپنی دو پر ناجی اسے کہاں فرصت خالا کی جانب سے لاڈ اٹھوانے سے"

خوبصورت صبح کا دلفریب آغاز ہو چکا تھا، مناحل کا چھوٹا سا کچن ریسٹورنٹ تھا جو پہاڑی علاقے سے تھوڑے فاصلے پر موجود کھلی اور ہموار اراضی پر واقع تھا۔

یہ دلفریب اور مسحور کن جگہ انکے گھر سے تھوڑے ہی فاصلے پر تھی، مناحل نا صرف ایک اچھی کک تھیں بلکے یہاں کی جانی مانی شیف اور ہوم کک کے نام سے جانی جاتی تھیں۔

وہ خود مختار اور اپنے پیشن سے والہانہ انس رکھنے والی خاتون تھیں، ککنگ انکا شوق بھی تھا اور یوں اسے پروفیشن بنانا خود کو مصروف رکھنے کا بہترین بہانا تھا۔

چھوٹا سا کچن ہوم تین کیبن کا روم تھا اور باہر خوبصورت منصوعی چھت بنا کر پیاری سی کرسیوں اور میزوں کو لگا کر کسٹمرز کے بیٹھنے کا انتظام کیا گیا تھا۔

یہاں بھی راہداری کے آس پاس کئی طرح کے پھول جگمگا کر آنے والے ہر انسان کو اپنی جانب کھینچتے تھے۔

ہر ٹیبل پر عمدہ سلائیوں پر بنا نیپکن اور ایک چھوٹا سا گلدان دھرا تھا جو مزید خوبصورتی میں اضافہ کر رہا تھا۔

منصوعی پھولوں اور بیلوں کی دیدہ زیب لڑیاں بھی جگہ جگہ لہرا کر ماحول پُر لطف کر رہی تھیں۔

ٹیبل پر رکھے گملوں میں پھول رکھتیں مناحل اپنی بیٹی کا ذکر کیے تھوڑی برہم سی لگیں، نیلم بھی آج خالا جان کی ہلیپ کروانے آئی تھی۔

" خالا جان اس بار تو اسکے کان میں بھی کھینچوں گی، اور دیکھیے کہ محترمہ کو کال تک کرنے کی فرصت نہیں "

نیلم خودپیاراساہنس دی اور تب وہ مسکراہٹ مزید اچھوتی ہوئی جب نیلم کا ٹیبل پر پڑا فون امل کے نام سے بجتے ہی روشن ہوا۔

"دیکھیے نام لیا اور چڑیل حاضر"

نیلم شرارتی تبسم دیتی فون پک کر گئی اور مناحل بھی آنے والے کسٹمر کی سمت مسکراتی ہوئی چل دیں۔

"دیکھو میں تم سے بالکل بات نہیں کر رہی، تم سے اتنا سارا ناراض ہوں"

نیلم بھی منصوعی برہمی سے بھینا بھینا مسکاتی لان کی سمت آتے ہی شکایت کے سنگ بولی جس کے باعث دوسری سمت چہرے پر اس سے بڑھ کر شرارت لہرائی اور با آواز بلند قہقہہ گونجا۔

"ہاہا یہ تو آج کی بریکنگ نیوز ہو گئی بھئی، نیلم صاحبہ اور ہم سے ناراض۔ ہم قربان نہ چلے جائیں آپ کی اس ادا پر"

امل کی چہکتی اور زندگی سے بھری آواز نیلم کا دل مہکا گئی، وہ تھی ہی ایسی کہ نیلم بنا مسکرائے رہ بھی نہ پائی۔

"تم قربان نہ جاو، تم یہاں آجاو۔ ورنہ میں آجاوں گی خالا کو لے کر بتا رہی ہوں"

نیلم کا روٹھا سا جواب سن کر امل بھی تکیہ گود میں رکھے بیڈ پر جا بیٹھی۔ جنابہ ابھی ہی اٹھی تھیں، چہرے پر پھیلی خماری اور آنکھوں کی سرخی اسے باولا سا پیش کر رہی تھی۔۔

"ارے کیا بتاوں یار، یہاں پراجیکٹ کے لیے رکی ہوں۔ ورنہ میں اڑ کر پہنچ جاتی۔ ویسے سنا ہے ہمارے علاقے میں ایک شہزادی اتری ہے، سچی کام نہ ہوتا تو یہ جونک ایک منٹ لگاتی اور آکر اس خاص شہزادی کو چمٹ جاتی"

امل کا انداز بے حد شریر اور رشک زدہ تھا اور امل کی ان باتوں پر نیلم بھی منہ پر ہاتھ رکھے ہنس پڑی۔

"ہاں ہاں سب جانتی ہوں پراجیکٹ تمہارا، پتا ہے کیوں رکی ہو۔ بھیا جو آجکل گھر ہیں۔ تم ہاں کرو پھر دیکھنا میں تمہارے وہاں رہنے کا پکا بندوبست کیسے کرتی ہوں"

نیلم کا دانستہ چھیڑتا انداز امل کے چہرے پر شرمگیں سا رنگ لا چکا تھا مگر وہ جان بوجھ کر کھکھلا کر ہنس دی۔

"اف مجھ مسکین پر اتنا سنگین اور دل نشین الزام، ھائے یہ آفرنہ کرو مجھے ظالم کہیں کی"

امل کی آفت ناک طبعیت کا نیلم کو بخوبی علم تھا، وہ یونہی تو نیلم کی جان نہیں تھی۔

اس پر تو دونوں ایک ساہنس دی تھیں۔

"ھاھا سدھر جاو تم لڑکی، اچھا بتاو کب آرہی ہو"

نیلم ہنسی روکے منتظر سماعت کے سنگ گویا تھی اور امل جانتی تھی وہ اس سے ملنے کو بہت بے تاب ہے۔

"بس ایک ہفتے تک، تمہیں تو پتا ہے ٹوٹل دو ہفتے ہی چھٹی ملی ہے کھڑوس آبا جان سے۔ پرپر امس اگلا پورا ہفتہ ہم ساتھ مل کر مستی کریں گے۔ ٹھیک ہے ناں، اور اماں کو میرا پیار دینا ضرور تپی بیٹھی ہوں گی مس مناحل"

امل کی آواز میں شوق سا امڈا اور اختتام تک پھر شرارت سجی اور نیلم اس آفت کے ہر انداز پر لطف اندوز ہو رہی تھی۔

"اچھا جی"

نیلم بھی ہنس دی۔

مناحل نئے آنے والے کپل کسٹمرز کو کافی اور کیک سرو کروانے میں بزی تھیں، انہوں نے اپنی مدد کے لیے دو لڑکیوں کو سیلری پر رکھا تھا اور ایک

مالی بابا کا سولا سالا بیٹا تھا جو سکول سے واپسی پر مناحل آپا کی مدد کے لیے آجاتا تھا۔

یہ چھوٹا سا ریسٹورنٹ نہیں بلکے سیر و تفریح کے لیے آنے والوں کے لیے ایک خوشگوار فوڈ اینڈ کافی پوائیٹ تھا۔

جسکی چاروں اطراف سبزے اور پھولوں سے منور تھیں اور چنبیلی کے پھولوں کی سوندھی سوندھی خوشبو الگ ہی سماں باندھ دیتی تھی۔

'آمل کچن' آنے والے سیاحوں کے لیے کچھ دیر ٹھہرنے، کھانے پینے اور گپ شپ کرنے کا ایک پرلطف مقام تھا۔

نیلم یا تو مری آکر رنگوں سے کھیلا کرتی یا پھر یہ خوبصورتی آکر آنکھوں میں بساتے ہوئے کینوس کے لیے مواد جمع کرنے لگتی اور لگے ہاتھوں خالا جان کی مدد بھی کر دیتی تھی۔

..________________________..

"ارے نکل بھی آؤ کتنا میک آپ رہتا ہے تم لوگوں کا، اتنے مصروف اور وی آئی پی بندے کو ویٹ پر لگا رکھا ہے ظالمو!"

سر پر بڑی سی پکنک ہیٹ پہنے، بازو پر جیکٹ لٹکائے، پچھلی کئی ساعتوں سے بچارے انتظار کی کوفت سے دوچار اس بیچارگی سے بولا کہ گاڑی میں سامان رکھتا ملازم بھی مسینا ہوا، اسکے منہ پر بتیسی اتری، سر خجل ہو کر کھجاتا وہ بھی بدلے میں کیوٹ سا منہ بسور گیا۔

شام ہونے والی تھی، اور جیسے جیسے ستمبر کا ماہ گزر رہا تھا، شام بھی بن بلائے مہمان کی مانند وقت سے پہلے آسمان سے زمین پر اترنے لگی تھی۔

سب کا ارادہ رات تک وہاں پہنچنے کا تھا، فائنلی دوشیزاؤں کو نکل آتا دیکھ کر وہ انھیں معصومانہ سا گھورا۔

"میک آپ کدھر عبداللہ بھیا، یہ تو نیچرل حسن ہے۔۔۔ کیوں مان آپی؟"

شریر سے تفاخر کے سنگ گردن لہرا کر فرضی کالر جھاڑے ماہ نور واقعی پری لگی، جہاں مان دل نشین مسکائی وہیں عبداللہ صاحب کے چہرے پر گدگدی دیتا تبسم کسی نئی شرارت کا ترجمان تھا۔

"جی جی ابھی منہ دھلواوں ناں تو بکھر جانی یہاں فرش پر تم لوگوں کی نیچرل بیوٹی"

اخیر آفت کا گولا کیسے مقابل سجی سنوری خود سے بھی حسین دیکھائی آپسراوں کے لشکارے بنا کسی شرارت کے سہتا۔

"ہاہا اب اتنا بھی مت کھینچو عبداللہ، خود دیکھو کیسے چمکے ہوئے ہو"

مان بھی اپنا بیگ ملازم کو دیتی گردن موڑ کر شریر سی ہوئی مگر جناب دب جاتے یہ تو کسی ڈکشنری میں درج ہی نہ تھا۔

"وہ تو میں ہوں ہی حسین، کبھی غرور نہیں کیا"

اور عبداللہ صاحب کو تو شیخی بگاڑنے کا موقع ملنا چاہیے تھا، یہ تو بھلا ہو مبین عارض کی دبنگ انٹری کا کہ وہ اب خود پر جمی حسین وفطین برادر کی سنجیدہ مگر ابرو آچکا کر ڈالی نظر پر شریف النفس بنے مسکایا۔

"بس بس اپنے منہ میاں مٹھو مت بنو، چلو دیر ہو جائے گی"

توقع کے برعکس آج وہ تھری پیس کے بجائے ٹی شرٹ اور جینز میں جاذب سا پر وقار ہنڈسم دیکھائی دے رہا تھا، اپنی اول جوانی کی طرح۔

اسکے ہونٹوں پر دھیمی مگر پراسرار سی مسکراہٹ رہا کرتی تھی۔

اسکے روشن اور صاف چہرے پر گنجان داڑھی تھی، آنکھیں چمکدار مگر سیاہی سے بھریں ہوئیں، سرمگیں۔

وہ نرم گفتار کے ساتھ ساتھ سنجیدہ مزاج بھی تھا مگر محبت کے ایک سے دوسرے روپ میں ڈھلتے دیر نہ لگاتا تھا۔ جینز شرٹ پر باریک سی جیکٹ

ڈال رکھی تھی اور بھلے سیر سپاٹے سہی مگر جناب کا لیپ ٹاپ ہمراہ بلکل محبوبہ کی مانند جانے کو تھا۔

"ماشاءاللہ میرے بھیا جانی کتنے پیارے لگ رہے"

مبین واقعی آج نہ صرف بدلا لگا بلکے حسن کی دبیز تہہ بھی وافع تھی تبھی تو چھٹکی نے لاڈو پیار لٹانے میں حد کرتے نا صرف بھیا جان سے ڈھیروں پیار بٹورا ساتھ ساتھ عبداللہ کی دس کلو جیلسی پر مان اور ماہ نور بھی ہنسی۔

"میں تو جیسے لاٹری سے نکلا تھا ناں، کبھی میری تو اتنی تعریف نہیں کی"

نروٹھا سا خاص جتاتا ہوا لہجہ جس پر اب ہلکا سا تبسم مبین کے ہونٹوں پر بھی ابھرا۔

"آپ تو میرے ریڈی میڈ پرنس ہیں ناں، بھلا آپکی تعریف کیا کروں"

سارے ڈھنگ جانتی تھی چھٹکی بھی، فوراً سے بیشتر روٹھے پرنس کی گالیں کھینچتی وہ لگتا تھا لاڈ کی ساری بوتل یہیں خالی کرنے کو تھی۔

"اوہ ہیلو بس کرو یہ لاڈ، کچھ بچا بھی لو۔ بیٹھو گاڑی میں سب"

تینوں کو ہی رعب دار سی تاکید کرتا وہ خود فرنٹ سیٹ سنبھالے بیٹھا تو یکے بعد دیگرے وہ تین بھی مسکراتے ہوئے سفر کی پرجوشی کے سنگ مسکراتے ہوئے گاڑی میں جا بیٹھے۔

..________________________..

آسمان پر کالے بادل چھا رہے تھے، یوں لگ رہا تھا جیسے شام یا رات میں انتہائی تیز، قہرناک بارش برسنے والی ہے۔ وہ بھی صحن میں لگے رنگ برنگے، مخملی اور دلکش پھولوں کے پاس بیٹھی، آسمان پر قطار در قطار جاتے پرندوں کو دیکھ رہی تھی۔ جو دن کھلی آسمان کی وسعتوں میں بسر کرنے کے بعد اپنے اپنے گھروں اور آشیانوں کی سمت سفر کر رہے تھے۔

ایک مطمئین سی مسکراہٹ، نیلم کے چہرے پر نمودار ہوئی بلکل ایک تازہ پھیلی قوس و قزح کی طرح جو پھیلتے ہی پورے جہاں کو اپنے سحر میں لپیٹ لیتی ہے، ابھی وہ اس اداس کر دیتی شام سے بوجھل ہوئے اٹھ کر اندرونی سمت جانے ہی لگی جب امل کی پالتو بلی بھاگ کر نیلم کے قدموں میں آ رکی۔

نیلم نے اسے نرمی سے اٹھایا اور اٹھ کر بیٹھی اور اس دیدہ نامی سیاہ آنکھوں والی رشین بلی کو اپنی گود میں بیٹھائے رسان سے اسکے بال سہلائے۔

وہ بہت پرکشش اور نیاری بلی تھی جو نیلم نے ہی امل کی پچھلی سالگرہ پر اسے گفٹ کی اور وہ ہمیشہ کی طرح دیدہ کو مناحل کے سپرد کیے آزاد پنچھی بن کر اڑ گئی۔

دیدہ کی اداسی نیلم نے محسوس کی تھی۔

"تم بھی امل کو مس کر رہی ہو ناں؟"

نیلم کے دن، یہاں آکر امل کے بنا تو گزر جاتے پر اس آفت کی پرکالہ کے ساتھ شام کی چائے وہ بہت مس کرتی تھی، دیدہ کے بال سہلائے وہ اس سے دوستانہ ہو کر مخاطب تھی جسکے بدلے میں وہ بے زبان جانور بھی یوں سر گرا گیا جیسے اس نے نیلم کی بات کی تائید کی ہو۔

"پر کوئی نہیں، کچھ دن تک وہ ہمارے ساتھ ہو گی"

اگلے ہی پل نیلم کے چہرے پر مسکراہٹ در آئی، دیدہ سے ڈھیڑ سی باتیں کرتے کرتے یکلخت اسکی نظر، سامنے خوبصورت سے فارم ہاوس پر پڑی۔

وہ جب جب مری آئی تھی، یہ خوبصورت سا گھر ہمیشہ بند ہوتا تھا مگر آج وہاں غیر معمولی ہلچل کے ساتھ ساتھ نیلم کی نگاہ کے عین سامنے بنی کمرے کی کھڑکی بھی کھلی ہوئی تھی۔

وہ گھر بھی مناحل کے گھر جیسی بناوٹ ہی رکھتا تھا پر اس گھر کا رقبہ، کچھ بڑا تھا۔

مناحل کے گھر کے چاروں طرف خالی جگہ تھی جہاں پھول اور سبزہ تھا جبکہ اس سامنے والے گھر میں خوبصورت سرسبز باغ کے ساتھ ایک گلاس ڈور روم بھی تھا جو نئے طرز کا ایک خوبصورت اور کشادہ

لئیونگ روم کہلاتا تھا، پورے فارم ہاوس کی چاردیواری چھوٹی تھی جسکی وجہ سے باآسانی وہ سامنے والا پورا گھر دیکھائی دیتا تھا۔

وہ گھر اسے عام سا مگر وہ خاص بنی کھڑکی خوبصورت لگی ناجانے کیوں؟

وہ مزید شاید کچھ کھوجتی مگر یکے بعد دیگرے آسمان سے گرتی بارش کے یخ قطرے اپنے چہرے کو ترکرتے محسوس کرتی وہ نہ صرف اٹھی بلکہ دیدہ کو اٹھائے ہی اندرونی سمت لپک گئی۔

وہ کھلی کھڑکی، جہاں پار ابھی اندھیرا تھا، ممکن تھا روشن ہونے والی ہو۔

..________________________________..

پراجیکٹ میں اس کی مدد تو اک بہانہ تھی، وہ تو اسے دیکھنے آتی تھی، یا پھر یوں کہنا چاہیے اسے بھرے خاندان میں سانس لینا اک حسرت لگتا تھا۔ مما اور بابا کی انا پرستی کے سنگ ایک دوسرے سے ناراضگی اور قطع تعلقی اسے بہت برا متاثر کرتی تھی مگر اسکے بقول وہ دو ضدی ترین مخلوقات تھے، تبھی امل دیوار سے سر پھوڑنے کے بجائے اپنی چھوٹی چھوٹی خوشیاں خود تخلیق کر لیتی، تلاش لیتی، اسکی ایک خوشی مہک خالا کا یہ بھرا ہوا گھر بھی تھا، اور شاید وہ بھی جو محبت کے معاملے میں بہت ہی کم عقل واقع ہوا تھا۔

تیوریاں چڑھا کر ہمیشہ سنجیدہ رہنے والا وہ دشمن جان جسے خبر ہو کر بھی خبر نہ تھی کہ وہ اسے دن میں کم از کم ایک پورا گھنٹہ تو سوچتی ہی تھی، زیادہ وقت دینا امل خان کی ڈکشنری سے خارج تھا۔

مہک خالہ، مہرو، خالو جان اور سب سے خاص وہ نک چڑھا مشینی بندہ جسے بس کمانے اور زندگی کی دوڑ میں آگے سے آگے جانے کا جنون تھا۔

وہ لائق اور فتین تو تھا مگر شاید محبت کے اظہار میں بہت کمزور اور بے حس تھا، ایک مرد خود کی جانب اٹھی پسند کی نظر لمحوں میں بھانپ جاتا ہے مگر وہ پتھر دل بنا تھا، کسی باعث، کسی وجہ سے۔

وہ امیر باپ کی اکلوتی بیٹی تھی، جسکے باپ کا نام ہی ملک کے اپر کلاس اور مقبول بزنس مینز میں ہوتا تھا اور وہ ٹھہرا، عام سے درمیانے طبقے سے وابستہ ایک محنتی شخص، جس نے اپنے کیریئر کی اس سٹیج تک پہنچنے میں اپنی زندگی کی تیس بہاریں قربان کی تھیں۔

کب سے وہ بھی فائیلز میں سر کھپانے اور اس لڑکی کو سمجھانے میں منہمک تھا مگر امل کی غیر توجہی محسوس ہوتے ہی اسکے لیپ ٹاپ پر حرکت کرتے ہاتھ یکدم تھمے۔

وہ جو بہت گہری، روح تک جھانکتی نظروں سے شاہ ویر کے حرکت کرتے ہونٹ، پروجیکٹ سکرین پر جمی گہری نگاہیں اور ہاتھ میں رقص کرتی پینسل کو مرکوز کیے تھی، اسکی سخت اور تنبیہی گھوری پر یکدم چونکی۔

مگر وہ امل ہی کیا جو دب جاتی، ڈر جاتی۔

وہ ڈنکے کی چوٹ پر ہر کام کرنے والی دل والی لڑکی تھی جس نے پسند کی نظر بھی شاہ ویر پر سب کے سامنے ہی ڈالی تھی مگر وہ اسکی جانب خاصا برہم ہوئے دیکھ رہا تھا۔

"مجھے لگ رہا ہے تمہیں کسی مدد کی قطعاضرورت نہیں، اٹھاو یہ سازوسامان اور چلو بھاگو"

پینسل وہیں میز پر پٹخے، لیپ ٹاپ کی سکرین گراتا وہ آگ بگولا ہوئے، متذبذب بھی ہوا، نظریں پھیرے اٹھنے بھی لگا جب وہ نہ صرف اٹھی بلکہ جھمپ مارے مقابل کی راہ کی سب سے جانیوا دیوار بن گئی۔

"ڈرتے ہیں مجھ سے ، دیکھیں شاہ ویر صاحب۔۔۔۔ مانا امل ایک چڑیل سے کم نہیں لیکن جب ایک چڑیل سے خونی دیو ڈرے تو خاصا عجیب لگتا ہے۔۔۔۔ مدد نہ چاہیے ہوتی تو سیدھی ادھر لاہور لینڈ کیوں کرتی۔۔۔۔۔۔ کزن نہ سہی بندہ مہمان سمجھ کر ہی نرمی برت لے۔۔۔۔ پر ناجی۔۔۔۔ آپ نے تو قسم اٹھا رکھی ہے، امل کے سامنے منہ میں انگارے ہی چبانے ہیں"

ہنس مکھ تو وہ ازل کی تھی مگر سامنے والے کی کمزوری پر وار بھی کرارہ کرتی، وہ اسکی نظروں سے چھپ جانا چاہتا تھا، امل کی باتیں بھلا یونہی بے ڈھنگی ہوتیں تھیں مگر وہ دیکھ کر بہت سے جواب اگل لیتی آنکھیں، شاہ ویر پر سراسر قہر تھیں۔

وہ اسکے سامنے اپنے گریز کی وجہ کیسے کھول سکتا تھا، محبت کی تھی مگر اظہار تھوڑی کیا تھا کہ اسکے قدم واپس موڑنے پر اسے ہرجائی کا خطاب بخش دیتی وہ۔

ارے وہ تو اڑتی پتنگ تھی، جسکا آسمان بھی پرایا اور جسکی زمین بھی غیر، اسے بس اڑنے کا شوق تھا، بھلے اس اڑان کی بھرپائی میں اسے شاہ ویر سے دستبردار ہی کیوں نہ ہونا پڑتا۔

"مجھے اچھا نہیں لگتا تمہاری بونگیاں سننا، یہ پراجیکٹ بھی نیکسٹ خود کر لینا۔ تم زیادہ سمجھدار ہو، میں اتنا اچھا نہیں کہ تمہاری بے تکیاں برداشت سے سہہ پاوں"

وہ بے مروتی سے کہہ کر جانے کو پلٹا مگر وہ اس بار پھر سے اسکی راہ میں حائل ہو آئی۔

"یار میں اتنی بھی بونگی نہیں، بابا سے پوچھیں جا کر کیسے امل نے انکا بزنس سنبھال رکھا ہے۔ اتنی بڑی فرم کے مینجر بن گئے پر عقل ابھی بھی گٹوں میں ہے آپکی۔۔۔۔"

ناک سے مکھی اڑاتی وہ بناشاہ کی بے اعتنائی اور نروٹھے پن کی پرواہ کیے، اپنا دوستانہ، خوشگوار اور مہکتا لہجہ برقرار رکھے بولی اور وہ اس بار اک نظر بس اسے دیکھ ہی پایا اور رخ موڑے جاتے جاتے امل کی سیٹی بجانے کی چونچال حرکت پر نہ صرف رکا بلکہ اس بار خونخوار گھوری سے نوازا مگر وہ لڑکی ازلی ڈھیٹ بنی منہ پر مسکین مسکراہٹ سجائے اب اپنی گز بھر لمبی زبان نکالے بندر یا بنی تھی اور شاہ ویر کا تمام تر غصہ، ایک پل میں کہیں دور جا مفقود ہوا۔

وہ بڑھنا چاہتا تھا اس زندگی کی جانب مگر نجانے کیا ہوا کہ امل کی سمت بڑھائے قدم اس نے لاشعور میں ابھرتی اک تنفر بھری آواز کے کانوں میں سیسہ انڈیلنے پر نہ صرف روکے بلکہ واپس موڑ لیے۔

اور وہ مسکراتی ہوئی اپنا لیپ ٹاپ اور فائیلز اٹھائے اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئی، مہک اور مہرو نے اسکی پسند کا ڈنر بنایا تھا اور اس سڑے کریلے سے مزید بات کرنے کے بجائے امل نے پیٹ پوجا کو اول اہمیت دی۔

وہ وہیں کھڑا رہ گیا، بزدل شخص کو محبت کا کوئی حق نہیں۔

وہ بھی نفرت اور ناراضگی بھری آواز میں دیے حکم پر بنا سوچے عمل کرنے نکل چکا تھا، شاید اس لیے کہ اسے اپنا آپ واقعی امل کے لائق نہ لگتا تھا۔

..________________________..

مری فارم ہاوس پہنچ کر انکا استقبال جمال الدین نے بہت شفقت سے خود کیا تھا، گویا اس سالوں سے خاموش اور خالی پڑے گھر میں بہت سی رونقیں آنا خود انکی خوشی کا باعث تھا۔

وہ درمیانی عمر کے توانا اور شفیق انسان تھے، عارض صاحب کے بابا کے وقت سے انکے گھر کے محافظ۔

وہ لوگ چونکہ رات تک پہنچے تھے اور مری کا موسم ہلکی پھلکی بوندا باندی سے مزید سرد ہو چکا تھا، لاہور سے مری کا فاصلہ لگ بھگ دو سو چھہتر کلو میٹر کا تھا اور ان سب نے بیچ میں اک دو جگہ رک کر تصویریں کلک بھی کیں

اور ایک جگہ کافی بھی پی تھی تب بھی وہ رات تک اپنی منزل تک پہنچ چکے تھے۔

چاروں جب تک تازہ دم ہوئے، سفر کی تھکاوٹ بھگاتے باہر آئے، جمال الدین ناصرف گرما گرم بھاپ اڑاتا مزیدار کھانا لگا چکے تھے بلکہ ان سب کے لیے سلاد بھی بنا رہے تھے جس میں مبین نے آکر انکی مدد کروانی شروع کر دی جبکہ میز پر لگے بھوک بڑھاتے لوازمات جن میں مٹن قورمہ، بٹر نان کے سنگ جہاں لپک کر نوش کرنے کے جذبات ابھار رہا تھا وہیں دھینہ کے کٹے پتوں کی سجاوٹ میں مزید نکھر کر دیکھائی دیتے بیف کباب تو مزید دل لبھا رہے تھے، پودینے کی دہی میں پنی چٹنی اضافی تھی جبکہ میٹھے میں شاہی ٹکڑے جنکی سجاوٹ کسی ماہر شیف کے ہنر کا منہ بولتا ثبوت پیش کر رہی تھی۔

جبکہ چکن رینج میں چکن بروسٹ کی ہلکی پھلکی ڈوز، دل کی تسلی و تسکین کے لیے مینو میں شامل کی گئی تھی۔

مان، ماہ نور اور عبد اللہ تینوں ہی خوشبو بکھیرتے میز پر حق جمائے لپکے اور اپنی اپنی کرسیاں سنبھال لیں جبکہ مبین صاحب، میانہ رو مسکراہٹ کے سنگ جمال الدین کے ساتھ کھڑا اسلاد بنائے ساتھ ہی میز پر گپیں ہانکتے ان تین کی جانب بھی متوجہ تھا۔

"بہت تکلف میں ڈال دیا ہے آپکو جمال بھائی، ان سب کو تو دیگیں بھی ملیں تو چٹ کر جائیں۔ بہر حال میں آپکی ہمت کو سراہنا چاہوں گا، یقیناً اتنے حسین اور پر لطف دستر خوان کو سجانے میں بہت وقت لگا ہو گا۔ جزاک اللہ"

ٹماٹر، کھیرے اور لیموں کے سلائس بہت نفاست سے کاٹ کر پلیٹ میں سجاتا وہ ساتھ چولہے پر کشمیری چائے چڑھاتے جمال سے مخاطب ہوا، یہ چائے پینا مبین کی فرمائش تھی۔

مبین کی اس دل جوئی اور سراہنے پر جمال الدین بھی نہال ہوئے، انھیں عارض صاحب اور ماہ جبین آپا کے بچوں پر ہمیشہ رشک آتا، وہ سب بہترین تربیت یافتہ تھے، نہ صرف صورتوں کے بادشاہ بلکہ انکی سیرتوں میں بھی مٹھاس، شیریں پن اور کشش دھری ہوئی تھی۔

"یہ تو میرے لیے باعث فرحت تھا مبین، مدت بعد تو تم سب آ کر اس سنسان پڑے گھر کی رونق بڑھا رہے ہو۔ ویسے بھی تم سب کے لیے کھانا بنا کر مجھے بہت خوشی ہوئی ہے، آجاو۔۔۔ کھانا کھاتے ہیں۔ تب تک یہ جادوئی چائے، ہلکی آنچ پر پکتی رہے گی"

وہ بھی مہربان سے، اپنی خوشی کا اظہار کرتے سلاد کی پلیٹ اٹھائے ڈائنگ کی سمت بڑھے تو مبین بھی اک مرغوب نگاہ، کیتلی میں ابلتے جادوئی مشروب کی سمت ڈالتا انکے پیچھے ہی چلا گیا۔

کھانا نہ صرف دیکھائی دینے میں بلکے کھانے میں بھی کئی اوصاف کا مالک نکلا تھا، وہ سب بھی خوش خوراک ہونے کے ساتھ ساتھ خوش ذائقہ تھے تبھی اس طرز کے بہترین ڈنڑ نے ان سبکی طبعیت ہشاش بشاش کر دی۔

کھانے کے دوران وہ سب یہاں گھومنے پھرنے کے ارادوں کے متعلق ہلکی پھلکی گفتگو کرتے رہے، مان، ماہ نور اور عبداللہ تینوں نے رہ رہ کر کھانے کی تعریف کی اور کھانے کے بعد وہ خاص کشمیری چائے کے ساتھ بیکڈ لیمن کیک لے آئے جو انہوں نے دن ہی امل کچن سے منگوالیا تھا۔

"عارض صاحب نے خاص تاکید کی تھی کہ بچوں کا بھرپور خیال رکھنا، آپ سب بچہ لوگ کے کمرے سیٹ کروادیے ہیں۔ یقیناً سفر سے تھک گئے ہوں گے، سیر سپاٹوں کی باقی روداد اور منصوبہ بندی کل پر رکھیے اور آرام کیجئے۔۔۔۔ کسی چیز کی بھی ضرورت ہو تو بلا جھجک مجھے کہہ دیجئے گا۔۔۔۔ سرور آپ سبکا سامان آپکے کمرے میں پہنچادے گا"

چائے کے مزیدار اور دلفریب سیشن کے بعد جمال الدین نے ان سب کو متوجہ کر کے کہا اور ملازم کی جانب اشارہ کیا جو انکی تاکید پر سب کا سامان انکے کمرے میں رکھنے بڑھ گیا۔

جمال الدین برتن سمیٹو اکر کچن کی سمت بڑھے وہیں وہ سب بھی گنجائش سے زیادہ ہی ٹھوس لینے پر اب برے برے پوز بنائے، اٹھ کر گم ہونے لگے جس پر عارض نے مسکرا کر تینوں کو دیکھا۔

عبداللہ نے تو باقاعدہ اپنا پیٹ جکڑ رکھا تھا، ساری جمگنگ کا ستیاناس ہو گیا تھا اور اسے تو ابھی بھی مزید کھانا تھا مگر پیٹ میں جگہ نہ بچنے کے باعث سورج صاحب نے ہاتھ روک ڈالا ورنہ آج پھٹ ہی جاتا۔

" چلیں مان آپی، سوتے ہیں۔۔۔۔ باقی کی مستی کل یہیں سے شروع کریں گے "

سب سے پہلے جمائی بمشکل روکتی ماہ نور ہی اٹھی اور مان بھی اسکی گالیں دباتی سرہلائے، مبین کو شب بخیر کہے اسکے ساتھ اندر بڑھی جبکہ پیٹ پر ہاتھ پھیر کر پوز بناتے عبد اللہ کے سر پر چپٹ رسید کیے وہ خود بھی ٹیک چھوڑے بیٹھا۔

" جتنا پیٹ تھا اتنا ڈالنا تھاناں، تو نے عمرو عیار کی زنبیل سمجھ لیا ہے اس بچارے کو۔۔۔ چل جا کر تھوڑے پش آپس کر اور سو جا۔۔۔۔ تھوڑا سا موٹا عبد اللہ بھی چلے گا"

بچارے کی اوپر نیچے حالت دیکھ کر مبین نے پس لب مسکراہٹ داب کر خفیف سا چھیڑا تو عبد اللہ جوابا اٹھا اور رازدارانہ انداز میں اپنا منہ جھک کر مبین کے کان تک لایا۔

"آپکو تو قبول ہے بھائی یار مگر آجکل مارکٹ میں ہاٹ لونڈوں کی بہت ڈیمانڈ ہے۔۔۔۔یو نو ہاٹ۔۔۔۔اوہ یہ میں کس ٹھنڈی آنٹی سے کہہ بیٹھا۔۔۔۔ہاہا"

وہ جو بہت سنجیدہ ہوئے سرگوشی شروع کیے آخر تک قہقہہ لگائے مبین کی دبوچ لینے کی کیفیت سے مہارت سے نکل کر پھدک گیا، اور کتنی ہی دیر مبین عارض کے چہرے پر مسکراہٹ رقص رہی۔

کھانا تو اس نے بھی اعتدال سے ہٹ کر کھالیا تھا تبھی سب کے جاتے خود بھی وہ اپنے کمرے کی سمت چل پڑا، وہ اپنے مقررہ کمرے میں داخل ہوا تو مدھم روشنی بکھیرتا فانوس پہلے ہی وہاں ہلکی ملائم روشنی کرنے کا موجب بنا تھا، اردگرد خوبصورت سے کمرے کا تفصیلی جائزہ لیا۔

وسط میں دیوار کے ساتھ جڑ کر دھرا درمیانے سائز کا بیڈ جس کے دونوں اطراف سائیڈ میز تھے اور ان پر خوبصورت سجاوٹی لیمپ دھرے تھے،

آبنوسی رنگ کا نیا دلکتا فرنیچر، صوفہ سیٹ، اور دیواروں پر صاف شفاف پینٹ اور خوبصورت وال کرافٹ، فرش پر ایرانی قالین مزید دلکشی کا موجب تھا، نفاست اور ترتیب کا تو وہ بھی دلدادہ تھا، تبھی یہاں اس کمرے میں خود کو پرسکون محسوس کرنے لگا، اپنی جیکٹ اتار کر بیڈ کی ایک سمت رکھی ہی تھی کہ ہوا کا تیز جھونکا اس قدر شدید آیا کہ نا صرف وہ مبین کے چہرے کو چھو گیا بلکہ کھلی کھڑکی کا پٹ بھی بری طرح بج اٹھا۔

وہ چونک کر چلتا ہوا اس کھلی کھڑکی کی سمت بڑھا، باہر سرد ہوا چل رہی تھی، بار بار ہوا کے قہرناک تھپیڑے کھڑکی کے پٹ سے ٹکرا رہے تھے اور وہ شور پیدا کر رہی تھی، رات بھر اس شور سے بے چین ہونے کا سوچ کر مبین نے اس کھلی کھڑکی کو بند کر دیا۔

باہر سے آتے مقدس ہوا کے جھونکے بھی رک چکے تھے، وہ بھی اک نگاہ پار ڈالے واپس مڑ گیا۔

نماز عشاء ادا کرنے کی نیت باندھی اور اپنے بیگ سے سفید شلوار قمیص نکالی اور چینج کرنے بڑھ گیا۔

جب واپس آیا تو نکھرے سفید رنگ میں اسکا وجیہہ سراپا مانو مقدس ہو گیا، وہ باوضو ہوئے آیا تھا تبھی نیت باندھی اور جائے نماز بچھائے نماز ادا کرنے میں مشغول ہو گیا۔

..________________________..

"باولا ہے وہ، ہمارا بھی قصور ہے۔۔۔ ہماری اور اس گھر کی ذمہ داریوں نے اسے مشین بنا دیا۔ بڑا بیٹا تو بیاہتے ہی اسکی بیوی اچک لے گئی، رہی بات مشین کی تو مشینوں کے جذبات کہاں ہوتے پتر لیکن میری خود بڑی چاہ ہے کہ یہ میرے آنگن میں کھلتی۔۔۔ پر وہ سنگدل بنا ہے، کہتا ہے جس مرضی کو اسکے لیے بیاہ لاوں پر امل سے کبھی شادی نہ کرے گا"

کب باتیں کرتی کرتی وہ افلاطون، مہک ہی کی گود میں سر دھرے سو گئی کہ خود مہرو کے پاس آکر بیٹھنے پر مہک کا دل اس پیاری امل کا چہرہ تکتے اداس ہوا تو وہ سادگی سے اپنے دل کی اداسی بیان کر بیٹھیں۔

مہرو نا صرف شادی شدہ تھی بلکہ شوہر کے سعودیہ مقیم ہونے کے باعث اور اسکے کاغذات بننے کی دیری تک وہ یہیں رہنے والی تھی، اسکا شوہر اسکو جلد اپنے پاس بلوا لینے والا تھا۔

فیاض ملک اور مہک کو اللہ کے چار بچوں سے نوازا تھا، بڑا بیٹا الویر جو کئی سال سے اپنی بیوی بچوں کے ساتھ علیحدہ رہائش پذیر تھا جبکہ اسکے بعد مہرو تھی جو ایم اے انگلش کر چکی تھی، فیاض صاحب ہی کے ایک مرحوم دوست کے اکلوتے بیٹے سے مہرو بیاہ دی تھی، وہ سگھڑ اور سلیقہ مند ہونے کے ساتھ ساتھ پیاری تھی، اسکے بعد تیکھے مزاج والا شاہ ویر تھا جبکہ چھوٹی اور لاڈلی نیلم تھی جو اس گھر کے ہر مکیں کی دھڑکن تھی۔

مہک کی بہت خواہش تھی کہ وہ امل کو بیاہ لائیں اور انھیں بھی بہو کا سکھ نصیب ہوتا، ایک تو امل اپنی ہی بچی اوپر سے وہ بچپن ہی سے منا حل سے زیادہ مہک کے قریب رہی تھی۔

مگر یہ ساری امیدیں، شاہ ویر کی سخت اور بے جا تکرار نے توڑ دی تھیں۔

"نا فکر کریں اماں، شاہ ویر اتھرا بے لگام قسم کا بندہ ہے۔ کب اسکی عقل گٹوں میں چلی جائے کچھ خبر نہیں۔ رہی بات بہو کے سکھ کی تو لگتا ہے میری اماں آپکے نصیب میں دبنگ بہوئیں ہی درج ہیں"

مہرو کا انداز شروع میں جس قدر بے نیاز تھا، آخر میں وہ جس سمت شرارت سے اشارہ کر رہی تھی اس پر مہک صاحبہ نے لاحوال پڑھے دل کو چھوا۔

"نا مہرو۔۔۔ ایسا تو مت کہہ پتر، میں تو ایک دبنگ بہو بیاہ کر افسردہ ہوں۔ اسی کی بہن آگئی تو سمجھ ہم بڈھا بڈھی اپنی کٹیا کسی کھلے میدان میں جا لگائیں گے۔۔۔ بس نیلم کی فکر ہے، اسکا بھی نیک سبب لگ جائے تو پھر بھلے ہم

بوڑھا بوڑھی کو یہ بیٹے چلتا بھی کر دیں تو خوشی خوشی ہم پہاڑوں پر اپنی جھونپڑی بسالیں گے۔۔۔۔بیٹوں کا کیا، وہ تو آزاد پنچھی ہوتے ہیں"

مہک نے ہولتے ہوئے دل تھاما، انکا خیال سراسر سہی بھٹکا تھا، بڑی بہو نورین کی اکلوتی اور خوبصورت بہن جسکے لیے وہ شاہ ویر کا رشتہ چاہتی تھی اور کئی بار اس نے الویر کو اس بات کے لیے کہہ کر بھیجا بھی تھا مگر الویر خود ہی شاہ ویر کا آگ شعلے سا مزاج جان کر یہ بات اماں اور بابا سے کرنے کو ٹال دیتا تھا مگر وہ خوشی نامی نورین کی بہن تھی بہت حسین، وہ حسن کے ساتھ ساتھ لائق بھی تھی اور سب سے بڑھ کر شاہ ویر پر فریفتہ بھی۔

تبھی تو مہک اسکا سوچ سوچ خوفزدہ ہوئیں، انھیں ابھی بھی لگتا تھا کہ شاہ ویر کسی دباو کے تحت یہ سنگین انکار کر رہا ہے مگر وہ اتھرا شخص ہر ممکنہ کوشش کیے اپنے انکار کو فطری قرار دینے کی کوشش میں لگا تھا۔

"جیسے اس رب نے آپکی مہرو کا سبب لگایا اماں ویسے نیلم کے لیے بھی اس سوہنے اللہ نے بہترین انتخاب کرر کھا ہو گا۔ویسے بھی آپکی وہ انوکھی لاڈلی کسی عام کو تو چنے گی نہیں، دعا کیا کریں کہ اللہ اسے اسکے بہترین نصیب سے ملوا دے"

مہرو بھی تسلی سونپتی خود بھی ساتھ والے پلنگ پر لحاف کھولتی خود بھی اندر گھسی اور امل کے سرہانے بیٹھ کر فکروں میں ڈوبی اماں کو بھی ڈھارس بخشی مگر وہ نیلم کے لیے حقیقی فکر مند تھیں، انھیں پتا تھا نیلم کا معیار عام نہیں ہے، اور اس عام سے دنیا میں بھلا کوئی اتنا خاص کیسے مل سکتا تھا۔

وہ جھک کر امل کی پیشانی پر بوسہ دیے اپنی فکریں سمیٹ کر اٹھیں اور اپنے کمرے کی سمت آئیں جہاں فیاض صاحب بڑے غور و فکر کے سنگ کسی کتاب کا معائنہ کرنے میں غرق تھے۔

زوجہ کی آمد کو اپنی زیرک نگاہوں میں سموئے وہ فکروں میں سر تاپا ڈوبی شریک سفر کی ساری پریشانی سمجھ جاتے تھے، وہ سرکاری ملازم تھے، اب تک کوئی نہ کوئی کام کر کے خود کو مصروف رکھتے تاکہ عارضہ قلب نہ ستائے۔

بیماریاں تو حساس لوگوں کو دبوچ ہی لیتی ہیں، اور ماں باپ سے زیادہ حساس بھلا اور کون ہوتا ہے۔

"یقیناً ہمارے لاڈلے بچے کی فکر میں گھل رہی ہیں مہک صاحبہ۔ ابھی عمر ہی کیا ہے میرے سوہنے کی جو تم اسکی فکر میں نڈھال ہوتی ہو مہک۔ اللہ بیٹیاں دیتا ہے تو انکے گھر بھی بساتا ہے"

بنا بتائے بھی وہ مہک کی اندرون کیفیت پہچان گئے اور وہ تھکی ہاری سی انکے پاس ہی بستر پر بیٹھتیں اداس سی مسکراہٹ کے سنگ انھیں تکنے لگیں، وہ انھیں ہر قدم پر ہمت سونپنا کبھی نہ بھولتے تھے۔

"بس آپکے لاڈ پیار نے اسے روئی سا ملائم بنا دیا ہے فیاض صاحب، کہاں ملے گا اسے ہاتھ کا چھالہ بنا کر رکھنے والا"

مہک کی فکر پر اس بار فیاض صاحب مسکرائے۔

"ڈھونڈ لیں گے مہک، جب رب کن کہے گا تو ایسا ہاتھ کا چھالہ بنانے والا بھی ملے گا۔ رب نے جب خاص بیٹی اس آنگن میں اتاری ہے تو اسکا خاص مقدر بھی اسی گھر کی کسی خفیہ جگہ اتار کر حفاظت سے سنبھال دیا ہو گا۔۔۔۔اللہ سب بہترین کرے گا"

وہ باہمت، مہربان اور دوست تھے اور مہک کی ساری فکریں انکے کندھے پر سر رکھ کر آنکھیں موند لینے سے رفع ہو جاتی تھیں، اس عمر میں وہ ایک دوسرے کے ہمدرد تھے، اپنی اولاد کی خیر مانگتے ہوئے ماں باپ۔۔۔۔۔

"ان شاء اللہ" مہک نے بھی امید بھری آواز میں کہہ کر گویا فیاض صاحب کی تسلی کو اپنا سکون بنا لیا۔

..________________________..

اسکی آنکھ دور دور سنائی دیتی فجر کی آذانوں پر کھلی، مندی مندی آنکھیں وا کیے خود کو اس جگہ موجود محسوس کرتے وہ پوری طرح بیدار ہوا، سائیڈ ٹیبل پر رکھی اپنی گھڑی اٹھا کر ٹائم دیکھا تو ساڑھے پانچ بج رہے تھے، دور دور تک پرندوں کی چہچہاہٹ سنائی دے رہی تھی مانو وہ بھی اس نیک پہر جاگ کر اللہ کی حمد و ثناء میں مشغول تھے۔

مبین نے آرام کو خیر آباد کہے بستر چھوڑا اور حسب معمول اٹھا، بستر پر پڑی شکنیں خود ہی درست کیں، اور تازہ دم ہونے کے ساتھ ساتھ باوضو ہوئے واپس باہر آیا مگر اس سے پہلے وہ جائے نماز اٹھا کر نماز ادا کرتا، اسکی نگاہ بھٹک کر اس بند کھڑکی کے اس جانب کھلے باغیچے کی جانب اٹھی، گویا مبین عارض کی ساری حسیں اس نورانی منظر نے سلب کر ڈالیں۔

سحر کی ہلکی ہلکی روشنی کے باوجود وہ سفید شے اسے واضع دیکھائی دے رہی تھی۔

اسی سحر ناک سی کیفیت میں مبتلا وہ چلتا ہوا اس بند کھڑکی کی جانب لپکا، سامنے کھلے اور وسیع سر سبز باغیچے میں پھولوں کی راہداری کے قریب ہی وہ اسے دیکھائی دی۔

کوئی پری تھی وہ یا شہزادی جو اپنے سفید آنچل میں اپنے مرمریں وجود کو سمیٹے، پھولوں کے اوس سے لدے سراپوں کو دیکھتی ہوئی ان کیاریوں سے فالتو اور آوارہ مزاج سے پتوں کو نکال کر اک طرف جمع کر رہی تھی۔

نیلم حسب معمول، فجر کی نماز ادا کرنے اور قرآن پاک کی تلاوت مکمل کیے پھولوں کی مزاج پرسی کو ٹھٹھرتے موسم میں بھی باہر نکل آئی تھی۔

اگلی ساعت تو گویا اس سن و ساکت ہو جاتے مبین عارض کی دنیا تہہ و بالا کر چکی تھی۔

نیلم کے سر پر لیا سفید آنچل، ہوا کے بیری جھونکے سے ڈھلک گیا، وہ اسکے شانوں پر پھیلا وہیں اس پری پیکر کے کمر تک لہراتے بال اسکے چہرہ ماہتاب کا حجاب بن کر بکھر گئے۔

یہ سارا ستم اس شخص کی پتھر ہو جاتی نگاہوں کے روبروہی سرزد ہوا مگر اس لڑکی کے چہرے کا حجاب اسکی حسین زلفوں نے برقرار رکھا، وہ بھی باہر پھیلی ملگجی روشنی کے سبب اس ماہ پیکر کا چہرہ نہ دیکھ پایا۔

غیر ارادی طور پر مبین نے شدت سے اس بند کھڑکی کو کھولنے کی نیت سے ہاتھ بڑھایا تاکہ کسی طرح وہ اس پیکر کی صورت کا دیدار کرسکے مگر ہائے ری قسمت!

وہ کھڑکی زنگ آلود ہونے کے باعث اپنی جگہ جم چکی تھی، ابھی دیدار کا صحیح وقت کہاں آیا تھا۔

وہ پاگلوں کی طرح کھڑکی کے پٹ کو کھولنے کی سعی کرتا رہا مگر وہ نہ کھل سکی، اور مبین عارض کی اداس آنکھوں کی اداسی تب بڑھی جب وہ سامنے کچھ دیر قبل دیکھائی دیتا سفید سراپا غائب ہو گیا۔

اسے لگا جیسے صبح کی پھیلتی ستم گر کرنوں نے اسے مبین عارض کی نگاہوں میں آنے سے پہلے ہی اپنے اندر جذب کر لیا ہو۔

بیقراری اور بے چینی کا غلبہ اس قدر شدید بڑھا کہ وہ کئی ثانیے اس پار اسے ڈھونڈتا ہی رہا، نا جانے کتنا وقت لگ گیا کہ سحر نے صبح سے وصال کرنا شروع کر دیا تو وہ واپس اپنی دنیا میں واپس آیا، نماز فجر پہلی بار قضا ادا کی جسکا اسے حقیقی دکھ ہوا مگر نماز کے بعد بھی وہ کتنے ہی لمحے ایک بار پھر اس سراپے کے نظر آنے کی امید لیے کھڑکی کے شیشے سے جھانکتا رہا، مگر شیشے کے پار دیکھائی دیتے منظر ابھی دھندلے تھے، بلکل مبین عارض کے مقدر کی مانند۔

اک اضطراب ساتھا جو اسکے پورے وجود میں چٹکیاں بھر رہا تھا، یہ پہلی بار تھا کہ تحمل مزاج اور ہر قسم کی شدت سے بے نیاز سا شخص، رواں رواں بے تاب دیکھائی دے رہا تھا۔

وہ الجھ چکا تھا، اک بے چینی اسکے پورے وجود میں لہرانے لگ گئی تھی۔

..________________________..

"تم سمجھ دار ہو، میری بات سمجھ گئے ہو گے۔ تمہاری معمولی سی محبت اسے کچھ نہیں دے گی شاہ ویر، وہ بہت لاڈوں اور آسائشوں میں پلی ہے۔ میں جلال پاشا، اتنا بڑا بزنس آئی کن، یہ سب کچھ صرف امل کے لیے ہی کر رہا ہوں۔ نہیں چاہتا کہ وہ تمہاری محبت کے جال میں پھنس کر اپنے گلے میں غربت کا طوق ڈال لے۔ بابا تمہارے اب کچھ خاص کر نہیں سکتے اور بھائی بھی بیوی لیے الگ ہو گیا، تم پر پورے گھر کی ذمہ داری ہے۔ اور ایسا انسان جو ایک معمولی مینجر کی جاب کر کے پورے گھر کی کفالت بھی کرتا ہو، امل کو

ہر گز خوش نہیں رکھ سکے گا۔ اگر تم واقعی اس سے محبت وجبت جیسے جذبات رکھتے ہو تو وہی کرو گے جو سمجھایا ہے، ابھی وہ تمہارے پیچھے اس قدر آگے نہیں بڑھی سو اسکے قدم واپس موڑ دو۔ تمہارے لیے اچھی اور امیر لڑکی خود تلاشوں گا جو تمہیں سیٹل کر دے گی مگر امل کے لیے میں فیصلہ بہت پہلے لے چکا ہوں اور اسکی شادی صرف اسی لڑکے سے ہو گی"

چند ماہ پہلے کے یہ جگر پاش، نفرت اور حقارت میں لپٹے جملے آج بھی اسے اذیت دیتے تھے، اپنی بزدلی پر وہ بہت رنجیدہ تھا، یہ ایسا حکم نامہ تھا جو اسے اندر ہی اندر کھا رہا تھا، اس روز جلال پاشا نے تو بے حسی کے ریکارڈ توڑ دیے مگر جب چند دن بعد شاہ ویر کی تکلیف کچھ اثر زائل کر گئی تو اس نے بھی ٹھنڈے دل سے بیٹھ کر ان لفظوں کو تا دیر کریدا تھا۔

ساری زندگی عام سے حالات میں عمر گزراتے گزر گئی تھی، فیاض ملک صاحب اپنے زمانے میں بہترین کماتے تھے اور کما کما کر اپنے بچوں کی تربیت کرتے تھے اور سب سے زیادہ محنت اور اپنی خون پسینے کی کمائی تو اس باپ

نے الویر پر خرچ کی، اسے انجئیر بنایا، اور جب صلے کا وقت آیا تو وہ آزاد پنچھی پنکھ نکلتے ہی آشیانے سے اڑ گیا۔

گھر کی ساری ذمہ داری، فیاض صاحب پر قرضوں کا بوجھ، گھر کے اخراجات سبھی کا بوجھ شاہ ویر پر آچکا تھا، ایسے میں گروہ ضد کا پلو تھامے امل کی رٹ لگانے لگتا تو شاید یہ نوکری بھی آج اس سے چھین لی جاتی، جلال پاشا ہرگز اپنی اکلوتی بیٹی کو مناحل کے غریب خاندان میں بیاہنے نہیں دینا چاہتے تھے، خود مناحل سے وہ کئی خودسریوں پر نالاں ہو کر قطع تعلق کیے بیٹھے تھے۔

شاہ ویر کے جذبے دیوانگی نہ تھے، وہ محبت کے علاوہ پرورش کا حق بھی نبھانا چاہتا تھا، بڑے بھائی کی طرح والدین کی آنکھوں میں آنسو دینے سے خوف کھاتا تھا۔

تبھی اس نے امل سے دستبرداری کا عہد باندھ لیا، اس نے یہ فیصلہ کانٹوں پر سے گزر کر کیا تھا مگر اسکی محبت کا علم صرف فیاض صاحب کو تھا جنھیں الویر

کی بے حسی اور جدائی کے بعد شاہ ویر کی اس قربانی نے ہی دل کا مریض بنا دیا تھا۔

وہ بے دلی سے تیار ہو رہا تھا، آفس جانے کا آج ہر گز دل نہیں تھا، جی چاہ رہا تھا چیخ چیخ کر، گلا پھاڑ کر چلائے کہ امل یہاں سے چلی جاو، بار بار میرے سامنے نہ آو، آتی ہو تو مجھے میری ہی قربانی ڈسنے لگتی ہے۔

"اوئے ھوئے، للکنگ ہنڈسم۔۔۔۔۔"

کب وہ سر پر آ کھڑی ہوئی، شرارت سے شاہ ویر کی تیاری پر سراہنے لگی مگر وہ اس وقت حقیقت میں آتش فشاں بنا تھا، خاص کر امل سے سامنا بہت ہی مشکل تھا، کیسے آئینے میں پلٹ کر اس لڑکی سے آنکھیں ملاتا جو محبت کے سفر میں ابھی آگے نہ بھی گئی ہو مگر شاہ ویر کی آنکھیں ضرور پڑھ لیتی تھی۔

"کیا ہوا، جن دیکھ لیا۔۔۔یار مجھے آپکی چڑ اور غصے کے باوجود آپکی خونخوار بیل جیسی آنکھیں دیکھنے میں مزہ آتا، ویسے بڑے بن ٹھن کر نکلنے لگے ہیں

سرکار۔۔۔۔۔آفس میں لڑکیاں توضرور مرتی ورتی ہوں گی۔۔۔۔۔
آپ نے کسی کو لفٹ تو نہیں کروائی ناں شاہ ویر صاحب"

بنا شاہ ویر کی اذیت دبانے کی کٹھن کوشش کو جانے وہ اپنی ہی مستی میں گم اسکا کندھا، اپنے کندھے سے ہلائے متوجہ کرتی انویسٹیگیشن کر رہی تھی مگر اس وقت امل کے لفظ، امرت نہیں بلکہ اس طوفان کو زہر معلوم ہو رہے تھے۔

"ہو گیا تمہارا۔۔۔۔امل آخری بار سمجھا رہا ہوں کہ مجھ سے بات کرنے کی کوشش مت کیا کرو۔ نہیں کرنا چاہتا بات تم سے، تم سمجھتی کیوں نہیں ہو آخر۔۔۔۔ہاتھ جوڑتا ہوں۔۔۔چلی جاو، ورنہ سچ کہہ رہا ہوں میں یہ گھر چھوڑ کر چلا جاوں گا"

تمام لحاظ بالائے طاق رکھتا وہ چڑ اور تکلیف کی ملی جلی کیفیت سے اک اک لفظ میں بیزاری بھرے بولتا گیا اور اسکی اس تلخ کلامی کو امل کے علاوہ، باہر

سے گزرتے فیاض صاحب نے بھی سنا اور وہ ایک سی تکلیف تھی جو اس وقت امل اور فیاض صاحب نے محسوس کی تھی۔

اور آج بہت دنوں بعد فیاض صاحب کو اپنے بیٹے کی تکلیف بنا کہے دل چھلنی کرتی محسوس ہوئی، وہ تکلیف دباتے، اپنے سینے میں سلگتے درد پر ہتھیلی جمائے وہاں سے چلے تو گئے مگر امل نے نہ تو شاہ ویر کی باتوں پر برا منایا نہ ہرٹ ہوئی بس جگر پاش سا مسکرا دی۔

"مجھے اندازہ نہیں تھا آپ اتنے تنگ ہیں مجھ سے، آپکو کہیں جانے کی ضرورت نہیں۔ میں اب سے سیدھی اپنے گھر ہی لینڈ کیا کروں گی، خالا جان اور مہر و دیدو کو وہیں بلوا لیا کروں گی۔ پلیز آپ گھر مت چھوڑنا، مجھے بلکل اچھا نہیں لگے گا آپ پارک وغیرہ میں جا کر سوئیں"

شروع کے جملے وہ سر اسر شاہ ویر کی تپش سے بھری آنکھوں میں آنکھیں گاڑے بولی اور آخری جملے پر نہ صرف ہنسی بلکہ شاہ ویر کا دماغ بھی گھوما۔

"امل!"

اور وہ بے بسی سے دانت کچکچا تارہ گیا مگر اس سے پہلے امل جاتی، اور وہ بیقرار سا لپک کر اسے روکتا، وہ خود ہی اپنی حسین سی اچھوتی مسکراہٹ جذب کیے پلٹی۔

"آپ مجھے اچھے لگتے تھے شاہ ویر کیونکہ محبت کرنے والا دل تھا آپکا مگر اب سے برے لگیں گے، امل کو جب ایک بار کوئی شخص بر الگ جائے تو اسکی اچھا لگنے میں پر موشن نہیں ہوا کرتی۔ آپکے دل میں محبت تھی مگر بھڑ اس بن کر ظاہر ہوئی۔۔۔۔ آج ہی چلی جاوں گی۔ گڈ بائے"

وہ خوش مزاج سی لڑکی تھی تبھی اتنی کدورت اور بیزاری جھٹ سے سہہ لیتی، صاف صاف شاہ ویر کو اپنی پسند کے حصار سے آزاد کر گئی۔

جہاں اسکی جگہ نہ تھی وہ اس جگہ ہر گز آباد ہونا نہیں چاہتی تھی، وہ گئی تو یوں لگا شاہ ویر ملک کی زندگی سے پسندیدہ ہر جذبہ بھی خارج ہو گیا۔

"عین جوانی میں

جب میں نے خواہشیں ادھوری چھوڑ کر ضرورتوں کو گلے لگایا

تو سارے خوابوں نے یک زبان ہوئے کہا.....!!

تف ہے ایسی زندگی پر.....!!"

وہ خالی ہاتھ کھڑا، پرورش بچائے، محبت سے دستبردار ہو گیا۔

..______________________________..

وہ لان میں لگے پودوں کے پاس ہی بیٹھا تھا، جلدی اٹھنے کے باعث ناشتے کے نام پر کافی اور دو سلائس لیے وہ مزید کسی شے کی طلب محسوس نہ کیے باغیچے میں تناور جمے سفیدے کے درخت کی چھاؤں میں چپ چاپ براجمان تھا، ابر آلود صبح ضرور تھی مگر گاہے بگاہے سورج، بادلوں کی نرم اوٹ سے نکل

کر دمکنے لگتا، وہ نظریں اٹھا کر اس جانب دیکھ رہا تھا جہاں اسے صبح وہ دیکھائی دی تھی۔

خود مبین عارض جیسا حقیقت پسند سا، دیوانگی و بے چینی کے جذبوں سے دور بستا شخص اپنی بیقراری پر حیران تھا، وہ خود کو اس منظر سے نکال نہیں پا رہا تھا۔

"بچہ لوگ تو گہری نیند میں ہیں، میں نے بھی نہیں جگایا کہ خوامخواہ نیند خراب ہو جائے گی۔ مان بٹیا اٹھ گئی ہیں، تمہارا پوچھ رہی تھی تو بتایا، وہ ناشتہ یہیں تمہارے ساتھ ہی کرنے آ رہی ہے"

وہ جو گہرے خیالوں میں غرق تھا، پاس آ کر میز پر ناشتے کے لوازمات لگاتے جمال الدین کی آواز پر چونکا جو مبین کے مسلسل اس ساتھ والے گھر کو آبزرو کرنے کو بھانپ چکے تھے۔

"ہمم۔۔ ٹھیک۔۔۔۔۔"

وہ غائب دماغی سے جواب دیتا الجھن آمیز لگا مگر پھر جمال الدین کے جانے پر وہ اسے غیر ارادی پکار بیٹھا۔

"جی"

جمال الدین نے فوری دریافت کیا۔

"جمال بھائی وہ میرے کمرے کی کھڑکی جام ہو گئی ہے، اسے کھلوا دیں"

مبین نے یہ کہتے ہوئے نگاہ ارد گرد گمائی جیسے کسی کھوج میں ہو۔

کھڑکی تو وہ کل کمروں کی صفائی کے دوران بمشکل ہی کھول پائے تھے۔

"اوہ بچے، میرے تو ذہن سے ہی نکل گیا۔ دراصل کافی عرصے سے بند رہنے کے باعث وہ زنگ آلود ہو گئی تھی۔ اسے بمشکل کھولا تھا کہ پہلی فرصت میں اسکی مرمت ہو سکے۔ میں ابھی کسی کو بلوا کر اسے ٹھیک کرواتا ہوں"

اپنے بھلکڑ پن پر خفیف سا مسکرا کر وہ سادگی سے کہے، مان کا ناشتہ میز پر لگاتے واپس اندر بڑھے وہیں سادہ سی شلوار قمیص میں لپٹی، بالوں کو جوڑے کی مانند باندھ کر وہیں آتی مان بھی صبح صبح اٹھ جانے والی مخلوق کو دور ہی سے دیکھ کر مسکرائی مگر مان کے قریب آنے اور اسکے سامنے کی کرسی پر براجمان ہونے تک نہ تو مبین عارض کی آنکھیں اپنے نظارے سے ہٹیں نہ سماعت میں اردگرد ہوتی ہلچل نے کوئی احساس توجہ جگایا مگر مان کے چہرے پر مبین کی اس درجہ بیگانیت پر حیرت اور فکر جاگی۔

"مبین۔۔۔ آپ کیا دیکھ رہے ہیں؟"

آہستگی سے پکار کر اس کھوئے شخص کو متوجہ کیے وہ بولی تو مگر اس نے جیسے مان کی بات ہی نہ سنی۔

"مبین۔۔۔"

اس بار مان کے زرا اونچا پکارنے پر وہ چونکا، سامنے بیٹھی مان کو دیکھ کر اپنی لاتعلقی پر تعجب کے ساتھ افسوس سا ہوا، یعنی وہ خیالات میں اتنا گہرا غرق تھا کہ اسے مان کے آنے اور سامنے بیٹھ کر پکارنے کی بھی آواز سنائی نہ دے سکی۔

"ہاں مان۔۔۔ کیا کہہ رہی ہو؟"

اپنی الجھن پر پردہ ڈالتا وہ جو بولا اس نے مان کو اس بار حقیقی تشویش سونپی۔

"آر یو اوکے؟ کیا سوچ رہے تھے؟"

مان نہ صرف اس پر سامنے سے اٹھی بلکہ پریشانی کے سنگ مبین کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھے بھرپور توجہ سے پوچھنے لگی اور وہ مان کے اتنا قریب آکر بیٹھنے پر صاف صاف بے چین لگا، خود سے اور اس سچویشن سے فرار بس اک ہی صورت تھا کہ وہ رسان سے ٹالتا، اپنی کافی کا مگ اٹھائے اٹھا اور بہت

زیادہ گلابوں کے اکھٹے لگے پودوں کے قریب جا کھڑا ہوا، نگاہیں بار بار اس چوکھٹ کی جانب بھٹک رہی تھیں۔

"کچھ خاص نہیں، پھول اتنے بھی برے نہیں ہوتے"

ٹالنے میں تو وہ ماہر تھا، اسکی آنکھیں جہاں راز تھیں وہیں چند ہی ثانیے میں اس شخص کی ترجیحات بدل جانا، مان کے لیے اک چونکا دینے والا جھٹکا ہی تھا۔

"آہاں۔۔۔ پھول برے نہیں ہوتے جناب یا پھر صرف اس جگہ کے برے نہیں ہوتے"

وہ بھی تو چہرہ شناس تھی، مسکراہٹ لبوں پر بکھیرے واپس اپنی جگہ جاتے بیٹھی اور رغبت سے چھری کانٹے کی مدد سے فرینچ آملیٹ نوش کرنے لگی، مبین نے اچنبھے کے سنگ مڑ کر مان کی بات کو نا سمجھتے ہوئے جیسے وضاحت چاہی مگر اس لڑکی نے اپنی مسکراہٹ کو مزید گہرا کر لیا۔

"کیا مطلب؟"

وہ یہ سوال کرتے نہایت پیارااور معصوم سالگا، ایک ایسا پاگل سا بچہ جسکی عقل بہت چھوٹی اور جسکا مسئلہ بہت سنگین ہو۔

"اگلوالے گی مان، یو ڈونٹ وری۔۔۔۔۔ خیر آجائیں۔ بندی کو تھوڑی کمپنی دے دیں۔ اکیلے ناشتہ کرنا بہت بورئینگ ہے"

وہ بات کو لمحوں میں ٹالتی، اس بندہ بشر کو شش و پنج میں ہی مبتلا چھوڑے چہکی، وہ اسے کمپنی دینے کے لیے آکر بیٹھ تو گیا مگر یکدم ہنگامے کی آواز نے پہلے تو ان دو کی توجہ سلب کی اور پھر اگلے ہی لمحے مان جہاں ہنسی وہیں مبین کے چہرے پر مسکراہٹ پھیلی کیونکہ وہ دوپٹا کے اٹھ کر نہ صرف اپنے حجروں سے نکل آئے تھے بلکہ ماہ نور نے حسب روایت عبداللہ کی نئ ہڈی پر قبضہ جمالیا تھا اور وہ اسکے پیچھے دوڑتا اس کو ہر ممکنہ کوشش کیے پکڑنے کی سعی میں تھا مگر وہ کھلکھلاتی پری ہنس کر بھاگتی اور ہانپتی سیدھی مبین کی بازو

جکڑتے ساتھ جا چمٹی اور اب بیچ میں کھڑا مبین تھا اور عبداللہ صاحب کبھی یہاں اور کبھی وہاں سے جن کی طرح جھپٹ جھپٹ کر ماہ نور کے بازووں کی ہڈی کھینچ رہا تھا۔

"عبداللہ بھائی۔۔۔۔یار قسم سے یہ میں نے نہیں دینی۔۔۔۔ مبین بھیا مجھے بچاو ناں۔۔۔۔۔ آہ۔۔۔ مر گئی میں"

مسلسل پورے باغیچے میں پھدکتے دوڑتے اور بھاگتے ان دو کو دیکھ کر مان تو ہنسے جا رہی تھی جبکہ مبین کا الٹا اب غصہ آ رہا تھا۔

"یار عبداللہ قسم سے ایک نمبر کا چوول انسان ہے، خبر دار جو میری گڑیا کو تنگ کیا۔۔۔ چل بھاگ ہاتھی کہیں کے۔۔۔۔۔۔اور تم! آج سے عبداللہ کی باقی ساری ہڈیز بھی تمہاری ہیں"

اس ہنگامے کو ختم کرنے والے پنچائتی نے گویا ایک طرف پانی اور دوسری طرف آگ برسائے معاملہ نمٹایا جس پر اب عبداللہ کا چھوٹا سا منہ دیکھ کر

جہاں ماہ نور گز بھر لمبی زبان نکلے چڑاتی ہوئی مبین کے ساتھ لگی ہوئی تھی وہیں مان اور مبین بھی دبا دبا مسکرا رہے تھے۔

"ہاں بلکل ساری ہڈیز تمہاری ہیں ماہ نور اور بھیا کے نئے پاجامے اور ٹی شرٹس میری۔۔۔ہے ناں بھیا جانو۔ اور وہ چھ سات جینز بھی جو آپ نے سنگاپور سے لائی تھیں۔۔۔۔۔اوکے ناں"

پھپھے کٹنی خالہ کی طرح وہ بھی کرسی گھسیٹ کر بھاگنے سے پھول جاتا سانس بحال کیے اپنی لسٹ کھولے بولا جس پر مبین نے مکا سیدھا اسکے کندھے پر جڑا اور اب وہ چاروں ہی ہنس رہے تھے البتہ عبداللہ نے منصوعی رونے کی اداکاری کیے مزید ماحول مزیدار کیا جبکہ اپنی فل رینج پر اس نادیدے کی نظریں تو مبین کو پہلے ہی معلوم تھیں۔

"مجھے پہلے ہی شک تھا کہ میرے پسند کے پاجامے اور شرٹس آخر جاتی کدھر ہیں، چور پکڑا گیا۔۔۔۔۔"

مبین بھی خود کو ماحول کے مطابق پیش کرنے میں مگن تھا مگر مان کی گہری نگاہیں اب مبین عارض پر تھیں جسکا کچھ اہم کھو چکا تھا۔

"یار آپ پہنتے کب ہو، تبھی ان کپڑوں کی رونمائی میں اپنے اوپر اوڑھ کر کر دیتا ہوں۔۔۔۔۔ خیر یہ سب تو چلتا رہے گا۔۔۔ آج کا کیا پلین ہے"

پہلی بات کھسیانی ہنسی کے سنگ کیے آخر تک وہ بڑی سی جمائی بمشکل روکتے بولا، جناب کی خماری بتا رہی تھی کہ ابھی مزید گدھے اور گھوڑے بیچ کر سونا باقی تھا۔

"آج رات باربی کیو کرتے ہیں، گھومنے کل چلیں گے۔۔۔۔۔ میری ابھی نیند پوری نہیں ہوئی بھیا"

عبداللہ کو جمائی لیتے دیکھ کر ماہ نور نے بھی منہ کھولے، ہاتھ اٹکائے کہا جس پر مان بھی مسکرا دی جبکہ مبین کچھ الجھا ہوا اور خاموش تھا۔

"جاو پھر میرے بچو! جا کر بستر توڑو۔۔۔۔ یہاں باہر آکر آپ دو کے قدم جس زحمت سے دوچار ہوئے اسکا ازالہ کرو پہلی فرصت میں۔۔۔۔ مری مری تو ایسے لگا رکھی تھی جیسے جا کر سیاحت کا نیا باب رقم کرو گے۔۔۔۔"

اتنی سلیس اردو میں خالص میٹھی عزت افزائی پر جہاں مان ہنس ہنس کر دہری ہوئی وہیں عبداللہ کا بھی جاندار قہقہہ پھوٹا جبکہ ماہ نور نے بتیسی نکال کر ہی کوٹہ پورا کیا۔

"ہاہا۔۔ دیکھ لو مان! اس بندے کی بستی کرنے کا انداز بھی کتنا تعریف تعریف والا ہے۔۔۔ اور میں کہیا مبین صاحب جی چک دے پھٹے۔۔۔۔ آئے ھائے سواد آگیا۔ اب آئے گی اصل والی میٹھی نیند۔۔۔۔ شام کو جگا دینا مجھے ظالمو"

بنا کوئی اثر لیے وہ الٹا چونچال پن کے سنگ قہقہہ لگائے مبین کی گھوری پر باقی کا ہنسنا منہ ہی میں داب لیتا واپس پلٹ گیا جبکہ آہستہ آہستہ ماہ نور بھی کھسک گئی، منہ پر ازلی معصومانہ مڑیل سی بتیسی پھیلائے۔

مان تو ان دو کے جانے کے بعد بھی ہنستی رہی جبکہ مبین نے اسکے بعد اپنا لیپ ٹاپ کھول کر اسے توجہ دینی زیادہ مناسب سمجھی۔

جبکہ مان سوچ چکی تھی کہ مبین کی اس الجھن آمیز کیفیت کا پتا ہر ممکن کوشش کیے لگوانا ہی ہے۔

..________________________..

آج بھی حسب معمول وہ پھولوں کی دیکھ بھال میں دن کاٹنے کا آغاز کر چکی تھی، کچھ ضروری چیزیں درکار تھیں تبھی وہ کرسی پر بیٹھی دیدہ کے بال پیار سے سہلا رہی تھی، ہلکے آسمانی رنگ کے فراک کے نیچے چوڑی دار پاجامہ

پہنے، شانوں پر ململ کا دوپٹہ پھیلائے جو کرسی پر بیٹھے ہونے کے باعث کافی سارا زمین کو چھو رہا تھا۔

"لو بٹیا رانی، تم نے جو جو پودے منگوائے سب لے آیا"

مالی بابا اسکے کہنے پر کچھ نئے موسمی اور پہاڑی پھولوں کے پودے اور سبزیوں کے بیج لائے تھے اور کچھ چھوٹے چھوٹے منی پلانٹس جن کے گملے، مالی بابا کا بیٹا اٹھائے باری باری لان میں رکھ رہا تھا۔

نیلم نے دیدہ کو گود سے اتارا اور مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی، اور مالی بابا کے دس سالا بیٹے سے خود ہی وہ منی پلانٹس کے پودے لے کر رکھنے لگی۔

"بہت اچھا ہو گیا یہ تو، اور پلیز میرے جانے کے بعد اچھے سے دیکھ بھال کیا کریں۔ اتنا خوبصورت لان ہے، میں چاہتی ہوں جب یہ سارے پھول کھلیں تو میں انھیں ایک ایک کر کے کینوس پر اتاروں"

وہ خواب زادی تھی تبھی تو اسکے لفظ بھی اک جادو رکھتے، جہاں اسکی تاکید اور قدرت سے محبت کے وہ مالی بابا معترف ہوئے وہیں وہ دس سالا عمر بھی بڑے اشتیاق سے گملے ترتیب سے رکھتا نیلم کے قریب آیا۔

"نیلم باجی، کیا آپ بندوں کی بھی تصویر بناتی ہو۔۔۔۔ میری بھی بناو ناں۔۔۔۔۔ مجھے بڑا شوق"

عمر کی پرشوق خواہش پر جہاں مالی بابا اور نیلم ہنس دیے وہیں ہلکے پھلکی سوبر سی لک میں آتی مناحل بھی اس رونق بھرے ماحول کو تکتی مسکراتیں وہیں آ گئیں۔

"ہاہا اسے دیکھو زرا۔۔۔۔ بچہ جی یہ وقت آپکی پڑھائی کا ہے۔ چلو شاباش کتابیں لے کر آو۔ نیلم سے سمجھ لو جو سوال سمجھنے۔۔۔۔۔"

مناحل، پیار سے عمر کے بال سہلائے اسے شرارت سے کہتے بولیں تو وہ بھی دبی دبی مسکراہٹ لیے فوری فرمابرداری میں سر ہلاتا بھاگ گیا۔ جبکہ رنگ برنگے پھولوں کی بہار پر نگاہ پڑتے ہی مناحل کا مانو دل نہال ہوا۔

وہ بھی کچن کے لیے نکلنے والی تھیں، تبھی جانے سے پہلے یہاں چلی آئیں۔

"سچ کہتے ہیں، نیلم جہاں جاتی ہے۔۔۔ پھول خود ہی اردگرد مہکنے لگتے ہیں۔ میرے گھر کی تو رونق دوبالا کر دی تم نے جان، لک۔۔۔ ایسا لگ رہا میرا لان بذات خود نرسری بن گیا"

مناحل کی خوشی اور رشک دونوں دیدنی تھا اور نیلم نے مسکرا کر باہیں پھیلائے اک جادوئی حصار میں لپٹ کر یہ کھنکھتی داد وصول کی۔

"ہے ناں، بس خالہ جان میں نیکسٹ آوں ناں تو مجھے یہ سب ایسے ہی چاہیں۔ میں چاہتی ہوں اس کرہ ارض پر جگہ جگہ پودے اور پھول اگائے

جائیں تاکہ دنیا کی کرب ناک حقیقتیں، یہ بے مول سے جاندار اپنی دلکشی میں جذب کرلیں"

وہ گہری آنکھوں والی، خیالات بھی مقدس اور پاک رکھتی تھی، اسے ہر قدم پر بہار درکار تھی، وہ اپنے لیے بہترین مانگتی تھی، بہتر نہیں، بہتر مانگنا تو اسکے نزدیک عام سی طلب تھی۔

"فلاسفر بنو گی جلد۔۔۔ ہاہا میرے دل کا ٹکڑا۔۔۔ چلو پھر تم دوا نکو وقت۔۔۔ میں نکلتی ہوں۔ شام کو ملتے ہیں۔ فریدہ آج کڑھی چاول اور کوفتے بنادے گی۔ ٹیک کیئر"

اپنی دنیا میں پہنچنے کی جلدی لیے وہ نیلم پر ڈھیر سا پیار نچھاور کیے چلی گئیں جبکہ نیلم نے مسکرا کر کھلکھلاتے پھولوں کی جانب دیکھا اور واپس مڑی۔

مالی بابا اب صاف اور اچھی مٹی کے ذخیرے سے گملوں کو بھر رہے تھے، کچھ ہی فاصلے پر کھاد کی بوری بھی وہ لا کر رکھ چکے تھے۔

"آپ مجھے کھاد ادھر لا دیں، باقی کا کام میں خود کرتی" نیلم نے شانوں پر پھیلے ملائم آنچل کو پکڑ کر کمر کی اک طرف باندھا اور وہیں بیٹھی، لمبے سیاہ بالوں کو ہلکی پھلکی باڑ میں قید کیا گیا مگر پھر بھی چند آوارہ مزاج زلفیں اسکے چہرہ ماہتاب پر لہرانے لگیں، کبھی گال کو بوسہ دیتیں تو کبھی نیلم کے ہاتھ کی قید میں آکر کان کے پیچھے جا بیٹھے دہائی دیتیں۔

وہ اپنے من پسند کام میں مگن ہو چکی تھی۔

جبکہ دوسری جانب عبداللہ اور ماہ نور بھی دوبارہ سو نہ سکے تھے تبھی ادھر ادھر پہاڑوں کو دیکھنے نکل گئے، وہ مبین کو بھی ساتھ لے جانے پر بضد تھے مگر اس نے صاف جانے سے منع کیے اپنے ایک ارجنٹ کام کا بہانہ کر دیا مگر وہ دو آفت کی پریاں، مان کو اپنے ساتھ زبردستی لے گئے تھے۔

..________________________..

"چھوڑو یار انھیں، تم مجھ سے شادی کر لو۔ کہاں ان ٹھنڈی آنٹی سے سر کھپاؤ گی۔ میں بتا رہا ہوں ہم مل کر دنیا گھوم سکتے ہیں"

اونچے اونچے سر سبز درختوں، نیلے آسمان پر اڑتے خوبصورت پرندے اور بلند و بالا پہاڑوں کو مبہوت ہو کر تکتے وہ چٹیل میدان میں پیدل چل رہے تھے، ماہ نور کو کچھ ہی فاصلے پر دیکھائی دیتے کیفے چھوڑ کر آئس کریم دلوائے اب وہ مسکراتا ہوا امان سے فلرٹ کرنے کی کوششوں میں تھا جو یہاں کی دلکشی اور خوبصورتی تکتی ہوئی عبداللہ کی آفر پر سر ترچھا کیے چہرہ موڑ گئی جہاں کندھے اچکا کر خاصا مسکین و معصوم تاثر دیا گیا تھا۔

"آہاں۔۔ تو تم مجھ سے فلرٹ کر رہے"

مان کی مسکراہٹ شرارت سے بھری وہیں وہ چنی آنکھیں کرتا اقرار کر رہا تھا جس پر وہ مزید ہنسی۔

"اور کیا، لڑکیاں ترستی ہیں کہ یہ شہر کے ٹاپ میگزین میں فرنٹ کور پر آنے والا ڈیمانڈنگ ماڈلنگ شوسٹا پر کبھی ہماری سمت نظر ڈالے۔۔۔۔۔ جلد ایک فلم بھی سائن کرنے والا ہوں۔ سوچ لو ایسا ہاٹ بندہ نہیں ملے گا، سسینس آف ہیومر ویسے بھی میرا ہائی ہے جبکہ شکل پر تو ماشاء اللہ نور برستا ہی ہے۔۔۔۔ رہی بات پیار ویار کی تو بہت دبنگ ہوں اس میں بھی۔۔۔۔ اتنی ساری کوالٹیز والا اب کیا فلرٹ بھی نہ کرے"

اپنی خوبیاں گنوائے وہ راج ہنس سی گردن اٹھا کر کچھ زیادہ ہی پھیل گیا تھا تبھی تو مان نے منصوعی گھوری سے نوازتے ہوئے مڑ کر ایک چپت سیدھی اسکے کندھے پر رسید کی۔

ہنس تو دونوں ہی پڑے تھے کیونکہ جانتی تھی وہ مزاق کر رہا ہے، پہلے سے کسی پری کا اسیر ہو چکا ہے اور یہ سب سے بڑا راز اس نے مان ہی سے شئیر کیا تھا، چونکہ ہم عمر ہونے کے باعث وہ دونوں بہت گہرے دوست بھی تھے۔

"اللہ اسے صبر دے جو تم جیسے شوخے کو برداشت کرنے والی ہے، بائے دا وے تم نے تائی جانو سے ابھی تک ڈسکس نہیں کیا اسے ؟"

پہلی بات جہاں مان نے خفیف سے گدگدی دیتے تبسم کے سنگ کی وہیں دوسری پر وہ فکرمندی سے جاننا چاہتی تھی جبکہ عبداللہ صاحب بھی پر اسرار سی مسکراہٹ منہ میں دبائے، پھر گہرا ٹھنڈا سانس بھر گئے۔

" آہا! مان کیا ڈسکس کروں، وہ تو اپنی ناک پر مکھی نہیں بیٹھنے دیتی۔ جب سے یونی ختم ہوئی ہے تب سے دیکھ بھی نہیں پایا اسے، انسٹا فیسبک پر وہ فالتو لوگ ایڈ نہیں کرتی۔۔۔ میں اس تک پہنچوں تو کیسے یار، اور جب تک پہنچتا نہیں، میرے پاس ماں جان کے ساتھ ڈسکس کرنے کے لیے کچھ نہیں۔ یار آفٹر آل انھیں مجھ سے ہونہار آفت بچے سے کم از کم لڑکی پٹانے کی پوری امید ہو گی۔۔۔۔۔ مبین صاحب تو ہیں ہی اللہ جی کی گائے"

اپنا درد بھرا دکھڑا وہ جس رنجیدگی سے سنا رہا تھا، مان سے اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہوا اور اسے زیادہ ہنسی فالتو ہونے پر آئی۔

"نام ڈبو دیا تم نے عبداللہ، مطلب دو سال سے اب تک تم فالتو کی فہرست میں ہی ہو۔۔۔ ہاہا تمہارا اللہ ہی حافظ ہے۔ اور خبردار جو مبین کو کچھ کہا، کڑوڑوں کے آئیڈیل ہیں وہ۔ ایسا ہمسفر صرف قسمت کی دھنی کو ہی ملتا ہے۔۔۔۔"

جہاں وہ پہلی بات پر ہنستی ہوئی اسکے سال ہمقدم ہوئی وہیں آخری جملے کو ادا کیے اسے تصور میں مبین عارض کو لانا پڑا جبکہ عبداللہ صاحب کے منہ پر مسکینی اتری۔

"پتا نہیں ان حاجی صاحب میں کیا دیکھتی ہیں لڑکیاں، آپس کی بات ہے کہ واقعی ان پر فریفتہ لڑکیاں تو اس اس نگر موجود ہیں جہاں وہ جاتے۔ ابھی چند ماہ پہلے ہی کہ بات ہے کہ سنگاہ پور کی ایک نواب زادی نے پرپوزل بھیجا تھا،

کمپنیز کا کانٹریکٹ تھاناں۔۔۔ لیکن ہماری ٹھنڈی آنٹی، میرا مطلب مبین عارض صاحب نے اس اتنی پیاری حسینہ کو کنسیڈر کرنا تک مناسب نہ سمجھا۔۔۔"

تعجب اور رشک ملائے وہ جو بتا رہا تھا اس پر مان بس دھیما سا مسکراتی ہوئی چل رہی تھی جبکہ عبداللہ صاحب کو صاف ہول اٹھ رہے تھے۔

"وہ حسن نہیں، خواب کے اسیر ہوں گے۔۔۔ خواب کی کشش، حسن سے بڑی ہوتی ہے۔ تم نہیں سمجھو گے"

مان کی مدھم مسکراہٹ میں کہی بات پر عبداللہ نے ناسمجھی سے سر کھجایا کیونکہ عقل جناب کی تھوڑی موٹی جو تھی۔

"ہک ہاہ! انکے لیے ناپید ہو چکی شہزادیوں میں سے ایک لانی پڑے گی۔۔۔ ویسے تم بھی بری نہیں"

اپنی عقل کو کام لاتا وہ یہ نایاب حل ڈھونڈ تو لایا مگر آخری بات پر نہ صرف وہ قہقہہ لگائے پیچھے دوڑا بلکہ مان بھی اسے گھورتی پیچھے ہی اسکی شامت لانے کے لیے دوڑ گئی۔

تینوں نے مل کر کافی ساری جگہیں گھومنی تھیں اور مبین صاحب کے بغیر ہی وہ لوگ مزے سے سیروں میں مگن ہو چکے تھے۔

..___________________________..

" بھئی ہمیں کچھ سمجھائیں ناں جان، اب آپ یوں پہیلوں میں بات کریں گے تو کیا سمجھ آئے گی"

صوفے پر براجمان، سلک کی خوبصورت اور دیدہ زیب ساڑھی پہنے، دھیمی مخملی میک اور کی تہہ سے چہرہ جگمگائے ہوئے وہ خاصے مسکراتے نقوش کے سنگ فون پر مخاطب تھیں، کسی اضطراب کے مارے، تشنہ سے مسافر کی سیدھی سادھی روداد بھی ماں جان سمجھ نہ پا رہی تھیں۔

"آپ ہنسیں گی تو نہیں؟"

میز پر رکھے لیپ ٹاپ کی سکرین، بے تابی سے گراتا وہ محتاط و بے کل ہوئے آہستگی سے یقین مانگ بیٹھا جس سے ماہ جبین کے ہونٹوں پر اتری مسکراہٹ مزید گہری ہوئی۔

"کیوں ہنسیں گے ہم اپنے راج دلارے کی بات پر، کہیے مبین عارض۔ آپکی ماں آپ کو سننے کے لیے بیقرار ہے"

وہ لاونج سے اٹھ کر اسی تذبذب کی کیفیت میں اب اپنے کمرے کی سمت گامزن تھا، ابھی کچھ دیر پہلے ہی جمال الدین نے اسکے کمرے کی کھڑکی ٹھیک کروائی تھی اور کھول بھی دی تھی تاکہ تازہ ہوا کمرے کے اندر آئے۔

"وہ جو بچپن میں آپ ململ کے آنچل والی شہزادی کی کہانی سناتی تھیں، جس نے اپنے شہزادے کو اپنے کینوس پر اتار کر بنا دیکھے بنایا۔ کیا وہ شہزادی اس حقیقت کی دنیا میں بھی ہو سکتی ہے؟"

اپنی اس عجیب و غریب بات پر وہ خود بھی الجھا اور بے بس سا تھا مگر دوسری جانب سے حسین سی ہنسی نے مبین عارض کو خفا کیا تھا، ابھی کچھ لمحے پہلے ہی تو اس نے ماں سے نہ ہنسنے کا یقین پایا تھا۔

چہرس پھول کر انتہائی پیارا لگا اور ماہ جبین جانتی تھیں انکا چاند خفا ہو کر منہ بنا چکا ہو گا تبھی ہنسی کو اک دلکش تبسم میں ڈھال گئیں۔

"آپ ہنسیں ماں، ناٹ فیئر"

وہ بھی جیسے بچہ بنے خفا ہوا اور خفگی جتائی، مبین عارض کے قدم لمحہ بہ لمحہ در دیدار کی سمت گامزن تھے، دل کی دھڑکن رکنے لگی تھی، کچھ خوابناک آوازیں لاشعور میں ابھر آئی تھیں۔

یک دم کیف پرور سی ہوا چلنے لگی جو مبین عارض کو جھونکے اور نیلم کو جھونکوں سے اپنی خبر دینے لگی۔

ان دونوں کے چہرے یکدم سکون سے بھر گئے، ہاں وہاں مسکراہٹ بھی تھی۔

"معاف کیجئے جان لیکن آپ نے پوچھا ہی ایسا سوال کہ ہم ہنسی روک نہ پائے۔ فینٹسی سٹوریز بس اک خواب ہوتا ہے، نہ وہ کہانیاں سچی ہوتی ہیں مبین نہ انکے کردار، اس عجیب وغریب سی دنیا میں ایگزیسٹ کرتے ہیں۔ کہانیوں کو خوبصورت بنایا جاتا ہے لیکن حقیقت کو اس رنگ میں ڈھالنا بہت ناممکن شے ہے"

ماہ جبین نے اول تو معذرت کی اور پھر اپنے لخت جگر کے سوال کا اپنی جانب سے مناسب جواب دیے وافع بھی کر گئیں مگر اس شخص کے چہرے پر مایوسی کا پہرہ آن بیٹھا، اسے محسوس ہوا جیسے صبح کا وہ منظر بھی اسکے لاشعور

میں کہانی کے کسی بیٹھے حصے کا سبب تھا، مگر تب اسکا دل شدت سے دھڑک اٹھا جب اس کھلی کھڑکی کے پاس آتے ہی مبین عارض کے قدم تھم گئے۔

اسکی دھڑکن جامد ہوئی، وہیں سماعت ہر لفظ سے انکاری ہوئی، اک میٹھی لے پر ہوا کے جھونکے رقص کرنے لگے۔

وہی کھڑکی، وہی اس کھڑکی کے پار کا منظر اور وہی کہانی والی شہزادی!

"کہانیوں کے کردار ایگزیسٹ کرتے ہیں ماں، کرتے ہیں"

اک ٹرانس کی سی کیفیت میں مبین عارض کے ہاتھ نے اس کال کو منقطع کیا۔

"لیں، کیا ہو گیا ہمارے چاند کو"

یکدم بند ہوتی کال پر مہ جبین بھی پہلے حیرت و فکر میں ڈوبیں اور پھر مسکرا دیں۔

اور وہ دیدار کے لیے تیار سا، اسکی اک جھلک کا منتظر، کھڑکی کے قریب تر چلا آیا۔

وہ اب اسکے سامنے تھی، مدھم دھوپ کی ہلکی ہلکی روشنی کی مہربانی میں وہ اسے دیکھائی دے رہی تھی، صبح نور کا سارا اجالا مستعار لے کر اپنے سر اپے پر اوڑھ لیتی وہ بانکی، سجیلی، روح افزاء سی، بادل کے نرم و ملائم گولے کی مانند پر کشش، ہاتھ لگائے گویا اسکے نفیس دامن کے میلا ہونے کا گمان ہوتا، وہ صبح کی بنسبت اب بلکل منفرد تھی۔

لیموں کا پودا، زمین میں بہت مہارت سے لگانے کے بعد وہ اپنا بندھا ململ کا آنچل کھولے پھر سے شانوں پر ڈال رہی تھی، اور پھر جب رخ یار سامنے آیا تو مبین عارض کی زندگی بھر کی ساری ہمت کا ہوا ہونا طے پایا، زندگی بھر کی کمائی حقیقت پسندی، اس خواب زادی کے آگے مسمار ہوئی۔

وہ دیکھ رہا تھا، اپنی فقط دو آنکھوں سے، آخر دو آنکھیں کتنا دیکھیں، دل نے لپک لپک کر دستکیں دے کر کواڑ توڑ دیے، جذبہ، وہ اک خودرو جذبہ دیکھتے ہی دیکھتے اس شخص کے پورے وجود میں اپنی جڑیں پھیلاتا گیا۔

وہ اپنا کام پوری توجہ سے کیے، گملوں میں لگائے پودوں اور زمین میں بوئے بیجوں کو پانی دے رہی تھی، اس سے بے خبر کہ کوئی اس کے سحر میں سر تا پا غرقاب ہو گیا ہے۔

وہ اسے بنا پلکیں جھپکائے، بنا رخ موڑے، بنا سانس لیے دیکھ رہا تھا، مبین عارض کی کہانی کی ابتدا ہو چکی تھی۔

"یہ وہی ہے۔۔۔ یہ وہی شہزادی ہے"

وہ بڑبڑا رہا تھا، پاگلوں کی طرح، اور شہزادی کے اس جان لیوا دیدار کی سرمستی، مبین عارض کی نس نس میں رواں ہو چکی تھی۔

"وہ ہنسی اور اُس کی سیہ چشمگیں حدِ امکان سے بھی کہیں دور تک ایسے روشن ہوئیں جیسے اپنے مداروں میں چلتے ہوئے سارے سیّارے اک دم سے ٹکرا گئے

سُرخ تازہ گلابوں سے ایسے چمکتی چنبیلی کی کلیاں بر آمد ہوئیں آنکھیں چندھیا گئیں

اُس نے ہنستے ہوئے یونہی گالوں سے اٹکیلیاں کرتے بالوں کی اِک لٹ کو دھیرے سے پیچھے کیا

بھاگتی صبح کی سانس چڑھنے لگی

دن ڈھلنے لگا________!"

..________________________________..

پودوں، پھولوں اور بیجوں کو زمین کی تہہ کے حوالے کرتی جب تک وہ واپس اندر ملازمہ سے کھانے کی صورت حال پوچھنے آئی، کمرے کی جانب سے اسکی فون کی بیل نے نیلم کا دھیان کھینچا، فیاض صاحب نے بہت کوشش کی کہ شاہ ویر کے خسارے کو سرو قلب سے اتار دیں مگر انکی نقاہت سے بھری طبعیت اس زخم کے ہرے ہونے کو سہہ نہ سکی اور وہ عارضہ قلب کی ابتری سے بستر پر جا لگے۔

امل اور شاہ ویر کی کئی کالز آچکی تھیں اور تبھی نیلم کے ہاتھ، اپنا فون اٹھا کر دیکھتے ہوئے کانپے۔

دل تھا کہ سوکھے پتے سا پھڑ پھڑ ایا۔

اس سے پہلے کہ وہ امل یا شاہ لالہ کو کال کیے اس افرا تفری کا سبب پوچھتی، باہر سے اجلت میں پریشانی کے سنگ آتے مالی بابا نے نیلم کو پکارا۔

"بٹیا۔ مناحل بیٹی کا فون آیا تھا مجھے، آپکے بابا فیاض صاحب کی یکدم طبعیت بگھڑ گئی تھی تو انھیں ہوسپٹل لے گئے۔ مناحل بیٹی کہہ رہی تھیں کہ آپ ریڈی ہو جائیں، شاہ ویر آپکو لینے آرہا ہے"

یہ روح تک شگاف ڈالتی خبر گویا نیلم کے قدموں تلے سے زمین سرکا گئی، بمشکل اپنے آنسو روکتی وہ کپکپاتے ہاتھوں سے امل کا نمبر ملانے لگی اور دوسری ہی بیل پر امل نے فون اٹھائے ہوسپٹل کے احاطے سے نکل کر فون پک کیے کان سے لگایا، نیلم کے آنسو لگتار بہہ رہے تھے، بابا سے وہ حد درجہ اٹیچ تھی اور انکی تکلیف سے وہ بہت ٹوٹ گئی تھی۔

فیاض صاحب کو بروقت ہوسپٹل لانے سے انکی جان بچالی گئی تھی، لیکن تب بھی یہ جھٹکا ان سب کو نڈھال کر گیا، خاص کر شاہ ویر کو۔

"ک۔۔۔ کیا ہوا امم۔۔ میرے بابا جانی کو امل، وہ ٹ۔۔۔ ٹھیک ہیں ناں"

فون لگتے ہی وہ آنسوؤں میں بھیگی آواز کے سنگ منمنائی جبکہ امل نے اک افسردہ سی نگاہ مہرو اور خالہ جان پر ڈالی جو مسلسل دعاوں کا ورد کرنے میں منہمک تھیں۔

"ہاں جان، اب خطرے سے باہر ہیں۔ڈاکٹر کہہ رہے تھے کوئی ٹنشن لی ہے۔ تم گھبراو مت۔ شاہ ویر آرہے ہیں، انکے ساتھ آجاو۔شاید خالو جان تمہیں ہی یاد کر رہے ہوں"

امل نے ہر ممکنہ تسلی اور ڈھارس تو تھمائی مگر نیلم کے آنسو تب تک یونہی موتیوں کی مانند گرنے والے تھے جب تک وہ بابا کے پاس پہنچ کر انکو مسکراتا ہوا نہ دیکھ لیتی۔

"ہمم۔۔میرے بابا کا خیال رکھنا اور مما کا بھی۔۔۔۔"

رندی آواز کے سنگ وہ کہتی فون کاٹے اپنے آنسو پونچھتی باہر آئی تو مناحل بھی تب تک آچکی تھیں، وہ بھی پریشانی سے لپک کر نیلم تک آئیں اور گلے لگائے تسلی دی۔

"بات ہوئی ہے امل سے میری، بابا خطرے سے باہر ہیں"

نیلم نے فوری بتایا جس پر مناحل نے بھی اللہ کا شکر ادا کیا اور پیار و اداسی کی ملی جلی کیفیت کے سنگ نیلم کی گال سہلائی۔

"شاہ ویر آتا ہو گا، امل آلے واپس تو ہم بھی چکر لگائیں گے۔ تم میری طرف سے بھی فیاض بھیا کی طبعیت پوچھ لینا۔ پریشان مت ہو چندا، آو بیٹھ جاو"

مناحل اسکی اداسی دور کرنے کے جتن کرتیں رہیں مگر نیلم کا بس نہ چلا کہ اڑ کر بابا جانی کے پاس پہنچ جائے، انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر بوسہ دے اور طبعیت بگاڑ لینے پر بہت سارا ڈانٹے۔

جبکہ دوسری جانب امل نے مہر و اور مہک کو تسلی دینے کا منسب سنبھال رکھا تھا۔

"مجھے حوصلے کو تھامے رکھنے کی تاکیدیں کرتے خود بستر پکڑ کر کتنا ستاتے ہیں، فیاض صاحب ایسا کون کرتا ہے بھلا۔ اللہ میری عمر بھی آپکو لگا دے"

مہک کی پریشان صورت اور یہ دکھ پہنچاتی بات سن کر مہر و اور امل دونوں ہی اداس ہوئیں۔

"ڈونٹ وری خالا جانو، بہت سٹرانگ مین ہیں آپکی ہبی۔۔۔ وہ آرہی ہے ناں انکی لاڈلی، یقیناً اسی سے گھبرا گئے ہوں گے۔ پریشان نہیں ہوں۔ سب بہتر ہو جائے گا"

امل نے اس سچویشن میں بھی نرمی سے ماحول خوشگوار کیے مہر و اور مہک کی اداسی ثانوی کر دی تھی۔ اور پھر ڈاکٹرز نے کل تک انھیں ڈسچارج بھی کر دینے کی خبر دے کر گویا ان تینوں نازک دل والیوں کو حوصلہ تھما دیا۔

..________________________________..

جانے کون کون سے دکھ اپنے سینے پر لاد کر وہ کربنا کی سے اپنی سرخ شعلہ آنکھیں بار بار رگڑتا جارہا تھا، پھر سامنے دیکھ کر گاڑی چلاتا اور پھر سے بصارت دھندلانے پر آنکھیں بے دردی سے رگڑ ڈالتا، دو تین گھنٹے کا یہ فاصلہ اس نے خود سے جنگ کرتے گزارا تھا، رہ رہ کر امل کے الفاظ، ہتھوڑے کی مانند اسکے دل پر بج رہے تھے، آج وہ واقعی تکلیف میں تھا اور پھر بابا کی طبعیت کے بگھڑنے پر مزید کمزور پڑ گیا۔

وہ مناحل خالہ کے گھر سے ابھی بیس منٹ کے ہی فاصلے پر تھا جب کسی کے اچانک اس کچی سڑک پر آنے کے باعث، شاہ ویر نے بمشکل بریک لگائی۔

بروقت شاہ ویر کے ہوا کے دوش پر اڑتی گاڑی کو بریک لگانے نے اسے بچالیا ورنہ آج وہ سیر کرتی کرتی یقیناً اللہ کو پیاری ہو جاتی۔

ہاتھ میں پکڑا فون خوف اور اس ٹل جاتی موت کے دبدبے سے جہاں نیچے زمین پر گرا وہیں وہ بپھری موج بنا اس بدماغ لڑکی کو گھورتا ہوا باہر نکلا اور بنا اپنی سرخ عتاب زدہ آنکھوں کے نوحے چھپاتا وہ پتھر اچکی ماں کی جانب لپکا۔

عبداللہ اور ماہ نور کہیں پیچھے ہی تھے اور ماں، واپسی پر تینوں کی دوڑ لگا کر گھر واپس جانے کی شرط مان کر گویا اپنی زندگی کی پہلی اور آخری غلطی کر بیٹھی تھی۔

"دماغ سیٹ ہے آپکا، ابھی گاڑی تلے آکر کچلی جاتیں۔۔۔ یہ میرتھن ریس کا گراونڈ ہے کیا جو پاگلوں کی طرح دوڑ رہی تھیں۔۔۔ فار گاڈ سیک، تھوڑا خیال کریں"

بنا اپنے لہجے کی تپش اور سختی میں کمی کیے وہ بوکھلائی ہوئی ماں پر غصہ ہوا جو خود یہ سمجھنے سے قاصر تھی کہ ہوا کیا۔

گلے سے تھوک نگلے، ڈر کر پیچھے دیکھا تو نہ عبداللہ تھا نہ ماہ نور اور اب اس آتش فشاں سے بندے کی گہری سیاہ آنکھیں اسے دہشت زدہ کر رہی تھیں۔

"آئی ایم سوری۔۔۔ ریلی سوری۔ ایکچولی بچوں کے ساتھ بچی بن گئ تھی۔۔۔۔ پتا نہیں کہاں گئے یہ دو۔۔۔۔ پلیز میں معافی چاہتی غلطی میری تھی۔۔۔ی۔۔ یہ رہا راستہ۔۔۔ پلیز آپ جا سکتے ہیں۔۔۔"

ماں نے گھبراتے ہوئے پہلے تو وہ سرخ عتاب بھری آنکھیں بمشکل دیکھیں اور پھر معذرت کیے فوراً اسے پہلے راستے سے مکمل ہٹ گئ، اور شاہ ویر نے بھی اپنا غصہ دبایا اور واپس اک سلگتی سی نگاہ ماں پر ڈالے جس طرح طوفان بنا اسکے راستے میں آیا ویسے ہی یہ ناقابل فراموش سا جھٹکا دیے گاڑی بھگا لے گیا اور ماں نے اپنے چہرے پر ابھر آتی خوف اور ڈر کے باعث نمی ہتھیلوں کو جوڑے صاف کی اور پیچھے دیکھا جہاں وہ دو ایک دوسرے پر درختوں کے پتوں کی بیلیں نچھاور کرتے پھدکتے اور اپنی ہی دھن میں لہک

لہک کر چلتے ہوئے آرہے تھے اور مان نے مڑ کر پہلے تو غصے سے دیکھا اور پھر زمین سے اٹھا کر تقریبا سارے ہی چھوٹے چھوٹے مٹی کے ٹیلے بنے پتھر اٹھا کر ان دونمونوں پر برسا دیے۔

عبداللہ اور ماہ نور بے دم ہوئے قہقہے لگاتے اب آگے تھے اور مان بچاری انکے پیچھے۔

اسے بھاگنے کا کہہ کر خود وہ کچھوے کے لچھن دیکھائے جس طرح آرہے تھے یہ مان کو حقیقت میں تپا گیا۔

ابھی مان، ایک سڑے کریلے کے ہاتھوں مرنے والی تھی۔

اسے سب بھول بھی جاتا مگر اس ناراض اور خود سے روٹھے برہم شخص کی آنکھیں بھولنا بہت مشکل تھا۔

شاہ ویر نے گھر پہنچ کر نیلم کو لیا اور خالہ جان سے اجازت لیے لاہور واپسی کے لیے نکل آیا، نیلم کو بھی ڈھیر تسلی دی مگر وہ صرف بابا کو دیکھ کر ہی اس تکلیف اور پریشانی سے باہر نکل سکتی تھی۔

..________________________..

"ارے۔۔۔اسے کیوں بلالیا تم سب نے، میرا بچہ رو رو کر باولا ہو گیا۔۔بابا کی جان، دیکھو میں بلکل ٹھیک ہوں"

جب سے وہ آئی تھی، بابا کے سینے پر سر رکھے بس روئے جارہی تھی، پاس کھڑا شاہ ویر، مہرو اور مہک صاحبہ بھی فیاض صاحب کے ہوش میں آنے سے جی سے اٹھے تھے مگر سب کے چہروں کی رنگت زرد پڑی ہوئی تھی۔

وہ لاکھ بہتر ہونے کی اداکاری کیے نیلم کے بہتے آنسو روک لیتے مگر انکی نقاہت زدہ ہستی کو دیکھ کر نیلم کو صرف اور صرف رونا آرہا تھا، اب تو وہ خود بھی نیلم کے آنسوؤں سے بوجھل ہو رہے تھے۔

"نیلم۔۔رومت یار۔بابا اپ سیٹ ہو رہے۔۔۔ٹھیک ہیں اب"

نرمی سے نیلم کے سر پر ہاتھ رکھے شاہ ویر نے بھی سمجھایا تو جیسے اس پگلی نے اپنے بہتے آنسو ہچکیاں بھرتے روکے۔

اتنی بڑی ہو کر بھی وہ بچوں کی طرح پھوٹ پھوٹ کر رو رہی تھی کہ اب سب افسردہ ہونے کے بجائے مسکرا دیے۔

"آپکو پتا۔۔۔اتنا سارا پریشان کر دیا آپ نے۔خیال کیوں نہیں رکھتے بابا جانی، آپ ہم سب کی سانس ہیں ناں۔مم۔۔میں کہیں نہیں جاوں گی اب آپکو چھوڑ کر"

وہ روہانسی ہوئے، اٹک اٹک کر آنسو پونچھے معصومیت سے بولتی جا رہی تھی اور اس بار تو حقیقت میں فیاض صاحب کے چہرے کے خدوخال مسکا دیے۔

مہرو، امل، شاہ ویر بھی مسکرائے جبکہ مہک صاحبہ تو اپنے سرتاج کی صحت و سلامتی کی دعا کرتیں اب بھی ڈری سہمی اور افسردہ تھیں۔

"میرا پگلو ل بچہ۔۔۔"

نیلم کو اپنے سینے میں سموئے جیسے انہوں نے پیار لٹایا مگر نگاہ دل سوز ہوئے سامنے کھڑے شاہ ویر سے ملی جو بابا کی خود پر جمی دردناک سی نظر کے اس انکشاف سے دہل سا گیا لیکن یہ لمحہ بہت وقتی تھا۔

"بیٹیاں تو ایک نہ ایک دن چھوڑ کر چلی جاتی ہیں ناں سوہنے، ماں باپ کو اتنی جدائی کی عادت ڈالنی ہی پڑتی ہے"

اس بار انکے لہجے کی اداسی وہاں موجود ہر فرد نے محسوس کی تھی مگر نیلم، اپنے آنسو رگڑ کر نفی میں سر ہلائے، بابا کے سینے پر سے اٹھی۔

"کوئی نہیں۔۔۔ بلکل کہیں نہیں جانا میں نے۔ اور آپ اب ذرا بد پرہیزی کر کے دیکھائیں۔ پھر آپکو وہی پھیکے سوپ بنا کے دینے ہیں میں نے"

بابا کی لاڈلی نے جھٹ سے دھمکایا جس پر فیاض صاحب منصوعی منہ بنائے خاصے کیوٹ لگے۔

"نا بابانا، وہ تو ٹارچر ہیں پورے"

فیاض صاحب کے بچوں کی طرح سوپ کے نام پر منہ کے بگھڑتے زاویے گویا ہر اداس فرد کو مسکانے پر مجبور کر گئے۔

کچھ دیر تک امل، مہرو اور مہک واپس گھر چلے گئے جبکہ شاہ ویر اور نیلم نے وہیں رات رک کر صبح بابا کو ساتھ ہی لے کر جانے کا فیصلہ کیا۔

..________________________..

"عجیب بندہ تھا قسم سے، جیسے ابھی سب جلا کر بھسم کر دینا چاہتا ہو۔ تم دونوں نے میرا سارا امیج خراب کر دیا یار اس کے سامنے۔۔۔۔ اسکی آنکھیں بلکل لال ہو رہی تھیں"

جب سے وہ تینوں واپس لوٹے تھے، موضوع صرف شاہ ویر تھا، عبداللہ اور ماہ نور تو مان کی افسردگی اور ڈر پر کب سے دانت نکال رہے تھے لیکن مان ہل

چکی تھی، چاہ کر بھی اپنی زندگی کا یہ ناقابل فراموش لمحہ، ذہن سے اتار نہ پا رہی تھی۔

"مان! وہ کوئی بھوت بھی ہو سکتا ہے۔ مے بی تم پر عاشق واشق ہو گیا ہو اور انسانی روپ میں نمودار ہو گیا"

عبداللہ کی اس نایاب آگاہی پر جہاں ماہ نور نے خوف سے جھرجھری لی وہیں مان نے کوفت کے سنگ ساتھ ہی پڑا کشن سیدھا اس کے سر پر دے مارا۔

"کچھ بھی کہتے ہو بونگے، سیریس ہو جاوناں۔۔۔۔۔ مجھے تو رہ رہ کر اب اس پر ترس بھی آرہا"

مان کی خفگی یکدم ہی اداسی بنی تو وہ دو بھی مزاق چھوڑے سنجیدہ ہوئے۔

"اچھا چلو پھر دعا ہے دوسرا ٹاکرا ابھی جلد ہو اور ہم بذات خود اس آتش فشاں لاوے سے اسکا دکھ دریافت کریں۔۔۔۔ اوئے یہ مبین صاحب کہاں ہیں۔ جب سے ہم آئے وہ نظر ہی نہیں آرہے"

شروع میں وہ دعا کرتا آخر تک لالہ جان کی غیر موجودگی محسوس کیے بولا اور تبھی جمال الدین وہاں سب سے رات ڈنر کا پوچھنے آئے۔

"انکی طبعیت ناساز تھی تو دوا لے کر سو گئے ہیں۔۔۔ڈنر کیا بناوں آج میرے بچو!"

جمال الدین کی اطلاع گویا ان تینوں کو حیران و فکر مند کر گئی، ابھی دن کو ہی تو وہ مبین کو اچھا بھلا چھوڑ کر گئے تھے۔

مزید پوچھنے پر جمال الدین نے بتایا کہ اسے یکدم بہت تیز بخار ہو گیا تھا۔

فی الحال مبین کو آرام چاہیے تھا تبھی ان تینوں نے بھی اسے تنگ نہ کیا اور جمال الدین کو ہلکا پھلکا ڈنر بنانے کہا کہہ دیا۔

دوسری جانب یکدم تیز بخار کی شدت جس طرح اس پر حاوی ہوئی اسی طرح مغرب کی آذان پر اسکے حواس جاگے۔

جن آنکھوں میں وہ اپنے آنچل کی اسیری چھوڑ کر چلی گئی تھی وہ دیدار سے ہی نڈھال ہو گئیں، وہ سمجھ نہ پایا کہ یہ کیسی حدت تھی، کیسا خمار تھا اور کیسی منہ زور کیفیت تھی جو اس پر دیوانہ وار اور اچانک حاوی ہو گئی۔

پورے جسم میں میٹھا میٹھا درد، کسی سنگین واردات کی کہانی سنا رہا تھا، وہ ہمت جمع کیے اٹھ بیٹھا، خود کو کسی ظالم قید کا قیدی محسوس کیے تھکان اور نقاہت کے سنگ اٹھ کر ایک بار پھر در دیدار تک چلا آیا، اس امید پر کہ شاید بگھڑتی طبعیت، اک بار پھر رخ یار تکنے سے شفایابی پا جائے مگر وہاں تاریک اور سنسان شام اپنے پر پھیلائے اتری ہوئی تھی، وہاں لگے، ٹھنڈی ہوا کے معطر جھونکوں سے جھومتے پھولوں پر اس پری پیکر کا عکس غائب تھا۔

یوں کہنا درست تھا کہ مبین عارض کو اپنے چار سو ویرانی محسوس ہوئی، وہ نہیں تو گویا اس پوری دنیا میں سوگواری اتر آئی ہو۔

اپنے دل کی اداسی ہزار دبائی مگر وہ اسکے وجیہہ سراپے پر صورت تھکن اتر آئی، وہ واپس پلٹا۔

وضو کیے مغرب کی نماز ادا کی اور طبعیت کے کچھ بہتر ہونے پر نیچے چلا آیا جہاں وہ تینوں لاونج میں بیٹھے گرما گرم شام کی چائے کے ساتھ ہلکے پھلکے سنیکس کھاتے ہوئے گپ شپ کر رہے تھے۔

"آو جی آو، سرکار خیر ہے ناں یہ تاپ کس دکھ میں چڑھالیا"

مبین پر پہلی نظر عبداللہ ہی کی پڑی تبھی وہ چائے مگ وہیں رکھتا باقاعدہ اٹھ کر فکرمندی اور ہلکی پھلکی شرارت لیے مبین تک پہنچا جس نے خود پر سب کی فکرمند نظریں جمی پائے یہ بھانپ لیا تھا کہ اسکی طبعیت ناسازی کی خبر ان سب تک بھی پہنچ گئی ہے۔

ماہ نور بھی منہ پر دنیا جہاں کی پریشانی سجاتی، مبین کے آکر بیٹھتے ہی بازو جکڑ کر مزید قریب ہوئی جس کو مبین نے دھیمی سی تسلی بخش مسکراہٹ کے سنگ دیکھ کر فکر سے آزاد کیا۔

البتہ ماں کی نظروں کے آگے وہ تھوڑا متذبذب تھا۔

وہ گہری نظریں رکھتی تھی اس میں کوئی شبہ نہ تھا اور اس وقت مبین عارض کی حالت ایسی کمزور و مضطرب ہو رہی تھی کہ وہ گہری نظروں کو افورڈ نہیں کر سکتا تھا۔

"کسی دکھ میں نہیں، موسمی اثر ہے۔ ٹھنڈ سوچ سے زیادہ شدید ہے۔ تم لوگ بھی زرا کور رکھو خود کو ورنہ بیمار پڑ جاوگے"

بات ٹالنے کا ہنر وہ بخوبی جانتا تھا، اس مکمل بند سے فارم ہاوس میں سردی کی شدت کو زائل کرنے کے لیے نہ صرف یہاں سٹنگ ایریا میں بلکہ ہر کمرے

میں ہیٹر نسب تھا اور تبھی وہ تین نارمل سے کپڑوں میں ملبوس تھے بس ماہ نور نے گرم شال اوڑھ اور اونی ٹوپی پہن رکھی تھی۔

"اچھا کور کیا ہے سوہنیو۔۔۔۔۔ خیر آپ کی ٹھنڈ بھگاتے ہیں ویر جی۔۔۔ باربی کیو کرتے ہیں، مزہ آئے گا۔ میں جمال بھائی کو کہتا ہوں تیاری کریں۔۔۔ آجا ماہ نور، ہم انکی مدد کرتے"

عبداللہ کا پہلا جملہ، مبین نے گھوری نوازے سنا جبکہ اس سے پہلے بھیا جان کی طاقتور گرفت اسے چورا بناتی، فوری ماہ نور کو لیے وہاں سے بوتل کے جن کی طرح غائب ہوا اور ان دو کے جانے پر مان نے محسوس کیا وہ بہت بے چین سا ہوا تھا، خوبصورت سی آنکھیں کسی اک جگہ ٹھہر نہ رہی تھیں، مان جب سے یہاں آئی تھی اس نے مبین کے اندر کچھ عجیب سے بدلاو محسوس کیے تھے، خاص کر کل سے اب تک۔

"مبین! آپ ڈسٹرب ہیں۔ آپکی دوست بھی تو ہوں۔ اگر آپکو کچھ پریشان کر رہا ہے تو ڈسکس کر لیں"

وہ ایک بار پھر مبین عارض کے بدلے ہوئے، بوکھلائے ہوئے تیور بھانپ کر نرمی اور دوستانہ لہجے میں استفسار کر رہی تھی جس پر مبین نے غائب دماغی کے سنگ اسے دیکھا۔

"ن۔۔ نہیں تو۔ ایسا کچھ نہیں ہے مان۔ قدرت کے حسین نظاروں سے کوسوں دور رہتا آیا ہوں۔ تم جانتی نہیں شاید لیکن یہ میری بہت بڑی کمزوری ہے"

وہ ہر ممکنہ کوشش کیے بھی اپنے اندر کا طوفان چھپا نہ پا رہا تھا، اسکا جواب عین مان کی امید پر پورا اترا تھا، تو وہ واقعی کسی حسین نظارے کا اسیر ہو گیا تھا۔

مبین کے ہکلانے نے اسکے اندر کی بے کلی کو بے آبرو کر دیا تھا، مان نے کچھ لمحے چپ چاپ مبین عارض کی صورت دیکھی جہاں ان گنت کہانیاں درج تھیں۔

جہاں کی بہار پر اک خزاں حاوی تھی۔

جہاں کی حدت پر اک برف زار تودا آن گرا تھا۔

"کمزوری کو طاقت بنانا جانتا ہے مبین عارض، خود کو ہلکا کیجئے۔ باربی کیو والی ایکٹیوٹی یقیناً آپکو فریش کر دے گی۔ آجائیں پھر ہم بھی چلتے ہیں"

وہ اس وقت مبین عارض کے اضطراب کا پردہ رکھتی خوش دلی سے مسکرائی اور اٹھ کر مبین عارض کو ساتھ چلنے کی آفر کی جس پر وہ چاروناچار آمادہ ہو گیا۔

اس میں کوئی شبہ نہ تھا کہ ان سب نے مل کر خوب مستی کی مگر مبین عارض کچھ اور بن گیا تھا، اسکے دل کی ہر دھڑکن دوسری جھلک کے لیے دعا کر رہی

تھی، وہ چاہتا تھا اسے پھر سے وہ دیکھائی دے، اگر وہ پھر نہ دیکھائی دی تو وہ کیا کرے گا؟ کیسے ڈھونڈے گا اس آنچل کو، وہ خوشبو جیسی لڑکی، آپسراہ، جسکی جھلک نے ہی اس دیوانے کو سدھ بدھ بھلادی، وہ کوئی طلسماتی قوت تھی یا آسمانی جذبہ کہ اسے ہر سو وہ خواب کی طرح دیکھائی دے رہی تھی مگر آنکھیں اگلے دیدار کے لیے تشنہ ہو گئی تھیں۔

..______________________..

شام سے رات تک کا سفر کٹا، بے چینی کو پر لگ گئے۔ اسے وہ دوبارہ دیکھائی نہ دے سکی، اس کانٹوں پر رینگتی رات کے قطرہ قطرہ سرکنے کی جلن کوئی مبین عارض سے پوچھتا۔

وہ رات گزری تو اگلا دن زمین زادوں پر آبر کی چھاوں سجائے اترا، مبین عارض کی صبحوں اور شاموں نے دیدار یار کے لیے اس کھڑکی سے ناطہ جوڑا

مگر اس گلشن کے پھول ہنستے رہے، روتے رہے مگر وہ پری دوبارہ انکی خبر گیری کرنے نہ آئی۔

لمحہ بہ لمحہ مبین عارض کا سکون گھٹتا گیا، جیسے جیسے اگلی شام اترنے لگتی اسکا دل بھی دھڑکن کے طور بھلانے لگتا، خود ماہ نور، عبداللہ اور مان نے اگلے دن بھی مبین کی لاتعلقی نوٹس کی، وہ یوں تھا جیسے اس بندہ بشر کا سارا سکون و چین لٹ گیا ہو۔

جگ رتے کی غماز آنکھیں سارا سارا دن کسی کو تلاشتی رہیں، بولایا بولایا پھرتا وہ بار بار اس گھر کی سمت تکتا، اس کھلی کھڑکی سے پہروں جھانکتا رہا مگر وہ اسے دوبارہ نہ نظر آئی۔

عشق کی روایت زندہ کی جا رہی تھی، کوئی دیوانہ، فقط آنچل کی چھاوں کے لیے تڑپ رہا تھا۔

انتظار وہ بھی ایسا سوہان روح، جسے کاٹنے والی ذات اندھیرا ہو رہی تھی اور یہ ایسی تاریکی تھی جس نے چند دنوں میں ہی مبین عارض کا پورہ وجود تاریک کر دیا۔

اسے کیا خبر تھی کہ وہ مبین عارض کو اپنے عشق میں مبتلا کیے اس شہر سے کوچ کر گئی ہے، اپنی شوریدہ، چنچل اور لاڈوں سے بھری مصروف دنیا کی سمت ہجرت کر گئی ہے، وہ کیسے دیکھائی دیتی، کیسے مبین عارض کی تشنہ آنکھوں کے نامراد انتظار کو ختم کرتی۔

وہ تو اس بات سے بے خبر تھی کہ وہ جاتے وقت اپنے آنچل کے کسی کونے میں "مبین عارض" کا دل باندھ لائی ہے۔

وقت نے قدرت کی مہربانی کے سنگ، آسمان کے تاج پر ان دو کا نام کندہ کر دیا تھا، وہی اس جنون کو جنم دینے والا ہی اس عشق کو تکمیل کے امرت سے سیراب کرنے والا تھا۔

..______________________..

فیاض صاحب کی طبعیت اگلے تین چار دن تک بہت بہتر ہو گئی تھی، نیلم نے بابا کو خاص اور مزے دار پرہیزی کھانے بنا بنا کر کھلائے تھے اور وہ بھی اپنے تمام بچوں کے لیے بھرے دل سے ہی سہی پر جینے کی سمت واپس لوٹ آئے۔

شاہ ویر کے اندر اتنی ہمت اتنے دنوں بعد بھی نہ آ سکی تھی کہ وہ بابا سے انکی نظروں کا سبب اور مفہوم جان پاتا، اگلے چار پانچ دن فیاض صاحب کی تیمارداری میں ہی گزرے، یہاں تک کہ امل کو بھی شاہ ویر کے حکم کے باوجود نیلم کے ساتھ وہیں رہنا پڑا، نیلم نے توکل سے دوبارہ سکول جانے تک کا ارادہ باندھ لیا تھا مگر امل کی فرمائش نے گویا اسے اور باقی سب کو بھی حیران کر دیا۔

"دیکھو میں کچھ نہیں سن رہی، میرا ہفتہ ابھی بھی ادھار ہے نیلم! ایک ہفتے کی چھٹی لے لو ناں پلیز"

رات سے اب صبح ہو گئی تب بھی امل صاحبہ کی ضد ویسی ہی پہاڑ پر جمی تھی۔

وہ نیلم کے سکول جانے والی بات پر رات سے شاکڈ اور افسردہ تھی۔

اس نے نیلم کے ساتھ جا کر نا جانے کتنا انجوائے کرنا تھا، اب یوں پلینز کے ٹوٹنے پر وہ بہت اداس تھی۔

"چندا، سب حالات تمہارے سامنے ہیں۔ بابا کی طبعیت کی وجہ سے مجھے آنا پڑا۔ اب کیا میں دوبارہ پاگلوں کی طرح چل پڑوں"

ناشتے کے بعد تمام برتن سمیٹ کر باری باری کچن ریک پر رکھتی وہ رسان سے امل کو سمجھا رہی تھی مگر امل ہرگز اسکے بنا واپس جانا نہیں چاہتی تھی اور یہاں رہنے کا اسکا مزید سٹیمنا نہیں تھا۔

"سہی، پھر تو میں پاگلوں کی سردار ہوں ناں جو ہر بار یہاں منہ اٹھائے آجاتی ہوں۔ میں بتا رہی ہوں نیلم کہ نہ دوبارہ یہاں آؤں گی نہ تم سے بولوں گی۔۔۔ جا رہی میں"

وہ ہلکی نہیں بلکہ شدید برہم ہو گئی تھی اور نیلم کا تو دل بند ہوا، امل کو ناراض کرنا گویا زندگی کے سارے سکھوں کو خفا کرنا تھا، فوری اس روٹھی حسینہ کو اپنی باہوں میں سموئے وہ اسکی نا صرف ناراضگی ہٹانے لگی بلکہ اسکے ساتھ واپس مری جانے کا فیصلہ بھی لے لیا۔

"ارے تم تو میری فیوچر بھابھی ہو، اپنا گھر تمہارا"

نیلم اسکی گال پر پیار دیے ٹائیٹ سا گھیرے جو بولی اس پر امل کا دل مزید برا ہوا لیکن وہ کچھ شو کر کے نیلم کو افسردہ نہیں کرنا چاہتی تھی۔

"نہیں بولتی تم سے نیلم، اتنی مشکل سے بابا کی جانب سے دو ہفتے کی چھٹی ملی تھی، اس قید سے نکل کر میں تمہارے ساتھ آزادی سے دن گزارنے کی

خواہش لیے آئی تھی۔ کتنے پلین بنائے تھے کہ ہم خوب ساری مستی کریں گے، اور تم میرا دل توڑ رہی ہو"

وہ اپنے گرد نیلم کی باہیں کھول کر ہنوز خفگی اور ناراضگی کے سنگ بولی جس پر نیلم نے بمشکل اپنی مسکراہٹ روکے امل کی دونوں پھولی گالیں دبائیں جس پر وہ مزید چڑی۔

"خود سوچو چار پانچ دن پہلے تو آئی ہوں"

نیلم بھی اسے خوب ستا رہی تھی۔

"سہی، یعنی امل کی خواہش کوئی اہم نہیں رہی۔ تم میرے لیے دوبارہ نہیں جا سکتی۔۔۔۔ بہت بری ہو"

امل کا بس رونا ہی باقی تھا مگر نیلم اپنا مزاق چھوڑے اس بار پیار سے اسے پکڑ کر باقاعدہ بھینچ گئی۔

"میری ڈرامہ کوئین۔۔۔اوکے ڈن۔ ہم جارہے آج واپس۔ لیکن دوبارہ یہ مت کہنا کہ تمہاری خواہش نیلم کے لیے اہم نہیں۔ میرا بس چلے تو میں تمہیں یا تو اپنی بھابھی بنا کر اپنا بنالوں یا دیورانی"

نیلم کی اس محبت اور ارادے پر پہلے تو امل نے اپنی پوری آنکھیں کھولیں اور پھر دونوں اس خوش فہمی پر ایک ساہنس پڑیں۔

"کیا باتیں ہو رہیں میری پریوں کے بیچ"

ان دو کو ہنستا دیکھ کر مہک بھی وہیں آگئیں جس پر نیلم نے انھیں امل کی فرمائش کا بتایا تو وہ بھی پہلے حیران اور پھر بعد میں مان جاتے مسکرادیں۔

"امل جیسا کہہ رہی ہے ویسا کرو، تمہارے بابا اب بہتر ہیں۔ ویسے بھی ہم ہیں انکے ساتھ۔ شاہ ویر آتا ہے تو چھوڑ آئے گا تم دو کو۔۔۔۔ لیکن چلو جانے سے پہلے آج کا لنچ بناو دونوں زرا۔۔۔مجھے اور مہرو کو ریسٹ دو"

مہک نے اجازت کے ساتھ ساتھ بابا کی پریوں کو گویا یہ کہہ کر ہائی وو لٹیج کا جھٹکا دے ڈالا اور اب کی بار ہنسنے میں ان دو کے ساتھ مہک صاحبہ بھی شریک تھیں۔

..________________________..

"ناجانے کونسا گناہ ہو گیا مجھ سے جو یہ گندی اولاد ملی ہے، آج نہیں بچتے تم ہادی۔ہادی!"

غصے سے تنتناتا ہوا لال چہرہ لیے ہارون سکندر لمبے لمبے ڈگ بھرتے بپھری موج کی مانند اپنے لخت جگر کا خون نچوڑنے مسلسل اسکے حجرے کی سمت بڑھ رہے تھے، انکو دیکھ کر لگتا تھا یا تو آج ہادی سکندر اس دنیا میں نہیں رہے گا یا ہارون صاحب۔

کمرے کا دروازہ پوری قوت سے دھکیلے وہ اندر تو آچکے تھے مگر وہاں کا منظر دیکھ کر جیسے انکے چہرے پر غصے اور عتاب کی اخیر زیادتی اتر آئی۔

اور جسے ہانک دے کر پکارتے ہوئے وہ آئے تھے وہ اوندھا شرٹ لیس ہوئے گہری نیند میں غرق ٹس سے مس نہ ہوا البتہ ہارون سکندر نے کمرے کی گندی اور اجڑی حالت پر اک نگاہ ڈالی تو انکا دل کیا اپنا شوز ہی اتار لیں اور آج اس گند کا صفایہ کر دیں۔

سب سے پہلے ابتدائی راستے میں بچھے عمدہ قالین پر ہادی کے بدبو اگلتے موزے اور جاگرز انکا منہ چڑاتے ملے، کمرہ وسیع اور سہولیات سے اٹا تھا مگر انکے بقول یہاں انسان نہیں ایک عدد جانور آباد تھا جسے کسی چیز کی تمیز نہ تھی۔

انکا پارہ تو موزے دیکھ کر ہی چڑھ گیا اور ابھی تو پارٹی شروع ہوئی تھی۔

"یا اللہ مجھے اٹھا لے، ایسی اولاد نہ ہی دیتا تو بہتر تھا۔۔۔۔۔۔بشارت!"

ناک کو دو انگلیوں سے دباتے وہ ساتھ ملازم کو آواز دیے بلا چکے تھے جو فوری خاصر ہوئے انکے ہاتھ میں پکڑے موزے لیتا واپس باہر نکلا اور کمرے کی صفائی کے لیے سامان لینے نکلا۔

کمرے کا جائزہ پھر سے شروع کیا گیا، جہازی سائز بیڈ پر گدھوں کی طرح اونگھتا وہ کسرتی وجود جسکی پشت پر گردن سے نیچے ٹیٹو بھی اویزاں تھا، کمبل ایک ٹانگ کے نیچے اور دوسری کے اوپر الجھا ہوا دکھائی دیتا ہوا وہیں سائیڈ میز پر دھرے کھلے سگریٹ کے ڈبے پر نگاہ پڑتے ہی ہارون سکندر نے اپنا عتاب بمشکل دبایا۔

بیڈ کے ارد گرد بھی کھانے پینے کی چیزیں بکھری تھیں اور رات نواب نے جو پیزا آرڈر کیا تھا اسکے آدھے کھائے پیس بھی وہیں فرش پر چھینکنے ڈبے سے منہ نکالے ہارون صاحب کو چڑا رہے تھے۔

انرجی ڈرنکس کے خالی کین باقاعدہ ہارون کے پاوں سے ٹکرا کر جا بجا کمرے کے فرش پر جھولے لینے لگے، یہ نیا نہیں تھا، اس لوفر لڑکے کی دن بدن ناقابل برداشت ہوتی حرکتوں، اور گھر کے باہر کی ایکٹیوٹیز نے اس کملائے باپ کو مزید دلبرداشتہ کر رکھا تھا۔

"ہادی! اگر اب تو نہ اٹھا تو قسم سے جوتا اتار کر تیری دھلائی کر دوں گا۔۔۔ اٹھ!"

یہ سب دیکھنا ضبط کا کام تھا مگر وہ مزید یہ سب دیکھنے کے بجائے سیدھا ہادی کی گردن دبوچے غرائے مگر وہاں تو جیسے انچ بھی حرکت نہ ہوئی البتہ کان کے اندر گھس کر دھاڑتے بابا کی تیز آواز نے ضرور نواب ابن نواب صاحب کی نیند میں خلل ڈالا اور وہ خفیف سی اونہہ کیے وہیں سے سیدھا کروٹ بدل گیا اور اپنی آدھی سوئی جاگی آنکھیں کھولنے کی سعی کی مگر بے سود!

ابھی دو گھنٹے پہلے تو وہ سویا تھا اور بابا جان کے سر پر کھڑے ہو کر چیخنے چلانے نے اسکی نیند خراب کر دی۔

"کیا یار، سونے بھی نہیں دیتے ہو۔ المیرا! المیرا پلیز اپنے جذباتی شوہر کو لے جائیں۔۔۔۔ قسم سے بہت نیند آرہی ہے ڈیڈ، اٹھ کر پیشی کے لیے حاضری دے دوں گا فی الحال گڈ نائیٹ"

نیند کی خماری اور غنودگی میں وہ ڈھیٹ بنا بڑبڑاتا پھر سے نہ صرف سویا بلکہ اس بار تکیہ اٹھا کر اپنے سر پر دبا لیا۔

تاکہ نہ آواز آئے نہ اسے نیند سے نکلنے کا مشکل کام کرنا پڑے۔

المیرا جو کہ خلیے سے کافی ماڈرن اور پیاری سی خاتون تھیں، کمرے میں پیچھے ہی داخل ہوئیں مگر ہارون صاحب لمحے میں مڑ کر اس بار المیرا کی طبعیت صاف کرنے لگے۔

"یہ تحفہ دیا ہے تم نے مجھے المیرا! ایک نمبر کا لوفر اور بد تہذیب۔۔۔ کونسی دس اولادیں تھیں جو تم ان کی پرورش میں اس واحد نمونے کو سدھارنا بھول گئی۔ میں بتارہاہوں کسی دن اس اولاد کی وجہ سے خودکشی کر بیٹھوں گا۔۔۔۔ کل جہاں سے پیمنٹ وصول کرنی تھی وہاں ٹھکائی کر آیا ہے یہ زلیل، حاشر اور اسکے چھوٹے بیٹے دونوں کو ہسپتال پہنچادیا۔ پولیس لے جاتی تمہارے اس خبیث کو اگر میں منتیں کر کے ان کو ایف آئی آر واپس لینے پر آمادہ نہ کرتا"

المیرا کو یہ سب بتاتے ہوئے وہ حد درجہ بے بس اور پریشان تھے، لیکن انکے برعکس وہ تھوڑی برہم لگی۔

"جہیز میں نہیں لائی تھی ہارون صاحب، آپ کا ہی کارنامہ ہے اور آپ پر ہی گیا ہے۔۔۔ کتنی بار کہا ہے اسکی نیند خراب نہ کیا کریں یوں صبح صبح اس پر چینخ کر، ایسے مائگرین ہو جاتا ہے اسے۔۔ ساری رات تو آپکا اونلائن کام دیکھتا ہے۔ لاڈ خود دے کر اب چڑتے کیوں ہیں"

بشارت جو کہ صفائی کے لیے کمرے میں آیا اسے واپس بھیجتیں وہ بھی برہمی سے الٹا ہارون صاحب کو سنا گئیں اور اب ہارون سکندر کا دل یہی کیا کہ اپنا سر ہی دیوار سے دے ماریں۔

"تمہاری یہی لاڈیاں اسے برباد کر رہی ہیں، عارض اور خلیل کے بچے دیکھے ہیں؟ کتنے پیارے اور فرمابردار اور ایک یہ گندی اولاد جو مجھے بس زلیل کرنے پر تلی رہتی ہے"

بیوی پر بھی برہم ہوتے وہ کمرے کا دروازہ پٹخ کر باہر نکلے تو المیرا بھی انکے اس طعنے کو سنتی پیچھے لپکیں جبکہ تکیے میں منہ چھپا کر بظاہر بے خبر اور بے حس پڑا ہادی، منہ باہر نکالے باقاعدہ منہ بسور گیا۔

جبکہ سٹنگ ایریا کی جانب آکر گلاس وال کی جانب چہرہ پھیر کر کھڑے ہوتے ہارون سکندر اپنی بے راہروئی پر اور خودسری پر پچھتا رہے تھے جو خوبخوا انکے بیٹے میں سرائیت کر گئی تھی۔

"آج پھر آپ نے اسکے سامنے اپنے بھائیوں کے بچوں کی مثال دی ہے، یہ مت بھولیں کہ ان دونوں معصوم بھائیوں کو کبھی آپ نے اپنا چھوٹا بھائی نہیں سمجھا۔نہ خلیل کو اور نہ عارض کو۔۔۔۔ یہاں تک کہ خلیل کا مرتے سمے منہ تک نہیں دیکھا تھا آپ نے، غلطی کیا تھی اسکی کہ اس نے اپنی مرضی سے اٹلی میں شادی کی۔۔۔۔ اپنی اولاد کے سامنے ایسی مثالیں دے کر اسے احساس کمتری کا شکار کرنا اب تو چھوڑ دیں کیونکہ وہ سمجھدار ہے اور اپنا اچھا بھلا خود سمجھ سکتا ہے۔ آپ مانیں یا نہ مانیں ہارون لیکن ہادی کے اندر کی ہر برائی آپکی وجہ سے ہے۔کیونکہ آپ خود دل کے ظالم اور سفاک ہیں"

المیرا نے سخت دکھ اور تکلیف کے سنگ اس بے حس شخص کو آئینہ دیکھایا تھا اور یہی تلخ حقیقت تھی۔

اللہ نے انھیں تین بھائی بنا کر یکجا کیا مگر ہارون سکندر نے کبھی بھی اپنے بڑے ہونے کا ثبوت نہ دیا۔

بابا کی وصیت کے مطابق سارا کاروبار اور جائیداد سب سے بڑے بیٹے ہارون سکندر کے نام تھی اور وہ اس لیے کہ انکے بابا نے ہارون کو چھوٹے دونوں بھائیوں کا نگہبان بنایا تھا۔

لیکن ہارون سکندر بہت پست اور حکمران طبعیت کے مالک تھے، انکی خصلت اکیلے ہی کامیابیوں کی منزلیں طے کرنے کی سمت مائل تھی تبھی بچپن سے ہی اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں پر لیا دیا ہی خرچ کیا۔

درمیانہ عارض اور چھوٹا خلیل تھا، تعلیم مکمل کرتے ہی خلیل نے یہاں بھائی کی حکمرانی میں رہنے کے بجائے اپنی زندگی کو آزاد کرنا مناسب سمجھا اور اٹلی چلا گیا، وہیں شادی بھی کی اورمان کی پیدائش کے چند سال بعد اپنی بیوی کھو دی جبکہ عارض کی شادی ایک بہت بڑے رئیس کی بیٹی سے ہوئی اور ماہ جبین کے بابا کی اتنی دولت تھی کہ جسکا تصور کرنا مشکل تھا اور یوں کم ظرفی کا ثبوت دیتے ہوئے ہارون نے اپنی ہر چیز سے اپنے دونوں چھوٹے بھائیوں کو بے دخل کیا اور ان دو کو خودسر اور باغی قرار دیے اپنا ہر ناطہ توڑ گئے۔

عارض نے شادی سے پہلے ماہ جبین سے وعدہ لیا تھا کہ انکے بابا کا ایک روپیہ نہ لیں گے، چونکہ ہارون کے سر پر سے ہاتھ اٹھانے کے باعث، عارض بلکل خالی ہاتھ رہ گئے تھے تبھی خود کو ماہ جبین کے لائق نہ سمجھتے مگر وہ پیاری سی لڑکی ان سے محبت کرتی تھی اور عارض کو قرض کی صورت بابا کی کچھ پر اپڑتی لینے پر امادہ کر گئی۔

یوں کچھ سالوں میں ہی عارض زمین سے اٹھ کر ایک بار پھر بلندیوں پر جا پہنچے، ساتھ دینے والی ہمدرد زوجہ اور تین بچوں نے جیسے انکے بھائی کا دیا دکھ ثانوی کر دیا مگر پھر انہوں نے بھی خلیل کی موت پر ستم گر بنے ہارون کو اس بھائی کا چہرہ تک دیکھنے کی اجازت نہ دی۔

یوں وہ تین بھائی، دو حصوں میں بٹ گئے۔

خلیل کی موت کے بعد انہوں نے مان کی پرورش بھی بلکل ماہ نور کی طرح کی۔

مان کے پاس اٹلی کی نیشنیلٹی تھی تبھی اس نے وہیں ہی اپنی تعلیم مکمل کی کیونکہ اس ملک سے اسکی یادیں وابستہ تھیں مگر عارض صاحب چاہتے تھے کہ وہ اب مستقل انکے پاس آجائے اور وہ اسے اپنے مبین کی دلہن بنالیں۔

مان، عبداللہ کی ہی ہم عمر تھی جبکہ ہادی اور مبین ہم عمر تھے، یعنی میچور مرد اور یوں مان بھی بن ماں باپ کی بچی تنہا نہ ہوئی اور اسے نہ ہی ماہ جبین اور عارض سکندر نے کبھی تنہا ہونے دیا۔

آج المیرا نے جب ہارون کو انکی بے حسی یاد دلائی تو پچھتاوے کے سوا اور خالی ہاتھ ملنے کے سوا انکے دامن میں کچھ نہ تھا مگر اب اتنے سالوں بعد وہ بدل رہے تھے، اپنے دونوں بھائیوں کو یاد کرتے۔

مان، ماہ نور، عبداللہ، اور مبین کی ہر خبر رکھتے، ان سب کی کامیابی پر خوش ہوتے اور اپنی سفاکیوں پر نالاں ہو کر اپنے اندر معافی کا حوصلہ جمع کرتے

رہتے لیکن انھیں اپنا آپ اتنا نجس لگتا تھا کہ معافی انھیں کسی صورت نہ مل سکتی تھی۔

لیکن کہیں دل میں ہادی کو لے کر ایک امید باقی تھی، کیونکہ ہادی جیسے شدت پسند شخص کا جنون کیا تھا یہ ہارون سکندر کو بہت اچھے سے معلوم تھا۔

..________________________________..

یہ چار پانچ دن مبین عارض پر کیسے قہرناک گزرے تھے اسکا ادراک فی الوقت کائنات کا کوئی زی روح محسوس نہ کر سکتا تھا، وہ اپنا سب کچھ لٹ جانے پر سراپا احتجاج تھا، یہ کیسی لگن آن لگی تھی جس نے اس شخص کی بنیادیں ہلا دیں۔

"میں تمہیں جی رہا ہوں

جاگنے کی ہر ایک ساعت سے لیکر

نیند کے سبھی لمحوں تک

سوچ کی ہر ایک کروٹ سے لیکر

گمان کی ہر ایک پرت تک

اگر میں تمہیں یاد نہ کروں

تو آخر کیا کروں؟"

اسکے پاس سوال تو بہت تھے پر جواب کوئی نہ رہا۔

ان پانچ دنوں میں وہ سو نہیں سکا تھا، اسکی تلاش نے اسے پہروں بے قراری کے نشیب و فراز میں دھکیلے رکھا۔

مان، عبداللہ اور ماہ نور تینوں نے مبین عارض کی بکھری اور منتشر ذات بھانپ لی لیکن وہ سب فکر مند ضرور تھے پر ابھی تک کسی نے مبین عارض کی اس کیفیت کا سبب دریافت کرنے کی ہمت نہ کی تھی۔

وہ تو اتنا جنجھلایا تھا کہ اسے خود بھی سمجھ نہ آرہی تھی کہ کیا کرے، کبھی دل چاہتا اس گھر کی دہلیز پھلانگ کر اونچا اونچا اسے پکارنے لگے مگر وہ تو اسکا نام تک نہیں جانتا تھا۔

نہ ایسا بے ادب اور بے باک تھا کہ اپنی زبان سے اس ماہ گل کی تلاش کیے، اسے جگہ جگہ گلی گلی پکار کر بدنام کرتا، وہ تو پردے کی شے تھی، اور شاید محبت وہ واحد جذبہ ہے جو پردے کے اندر ہی دلکش لگتا ہے۔

ایک اور دن، انتظار کی سولی پر لٹکے اپنی جان دے رہا تھا، شام کی سرمئی روشنی ہر سو پھیلی ہوئی تھی، چرند پرند اپنے اپنے گھروں کی جانب چہچہاتے ہوئے گامزن تھے۔

ہر کسی کو واپسی کا پتا معلوم تھا مگر مبین عارض کے سوا جو زنجیر عشق میں سر تا پا جکڑا جا چکا تھا۔

وہ ٹھنڈی یخ شام کے وقت چلتی کیف پرور ہوا میں کافی کا بھاپ اڑاتا مگ تھامے چپ چاپ ٹہل رہا تھا، اسکا گھر ساتھ ہی تھا۔

دونوں گھروں کے بیچ بس تین تین فٹ کی سجاوٹی باڑ نما دیوار نسب تھی جو بس دو گھروں کو الگ الگ دیکھانے کے لیے بنائی گئی تھی۔

کئی دن سے ان پھولوں کو وہاں کا مالی پانی دے رہا تھا، مبین کے دل کو دھکا سا لگا۔

"کیا وہ چلی گئی ہے؟"

خود سے سوال کیے وہ افسردہ تھا، چہرے پر پھیلی داڑھی تک بڑھ چکی تھی، روز اسکی تراش کرنے والا وہ شخص کئی دن سے خود کو دیکھ ہی کب سکا تھا جو سنورتا، آنکھیں مزید تھکن سے سیاہ سی دیکھائی دے رہی تھیں، ابھی بھی اسکے کشادہ باغیچے میں مالی گملوں سے فالتو پتے اٹھا رہا تھا، موسم ایک بار پھر ابر

آلود ہو رہا تھا، یوں لگتا تھا پل بھر میں آسمان سیاہ بادلوں سے اٹ جائے گا اور اتنی تیز بارش برسے گی کہ وہ ان پہاڑوں کو ریزہ ریزہ کر دے گی۔

"کہاں ہو تم شہزادی!"

مبین عارض اسے پکار رہا تھا، جو بس گھر پہنچنے ہی والی تھی، شاہ ویر گاڑی چلا رہا تھا جبکہ پیچھے بیٹھی امل اور نیلم اپنی اپنی کھڑکی سے باہر جھانک کر ٹھنڈی سرد ہوا کے جھونکوں سے ہمکلام تھیں۔

نیلم کو لگا اسکے دل کو کچھ ہوا ہے، جس پکار میں وہ تھی، وہ پکار نیلم کے دل نے سن لی تھی۔

اسے لگا جیسے ان اونچے اونچے سبزہ زاروں کے اس پار بادلوں کے گولے کی سواری کرتا کوئی شہزادہ اسے پکار رہا ہو۔

وہ بوکھلائی تھی مگر یہ حراساں کرتی کیفیت، فوری جذب کیے وہ نظاروں کو تکنے میں محو ہو گئی جبکہ دوسری جانب جس پکار کو مبین کے دل نے بلند کیا وہ اس شخص کی سماعت نے سنا۔

وہ اس آزمائش پر اب نڈھال ہو رہا تھا، نظر بے بسی کے سنگ اٹھائے سیاہ بادلوں کے پار دیکھائی دیتے آسمان پر ڈالی جیسے اپنے ضبط کی خیر مانگ رہا ہو۔

اسے محسوس ہو رہا تھا جیسے اب اسکے دن یونہی ابر آلود شاموں میں بدل کر ڈھل جائیں گے اور وہ اس لاحاصل انتظار میں لپٹ کر تھوڑا تھوڑا روز غروب ہوتا رہے گا۔

دل نے ایک بار پھر پکارا کہ "مبین عارض! ہو سکتا ہے وہم ہو"۔۔۔

وہ پکار بیٹھا کہ اگر وہم ہے تو یہ وہم ہر دن لاحق ہو، ہر شام وہ وہم اسے اس شہزادی کے دیدار سے بھرتا رہے۔

عقل نے اسکی دیوانگی پر ملامت کی، "مبین عارض! ہوش کر۔۔۔وہم کا کوئی وجود نہیں ہوتا"۔۔۔

دل تھا کہ عقل کے خلاف چینخ اٹھا، "نہیں! دیوانگی کے لیے فقط اک وہم ہی تو درکار ہوتا ہے"۔۔۔

دل و دماغ کی یہ جنگ اسے اندر ہی اندر کاٹنے لگی۔

پھر سے دل بولا، "مبین عارض! گر وہ آنچل تمہیں دوبارہ کبھی دیکھائی نہ دیا تو؟"

دل کی ایسی سفاکیت پر وہ خود بول پڑا۔

"نہیں" اسکی آواز میں اسکا کرب امڈا۔

ہم نے دل کو بہلاتے بہلاتے یونہی اک روز

دل کے..... دہل جانے سے..... مر جانا ہے

"نہیں! آپ میرے ساتھ ایسا نہیں کریں اللہ، مجھے تنہا مت چھوڑیں۔ مجھے کوئی راستہ دیکھائیں، مجھے اس کشمکش سے نکال دیں۔ میں مزید اسکی جھلک نہ دیکھنے کی حسرت نہیں پال سکتا۔ آپ جانتے ہیں میرے اندر کی حالت زار، مجھے ایک بار اسکی جھلک دیکھا دیں۔۔۔۔"

کافی کا مگ میز پر پٹخ کر وہ وہیں سر گرائے بیٹھا، دونوں ہاتھوں میں سر تھامے دعائیں مانگیں، نظر اٹھا کر آسمان کی جانب پھر سے ڈالی جیسے وہ سات آسمانوں کا مالک اسکی تڑپ کا بس اکلوتا گواہ بچا ہو۔

اور وہ رب، وہ مالک دو جہاں تو رحمان ہے، رحیم ہے۔ بہت مہربان ہے، جن کو نوازنے پر آتا ہے انھیں دنیا جہاں عطا کر دیتا ہے اور یہ تو فقط اک دیدار کی طلب تھی، اک ململ کے پاک آنچل کے سائے کی جستجو تھی۔

اک باکردار عورت تک رسائی کے لیے پانچ وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتے مومن کی دعا تھی۔

وہ کیسے نہ سنتا مبین عارض کو، جسکا دل آئینے سے زیادہ شفاف تھا۔ جس نے دعائے عشق مانگی تھی۔

وہ کیسے نہ اس آنچل کی چھاوں اس مومن کو بخشتا جو بنی ہی فقط اسی کے لیے تھی۔

اسے لگا، آسمان یکدم دو ٹکڑے ہوا ہے۔

ابر آلود بادلوں نے قطار بنا کر کسی کے لیے راستہ بنایا تھا۔

اور پھر اسے لگا اک روح و دل شاداب و آسودہ کرتا ٹھنڈا جھونکا اسکے جسم کے پار ہوا ہے۔

اسے محسوس ہوا جیسے اللہ نے اسے اقرار بھیجا ہو، کہ ٹھیک ہے میں نے تمہاری دعائے عشق قبول کرلی ہے۔

مبین عارض نے چھم چھم کرتی پھوار اپنے چہرے پر گرتی محسوس کی تو اسے لگا کچھ دیر قبل کی ساری بے قراری نے سکون کا روپ بدل لیا ہو۔

..________________________________..

"بھئی میں کچھ نہیں سن رہی، کل سنڈے ہے اس لیے تم اس وقت بلکل واپس نہیں جا رہے۔ اتنا خراب موسم ہے جان، آج رک جاو۔۔۔ کبھی بھی نہیں رکے تم میرے پاس"

وہ جو امل اور نیلم کو اپنی منزل پر پہنچائے واپسی کا ارادہ باندھے روانہ ہونے کا سوچ رہا تھا، مناحل کے رسان سے روک لینے پر متذبذب ہوا۔

یہاں اس لڑکی کے سامنے وہ کس منہ سے مزید دیکھائی دے، یہ سوچنا شاہ ویر کے لیے تکلیف دہ تھا۔

"ضرور رکتا خالہ جان لیکن کل سنڈے کے باوجود ایک اہم میٹنگ ہے جس میں پہنچنا ہے، ان شاء اللہ نیلم کو لینے آوں گا تو آپکا یہ گلہ بھی دور کر دوں گا"

وہ مناحل کے اصرار کے باوجود جانے پر مصر تھا، گاڑی کی چابی اور فون اٹھائے اپنی مصروفیت کی وضاحت دی تو مناحل بھی مسکرا کر اسکی گال سہلائے اجازت دے گئیں مگر اسے اسکا پرامسس پورا کرنے کی جاتے جاتے یاددہانی بھی کروائی۔

اسے جانا ہی تھا، اس ستم گر حصار سے باہر۔

ورنہ بہت سے وعدے ٹوٹ سکتے تھے۔

"لو بھن! تمہارا تو ایک اور دن بنانے کے چکر میں تھیں خالا جان مگر ہائے میرا مصروف ویر"

امل جو باورچی خانے کے شیلف پر چڑھ کر بیٹھی دونوں ٹانگیں ہلا ہلا کر نیلم کو ڈنر کے لیے کھیر کا میٹھا بناتے دیکھ رہی تھی جب نیلم کے مسکرا کر چھیڑنے پر

برا سامنہ بنائے نہ صرف ٹانگیں روک گئی بلکہ ساتھ ہی جھمپ مارے شلیف سے اتری۔

"ویری فنی، میرا دن صرف نیلم نے بنایا ہے۔۔۔۔۔"

اپنے بال گردن سے جھٹک کر کمر پر پھینکے وہ ٹال تو گئی مگر نیلم شرارت پر اتر چکی تھی۔

"اہمم اہمم، کہو تو خالا جانی سے بات کروں کہ آپکی بچی جوان ہو گئی ہے اسکا کچھ سوچیں"

کھیر پکانے کے دوران نیلم مسلسل چمچ ہلائے ساتھ ساتھ ہنوز اسے شرارت سے تک رہی تھی مگر امل کسی صورت بھی اپنا غصہ ظاہر نہ کرنے کی کوشش میں اسکے چھیڑنے پر مسکرائی، نیلم کی حساسیت سے واقف جو تھی، اور امل نے کبھی بھی اسے کسی احساس پشیمانی میں مبتلا نہیں کرنا تھا۔

خاص کر یہ کچھ دن جو وہ اپنی مشینی زندگی سے چرا کر یہاں پہاڑوں، سبزہ زاروں سے سجے شہر میں نیلم کے ساتھ گزارنے کی متمنی تھی۔

"ملنے دو زرا مجھے بھی تمہارے وہ! گن گن کر نہ تپایا تو امل نام نہیں میرا"

امل نے بھی میدان میں اتر کر جوابی کاروائی کیے نیلم کی نا صرف ہنسی روکی بلکہ اب وہ اک الگ ہی سرشار کیفیت میں مبتلا دیکھائی دی۔

اسکے ہونٹوں پر سوندھی سوندھی مسکان اتر چکی تھی۔

"وہ نہیں ملنے تم کو"

نیلم کو اپنی اس بات پر اک عجیب سا یقین تھا اور حیران ہونے کی باری امل کی تھی۔

"کیوں، کیا وہ ابھی تک پیدا نہیں ہوئے ہوں گے"

امل کے پوچھنے پر نیلم نے چیچ چھوڑے ہنستے ہوئے اس پگلی کے سر پر چپت لگائی۔

"ہوئے ہوں گے یار، بٹ میں نے کبھی نہیں سوچا کہ وہ کون ہیں اور کہاں ہیں۔ہاں اتنا ضرور جانتی ہوں کہ وہ بہت آسانی سے مجھے مل جائیں گے لیکن میں انکو نہیں۔۔۔۔"

نیلم مکمل رخ امل کی جانب موڑے کسی خواب میں اتر کر اسے یہ سب بتاتی بتاتی مخمور سا اترائی بھی جو امل کو بہت حسین لگا۔

"ہائے او ربا! مطلب انکو چراغ لے کر ڈھونڈنا پڑے گا۔۔۔اور تم نے اس بچارے کو اپنے پیچھے خوار کرنے کے ابھی سے نیک ارادے باندھ رکھے ہیں۔۔۔۔"

امل کو گویا غش پڑا۔

نیلم کی مسکراہٹ بھی گہری ہوئی۔

"خوار نہیں پگلو، یہ کوئی اور کیفیت ہوتی ہے۔ وہ مومن ہو گا، امن چاہنے والا! وہ رب العالمین سے ڈرنے والا ہو گا، وہ پھولوں سے محبت کرتا ہو گا، وہ پرندوں کو اللہ کا پہنچایا رزق بانٹتا ہو گا۔ سب سے بڑھ کر یہ کہ وہ کوئی عام انسان نہیں ہو گا۔ اسے بھی میری طرح اللہ نے کوئی ایک اضافی خاصیت عطا کی ہو گی۔ محبتوں کو بہت سلیقے سے تقسیم کرنے کی خاصیت"

نیلم کی بتائی یہ ساری خصوصیات سن کر امل بھی گہری سوچ میں ڈوب چکی تھی۔

وہ نیلم کی طرح اتنی گہری باتیں نہ کر سکتی تھی نہ سمجھنا جانتی تھی لیکن اسے نیلم کے الفاظ سننا پسند تھا، وہ بنا رخ موڑے، پہلو بدلے اور آنکھیں جھپکے بھی اسے دیکھ کر سن سکتی تھی۔

"وہ انسانی فطرت سے دور ہو گا، حرص، حکمرانی، نفسیاتی خواہشات کا دلدادہ ہونے کے بجائے وہ روح اور خواب کی کہانیاں پسند کرتا ہو گا۔ پیار محبت نہیں، اسے عشق گرویدہ کرتا ہو گا۔۔۔ وہ اللہ کا پسندیدہ ہو گا"

نیلم کی آنکھیں اس بار چمک اٹھی تھیں اور امل تشویشناک تھی کہ ایسا بندہ اب کہاں سے دریافت کیا جاسکتا تھا۔

"اور کچھ فلاسفر نیلم صاحبہ!"

امل نے بیچارگی کے سنگ خاصے اداس منہ سے پوچھا جس پر نہ صرف نیلم مسکرائی بلکہ شاہ ویر کو سی آف کر کے آتیں مناحل بھی وہیں چلی آئیں اور انکے چہرے پر بھی شگفتگی تھی۔

"مختصر یہی کہ وہ اس زمانے کے عاشقوں جیسا نہیں بلکہ گزرے وقتوں کی عشقیہ کہانیوں کے ہیرو جیسا ہو گا، لاکھوں میں ایک"

نیلم کے مزید بتانے پر جہاں امل نے منہ کے ٹیڑے زاویے بنائے وہیں مناحل کو آتا دیکھ کر نیلم کچھ بوکھلائی لیکن یہاں ان تین میں رشتہ تھا تو فقط سہیلوں سا۔

"ظاہر ہے، ہیرے کی پرکھ سبھی کو تھوڑا ہو سکتی ہے۔ اللہ بہت کم ہی لوگوں کو جوہری کی صلاحتیں دیتا ہے، اور ایسا انسان یقیناً لاکھوں میں ایک ہی ہوتا ہے"

مناحل نے شفقت کے سنگ نیلم کا چہرہ دونوں ہتھیلوں میں بھرے محبت سے کہا اور ساتھ میں امل کی گال کھینچتیں کھیر کی طرف ہوئیں تاکہ خود ہی اسے دیکھ پائیں۔

"پھر ساری بات یہ ہے اماں کے میرے والا تو کھربوں میں ایک ہو گا۔۔۔ ہے ناں۔ میں تو ہوں بھی بڑے والا ہیرا"

امل کی شرارتی رگ پھڑک چکی تھی اور وہ یونہی ہنسنے ہنسانے پر یقین رکھتی تھی، اسکی اس خوش فہمی پر اماں جان نے جہاں مسکراہٹ دبائی وہیں نیلم نے فوراً سے امل کو بازوؤں میں بھرے کان کی اور منہ لایا۔

"ہو گا کیوں بھئی، ہے۔۔۔۔۔"

نیلم کی سرگوشی، مناحل بھی سن چکی تھیں اور امل نے افسردگی کے سنگ نیلم کو مڑ کر دیکھا اور مناحل جو کھیر ہلانے کے بعد مسکاتی ہوئیں کچن سے نکل گئیں، انکے جاتے ہی نیلم کی سمت توجہ کی۔

"نیلم یار، ایسا مت بول۔۔۔۔۔مجھے نہیں کرنی شاہ ویر سے شادی وادی اور اب تو مجھے اپنے خیالی دیور کے لیے چھیڑ لیا کر اجازت ہے پر مسٹر شاہ کے لیے نہیں"

معصومیت سے نیلم کو اس ستم گر کے بار بار ذکر سے منع کیے وہ لہجہ بھی نرم لیے بولی تھی تا کہ نہ تو نیلم اسکی بات سے فکر مند ہو نہ پریشان۔

الٹا نیلم تو دیور والی اجازت پر قہقہہ لگائے باقاعدہ امل کو دبوچ چکی تھی جس نے اس وقت نیلم کی خوشی پر منہ بسور لینا ہی مناسب سمجھا۔

"ہاہا ٹھیک ہے، میں اب سے تجھے دیورانی جی کہہ کر چھیڑوں گی۔۔۔۔ منظور!"

اسے گلے سے الگ کیے وہ امل کی پھولی گالوں کو ہلکا سا دبائے کچھ زیادہ ہی پھیل رہی تھی مگر مرتی کیا نہ کرتی کے مصداق امل کو یہ کڑوا گھونٹ بھرنا ہی پڑا۔

دل میں وہ ساتھ ساتھ اب یہ بھی دعا کرنے والی تھی کہ نیلم والے پیس کا کوئی بھائی نہ ہو۔

اور شاید امل بی بی نے اپنی زندگی میں یہ پہلی دعا تھی جو روز معمول سے مانگنے کا ارادہ باندھا تھا جو ہرگز بھی قبول ہونے کے آثار نہیں رکھ رہی تھی۔

..________________________..

"اوہ! پیاری سے زخمی بلی"

فارم ہاوس کے باہر ہی کھلے سر سبز راستے کی جانب ہی ملحقہ پہاڑیوں کا سلسلہ موجود تھا جہاں وہ تینوں ہی پکنک منا رہے تھے، عبداللہ اور ماہ نور اپنے فون نکال کر پہاڑیوں پر چڑھ کر نیچے گہری کھائیوں اور جھنڈ کے جھنڈ جھکے درختوں کی وڈیوز بنانے میں گم تھے جبکہ ماں ان دو کو کافی دینے جب واپس گھر کی طرف آئی تو وہیں راستے میں بلی کا بچہ بہت زخمی حالت میں کچی زمین پر پڑا تکلیف سے نڈھال تھا۔

ماں نے ہاتھ میں پکڑی کافی بوتل وہیں اک طرف رکھی اور افسردہ ہوئے اس زخمی بلی کے بچے کو اپنے ہاتھوں میں اٹھالیا مگر اس سے پہلے وہ مڑتی، اس بار ٹکرا و سوچ سے بڑھ کر گہرا اور حادثہ، گمان سے بڑھ کر سنگین ہوا تھا۔

یہاں کچے سرسبز راستوں کے باعث گاڑیاں اکثر کچھ دور کھلے میدان میں کھڑی کی جاتی تھیں اور شاہ ویر نے بھی اپنی گاڑی، فارم ہاوس سے باہر ہی کھڑی کی تھی اور وہ شاید کچھ زیادہ اجلت میں بھی تھا۔

مگر ان دونوں کو ہی شاید یہ علم نہ تھا کہ انکی تقدیر ہی انھیں بار بار ملوانے کے لیے کسی ٹکراتے ہوئے موڑ پر لا رہی ہے۔

مان کی بازو پر شاہ ویر کے ہاتھ کی پکڑن شدید تھی کیونکہ اگر وہ ایسا نہ کرتا تو وہ بلی تو زمین پر گرتی ہی، مان اس پر گر کے اس کو مزید زخمی کر دیتی۔

جبکہ مان کا ہاتھ، شاہ ویر کی آستین دبوچے ہوئے تھا، اور ایک دوسرے کے چہرے پر ٹھہری نگاہیں تھمی ہوئی تھیں۔

وہ گہرے بھورے نین جن کے کنارے سیاہی سے از بر تھے، مسکارے اور لائینز کی چھیڑ خانی نے انھیں کجرارہ کیے رکھا تھا، گالوں پر ٹھنڈ اور قربت دونوں کی زیادتی سے اتر آتی سرخی جس پر شاہ ویر کی نگاہیں سرسری سی

گئیں اور پھر وہ ہونٹ جو گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ میں نیم وا تھے، یہ کیسا حادثہ تھا آخر، ماں نے آج اسکی اس دن سے یکسر آنکھیں دیکھیں۔

آج وہاں ناراضگی نہیں تھی۔

اس ٹکراو کے بعد بیچ میں اک معنی خیز سی چپ رہی اور خود ہی شاہ ویر نے اسے اسکے سہارے پر واپس کھڑا کیے دو قدم دور ہوئے فاصلہ بنایا اور اک بھرپور نگاہ اس نازک سی آنکھیں جھکا کر زخمی بلی کے بچے کو دبوچ لیتی لڑکی پر ڈالی۔

"لگتا ہے ٹکرانے میں کوئی خاص ڈگری لے رکھی ہے آپ نے، یہ آپکی ہے۔۔۔۔ کیا ہوا ہے اسے"

اس دن کے برعکس وہ بہت دھیمے، دوستانہ لہجے میں زرا سا غیر سنجیدہ ہوئے بولا جبکہ ساتھ ہی ماں کے ہاتھ میں اس بلی کے بچے کا خون دیکھ کر بلی کے بچے کے بال سہلائے استفسار کیا۔

"ایم سوری دراصل غلطی آج بھی میری ہی تھی، یہ مجھے راستے میں ملی ہے۔
اسی کو اٹھا رہی تھی"

مان نے زرا جھجک کر وضاحت دی البتہ وہ دیکھ اس زخمی بلی کے بچے کو رہی
تھی جیسے کسی بھی طرح اس بے زبان کا زخم بھرنے کی تمنائی ہو۔

زخم بھرنے والے دل کتنے نایاب ہوتے ہیں اسکا شاہ ویر ملک کو بہت اچھے
سے علم تھا۔

آجکل تو لوگ زندہ انسان کو مرتا ہوا چھوڑ کر بھاگ نکلتے ہیں اور وہ تھی کہ
اک بے زبان کے لیے فکر سے بھری ہوئی اور رنجیدہ تھی۔

"ہمم۔۔اسکی دائیں ٹانگ پر زخم ہے۔۔۔اسی سے خون نکل رہا ہے۔ پینڈ تج
کر دیں یہ بہتر ہو جائے گی"

شاہ ویر نے مان کی فکر مند صورت دیکھے اسکے زخم کو ڈھونڈ کر نشاندہی کی اور
پھر سے واپس مڑا ہی تھا جب مان نے سر اٹھائے اسکی پشت دیکھ کر پکارا۔

"سنیں!"

مان نے آہستگی سے پکارا تو شاہ ویر نے مڑ کر تعجب کے سنگ مان کی اور دیکھا۔

وہ تھوڑی مضطرب تھی۔

"کیا آپ اسکی پٹی کرنے میں میری مدد کر دیں گے، دراصل میرے پاس فسٹ ایڈ باکس موجود ہے۔ میرے کزنز اس طرف پہاڑ دیکھنے نکل گئے ہیں۔ اسکا خون بہت بہہ گیا ہے، تکلیف میں ہو گی بچاری"

مان نے ہچکچاتے ہوئے درخواست کی جس پر شاہ ویر نے بنا سوچے ہامی بھرے اپنے قدم مان کے پیچھے بڑھائے جو وہیں اپنے بیگ کی طرف بڑھی۔

بلی کے بچے کو وہیں قالین پر رکھا اور دونوں ٹانگیں زمین سے جوڑے بیٹھی اور بیگ سے وہ چھوٹا سی مرہم پٹی کے سامان والا ڈبہ نکالا۔

شاہ ویر بہت گہری نظروں سے مان کو دیکھ رہا تھا، مان نے وہ ڈبہ شاہ ویر کی سمت بڑھائے ملتجی نگاہ ڈالی جیسے کہہ رہی ہو کہ یہ مرہم آپ لگائیں۔

"میرا دل کافی کمزور سا ہے، آپ اسکی پٹی کر دیں"

شاہ ویر کی سوالیہ نظروں کا مفہوم سمجھ کر وہ جس طرح منمنائی اس پر وہ دل جلا سا شخص بھی دھیمی سی مسکراہٹ کیے وہیں بیٹھا، ٹائیٹ پینٹ کے باعث بیٹھنا مشکل تھا مگر اس نے گھٹنے سے زرا کھینچ کر بیٹھنے کو ممکن بنائے، مان کو اک نظر دیکھا اور پھر زرا سا کاٹن لے کر اس بلی کے بچے کی ٹانگ پر لگا خون صاف کیا۔

اس بیچ بھی وہ مان کے چہرے پر اتری درد اور تکلیف کی لہریں دیکھ کر یہی سوچ رہا تھا کہ وہ کیسی عجیب سی لڑکی ہے، جسے بلی کے بچے کا درد، محسوس ہو رہا تھا۔

سپرٹ لگا کر اس نے اسکی ٹانگ پر پینڈ تج کیا اور مان کی حرکات دیکھتا تب مبہوت ہوا جب وہ آہستگی سے اس بلی کے بچے کو گھاس تلے اپنی اونی ٹوپی رکھ کر بیٹھائے خود شاہ ویر کے اٹھتے ہی پانی کی بوتل لیے شکر گزار سی مسکراہٹ لیے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اشارے سے ہاتھ دھلونے کا کہا تو شاہ ویر نے اسکے بوتل کھولنے پر اپنے ہاتھ دھوئے۔

"تھینک یو سو مچ، آپکو زحمت دی"

مان اسکی سمت سے سر ہلا کر شکریہ کہنے پر خود بھی تلکف برتتے مسکائی۔

"مجھے خوشی ہوئی کچھ نیا کر کے "

شاہ ویر کی بات نے مان کو تھوڑا چونکایا مگر وہ اسے دیکھنے کے بجائے بار بار اس زخمی بلی کے بچے کو دیکھ رہی تھی۔ جو مان کی نرم اونی ٹوپی پر بڑے مزے سے بیٹھا سر جھکائے ہوئے تھا۔

"آپ یہیں رہتے ہیں؟میرا مطلب یہاں تو دو ہی گھر ہیں اس ایریا میں"

خود پر شاہ ویر کی نظریں محسوس کیے وہ ہمت جمع کیے بولی، گویا شاہ ویر جو جانے کا ارادہ باندھتا ہوا پھر رک چکا تھا،مان کے سوال پر متوجہ ہوا۔

"میں خالا جان کے گھر آیا تھا، سسٹر کو چھوڑنے۔۔۔واپس جا رہا ہوں"

شاہ ویر نے آسمان کے چاروں جانب سیاہ بادلوں کو پھر سے جمع ہوتے دیکھ کر اسے بتایا تو وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی، نا جانے کیوں مگر پہلی بار اسکا کسی اجنبی سے یونہی ادھر ادھر کی باتیں کرنے کا دل کر رہا تھا۔

"اس موسم میں، بہت تیز بارش ہونے والی ہے۔ طوفانی بارش"

مان اسکے آہستہ آہستہ چلنے پر خود بھی ہمقدم ہوئی، ہلکی ہلکی بوندیں تو مان کے کہتے ہی برسنے لگیں جس پر دونوں ہی ایک دوسرے کی سمت تکتے مسکرا دیے۔

"اس سے کہیں بڑے طوفان بھی گزار لیے، یہ معمولی ہیں"

شاہ ویر نے اپنا فون، جیکٹ کی جیب میں رکھے ڈھلوان سر کیے جھمپ لگائے راستہ پار کیا تو مان وہیں اپنے قدم روک چکی تھی، وہ رخ موڑ کر نگاہ اٹھائے کھڑی مان کی سمت دیکھتا مڑا جو اس سے آگے اسکی ہمقدم نہیں بن سکتی تھی۔

"اس دن آپکی آنکھیں بہت تکلیف میں تھیں"

مان نے بنا سوچے ہی کہہ دیا، اور اتنے فاصلے سے بھی وہ اسکی سرگوشیانہ پکار سنتا نہ صرف چونکا بلکہ گہری سانس بھرے مان کی خود بھی جمی آنکھوں میں جھانکا۔

"اجنبیوں کی آنکھیں نہیں دیکھا کرتے"

شاہ ویر کے ہونٹوں کے ادا ہوئی اس بات پر مان کے چہرے کا رنگ لمحوں میں بلا۔

"میں اچھی دوست ہوں"

وہ اسے پھر سے پکار بیٹھی، وہ مزید کئی قدم دور جا چکا تھا مگر مان کی سمت مڑ کر ایک بار پھر خوشگوار سی مسکراہٹ کے سنگ رک گیا۔

"کس نے کہا آپکو؟"

وہ دور سے ہانک لگائے سوال کر رہا تھا اور مان کو نا جانے کیوں اپنی اور اسکی اس باولی حرکت پر ہنسی آئی۔

"آزمانے والے ہر دوست نے"

مان کو اس تک آواز پہنچانے کے لیے اونچا بولنا پڑا تھا اور شاہ ویر نے لمحہ بھر نظر جھکائے پھر اٹھائے اس آہستہ آہستہ دور ہوتی مان کو انہی سبزہ زاروں کا حصہ بنتے ہوئے دیکھا۔

"دوست آزماتے نہیں ہیں مادام! میں پھر آوں گا۔ اگلی ملاقات میں آپکا نام جاننا چاہوں گا"

وہ بھی قدرے اونچا بولتا مڑا، مان نے اسکو دور تک جاتے دیکھا اور جب وہ نظروں سے اوجھل ہوگیا تو مان اپنی بے عقلی پر ہنسے مڑ کر بھاگتی ہوئی بلی کے بچے تک پہنچی۔

"یہ کیا تھا؟ ہاہا۔۔۔مان! تم اپنی پاگل حرکتوں سے باز نہ آنا"

بارش کی پھوار پھر سے رک گئی تھی، وہیں بلی کے بچے کے پاس ہی بچھے قالین پر آکر بیٹھتی وہ اس بے زبان جانور سے باتیں کرتی خود پر ہنسی۔

پھر سے رخ موڑ کر دھندلا چکے اس اجنبی کو دیکھا، مان کی مسکراہٹ اس وقت کسی حسین نظارے سے کم نہ تھی۔

..________________________..

"مجھے تو بڑا مزہ آیا سچی، بھیا دیکھیں کتنے مزے کی پکچرز بنائی ہیں میں نے۔ آپ نے مس کر دیا پکنگ ڈے۔۔۔۔ ایک دن میں اچھی فوٹو گرافر ضرور بنوں گی"

مبین جو لیپ ٹاپ کھولے سادہ سے گھر کے خلیے میں ملبوس، آرام دہ انداز سے صوفے پر بیٹھا ٹیک لگائے کام کر رہا تھا پاس آکر بیٹھنے اور ماہ نور کے تصویریں دیکھانے پر رسان سے مسکرا دیا جبکہ عبداللہ صاحب اور مان صاحبہ چھوٹے سی ٹوکری میں نرم سا کشن رکھ کر اس پر زخمی بلی کو آرام دہ بستر مہیا کیے اب اسکی بیمار پرسی کرتے ہوئے زمین پر ہی بیٹھے تھے۔

"تم آل ریڈی بہت اچھی فوٹو گرافر ہو"

مبین نے کام پر سے سرسری توجہ ہٹا کر محبت کے سنگ ماہ نور کی مسکراہٹ بڑھائی مگر ان دو کا پیار نخریلے سورج سے کیسے سہا جاتا۔

"ہاہا گپ مار رہے ہیں یہ ماہ نور، یہ تمہارا چوہیہ جتنا دل رکھ رہے۔ میں دیکھاتا۔۔۔۔۔یہ دیکھو"

فوری زمین سے اٹھ کر مبین عارض کی دوسری سمت دھپ سے بیٹھتے ہی ماہ نور سے فون جھپٹ گیا جس پر جہاں مان اور مبین مسکرائے وہیں ماہ نور کا دل کیا عبداللہ کو کچا چبا جائے۔

"اس تصویر کو دیکھیں مبین صاحب، اس تصویر میں تمہارے پیچھے لگے درخت کے اوپر بندریا بیٹھی ہے۔اور یہ دیکھو یہاں مان کی ایک آنکھ بند ہے"

عبداللہ نے سکرین پر دو نمونی تصویریں دیکھاتے ہوئے قہقہہ لگایا جس پر مان بھی فوری ہنستی ہوئی یہ نایاب تصویر دیکھنے اٹھ کر قریب آئی۔

جبکہ اپنی فوٹوگرافی پر یہ الزام سہتی ماہ نور میدان میں اتری۔

"یہ! ارے عبداللہ بھائی یہ بندریا تو آپکی پہلی گرل فرینڈ ہے ناں۔ کتنے بے مروت ہیں کہ بھول بھی گئے بچاری کو، میں نے سوچا اسکے ساتھ سلیفی لے لوں یادگار رہے گی۔ اور رہی بات مان آپی کی تو وہ مجھے کسی سیکرٹ مشن کے لیے آئی بلنک کر رہی تھیں تو میں نے پک بنالی"

ماہ نور کی حاضر جوابی پر مان اور مبین گویا عش عش کر اٹھے تھے جبکہ عبداللہ منہ بگھاڑے سر کھجاتا ہوا اس سے پہلے اٹھتا، ماہ نور کے فون پر آتی ان نون نمبر سے کال پر واپس مبین کے ساتھ ہی بیٹھ گیا۔

"یہ کون ہے ماہ؟"

عبداللہ نے اس نمبر کے بارے سنجیدگی سے پوچھا جس پر ماہ نور نے لاعلمی کا اظہار کیے کندھے اچکائے جبکہ وہ خود ہی کال پک کرتا اٹھا اور سامنے آکر کھڑا ہو گیا۔

اب ان تینوں کی توجہ بھی اسکی اور مرکوز تھی۔

"ہیلو ٹوینکل سٹار! مائی لووو، فائنلی تمہارا نمبر مل ہی گیا مجھے۔۔۔۔۔"

مقابل سے آتی جانی پہچانی سی آواز اور اس بد تہذیب لقب پر عبد اللہ کا پارہ یکدم ہائی ہوا، پورا وجود ہی اک لمحے میں گھوما اور جس طرح اس نے پلٹ کر ماہ نور پر نظر ڈالی وہ اسکا حلق تو خشک کر ہی گئی مگر مبین اور مان کے چہرے پر بھی فکر اڈی۔

"خبیث انسان، تمہاری ہمت کیسے ہوئی اس نمبر پر کال کرنے کی۔ ہمت ہے تو سامنے آکر یہ خرافات بکنا پھر تمہاری یہ زبان اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر باہر نکالوں گا"

عبد اللہ کی مشتعلانہ اور غضب ناک جوابی کاروائی پر نا صرف ماہ نور کے ہاتھ پیر پھولے بلکہ مان اور مبین نے بھی حیرت اور پریشانی سے اک دوسرے کی سمت دیکھا۔

جبکہ دوسری جانب، برینڈ پرفیوم کا خود پر چھڑکاو کرتا وہ شخص، بلوڈینم اور براون شرٹ پر جیکٹ جمائے، ناصرف نیند اور خماری کی ہر کیفیت جھٹک چکا تھا بلکہ نکھرا اور جاذب دیکھائی دیتا مقابل سے سماعت میں اترتی جلی کٹی پر مسکراتا ہوا اک لمحے کو فون کان سے دور سرکا گیا مگر اسے ابھی ہی تو مزہ آیا تھا۔

"اوہ! تو چھٹکے سالے صاحب بول رہے ہیں۔ بچ بچ تمیز نہیں ہے تمہیں۔ تم سے کافی بڑا ہوں۔ یہ بے ادبیاں، بدتہذیباں اور بے راہ رویاں صرف ہادی سکندر پر سوٹ کرتی ہیں لیکن کم از کم تم تو اپنی اچھی، نیک اور بہترین تربیت کا ثبوت دو چھوٹے جوشیلے کزن!"

وہ خون سلگاتا، آگ لگاتا لہجہ لیے افسوس سے مخاطب تھا، اسکی آواز میں اک استہزاء تھا جس پر عبداللہ نے اپنی مٹھیاں اور جبڑے ایک ساتھ بھینچ کر روح فنا کرتی نظر ایک بار پھر ماہ پر ڈالی اور بے دردی سے فون بند کر دیا۔

ہادی سکندر کا قہقہہ پورے کمرے میں گونجا مگر وہ اس سے محظوظ ہوئے، منہ ہی منہ میں کچھ گنگناتا کمرے سے نکل کر اپنی پیشی میں حاضری کے لیے چل پڑا تھا مگر دوسری جانب اک لمحے کو سکتہ پھیل چکا تھا۔

"کیسے ملا اس کمینے کو تمہارا سیل نمبر ماہ نور! بولو!"

عبداللہ نے غصے کو ہر ممکنہ دبائے چینخ کر کہا تھا مگر اس سے پہلے ماہ نور رو دیتی ، مبین نے اسکا بازو جکڑ کر بری طرح ماہ نور سے پیچھے دھکیل کر اپنے ساتھ لگایا اور عبداللہ پر ایک ناراض نگاہ ڈالی۔

ماں بھی عبداللہ کے غصے سے تھوڑی سہمی ہوئی تھی۔

"ہوا کیا ہے؟ کیوں پاگلوں کی طرح چلا رہے ہو۔ کون تھا فون پر"

مبین نے تندہی سے استفسار کیا جس پر عبداللہ نے جبڑے بھینچ لیے۔

"ہادی سکندر تھا، پوچھیں اس سے کہ اس کی ہمت کیسے ہوئی اسے 'مائی لوو' جیسے خرافاتی نام سے پکارنے کی"

عبداللہ کا غصے میں کیا انکشاف ان تینوں کو اپنی جگہ ساکت کر گیا اور مبین نے افسردگی کے سنگ ماہ نور کو خود سے الگ کیے سوالیہ نظروں سے دیکھا جو بمشکل آنسو روکتی سخت مضطرب تھی۔

"یہ کیا سن رہا ہوں ماہ نور، ہادی سکندر نے تمہیں کیوں کال کی۔۔۔کیسے پہنچا اس تک تمہارا نیا نمبر"

اس بار وہی سوال ماہ نور سے مبین نے پوچھا تو وہ تھوڑی ہمت کیے بہتر ہوئی۔

"بھیا آئی سوئیر مجھے کچھ پتا نہیں، میں نے اپنا نمبر یونی میں اسائمنٹ گروپ کے لیے بس سر حماد کو دیا تھا۔ وہ دوست ہیں ہادی سکندر کے۔ جب بابا نے اور آپ نے مجھے ان کے لیے ہر فیلنگ ختم کرنے کا کہا تھا میں نے تو تب سے

آپ دونوں کی بات مان لی تھی۔ میرا ان سے بلکل کوئی رابطہ نہیں ہے، رابطہ رکھتی بھی کیسے بھیا جانی۔ وہ ہمارے دشمنوں میں شمار ہوتے ہیں ناں"

ماہ نور ساری سچائی ہمت جمع کیے بولی اور مبین نے اسے پھر سے سینے میں سموئے سر چھوما اور اک غصے سے بھری نظر عبداللہ پر ڈالی جو اب شرمندہ سا تھا۔

"بس میرا بچہ، پریشان مت ہو۔ تم جان ہو ہماری اور اسی لیے ہم نے تمہارے لیے ہادی سکندر جیسے کو قبول نہیں کیا تھا۔ اگر وہ اچھا انسان ہوتا تو اس دشمنی اور خاندانی چقلش کی پرواہ کیے بنا میں اپنی ماہ نور اسے سونپ دیتا"

مبین نے ہر درجہ اپنا لہجہ نرم رکھتے ہوئے ماہ نور کی پریشانی اور فکر دور کی اور عبداللہ بھی اپنی غلطی پر نادم سا ماہ نور کا ہاتھ پکڑے اپنے سامنے لایا جو اب ناراضگی سے اسے دیکھتی ہوئی عین روبرو آکر کھڑی تھی، نظریں ملنے پر سرد پن میں کمی آئی۔

"سوری یار، لیکن بہت ٹچی ہوں تمہارے لیے۔ جس انسان کو میں دوست اور اچھا رشتہ دار ہونے کی کیٹیگری میں نہیں دیکھ سکتا اسے تمہارے لیے بولتا ہوا تو ہرگز نہیں سہہ سکتا۔ تم اسکی طرف سے پریشان مت ہونا، اسے تم تک پہنچنے کہ لیے تمہارے دو بھائیوں سے نمٹنا پڑے گا۔ اوکے"

وہ خجالت سے اپنی شرمندگی اور بلاوجہ ڈانٹ دینے کی حرکت پر معذرت کرتا، ماہ نور کا چہرہ اپنے ہاتھوں کے پیالے میں بھرے بہت مان سے بولا اور وہ بس لیا دیا سا ہی مسکرا سکی تھی۔

"مجھے یقین ہے آپ پر لیکن آپ بھی مجھ پر بھروسہ رکھیں، میں مر تو سکتی ہوں لیکن اپنے بھائیوں کو شرمندہ نہیں کر سکتی۔ نہ ممی اور بابا نے میری ایسی تربیت کی ہے۔ آپ گلٹی فیل نہ کریں، آپ تو میرے پرنس بھیا ہیں"

محبت اور پرورش کے تمام تقاضے نبھاتی وہ بہت بڑے دل سے عبداللہ کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھتی پھر جس طرح اسکے سینے سے جا لگی یہ لمحہ نا چاہتے ہوئے بھی مان، مبین اور عبداللہ کو بے قرار کر گیا۔

"اور میری چڑیل ہو تم! اپنے اس فضول بولتے جن کو معاف کر دو"

وہ ابھی بھی افسردہ تھا، لیکن ماہ نور کچھ لمحے کے لیے یوں تھا جیسے بہت زیادہ خاموش ہو گئی ہو۔ جبکہ مبین عارض کے چہرے پر اس وقت عجیب سے شکست خوردہ تاثرات امڈ چکے تھے۔

..________________________..

"کیوں سزا دے رہے ہو اس شخص کو ہادی! مانا تمہارے اندر کی ہر کمی کی وجہ وہ ہے لیکن یہ بھی مت بھولا کرو کہ بابا ہیں وہ تمہارے"

گھر کی بیرونی طرف بنے خوبصورت سے باغیچے میں جھکے ہوئے گھنے درخت کے سائے میں گہری شام کی سرخیوں تلے براجمان، اپنا لیپ ٹاپ سفید میز

پر رکھ کر کھولے وہ سرعت سے تیار شیار ہو کر انسانی روپ میں ڈھل آتے ہادی سے اک آس سے مخاطب ہوئی جب وہ لمحہ بھر رک کر سامنے والی کرسی گھسیٹے، ساتھ ہی ملازم کے آکر فریش جوس سرو کرنے پر گلاس اٹھائے سیپ بھرتا ناپسندیدگی کا اشارہ کیے گلاس واپس ٹرے میں رکھتا اسے واپس بھیج چکا تھا۔

المیرا کا سوال، کچھ دیر بری طرح نظر انداز کیے وہ یوں سانس بھرے ارد گرد کی جانب نگاہیں گمارہا تھا جیسے یہ کھلی سرمئی آزاد فضا، یہ دن بدن ٹھنڈک اوڑھتی شام کے ظالمانہ تیور، یہ سبز اور نارنجی سجاوٹی بیلوں سے سجا آشیانہ اسکی آنکھوں کے لیے واحد خوشی سے وابستہ منظر بچا ہو۔

"المیرا! المیرا!"

کچھ دیر ماں کو سخت خفگی سے دوچار کرنے کے بعد وہ لہجے میں جی بھر کر امرت انڈیل کر ہنستی آنکھوں سے خود کی فکر میں پریشان ماں کا چہرہ تکنے لگا۔

"آپ بہت پیاری ہیں، قسم سے۔۔۔ ان فیکٹ آپ کے گھر یہ چراغِ بدنہ آتا تو میں ہمیشہ سے آپ جیسی دوست کو اپنی ذات کا وہی ناکارہ چراغ لے کر ڈھونڈتا رہ جاتا۔ آپ سمجھدار بھی اچھی خاصی ہیں۔ لیکن کیا دیکھ کر ہارون سکندر کی زوجیت تسلیم کی۔ حالانکہ نانا کی ڈائری میں صاف لکھا تھا کہ میرا ہر اصول میری اکلوتی بیٹی کے اندر موجود ہے۔۔۔۔"

وہ اپنے ازلی نرم مگر سلگاتے انداز میں بولنا شروع ہوا تھا اور المیرا کے چہرے پر ہلکی پھلکی کسی دکھ کی پرت میں دبی مسکراہٹ ہادی کے انداز پر ہی امڈ آئی تھی۔

"اصول کہ مطابق! ایسا انسان جو اپنے ساتھ جنم لینے والوں (بہن بھائیوں) کے ساتھ ظالم اور جابر رویہ رکھے، اسے یقیناً اس دنیا میں دریافت ہوئی کئی محبتوں میں سے کوئی ایک بھی کرنی نہیں آتی۔ اور ایسے کسی انسان کو میں دوست نہیں رکھتا"

نانا کے لکھے حرفوں کو اسی طرح دہراتا وہ آخر تک المیرا کے چہرے پر سختی اور پچھتاوا اترا آتا بھی شدت سے محسوس کر چکا تھا تبھی اپنے کریدتے لہجے کو سہولت کے سنگ دوستانہ میں ڈھالے نہ صرف اٹھا بلکہ اٹھ کر المیرا کے پاس ہی آ کھڑا ہوا، گھٹنے کو دہرا کیے وہیں اک ہاتھ سے میز کا سہارہ لیا اور بوٹ کو میز سے ٹیکے آسانی سے بیٹھتے ہی کسی پشیمانی کی دھوپ میں جلتی المیرا کے سر دپڑتے دونوں ہاتھ تھامے۔

"لیکن اب نانا جان اس دوسرے جہاں آپ کے اس ہارون نامی فیصلے سے بہت نالاں بیٹھے ہوں گے اور سوچ رہے ہوں گے کہ میرے اصول میری

اکلوتی بیٹی میں تو نہیں ہیں ہاں البتہ میرے ناکارہ نواسے میں ضرور آگئے ہیں"

لمحوں میں وہ شرارت پر اترا اور المیرا کی نمی میں ڈوبتی ہوئی آنکھیں جیسے از سرنو مسکرا اٹھیں، اپنا ہاتھ بڑھا کر ہادی کا موہنا چہرہ تھاما لیکن افسوس کا رنگ تھا کہ اس عورت کے ہر مو سے نمایاں تھا۔

"تم ناکارہ نہیں ہو"

المیرا اسکی خود اذیتی پر تڑپی اور وہ بس مسکرا کر رہ گیا، اک لمحے میں اٹھا اور اک بھرپور نگاہ ڈرائیور کی سمت ڈالی جو مودب ہو کر اسکی گاڑی کے پاس کھڑا اس کا منتظر تھا اور ماتھے پر لاتعداد شکنیں ڈال لیں۔

"لیکن میں ہارون سکندر کی مہربانیوں کے باعث ایک برا اور ناقابل قبول انسان ضرور بن چکا ہوں ورنہ وہ دین دار سا شخص مجھے اس بے دردی سے

میری خوشی سے دور نہ کرتا۔ کیونکہ یہی سچ ہے المیرا، کوئی اپنے دل کا ٹکڑا۔۔۔۔ غنڈے، نشئی، بذات اور بے دین کو نہیں تھما دیا کرتا"

وہ پلٹ کر اپنی بات مکمل کیے نرم مگر باوقار چال چلتا المیرا کو رسمی الوداعی اشارہ کیے وہاں سے چلا گیا جبکہ المیرا کی آنکھوں میں ہادی کی دکھ بھری آہ سے بے یقینی اور کرچیاں اتر آئیں۔

اسکی آنکھیں تب تک افسوس اور ندامت سے ہادی کا پیچھا کرتی رہیں جب تک وہ اسکی دعاوں کے حصار میں اس کشادہ پورچ سے اپنی گاڑی خود ہی بھگا نہ لے گیا، ڈرائیور سے اس نے حسب معمول آج بھی جاتے جاتے چابی جھپٹ لی تھی، فضول کی پابندیاں اور ہارون سکندر کے یہ ڈرائیور نامی سیکورٹی کیمرہ اسے ویسے ہی نہایت زہر لگتے تھے۔

وہ سیدھا ہارون سکندر کے روبرو پیش ہونے ہی ہوا کے پٹ پر سوار ہوئے گاڑی بھگاتا پہنچا تھا۔

ہارون سکندر تب آنکھیں پھاڑے غضبناک ہوئے جب ہادی نہ صرف انکے خضور حاضر ہوا بلکہ میٹنگ کا کوئی احترام کیے بنا تمام فیکڑی ملازمین کو ہاتھ سے چلتا ہونے کا اشارہ کیے بنا اجازت ہی باس چئیر پر نہ صرف آکر نوابی انداز میں براجمان ہوا بلکہ ساتھ ہی اپنی جینز سے فون نکال کر کچھ گنگناتا ہوا سکرول کرنے لگا۔

اس بچارے باپ کے دماغ کی رگیں پھڑ پھڑا اٹھیں۔

ضبط سے چہرہ لہو کیے وہ ہاتھ میں پکڑا قلم اسکے سامنے میز پر پٹخ کر لہرا کر سامنے آئے۔

"تمہارے باپ کا آفس ہے کیا؟"

غصے اور اشتعال میں وہ شاید اپنا بھیجا خراب کروا بیٹھے تھے تبھی سمجھ نہ سکے کہ کیا بڑ بڑا اٹھے ہیں، ہادی کی عجیب سی نظروں سے دیکھنے نے انکو ہوش

تھمائی مگر مقابل کے محظوظ ہوتے تاثرات پر ہارون سکندر پیچ و تاب کھاتے رہ گئے۔

"پہلے تو باپ کا ہی تھا، ابھی ہارون سکندر نے مجھے اپنی جائیداد سے عاق نہ کر دیا ہو اسکی خبر میرے ناقص زرائع تک فی الحال نہیں پہنچی"

بنا باپ کے جلتے لہو کی پرواہ کیے وہ بے نیازی اور ہنستے چہرے کی آگ لگاتی چنگاری کے سنگ بولا جو ہارون سکندر کو مٹھیاں بھینچ لینے پر اکسا گیا۔

"جو تیرے کرتوت ہیں، مجھے یہ بھی کرنا پڑے گا۔ جا کر ان لوگوں سے معافی مانگ جہاں کل غنڈہ گردی دکھا کے آیا ہے۔ تیرا باپ کوئی منسٹر نہیں لگا جو تیری دادا گیری سے پھیلے رائیتے، سمیٹتا اور مانجھتا پھرے گا۔ اپنی اوقات میں واپس آجا ورنہ تجھے تیری ان خودسریوں کے باعث گھر سے باہر نکال دوں گا۔ مجھے باپ بنا رہنے دے، میرے سر پر میرا باپ بن کر مت ناچ"

کرخت اور برہم لہجے میں وہ ہادی کی اور جھک کر باقاعدہ انگلی اسکی آنکھوں کے مقابل لہرا کر اسے باور کروا رہے تھے اور وہ اس اہانت پر انھیں آگے سے مسکرا کر مزید طیش دلاتا ہوا اپنی جیکٹ کے پٹ ادائے بے نیازی سے جھاڑتا اٹھ کھڑا ہوا۔

"معافی مانگنی میرے باپ کو نہیں آئی پینسٹھ سال گزار کر بھی تو مجھے کیسے ابھی سے آجائے عزیزم! آئی ایم جسٹ تو ینٹی ایٹ ہنی"

ہادی کا خون کھولا دیتا لہجہ اور زبان درازی گویا اس پہلے سے بپھرے شخص کا سینہ خاک کر گئی، وہ جس طرح بہت کچھ جتائے وہاں سے منمجد کر دیتی مسکراہٹ اچھالتے ہوئے دو قدم دور ہٹے ہلٹا، ویسے ہی ہارون سکندر کے چہرے پر پھیلی ناگواریت کو پر لگے۔

"ہادی!"

خشونت بھری دھاڑ پر جیسے ہادی نے کان پر سے مکھی اڑائے رخ زرا سا موڑے نظر باپ کے لہو چھلکاتے چہرے پر ڈالی۔

"کیا ہے اب سکندر صاحب !، زیادہ بے عزتی مجھ سے ہضم نہیں ہوتی جانتے تو ہیں۔ پھر میں اپنے یار دوستوں کے بیچ خوامخواہ زیادہ پی بیٹھوں گا، پھر سے مجھ پر قہر ٹوٹے گا اور یہ سلسلہ جاری رہے گا۔ آپ باز نہیں آتے تو یہ مان لیں آپکا ہی خون ہے ہادی سکندر۔ ہیو آ گڈ نائیٹ۔۔۔۔ڈنر پر میرا ویٹ مت کیجئے گا، پارٹی نائیٹ یو نو واٹ آئی مین"

کھردرے اور زندگی سے اکتائے لہجے میں وہ باپ کی ستم ظریفی، بنا ملاوٹ واپس اچھالتا، آخر میں آنکھ ونگ کرتا مڑا اور چہرے پر پتھر سی سختی سجاتا، مضبوط قدموں اور بھینچے چہرے کے سنگ لمبے لمبے ڈگ بھرتا آفس میٹنگ روم سے باہر نکل گیا اور جاتے جاتے اپنے پیچھے بے بسی کی آخری شدت سے دھاڑے ہارون سکندر کی گرج دار آواز اس نے سر جھٹک کر ان سنی کی تھی۔

..________________________..

"بہت ساری ناانصافیاں تو تب ہی ہو گئی تھیں جب ہم دو کے بیچ زندگی نے وہ پہلا فرق، کسی رقیب کی طرح حائل کیا تھا"

ماہ نور کو خواہ مخواہ ہرٹ کرنے اور اس ستم کی بھرپور تلافی کرنے وہ موسم یکدم بہتر ہوتے ہی اسے باہر کسی فوڈ پوائیٹ پر لے گیا تھا اور یہ مشورہ بھی اسے مبین نے دیا اور خود وہ مان کے بہت اصرار پر اپنے روم کے باہر موجود سٹنگ ایریا میں آکر بیٹھا، جمال الدین کے ہاتھ کا بنا قہوہ آہستہ آہستہ چسکیوں میں پینے میں محو تھا اور مان بھی اپنا ہر ضروری کام پس پشت ڈالے، ہمہ تن گوش ہو کر اسکے چند فاصلے پر ہی بیٹھی اک کہنی صوفے کی بازو پر ٹکائے اس پر تھوڑی رکھے متوجہ تھی۔

مبین عارض کے چہرے پر تلخی تھی جو نا جانے اس کڑوے شگر فری قہوے کے باعث تھی یا کسی پرانی خلش نے اسے سوگوار کیا تھا۔

"کیسا فرق تھا وہ مبین"

مان کا تجسس دگنا ہوا، وہ بے ساختگی سے بول اٹھی۔

"ایک ہی گھر میں رہنے والے دو ہم عمر بچوں کو حاصل تربیت اور سیکھ کا فرق۔ ہم ایک ساتھ ایک ہی شاندار گھر سے باہر نکل کر ہنستے مسکراتے، چھوٹی چھوٹی باتیں کرتے، اک دوسرے پر قہقہے لگاتے الگ الگ جگہوں پر جاتے تھے۔ میں مسجد داخل ہوتا تو وہ دو گلی چھوڑ کر بنے کلب میں گھس جاتا"

مبین عارض کو محسوس ہوا اسکی آنکھ پر نمکینی اور دل میں طغیانی برپا ہو گئی ہو۔

مان نے متفکر ہوئے مبین کی ہاری ہوئی مسکراہٹ دیکھی جو اسے بہت بکھرا و سمیٹ کر ابھرتی محسوس ہوئی۔

"ایسا کیوں تھا؟ آپ بہت دیندار تھے یا وہ بہت زیادہ باغی؟"

مان نے غیر ارادی ہی مقابل کے بکھرا وپر سوال کر دیا جس پر مبین نے جھٹکے سے سر اٹھایا اور خالی آنکھیں مان کے سوالیہ چہرے پر ڈالی۔

"نہ میں دین دار تھا نہ وہ باغی، بس وہ ضدی تھا"

مبین نے وضاحت اسے بھی سونپی اور خود کو بھی۔

"یہی وجہ تھی کیا کے آپ اس سے دور ہو گئے، یہ جانتے ہوئے کہ ایسے بکھرے، مشکل اور لاپرواہ لوگوں کی کل میراث اک پکی پکی دوستی ہوتی ہے۔ جس کے سامنے وہ رو بھی لیتے ہیں اور ہنس بھی"

مان کو تکلیف ہوئی تھی اور مبین اسے ایسا ستم گر نہیں لگتا تھا تبھی وہ اپنا خدشوں میں ڈولتا دل مطمئین کرنا چاہتی تھی۔

"میں ایسا تنگ نظر نہیں ہوں، نہ اس عمر میں تھا جس میں ہر جذبہ بے لوث اور ہر محبت مخلص ہوتی ہے، میں تو پریشان تھا بس، اسکی تباہی پر"

مبین سے نا جانے کیوں اپنی صفائی پیش کرنی مشکل ہوئی تو وہ کچھ پل خاموش ہو گیا۔

"کیا المیرا تائی نے کبھی ہادی کو سیدھے راستے پر چلانے کی کوشش نہیں کی مبین، کچی عمر تو نرم گیلی مٹی سی ہوتی ہے جس کی کوئی سی بھی شکل ڈھالنا ممکن ہوتا ہے۔ وہ اپنے والد کے بجائے، اپنی والدہ پر بھی تو جا سکتا تھا"

نا جانے کیوں مگر مان کی ساری فکریں ماہ نور کے لیے تھیں جسکے معصوم دل کو اپنے پہلے اور پاک جذبے، اس خاندانی چپقلش کے باعث دبانے پڑے تھے۔

"یہ چوائز بچوں کے ہاتھ میں ہوتی ہے کیا مان؟"

وہ الٹا سوال کیے مان کو لاجواب کر گیا۔

"پھر بھی، ماہ نور کا خیال نہیں آتا آپکو مبین۔ وہ کتنی پیاری ہے، ہنس مکھ۔ کسی نئی پھوٹتی سحر کی طرح مقدس۔ کیا اسکے کم سن سے دل کو ایسا دھچکا، انصاف کے تقاضے پورے کرتا ہے؟"

مان بھی آج سارے ستم اسی وقت ڈھا رہی تھی اور مبین کے چہرے پر رائگانی گہری سے گہری رقم ہو رہی تھی۔

"نہیں، نہ ہی میں نے ماہ نور کو ایسی تکلیف سے گزارنے کا کبھی سوچا ہے۔ ہادی سکندر جب خود کو اسکے قابل بنا لے گا تو ماہ نور سونپ دوں گا اسکو۔ اور شاید اس سے بڑھ کر میں ہادی کے لیے کچھ نہیں کر سکتا"

اس سب کے باوجود بھی کچھ ایسا ضرور تھا جس نے مبین عارض جیسے ہمیشہ راضی رہنے والے شخص کو برہمی اور بے چینی سے منتشر کیا تھا۔

ابھی وہ خود اپنی کیفیت سے دہلا ہوا تھا اوپر سے یہ دبی راکھ بھی چنگاری ملتے ہی بکھرنے لگی تھی۔

"ہمم۔۔۔۔ یہ توہو گئی اہم بات اب زرا اہم ترین نقطے کی طرف آتے ہیں"

جس طرح وہ ٹال گیا ویسے ہی مان نے بھی اسکے ٹالنے کا مان رکھے سائیڈ سے کشن اٹھائے گود میں رکھے تجسس پھیلاتے سنسنی خیز لہجے میں کہا تو مبین اپنے کام کی جانب متوجہ ہوتے ہوتے ٹھٹھکا۔

"کچھ پوچھنا ہے آپ سے؟"

وہ خود کی طرف مرکوز گہری آنکھوں میں بلا خوف جھانکی۔

"ہمم۔۔ پوچھو"

مبین نے اسے اجازت دیے نرمی سے استفسار کیا۔

"میرا آپکی نظر میں کیا مقام ہے؟"

وہ اسے دیکھ کر بولی اور جواب کے لیے اسے زرا بھی انتظار نہ کرنا پڑا۔

"تم میری اچھی دوست ہو، کزن ہو۔۔۔اور ایک بہترین عورت ہو جس میں تہذیب، حیااور اخلاقیات جیسے تمام اوصاف موجود ہیں"

وہ مان کے سادہ سے سوال پر اپنی طرف سے سادہ ہی جواب دے چکا تھا مگر مان ایسے جواب پر دھیما سا مسکرا اٹھی۔

یہ خوبصورت، دین دار، سلجھا اور باوقار مرد ایسا سمجھ رہا ہے تو مان کو لگا وہ واقعی اچھی ہے مگر پھر ذہن میں اس اجنبی سے زبردستی بات کرنے کی اس عجیب حرکت پر اسکے دل میں سرد سی لہر اٹھی۔

"تو کیا کسی مخالف جنس کی جانب خوامخواہ مائل ہونے کے جذبات بھی گناہ کے زمرے میں آتے ہیں مبین، مطلب دل میں کچھ نہ بھی ہو مگر دل پھر بھی اس مخالف کشش کے کسی ایک راز پر اٹک کر ضدی ہو جائے"

یہ سوال وہ اپنی کیفیت اور الجھن کو حل کرنے کی خاطر پوچھ بیٹھی مگر رنگ تو مبین عارض کے چہرے پر سے اڑ چکے تھے۔

اسکی نگاہوں میں مان کے سوال نے اک تمتماتی ہوئی بے قراری جگادی تھی، اسے محسوس ہوا اسکا تن من عجیب سے جادو کے زیر اثر ہو گیا ہے۔

"ت۔۔ تم کیوں پوچھ رہی ہو؟"

مبین جس طرح بات کرتے ہوئے اپنی مضبوط آواز کو ٹوٹنے سے روک نہ سکا وہیں باقی جملہ خود کو کمپوز کیے رخ موڑ کر آنکھیں چرائے کام پر فوکسڈ ہو گیا اور مان نے مبین کے یہ مضطرابہ تیور دیکھتے ہی پر اسرار مسکراہٹ دی۔

"اس بندے کو واقعی کچھ ہو گیا ہے، چل مان لگ جا کام پر"

خود سے ارادہ باندھتی وہ آنکھیں چھوٹی کرتی مبین کے غیر متوقع انداز بھانپ رہی تھی۔

"مجھے چہرے پڑھنے آتے ہیں، اجنبی تک نہیں بچ سکتے مان کی آنکھوں سے پھر آپ تو دوست ہیں"

وہ بھی واقعی ستم ڈھانے کا سوچ بیٹھی جتاتی ہوئی مسکرائی تو مبین نے چہرے پر بلا کی لاتعلقی سجائے بے نیازی سے دیکھا۔

"کیوں، ایسا کیا پڑھ لیا ہے تم نے میرے چہرے پر، کیا کسی شک میں مبتلا ہو"

وہ جوابی لاجواب کرتا وار کیے سنجیدہ ہوئے اسے دیکھنے لگا جو فوری نفی میں سر ہلاتی معصوم سی بنی۔

"ارے نہیں بابا شک نہیں ہے، پر کچھ دن سے ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے کوئی بات ہے جو آپ اندر ہی اندر سوچ رہے ہیں، کوئی الجھن!"

اب وہ مان کے تجسس پر خالی الزہنی ہوئے بیٹھا کیا بتاتا کہ اسکے دل اور دماغ کے ساتھ کیسا سانحہ پیش آیا ہے، اس کے سامنے بیٹھا یہ بظاہر ٹھہرے سکوت آور سمندر کی طرح دیکھائی دیتا شخص فقط چند دن میں ہی کسی اور شکل کو اختیار کیے بے بس ہو گیا ہے۔

سراپا دعا بنا، کسی پیکر کی جھلک کا تمنائی، کسی دیدار کا طالب، کسی آنچل کے سائے کا شیدائی، کسی خواب کا اسیر۔

کیا بتاتا کہ وہ چپ چاپ بیٹھے بیٹھے اس لڑکی کی اک جھلک کو پانے کی کتنی دعائیں بُنتا رہتا ہے، وہ کتنے بوجھ دل پر لادے ٹہلتا رہتا ہے۔

" دیکھا مبین عارض صاحب! میں نے کہاناں میں چہرے پڑھ سکتی ہوں۔ آپکا تو سارا پڑھ لیا"

ماں کی حواس واپس تھماتی چہکتی صدا پر وہ آنکھیں زور سے میچتے گہری سانس بھرے خیالات سے واپس باہر نکلا۔

"سارا مطلب؟"

وہ ناچاہتے ہوئے بھی خوف کھائے صدمے سے پکار بیٹھا۔

"سارا مطلب، سارے کا سارا"

وہ شوخ ہنسی اچھالتی، کشن اک طرف رکھے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"لسن مان! بات ادھوری چھوڑ کر مت جانا"

اضطراب کے مارے وہ اٹھ کر جاتی ہوئی مان کو پکار کر سختی سے بولا اور وہ مسکراہٹ دباتی، شرارت کے سنگ مڑ کر عین مبین عارض کے روبرو جم گئی۔

"جس لمحے آپکو لگے کہ یہ بہت سارے اوصاف کی مالک لڑکی جسے آپ دوست بھی کہتے ہیں، آپکے دل کی بیقراری اور ذہن کی بے حواسی سمجھ سکتی ہے اور دور کرنے میں معاون ثابت ہو سکتی ہے تو اس دن بلا جھجھک اسکا نام مجھے بتا دیجیئے گا۔ شب بخیر"

مان کی بنا پلکیں چھپکائے، جان لینے کی اس ادا پر سختی اور سنجیدگی اوڑھ کر کھڑا بے قرار شخص تھم چکا تھا اور وہ اسے حیرت کے سمندر میں گرائے اسکی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

"نام____؟"

مبین عارض کے لب بے آواز ہلے اور آنکھوں میں چھائی بے قراری نے اپنا روپ بدل کر کسی نئے زخم کے ہرے ہونے جیسے کا زاویہ کر لیا۔

وہ اسی سدھ بدھ کیفیت میں چلتا ہوا کمرے تک آیا، چپکے سے قدموں نے پھر سے کھڑکی کا رخ کیا۔

ہلکی شام نے رات سے وصال کرنا شروع کر دیا تھا، اسکے صحن کے سارے پھول مسکرا رہے تھے، مبین عارض نے کرلاتی نگاہ سے اس ماہ جبین کے پیکر کو ڈھونڈنا چاہا۔

دل کی جگہ کوئی پرندہ رکھ گیا تھا جو مسلسل پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"ابھی تو اسے جی بھر کر دیکھا بھی نہیں، نام جاننے کی منزل نا جانے میرے مقدر میں ہے بھی یا نہیں"

اس فارم ہاوس کے باغیچے میں لہلہاتے پھول، خود پر سرمئی روشنی اترنے پر یوں مسکرا رہے تھے جیسے ان پر دعائیں اتر رہی ہوں۔

وہ آتو گئی تھی مگر امل کی بے حد فرمائش پر نیٹفلکس پر ایکشن نیو ریلیز ہوئی مووی دیکھنے پر بندھی تھی، جبکہ نیلم اسکا دل ٹوٹ جانے کی غرض سے پاپ کارن کھاتی کھاتی نیند کے جھٹکے لیتی کب امل کے کندھے پر پر ہی سر رکھے سو چکی تھی کہ نیلم کو بے سدھ سوتا دیکھ کر مناحل اور امل نے ایک دوسرے کی طرف دیکھ کر مسکراہٹ اچھالی۔

"وہ آنچل، وہ ٹھہری ہوئی بہار سی لڑکی، اسکی اک بار جھلک دیکھا دے مولا!"

اور وہ نیلم کو دیکھنے کی حسرت میں کھڑکی سے لگ کر ہوا کے سرد جھونکوں سے منجمد ہوئے پکار رہا تھا، دعائیں تھیں کہ دل سے زبان پر اتر آئی تھیں۔

جنون کی حد کو چھوتا یہ دیوانہ پن اسے نڈھال کر رہا تھا، یا پھر لگتا تھا یہ عشق مبین عارض پر اسے محبت کرنے والوں کو مجبوراً ہی سہی پر دور رکھنے کے کرب سے آشنا کرنے ہی اترا تھا۔

..________________________..

واپسی پر آتے ہوئے اور سردی کی شدت اوڑھتی رات کے سفر کے باوجود وہ ہشاش بشاش سا بابا کی کب سے ٹانگیں دبانے میں مصروف تھا، سفید سادہ سے سوٹ میں اسکا سراپا وجیہ، جبکہ سفید چہرہ، سیاہ داڑھی کی چھاوں سے رعب دار لگ رہا تھا، ماتھے پر بکھری اکا دکا گیلی لٹیں بتا رہی تھیں کہ وہ فریش ہو کر سیدھا یہیں بابا کے پاس آیا ہے، شاید نیلم کی کمی نہ ہونے دینا ہی اسکا مقصد تھا۔

خود مہک صاحبہ کچھ دیر قبل ہی فیاض صاحب کو سوپ پلا کر دوا دیے گئی تھیں اور اب مہرو رات کے کھانے کے لیے کچن میں روٹیاں ڈال رہی تھی۔

جبکہ وہ نماز عشاء ادا کرنے باہر صحن میں چلی گئیں۔

کب سے وہ شاہ ویر کے چہرے کی روشنی دیکھ کر بھینی بھینی آسودہ مسکراہٹ میں مبتلا تھے مگر مسلسل شاہ ویر کی خاموشی نے جیسے فیاض صاحب کے صبر کا پیمانہ لبریز کر دیا۔

"دشمن ملک کے بارڈر پر بہت پر امن فضا قائم ہے، خیر ہو۔"

بات کو کرنے کے لیے وہ اک مثال سے آغاز کیے جب بولے تو شاہ ویر نے سنجیدگی سے سر اٹھائے بابا کو دیکھا۔

"ہر وقت تیوریاں چڑھا کر اپنے ضائع کا پرچار کرتا میرا یہ سمجھدار سپوت، اتنا پر سکون اور متحمل کیسے دیکھائی دے رہا ہے۔ کہیں کوئی ایسا کام تو نہیں کر آئے ناں جو ہم بوڑھا بوڑھی کا مزید امتحان بنے"

شاہ ویر کے جواب دینے سے پہلے ہی وہ یہ غیر متوقع امن دیکھ کر مزید بولے اور انکی اس بات پر شاہ ویر نے شرمندگی کے سنگ بابا کے قدموں کی

طرف سے اٹھ کر قریب بستر پر سرک کر انکا مضبوط ہاتھ تھامے بہت سے خدشوں سے اٹی آنکھوں میں دیکھا۔

"مجھے سمجھ آگئی ہے کہ اللہ دکھ اس لیے نہیں دیتا کہ انکی تشہیر کی جائے، بلکہ انکو چھپا کر صبر کرنے کی تلقین کرتا ہے۔ میرا دکھ روگ بنایا ہے آپ نے، میں آپکو دوبارہ ایسی تکلیف میں مبتلا دیکھائی نہیں دوں گا۔ وہ میرے نصیب میں ہوئی تو ملے گی نہ ملی تو اب رہا سہا واویلہ بھی نہیں مچاوں گا۔ اسے بھولنے کے لیے اک نیا روگ پالنے کا ارادہ کیا ہے بس، آپ بے فکر رہیں۔ کم از کم آپ اور ماں کو اپنی اس اولاد سے کوئی گلہ نہیں ہو گا"

بابا کی خود پر جمی اضطرابی نظریں بھانپ کر وہ بڑے جامع انداز میں یہ سرسری سہی مگر انکو حیرت انگیز سی لہر میں مبتلا کر گیا۔

"او جا او! محبت بھلانے والا کوئی روگ ایجاد نہیں ہوا۔ باپ ہوں تیرا مجھے مت بہلا"

وہ شاہ ویر کے منہ سے ایسی بے یقین باتیں سن کر الٹا جھر جھری لیے بھڑک اٹھے اور یہ شاہ ویر کو خوامخواہ کی مسکراہٹ دے گیا۔

"بڑا پتا ہے آپکو ان روگوں کا، ماں کو بتاتا ہوں آپکی یہ تجربہ معلوم ہوتی سونے جیسی بات۔۔۔۔ وہ خود کلاس لے کر اگلوا لیں گے پھر مجھے نہ کہیے گا کہ کیسی ناہنجار اولاد ہے۔ اپنے دفاع کے لیے باپ کو پھنسا گئی"

وہ بلکل بھی سنجیدہ نہیں تھا اور خود فیاض صاحب تمام تر صدمے کے ہنس پڑے۔

بابا کی مسکراتی آنکھیں دیکھ کر وہ فوری ان کے ہاتھ کا بوسہ دیتا وہیں انکے گویا گلے ہی جا لگا اور اس بار وہ بھی افسردہ سہی پر شاہ ویر کو بلکل چھوٹے بچوں سا خود سے لپٹا کر گہرا سانس بھر کر رہ گئے۔

..________________________..

"یار! میں نے تجھے اس لیے نہیں تھا بتایا کہ تو ہاتھ دھو کہ میرے پیچھے ہی پڑ جائے۔ پلیز ماہ نور تم نے پرامسس کیا تھا کہ تم اسے دیکھنے کی ضد نہیں کرو گی"

مسلسل اپنی بازو چھڑواتا وہ کڑھتے ہوئے جان کے پیچھے پڑی ماہ نور کو ڈپٹے اور منت سماجت کرتے دونوں طریقے سے ٹال رہا تھا مگر ماہ نور بی بھی اپنے نمبر کی ایک تھیں، امیوشنل ہو کر جب بھائی کے سینے کا دفن راز جان لیا تھا تو اس لڑکی کو دیکھنے اور جاننے کی کوشش میں بھی یقیناً کامیاب ہو جاتی۔

"پلیز بھیا جانو نہیں ہیں آپ، دیکھا دیں ناں کون ہے۔ نام تو بتا دیں۔ پکا کسی کو نہیں بتاوں گی۔ اگر نہ بتایا تو میں بہت بہت رووں گی، آپ نے مجھ پر شاوٹ کیا اس کے ساتھ دس بیس لگا کر ممی بابا کو شکائیت کروں گی بتا رہی ہوں"

وہ جو اسے پتا نہیں معافی نامے کے چکر میں کیا کیا ٹھسوا کے لایا تھا اب ساتھ چلتی، انگلیوں پر اپنے ظلم گنواتی وہ دھمکیوں پر اتر آئی تھی اور وہ پورا بل کھائے رخ موڑے ہونق بنا اس بیلک میلر بہن کے اس روپ پر غش کھا بیٹھا۔

ماہ نور آگے سے بتیسی کی نمائش کرتی ہوئی مزید عبداللہ کو سلگا چکی تھی جو بیچارا اپنا پیر خود کلہاڑی تلے دے کر پچھتا رہا تھا۔

ماہ نور کو اپنی محبت والی داستان سنا کر وہ بس دوستانہ برادرانہ پیار کی فضا قائم کیے اسے اچھے اور برے انتخاب کے بارے سمجھا رہا تھا بس اسی دوران اس کے منہ سے اپنا ہی راز پھسلا اور وہ اپنی قسمت پھوڑ بیٹھا۔

"بس بس ڈرامے باز! کون کہتا ہے تم چھوٹی، ننھی اور کاکی ہو۔ ایک نمبر کی چڑیل اور بلیک میلر ہو قسم سے"

مرتا کیانا کرتا کے مصداق وہ خود کو کوستا آخر گھر کے قریب ہی پہنچ چکے تھے جب رکا اور بیچارگی بھرے غصے سے ماہ نور کی بتیسی سے چڑتا ہوا اپنا فون نکالنے لگا۔

"ایک ہی تصویر ہے اسکی وہ بھی ونگی سی، اگر اسے پتا چلا کہ میرے پاس اسکی ایک عدد تصویر ہے تو کیس کر دے گی۔ اور تمہارے چکر میں عبداللہ عارض صاحب دیداریار کی اس آخری نعمت سے بھی ہاتھ دھو بیٹھیں گے"

دہائیاں دیتا دیتا وہ فون کی گیلری کھنگال رہا تھا اور ماہ نور ہنستی ہوئی عبداللہ کے بیچارے بچارے پوز دیکھ کر محظوظ ہو رہی تھی۔

"دیکھا رہا ہوں لیکن اگر تمہاری چونچ سے یہ راز فاش ہوا تو قسم سے اس ہادی سے بڑے ریچھ کو تمہارا دلہا بنا کے لاوں گا"

عبداللہ اپنی ہی دھن میں جو کہہ گیا اس پر نہ صرف تصویر دیکھاتے عبداللہ کے ہاتھ رکے بلکہ ہنستی ہوئی ماہ نور بھی یکدم سنجیدہ ہوئی۔

"یار سوری !میری جان۔۔۔۔بکواس کر دیتا ہوں معاف کر دو"

فوری اسکی پھولی گالوں کو چھوئے پچکارتے ہوئے تلافی کی گئی مگر ماہ نور نے بنا کوئی لفٹ کرائے جھپٹ کر فون عبداللہ سے لیا اور آگے جو تصویر اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائی وہ ماہ نور کو ساری باتیں فراموش کیے خوشی سے اچھلنے پر اکسا گئیں۔

جب کہ عبداللہ کا دل مانو حلق سے اچھل چکا تھا۔

..________________..

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

"بس کر دے، کیوں اپنے اندر زہر بھر تا رہتا ہے۔ تجھے اپنی بھری جوانی تک کا کوئی احساس نہیں ہوتا ہادی۔ اس سب میں تیرے وجود کو مزید گرہن لگ رہا ہے۔ اور اپنی بدتر سے بدتر ہوتی ذات کے باعث تو اسی رفتار سے ماہ نور سے دور ہو جائے گا"

حماد چوہدری نہ صرف ایک امیر اور رئیس فیملی سے تعلق رکھتا تھا بلکہ زمین داری اور پرکھوں کی بے انتہا جائیداد سنبھالنے کے ساتھ ساتھ شوقیہ لیکچرار کی جاب بھی کرتا ہے، تین سال پہلے شادی کے بندھن میں جڑنے کے ساتھ ساتھ ایک سالا روحان کا باپ بھی بن چکا تھا۔

ہادی سے اسکی دوستی اپنی والدہ اور المیرا کے سوشل سرکل میں ساتھ ہونے اور دوستی کے باعث استوار ہوئی تھی۔

یہ بڑے پیمانے پر پھیلا کوسینوتک اسکی ملکیت تھا مگر وہ یہاں اکثر اوقات ہی آتا جب ہادی سکندر کے قدم اس گہری کھائیوں کی سمت بڑھتے۔

وہ ہادی کو کبھی اکیلا نہیں چھوڑتا تھا، بلکہ اسکی ماں المیرا کی طرح اسکی فکر میں گھلتا تھا۔

ابھی بھی وہ نجانے کتنے پیک پی چکا تھا اور تب بھی کمبخت نشہ نہ چڑھنے پر وہ تکلیف کے سنگ وہ زہر جان بوجھ کر اپنی رگوں کے اندر اتارتا جارہا تھا۔

مگر جب حماد سے یہ دیکھنا محال ہوا تو اس نے ہادی سے نا صرف وہ گلاس چھینا بلکہ ساتھ ہی وہاں ٹہلتے ویٹر کو اشارہ کیے ہادی کے آس پاس پڑے تمام ڈرنکس غائب کرنے کا اشارہ بھی کیا۔

"ملنی تو ہے نہیں وہ مجھے تو میں اپنی بھری جوانی کیوں سنبھالوں، جب یہ اسکے لیے نہیں تو کسی اور کے لیے بھی نہیں رہے گی۔ اور یہ زہر بھی نہ اتاروں اندر تو پہلے سے موجود زہر کا توڑ کیسے ہو گا۔ ہاں وہ مل جاتی مجھے تو سارے نشے

چھوڑ کر اسکی موجودگی اور دسترس کا نشہ کرتا اور ممکن ہے

اتنا۔۔۔۔۔۔۔اتنا سا سنور جاتا"

وہ اس وقت اجڑے حال میں تھا، جس طرح جان کنی کیے وہ اپنی انگلیوں کے بیچ زرا سا فاصلہ بنا کر سنورنے کی مقدار بتا رہا تھا، خود حماد چوہدری کا دل کٹ کر رہ گیا۔

"دیکھ ہادی! سب کچھ پیار ویار نہیں ہوتا زندگی میں۔ اللہ نے ہم انسانوں کو بہت سی ذمہ داریاں دے کر زمین پر اتارا ہے۔ رشک تو تب تھا ناں کہ تو اپنے باپ کے بجائے اپنی ماں جیسا بنتا۔ اصول پسند۔ برائی میں بھی کچھ اصول ہوتے ہیں یار"

حماد اسکے پاس ہی بار چیئر پر بیٹھا، کاونٹر پر اک کہنی ٹیکے دوسرے ہاتھ سے ہادی کا چہرہ تھپتپائے سمجھاتے ہوئے بولا مگر ہادی سکندر نے دردناکی سے اپنا سر جھٹک دیا، ادھر ادھر وہ پھر سے اسی زہر کی تلاش میں آنکھیں گما رہا تھا۔

"وہ المیرا کو میرے سامنے پیٹتے تھے، میرے سامنے انکو بد کردار کہا کئی بار اور۔۔۔۔۔وہ ظلم۔۔۔۔۔کئی بار میرے سامنے میری ماں کے منہ پر تھپڑ مارے اس شخص نے۔بیٹوں کے لیے اسکا آئیڈیل باپ ہوتا ہے لیکن ہادی سکندر کے لیے اسکی آئیڈیل اسکی ماں ہے۔۔۔۔۔تجھے بھی لگتا ہے میں المیرا جیسا نہیں ہوں، یار غور کیوں نہیں کرتے تم سب
۔۔۔۔تھوڑا۔۔۔۔اتنا سا میں المیرا جیسا بھی ہوں"

ایک بار پھر جانیوا ہوئے وہ انگلیوں کو وہی اشارہ کرتا حماد چوہدری کے دماغ کی چولیں ہلا گیا۔

"ہادی! تو جان ہے میری"

حماد نے دکھی ہو کر اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اسکے ہر زہر کا تریاق کرنا چاہا مگر ہادی نے اسکے ہاتھ جھٹک کر پرے کیے اور ترشی کے سنگ اسکے پیار کی نفی کرتا منہ موڑ گیا۔

وہ اس وقت لال آنکھیں لیے، اجڑا اور ابتر معلوم ہو رہا تھا۔

بے داغ چہرے کی رگیں بھانک حد تک ابھری اور گردش کرتے لہو سے حرکت میں نظر آ رہی تھیں۔

"اٹھا لے اسے، لے آنا میرے گھر۔۔۔۔۔ تیرا اور اسکا نکاح کروا دوں گا۔ اگر وہی تیرے اندر کی اذیت ختم کرنے کا واحد راستہ ہے تو تیری خاطر جان سے بھی جانا پڑا تو جاوں گا۔ بھلے مبین عارض سکندر اس گستاخی پر مجھے جان سے مار ہی کیوں نہ ڈالے"

حماد نے یہ غیر اخلاقی حل بہت مجبور ہوئے ڈھونڈا تھا اور ہادی نے اسکی اس واہیات پیشکش پر جھٹکے سے موڑا چہرہ سیدھا کیا اور اگلے ہی لمحے حماد چوہدری کا گریبان، ہادی سکندر کے ہاتھوں میں تھا جنکی رگیں ابھر کر سختی کا پتا دے رہی تھیں۔

"یہ حل پیش کرنے سے پہلے مر جاتا تو حماد چوہدری، اب اتنا بھی گھٹیا نہیں ہوں کہ اس لڑکی کی مزید رسوائی کا سبب بن جاوں۔ ہاں وہ میرے اندر کے حیوان کو انسان بنانے کا واحد ذریعہ ہے مگر یوں زبردستی اسے سب سے چھین کر میں نے اسکا ہاتھ بھی تھاما تو اپنی یہ حرکت صرف ہوس محسوس ہو گی۔ ہوس نہیں ہے مجھے اسکی سمجھا تو، وہ یہاں۔۔۔۔۔۔۔۔ادھر میرے سینے میں بستی ہے"

لہولہان، شعلے ٹپکاتی آنکھوں کے سنگ وہ حماد کے بھینچے چہرے کو تکتا بنا ارد گرد کے لوگوں کا لحاظ کیے دھاڑا تھا اور پھر جس طرح اپنے سینے کو ٹھوک کر اس لڑکی کی محبت کا اعلان کیا وہ حماد سمیت وہاں بیٹھے ہر فرد کو پتھر کر گیا۔

خود حماد نے اسکے ہذیانی انداز پر اسکا سینے پر برستا مضبوط ہاتھ جکڑ کر دلخراشی کے سنگ ہادی کا ضبط سے بھبھول چہرہ دیکھا۔

اسے اپنے کہے لفظوں پر شرمندگی تھی۔

"معاف کر دے مجھے، اچھا بس کر۔۔۔۔چل یہاں سے۔خود کو سنبھال، تماشا مت بنا یہاں"

حماد نے اپنی غلطی تسلیم کیے اسکے ٹھنڈا کرنے کی کوشش کیے سرگوشی کی مگر وہ اسے ٹکے کی بھی عزت نہ دیتا بری طرح جھٹک کر نہ صرف اٹھا بلکہ لڑکھڑائے بنا اس جگ مگ کرتی روشنیوں میں نہائی پارٹی کو چھوڑتا باہر نکل آیا۔

یہ ایریا خاص سیکورٹی ایریا کے بہت بعد میں بنا تھا جہاں کی پرمیشن اور باقاعدہ اس کو سینو کو چلانے کے لیے غیر قانونی طریقے اختیار کیے جاتے تھے، علاقے کی پولیس کو ہر ماہ اچھی اور تگڑی رقم فراہم کیے یہاں کا الگ تھلگ ماحول گرم رکھا جاتا۔

پھر بھی کبھی کبھار پولیس لے مخبروں کی یہاں پیش قدمی، گرفتاریاں اور چھوٹے موٹے پولیس مقابلے چلتے رہتے تھے جو بس کوٹہ پورا کرنے کی غرض سے ہوتے۔

ویسے بھی یہاں صرف طبقے کے امیر اور رئیس لوگ ہی آسکتے تھے کیونکہ اس کوسینو کا انٹری ٹکٹ ہی ہزاروں میں تھا۔

یہاں سے باہر ایک بہت بڑا پارکنگ ایریا تھا جہاں پورا ہال بنایا گیا تھا، اور اسی طرف سے یہ لوگ اندر داخل اور باہر آیا کرتے۔

ہادی نے اپنی گاڑی تک پہنچ کر سانس لی، نشہ تو نہیں چڑھا تھا مگر اسکے پورے جسم میں چیونٹیاں سی ضرور رینگ رہی تھیں، قدموں میں سکت نہ تھی اور پوراوجود یوں تھا جیسے ٹوٹ رہا ہو، کمر کے علاوہ اسکی کسرتی بازو پر بھی عجیب سی بھدی شکل کا خوفناک ٹیٹو آویزاں تھا، جو اس نے چڑھا رکھی تھیں، جیکٹ ہاتھ میں جس طرح پکڑ کر وہ لایا تھا وہ آدھی زمین پر گھسیٹی گئی اور

زمین کی دھول اوڑھ چکی تھی جسے ہادی نے بے دردی سے گاڑی کھولے اندر پھینکا اور خود گاڑی کے ساتھ لگ کر تیز تیز سانس بھرنے لگا۔

وہ اسے ایک بار پھر کال کرنا چاہتا تھا، کوئی اسے ماہ نور کی آواز تک پہنچنے نہ دیتا تھا، وہ ایک آخری بار اس سے بات کر کے یہ اذیت ختم کرنا چاہتا تھا۔

اسکی آنکھوں میں چھائی مردگی تب گہری ہوئی جب اس نے اپنے فون کو نکال کر ماہ نور کے نمبر کو کھول کر دیکھتے ہوئے اک دل چیڑتی سانس کھینچی۔

..________________________..

اس نے عبداللہ کے دل میں دھڑکتی وہ ماہ رخ دیکھ کر گھر آنے تک خوشی کا اظہار کیا تھا اور وہ ماہ نور کی ڈھیر ساری ہنسی اور مسکراہٹ میں راز افشاں ہونے کا صدمہ بھی فراموش کر چکا تھا۔

جب تک وہ واپس فارم ہاوس پہنچے تھے ماں تو سو چکی تھی جبکہ مبین بھی اپنے کمرے میں جا چکا تھا تبھی عبداللہ بھی اس چڑیل کو اسکے بیڈروم تک

چھوڑنے آیا جو اسکے کندھے سے جھولتی ہوئی کمرے میں آکر آنکھیں پٹپٹاتی ہوئی دونوں بازو عبداللہ کی گردن میں حائل کرتی کسی نئی فرمائش کے لیے منہ کھولنے والی لگ رہی تھی۔

"عبداللہ بھیا، ہم ناں واپس جا کر یہ ممی اور ڈیڈ سے ڈسکس کرلیں گے۔ آپ کی یہ پرنسیز آپکو مل جائے گی کیونکہ آپ جانتے ہیں جلال انکل، بابا جانی کے کتنے پکے اور بچپن والے دوست ہیں۔ اور کیا پتا بابا جانی اور ممی نے پہلے ہی آپکے لیے امل کو چن رکھا ہو۔۔۔۔۔۔"

اپنی آنکھوں میں دنیا بھر کی معصومیت اور یقین سجائے وہ جس طرح بولی، عبداللہ نے اسکے دونوں گالوں کو دباتے ہوئے اس گھی شکر کی مستحق زبان کی تعریف میں سراہا اور اسکا ماتھا چومتا ہوا مسکرا اٹھا۔

"تم میری سفارش کروگی اس سے، اپچولی میں اپنے سفارشی جمع کر رہا ہوں۔ کیونکہ مسلئہ مام ڈیڈ یا اسکے پیرنٹس کے ماننے کا نہیں بلکہ اس تھانیدارنی کا

ہے جو مجھے گھاس بھی نہیں ڈالتی تھی، اب تو اسے میں یاد بھی نہیں ہوں گا۔ بڑی وڈی بزنس وومین جو بنی پھرتی ہے"

ماہ نور کی خوشی اور جوش کے پیش نظر وہ اسے اگلہ معاملہ بھی سچائی سے گوش گزار کیے آخر میں مسکینی کے سنگ تاسف لیے بولا جس پر ماہ نور نے پکا والا سفارشی بننے کی حمایت میں سر کو جنبش دی جس پر عبداللہ کا یقیناً کئی کلو خون بڑھا تھا۔

اسے کیا خبر کہ وہ جس تھانیدارنی کو دیکھنے کے لیے بے تاب ہے وہ اسی شہر، اسی کوچے میں آن اتری ہے۔

"ہاہا اوکے پکا، امل آپی کے لیے یہ کڑوا گھونٹ بھر لے گی ماہ نور"

وہ تفاخر کے سنگ عبداللہ کو زچ کرنا کیسے بھولتی اور وہ دانت پھیستا ہوا اس بار اسکی گال سہی کھینچ کر آخر میں پیار سے تکتا شب بخیر کہے کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ ماہ نور نے خوشی کے سنگ اسکے جاتے ہی چینج کرنے کی نیت

باندھی مگر ہڈی کی پاکٹ میں تھرتھراتا خون اسے اس ارادے کو پس پشت ڈالنے پر مجبور کر گیا۔

وہ جو خوشی کے سنگ ممی یا بابا کی کال امید کرتی فون نکال رہی تھی، بنا کسی نام کے اس جانے پہچانے احساسات بہم پہنچاتے نمبر سے آتی کال پر ماہ نور کے چہرے پر زردی کھنڈی۔

ہاتھ اک بار تو کپکپایا، نفی میں سر کو ہلاتی وہ تیزی سے کال کاٹے فون کو کسی اچھوت کی طرح بیڈ پر اچھال گئی مگر اسکے فرار ہونے سے پہلے ہی وہ فون ایک بار پھر بج اٹھا۔

"کیوں کر رہے ہیں اب کال یہ، نہیں بات کر سکتی جانتے تو ہیں پھر بھی ضد پکڑ کے بیٹھے ہیں"

اپنے ستم پر وہ روہانسی ہوئی دوبارہ اس پھینکے فون کی جانب بڑھی اور دل میں امڈ آتے جذبات کا گلا گھونٹ کر ایک بار پھر افسوس سے بڑبڑاتی فون کاٹنے

لگی مگر بدحواسی میں وہ سمجھ نہ سکی کہ اس نے ہادی سکندر کی کال کاٹنے کے بجائے اٹھالی ہے۔

"ماہ نور!"

ٹھہری ہوئی پکار نے جیسے ماہ نور کے دل کے ساتھ ساتھ آنکھیں بھی منجمد کر دیں۔

"مائی ٹوئنکل سٹار! ایک بار مجھ سے بات کرلو، ورنہ میں خود کے ساتھ کچھ کر بیٹھوں گا"

اس شخص کی حراساں کرتی وحشت خیز، گھٹی آواز کے بلند ہونے پر ماہ نور نے کانپتے دل کے سنگ فون کان سے جوڑا جو اس تنہائی میں کھڑا بس اگلی ایک سانس کا طالب بنا کھڑا تھا۔

"کیوں جان نہیں چھوڑتے آپ میری ہادی سکندر! جانتے ہیں آپکی وجہ سے کتنا برا ہونے والا تھا۔ میرے بھائیوں کو خود سے زیادہ مجھ پر بھروسہ ہے،

کیوں آپ مجھے ان کے سامنے شر مندہ کر رہے ہیں۔ میں آپ سے بات نہیں کرنا چاہتی، نہ میں آپکی کوئی تکلیف کم کر سکتی ہوں"

اس لڑکی کے جلتے لہجے کی آگ نے کھڑے کھڑے ہادی سکندر کا عکس جلا دیا تھا لیکن وہ خود بھی تو اپنی آنکھوں میں نمی لیے تڑپ اٹھی تھی۔

"ٹھیک ہے تو مجھے بھی وہ طریقہ بتاو جو تم نے خود پر لاگو کیے ہادی سکندر کو اپنے دل سے نوچ دیا ہے، کیا پتا تمہارا طریقہ مجھے بھی راس آجائے ماہ"

وہ اذیت کی حدیں پار کیے ماہ نور کے دل میں شگاف ڈالتا بے رحمی سے پھٹ پڑا اور وہ کیسے بتاتی کہ وہ اسے اب بھی دل کے نہاں خانے میں چھپائے ہوئے ہے۔

اس امید پر کہ وہ ماہ نور کے لیے سنور جائے گا، اسے لینے آئے گا۔

چند آنسو ماہ نور کی کانچ آکھیوں سے بہہ کر رخساروں کو جلانے لگے اور وہ ستم ظریف شخص بمشکل سانس کھینچتا کسی آسانی کا منتظر تھا۔

"دوبارہ کال مت کریے گا ہادی، آپکی یہ کال ریسیو بھی غلطی سے ہوئی۔ آپ کچھ مت کریں بس کسی اچھی سے لڑکی سے شادی کریں، گھر بسائیں۔ اور مجھے بھی چین سے رہنے دیں"

وہ ٹوٹے لہجے میں اسکی سفاکیت پر دلبرداشتہ سی ہوئے کال کاٹ دینا چاہتی تھی مگر اس شخص کے سحر نے اسکے ہاتھ زنجیر کر دیے۔

وہ خاموش تھا اور اس خاموش لہجے کی کرلاتی ہوئی آہ، ماہ نور نے اپنی سماعت تک اترتی محسوس کی۔

"میں بہت چھوٹی ہوں ابھی، اپنے پیرنٹس اور بھائیوں کی نظر میں کم عقل۔ اگر وہ کہہ رہے ہیں کہ میری چوائز اچھی نہیں تو ایسا ہی ہو گا۔ بابا نفرت کرتے ہیں آپکے ڈیڈ سے، نفرت سے زیادہ وہ محرومیاں اور ناانصافیاں ہیں جو انکو آدھی رات نیند سے آج بھی جگا کر رلاتی ہیں"

وہ ستم گر نہ تھی، اپنے نام کی طرح معصوم اور پیاری تھی، رحم دلی اسکا وصف تھی مگر اس نے پھر بھی کسی اور کی سزا کے لیے ہادی سکندر کو مجرم نہیں بنایا تھا۔

وہ کرب ناک سا اسے چپ چاپ سن رہا تھا۔

"جب آپکے بابا نے المیرا تائی جان پر بہتان لگائے دھکا دیا تھا اور وہ گری تھیں، وہ آخری اینٹ ہونی چاہیے تھی ہادی اس شخص کے ظلم کی دیوار میں۔ المیرا نے اپنی دوسری اولاد کھوئی تب بھی آپکی سب سے بڑی خطاء یہ ہے کہ آپ اسی شخص کے گھر رہے، المیرا تائی جان بھی اپنی ایک اولاد کے قاتل کے ساتھ رہنے لگی کیونکہ انھیں ڈر تھا کہ وہی شخص انکی دوسری اولاد کا قاتل نہ بن جائے۔ آپ کا گناہ یہ ہے کہ آپ نے خود کو اور المیرا تائی جان کو اس درندے کے رحم و کرم پر چھوڑ کر کوئی سزا تک نہ دی"

وہ نرم اور درد میں گھرے لہجے میں کہتی کہتی اس شخص پر قیامت ڈھائے لمحہ بھر رکی۔

"اگر آپ اسی وقت اپنی ماں کو لے کر اس شخص سے دور چلے جاتے تو نہ آج آپ اس درجہ بکھرے ہوئے ہوتے نہ کسی میں ہمت ہوتی آپکو مجھ سے جدا کرنے کی۔ برے صرف ظلم کرنے والے تو نہیں ہوتے ناں ہادی، برائی کو چپ چاپ سہنے والے زیادہ بڑے گناہ گار ہوتے ہیں۔ آپ المیرا جیسے تب ہوتے اگر اپنی ماں کو اور خود کو ہارون سکندر کے شر سے بچا کر دور لے جاتے، اس شخص کو کوئی دھچکا لگا ہی نہیں۔ لگا ہوتا تو انھیں اپنے سارے گناہ اور ساری زیادتیاں ضرور پچھتاوے کی آگ میں جلاتیں"

وہ آنکھیں رگڑ کر بیڈ کی سمت چلتی بیٹھی اور پھر سے بھیگی آواز درست کرتی بنا ہادی کی مسماری کا احساس کیے مزید بولی۔

"ہمارے گھر میں کسی کو بھی نہ آپ سے نفرت ہے نہ المیرا تائی جان سے، صرف آپ دونوں کی قید سے ہے۔ میں خود اس انسان کی بہو ہرگز نہیں بننا چاہتی جس نے میرے بابا کو خون کے آنسو رلایا ہو، میرے چاچو جانی کو اذیت دے دے کر ملک بدری پر مجبور کیا ہو۔ جس شخص نے ہادی سکندر کو تباہ کر دیا ہو"

وہ ہچکیاں بھرتی رونے لگی، اسکے آنسو ہادی کو زندہ ڈبو دینے کے لیے کافی تھے۔

وہ بھی قہرناک چپ میں مبتلا خاموشی سے یہ سماعت میں سیسہ انڈیلتے لفظ برداشت کر رہا تھا۔

"وہ میرے لیے بندھی رہی ہیں ماہ، مجھے المیرا سے چھین لینے کی دھمکی دیتا تھا وہ۔ نہ میں المیرا کے بنا رہ سکتا تھا نہ وہ میرے بنا۔ ہاں میں قصوروار ہوں لیکن یہی میرا مقدر ہے"

بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوا تھا، بلا تمہید اپنے بے بسی کا پرچار کیے وہ اپنے موقف پر پہاڑ سا جما تھا۔

"سہی ہے ناں ہادی سکندر! آپ اپنا مقدر نہیں بدل سکتے اور میں ہم دو کا۔ آپ کو اپنی مجبوری عزیز ہے تو پھر مجھے بھول جائیں۔ ان حالات میں ماہ آپکی نہیں ہو سکتی۔ اپنی اس قہرناک پکار سے مجھے بے بس کرنے کی دوبارہ کوشش نہیں کریے گا ورنہ میں آپکو اس سے بھی زیادہ دکھ دینے والے الفاظ کا استعمال کروں گی"

وہ سادگی سے ہادی سکندر کو پوری جان سے ہلا گئی تھی اور وہ دم دینے کی اذیت سے دوچار اس زندگی کے رابطے کے جڑنے رہنے پر ہی سانس لے پا رہا تھا۔

"ماہ! میرے ساتھ ایسا مت کرو۔ میرا دل تمہارے لیے تڑپتا ہے"

اور وہ جو اس شخص کی آواز سے ہی جان ہار رہی تھی، اس سخت مگر بے اختیار سے حکم پر دم سادھ کر رہ گئی۔

"تڑپتا رہے، مجھے کوئی پرواہ نہیں۔ہادی میرے ساتھ ایسا مت کریں، مجھ پر میرے پیرنٹس اور بھائیوں کا حق، آپ سے پہلے ہے۔میں آپ جتنی سٹرونگ نہیں کہ تکلیف اور سوگ منا بھی لوں اور پھر مہارت سے اپنی سرخ آنکھیں ان سب سے چھپا بھی سکوں۔پلیز دوبارہ کال مت کیجئے گا"

وہ بے رحم بنے حکم صادر کیے کال منقطع کر کے ہچکیوں سے روتی وہیں ڈھیری ہوئے اپنی جلن چھوڑتی آنکھوں کو زور سے بند کر گئی جبکہ اس کٹی کال کو دیکھتیں وہ پژمردہ آنکھیں، بے یقینی اور آزردگی کے ساون سے بھر گئیں۔

..____________________..

"امل اب اٹھ بھی جاو یار، خالا ایک گھنٹے پہلے تم کو جگا کر گئی تھیں۔ دیکھو نماز کا وقت جا رہا ہے"

نیلم نے حسب معمول فجر کی نماز ادا کیے قرآن پاک کی تلاوت بھی مکمل کر لی تھی اور امل ویسے ہی باہر لاونج میں ہی کمبل چاروں اور لپیٹے گدھے گھوڑے بیچ کر سوئی پڑی تھی۔

نیلم اسکے سر پر پہنچے لحاف کھینچ کر اسکے کان کی اور جھک کر باقاعدہ باآواز بلند بولی مگر میڈم امل کے سوئے حواس بس اک جھٹکے سے بیدار ہوئے اور ساتھ ہی وہ مندی مندی آنکھیں کھولتی برے برے منہ بنائے نیلم کو دیکھنے لگی پھر یکدم اسکی گھوری پر مسکین سا مسکرائی۔

"ہاں ہاں۔۔ دیکھو اٹھ گئی"

امل نے شاید یہ عہد خواب میں لیا تھا مگر نیلم کے مسکرا کر سر سے ٹلتے ہی چہرے پر دنیا جہاں کی سستی اور کاہلی سجاتی کمبل ایک بار پھر سر تا پیر لپیٹ کر نیند میں غرق ہوئی۔

صبح نور سی وہ دوشیزہ مسکرا کر سر پر لیا آنچل درست کرتی اس ٹھٹھرتی سحر میں باغیچے کی سمت نکل آئی، کل رات تو جل تھل کرتی بارش اچانک رک گئی تھی مگر اب صبح صبح سیاہ ابر آلود بادلوں نے پورے نیلگوں فلک کو اپنے حصار میں لے رکھا تھا۔

وہ سہج سہج کے قدم رکھتی، نرم گیلی سبز گھاس پر اپنی نازک چپل میں مقید پاؤں آگے بڑھاتی ہوئی عین وسط میں پھولوں اور نئی کلیوں کے دل لبھاتے سراپوں کو تکتی تکتی مسکراتے نا جانے کیوں اداس سی ہوئی۔

دور پار درختوں کے دیو ہیکل جھنڈ اور پھر ان سے بھی پار پہاڑوں کے روئی کے گولوں سے مجسمے، ابر آلود سیاہ سحر میں درختوں کی محفوظ پناہوں پر بیٹھے چرند پرند جنگلی آوازیں گویا حمد و ثناء کے لیے ارد گرد حاوی کر رہے تھے۔

ہلکے پیلے رنگ کی فراک تلے پیلا ہی چوری دار پاجامہ، سر پر سلیقے سے ٹھہرایا ہوا ململ کا جادوگر آنچل جسکے سائے کا کوئی روح سے اسیر ہو چکا تھا۔

وہیں دیوانے پر قدرت نے رحم اتارنے کا فیصلہ لیا، دور آسمانوں کی ساتویں تہہ تک اک بجلی سے کڑکی۔

نیلم نے لمحہ بھر سہم کر آسمان کی جانب نظر ڈالی اور اسی لمحے آسمان کی وسعت سے گرتا یخ پانی کا قطرہ نیلم کی رخسار پر آ گرا جس پر وہ اپنی ہی دھن میں بے آواز کھکھلائی۔

اسے اس شہر کا سب سے زیادہ یہ نخریلہ موسم ہی بھاتا تھا، دھوپ کی سختی سے بے نیاز دوپہریں، حبس سے پاک راتیں، بارشوں کے لیے دعا مانگنے کی

ضرورت بھی پیش نہ آتی اور وہ باران رحمت، دل کے اچھے موڈ کے ساتھ کسی بھی لمحے زمین زادوں پر اپنا سایہ کرنے لگتی۔

"عشق! پیاس بجھانے کا نام نہیں بلکہ یہ پیاس بڑھانے کا پیمانہ ہے۔ جتنا اسے دیکھوں گا وہ میرے حواسوں پر سوار ہوتی رہے گی۔ کیا اس تک جاتے ہوئے یہ مختصر سے راستے کبھی میرے ہو سکیں گے؟"

دریچے سے جھانکتی وہ دیدار یار کی طلب میں بے کل ہوتی آنکھیں سکون پا رہی تھیں مگر وہیں دل کے نہاں خانے میں اک طلب، اک پیاس کا وجود بیدار ہو رہا تھا جو اچھے بھلے، مضبوط حواس کے مالک مبین عارض سکندر کے اندر باہر سب تہس نہس کر رہا تھا۔

وہ اپنے اور اس لڑکی کے بیچ کی یہ دوری، سانسوں کے ساتھ گن رہا تھا، کیا اس دوری کو عبور کرنے کی مہلت تک اس کے اندر سانس کا وجود باقی رہتا؟

وہ کھڑکی سے ہٹ کر دیوار سے جالگا، مزید دیکھنے سے اسے خدشہ تھا وہ کوزے میں بند کیے دریا کا کوئی بند توڑ بیٹھے گا۔

"جس دن یہ تشنگی ختم ہوئی سمجھ لینا مبین عارض، تمہارا عشق ناکام ہو گیا۔ اسے جی بھر کر کبھی نہ دیکھنا، کہ عشق زادوں کو زیب نہیں دیتا کہ وہ محبوب من کو ایک تو جاگتی آنکھوں سے تادیر دیکھیں دوسرا جی کے بھر جانے تک دیکھتے رہیں۔

وہ سنا نہیں تم نے، محبت کا پہلا قرینہ ادب ہے"

وہ اپنی آنکھوں میں اس لڑکی کے لیے خمار، سرور اور بے اختیاری بھانپ کر خوفزدہ تھا تبھی مزید اسکے دیدار سے انکاری سا پلٹ گیا، سانسوں کا تکان سے دھڑکن سے گڈمڈ ہونا اسے ایک بار پھر نڈھال کر گیا، ایک بار پھر ماں سے اس شہزادی کے روح زمین پر وجود کے ممکن ہونے کی یقین دہانی کا ارادہ اس نے وہاں سے جاتے ہی کیا تھا۔

جبکہ نیلم، ہر سائے سے انجان سی کیاریوں سے تمام فالتو پتے جمع کیے انھیں جلا کر اب گم صم سی اس دھویں کو دیکھ رہی تھی جب سحر نے صبح کا دامن تھاما وہیں چپکے سے امل نے نیلم کو باہوں میں حصار کر اسکی گال سے گال جوڑے نیند سے بھری آنکھوں کے باوجود مسکراہٹ دی۔

"گڈ مارننگ پہاڑوں پر اتری اپسراہ"

امل کا لاڈ نا چاہتے ہوئے بھی نیلم کی تمام اداسی بھگا لے گیا۔

"ہوگئی مارننگ، کھل گئی آنکھ۔۔۔ پر نماز کا وقت تو قضا کر دیا ناں"

امل کی لاپرواہی جتاناوہ لاڈ میں بھی نہ بھولی جبکہ امل صاحبہ نے دانتوں تلے زبان دی۔

"اوپس۔۔۔ سوری ناں۔ کل سے پکا اٹھوں گی پرامسس۔ یار تمہیں تو پتا ہے تمہارے لاڈ پیار سے جگانے والے پیارے طریقے سے کہاں اٹھ سکتا ہے کوئی۔ ہاں کان سے گھسیٹ کر اٹھاتی تو میں اٹھ بھی جاتی۔۔۔

جب تم یہاں نہیں ہوتی تو اماں یہی فارمولا آزماتی ہیں"

امل نے شرارت سے ہنستے ہوئے جو نایاب معلومات بہم پہنچائیں اس پر نیلم بھی ہنستی ہوئی امل کی اپنے گرد بازو کھول کر روبرو آئی اور زرا چہرے پر منصوعی سختی سجائے ڈانٹنے کا سنجیدہ طریقہ اختیار کیا۔

"بہت اچھا کرتی ہیں خالا جان، ایک نماز ہی تو ایسی آسانی ہے جو ہر کوئی پورے آرام سے کیش کروا سکتا ہے، کتنی آسان سی عبادت ہے اللہ کو راضی رکھنے کے لیے، اور ہر ہر لفظ کو دہرانے اور ہر سجدے پر ڈھیروں ثواب ملتا ہے۔ آئیندہ ایسا مت کرنا"

نیلم کا ڈانٹنا اور سمجھانا بھی اتنا پیارا تھا کہ امل کو اس پر ڈھیر سا پیار امڈا۔

"کتنا پیارا ڈانٹتی ہو یار قسم سے، ایسی ڈانٹ سننے کے لیے تو میں کچھ بھی کر گزروں"

گلے سے زوردار طرح لگتی وہ گویا کچھ زیادہ ہی شوخی ہوئی جبکہ نیلم اسے آبرو اچکائے گھوری سے نوازتی دگنی پیاری لگی لیکن امل کا شرارتی چہرہ کسی نئی شرارت پر گدگدی دیتے تاثر میں ڈھلا۔

"ہاہا ویسے میں کیا سوچ رہی تھی، کہ تمہارے لیے ہمیں کوئی پانچ وقتی نماز پڑھنے والا مولوی ڈھونڈنا پڑے گا، ورنہ اجکل کے لڑکے کہاں ہیں ایسے دین دار۔ فیشن، جمنگ، اور نخرے آچکے ان میں"

امل نے پر سوچ ہوتے ہوئے وہیں جھک کر شاخ پر کھلا بہت خوبصورت سا پھول اس بے دردی سے توڑا کہ نیلم نے دل پر ہاتھ رکھے فورا سے بیشتر خفگی سے امل کے اس ہاتھ پر تھپڑ رسید کیا اور امل نے پھر بھی دانت نکالتے وہ پھول جھٹ سے اپنی ٹیل پونی کے اندر لگائے ملکہ حسن بنے سجایا۔

"مولوی ہی کیوں بھئی، اللہ کیا صرف مولویوں کو ہدایت دیتا ہے بس۔ میرے لیے وہ کوئی ایسا چنے گا جو پانچ وقت اللہ کی بارگاہ میں حاضر ہوتا ہو گا۔

اور وہ لک وائز بھی بہت سوبر ہو گا سمجھی۔۔۔ اور میں نے تمہارا ہاتھ باندھ دینا امل اگر تم نے دوبارہ پھول توڑا۔ کتنی ظالم ہو تم"

امل کے سوال کر خفگی سے جواب دیتی وہ آخر تک اسے اب زرا سنجیدہ ڈانٹ چکی تھی مگر امل صاحبہ تو نیلم کی باتوں پر ہی تھمی ہوئی تھی، اب ایسا آل ان ون والا پپیں وہ نیلم کے لیے کہاں سے لائے۔

ہائے ری قسمت! ننھی سی جان پر یہ پہاڑ ذمہ داری جو ڈھے گئی تھی۔

"اور کوئی خوبی جو رہ گئی ہو میڈم، کیونکہ بار بار میں تمہارے پرنس کو ڈھونڈنے چراغ لے کر دنیا نہیں گھوم سکتی۔ ایک ہی بار پتا دو اپنے پپیں کے اندر کی ڈیمانڈز تاکے نہ ملے تو اسے آرڈر پر دے کے بنوایا جاسکے"

امل کی جانب سے زرا سا فاصلے پر جم کر بھرپور ڈھیٹائی اور عاجزی کا مظاہرہ کیا گیا تھا مگر اس سے پہلے نیلم اسکی آخری بات سمجھتی، امل نے قہقہہ لگاتے ہی لان میں ہی دوڑ لگادی اور نیلم کا دل چاہا امل کی چٹنی بنادے۔

"امل !۔۔۔امل تم ناں۔۔ تم بہت خراب ہو گئی ہو۔رکو،رکو میں تمہیں بتاتی ،تمہارے والا آرڈر پر بنے گا بچو۔۔۔۔ آج نہیں بچتی تم نیلم کے ہاتھوں"

امل کھنکتی ہنسی لیے آگے آگے دوڑ رہی تھی جبکہ نیلم اپنا ململ کر آنچل بمشکل سنبھالتی ہوئی امل کو دبوچنے کے جتن کرتی خود ہی ہنس رہی تھی۔

اور ان دونوں کو یوں ہنستا مسکراتا دیکھ کر ٹیرس سے جھانکتی مناحل بھی مسکرائے بنا نہ رہ سکیں۔

"ہاہا رک جاو یار میرا دل دھک دھک کر رہا ہے، تم نے تو مجھے سکول کے شرارتی بچے یاد دلا دیے۔وہ بھی نیلم ٹیچر کو اپنے پیچھے یونہی بھگاتے ہیں"

نیلم کی نازکی اتنی تھی کہ وہ زرا سی بھاگ کر ہی ہانپ اٹھی اور چہرہ یکدم سرخیوں میں ڈھلا جس پر ہنسی دباتی شرارتی سی امل بھی رک کر،لپک کر نیلم تک پہنچی۔

"ہاہا نیلم ٹیچر ہیں ہی اتنی پیاری، ویسے مزاق کے علاوہ۔۔۔ میری دعا ہے تمہیں تمہاری چوائز کا ہی بندہ ملے۔۔۔۔۔۔۔ہاں آرڈر پر بنوانا ہو اتو مجھ سے رابطہ کرنا"

پہلی بات بڑے پیار سے کہتی وہ آخر تک کہہ کر اب یہیں نہیں بلکہ سیدھا اندر بھاگی تھی۔

"اب اتنی جلدی اٹھا دیا ہے تو ناشتہ بھی بنا کے دو اپنے ہاتھ کا نہیں تو میں نے فرش پر لیٹ کر پیٹنا ڈال کر پورا شہر اپنی چینخوں پر اٹھا لینا ہے نیلم ٹیچر"

بھاگتی بھاگتی بھی وہ ہانک لگائے چلائی اور اسکے اندر گم ہوتے ہی نیلم بھی چہرہ ہاتھوں میں چھپاتی مسکرادی۔

"پلیز اللہ جی، میری اس کل کائنات کے لیے بھی کوئی بہترین ساتھ چنیے گا۔ جو اسکی طرح زندگی کے وجود کو اپنے ارد گرد ثبت کرنے کا ماہر ہو"

وہ مسکراہٹ جلد ہی دعاوں کا روپ دھار گئی تو وہ اک نظر ہلکی ہلکی کن من کی شروعات کرتے آسمان کی جانب اٹھائے چہرے پر خوشی سجاتی اندر بڑھ گئی۔

ایک بار پھر وہ آنچل اوجھل ہوا تو اسی کھڑکی کے پار سے چاند نمودار ہوا، ہاں وہ چاند اب بوکھلایا ہوا تھا۔

اسے نیلم کے وہاں سے چلے جانے کے بعد بھی اس جگہ سے انس محسوس ہوا۔

کھڑکی کے اس پار اسے اوجھل پائے گویا دل میں ہلچل بھی مچی تھی۔

دل نے کہا" تھوڑا انتظار کرو، وہ پھر لوٹے گی"

دماغ کے کہا" پلٹ جا مبین عارض، پہلے آنکھوں میں دیدار کے تقاضوں کو پورا کرتا جنون لا، تیری نظریں اس کے دیدار کے لائق نہیں"

دل بولا "تو کیوں پھر وہ جا کر بھی کسی منظر سے جاتی ہوئی محسوس نہیں ہوتی"

مبین عارض کا دل پھڑ پھڑا یا۔

دماغ چینخ اٹھا "کچھ نہیں ہوتا یہ عشق، فقط فتور ہے، چھل ہے" دماغ کی چینخ نے مبین عارض کا حوصلہ پست کیا۔

دل ایک آخری طرف داری میں چلایا۔۔۔

"نہیں! رب نے اس شوخ بدن کے دیدار کو گر اس دل جلے کی آنکھوں کا رزق بنایا ہے، مجسم روح کے اندر اتارا ہے، سر تا پا تشنگی بنایا ہے، تو وہی رب ہی مبین عارض کے سارے دردوں، بے چینیوں اور بے اختیاریوں کا مداوا بھی کرے گا۔"

مبین عارض کی بگھڑی حالت لمحے میں سنبھل گئی، وہ اسکی بشام جان تھی، جو اسے مہک دار کر رہی تھی۔

ذہن کی آخری بازگشت، اب اس خوشبو تلے کہیں دفن ہو گئی۔

"وہ بے چینی ہی کیا، وہ دکھ ہی کیا وہ بے اختیاری ہی کیا جس کا مداوا ہو جائے______"

ذہن کی ہر بات ان سنی کر دی گئی۔

..________________________..

"بھئی اب آپ سب واپس بھی آجاو، ہم تو اپنے فارن بزنس ٹور سے واپس آتے ہی گھر کو سونا اور ویران دیکھ کر بور ہو رہے ہیں"

ناشتہ کرنے کے بعد وہ سبھی لاونج میں ہی بیٹھے خوش گپیوں میں مصروف تھے جب مہ جبین کی آتی کال نے ان سبھی کو متوجہ کیا، وڈیو کال کی گئی تھی تو خود ہی عبداللہ سب کی جانب فون گمائے، والدہ کی بیقراری بہم پہنچا تا دانت نکال رہا تھا۔

مان میڈم تو ابھی بھی بلی کے اس کیوٹ بچے کے پاس بیٹھی اسے کچھ کھلانے میں مگن تھی جب عبداللہ کے فون سکرین سامنے کرنے کر مسکرا کر ہاتھ ہلائے واپس اپنے کام میں لگ چکی تھی جبکہ مبین صاحب کافی کا بھاپ اڑاتا کپ تھامے سیپ بھرتے ہوئے رسان سے مسکرائے جبکہ ماہ نور کی کھوئی ہوئی مسکراہٹ کا ماہ جبین نے شدت سے نوٹس لیا مگر ان کے دریافت کرنے سے پہلے ہی سکرین میں وجیہہ سے عارض سکندر شامل ہو چکے تھے۔

" بلکل یار، ماہ جبین ٹھیک کہہ رہی ہیں۔ ہم بوڑھے تم سب کی اتنی لمبی جدائی بھی نہیں سہہ سکتے اب۔"

پر شوق اور جوشیلا انداز لیے عارض صاحب نے اپنی موجودگی کا ثبوت دیا جبکہ عبداللہ اب کچھ ایسی پوزیشن میں تھا کہ سب ہی سکرین میں نظر آرہے تھے۔

"ارے یار ابھی تو ہم نے بہت سے پہاڑ سر کرنے ہیں، مان نے یہاں کے سارے زخمی بلے بلیاں ٹھیک کرنے ہیں، آپکی ماہ نور نے یہاں کے سب ڈھابوں کا مال و اسباب ٹھوسنا ہے اور آپکے ان چاند صاحب نے شاعری کی نئی کتابیں لکھنی ہیں۔ ابھی ہم نہیں آنے کے میرے عزیز"

چونچال پنے کی حد کرتا وہ جس طرح پھیلا اسکی بات پر سبھی مسکرا اٹھے سوائے ماہ نور کے جو بس منصوعی سا وہاں حاضر تھی اور ماہ جبین کے جنکی نظریں اتنے دور سے بھی اپنی شہزادی کے دل تک جھانک چکی تھیں۔

"ارے ڈھابے سے یاد آیا، تم لوگ امل کچن گئے یا نہیں۔ مناحل بھابھی کا کچن ریسٹورنٹ ہے یار۔ مسٹ وزٹ کرنا۔ جلال کے سامنے اگر میں نے یہ کہا ہوتا وہ میرا گلا گھونٹ دیتا بٹ یس وہ جگہ واقعی قدرت کے شہکار بہت قریں سے محسوس کرنے کا خوبصورت ذریعہ ہے"

اپنی ہی دھن میں عارض سکندر کے اس انکشاف نے اور کسی کو متوجہ کیا ہو یا نہیں، اداس سی بیٹھی ماہ نور جہاں اچھلی وہیں عبداللہ نے ہونق بنے منہ کھول لیا اور وڈیو میں نظر آتے، بابا کا چہرہ حیرت سے دیکھنے لگا۔

"امل کچن! مطلب مناحل آنٹی یہاں رہتی ہیں"

عبداللہ کے سوال نے سبھی کی توجہ کھینچی خاص کر ماہ جبین کی۔

"ہاں ہمیں بھی کل ہی علم ہوا، میری ان سے اچانک ہی کال پر بات ہوئی تھی۔ جب اس نے باتوں ہی باتوں میں امل کچن کا ذکر کیا تو تب ہمیں پتا چلا کہ وہ مری شفٹ ہو چکی ہیں۔ کافی ٹائم سے رابطہ نہیں تھا ناں ہمارا۔ لیکن آپ سب وہاں جانا اور مناحل سے ضرور ملنا۔ ہو سکے تو انھیں گھر انوائیٹ بھی کرنا۔ اوکے"

ماہ جبین کی دی وضاحت پر وہاں سبھی متوجہ تھے مگر دل تو بس دو کے دھڑکے تھے، لیکن یہ کیفیت بہت وقتی تھی۔

"کیا فائدہ، امل تو نہیں ہو گی وہاں۔۔۔۔۔وہ تو اپنے ڈیڈ کے ساتھ ہو گی"

مایوس سا منہ بنائے وہ بڑبڑاتا ہوا فون ماہ نور کو پکڑائے فریش ہونے کا بہانہ کیے غائب ہو گیا جبکہ اب ماہ نور کی موہنی صورت پر ماہ جبین اور عارض سکندر صاحب کی نظر تھی اور ساتھ اک طرف مبین اور دوسری طرف آ کر مان بیٹھ چکی تھی۔

"اور ہمارا یہ چھوٹو سا بے بی کیسا ہے، مما کو مس کر رہی ہیں ہماری جان"

ماہ جبین کا محبت سے پوچھا احوال،ماہ نور کی آنکھیں نم کرنے لگا تھا مگر وہ بہت باہمت تھی اور فوری رو تو سا منہ بنائے سر ہلا گئی جبکہ مان نے اسے دبوچ کر گویا ماہ جبین کے حصے کا پیار لٹایا۔

"اور جناب اب واپسی کا ارادہ فرمائیے، کیونکہ ہم نے کچھ سوچ رکھا ہے۔ ہمیں پوتے پوتیاں دینے کا کوئی ارادہ ہے یا نہیں مبین صاحب"

عارض سکندر کی تمام تر توجہ اب مبین کے سنجیدہ چہرے کی جانب تھی جو بابا کے اس سوال پر غائب دماغی لیے حیران سا ہوا۔

"عارض صاحب! سنیے ناں۔ ابھی مت بات چھیڑیں۔ بچوں کو آ لینے دیں"

سکرین سے ہٹ کر گویا ماہ جبین نے اشارہ کیے عارض کو روکا جو فوری ہنسی دبائے آنکھ ونگ کیے مسکرا اٹھے۔

"ہماری بیٹی وہاں بور تو نہیں ہو رہی ناں، یہ سب آپکو گھما پھرا تو رہے ہیں ناں"

اب کی بار ماہ جبین نے پیار سے مان کی پیاری صورت دیکھتے پوچھا۔

"جی تائی جانو! میں بہت انجوائے کر رہی ہوں"

وہ بھرپور خوشی ہمکتے لہجے سے بولی۔

مقابل مطمئین سی مسکراہٹ اتری اور ماہ جبین ان سب کو مزید انجوائے کا کہتیں فون بند کیے اپنی ساری توجہ عارض سکندر کی جانب مبذول کیے ادا کے سنگ اپنے چہرے پر لہراتی باوری سی لٹ، اس سے پہلے ہاتھ بڑھا کر چھوتیں، یہ فریضہ ہوش ربا حسن کو تکتے عارض نے ادا کیے وہ زلف کی لٹ آہستگی سے ماہ جبین کے کان کے پیچھے اڑسائی اور وہ نا چاہتے ہوئے بھی عارض سکندر کی آنکھوں میں امڈتے شوخ سے اظہار پر پر بہار سا مسکائیں۔

"کیا آپ نے ارادہ بدل لیا ہے ماہ جبین! ہم نے یہی طے کیا ہے ناں کہ عبداللہ کے لیے مناحل اور جلال کی بیٹی امل اور مبین کے لیے اپنی مان ہو گی تو پھر بتانے سے کیوں روک دیا"

وہ ماہ جبین کی پیشانی پر عقیدت سے لمس پہنچاتے جب روبرو ہوئے تو سنجیدگی حاوی تھی اور انکے یوں استفسار پر ماہ جبین بھی چہرے پر سنجیدہ رنگ لے آئیں۔

"کیونکہ ہم تھوڑے الجھے ہوئے ہیں، تینوں معاملات میں"

ماہ جبین کا دل خدشوں میں گھرا تھا۔

"آہاں! کچھ مجھے بھی سمجھائیے۔ کیا خدشات ہیں آپکے؟"

وہ نرمی سے ماہ جبین کا ہاتھ تھامے بولے۔

"مناحل کے حوالے سے، وہ کیا پتا جلال کے امل کے لیے کیے اس فیصلے میں ایک بار پھر ضدی ہو جائیں۔ آپ تو جانتے ہیں ان دو لوگوں نے ضد اور انا کے پیچھے الگ الگ شہروں میں رہائش کیے، ایک دوسرے سے دوری بنائے بچاری امل کو بھی دربدر کر رکھا ہے، وہ پندرہ دن مناحل اور پندرہ دن جلال کے ساتھ رہتی ہیں"

ماہ جبین کے چہرے پر اداسی ٹھہری وہیں وہ لحظہ بھر خاموش ہوئیں۔ عارض کی توجہ انہی کے لفظوں کی جانب تھی۔

"تو کہیں پھر سے ضد آڑے نہ آجائے، سنا ہے مناحل کی بہن کا بھی بیٹا ہے اور آپ جانتے ہیں ناں اس پر ان دو کا پہلے بھی سنگین جھگڑا ہو چکا ہے۔ بس اس لیے تھوڑے پریشان ہیں۔ جب سے عبد اللہ کے فون میں ہم نے امل کی تصویر دیکھی ہے ہم اس معاملے میں مزید فکر مند ہیں"

ماہ جبین جب بات مکمل کیے چپ ہوئیں تو عارض سکندر نے انکا مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیے مرکوز نگاہوں میں سمویا۔

تو گویا عبد اللہ صاحب کا راز انکی والدہ پر پہلے سے عیاں ہو چکا تھا، یہ تو وہ حساب تھا۔ جانے نہ جانے، گل ہی نا جانے، باغ تو سارا جانے ہے۔

"اور مبین عارض سکندر کے بارے میں آپکا خدشہ کیا ہے؟"

وہ اب دوسری الجھن دریافت کرتے گویا ہوئے۔

"وہ عام نہیں ہے عارض صاحب! وہ بہت خاص ہیں۔ تبھی انکے دل کی خاص کشش سے ڈرے ہیں۔ کہیں انکے دل میں ماں کے علاوہ کوئی عکس موجود نہ

ہو، اس لیے ہم ایک بار اس سے یہ معاملہ روبرو ڈسکس کرنا چاہتے ہیں۔ مان کے ساتھ کوئی ناانصافی نہیں کر سکتے ہم لیکن پھر بھی مبین عارض کے جذبات کو ہمیں تسلیم کرنا ہو گا"

ماہ جبین متذبذب سی یہ کہتے ہوئے عارض سکندر کی آنکھوں کو تکنے لگیں جہاں ان سے دگنی فکر درج تھی۔

"بے شک تسلیم کرنا ہو گا، اور تیسرا معاملہ ؟"

عارض سکندر نے یکدم ہی لہجہ زرا تیز کیے تیسری متوقع کشمکش کو بھانپتے ہوئے ماہ جبین کے جھجکتے تیور گہرائی سے دیکھے۔

"ماہ نور! ہماری پھول جیسی ننھی گڑیا کے دل کی اداسی۔۔۔ ہمیں محسوس ہوا ابھی کہ وہ بولائی سی تھیں۔ ہادی سکند۔۔۔"

ماہ جبین کے حسرت سے بات مکمل کرنے سے پہلے ہی عارض نے ناپسندیدگی کے سنگ انکی بات کاٹ ڈالی۔

"نام مت لیں اسکا، ایک نمبر کا بد معاش اور لوفر بن چکا ہے وہ۔ اگر ہارون سکندر نامی شخص کا خون نہ بھی ہوتا ماہ جبین تو میں کبھی بھی ایسے شخص کا سایہ تک اپنی بیٹی پر پڑنے نہ دیتا۔ وہ تو پھر ظالم باپ اور بزدل ماں کا بیٹا ہے۔ پر ہونے کے باوجود اڑان نہ بھرنے والے پرندوں کو تو اپنے ماں باپ گھونسلے سے دھکا دے دیتے ہیں، اتنی بے وقعت اوقات ہو جاتی ہے انکی۔ اور وہ شفاف پانی سے دھل بھی آئے تو اپنی کم ہمتی کا داغ نہیں دھو سکتا۔ مرد ہے تو ہمت دیکھائے، اپنے باپ کے کرتوت بے نقاب کرے اور اسے سزا دلوائے تب مانوں گا کہ ہادی سکندر ہمارا خون ہے اور اس وقت سے پہلے میں ماہ نور کا نام تک اس کے ساتھ برداشت نہیں کر سکتا"

اور وہ بہت کم مشتعل ہوتے تھے مگر سوائے اس ایک معاملے کہ جو انکے زخم تازہ کر دیتا۔

انکا غیض وغضب جاگ جاتا، اپنی سڑکوں پر گزاری راتیں یاد آنے لگتیں، اپنی اہانت اور ذلت کا قصہ آنکھوں کے آگے ناچنے لگتا اور ماہ جبین کے

چہرے پر اداسی ڈھل آتی دیکھ کر وہ جو طیش میں کھڑے ہو چکے تھے واپس اپنی جگہ پر بیٹھ کر دونوں ہاتھوں میں ان کا چہرہ تھام گئے۔

"ایسا نہیں ہے ماہ جبین کہ میں ہادی سے نفرت کرتا ہوں، یا المیرا آپی پر غضناک ہوں۔ میں بس انکی بزدلی اور کم ہمتی پر نالاں ہوں۔ اگر وہ ہمت کرتے تو یہاں آسکتے تھے ناں، میں ان دو کے لیے اپنے گھر کے دروازے بند تھوڑی کرتا۔ تو پلیز آپ مجھے اسکا ذکر کر کے وہ گزرے ماضی کا کربناک وقت مت یاد دلایا کریں۔ مجھے آفس پہنچنا ہے، خدا حافظ"

اپنے الفاظ کو ہر ممکنہ نرم رکھے بھی وہ ان کی نامرادی اور آزردگی چھپا نہ پائے اور الوداعی بوسہ ماہ کی جبین پر سونپتے تیزی سے وہاں سے اوجھل ہو گئے جبکہ ماہ جبین کے پاس اب سوچنے کے لیے بہت کچھ تھا۔

..______________________________..

امل کچن کی تو آج رونق دوبالا ہو گئی تھی، ایک نہیں دو دو پریاں اتر آئی تھیں۔

"خالا جان، اسے کان سے پکڑ کے لے آئی ہوں، آج یہ اپنے نام پر بنے اس کچن کے سارے برتن مانجھے گی۔ بھئی خالی خولی نام کا کریڈٹ کیوں لے یہ، کام تو سب آپ کرتیں"

نیلم اپنا کینوس اٹھوا کر یہیں کچن کے ساتھ بنی راہداری پر قطار در قطار کھلے غیر ملکی اور منفرد پھولوں کے ساتھ لگواتی عمر کو جانے کا اشارہ کرتے ہی ڈھیر ساری چاکلیٹس بھی دے چکی تھی جبکہ امل صاحبہ، اب منہ بگھاڑ کر یہاں وہاں نظریں گما کر جائزہ لے رہی تھیں۔

کچھ نئے غیر ملکی سیاحوں کو کافی اور کیک سرو کیے جب تک مناحل ان تک آئیں، امل تو دو تین پھول عادت سے مجبور ہوئے توڑ کر اپنے ہیر بینڈ میں

مقید بالوں میں گھسا چکی تھی جبکہ نیلم اپنا کینوس سیٹ کیے مسکراتی ہوئی تمام رنگوں کو ترتیب سے رکھ رہی تھی۔

موسم ایک بار پھر بدل چکا تھا، صبح کی ابر آلودی اب بس کہیں کہیں بادلوں کے جمگھٹے کی صورت رہ گئی تھی اور الوہی کرنیں زمین پر بکھیرتا سورج ہر دو منٹ بعد کسی ہم نشین بادل کے گولے کے پیچھے جا چھپتا اور یوں پوری وادی پر ابر چھا جاتا۔

"اس نے مدد کروائی ناں نیلم تو پھر حقیقی مدد کے لیے فوج بلانی پڑے گی"

مناحل تو فراغ دلی سے امل کی کوالیز کو نظر انداز کیے بچاری معصوم بچی کی جان لے گئیں۔

نیلم کی ہنسی اور اماں جان کی میٹھی بے عزتی کرنے پر وہ پھونک مارتی اپنے ہاتھ میں پکڑے چھوئے موئے بھبھول پھول کی ساری پتیاں اڑا گئی۔

اور اس شغل پر خود بھی ہنس پڑی کیونکہ وہ بھبھول پتیاں مناحل کے بالوں میں جا پھنسی تھیں۔

"اماں۔۔۔ میرا مطلب مس مناحل اب ایسا بھی انڈر اسٹیمیٹ نہ کریں مجھے، اسلام آباد میں بہت بڑی سیمینٹ کی فیکٹری یہ بندی ہی چلا رہی ہے، یہی نہیں ابا کے دوسرے بزنس میں بھی میرے یعنی ماہ بدولت کے لے اوٹس ہی سیلکٹ ہو کر مارکٹنگ تک جاتے ہیں"

اپنی زلفیں ادائے تفکر سے کندھوں سے پرے سرکاتی وہ اک اک لفظ چبا چبا کر بولی تھی اور مناحل نے بس خفیف سا گھورا کیونکہ انھیں امل کے منہ سے اس جلاد شخص کی کوئی بھی بات گوارا نہیں تھی تبھی اس وقت بھی وہ ہنستے ہنستے نا صرف سنجیدہ ہو چکی تھیں بلکہ امل کو خفا سی گھوری سے نواز کر اپنے کسٹمرز کی سمت بڑھ گئیں جبکہ امل کو بنا سنبھلنے کا موقع دیے نیلم نے اسکی بازو دبوچے اپنے ساتھ چلایا۔

"چلو میرے ساتھ آو پھر تم"

نیلم نے اپنا میز پر رکھا کچھ ضروری سامان اٹھایا اور وہیں پچھواڑے کی سمت بنے خوبصورت سے کھلے سر سبز احاطے کی سمت لے آئی جہاں عمر پہلے ہی نیلم کا کینوس سیٹ کر کے جا چکا تھا۔

"یار! تمہارے تو سارے کام انوکھے ہیں، چلو آج وہ سامنے والے پھول اور انکا ایریا ڈرا کرو تو مانو تمہاری مصوری کو"

نیلم کو اپنے کام میں ماہر طریقے سے تمام لوازمات سیٹ کرتا دیکھ کر امل کے دماغ میں بجلی چمکی، بیٹھے بیٹھے نیلم کو چیلنج کرنے کا خیال آدمکا۔

امل کے اس چیلنج پر جہاں وہ مغرور سی ہو کر مسکرائی وہیں کوئی اور بھی مسکرا اٹھا تھا۔

دیدار یار، ایک بار پھر اتنی حسین طرح کہ باقی تینوں کے امل کچن میں داخل ہونے کے باوجود وہ وہیں رک کر مبہوت ہوئے نیلم کو ہنس ہنس کر کسی سے بات کرتا دیکھ رہا تھا۔

وہاں سے امل دیکھائی نہیں دے رہی تھی کیونکہ وہ کچن کی عمارت کے پیچھے چھپی ہوئی درخت کے ساتھ جڑھ کر کھڑی تھی۔

مان، ماہ نور اور عبداللہ حسب توقع بہت مودب ہو کر مناحل سے مل رہے تھے جو آگے سے سبھی کو پیار لٹاتی ہوئی دیکھ کر خوش آمدید کہہ رہی تھیں۔

"تم مجھے چیلنج کرنے کی کوشش کر رہی ہو، سوچ لو؟"

اپنے ململ کے آنچل کو اس نے شانوں سے لے جاتے کمر پر باندھ کر بندھی زلفوں کی اکا دکا لٹوں کو حد بتا کر کان کے پیچھے اڑسائے چہک کر امل کی اور دیکھا۔

اسکی اس باوری حرکت اور اک اک انگ کی حرکت پر کسی اسیر دیوانے کی روح تک اترتی نظر گڑھی تھی۔

"ہاں ناں چیلنج سمجھو، وہ پھول دیکھ رہی ہو کتنے یونیک ہیں۔ یہ مین پیرس سے لائی تھی اسکی مٹی اور کھاد سمیت۔۔۔ یہ یہاں کھلتے ہی نہیں۔ انکی شیپ دیکھو کتنی مشکل ہے، کیسے بناو گی"

امل اسے مزید ٹف ٹائم دینے کی کوشش میں تھی مگر اف وہ حسین لمحہ جب یکدم ابر چھا گیا اور نیلم کی مسکراہٹ کو مبین عارض کی آنکھوں نے چپکے سے چھو لیا۔

پہلے آنچل، پھر وہ سراپا اور اب وہ مسکراہٹ جو سو پاک پانیوں سے دھلی تھی، مبین عارض کی دنیا تہہ و بالا کر گئی۔

"تم کو پتا ہے امل، ایسے اور اس جیسے کئی پھول، کئی تصویریں اور کئی رنگ میں کینوس پر اتار چکی ہوں۔"

نیلم کے انکشاف پر امل کے ذہن کی سکرین پر گھر میں جگہ جگہ اویزاں آرٹ کا منظر لہرایا تو وہ چونکی بھی اور حیرت زدہ بھی ہوئی۔

"ہاں سچ! تم نے وہ سب کیسے بنائے، گھر میں بہت سی فن پارے سجے ہیں۔ کہاں سے دیکھ کر بناتی ہو"

امل کی دلچسپی گویا بڑھنے لگی مگر نیلم یکدم بوجھل ہوئی اور اسکی بوجھل پلکیں دیکھتا ہوا مبین عارض اسکی جانب قدم بڑھا دیتا اگر عبداللہ کا ہانک لگائے اشارہ کرنا اسے اس سب سے نکال نہ لاتا۔

لیکن مبین کی سماعت، دل اور دھڑکنیں سبھی نیلم کی جانب لگیں اسکے جواب کی منتظر تھیں۔

"خوابوں سے، یہ سب پھول مجھے خواب میں دیکھائی دیتے تھے مگر۔۔۔"

وہ کہتے کہتے مرجھائی مگر مبین نے دیکھا کہ کوئی نسوانی ہاتھ اسکے محبوب کی اداس رخسار کو چھو کر تسلی دے رہا تھا۔

مبین عارض کا دل بری طرح دھڑکا۔

"مگر"

امل نے بے تابی سے استفسار کیا۔

"کچھ دن سے ایسا نہیں ہے امل، مجھے وہ خواب جو کئی سال سے روز آکر جگاتا تھا اب نہیں آرہا۔۔۔۔ وہ پھول، روشنیاں وہ رنگ مجھ سے کھو گئے۔ پتا نہیں مجھ سے کیا خطاء ہوئی کہ اللہ جی نے مجھ سے وہ خواب لے لیا"

اس پری پیکر کی اداس پلکیں، مبین عارض کے دل کو بھی اداس کر گئیں۔

اس نے اس بار اس نسوانی وجود کو نیلم کے سراپے کو حصار لینا دیکھا، اک عجیب سی بے قراری کھڑے مبین عارض پر قہر سی اتری۔

عبداللہ، مان اور ماہ نور کو مناحل نے ملنے کے بعد خاص مہمان خصوی کی طرح بیٹھایا اور اپنے انڈر کام کرتے دو نوجوان بچوں کو انکا آرڈر لینے کا کہا جبکہ وہ مبین عارض کے وہیں جم جانے پر متعجب تھے۔

وہ تو اب انکے اشارے بھی نہیں دیکھ رہا تھا۔

"آآ! میری ننھی جان، اداس ہوں تمہارے دشمن۔۔۔اور چھیننے ہو قرار دشمنوں کا۔ یار ہو سکتا ہے وہ سب حقیقت بننے والا ہو تبھی خوابوں سے چلا گیا ہو"

امل نے حد درجہ پازیٹیو ہوئے نیلم کے دونوں رخسار چھو کر اسکا جھکا چہرہ اٹھائے اپنی جانب کیا اور دیوانا عجیب سی رقابت میں سلگنے لگا۔

یہ جانتے بوجھتے کہ وہ ہاتھ نسوانی اور ہمدرد ہیں۔

یہ عشق بھی ناں!

"شاید! تم دعا کرو وہ خواب بھی مجھے واپس ملے"

نیلم کا گلاب چہرہ مرجھایا اور سکڑا ہوا دل جیسے امل کی دعا کی امید سے پھر سے پھیل گیا۔

"کیوں نہیں، سب ملے گا تمہیں۔ اب یہ مس ایموشنل بن کر چیلنج کو نو دو گیارہ نہ کرو اور شاباش شروع ہو جاو۔۔ انعام میں تم کو اپنے ہاتھ کی گڑ والی چائے پلاوں گی۔۔۔ ود کوکیز وہ بھی خود بیکڈ کی ہوئی"

بھئی اب اتنی بڑی آفر مل گئی تھی تو نیلم نے بھی ساری اداسی جھٹک کر خوشی خوشی واپس اپنی توجہ کینوس پر جمائی وہیں مبین عارض اس تک جانے کا ہر حوصلہ خود میں ختم ہوتا محسوس کیے اپنی اشارے کرتی عوام کی جانب پلٹا۔

"ہم یہاں کچھ کھانے آئے ہیں بائے داوے، انکو دیکھو پتانی کونسا جن دیکھ لیا جو وہیں جم گئے ہیں"

عبداللہ نے سامنے میز پر پانی کا گلاس دیکھ کر منہ ہی منہ میں بڑبڑایا اور پھر ساتھ ہی ماں کے کان کی اور جھکا جو خود تھوڑی پر اسرار تھی۔

"آپکو صرف پانی ملے گا"

ماہ نور نے فوری ہری جھنڈی لہرانی چاہی۔

"ہاں میں چنی منی فش ہوں ناں جو پانی پر زندہ رہتی ہے۔سارا کھانا تم ٹھوسو میری خیر ہے۔سارے ظلم تم مجھی پے کرنا چڑیل"

وہ اسکی دانت کچکچاتے ہوئے گال کھینچتا بدلے میں ماہ نور کے کان مڑوڑنے پر کراہ اٹھا جو آگے سے دانت نکال گئی۔

ماہ نور نے ہر ممکنہ چہرہ بحال کیے اندر کے کہرام کو چھپایا ہوا تھا جبکہ ماں اور عبداللہ اب مسکراتے ہوئے مبین عارض کو تکتے ہوئے اک دوسرے سے سرگوشیاں کر رہے تھے جو آہستہ آہستہ اپنی مخصوص پروقار چال چلتا انکی جانب فائنلی آ رہا تھا۔

"عارض میاں! کہاں کھوئے کھوئے چلے آرہے ہو"

عبداللہ کا یہ مشکوک ادب کسی سے ہضم نہ ہوا الٹا مبین اسکی کمر پر زور دار دھماکہ کیے ہاتھ پر پھونک مارتا اس غرور اور ادائے بے نیازی سے بیٹھ چکا تھا جیسے ہاتھ کا دمکڑا نہیں بلکے گولی مارے اٹھتا ہوا دھواں اڑایا ہو۔

عبداللہ کے مظلوم دیکھائی دیتے چہرے پر مان اور ماہ نور کی بے قابو ہوتی ہنسی دیدنی تھی۔

"یہیں آرہا تھا، بس یہاں کی خوبصورتی پر آنکھیں رک گئی تھیں، اور دل ٹھہر گیا تھا"

اپنی ازلی سحر طاری کرتی آواز میں وہ عبداللہ کی مسکین وغریب شکل یکسر نظر انداز کیے دل کا سر سرانا نہ چھپا سکا، کم از کم مان کی دلچسپی کو پر لگ چکے تھے۔

جیکٹ جو ٹھنڈ کی منجمد کرتی لہر کے باعث بند تھی، وہ بیٹھتے ہی کھولتا ہوا آرام دہ انداز میں بیٹھ چکا اور اسکی بات نے ان تینوں جاسوسوں کی توجہ اپنی سمت کھینچی۔

"خوبصورتی یا کوئی خوبصورت دیکھ لی، دیکھو مبین میاں! تمہارے یہ دبے دبے پر اسرار تیور، یہ بہکی بہکی نگاہیں، یہ الجھا الجھا حال تو ہمیں لٹ پٹ جانے کی دہائیاں سنا رہا ہے، کونسے خطرناک ارادے کیے بیٹھے ہیں حضور؟"

عبداللہ کی گہرے مشاہداتی سوال پر جہاں ماہ نور اور مان نے اک دوجے کی سمت آنکھوں کے خفیہ اشارے ارسال کیے وہیں مبین نے اپنی آنکھیں زور سے میچتے ہوئے گہری سانس خارج کیے عبداللہ کا کان جھٹکے سے دبوچا اور اب کی بار اس سمیت سب کے چہروں پر شرارت اتر چکی تھی۔

"میری فکر مت کرو بچے، تم سے کم ہی خطرناک ارادے رکھتا ہوں"

مبین نے الٹا جناب کی رگ دبوچی جس پر وہ اس دلکش الزام پر منصوعی بلبلایا۔

"یہ تو اب اپنا کیا کرایا کسی مسکین اور غریب بندے پر تھوپنے والی بات ہی ہوئی ناں، لڑکیو!

میری ایک بات اپنے اپنے پلو سے باندھ لو کہ یہ جو میسنا سا بندہ ہے ناں یہ کوئی بڑا ہی قہر ڈھانے کے ارادے کیے بیٹھا ہے"

خوشی اور جوش سے بھری آواز کے سنگ وہ اپنا کان نا صرف مبین کی گرفت سے چھڑوا گیا بلکہ منہ پھاڑ کر اگلی پیشن گوئی کرتا اس بار لڑکیوں کو ہنسنے جبکہ مبین عارض سکندر کو سیخ پا ہونے پر اکسا گیا جس نے گھور کر عبداللہ کی سمت دیکھتے خفگی سے اونہوں کیے سر پر ایک جھانپڑ دے مارا جو آگے سے ہنستا ہوا اپنی کارگردگی پر اترا رہا تھا۔

مبین نے اس پھٹے ڈھول سے دل ہی دل میں پناہ مانگی اور تب ادب اور احترام کے سنگ کھڑا ہوا جب وہ سوبر سی لیڈی عین مبین عارض کے روبرو آن کھڑی ہوئیں۔

مبین عارض کو مناحل بہت سالوں پہلے دیکھا تھا کیونکہ وہ ہائیر ایجوکیشن کے لیے چھ سال لندن مقیم رہا تھا جسکے باعث خود مبین کو بھی پڑھائی کے بعد ایز سیچ فراغت کا موقع نہ ملا اور واپس آتے ہی اس نے بابا کا بزنس سنبھال کر انکا بوجھ کم کر دیا۔

پھر خود مناحل کی اس فیملی سے دوستی بھی جلال ہی کی نسبت سے ہوئی تھی، جلال اور عارض بچپن کے دوست تھے جبکہ ماہ جبین اور مناحل کی جان پہچان اور رسمی سی دوستی بھی اسی فیملی فرینڈشپ کا باعث تھی۔

مناحل کو ان چاروں کے اندر کی شائستگی، خوش دلی، ادب، اخلاق اور تمیز بہت زیادہ بھائی تھی، جبکہ خود یہ سب بھی مناحل صاحبہ سے مل کر خاصے

متاثر ہوئے، خاص کر انکے اس خوبصورت سے کچن ریسٹورنٹ کو دیکھ کر اور یہاں لنچ کر کے۔

جبکہ سارا وقت مان کسی گہری سوچ بچار میں محو رہی، اس نے مبین عارض سکندر کا رہا سہا باقی چہرہ بھی پڑھ لیا تھا۔

..__________________________..

"المیرا! میری فکر مت کیجئے گا۔ میں کچھ دن اکیلا رہنا چاہتا ہوں۔ کچھ ایسے فیصلے جو آپ کی قسموں نے لینے سے روک رکھا تھا انکے بارے میں سوچنے سمجھنے کے لیے مجھے اپنے دماغ کا سارا زہر نکالنا ہے اور تبھی تنہائی درکار ہے۔

میں آپکے اور اپنے خوبصورت سے گھر میں ہوں، محفوظ بھی اور زندہ بھی۔ تین چار دن تک آوں گا۔ تب تک اپنی میڈیسن سکپ مت کیجئے گا اور اس زہریلے شخص سے ہر ممکنہ دوری بنا کر رکھیے گا۔

ٹیک کیئر"

یہ پیغام، تکلیفوں اور آہوں کی اک دلخراش کہانی خود میں سمیٹے ہوئے تھا جو المیرا کو کل ہی موصول ہو گیا تھا، وہ ہادی کے ہر سکون سے بے نیاز محض سلامت اور زندہ ہونے پر بہت سالوں سے صبر کرتی آرہی تھی لیکن نجانے کیوں پہلی بار اسے ہادی کے یوں گھر کے غائب ہو جانے پر بجھوائے پیغام سے خوف آیا تھا۔

کیونکہ اس میں ہادی نے اسکی قسم توڑنے کا ذکر کیا تھا۔

رات ہارون سکندر کی بزنس میٹنگ اور اسکے بعد لیٹ نائیٹ پارٹی تھی تبھی وہ دیر سے آیا تھا اور نشے اور شراب میں ایسا دھت تھا کہ اسے نہ تو ہادی کی پرواہ تھی نہ المیرا کی خبر جو اس کے آنے سے پہلے ہی خود کو اپنے بیڈ روم میں لاک کر لیتی تھی۔

اور یہ آج سے نہیں، ہادی کے باشعور ہونے سے لے کر اب تک تھا، اپنی ماں کو اپنے ہی باپ سے بچانے والا وہ شاید پہلا بیٹا تھا۔

صبح بھی ہارون سکندر کے اٹھنے سے پہلے ہی وہ اپنی این جی او میٹنگ پر جا چکی تھی اور اب جب لوٹی تو یہ سونے کا پنجرہ اسے کاٹ کھانے لگا۔

چپ چاپ اپنے کمرے میں آئی اور دروازہ بند کیے اس خوصورت نئے نکور دمکتے فرنیچر سے لدے، جگمگاتے سے بیڈ روم پر ڈالی اور پھر واڈروب کی جانب لپکی اور اس میں سے ایک چھوٹا سا سنہری اور سیاہ رنگوں اور نقش نگاری سے بنا صندوق نکالے ویران سی بیڈ کے کنارے جا ٹکی اور اس صندوق کو اپنی بھرائی آنکھوں سے کتنی ہی دیر تکتی رہی۔

اور پھر اسے ہمت جمع کیے کھولا اور اس میں رکھی اپنی قیمتی چیزوں پر نگاہیں ڈالیں۔

سب سے پہلے وہاں ایک رپورٹ تھی جہاں وہ ہیولیے کی شکل میں دیکھائی دیتا اسکے اندر پڑوان چڑھتا عکس نظر آیا جسے دیکھ کر المیرا کی روتی ہوئی آنکھیں مسکرا دیں۔

یہ اس وقت کی پریگنینسی رپورٹ تھی جب اسکے اندر ہادی سکندر موجود تھا اور وہ پہلی تصویر تھی جب اس نے اپنے وجود کے اس ٹکڑے کو اس مشینی تصویر میں دیکھا تھا۔

المیرا نے اسے چھوم کر مسکراتے ہوئے احتیاط سے الگ رکھا اور پھر اسی جیسا دوسرا پرنٹ جس میں ایک اور سیاہ، نیلی اور سفید رنگی وہ گڈمڈ ہوئی تصویر جس کے ساتھ المیرا کی زندگی بھر کا خسارہ جڑا تھا۔

یہ وہ بچہ تھا جو اسکی کوکھ میں بس پانچ ماہ رہا۔

المیرا نے کپکپاتے ہوئے ہاتھوں کو بڑھا کر اس دوسری پیاری اولاد کی واحد تصویر کو تھاما تو تکلیف کے سنگ گلے میں ہچکی دب گئی۔

ذہن کے دریچوں میں قیامت برپا ہوئی لہرانے لگی، وہ قہر ایسا تھا جو آج بھی المیرا کی سانس بند کر دیا کرتا۔

ہارون سکندر کے کاروباری حریفوں یاشاید اس سے بھی سنگین طرز کے دشمنوں نے المیرا کو کڈنیپ کیا تھا، انکا مقصد المیرا کے ذریعے ہارون سکندر سے اپنا دیا پیسہ سود سمیٹ واپس لینا تھا مگر وہ لوگ المیرا کو اٹھوا تو لے گئے مگر انکو بعد میں علم ہوا کہ وہ عورت جسے وہ باندی بنا کر ہارون سکندر جیسے درندے سے اپنا پیسہ واپس لینے کی غرض سے مہرہ بنا کر لائے ہیں وہ امید سے ہے۔

لیکن المیرا کی قسمت بھلی تھی کہ اس وقت ان اٹھا کر لے جاتے دو درندوں میں سے ایک انسان نکل آیا تھا۔

"ہم ہرگز ایسی اخلاق سے گری حرکت نہیں کرسکتے، ہماری دشمنی ہارون سے ہے۔ اس سب میں اسکی حاملہ بیوی کا کوئی قصور نہیں لہذا اسے باحفاظت واپس چھوڑ آ، ہم اس حرام زادے کو دبوچنے کا کوئی اور طریقہ نکال لیں گے"

تب وہ ہچکیوں کی زد میں کراہتی ہوئی نیم جان المیرا جسے اپنی نہیں اپنی کوکھ میں سانس لیتی جان کا غم کھائے جا رہا تھا، وہ تک اس مہربانی پر نم آنکھیں اٹھائے اپنے سامنے کھڑے اس فرشتہ صفت انسان کو تکنے لگی مگر اس دوسرے آدمی نے مشتعل ہو کر اس مہربان خیال کو چولہے میں جھونک ڈالا۔

"تیرا بھیجا الٹ گیا ہے کیا، دیکھ تو کتنی حسین عورت ہے۔۔۔ تو دماغ سے فارغ ہوا ہے میں نہیں۔ پیسہ گیا بھاڑ میں، ہارون سکندر سے بدلہ لینے کا اس سے اچھا طریقہ اور کوئی نہیں ہو گا کہ ہم اسکے ساتھ۔۔۔۔۔ سالا ساری عمر اپنا منہ چھپاتا پھرے گا"

وہ دوسرا انجس اور غلیظ آدمی یہ واہیات منصوبہ بندی کیے جہاں اس دوسرے شخص کی روح لرزا گیا وہیں المیرا کی سانس تھمی، اسے محسوس ہوا وہ اسی لمحے نہ مری تو شاید قیامت ڈھل آئے گی۔

لیکن المیرا کی سانس ابھی اسکے نامراد وجود میں باقی تھی جب اس دوسرے انسان نے اس حیوان کی گردن پر ایسا مکا جڑا کہ وہ وہیں بن پانی کی مچھلی پھڑکتا ہوا گر پڑا۔

یہی نہیں اس انجان مگر مہربان غنڈے نے اپنے آدمیوں کی حفاظت میں المیرا کو واپس ہارون کے گھر کے باہر پہنچوا دیا اور وہ جو عورت جو تین راتوں کی دردناک اذیت سے گزر کر صحیح سلامت، اپنی عزت اور اپنے بچے کی جان دونوں بچا کر واپس لوٹ آئی تھی، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے ہارون سکندر کے لیے مجرمہ، بدکردار اور گندی عورت بن کر رہ گئی۔

"کیا لگتا تھا وہ تیرا جس نے تیرے ساتھ ساتھ تیرے اندر والے پر بھی رحم کھالیا؟ بول کمینی عورت! کہیں ایسا تو نہیں وہ تیرا عاشق ہو اور اس نے یہ رحم دیکھا کر اپنا ہی کچھ بچایا ہو۔۔۔۔ بول المیرا ورنہ میں تجھے یہیں دفن کر دوں گا"

ہارون سکندر تین دن سے المیرا کی تلاش کے بعد شراب کا زہر اپنے اندر انڈیل انڈیل کر درندہ اور جانور بن گیا تھا، اس نے المیرا کی واپسی اور محفوظ ہونے پر شکر گزاری کے بجائے اس پر ایسے گندے گندے الزام لگائے کہ وہ اسی دن مر گئی۔

بس بوسیدہ جسم بچ گیا۔

وہ لاکھ سسکی، لاکھ کرلائی کہ وہ بے گناہ ہے مگر اس درندے کا دل نہ پگھلا۔

یہاں سے دل صاف ہوا تو اس کے گھٹیا دماغ میں اگلی گندگی اتر آئی۔

"پھر یقیناً تیرے ساتھ کچھ کیا ہوگا ان لفنگوں نے، تین راتیں! بہت ہوتی ہیں۔ تبھی تو بنا تجھے نقصان پہنچائے وہ چپ چاپ یہاں پھینک گئے۔ فوراً سے اس بچے کو گرا کے آ المیرا ورنہ میں تجھے اس گند سمیت اور ہادی کو اس گھر سمیت آگ لگا دوں گا"

وہ انسانیت سے گر کر المیرا پر قیامت ڈھا چکا تھا، وہ خوف سے چینختی رہی، اپنی اولاد کی اس درندے سے پناہ مانگتی رہی مگر اس شخص پر شیطان حاوی تھا، اسکے اندر کا شر اسے حیوان بنا چکا تھا۔

جب المیرا نے اپنے بچے کو مارنے سے صاف انکار کیا اور مسلسل کرتی رہی تو طیش میں آئے اس نے المیرا کو دھکا دیا، وہ گری تو بس دو زینوں سے تھی مگر اللہ نے اسکی کوکھ میں پلتی وہ پاکیزہ اور بے گناہ جان واپس اپنے پاس بلالی مگر المیرا کے اندر اس حادثے نے سب مار دیا۔

ہادی سکندر نے بچپن سے رونا، المیرا کے سامنے سیکھا جبکہ دوسروں پر ہنسنا اپنے باپ سے، وہ تو اپنے باپ تک کو نہ بخشتا تھا۔

ہادی سکندر تب نہ تو خود کفیل تھا نہ خود مختار، ہاں اپنی المیرا کی ڈھال بننے کا واحد باہمت فعل اس نے پوری ایمانداری سے نبھایا۔

المیرا اس حادثے کے بعد ہارون سے طلاق کا مطالبہ کرنے لگی مگر یہاں بھی اس شخص نے پہلے لڑے چڑے لہجوں میں المیرا کو اس مطالبے سے ہٹانا چاہا اور پھر اپنی ہی اولاد کو اغوا کروائے المیرا سے ناجانے کون کون سے پیپرز سائن کروائے۔

وہ پیپرز اصل میں المیرا اور ہادی سکندر کی قید کے پروانے تھے۔

یہی نہیں اس نے المیرا کی ہر باغی بات کے سامنے ہمیشہ ہادی کو نقصان دینے کی دھمکی لگائے رکھی جس کے باعث نہ وہ خود اس جہنم سے نکل سکی نہ ہادی سکندر کو جانے دے سکی۔

ہادی سکندر اصول پسند سا انسان تھا اور اپنے باپ کی اوقات سے واقف تبھی ادب ادب کے بیچ بھی وہ اسے اور اسکے کام کو آئے دن نقصان پہنچانے لگا، بات یہیں ختم نہ ہوئی بلکہ ہادی سکندر نے کاروبار میں ہمیشہ وہ طریقہ اپنایا

جس سے ہارون سکندر کو شکست ہوتی، وہ برا بنا، شرابی اور نشئی بنا تاکہ ہارون سکندر، ہادی میں اپنا آئینہ دیکھ پاتا۔

وہ ہر اس ڈیل میں کچھ غلط کر دیتا جو ہارون سکندر کی فیکٹری اور کاروبار کو اوپر پہنچانے کا سبب بنتی، یہاں تک کہ کئی بڑے بڑے کلائنٹس کی چھینٹی لگا آتا اور وہ اس طرح اپنا کانٹریکٹ ہارون سکندر سے نا صرف واپس لیتے بلکہ گالیوں تک سے نواز کے جاتے۔

اس باپ کو جب طعنے ملتے ہادی سکندر کے تو ہادی تنہائی میں بیٹھ کر اپنے سارے دکھوں کو اک طرف کیے اس سکھ اور سکون پر گھنٹوں ہنستا۔

وہ المیرا کی دی قسم سے بس اک شخص کے سائے میں رہنے کے لیے پابند تھا مگر اس شخص کو آئینہ اور اوقات دیکھانے میں ہادی سکندر کو کسی مائی کا لال روک نہ پایا تھا۔

ہارون سکندر کو المیرا گھاس تک نہ ڈالتی تھی، کیونکہ اس قسم کے بدلے ہادی نے اپنی ماں کو بھی کچھ عہدوں سے باندھ رکھا تھا۔

خود ہارون سکندر وقت کے ساتھ المیرا سے جڑی رہی سہی دلچسپی بھی کھو چکا تھا لیکن نشے اور شراب میں دھت ہو کر وہ اکثر المیرا کی آغوش تلاشا کرتا مگر اسے ملتی تو صرف دھتکار۔

وہ اس قاتل کو اس لائق نہیں سمجھتی تھی کہ وہ دوبارہ کبھی اسکی اولاد کا باپ بنے۔

تبھی اپنی نفرت کو اپنے اندر ہی دبائے وہ مضبوط بنی اور ہارون سکندر کو چلتے پھرتے اسکی کوتاہیاں اور سفاکیاں یاد دلایا کرتی۔

لیکن اسے ہادی سکندر جیسا پیارا دوسرا کوئی نہ تھا اور اس سے بڑھ کر پیاری ماہ نور جسے اسکا بچہ اپنی سانس بنا چکا تھا۔

اب جب ہادی کی بے بسی وہ دیکھتیں تو انکا مرا ہوا دل بھی جاگ جاتا اور خون ہونے لگتا۔

وہ ماہ نور کے ہادی سے جدا ہونے کو آج پھر اپنا قصور گردانتیں ماضی کے دردناک جھروکوں میں جا اتری تھیں جہاں سے واپس آتے آتے انکی بھوری آنکھیں سرخائیوں میں ڈوب گئیں۔

..________________________..

"اللہ خیر ہی کرے، جب سے مس مناحل واپس آئی ہیں تب سے کچن سے خوشبوؤں کے جھونکے چلے آرہے ہیں۔ میری ناقص عقل مجھے بتاتی ہے کہ ہمارے ہاں تو کوئی مہمان بھی نہیں آتا پھر یہ خاص پکوان کس کے لیے بن رہے"

گال پر سوچنے کے انداز میں انگلی رکھے وہ کب سے کچن کے ساتھ ہی بنے سٹنگ ایریا میں صوفے پر مردوں کی طرح بے جان لیٹی پڑی دل میں اٹھتے

تجسس کے طوفان سے ہلکان بار بار کچن کی سمت جھانک کر بڑبڑا رہی تھی جس پر سامنے ہی امل کی بلی دیدہ کو دودھ سرو کیے وہ خفا ہوئی جب امل اپنے اس تجسس میں مناحل کی آواز تک فراموش کر گئی۔

"امل، کہاں گئی ہے یہ لڑکی۔ مجال ہو جو ایک بار بلانے پر نمودار ہو"

مناحل دوسری بار ہانک لگائے اس سے پہلے امل کی بے ہوشی ختم کرنے کی نیت سے باہر آتیں، وہ اٹھ کر کچھوے کی چال چلتی ڈرامے کرتی وہیں کھڑی بس پیر ہلا رہی تھی جب خود ہی نیلم دیدہ کو باہر بھگاتی امل کو منصوعی گھورے خود ہی اٹھ کر کچن آئی۔

"کیا ہوا خالا جان، مجھے بتائیں کیا کام ہے، کیونکہ امل صاحبہ کے پیروں میں مہندی لگی ہے، آنے جانے کے قابل نہیں ہے"

مسکراہٹ دباتی، وہ امل کے واپس عیاشی کے سنگ لیٹ جانے اور ٹیب پکڑنے پر بولی تو مناحل کے چہرے پر بھی مسکان پھیلی۔

"ارے دراصل بات کچھ سپیشل ہے، دراصل ہمارے نیبرز میں کچھ ہفتہ پہلے گیسٹ آئے ہیں اور اتفاق دیکھو وہ میری ہی دوست کے بچے ہیں، ہفتہ ہو گیا اور ہم نے انکی کوئی مہمان نوازی نہیں کی۔

میری آج اپنی فرینڈ سے بات ہوئی تھی، باتوں باتوں میں ایڈریس بتایا تو وہ ہمارے ہی ساتھ والا فارم ہاوس نکل آیا۔ سپیشل وہ سارے بچے مجھ سے ملنے 'امل کچن' میں بھی آئے آج اور کیا بتاوں کتنے نفیس اور نیارے ہیں۔ تو میں نے سوچا آج کچھ سپیشل سا بنا کر بجھوانے کے ساتھ ساتھ کل ان سب کو گھر کھانے پر انوائیٹ کر لیتے ہیں"

خوبصورت سی ٹرے میں تین الگ الگ ڈیشیز سجائے مناحل نے بتایا تو جہاں نیلم اثبات میں متفقہ سر ہلا گئی وہیں باہر نشئیوں کی طرح لیٹ کر کینڈی کرش کھیلتی امل کے کان نہ صرف کھڑے ہوئے بلکہ وہ جھٹکے سے اٹھی اور کچن کی سمت لپکی۔

"ہیں ہیں! مس مناحل یہ کونسی فرینڈ ہیں آپکی زرا بتائیں"

امل کا آکر تھانید ارنی بنے استفسار پر جہاں نیلم کی مسکراہٹ پھیلی وہیں مناحل نے کچھ پر اسرار سا ہوئے یہ راز، راز ہی رہنے دیا اور چہرے پر شرارت سی سجاتیں وہ ٹرے لیے باہر نکلیں تو نیلم اور امل بھی پیچھے پیچھے باہر آ گئیں۔

"بس ہے ناں، تم تفتیش بعد میں کرنا پہلے یہ پکڑو اور دے کر آو۔ انھیں کل دن کے کھانے پر مدعو کرنا مت بھولنا"

مناحل اسکے تجسس کو ویسا ہی اسکے پیٹ میں مڑور ڈالتا چھوڑے دبنگ ہوئے بولیں اور امل دیدے پھاڑے چڑھ کر صوفے کے بازو پر بیٹھی اور منہ بسورے نفی میں سر گما گئی۔

"کیا مطلب یار دے آوں، نہ جان نہ پہچان۔ میں نہیں جارہی مس مناحل"

ڈھٹائی کے سنگ خفیہ سی گھبراہٹ میں لپٹی وہ صاف ناں کیے جہاں مناحل کو گھورنے اور نیلم کو دانت دکھانے پر لگا گئی وہیں خود منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑایا بھی گیا تھا۔

مگر جب والدہ کی گھوری شدید ہوئی تو سہمے بچے کی طرح میڈم صوفے پر تمیز دارانہ طریقے سے بیٹھتی ہوئی منہ پر مسکینیت لے آئی۔

" جان پہچان میری ہے ناں کافی ہے، تم نے کونسا انکو جان کر مریخ جا کر جھنڈے گاڑ آنے ہیں، اٹھ جا امل مجھے تپا مت "

مناحل کی زور دی جاتی تمہید پر امل کے دماغ میں گھنٹی بجی، دانت دکھا کر امل کی بے عزتی سے محظوظ ہوتی نیلم کو جاسوس چنی آنکھوں سے تکتی وہ ایکٹیو ہوئی۔

" پھر بھی اماں، میں تھوڑا جانتی انکو۔ اچھی تھوڑا لگوں گی یہ دربار پر جمعرات چڑھانے والوں کی طرح کھانے کی ٹرے اٹھا کے لے جاتی "

گویا منمنا کر اک آخری بچ نکلنے کی کوشش کرتی وہ سرک کر پھر سے صوفے کے بازو میں گھسی اور اب نیلم اور مناحل دونوں نے اپنی ہنسی بمشکل دبائی۔

"یہاں بیٹھ کر بہانے بناتی کونسا مجھے امرت لگ رہی ہو امل، مجھے غصہ مت دلاو، جو کہا ہے وہ کرو"

مناحل اب زرا تپیں تبھی امل نے بیچارہ سا انداز لیے برے منہ کے ساتھ انکی بڑھائی ٹرے تھامی مگر پھر نیلم کو دیکھتے ہی امل کے دماغ کی شیطانی گھنٹی بجی۔

"اماں! یہ نیلم کو بھیج دیں ناں یار۔ آپکی یہ سگھڑ بچی ایسے کام بخوبی ہینڈل کر سکتی ہے۔ میرے پے نہ رہیں یار کہ میں نے یہ ٹرے واقعی کسی دربار پر چڑھا آنی ہے"

توپوں کا رخ بچاری نیلم کی طرف ہوا تو ہنسی روکے وہ بوکھلائی اور رٹو طوطے کی طرح خود کی سمت امید سے تکتیں مناحل کو ناں میں سر ہلائے منع کر گئی جبکہ امل کا گلا دبانے کا فیصلہ بعد کے لیے لاک کیا۔

امل اسکی گھبراہٹ دیکھ کر کھسیانی بلی بنی مگر اماں جان کے نظروں کا زاویہ اب واقعی آگ بگولہ ہونے جیسا تھا۔

دونوں کی گھوریاں بچاری ننھی جان پر اٹکی تھیں۔

"ن۔۔ نہیں میں نہیں جا رہی، تھپڑ کھاو گی۔ خود جاو۔۔۔ خالا جان یہ صرف بہانے کر رہی، اسی کو بھیجیں یہ ٹرے دے کر"

نیلم کا فوری بوکھلاہٹ میں بولنا اور گھورنے پر فائنلی امل نے یہ قربانی دینے کا فیصلہ لے ہی لیا۔

"اچھا بھئی دونوں نے ٹیم بنالی، ارے واہ۔۔۔ اچھا اب گھوریاں دے کر میری نازک جان نکالنا بند کرو آپ دونوں۔۔۔لائیں چڑھا آتی ہوں۔۔۔م۔۔۔ میرا مطلب دے آتی ہوں"

مایوسی اور ہری جھنڈی دیکھنے کا اثر لگتا تھا بچی نے گھر الیا تبھی یونہی سر پھاڑ خلیے میں ہی مناحل سے ٹرے واپس لیتی بولی، زبان سلپ ہونے پر اماں جانا روح نکالتا گھورنا اسے واپس پٹڑی پر چڑھا گیا جبکہ نیلم نے اسکے بکھرے بالوں کا راز چھپانے کہ لیے امل کے ٹرے تھامتے ہی اسکی ہڈی کی ٹوپی امل کو پہنادی جس پر وہ زبان نکالتی ہوئی نیلم کی ہنسی سے جل بھن جاتی اس سے پہلے یہ فریضہ ادا کرنے محاز پر نکلتی پھر سے آواز پر مڑی۔

"جاو اور پہلے ادب سے سلام کرنا"

مناحل کی تاکید پر امل نے ٹرے اٹھا کر اپنے سر پر رکھے روتو شکل بنائے اماں کی اس بات پر اپنے جھوٹے ترین آنسو، آنکھوں لانے کی بھرپور

کوشش کی مگر وہ چھٹی پر تھے سو وہ غریب مسکین اور نہایت معصوم شکل ہی بنا پائی۔

"اماں !امل آپکو بے ادب لگتی کیا۔

اور مجھے ایک بار کنفرم بتادیں کہ واقعی ہمسائیوں میں دینا ہے ناں یا دربار۔۔۔۔"

اپنا صدمہ خود پر سجاتی وہ جس معصومیت سے کنفرم کرنا چاہ رہی تھی اس پر مناحل نے نہ صرف اسکا کان پکڑا بلکہ ٹرے کو شرافت سے پکڑنے کا خاموش اشارہ کیا

"نہیں میرا بچہ۔۔۔بس زرا ادب اوور لوڈ ہے تبھی احتیاطا کہہ دیا، اور اب دربار بولا تو مار کھاو گی۔۔۔۔جاو"

اماں جان کی صاف گوئی پر جھٹکا تو اسے لگا مگر اب کیا کرتی بچاری، فوری بیبے بچے کی طرح سمجھ جاتی بڑے ادب سے ٹرے تھامے جاتے جاتے بھی نیلم

کے کندھے کو اپنے کندھے سے ہلا کر گئی تھی جو اس کو دانت دیکھا کر چڑا رہی تھی اور اس ڈرامے کے جاتے ہی وہ دونوں خالا بھانجی اک دوسرے کی طرف دیکھ کر ہنس پڑیں۔

..________________________..

"کہانیوں کے کردار اگزیسٹ کرتے ہیں اور پوری سچائی کے سنگ۔۔۔۔ میں اسی کہانی کا ایک کردار دریافت کر چکا ہوں۔۔۔۔۔ کیا اب بھی آپ یہی کہیں گی کہ وہ شہزادیاں وہ پریاں حقیقت میں وجود نہیں رکھتیں"

رائیل بلو شرٹ اور وائیٹ ٹراوز پہنے سادہ سے خلیے میں ہو کر بھی وہ آج اپنے ازلی اور دل فریب روپ میں واپس آچکا تھا، چہرے کی ملاحت اور دل کشی واپس بحال ہو چکی تھی، آنکھیں ہر بوجھ کو خود کی سرحد سے اتار پھینکے ہشاش بشاش تھیں۔

آج وہ اس لڑکی کی آواز، اسکی خوابوں جیسی باتیں سن آیا تھا تو کیسے نہ دل کا انگ انگ جھومتا۔

یہ شام آج مبین عارض سکندر کے لیے اپنی زندگی کی سب سے حسین شام ثابت ہو رہی تھی۔

دیدار کا خمار اب بھی، اس لڑکی سے اتنا دور آجانے کے بعد بھی اسکے وجود کو خوشبودار کر رہا تھا۔

خود ماہ جبین جو ملازمہ کے سنگ سب بچوں کے کمرے صاف کروانے کے ساتھ ساتھ گھر کا کچھ انٹیریئر بدلوانے میں مصروف تھیں، اول تو مبین کی جوشیلی، خوشی کی تمازت سے ہمکتی آواز پر حیران رہ گئیں۔

پھر انکا چاند جو انکشاف کر رہا تھا اسے ماہ جبین کی سوچیں سمجھنے سے قاصر ہوئیں۔

وہ پورے وثوق سے کہہ سکتی تھیں کہ انہوں نے مبین کو ایسا شوخ اور پر یقین کبھی نہ دیکھا تھا۔

"ہمارے حسین سے چاند! آپ کیا کہہ رہے ہیں۔ کہانی تو فقط دل بہلانے کا ذریعہ ہوا کرتی ہے، پڑھ لیجئے، سن لیجئے، کچھ دیر اسکے سحر میں جی لیجئے اور بس ختم"

ماہ جبین بھی ہر کام کو بے معنی قرار دیتیں، چلتیں ہوئیں گلاس ونڈو کی جانب چلی آئیں اور اپنی ساری توجہ مبین کو دیے، تاحد نگاہ پھیلی سرمئی سی شام تکنے لگیں جو انکے اس آشیانے پر اترنے والی تھی۔

"مجھے وہ مل گئی ہے۔ وہی شہزادی جس کو دیکھنے کے لیے آنکھوں کو وضو کی ضرورت پڑتی ہے، وہی شہزادی جو مجھے خود اپنے ہاتھ سے بنا کر دیدار کرے گی تبھی سکون پاؤں گا۔"

وہ بے اختیار ہی اس ململ کے کنارے کا اڑتا پلو تکتا کھڑکی میں آیا اور یہ سب زبان سے نہ کہہ سکا، کہنا چاہتا تھا۔

"اگر میں آپ سے کہوں کے مجھے کوئی بہت خاص مل گئی ہے تو۔۔۔"

وہ اپنے سوال کی تازگی اور شوخی سے ماہ جبین کو حیران پر حیران کیے جا رہا تھا۔

"تو ہم حیران ہو جائیں گے"

ماہ جبین نے ارے حواس کے سنگ بے اختیار کہا جو مبین عارض کے چہرے پر چمک اور بہار لے آیا۔

"ٹھیک ہے، تو حیران ہونے کی تیاری کر لیجئے"

وہ کسی ٹرانس کی کیفیت میں نیلم کو باہر آتا اور دیدہ نامی بلی کو اٹھا کر واپس اندر لے جاتا دیکھ کر بولا۔

مقابل خدشہ اور خوشی ایک ساتھ لاحق ہوئے۔

"آہاں! جیسا ہمارا چاند کہے۔

اچھا سنیئے! وہ جو فارم ہاوس کے ساتھ والا گھر ہے ناں، وہی جلال پاشا کی وائف مناحل کا ہے۔ تو آپ سب بچے جا کر گھر بھی مل آیئے گا۔ مناحل بتا رہی تھیں بہت پیارے بچے ہیں اور مے بھی وہ آپکو اپنے گھر انوائیٹ وغیرہ کریں۔ جاتے ہوئے گفٹس لے جایئے گا پیارے پیارے"

ماہ جبین نے یاد آتے ہی مبین کو چند مٹھاس بھری تاکیدیں کیں جس پر مبین کے دل نے جھوم جھوم جانا چاہا، یعنی وہ گل بدن اسکی دسترس سے اب زیادہ دور نہیں رہی تھی۔

یہ نشاط انگیز احساس ہی مبین عارض کے اندر کی ہر بے سکونی نگل گیا۔

"جیسا آپ کہیں ماں"

وہ فرمابرداری سے بولا مگر نیچے کی جانب سے فارم ہاوس کے گیڈ پر ہوتی دستک نے مبین کو اپنی سمت کھینچا۔

"چلیے آپ دیکھیے کون آیا ہے، ہم بعد میں کال کریں گے۔ اینڈ ہم آپ سبکو بہت یاد کر رہے ہیں بھو لیے گا مت"

مین بیل ڈور کی آواز، ماہ جبین نے اس پار بھی سنی تھی تبھی رسان سے کہتیں کال بند کیے تھوڑی سنجیدہ اور پر اسرار ہوئیں جبکہ مبین فوری طور پر پلٹ کر نیچے جا چکا تھا۔

ماہ جبین کسی سوچ کے زیر اثر چلتی ہوئیں سٹنگ ایریا تک آئیں اور ساڑھی کا پلو اپنے ار گرد پھیلائے وہیں بیٹھیں۔

"کیا مبین، مان کے لیے سنجیدہ ہو رہے ہیں یا پھر اس کہانی میں کوئی تیسرا نیا کردار آگیا ہے۔ جو بھی ہو بس ہمارے چاند کی خیر والا ہو۔ اور مان کے دل کو کوئی ٹھیس نہ پہنچے"

وہ سوچتے سوچتے اداسی اور تکان سے خود کلامی کر رہی تھیں، مبین کا شوخ سا لہجہ انکو حقیقت میں الجھا چکا تھا۔ اور انکا دل کسی تیسرے کردار کے آجانے کی خبر بھی بہت وافع سنا رہا تھا۔

..___________________..

"صاحب جی باہر بٹیا رانی آئی ہے"

جمال الدین جب تک باہر آئی امل کے آنے کی اطلاع اندر پہنچانے آیا، مبین نیچے لان میں ہی چلا آیا تھا، مان پہلے ہی عبداللہ کے ساتھ وہیں ریکٹس پکڑے کھیل رہی تھی تبھی جمال الدین بھائی کے بتانے پر جہاں مان ریکٹ ہاتھ میں گماتی کرسی کھینچے دم لینے کی نیت سے بیٹھی وہیں مبین بھی آکر اک کرسی پر باہر کی جانب متوجہ سا براجمان ہو چکا تھا جبکہ باریک سی ٹی شرٹ اور جینز میں مسلسل اچھل اچھل کر شارٹس لگانے کے بعد ہانپتا اور الجھے بالوں

والا عبداللہ اچھنبے سے جمال الدین کو تکتا خود ہی بیرونی دروازے کی سمت بڑھا کہ دیکھے تو یہ بٹیارانی کون ہے۔

"ہاں جی کون ہیں آپ بٹیارا۔۔۔۔"

دروازے کا دہرا ہوا پٹ کھولنے کی دیر تھی کہ عبداللہ کے باقی لفظ حلق میں ہی اٹکا وہیں وہ کھانستا ہوا مقابل کھڑی مودب امل کو حیرت و بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن کر گیا۔

جو ناک کے نتھنے پھلائے کسی بھی سچویشن پر خوش نہ ہوئی، نہ اس لنگور کے سامنے پر، نہ اسکی بمبار زبان کی ازلی عادت سے، نہ اسکے لفظ حلق میں پھنسا کر کھانسنے پر ہاں وہ اپنے خفیف سے خیال کے اس درجہ حقیقت میں بدلنے پر اندر تک جل بھن ضرور گئی تھی۔

"سوری سوری۔۔۔ میرے منہ میں خاک۔۔۔ کیا بکواس کر دی میں نے۔۔۔ مجھے تو اپنی زبان جلانی پڑے گی"

فوری اپنی سچویشن واپس پر اعتماد کرتا وہ ناک سکیڑ لیتی امل کی اوپر تک گمائی آنکھوں کو تکتے شرارت پر اتر جس پر وہ والدہ کی قصیدہ گوئی یاد آنے پر غش کھا بیٹھی۔

سر تا پا اس بوکھلائے باندر کا جائزہ لیا اور اسکے دانت دیکھانے پر غضبناک گھوری۔

"نیا کیا ہے تو، اس زبان کو ایسی گستاخیوں کی بہت عادت ہو گئی ہے سو میری مانو جلا ہی دو۔

تو تم ہو وہ دربار۔۔۔میرا مطلب مس مناحل کی نظر میں نفیس اور نیارا۔ مجھ سے پوچھتیں تو بتاتی کیسا ناکارہ انسان ہے۔۔۔اب کیا سامنے کھڑے میرا میٹر گماتے رہو گے یا مجھے اندر بھی جانے دو گے"

کھینچی کی طرح زبان چلائے وہ عبداللہ کے دل کو عش عش کرتا چھوڑے، منہ پھیرتی ایک ہاتھ سے اس دیوار کو پرے دھکیلتی اندر بڑھی جبکہ دیو داس

بابو تو اپنا سینہ پھاڑ کر باہر بلکے امل کے پیچھے ہی دوڑ لگا تا دل تھامے آہیں بھرتا رہ گیا۔

"کون ہے یہ جمال بھائی"

اس حسین سی چلبلی لڑکی کو اپنی جانب آتا دیکھ کر مبین نے بڑی فکر سے استفسار کیا۔

"ارے یہ مناحل باجی کی بیٹی ہے امل، جلال پاشا اور مناحل کی صاحبزادی"

جمال الدین کے بتانے پر جہاں مان نے ہنستی آنکھوں سے اس پیاری سی امل اور اسکے پیچھے عاشق ناتواں کی طرح لپکتے عبداللہ کو دیکھا تو اسکی ہنسی کی کھنک بڑھی وہیں مبین نے بے اختیار ہی ساتھ والے گھر کی تا حد نگاہ دیکھائی دیتی راہداری دیکھی۔

تو وہ محبوب کو چھوتے نسوانی ہاتھ اور اس محبوب کے محبوب دوست کو بھی دریافت کر لیا گیا تھا۔

مبین نے خوش دلی سے مسکرا کر امل کے قریب آ کر رکتے ہی کھڑے ہوئے دیکھا جو عبد اللہ کی جانب مڑ کر اک گھوری دیے واپس ان دو سو بر سے نفوس کو دیکھنے لگی جو دونوں انتہائی پر کشش اور پیارے تھے۔

لیکن وہ شخص، گہری راز آنکھیں رکھتا ہوا، بہت ہی نفیس خدوخال کا مالک، جسے دیکھتے ہی دل کہہ اٹھے ماشاء اللہ!

عبد اللہ بھی اپنی ہانپتی اور بد حواس حالت درست کرتا، ہاتھ مارے بال بیٹھاتا قریب آ چکا تھا اور مان سے اب اپنی ہنسی کنٹرول کرنا مشکل ہوا جبکہ خود ہی امل نے وہ ٹرے بہت تمیز کے سنگ عبد اللہ پر چڑھائی، یعنی اسے پکڑائی اور پھر سے مان اور مبین کی جانب پلٹی۔

"اس۔۔۔۔ سلام و علیکم،"

سلام ہی بچاری کا اٹک گیا تھا اور وہ خود ہی مسکرا دی، اب سلام و بھی اتنا با ادب وہ کہاں کرنے کی عادی تھی۔

مان تو رہ رہ کر عبداللہ کے لپکتے انداز دیکھ رہی تھی جسکا بس نہیں چل رہا تھا امل کو اپنے ہاتھوں پر اٹھا لیتا۔

"وہ سوری اتنا لمبا سلام کرنے کی عادت نہیں مجھے، یو نو ہیلو ہائے چلتی اجکل۔ مس مناحل نے تاکید کی تھی کہ کافی 'نفیس اور باادب 'لوگ ہیں سو ادب کا مظاہرہ کروں"

مبین کے جواب دیتے ہی وہ توجیہہ پیش کیے مسکرائی جبکہ اسکی اس بات نے مان اور مبین کو بھی مسکرانے پر مجبور کیا۔

جبکہ باادب کہتے ہوئے وہ جس طرح کچھ ہی انچوں پر کھڑے عبداللہ کو دیکھ کر چبا کر بولی وہ مبین اور مان نے بھی محسوس کیا اور آنکھ چرا کر عبداللہ کے تیور دیکھ کر مبین عارض سکندر جیسے فہم و فراست رکھنے والے باشعور بنے کی بھی سمجھ بوجھ ایکٹیو ہو گئی۔

"وہ خود بہت ہمبل لگیں، بہت پیاری۔ آیئے تشریف رکھیں"

مان نے عبداللہ کی تھمائی ٹرے لے کر رکھی وہیں مبین نے اپنے پر اعتماد لہجے میں حد درجہ مٹھاس بھرے مہمان نوازی کی نیت باندھی مگر وہ بیٹھنے سے فوراً منع کیے لی دی سی مسکرائی۔

"نو نو تشریف رہنے دیں مجھے جانا ہے، ایکچولی وہ اماں نے یہ کچھ بجھوایا تھا آپ سب کے لیے اور یہ بھی کہا کہ کل کا لنچ آپ ہمارے گھر کیجئے گا۔ وہ اماں اور آپکی مدر فرینڈز ہیں۔۔۔ اور بابا بھی۔۔۔۔ مطلب آپکے بابا کے۔۔۔۔ یو نو یہ رسمیں وغیرہ۔۔۔۔ (کیا اول فول بک رہی ہے امل کی بچی، رسمیں تو ایسے بول رہی جیسے یہ تیرے سسرال والے ہیں)"

پتا نہیں کیوں مگر مبین کے سامنے اسکی آواز دبے جارہی تھی، اوپر سے ساتھ کھڑا اٹھر کی ایسے تاڑے جارہا تھا کہ وہ اچھی بھلی گھبرائی اور آخری بات منہ ہی منہ میں بڑبڑاتی وہ اس سے پہلے مڑتی، مان کے پکارنے پر منہ پر دنیا جہاں کی معصومیت سجائے پلٹی۔

مبین خود ہی اسے بنا کسی جھجک کے بات کا موقع دیے اجازت لیتا واپس اندر بڑھ گیا تو امل نے اس سحر حاوی کرتے بندے کے اس لوٹ لیتے انداز پر اپنا بوکھلایا پن درست کیا۔

"ہاں ہاں ہم سمجھ گئے، ان شاء اللہ ہم سب کل لازمی آئیں گے۔ اور اتنی مزیدار خوشبو لٹاتے پکوان کے لیے منال آنٹی کو شکریہ بولنا"

مان نے خود ہی معاملہ سنبھالا تو امل نے سکھ کا سانس لیتے مسکراہٹ اچھالی اور اجازت لیتی دوڑی مگر مان کے لاکھ روکنے کے باوجود بھی عبداللہ مزید بے عزتی کی ڈوز لینے امل کے پیچھے ہی گیا۔

جبکہ مان ہنستی ہوئی اب ٹرے کا کور ہٹا رہی تھی۔

مزے دار خوشبو بکھیرتے کباب، بریانی اور کھیر دیکھ کر اسے تو بے وقت بھوک لگ چکی تھی۔

"امل۔۔۔۔!"

وہ جو اپنی ہڈی کی کیپ اتار کر تیزی تیزی باہر نکل رہی تھی، عبداللہ کے راہ میں حائل ہونے پر تپ کر جبڑے بھینچ گئی اور اب دونوں کے بکھرے بال اور خلیہ بلکل سیم تھا جس پر عبداللہ نے ہوش ربا سی اس نک چڑھی کا چہرہ لمحوں میں دل میں بسایا جو اسے بدلے میں کاٹ کھانے والے انداز میں دیکھ رہی تھی۔

"کیا ہے باولے بندر! ہٹو راستے سے۔ تمہاری شکل اندر بھی بہت مشکل سے برداشت کر رہی تھی۔ ایسے ترسی نگاہوں سے دیکھ رہے تھے جیسے میں شہد اور تم شہد کی مکھی ہو۔۔۔۔۔ سوری مکھا"

اپنے بالوں کو بے نیازی سے جھٹک کر وہ عبداللہ کو خاصا زچ کرتی پھدکنے کی کوششوں میں تھی جب وہ ایک بار پھر سامنے تن چکا تھا اور چہرے پر تھوڑی خفگی بھی تھی۔

"اور تمہیں کیا ہوا تھا مبین لالہ کو دیکھ کر، سٹی گم گئی تھی۔ حالانکہ مجھ سے کم ہینڈسم ہیں وہ۔ پھر بھی مجھ غریب کی طرف تو غلطی سے بھی نہیں دیکھتی تم۔ کیا یہ کھلا تضاد نہیں"

دونوں ہاتھ جینز کی جیبوں میں گھسائے وہ امل کے اڑے حواس یاد کرتا جتاتا ہوا آخر تک اپنی مظلومیت کا پرچار بھی کر گیا جس پر امل نے آنکھیں باہر نکالے روح فنا کیے دیکھا۔

"اوہیلو! تمہیں بتانا ضروری نہیں سمجھتی کہ کیوں سٹی گم ہوئی۔ تم ہنڈسم ہو گے لیکن معاف کرنا مجھے نہیں نظر آئے۔ ہاں تمہارا بھائی کافی سوبر ہے، اور تمیز دار بھی۔ جب اس نے محسوس کیا کہ ایک لیڈی اس کی وجاہت کے سحر کے آگے کملا گئی تو وہ بہت سلیقے سے وہاں سے چلا گیا اور ایک تم ہو دیدے پھاڑے مجھے ہی تاڑ رہے تھے"

وہ الٹا دبنگ ہوئے غرائی اور عبداللہ پھٹی آنکھیں لیے امل کی پٹر پٹر چلتی زبان تکتا صدمے میں تھا۔

اور امل دل ہی دل میں مسکراتی ہوئی، مبین کو نیلم کے ساتھ کھڑا کیے خوش ہوئے جارہی تھی۔

جبکہ اس سے بے نیاز کے بچارے عبداللہ پر وہ کتنا بڑا ظلم ڈھا گئی ہے۔

"یار تمہیں پتا تو ہے میں تم پر لٹو ہوں"

کان کھجھائے خجالت سے غذر پیش کیا گیا تو امل نے اپنی بڑی بڑی آنکھوں سے پھر سے اسے ڈرانا چاہا۔

"ہاں لٹو ہو ناں تبھی امل تمہیں صرف گما ہی سکتی ہے گول گول، دیکھو دوبارہ ناں اپنی یہ مسکین شکل میرے سامنے نہ لانا ورنہ کل تمہارے کھانے میں میں بذات خود چوہے مار گولیاں ملا دوں گی"

انگلی ہوا میں لہرائے وہ عاشق ناتواں کو دھمکاتی ہوئی لہرا کر پلٹی اور عبداللہ نے مسکراہٹ دباتے پھر سے ہانک لگائی۔

حقیقت یہ تھی وہ اسے یونہی سمجتی تھی۔

"مظلوم عاشق مرے گا تو دل نہیں کانپے کا تمہارا ظالم لڑکی"

وہ اپنی دکھ بھری کہانی سمیٹتا ہوا اسکو پیچھے سے صدا دیے پکارا جو سانڈ کی مانند جلاتی گھوری سے نوازتی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے مڑی۔

"ایسے عاشق کی ایسی کی تیسی، کہاں اس شریف گھرانے میں تم سی بجلی پیدا ہوگئی ہے۔ اللہ کی پناہ۔۔۔ جاو اب پیچھے مت آنا ورنہ مری کے سارے کتے تمہارے پیچھے لگوادوں گی۔۔۔۔۔۔ تم ابھی صرف سنجیدہ اور کھڑوس اس یونی والی امل کو جانتے ہو بچے، ابھی تم خونخوار، جنگلی امل سے ناواقف ہو۔۔۔۔۔

سورج ڈھلتے ہی میرے لمبے لمبے ناخن بھی آجاتے ہیں یادر کھنا"

سنسنی پھیلائے وہ اپنے دونوں ہاتھ بلی کے پنجوں کی طرح پھیلا کر اسے ڈراتی اور دھمکاتی جس سپیڈ سے گھر کی طرف بھاگی اس سے یہ لگا کہ اس وقت وہی کتے میڈم کے پیچھے لگے ہیں اور اس پاگل سی آفت کے اوجھل ہونے تک وہ ڈیشنگ سا عاشق خمار آلود اور آفت ناک سا مسکراتا گیا اور جب خوشی چہرے پر لیے اندر آیا تو آگے ماں کو مشکوک شرارت کی ترجمان آنکھیوں سے دیکھتا پا کر خود بھی شاہ رخ خان والا ہممہ ہمم والا پوز دیے نہ صرف خود ہنسا بلکہ ماں بھی کتنی ہی دیر پاگلوں کی طرح ہنستی چلی گئی جبکہ یہ ساری صورت حال بڑے غور سے جانچتے ہوئے مبین صاحب میسنی سی خاموشی میں مبتلا تھے۔

کل کا انتظار! اف حسین تر۔۔۔۔وہ اب دن سے اب تک کمرے میں سونے کی غرض سے چھپی بیٹھی ماہ نور کی خبر لینے اسکے کمرے کی سمت بڑھ چکا تھا جبکہ وہ دو ہنستے ہوئے واپس لان کی سمت چلنے لگے۔

"بائے داوے مجھے تو یہ تمہاری والی امل سے بہت الگ لگی، کھڑوس، سڑو اور نخریلی نہیں بلکہ بہت پیاری اور کیوٹ لگی"

مان نے مسکراتے ہوئے گویا یہ پر بہار سے الفاظ کہہ کر اپنے ساتھ چل کر واپس آتے عبداللہ کو بھی کسی سحر میں مبتلا کر دیا۔

"اسکا یہ رنگ تو میں نے بھی پہلی بار دیکھا ہے مان، مجھے کیا خبر تھی کہ پہاڑوں پر آکر اسکا ہر روپ جان لیوا ہو جاتا ہے"

جذبات کی لو پر آنچ دیتا لہجہ اور عبداللہ کی تمام شرارت زائل کرتی مخمور سی مسکراہٹ کے سنگ ان لفظوں کی ادائیگی گویا مان کو بھی سرشار سا کر گئی۔

اسے جناب عبداللہ گوڈے گوڈے امل کے عشق میں ڈوبے دیکھائی دیے۔

"اوئے ھوئے، کیا بات ہے۔۔۔ہاہا تم سب گئے کام سے۔مان بھی ڈھونڈتی ہے اب اپنی ٹکر کا پارٹنر"

مان مزے سے وہ خوشبو لٹاتی اور بھوک بڑھاتی بریانی چکھنے کو کرسی گھسیٹے بیٹھ کر جو بول بیٹھی اس پر عبداللہ نے ابرو اچکائے جاسوس بنے دیکھا جبکہ مان نے یوں نظریں گمائیں جیسے وہ عبداللہ سے کچھ دیر قبل کچھ بھی نہ بولی ہو۔

عبداللہ صاحب جنکا دل دیدار یار میں لڈیاں ڈالے مچلا ہوا تھا، مان کی بوکھلاہٹ پر قہقہہ لگاتا اسے بھی گڑبڑا کر رکھ گیا۔

..______________________..

"اس بار بڑے دنوں بعد آئے ہو برخوردار، کیا اذیت کھینچ لائی اس سونے اور ویران گھر کی جانب"

ضعیف عمر کا شیخ عارف نامی وہ آدمی، جو اس خوبصورت اور وسیع آشیانے کی دیکھ ریکھ پر فائز تھا، المیرا کے والد نواب علی حاکم کے پشتینی ملازمین میں سے

ایک تھا، یہ گھر بھی انہوں نے اپنی وفات سے قبل ہادی سکندر کے نام کیا تھا۔

اسکے علاوہ وہ اپنی کچھ جائیداد بھی ہادی کے نام کیے باقی کا تمام سرمایہ اللہ کی راہ میں دے کر خالق حقیقی سے جا ملے تا کہ یہ غیر ضروری پیسہ غریب غربا اور ضرورت مندوں کے کام آسکے اور انکی بخشش کا وسیلہ بھی بن سکے۔

عارف بابا، ہادی کو وہ اچھے سے جانتے تھے، بلکہ یوں کہنا چاہیے اس بچے کی ہر مشکل سے واقف تھے۔

وہ کچھ دیر پہلے ہی اٹھا تھا، ناشتہ سکپ کیے، لنچ کے نام پر بس حلق میں چند نوالے انڈیل کر وہ اس وقت سے لان میں پاوں پسار کر بیٹھا، اپنے روبرو دھرے میز پر رکھے فون ہی کی سمت متوجہ تھا۔

سیاہی خود پر اوڑھے، الجھے بکھرے حال میں وہ ابھی بھی کسی اندر کے کسیلے نشے سے نڈھال دیکھائی دے رہا تھا۔

مانوس سی پکار پر اور عارف صاحب کے آکر روبرو وہی کرسی سنبھالنے پر وہ اپنے خیالات جھٹک کر حقیقت کی دنیا میں آیا۔

"نہیں اس بار شاید اپنی ہر اذیت کا ازالہ کرلوں، ویسے بہت مشکل ہیں یہ راستے"

وہ خاصے سنجیدہ لہجے میں آگاہ کیے آخری جملے سے مقابل بھی حیرانگی اتار چکا تھا۔

اور عارف صاحب کے خود کی جانب ناسمجھی سے دیکھنے پر وہ کمر سیدھی کیے، ٹیک چھوڑ کر بیٹھا۔

اسکے چہرے پر شام جیسی کیفیت اتر چکی تھی۔

"یعنی برائی سے اچھائی اور اچھائی سے برائی کی طرف ہجرت، لوگوں کا کچھ نہیں جاتا وہ بس ہدایت اور تاکید کیے آگے بڑھ جاتے ہیں۔ سفر تو اس شخص

کو کرنا پڑتا ہے جو خود کو مار کر اس ہجرت کا حصہ بنتا ہے۔ یہ سچ ہے کہ ہمارا دکھ، ہمارے سائے تک کو پتا نہیں ہوتا"

وہ گہرائی میں اترا ہوا، ہر حس سے نا آشنا بس اپنے احساسات بتا رہا تھا اور عارف صاحب ہمیشہ کی طرح ہادی سکندر کی گہرائیوں اور ناگہانی محرمیوں کے گواہ رہے تھے اور اسے سمجھتے تھے۔

انکے چہرے کے نقاہت زدہ نقوش، تسلی آمیز سی مسکان میں ڈھل گئے۔

"لوگ ہمارا وہی چہرہ دیکھتے ہیں ہادی سکندر جو ہم انکو دیکھاتے ہیں، نواب صاحب کہا کرتے تھے کہ اپنے دکھ، خوشی، ناکامی اور ارادے کا کبھی اپنے سائے تک کو علم نہ ہونے دو۔ کہ بات کو سائے سے آگے بڑھنے میں دیر ہی کتنی لگتی ہے اور پھر رسوائی کو پر لگ جاتے ہیں۔ دنیا نے تمہارا برا رخ دیکھا ہے، ابھی وہ جانتے نہیں کہ عبادتوں میں نہ سہی، ریاضتوں اور انسانیت کے تقاضوں کو نبھانے میں تم ہر کسی سے کتنے آگے ہو"

وہ انتہائی مثبت مزاجی کا ثبوت دیتے یونہی ہادی کے اندر کا زہر کم کرنے میں معاون ہوتے اور وہ اس چھوٹی سہی پر نہایت پر سکون کرتی امید پر اپنے آپ سے لڑتی جنگ ختم تو نہ کر پاتا، ہاں اسکی شدت کم کر دیتا۔

"لیکن یہ دنیا عبادتوں کے بل پر انسانوں کی نیک نیتی کو پرکھتی ہے عارف بابا! یہاں تک کہ مبین عارض سکندر نے بھی مجھے اسی امتیازی فرق کے باعث اپنی دوستی سے دستبردار کر دیا۔ یہ جانتے بوجھتے کہ اسکے سامنے ہادی سکندر بے خوف بکھر جاتا تھا، کیونکہ وہ واحد تھا جو سمیٹ لینے پر دسترس رکھتا ہے۔ کبھی کبھی یہ خوش فہمی بھی ہونے لگتی ہے کہ شاید وہ بس مجھے آزما رہا ہے۔ میرے ٹوٹنے اور بکھرنے کی دیر ہے، کہیں بھی کسی بھی منظر سے نکل آئے گا اور مجھے گلے لگا لے گا"

اس بار ہادی کے لہجے میں تاسف تھا اور اسکی گہری، لال گوشوں والی متورم آنکھیں تک جلن سے بھر گئیں۔

اسکی اس حسرت پر عارف صاحب کے دل کو بھی تکلیف ہوئی۔

"میں یہ تو نہیں کہہ سکتا کہ مبین عارض کے دل میں کیا ہے مگر وہ ناانصافی نہیں کرتا۔ وہ انصاف پسند آدمی ہے، نہایت قیمتی روح جس کے اندر کے اوصاف کی گواہی ہر دوسرا شخص دیتا ہے۔ وہ جہاں رہتا ہے اسکے ماحول میں موجود لوگ اسکی ذات کو سراہتے نہیں تھکتے۔ تمہیں ایک بار اسکے سامنے ٹوٹ کر بکھرنا ہوگا، اسے آزمانے کے لیے۔ زندگی کے ہر معاملے میں دانش مندی اور انصاف سے چلنے والا وہ شاندار شخص، بھلا سب سے اہم فرض میں کیسے کوتاہی کر سکتا ہے"

عارف صاحب کا لہجہ ملتجی ہوا اور انکے اصرار کا رنگ لیے اس مشورے پر ہادی سکندر نے دل جلی سی مسکراہٹ اچھالی۔

"یہ بھی کر گزرتا، لیکن انا روکتی ہے۔ وہ نہ آیا سمیٹنے تو آپ جانتے ہیں میرا دل کتنی بری طرح زخمی ہو جائے گا۔ میں اپنے پہلے سے بیکار اور مریض دل کو اسکی سفاکی کا ایک مزید دھچکا دینے کی ہمت نہیں رکھتا"

ہادی نے رسان سے انکے مشورے کو رد کیا اور چہرہ بھی تلخی کی شکنوں سے بھرے موڑ لیا۔

وہ اک گہرا سانس بھرے اٹھے اور دعا کی طرح تشفی بھری نگاہ ڈالے اندر کی سمت بڑھ گئے جبکہ ہادی سکندر نے رنجیدہ ہوئے اس فون کی جانب دوبارہ دیکھا۔

وہیں دوسری طرف، اداس اور کسی گہرے ملال میں سر تا پا ڈوبی ماہ نور، تکیے پر سر رکھے، خاموشی سے سیدھی لیٹ کر چھت سے لٹکتے، روشنی اگلتے فانوس کو دیکھ رہی تھی جب مبین عارض سکندر نے محتاط سا ہوئے دروازے پر دستک دی اور کچھ لمحے بعد وہ اندر داخل ہوا۔

ماہ نور، لحاف دبوچے فوری چہرے پر زبردستی کی لائی مسکراہٹ سجائے اٹھ بیٹھی۔

اپنی جان سے پیاری اس چھوٹی بہن کی اداسی اور پھر منصوعی مسکراہٹ سجانے کا یہ عمل، ناچاہتے ہوئے بھی اسے سخت تکلیف دہ لگا۔

وہ بھائی کو اپنے قریب آتا اور وہیں اسکے پاس ہی بیٹھنے کو دیکھتی اپنے ہاتھ کو مبین کے ہاتھ میں دبا محسوس کر کے کچھ بہتر ہوئی تھی۔

جو کچھ دیر خاموشی سے ان کہانیوں کو پڑھتا رہا جو اسکے توجہ طلب تھیں۔

"طبعیت ٹھیک ہے ناں بچے، صبح سے دیکھ رہا ہوں۔ سب کے ساتھ ہو کر بھی کہیں غائب ہو۔ عبداللہ جذباتی ہے لیکن تمہارے مبین بھیا نہیں سو جو چیز تمہیں پریشان کر رہی ہے وہ مجھے بتاو"

لہجہ ہر درجہ بے لچک اور شفاف رکھے وہ اپنا ہاتھ بڑھا کر ماہ نور کی رخسار سے جوڑے، اسکی بہت کچھ کہتی مضطرب آنکھوں میں جھانکا جس پر وہ نظریں جھکاتی مبین کے سینے سے جا لگی۔

ہاں وہ محسوس کر سکتا تھا کہ ماہ نور کی رخسار پر نمی اتری ہے لیکن اسے اس وقت وہ اپنے روبرو لا کر کمزور نہیں کرنا چاہتا تھا تبھی اسے اسی حصار میں رکھے بات کرنے کی حق تک مضبوط بننے کا موقع دیتا رہا۔

"انکی کال پھر آئی تھی، مجھے پریشان کر رہے ہیں۔ میں نہیں سوچنا چاہتی پھر بھی میرے دماغ میں انکی باتیں چل رہی ہیں۔ مجھ سے نارمل ہونا مشکل ہو رہا ہے"

کچھ دیر خود کو مضبوط بنانے کے بعد وہ جھجکتی ہوئی مبین کے سامنے ہوئی اور ہنوز نظریں جھکا کر بولی، یہاں تک کہ اسکی آواز تو نہ ٹوٹی مگر لہجہ بہت ہی بے اختیار و بے بس تھا۔

"ہمم۔۔۔ہادی سکندر باز آنے والوں میں سے نہیں۔ میری پرنسیز کو ہلا دیا اس نے جسے کبھی اسکے بھائیوں نے اداس تک ہونے نہیں دیا۔ یہاں دیکھ کر بات کرو ماہ نور! تم نے کوئی غلطی یا گناہ نہیں کیا جو یوں میرے سامنے سر جھکا رہی ہو"

شروع میں جس درجہ مبین کو بر ہمی تھی، اخیر تک وہ ماہ کا صبیح چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھامے اسے خود کو دیکھنے کا کہے آنکھیں ملائے بولا جس پر وہ نمی سے جھلملاتی آنکھیں اٹھیں۔

"غلطی ہی ہے، کہ میں نے ایسے انسان کو پسند کیا جو بہت پاگل ہے۔ نہ خود سنورنا چاہتا ہے نہ حالات سدھارنے کی کوشش کرتا ہے۔ میں آپ سے شرمندہ ہوں بھیا جانو!، انکی جانب اپنے بڑھتے قدموں پر تکلیف میں ہوں"

وہ رو تو نہیں رہی تھی مگر اپنے اندر کی بے بسی اور تکلیف نکالنے لگی، اسکا چہرہ سرخ ہو رہا تھا۔

آنکھوں میں ریت چبھ رہی تھی۔

"محبت کرنا غلط نہیں لیکن محبت کر کے اس تک پہنچنے کے معاملے میں مخالف راستے کا انتخاب، اللہ کی بنائی حدود سے انحراف، ضد، بے بسی اور بے مرادی سے کام لینا غلط ہے، محبت غلطی نہیں بلکہ محبت کے لیے بہت چنے ہوئے دل بنائے جاتے ہیں، اور پھر اس راہ میں کچھ پیارا قربان نہ کرنا غلط ہے، یونہی یہ انمول خزانہ ہاتھ نہیں آتا، کچھ نہ کچھ گھاٹے کا سودا کرنا پڑتا ہے۔ کبھی اپنی ذات کو بے آبرو کر کے تو کبھی بہت سے سکون گنوا کر۔۔ کبھی اضطراب جھیل کر تو کبھی پاگل بن کر۔۔۔ اور اس سے سب ہوا فقط اک ہمت نہ کی گئی تمہارے لیے، حالانکہ وہ ایک کمزور انسان ہر گز نہیں تھا، وہ ایک جنگجو جیسا طاقتور شخص ہے"

مبین نے نرمی اور رسان کے سنگ اپنے خسارے یاد آنے پر آخری ذکر پر اپنی آنکھیں بھی سختی سے موند کر کھولیں، گہرا سا سینے پر اٹکا سانس بھی کھینچا مگر ساتھ ہی ماہ نور کے فون کے بجنے پر جہاں مبین نے غیر ارادی ہی اس پر

آتا ان نون نمبر دیکھا وہیں ماہ نور نے اس ذہن میں بجتے ہنٹر نما سائرن کو سنتے ہی مبین کی جانب روہانسی ہوئے دیکھا جو چہرے پر ابھر آتی برہمی کی شکنیں بحال کرتا سنجیدہ ہوا۔

"ایک کھیل کھیلتے ہیں، اور یہ میرا اور تمہارا سیکرٹ ہو گا۔ ابھی تم ہادی کی کال اٹھاو اور کچھ دیر اسکی بات سننا پھر یوں کہنا کہ کوئی آیا ہے میں فون ہولڈ پر رکھ رہی ہوں۔۔۔۔۔ اسکے بعد میں اپنا کام کروں گا۔۔۔ اسے ایک آخری وارننگ دینی ہو گی"

یکدم ہی مبین کے اس خیال اور حکم پر ماہ نور نے جھٹکے سے جھکی نظریں اٹھائے مبین کو زخمی ہوئے دیکھا جو آگے سے اسکی گال سہلائے تسلی فراہم کرتا اٹھا اور دروازے کی سمت بڑھا۔

ماہ نور نے اک کرلاتی نگاہ کمرے سے باہر جاتے مبین پر ڈالی اور پھر اک اس کال پر اور حلق میں پھنسی اذیت نکالے ہمت جمع کرتی کال پک کیے فون کو

کان سے لگانے کے بجائے سپیکر پر ڈالا اور مبین اسی طرح دروازے سے باہر جا کر کھڑا ہو گیا۔

"ماہ!"

گھٹی ہوئی پکار بلند ہوئی تو جیسے ماہ نور کے دل کو کسی نے کچلا تھا وہیں دروازے کی اوٹ میں کھڑا مبین بھی اس پکار کی اذیت محسوس کر چکا تھا۔

"آپ نے پھر کال کی ہادی سکندر! میری کسی بات کی کوئی اہمیت رہی ہے یا نہیں۔ آپکی یہ پکار یہ آواز نہیں سن سکتی۔ کیوں بار بار مجھے ستا رہے ہیں"

ماہ نور کی درد بھری جوابی کاروائی سنتا جہاں مبین آزردہ ہوا وہیں شام کے حصار میں ڈوبا وہ نامراد شخص بھی غرقاب ہونے لگا۔

"ستا تو مقدر رہا ہے مجھے، یہ کائنات ستا رہی ہے۔ ہر منظر کاٹ رہا ہے۔ تمہارے ہونٹوں سے فقط چند لفظ سننے کی طلب لگی ہے، کمبخت یہ طلب مہنگے

سے مہنگے نشے سے بھی کم نہیں ہوتی۔ مجھے ناکارہ ہی کہے مگر تمہاری زبان میرا نام لے۔۔۔۔شاید اسی آسرے پر زیست کاٹ لوں"

وہ اذیت کی انتہاؤں پر فائز، شدت پسند سا ضدی شخص تھا اور مبین نے بھی مزید اسکی یہ ستم ڈھاتی باتیں سننے کے بجائے دروازے پر بلکل اپنے کھیل کے مطابق دستک دی۔

"کوئی آیا ہے، میں ہولڈ پر کر رہی ہوں"

ماہ کی گھبرائی سی آواز پر وہ سرد آہ کھینچتا اس سے پہلے کال کاٹ ڈالتا، ماہ ہی کی آواز نے جسے پکار لیا، وہ لفظ سن کر ہادی سکندر کے ہاتھ زنجیر اور سماعت پابند ہو گئی۔

"آئیں مبین بھیا"

وہ بھی کھیل میں مبین کی بھرپور مددگار تھی، ہادی سکندر کی آنکھوں کا تاسف گہرا اور جسم کی تکلیف بڑھی۔

"کیسا ہے ہمارا چھوٹا سا بچہ، تم کب سے روم میں تھی تو سوچا جو نیوز باقی سبکو سنائی ہے وہ تمہیں بھی بتا دوں"

مبین احتیاط کے سنگ آواز کو ہر ممکنہ ہادی سکندر کی سماعت تک ارسال کیے قریب آیا اور ماہ نور کی بھری ہوئی آنکھیں دیکھ کر آنکھیں دھیمے سے بند کیے اور کھول کر تسلی دی جو اسے ہادی سکندر پر ظلم ڈھانے سے روکنے کے لیے خاموش التجاء کر رہی تھی۔

"اچھی ہوں بھیا جانو! کونسی نیوز"

ماہ نے اپنے لہجے کو ہر ممکنہ بھیگنے سے بچاتے ہوئے آواز میں تجسس بھرے پوچھا تو مبین نا صرف واپس بیٹھا بلکہ اک جگر پاش سی نظر فون پر چلتی ہوئی کال پر ڈالی۔

"گڈ، تمہارے لیے تمہارے جیسا بہترین ہمسفر ڈھونڈا ہے۔ بہت اچھے لوگ ہیں۔ لڑکا بھی نہ ضدی ہے نہ پتھر، وہ تمہیں ستانے کے بجائے سمیٹ

کر اور پیار سے رکھے گا۔ ہم سب بھی یہی چاہتے ہیں کہ تم کسی ایسے انسان کی ہو جاو جو بہترین ہو۔ جسے محبت کرنے اور نبھانے کا سلیقہ آتا ہو۔ جو آخری سانس تک تمہیں اپنا بنائے رکھنے کا ہنر بھی جانتا ہو"

مبین نے یہ سارے جملے بہت دکھ سے کہے تھے اور ماہ نور کی آنکھوں میں نمی سی جمع ہوئی اور مبین کے بات مکمل کرتے ہی عارضوں پر بکھری جبکہ اس جانب، اس بکھرے شخص کی سماعت میں پگھلا سیسہ انڈیلا جا چکا تھا۔

وہ نفی میں سر ہلاتی مبین کو رحم کرنے کی التجاء کا اشارہ کرتی رہی لیکن وہ آخری ستم پوری شان سے ڈھانے پر ڈٹا رہا۔

"ہادی سکندر!"

وہ جو اس قہر سے ٹوٹ سا گیا تھا، مبین عارض کے منہ سے اپنا نام سن کر گویا مرتے مرتے جی سا اٹھا۔

"ہادی سکندر تمہارے لیے بہتر نہیں ہے ماہ، اسکے اندر کی ضد نے اسے تم سے ہاتھ دھو بیٹھنے پر مجبور کر دیا۔ وہ اگر ہمت کر لیتا اور اپنی ضد چھوڑ دیتا تو میں تمہارے لیے اس کو اول جانتا۔ لیکن وہ پتھر بن چکا ہے، جس پر کسی ضرب کا اثر نہیں ہوتا۔ اگر وہ اپنی تکلیف مجھ سے کہہ دیتا، اپنی مجبوری بتا دیتا تو میں اسکے لیے سب کر گزرتا مگر اس نے مجھ سے بھی سب چھپالیا، اس نے خود کو مجھ سے اپنی چپ کے باعث دور کر دیا۔ اور میں مبین عارض سکندر اسے سزا دینے کا پورا حق دار ہوں، اسکو خود سے علیحدہ کر کے سزا دی تھی۔ مگر اب اسے ایک اور سزا دینے کا وقت آچکا ہے۔ ماہ نور سے دستبرداری"

وہ بے رحم اور سفاک جملے ادا کیے خود تو رنجور تھا ہی مگر ماہ نور کی تکلیف کی گواہی بھی اسکی آنکھوں نے دی جو ہادی سکندر کی اذیت کا اندازہ لگائے بے جان ہو رہی تھی۔

"جیسا آپکو مناسب لگے بھیا جانو، آپ مجھ سے بہتر سوچ سکتے ہیں۔ مجھے آپکے کسی فیصلے سے انکار نہیں ہے"

بہت دیر بعد وہ بولنے کے قابل ہو سکی تھی اور مبین عارض سکندر اپنی زندگی میں پہلی بار خوفزدہ ہوا تھا، آر یا پار کے اس فیصلے کی نوعیت بہت ناگہانی بھی ہو سکتی تھی۔

"گڈ، مجھے تم سے ایسی ہی امید ہے ماہ نور۔ چلو آرام کرو"

وہ اپنی بات مکمل کرتا، اک افسردہ سی نگاہ ماہ پر ڈالتا کمرے کی حدود سے باہر نکل گیا، نہ صرف حدود سے بلکہ اس ستم کے بھاری بوجھ کو سہنے کے لیے اسے بھی اب تنہائی درکار تھی۔

دوسری جانب وہ قبر کی سی خاموشی میں مبتلا، فون کو کان سے ہٹائے گھور رہا تھا، یکدم ہی اسکی بھوری آنکھیں لہولہان ہو گئیں۔

ہاں نمی بھی پھوٹی تھی، جو اسکی شکست فاش کا ماتم تھی۔

ماہ کا سانس پھولا ہوا تھا مگر وہ پھر بھی فون کے اس پار سے سنائی دیتی سانوں کی آواز سنے دم سادھ گئی۔

"بنا جرم کو ثابت کیے تم مجھے اس بار سزا نہیں سنا سکتے مبین عارض سکندر! اور تم ماہ! مائی ٹوئکل سٹار لسن۔ ایسا ناراض کر دیا ہے کہ بہت دیر تک مجھے منا نہیں سکو گی، اور میں تمہیں کسی اور کا ہونے نہیں دوں گا۔۔۔۔ تم سے ہادی سکندر کو منانے کی آسانی نہیں چھینوں گا کیونکہ یہ ایک سچ میرے اندر اب بھی سانس لیتا ہے کہ تم صرف ہادی سکندر سے محبت کرنے کی اہل ہو"

وہ بے حواس ہو ابڑبڑایا تو ماہ نور نے اپنی آنکھوں سے بہتی نمی بے دردی سے رگڑی۔

"کیا کریں گے آپ ہاں، میں کبھی بھی آپ کی نہیں ہونے والی۔ سنا نہیں کہ وہ سب میرے لیے میرے لائق شخص ڈھونڈ چکے ہیں۔ اب آپکو یہ تسلیم کر

لینا چاہیے کہ ماہ نور آپکی رہی سہی بھی نہیں رہی۔۔۔۔سنا آپ نے ہادی سکندر!"

وہ ترش ہوئے چینخی تھی، اندر کا زہر انڈیلے اپنا سارا غبار نکال دینا چاہتی تھی جو اسے تکلیف کی بھٹی سے گزار رہا تھا۔

اور وہ سرخ بھیانک آنکھیں یکدم مسکرا اٹھیں۔

"وہ جتنا بھی تیز ہو جائے، ہادی سکندر جیسا شاطر نہیں بن سکتا۔ آج بھی ویسا ہی پاگل ہے۔میرے ساتھ اسکی گیمیز اکثر بیکار جاتی تھیں، ہار جیت کا فیصلہ نہیں ہوتا تھا۔ لیکن آئی تھنک آج میں نے نتیجہ نکال لیا"

وہ الٹا یہ سب بولتا ماہ کو ساکت کر گیا جو ہونق بنی ہادی کے کہے غیر متوقع جملوں میں گرفتار ہوئی بے قرار ہو گئی۔

"کیا بول رہے ہیں آپ ہادی سکندر!"

وہ جنھجلائی، کوفت سے سر دکھنے لگا۔

"یہی کہ تم سے بہت شدید ناراض ہو گیا ہوں، اب فون نہیں کروں گا بلکہ تمھیں سب کے سامنے اپنی ناراضگی دور کرنے کے لیے ہاتھ سے پکڑ کر یہاں لاوں گا۔ تب تک مجھے منانے کی ترکیبیں سوچ لینا کیونکہ ہادی سکندر ہوں میں، نہ بہل سکتا ہوں نہ بہکنے کا کوئی سوال ہو گا۔۔۔ ٹیک کیئر"

سخت مگر ذو معنی جملے اچھالتا وہ ماہ نور کو اس جان لیوا تذبذب کی کیفیت میں جھونکے کال کاٹ چکا تھا جبکہ وہ جو پہلے ہی صدمے سے آدھی تھی، پورے وجود میں اس دھمکی سے سنسنی سی سرائیت کرنے پر کانپ اٹھی۔

لمحے میں اس شدت پسند شخص کے روح جھنجھوڑ دیتے لفظوں سے اسکا پورا مرمریں ساوجود برف اور رگوں میں گردش کرتا لہو منجمد ہو گیا تھا۔

..________________________..

"کہہ کر آئی ہو ناں کہ کل کھانا ہمارے ہاں کھائیں"

امل نے واپس آکر جب ہانک لگائے اپنی واپسی کی منادی کروائی تو مناحل نے کچن سمیٹتے ہوئے باہر جھانکے پوچھا تو وہ سڑے کریلے جیسی تھپ سے نیلم کے بغل میں ہی بیٹھی جو ابھی بھی دیدہ کے ساتھ مستی میں مشغول تھی۔

"ہاں جی مس مناحل کہہ آئی ہوں، انکے منہ پر لکھنا بچ گیا۔ کہیں توڑے واپس لانے کے بہانے جاکر باقاعدہ انویٹیشن دے آوں؟"

وہ جو پہلے ہی سڑی تھی، ماں جان کے پوچھنے پر دل جلائے جل بھن کر بولی اور مناحل اور نیلم دونوں نے ہی اسکی یکدم بدلی بیزار کیفیت محسوس کیے ایک دوسرے کی سمت جاسوس مشکوک نظر اچھالی۔

"ہر بات کو یا تو مزاق میں لیتی ہے یا الٹا چڑ جاتی ہے، کبھی تو سنجیدہ اور سیدھا جواب دے دیا کرو لڑکی"

مناحل کچن کا باقی کام ملازمہ کے سپرد کرتیں خود چائے اور منی سے کپ کیکس جسکا بیٹر امل نے بنا کر وہیں چھوڑ دیا تھا اسے بیک کیے وہیں سٹنگ ایریا میں لے آئیں جبکہ اپنے بدلحاظ جواب کا احساس کرتی وہ فوری اپنا موڈ بہتر کرتی مبین عارض کو سوچتی ہوئی نہ صرف مسکرائی بلکہ اماں جان کی گھوری اور نیلم کی خفا اچٹتی نظر باری باری محسوس کیے دانت دیکھانے لگی۔

"اماں، سیدھے جواب دینے کے لیے آپکی یہ سیدھی سی نیلم ہے ناں یار۔ ایک مجھ جیسا ٹیڑھا بندہ بھی ہونا چاہیے، ورنہ لائف کا کیا بنے سڑگل کے۔۔۔۔ شکر کیا کریں کہ آپ کے بیچ یہ بندی موجود ہے ورنہ ان لوگوں سے پوچھیں جنھیں مجھے دیکھنے کے لیے بھی مناجات اور چلے کرنے پڑتے"

امل کے شیخی بگاڑ کر بے وقت ہانکنے پر جہاں نیلم کی ہنسی پھیلی وہیں مناحل نے توبہ کیے کان چھو لیے۔

"یہ تو میری جان ہے، اور تمہارے لیے کس نے چلے کاٹ کر اپنی مت مارنی ہے بونگی کہیں کی"

جہاں مناحل، نیلم کو لاڈ سے خود کے سنگ لگائے قربان ہوئیں وہیں امل نے یہ لپٹا چپٹی آنکھیں گما گما کر دیکھی۔

"دیکھ لو نیلم! مجھ سے اماں گھر کی مرغی دال والا برتاو کر رہی ہیں۔ بائے دا وے مس مناحل مجھے پتا ہے میں آپکی جان نہیں بلکہ روح ہوں۔۔۔ہے ناں"

اپنے صدمات کا دکھ بیان کرتی وہ جس رفتار سے مسکین بنی اسی سپیڈ سے آخری بات گردن کھڑی کیے فخر سے ادا کیے بولی جس پر مناحل اور نیلم دونوں ہنس دیں۔

"نہیں جی، بدروح ہو تم"

مناحل کی ہنسی دگنی ہوئی اور امل کے پھولے گال انکو مزید پیارے لگے۔

"ہی ہی، دیکھا۔ اپنی کمزوری کا اظہار کہاں سیکھا ہے ہونر ایبل مس مناحل نے۔ ویسے لڑکیو! سنو!"

وہ اپنے ابتدائی جملے سے جہاں نیلم کو مسکراہٹ روک دینے پر اکسا گئی وہیں مناحل کے چہرے پر بھی اک لمحے سفیدی چھائی۔

یہ جملہ! یہ ہو بہو ایسا ہی جملہ وہ بھی بہت مجبور ہو کر بولتا ہے، اس شخص کی یاد ہی مناحل کے ہنستے نقوش پر اک ناراضگی کی تہہ اتر گئی۔

"مجھے ناں وہ انسان بہت پسند آئے، بڑا ہی زوردار ٹاکرا ہوگا اس بندے کا اپنی نیلم کے ساتھ۔ دیکھنے سے ہی دل عش عش کر اٹھے، سنجیدہ، پروقار اور حاوی ہو جاتی پرسنالٹی۔۔۔۔ مجھے اس میں نیلم کے خوابوں کے شہزادے کی جھلک دیکھائی دی ہے"

یکدم ہی امل کے خواب کی سی کیفیت میں ڈھلنے اور اس جان لیوا انکشاف نے نیلم کے ہاتھ، دل اور شاید سانس بھی ساکن کی وہیں امل کی اتنی گہری

دلچسپی اور پر یقین لہجے میں کی تعریف پر خود مناحل نے مبین عارض سکندر کا انداز اور سراپا یاد کیا۔

"امل! کچھ بھی بولتی ہو تم، بہت خراب ہو۔۔۔۔۔"

نیلم جسکے ہاتھ پیر بے وجہ ہی پھولے تھے، چائے کا سیپ بھرتی خود کو کمپوز کیے ایک ٹھوکا امل کی بازو پر رسید کیے بڑبڑائی۔

"ویسے اتنا تو میں نے بھی اسے دو گھنٹوں سامنے بیٹھا دیکھ کر نہیں جانا جتنا میری بچی زرا سی ملاقات میں تحقیق کر آئی ہے"

مناحل شاید کچھ قبل پہلے امل کے کہے اس جملے کا بدلا چکانے کی نیت سے امل کو چڑا رہی تھیں مگر اس بار وہ ننھی جان واقعی منہ بسور چکی تھی۔

"دیکھا! میرے کسی ہنر کی تعریف نہیں کرتیں آپ مس مناحل۔ اتنے گنوں اور گروں والی اولاد ناں قسمت والوں کو ملتی ہے۔ اور ایک میں بد نصیب ہوں۔ انڈیا اور پاکستان کے بارڈر پر پیدا ہو کر غلطی کر بیٹھی"

یہ امل کی چڑ نہیں بلکہ اسکے اندر کی وہ تکلیف پھٹی تھی جو وہ ہر ممکنہ کوشش کر کے اپنے اندر ہی دبائے رکھتی تھی مگر اسکے یوں خفگی سے بلبلا اٹھنے پر وہاں اک لمحے میں سکتہ سا طاری ہو چکا تھا۔

"ہمم۔۔ تم دونوں باتیں کرو۔ مجھے کچھ کام یاد آگیا ہے"

اپنے اور جلال کے مشترکہ ستم کی کاٹ نے مناحل کا دکھ ہرا کیا تو وہ خود ہی وہاں سے اٹھ کر چلی گئیں جبکہ امل کو اپنی اس بکواس پر اور ماں کو افسردہ کر دینے پر حقیقی ملال ہوا۔

اوپر سے نیلم بھی اسے چھوٹی چھوٹی ہوئے دیکھ کر مزید پریشان کر گئی، جیسے وہ کچھ گناہ کر بیٹھی ہو۔

"امل! اچھا نہیں کیا جان۔ وہ دیکھو اداس ہو کر چلی گئیں۔ مانا ان دو کے اختلافات تمہیں تکلیف دیتے آئے ہیں لیکن تم ایسی نہیں کہ بدلا لو۔ بلکہ تم

ان دونوں کو ان دونوں کے حصے کی ساری محبت اور ساری عزت پوری ایمانداری سے دیتی آئی ہو۔ اسے جاری رکھو"

نیلم اسکا مرجھایا چہرہ، ہاتھوں میں تھامے دوستانہ لہجے میں گویا ہوئی مگر امل بھی بے اختیار کر بیٹھی تھی۔

"ایسا بھی کیا کہہ دیا میں نے، سچ ہی کہا ہے۔ زرا سا سچ بول دو تو یہ دونوں ہی منہ سوجھا کر کونے کھدرے سنبھال لیتے ہیں۔ کبھی کبھی تو مجھے یہ لگتا ہے میں انکی اولاد نہیں یہ دو میرے بچے ہوں۔ جنکے سنگین اور جانگلیوں والے لاڈ اٹھاتے ہوئے ہی میں دنیا سے کوچ کروں گی"

الٹا وہ سمجھنے کے بجائے بپھر سی گئی، چہرہ تک اتر گیا لیکن اسکی کوفت نے نیلم کو مسکرانے پر ضرور مجبور کیا۔

اسے امل پر جی بھر کر پیار آیا۔

"ہاہاامل تم بولنے سے پہلے سوچ تو لیا کرو میری جھلی، وہ دونوں آپس میں جیسے بھی ہوں لیکن تم سے بہت پیار کرتے ہیں۔ اور رہی بات خالا جان کی تو انکے دل میں تم دھڑکتی ہو"

نیلم نے اپنی بے قابو مسکراہٹ سلیقے سے روک کر اس خفا اور ناراض سی امل کو بہت پیار سے سنبھال لیا جو اب منہ ٹیڑھا کیے فقط آنکھوں سے مسکرادی۔

"کاش مجھ پر سارا پیار ضائع کرنے کے بجائے وہ ایک دوسرے پر بھی نظر ثانی کرلیں۔ میرے آدھے مسائل تو ایسے ہی حل ہو جائیں۔۔۔اب مجھے کیا کیا جتن کر کے مس مناحل کو لاڈیاں کیسے منانا ہو گا"

بیزار سا منہ بناتی وہ اپنا سر تھام گئی، اگلی نظر آتی مشقت بڑی سنگین جو تھی۔

مگر پھر کچھ یاد آنے پر وہ جھٹکے سے مڑی۔

"اچھا یہ چھوڑو، یہ بتاو کے میں نے جو کہا اس انسان کے بارے میں۔ کیا خیال ہے تمہارا؟ تمہاری مطلوبہ ڈیمانڈز اس تک پہنچاوں"

امل کے یکلخت پوچھنے پر پہلے تو نیلم آنکھیں پھاڑے اسکے اس سہولت سے جان نکالنے پر دنگ رہی اور پھر منصوعی طرز سے اسکا گلا دبانے لگی۔

امل کا قہقہہ گویا پورے سٹنگ ایریا میں گونجا۔

"امل! امل!

تم ناں۔ تم بہت ہی بگھڑ گئی ہو۔ تم اب مجھ سے پٹو گی۔ کیا کیا اول فول بولتی رہتی ہے یہ پاگل۔۔۔۔۔ اٹھو جاو اور مناحل خالا کو
مناو۔۔۔۔ چلو۔۔۔۔۔"

نیلم کی گھبرائی اور پتلی حالت دیکھ کر امل کو ہنسی کا دوڑا پڑا تھا وہیں اس افلاطون کو خالا والا ٹاسک تھمائے اپنی جان چھڑواتی وہ امل کے جانے پر اسے جھجھکتی ہوئی پکاری۔

"امل ! سنو !

کیا انکا کوئی دیور ہے ؟"

نیلم کے سادگی سے پوچھے سوال پر امل کا منہ یوں بنا جیسے اس نے کوئلہ چبا ڈالا ہو۔جی ساڑ کر وہ نیلم کو گھورتی ہوئی پھنکاری۔

"دیور گیا خوبصورت اور آرام دہ طریقے سے۔۔۔۔۔۔۔۔میں۔۔۔ تمہیں تو بعد میں پوچھتی ہوں"

سلگتی، تلملاتی وہ دم دبائے غرائی اور نیلم کی دبائی چھینپی سی مسکراہٹ پر سر جھٹک کر جھر جھری لیے اندر دوڑی۔

جبکہ نیلم کے چہرے پر جھجک، پریشانی اور نا جانے کیسا اضطراب امڈا جو اس نازک اندام کو ہلا کر رکھ گیا۔

وہ جب تک اندر پہنچی، مناحل کھڑکی کے ساتھ کھڑیں باہر اتر آتی گھری شام سے ہمکلام تھیں جب چپکے سے امل نے مناحل کو حصار کرنا صرف انکی گال پر بوسہ دیا بلکہ اپنی گال بھی مناحل کے رخسار سے جوڑے، باہر ڈھلتی شام تکنے لگی۔

"تم بد نصیب مت کہا کرو خود کو، مجھے اپنا آپ گناہ گار لگنے لگتا ہے۔ غلطیاں اس شخص نے بھی تو کی ہیں۔ میں کہاں تک اور کب تک اسکی سفاکیاں برداشت کرتی۔ وہ حکم چلانا جانتا ہے، اسے میری اور تمہاری خوشی سے کوئی سروکار نہیں۔ باقی تمہاری میں نے کبھی تعریف اس لیے نہیں کی کیونکہ تمہیں نظر لگا دینے سے خوف کھاتی ہوں۔ میں اظہار نہیں کر پاتی تم سے اپنی محبت کا کیونکہ اس شخص نے مجھے اظہار سے خائف کر چھوڑا ہے۔ لیکن حقیقت یہی ہے کہ مجھے تم جتنا پیارا دوسرا کوئی نہیں ہے امل"

وہ امل کو اپنے پاس جان کر، اسکی سوندھی سوندھی مہک سونگھتی ہوئیں جو کرب ناک حقیقتیں بیان کرتی چلی گئیں ان پر امل کی آنکھوں میں بھی جلن ابھر آئی لیکن مس مناحل کا آخری جملہ اسے اچھا کر دینے کی دوا تھا۔

وہ زور لگائے انکو دونوں پہلووں سے تھامے روبرو کرتی، دونوں ہتھیلوں سے مناحل کا چہرہ تھامے سر اثبات میں ہلائے مسکرائی۔

"مجھے پتا ہے، آپکو اظہار کی ضرورت ہے بھی نہیں مما! اظہار جیسی چیز سے امل بھی خائف رہتی ہے۔ آپ میری بہت اچھی ماں ہیں، بس میں ہی کبھی کبھی سخت بول جاتی ہوں۔ کیونکہ آپ مانیں نا مانیں مگر آپ دونوں کی اس لڑائی میں امل بہت سفر کر چکی ہے اور یہ اسی برداشت کے سائیڈ ایفیکٹس ہیں۔۔۔ بٹ آئی پرامسس اب ایسا گندا نہیں بولوں گی"

وہ امید اور زندگی سے اپنا خالی دامن واپس بھرے، مناحل کی بھی ساری افسردگی ہٹا گئی لیکن حقیقت میں مناحل اسے گلے لگائے بہت ملال میں مبتلا لگیں۔

"تم میری واقعی روح ہو امل"

مناحل نے اسکی پشت سہلائے جذب اور محبت سے کہا تو وہ جو ایموشنل سی ہو رہی تھی، مسکرا اٹھی۔

"نہیں جی سوہنیو! اب میں بدروح ہی
ہوں۔۔۔۔۔۔۔اووو۔۔۔۔۔باوووو"

فوراً سے بیشتر الگ ہوتی وہ چڑیل جیسی ہیبت ناک شکل بنائے جو کرتب بازی کر گئی اس پر وہ ماں بیٹی دونوں ہی ہنس پڑیں۔

جبکہ ایک بار پھر دونوں نے کس کے اک دوجے کو گلے لگائے سارے شکوے دھو ڈالے۔

..________________________..

چاروں اطراف میں رنگ برنگے، نایاب اور دل چھو لیتے خوشبودار پھول کھلے ہوئے تھے، اور وہ لہو چھلکاتی نرم ایڑیوں والے دودھیا ننگے پاوں، نم سبز گھاس پر جوں جوں آگے بڑھتے، ان پیروں میں سجی پائیلیں چھن چھن کیے شور مچاتی ہوئی مچل جاتیں۔

وہ اپنا ململ کا آنچل گھاس پوش زمین پر پھیرتی ہوئی، اپنی لہراتی فراک کے کنارے حرکت دیتی یوں آگے بڑھ رہی تھی جیسے ہوا کے دوش پر اڑ جانے کی تمنائی ہو۔

آسمان، روشن اور نیلگوں، اس جیسی نرماہٹ اور محویت لیے اس گلبدن کی چال تکتا مسکانے لگا۔

وہ جیسے جیسے ہوا کے لمس پہنچاتے جھونکوں سے بچتی ہوئے آگے بڑھی، اک ندی کا کنارہ نظر آنے لگا۔

جس کے اک کنارے پر ہنس کا جوڑا اک دوسرے کے سحر میں طاری ہوا نظر آیا۔

وہ حسن کی ملکہ، وہ پاکیزگی کی مورت، اپنے ململ کے آنچل کو بازوؤں میں دباتی سنبھل کر ندی میں اتری۔

ندی کا پانی تک اس شہزادی کے حسن سے حیرہ ہوئے اک کنارے سے دوسرے کنارے کی جانب بہہ رہا تھا، اچانک ہی تتلیوں کے جھنڈ لپکے اور وہ ہالہ بنائے اڑنے لگیں۔

پھر وہ ساری روشنی، روشنی کی رفتار اور ولاسٹی کو مات دیتی ہوئی سنگین ہوتی چلی گئی، وہ اسقدر تیز اور آنکھیں جلا دیتی روشنی تھی کہ اس میں آنکھیں کھلی رکھنا محال تھا۔

"یا اللہ یہ کیسی روشنی ہے"

شہزادی نے دل تھام کر سہم کر پکارا۔

وہ اپنے چہرے پر بازو باندھے اس تیز روشنی کے وار سے بچنے کی سعی کرنے لگی مگر کئی لمحے گزر گئے مگر اس روشنی نے اپنا راستہ نہ بدلا اور پھر یکدم دیکھتے ہی دیکھتے وہ روشنی مدھم ہوتی چلی گئی۔

شہزادی نے اپنی چندھیا جاتی بند آنکھوں کو کھول کر ندی کے اس پار دیکھنا چاہا مگر وہ روشنی اب بھی جس مرکز سے اٹھ رہی تھی اس جانب دیکھنے کی صلاحیت آنکھوں کو میسر نہ تھی۔

ابھی چند ساعتیں ہی مٹھی سے ریت سا سرکی تھیں کہ شہزادی نے اس پار اسی مرکز کو دیکھا، وہاں کوئی تھا۔

اس مرکز، اس نقطے پر کسی انسانی خدوخال رکھتے ہیولے کو دیکھ کر جس طرح خواب میں وہ کانپی بلکل ویسے ہی پسینے میں شرابور ہی ہانپ کر نیند کے بری طرح ٹوٹ جانے پر اٹھ بیٹھی۔

پورا جسم یخ جبکہ دل پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

کئی ثانیے نیلم کو اس خواب کی اگلی کڑی سے الگ ہونے میں لگے، اپنے جسم کی یہ کیفیت اسے خوفزدہ کر گئی۔

بہت دن بعد اس نے خواب تو دیکھا مگر آج اس نے کئی سال سے دیکھائی دیتے اپنے خواب کا اگلا حصہ دیکھا تھا۔

دور پار فجر کی بلند ہوتی آذانوں پر نیلم نے اپنا آنچل اٹھا کر سر پر ڈالا اور آذان کے مکمل ہونے تک کسی دل وروح جکڑتی کیفیت کا شکار رہی۔

"وہ کوئی انسان تھا اس پار، کوئی مخالف جنس! بھلا کسی نا محرم کی میرے خواب میں کیا جگہ بنتی ہے۔۔۔"

آذان مکمل ہوتے ہی وہ اپنے خواب کی بھاری شدت اور اس انسان کی موجودگی سے گھبرا گئی، دل کی دھڑکن بھی زوروں سے بڑھی۔

اسکے اس خواب کا کوئی تو مقصد ضرور تھا۔

پہلے کئی دن سے خواب نہ آنا اور اب یوں اگلے مرحلے کی سمت بڑھنا، یہ سب کسی فلم کی طرح اسکے دماغ کی سکرین پر چلتا ہوا اسے حراساں کر رہا تھا۔

وہ سب جھٹک کر اٹھی، وضو کیا اور اپنے سکون اور عافیت کے لیے نماز ادا کی اور پھر یوں ہاتھ اٹھائے بیٹھ گئی جیسے آج کوئی سوال نہ رکھتی ہو بلکہ آج نیلم اللہ سے اسکی رضا اور اس بے چین کرتے خواب کی وجہ مانگ رہی ہو۔

اسکی دعائیں تو ہمیشہ سے لمبی اور فرمائشوں کی لسٹ لامتناہی ہوا کرتی لیکن آج اسکے پاس مانگنے لیے کچھ بھی نہ تھا، پھر یکدم ہی اس نے اپنی آنکھیں موند لیں اور اسکے چہرے پر پھیلا اضطراب، سکون کی کوئی عجیب سی شکل اختیار کر گیا۔

وہیں دوسری جانب ساری رات ناجانے اس کی کیسی کٹی مگر اس وقت وہ جائے نماز پر ہی بیٹھا، قرآن پاک کھولے با آواز وہ الفاظ دہرا رہا تھا، اسکی خوش الحان آواز رک کر، تھم کر سنتے پرند بھی خاموش ہو گئے۔

"للَّذِی ◌ْنَ اس ◌ْ تجَابُو ◌ْ الِرَ ◌ّبِهِم ُال ◌ْ حُس ◌ْ نٰی ◌ۚ وَالَّذِی ◌ْنَ لَم ◌ْ
یَس ◌ْ تجِی ◌ْ بُو ◌ْ الہ ٗلَو ◌ْ اَنَّ لَہُم ◌ْ مَّافِی ال ◌ْ اَر ◌ْ ضِ جَمِی ◌ْ عًاوَّ مِث ◌ْ لَہ ٗ
مَعَہ ٗلَاف ◌ْ تَدَو ◌ْ ابِہ ◌ۚ اُولٰٓئِکَ لَہُم ◌ْ سُو ◌ْ ءُال ◌ْ حِسَابِ ◌ْ ◌ۙ وَ
مَا ◌ْ وٰیہُم ◌ْ جَہَنَّمُ ◌ۖ وَبِئ ◌ْ سَ ال ◌ْ مِہادُ ﴿۱۸﴾

جنہوں نے اپنے رب کی دعوت مان لی ان کے لیے بہتری ہے اور جنہوں نے اس کی دعوت قبول نہیں کی وہ اگر ان سب چیزوں کے مالک بن جائیں جو زمین میں ہیں اور اتنی دولت مزید بھی ساتھ ہو تو وہ (آخرت میں) ان سب کو (اپنی نجات کے لیے) فدیہ دے دیں، ایسے لوگوں کا برا حساب ہو گا اور جہنم ان کا ٹھکانا ہو گا اور وہ برا ٹھکانا ہے۔"

وہ آنکھیں بند کیے کچھ دیر رکا اور گہری سانس بھرے اس سکون کو محسوس کرنے کے بعد دوبارہ آنکھیں وا کیے پڑھنے لگا۔

"اَفَمَن ◌ یَّع ◌ لَمُ اَنَّمَآ ◌ اُن ◌ زِلَ اِلَی ◌ کَ مِن ◌ رَّبِّکَ ال ◌ حَقُّ
کَمَن ◌ ھُوَ اَع ◌ مٰی ◌ اِنَّمَا یَتَذَکَّرُ اُولُوا ال ◌ اَل ◌ بَابِ ﴿۱۹﴾

۱۹۔ کیا جو شخص یہ جانتا ہے کہ جو کچھ آپ کے رب کی طرف سے آپ پر نازل کیا گیا ہے وہ برحق ہے، اس شخص کی طرح ہو سکتا ہے جو نابینا ہے؟ نصیحت تو بس عقل والے ہی قبول کرتے ہیں۔

الَّذِی ◌ نَ یُو ◌ فُو ◌ نَ بِعَہ ◌ دِ اللّٰہِ وَلَا یَن ◌ قُضُو ◌ نَ ال ◌ مِی ◌ ثَاقَ
﴿۲۰﴾

۲۰۔ جو اللہ کے عہد کو پورا کرتے ہیں اور پیمان کو نہیں توڑتے۔

وَالَّذِی ◌ نَ یَصِلُو ◌ نَ مَآ اَمَرَ اللّٰہُ بِہٖٓ اَن ◌ یُّو ◌ صَلَ وَیَخ ◌ شَو ◌ نَ
رَبَّھُم ◌ وَیَخَافُو ◌ نَ سُو ◌ ٓءَ ال ◌ حِسَابِ ﴿۲۱﴾

۲۱۔ اور اللہ نے جن رشتوں کو قائم رکھنے کا حکم دیا ہے انہیں قائم رکھتے ہیں اور اپنے رب کا خوف رکھتے ہیں اور برے حساب سے بھی خائف رہتے ہیں۔"

ہر ہر آیت پر وہ اپنی آواز میں اتر آتی جذب کی کیفیت خود بھی محسوس کیے تلاوت میں مشغول رہا۔

"وَالَّذِیْ ◌ْنَ صَبَرُوا ابْ ◌ْتِغَآءَ وَجْ ◌ْهِ رَبِّهِمْ ◌ْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ
اَنْ ◌ْفَقُوْ ◌ْا مِمَّا رَزَقْ ◌ْنٰهُمْ ◌ْ سِرًّا وَّ عَلَانِیَةً وَّیَدْ ◌ْرَءُوْ ◌ْنَ بِالْ ◌ْحَسَنَةِ السَّیِّئَةَ
اُولٰٓئِكَ لَهُمْ ◌ْ عُقْ ◌ْبَی الدَّارِ ◌ْۙ ﴿۲۲﴾

۲۲۔ اور جو لوگ اپنے رب کی خوشنودی کی خاطر صبر کرتے ہیں اور نماز قائم کرتے ہیں اور جو روزی ہم نے انہیں دی ہے اس میں سے پوشیدہ اور علانیہ طور پر خرچ کرتے ہیں اور نیکی کے ذریعے برائی کو دور کرتے ہیں آخرت کا گھر ایسے ہی لوگوں کے لیے ہے۔

جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا وَمَنْ صَلَحَ مِنْ اٰبَآئِهِمْ وَاَزْوَاجِهِمْ وَ
ذُرِّيّٰتِهِمْ وَالْمَلٰٓئِكَةُ يَدْخُلُوْنَ عَلَيْهِمْ مِّنْ كُلِّ بَابٍ ۚ﴿۲۳﴾

۲۳۔ (یعنی) ایسی دائمی جنتیں ہیں جن میں وہ خود بھی داخل ہوں گے اور ان کے آبا اور ان کی بیویوں اور اولاد میں سے جو نیک ہوں گے وہ بھی اور فرشتے ہر دروازے سے ان کے پاس آئیں گے۔

سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ بِمَا صَبَرْتُمْ فَنِعْمَ عُقْبَى الدَّارِ ؕ﴿۲۴﴾

۲۴۔ (اور کہیں گے) تم پر سلامتی ہو یہ تمہارے صبر کا صلہ ہے، پس عاقبت کا گھر کیا ہی عمدہ گھر ہے۔"

یہ چند آیات بمعہ ترجمہ ادا کیے وہ قرآن پاک سمیٹ کر اٹھا اور اسے ریک پر رکھے، جھک کر جائے نماز اٹھائی اور اسے تہہ کیا۔

"میں نے جھوٹ بول کر اس پر ظلم ڈھایا ہے، بس اس لیے کہ اسے ایک آخری بار خاموش وارننگ دے سکوں کہ اب بھی وہ ہمت کیے نہ اٹھا تو ماہ

نور کو حقیقی کھو دے گا۔ میں یہ بھی جانتا ہوں کہ میرے کھیل کو ہر بار کی طرح بے نقاب کر چکا ہو گا۔ اسے مبین عارض سکندر کی سنائی گئی سزا سے پہلے رحم کرنے کی یہ عادت اچھے سے پتا ہے۔ بس اس بار وہ ہمت کر جائے، مومن فساد نہیں مچاتا بلکہ انصاف قائم کرتا ہے۔ اپنے باپ کو گناہوں کی خود ہی سزا دیے خود کو گناہ کا مرتکب کرنے کے بجائے قانونی سزا دلوا کر ایک درست طریقہ اختیار کرے اور ایک بہتر روپ میں ڈھل کر ہی وہ میرے نزدیک قابل قبول ہو گا۔ رہی بات اسکے اچھے مومن ہونے کی یا عبادتوں کی تو وہ اسکا اور آپکا معاملہ ہے مولا۔ میں یا مجھ سا دوسرا کوئی ادنی فرد بھی اسکی نیک نیتی یا اچھائی کا فیصلہ کرنے کے لائق نہیں۔ کیونکہ یہ فیصلے صرف آپ پر سجتے ہیں۔ یہ انتخاب بس آپ کے ہاتھ میں ہیں۔

کسے افضل کرنا ہے اور کسے کندن بننے تک برائی اور نجاست سے گزارنا ہے، کسے اول روز ہی اپنے قریب کر لینا ہے اور کسے آزما کر اپنا محبوب بنانا ہے۔

میری بس اسکے لیے یہی دعا ہے کہ وہ خود کو دانستہ گناہوں کی دلدل میں جھونکنے سے بچالے، خود بھی سنور جائے، اپنی عاقبت بھی سنوار لے۔"

مبین عارض سکندر کی دعائیں بہت مقدس تھیں کیونکہ وہ ہادی سکندر کو ڈوبنے دینا نہ چاہتا تھا۔

وہ چاہتا تھا کہ وہ اپنی ہر تکلیف اسکے سامنے عیاں کرنے کا حوصلہ تو کرتا، اسے بتاتا تو کہ مبین عارض سکندر مجھے تمہاری مدد چاہیے۔ اسے دکھ فقط اتنا تھا کہ اس نے مبین عارض سے بھی اجنبیت برت ڈالی۔ اس دوست تک سے جس نے ہادی سکندر کے دوبار خودکشی کرنے اور لہولہان ہونے پر اپنا لہو دے کر اسکے زخم بھرے تھے، راتوں کو جاگ جاگ کر التجائیں کرتے ہوئے ہادی سکندر کی ڈوبتی سانوں کو اجل جانے کی دعائیں سونپی تھیں۔

..________________________..

"خالا جان سچ میں میرا آنا تو بہت مشکل ہو گا۔ آئی نو پرامس کیا تھا بٹ جب نیلم کو لینے آوں گا تو پکا آپکے ساتھ کھانا بھی کھاوں گا"

وہ جو مہرو کے ناشتہ لگانے پر تیزی سے آفس کے لیے ریڈی ہوتا کمرے سے باہر نکلا، فون پر موجود مناحل کے پیار اور لاڈ سے بلانے کو رسان سے ٹال گیا۔

"غلط بات ہے ناں شاہ ویر، ایکچولی کچھ مہمان بھی آرہے ہیں۔ تو میں نے سوچا اپنے بچے کو بھی بلالوں۔ آفس تو تم روز جاتے ہو بھئی، کبھی کبھی اکلوتی خالا کے لیے بھی وقت نکال لیا کرو"

ناجانے کیوں مگر مناحل کے شاہ ویر کو بلانے کے اس اچانک صبح صبح علم میں آتے فیصلے پر جہاں کچن کا آدھے سے زیادہ کام سنبھال کر محو ہوئی نیلم خوش ہوئی وہیں امل صاحبہ کو تو سانپ سونگھ چکا تھا جسے مناحل نے نا صرف صبح صبح اٹھا دیا تھا بلکہ اسکی زندگی کا سب سے فالتو کام یعنی ڈرائے فروٹس صاف

کیسے کاٹنے پر لگا رکھا تھا جو دوبار اپنی انگلی کاٹ کر بینڈیج لگا چکی تھی اب جس طرح جنگلیوں اور ان سیکھوں کی طرح چھری تھامے وہ لگی تھی وہ حقیقی عجیب تھا۔

"مہمان آرہے ہیں پھر تو واقعی نہیں آرہا خالا جان، بہت آکورڈ فیل ہو گا۔ ایسا کرتے ہیں ہم سب پرسوں کرتے ساتھ لنچ۔ لگے ہاتھوں نیلم کو بھی لے جاوں گا کیونکہ پھر مجھے میٹنگ کے لیے اوٹ آف کنٹری نکلنا ہے۔ اور نیلم کے سکول سے بھی کال آئی تھی کہ اسکی باقی چھٹیاں ختم کر دی ہیں کچھ ارجنٹ ٹیٹس کی وجہ سے"

رسان اور توجہ کے ساتھ وہ جواب دیتا اس بار منا حل کو منا چکا تھا کیونکہ شاہ ویر کی بات اور وجہ بھی انکو مناسب لگی۔

"اوہ۔ اچھا ٹھیک ہے پھر پرسوں تم یہیں رکو گے اور دین اگلے دن جانے دوں گی۔ اب کوئی بہانہ نہیں سن رہی۔۔ چلو بائے۔۔۔ کچن میں ہوں اور نیلم کو بھی آج اچھے سے قابو کر رکھا اور امل کو بھی"

ایک ستم سے جان چھڑوائی تو خالا جان نے اگلے شکنجے میں لا پھنسایا، وہ تو اپنا حکم سنائے فون بند کر گئیں جبکہ شاہ ویر نے اک سرد سی سانس کھینچے جیسے اس دشمن جان کا سامنا کرنے کے لیے ابھی سے اپنے اندر ہمت کا فقدان دریافت کر لیا۔

"ایک تو مس مناحل سے تنگ ہوں یار، کیا ضرورت ہے اس چہیتے کو بلوانے کی۔ زیادہ ہی پیار امڈ رہا ان پر۔ بے حس انسان"

منہ ہی منہ میں قصیدہ گوئی کیے وہ جس طرح منمنائی، مناحل اور نیلم نے با قاعدہ حیرانگی سے باہر جھانکا جہاں اب وہ اپنی انگلی پر لگے تیسرے کٹ پر بینڈ ایج لگا رہی تھی۔

خود ہی نیلم باہر نکلی اور اس سے چھری اور ڈرائے فروٹس کی پلیٹ لیے مسکراتی ہوئی واپس اندر بڑھ گئی۔

"تم جا کر باہر انکا استقبال کرنے کے لیے بیٹھ جاو، کچن کا کام ہم دیکھ لیتی ہیں۔ اس پر رہتے ناں خالا جان تو آج اپنی انگلی ہی کاٹ دیتی۔ دیکھیں کیسے تین جگہ زخم لگا لیے ہیں۔ اسے یہ کام نہ دیا کریں، اس سے بس بزنس سنبھالنا اور دماغ کی چٹنی کروالیں بس"

نیلم جو امل کے زخموں پر خفا بھی تھی اور غصہ بھی، اس نکمی کو دیا ایک واحد کام بھی واپس لیے اندر جا چکی تھی جبکہ وہ چہرے پر کھسیانی مسکراہٹ لیے ہنستی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی۔

وہ تینوں بینڈیج اتار کر رازداری سے ڈسٹ بن میں پھینکتی اپنے ڈرامے کے ہٹ ہو جانے پر دبے پیر باہر نکل گئی اور اسے جاتے ہی مناحل اور نیلم ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑیں۔

اور باہر نکلتے ہی اپنے ٹیرس پر چھچھوروں کی طرح سلیو لیس شرٹ اور ٹراوز پہن کر پش آپس کرتے عبداللہ کو دیکھتی حلق تک جلی۔

"اچھا بھلا نیلم کے لیے تمہارا بھائی پسند آ گیا ہے پر تم جیسی ہڈی کا کیا کروں، کہاں غائب کرواوں تم کو۔کسے سپاری دوں تمہاری کہ دھرتی کے اس بوجھ کو وہ اٹھا کر کسی اور سیارے پر پٹخ دے"

دل ہی دل میں منصوبے بناتی وہ عبداللہ کو دیکھ کر کڑھتے ہوئے بولی جبکہ وہ اتفاقا نگاہ پڑتے ہی نہ صرف پش آپس بھول گیا بلکہ وہیں سے بالکونی تک آیا اور تقریبا جھول آیا۔

اسکا بس نہ چلا یہیں سے کود کر امل تک پہنچ جائے اور وہ منہ ہی منہ میں اسے کوستی، ہاتھ کے دفع دور اشارے سے بچارے عبداللہ کے سارے ارمان سیلابی ریلے میں بہا گئی۔

"بچو گی نہیں تم میرے ہاتھ سے امل، تم سے سارے بدلے گن گن کر لوں گا۔ نک چڑھی"

اپنی طرف سے باقاعدہ کوسنے دیتی عورت بنے وہ اس امل کو دھمکا رہا تھا جو آگے سے اسے یوں آنکھیں نکالے گھور رہی تھی جیسے کچا چبا جائے گی۔

"زرا آہستہ بولو، کسی کو خبر ملی ناں کہ امل کو کسی نے دھمکانے کی کوشش کی ہے تو تمہاری ہڈیاں بھی نہیں ملنی اتنے بڑے بڑے تعلقات ہیں میرے۔ رات ورات غائب کروادوں گی تمہیں۔ اب گم کرو شکل اور دھرتی نیچے دھکیلو جو کر رہے تھے"

دبدباتی اور عبداللہ کو زچ کیے وہ کہہ کر نہ صرف اپنے بال لہرا کر گئی بلکہ پانی کی بوتل منہ سے لگا کر پانی پیتے عبداللہ نے بھی اس آفت کی سوکھی دھمکیوں پر گہرا اور زیریلا مسکرائے باقی کا پانی اپنے چہرے پر بہائے ٹھنڈی

سانس بھری اور دل ہی دل میں جلد اس آگ کو چھو کر جل جانے کی تمنا بھی دل میں زور پکڑتی محسوس کی۔

بقول امل کے جناب اپنی جان لیوا ہوتی طبعیت کو جھٹکے واپس دھرتی نیچے دھکیلنے میں لگ چکے تھے۔

جبکہ اندر دعوت کا شاندار انتظام ہو رہا تھا، نیلم نے ایک چولہے پر ہلکی آنچ پر دم کے لیے کوفتے ڈھک رکھے تھے جبکہ ساتھ ساتھ وہ فروٹ سیلڈ کے آخری مراحل میں تھی، مناحل بیف پلاو کے ساتھ اسکا املی والا رائتہ بنا چکی تھیں جبکہ اب میٹھے کی تیاری بھی نیلم نے اپنے سپرد کیے مناحل کو باہر باقی کام دیکھنے بھیجا۔

لاونج کے پردے ہٹوا کر وہ عمر کی مدد سے نئے لگوا چکی تھیں جبکہ عمر نے ایک کے بجائے آج انکے کہنے پر گھر کی دوبار ڈسٹنگ بھی کر دی تھی۔

کچھ چیزیں وہ مارکٹ سے منگوا چکے تھے۔

جبکہ دوسری طرف بھی ماں جان کے حکم کے مطابق مبین نے ان سب کے لیے تحائف خریدنے کا یہ مشکل فعل بھی اپنے اورمان کے سپرد کیے گاڑی کو تیز رفتار کے سنگ منزل تک پہنچایا۔

مان سارا رستہ اس سے ہلکی پھلکی باتیں کرتی رہی۔

"کتنے افراد ہیں؟میز کتنی لوں"

وہ ایک اوپن کشمیری طرز کی دکان کے سامنے رکے جو بازار کے بلکل ابتدا میں تھی اور وہاں دلکش ملبوسات کے علاوہ بہت سی دیدہ زیب اشیاء تھیں مگر مبین کی نظر گاڑی میں بیٹھے ہی سامنے آویزاں ہوئیں چادروں پر گئی جو شیشے کے کام اور کڑھائی کے اعلی اور چمکتے دھاگے سے بنی ہوئی تھیں اور اپنے شوخ مگر مبہوت کر دیتے رنگوں اور نقش نگاری کے باعث دور سے ہی توجہ کھینچ لینے کا سبب بنی تھیں۔

"آئی تھنک تین لے لیں، یہ تھوڑا روائیتی تحفہ نہیں ہو جائے گا مبین"

مان نے اندازہ لگائے تین کا لفظ کہا تو مبین اسکی اگلی بات پر دھیما سا مسکرائے، اپنے پروقار انداز کے سنگ گاڑی سے اترا تو مان بھی دوسری سمت سے نکلتی، اپنے گرد اوڑھی چادر جو اس نے مبین کے کہنے پر اوڑھ لی تھی، اچھے سے خود کے گرد لپیٹتی باہر نکلی۔

"میرے نزدیک ایک عورت کے لیے سب سے قیمتی تحفہ چادر ہوتی ہے، ہمارے لیے وہ قابل احترام ہیں سو مجھے یہ مناسب لگ رہا ہے۔ باقی تم لے لو جو بہتر لگے، یہاں لگتا ر پورا ایریا بازار ہی میں شمار ہو رہا ہے۔ ضروریات زندگی کی ہر شے میسر ہے"

مبین اسے لاجواب چھوڑتا اس دکان کی سمت بڑھا جہاں وہ گاہکوں کی توجہ کھینچنے کو لٹکائی گئی عمدہ کشمیری چادریں موجود تھیں۔

مان نے گہری مسکراہٹ دبے اسکے قدموں کا پیچھا کیے اسی دکان میں قدم رکھے۔

"اسلام و علیکم! برادر یہ پانچ دے دیں"

مبین نے دکان کے مالک کو دوستانہ لہجے میں مخاطب کیے ان لٹکی چادروں کی سمت اشارہ کیا اور اپنا والٹ نکالنے لگا۔

جبکہ تین کے بجائے پانچ پر مان نے چونک کر مبین کی سمت دیکھا۔

"ہیں! پانچ کیوں بھئی"

مان کی بے اختیار آواز سماعت میں گھونجی تو وہ مسکرا کر سر سری سا پلٹا۔

"ایک میری طرف سے تمہارے لیے اور دوسری ماہ نور کے لیے، اس شہر کی سوغات ہی سہی"

پھر سے لاجواب کر تا وہ دکان دار سے محو کلام ہو چکا تھا جبکہ مان باہر واپس آکر کچھ ارد گرد لگے سٹالز دیکھنے لگی۔

"بھا جی، یہ تو بس چار ہی ہے۔ آپ کہو تو ایک یہ والا پیس دیکھائے تم کو۔ یہ خاص مال ہے کیونکہ یہ سٹاک شہر مکہ سے مجھے تحفہ آیا تھا، بس آخری بچ گیا۔ اور ابھی تک ہم نے اسکو شوکیس پر بھی نہیں لگایا۔۔۔ کیونکہ ہم اسے بس بہت خاص لوگوں کو بیچتے ہیں، کسی خاص کو ایسا پاک تحفہ دینا ہے تو یہ بہترین ہے"

وہ دکان دار ان چار چادروں کو پیک کیے پانچویں کے نا ہونے پر اسے ایک ان چاروں سے کہیں درجے پیاری اور نفیس سی چادر کا آخری پیس دیکھائے بولا جسے مبین نے الوہی مسکان کے سنگ ہاتھ بڑھائے چھوا اور فوری سر اثبات میں ہلائے خرید لینے کی ہامی بھرتے پے منٹ کیش میں ہی ادا کی۔

اس دکان دار نے پیسے واپس کرنے چاہے تو مبین نے ہاتھ کے اشارے سے روک دیا۔

"جو چیز اللہ کے شہر سے آئی ہے اسکی کوئی قیمت نہیں بھائی، یہ آپ رکھیں۔
بہت شکریہ"

وہ دکان دار کو بھی مہربان سی مسکراہٹ میں مبتلا چھوڑتا واپس پر اعتمادی کے سنگ باہر نکلا تو تب تک مان نے کچھ مزید تحائف خرید لیے تھے۔

اور وہ مان کی پھرتی پر خاصا امپریس تاثر دیتا اسے ویل ڈن کا اشارہ کیے واپس گاڑی میں آکر بیٹھ گیا تھا۔

"یہ والی کوشش کرنا امل اور آنٹی مناحل کے سوا کوئی اور ہستی موجود ہوئی ناں تو اس تک پہنچے، یہ تمہارا ٹاسک ہے مان"

گاڑی چلانے سے پہلے وہ بنا جھجک ان چادروں کے بارے تاکید کیے بولا تو مان نے شرارت ٹپکاتی مسکراہٹ کے سنگ مبین عارض سکندر کے دل موہ لیتے گھبرائے ہوئے تاثرات دیکھے اور انکا صدقہ بھی اتارا۔

"اگر وہاں اور کوئی نہ ہوا مبین عارض سکندر صاحب! تو پھر یہ کسے دینی ہے مان نے"

وہ بھی اترا کر دانستہ دیوانے کے ضبط سے کھیلتی ہوئی دلکش لگی۔

"ہو گی، وہاں وہ بھی ہو گی"

وہ بے اختیار بول اٹھا، اب اسے محسوس ہوا جیسے مان کے سامنے وہ مزید خود کو چھپا نہ سکے گا۔

"کیا وہ بہت پیاری ہے؟"

مان کا رشک برقرار تھا اور دیوانے کے دل میں ہلچل مچی۔

"نہیں، وہ بہت مقدس ہے"

مبین عارض سکندر کا دل اسکی اک اور جھلک کے لیے بے تاب ہوا تو وہ سچ کہہ بیٹھا، مان نے زرا منصوعی برہمی لیے مبین صاحب کے ارے ارے حواس دیکھے جو گاڑی چلا چکا تھا۔

"مقدس تو ہر لڑکی ہوتی ہے"

وہ بھی تو اپنے نام کی ایک تھی، دل دہلا دیتی وہ مبین کے جواب کی منتظر تھی جو اک لمحے کچھ بولنے کے قابل نہ رہا تھا۔

"ہاں بیشک! لیکن وہ مقدس ترین ہے۔ مبین عارض سکندر کے لیے تو سراسر ہے"

وہ جواب تراش لایا، بھلے اسے مان جیسی ذہین و فطین لڑکی کے آگے بنا لڑکھڑائے جواب دینے میں بہت دقت ہوئی۔

"محبت کر بیٹھے ہیں، ایسا کیا الگ ہے اس میں جس نے آپکو بہت الگ طرح جکڑا ہے"

مان کی آواز میں حیرت اور تجسس کا عنصر عود چکا تھا جبکہ مبین اس آہستہ آہستہ کٹتے راستے کی سمت دل کی دھڑکنیں لگائے ہوئے مان کو سن رہا تھا۔

"بتاوں گا لیکن اسے ایک بار قریب سے دیکھنے کے بعد، یہ جانتے ہوئے کہ یہ لپکتی طلب بھی مجھ پر حلال نہیں ہے مگر میں وہ کیفیت، وہ لمحہ، وہ ساعت بس اک بار زرا سی محسوس کرنا چاہتا ہوں۔ تا کہ اسکے معاملے میں میرے قدم کچھ آگے بڑھنے کی ہمت پا سکیں"

وہ اپنے جادو طاری کرتے الفاظ سے کہانی کا آغاز کیے وہ کھلی کتاب لمحوں میں بند کر گیا اور مان نے جاگتی آنکھوں سے خواب کا سفر طے کرتی اس دیوانے کو دیکھ کر آہستگی سے چہرہ موڑ لینے اور باہر بدلتے منظروں کو دیکھنے کی مشاہداتی کیفیت خود پر طاری کی۔

وہ اداس نہیں تھی مگر تھوڑی افسردہ ضرور تھی، یہ ساتھ بیٹھا خوبرو، نفیس اور عمدہ مرد، دنیا کی کئی لڑکیوں کی طرح اسکا بھی آئیڈیل تھا۔

یا پھر یوں کہنا چاہیے کہ وہ بھی کسی ایسے ہی مرد کی من پسند بنے کی خواہش مند تھی، جو اسے ڈھانپ کر، ایمان کے اصول سیکھاتا ہوا، ساتھ نبھاتا ہوا، محبت کی سارے لفظوں کو وارتا ہوا اسکے ساتھ چلتا۔

اسکے ذہن میں یکدم کسی کی صورت اتری تھی اور اس شناسا کے یاد آنے پر مان کے چہرے کا رنگ لمحے میں اڑ چکا تھا۔

..________________________..

"عشق کا چالیسواں اصول کہتا ہے کہ محبت کے بغیر زندگی بے معنی ہے۔ مت سوچو کہ مجھے کس قسم کی محبت کی تلاش ہے؟ روحانی یا جسمانی، ملکوتی یا ناسوتی، مشرقی یا مغربی۔۔۔ محبت کی یہ تقسیم مزید تقسیم پیدا کرتی ہے۔ محبت کا کوئی عنوان نہیں ہوتا، نہ ہی کوئی مخصوص تعریف۔ یہ تو ایک سادہ، اور خالص چیز ہے بس۔ محبت آبِ حیات بھی ہے، اور آتش کی روح بھی

ہے۔ جب آتش آب سے محبت کرتی ہے، تو کائنات ایک مختلف روپ اور نئے انداز میں ظہور پذیر ہو جاتی ہے"

وہ عشاق کے بڑے قبیلے کا رکن تھا، جسے عشق کی تمیز اور اصول ملحوظ خاطر رکھ کر آگے بڑھنا تھا۔

وہ آنکھیں محبت کی تلاش میں بے کل اور وہ دل دیدار جان کی اک جھلک کے لیے بے تاب ہوا ماہی بے آب کی طرح پھڑ پھڑا رہا تھا۔

لیکن وہ شہزادی اپنی نظریں نیچی رکھے یوں ہوا کے مخملی جھونکے کی مانند مبین عارض سکندر کی نظروں سے گزری جیسے وہ مبین کے فرار کی سب راہیں مسدود کر دینے کی تمنائی تھی۔

وہ سب مسکراتے چہروں اور شناسائی بھرے انداز کے سنگ مناحل کے مہمان بننے آئے تھے اور امل نے ہی انکا استقبال کیے فی الوقت اپنی تمام تر خفگی دبائے مہمان نوازی کیے انکو اندر تک لایا۔

نیلم نے پہلے ہی خالہ جان کو کہہ دیا تھا کہ وہ کچن دیکھنے اور کھانا لگانے کا فریضہ سنبھال لے گی اور خود انکو باہر مہمانوں کی کمپنی کے لیے بھیج چکی تھی۔

گہری پرپل فراک پہنے جس کے ہر کنارے پر ہیرے کی طرح چمکتے موتی نسب تھے، چوڑی دار پاجامہ اور پیروں میں نازک سا جوتا جو نیلم کے لہو چھلکاتے سرخ و سفید پیروں پر نازکی سے سج رہا تھا۔

شانوں پر پھیلایا ململ کا جامنی آنچل جسکی بے خودی کم کرنے کو وہ اسے دونوں کناروں سے کمر پے لے جا کر باندھے ہوئے تھی، کمر پر آبشار کی مانند گرتے کھلے خوشبودار ملائم بال جنکی ہر لٹ دم سادھے ہوئے تھی ماسوا ماتھے پر لہراتی گھنگھریالی لٹوں کے جو نیلم کے بے دھیانی میں کام کرنے کے دوران کبھی اسکے کان کی لو کو چھومتی ہوئیں مچلتی تو کبھی صبیح پیشانی پر ابر کی طرح جھومتی چلی آتیں۔

منصوعی حسن سے ماورا چہرہ، گالوں پر فطری لالی اور چمک وہیں ہونٹوں پر ہلکا سا گلابی رنگ لگا یا پھر وہ ظالم آنکھیں جنکو کجلے کی دھار نے سحر انگیزی سونپ رکھی تھی۔

کوئی اس ماہ گل کی اک جھلک دیکھ لے تو کیونکر نہ اسیر ہو، جسکی آنکھیں حیا کے بوجھ سے اٹھ نہ رہی تھیں، جسکے چہرے پر اک چندن سی کشش آ سمٹی تھی۔

کوئی احساس چپکے چپکے نیلم کی سماعت میں بہت خاص سی خوشبو کی دستک دے رہا تھا، یکدم وہ بوکھلائی اور رخ موڑا جہاں سے کچھ لمحے پہلے مبین گزرا تھا۔

وہ خوشبو!

ایسی خوشبو وہ خواب میں بھی تو محسوس کر چکی تھی، نیلم نے کتنے ثانیے وہیں تھم کر دیکھا، لیکن وہ جا چکا تھا تو وہ مایوس سی چہرہ واپس موڑ گئی، وہ آگے بڑھ گیا تھا، اپنے پیچھے اپنی لاتعداد نشانیاں چھوڑے۔

امل ان سبکو ڈرائنگ روم میں لائے بیٹھاتی خود بھی مروتا بیٹھ گئی مگر عبداللہ عارض سکندر کی روح تک جھانکتی نظریں اسے متذبذب کر رہی تھیں وہیں مبین عارض سکندر کا باوقار سراپا اور اک دلکش عاجزی جو اسے بھاتی جارہی تھی پھر مان خلیل سکندر جو اپنی موجودگی سے اک دوستانہ ماحول استوار کرنے میں ماہر تھی، پھر وہ چلبلی سی ماہ نور جسکی مسکراہٹ ہی بہت اچھوتی تھی۔

"ماشاءاللہ، ماہ جبین اور عارض بھائی نے اپنے سب بچوں کی شاندار تربیت کی ہے۔ بہت خوشی ہوئی کہ تم سب آئے۔ میرے گھر میں تو رونق آگئی ہے"

پرشوق سا انداز اور خوشی ہمکتے لہجے میں مناحل نے اپنی خوشی کا اظہار کیا تو وہ سب بھی اس کمپلیمنٹ پر رسان سے مسکائے۔

جبکہ امل نے اس بار خود کو تاڑتے عبداللہ کو کاٹ کھاتے انداز میں گھورا جو آج کافی ڈیشنگ کے ساتھ ساتھ اپنے ازلی خلیے سے یکسر الگ اور موہنا لگ

رہا تھا، شاید آج اسکی ڈریسنگ ان سب کی اجتمائی موجودگی کے باعث شریفانہ تھی ورنہ پھٹی ڈینم اور ڈھیلی ڈھالی شرٹس ہی اسکا گھریلو خلیہ ہوا کرتا تھا۔

جہاں مبین عارض سکندر سفید کلف لگے سوٹ پر اخیر سجتا بھورا کوٹ پہن کر ماحول پر حاوی ہو رہا تھا، وہیں آج عبداللہ، ماہ نور اور مان بھی سحر طاری کر رہے تھے۔

"شکریہ تو آپکا کہ ہمیں اپنے گھر دعوت دی۔ ہمیں بھی بہت خوشی ہوئی یہاں آکر"

مبین نے ہی جواباً مناحل کو دیکھ کر کہا اور ساتھ ہی مبین عارض سکندر کی نظریں بے خود ہوئے اٹھیں، وہ کمرے میں ملازمہ کے سنگ داخل ہوئی، سر پر اپنا ململ کا آنچل سلیقے سے لیے اور سنبھالے، مان کی اور نگاہ اٹھا کر مسکرا کر ساتھ ہی ملازمہ کو سرو کرنے کر کہتی آگے بڑھی۔

مان کا دل مبین عارض سکندر کی پسند پر دھڑک اٹھا، وہیں عبداللہ، امل، ماہ نور اور مناحل اب باتوں میں مصروف تھے۔

مناحل ان سب سے انکی ہابیز کے متعلق بات کر رہی تھی۔

" بھئی آج تم سب کے لیے مزیدار مزیدار کھانے میری نیلم نے بنائے ہیں، بہت ذائقہ ہے میری اس پرنسیز کے ہاتھ میں"

نیلم کی آمد پر مناحل نے اسکی اور محبت سے دیکھ کر نام لے کر عاشق ناتواں پر گویا اک احسان کر دیا جو بس رسان سے مسکراتی ہوئی اب ان سب کے لیے چائے بنا کر کچھ کو خود اور کچھ کو ملازمہ کے سپرد دیے سرو کروا رہی تھی۔

مبین عارض سکندر نے اتنے قریب سے اسے دیکھا کہ یقین نے بھی بے یقینی کا لبادہ اوڑھے اسکے حواس شل اور احساسات مختل کر دیے۔

اس لڑکی کی حیا میں جھکی پلکوں سے عشق کرتا یا بنا دیکھے چائے کا کپ مبین عارض کی سمت بڑھاتے ان مرمریں ہاتھوں کی روح افزائی تکتا، جو خود بے جان سی ہوئے اپنی سانسوں میں اس شخص کی روح سے اٹھتی مہک محسوس کرتے بے قرار ہوئی۔

"آخر کون ہے یہ؟ کیوں میرا دل چاہتا ہے آنکھ اٹھائے اس شخص کی اک بار صورت دیکھوں"

وہ زندگی میں پہلی بار کسی نامحرم کو دیکھنے کی حسرت میں اپنے دل کو تڑپ اٹھتا محسوس کر رہی تھی۔

ان دو کی روحوں کی کشش وہاں گپ شپ کرتے کسی فرد نے نہ محسوس کی سوائے ماں کے جو اب عارض مبین سکندر کو چائے کا کپ تھامتے اور نظر نیلم کے چہرے سے ہٹا کر تقدس کے سنگ اسکے ہاتھوں پر ڈالنے کو تکتی رشک زدہ ہوئی۔

وہ اس خوشبو تک سے پاگل ہوئے باقی کا کام ملازمہ کو دیتی خود اس سے دور چلی آئی، کچن تک پہنچ کر اسنے اپنے بے تاب اور دھڑکتے دل کی بے ہنگم رفتار پر گہرے گہرے سانس بھرے۔

"اللہ جی پلیز مجھے معاف کر دیں، میں نے اسے بہت بے بس ہونے کی حد تک تکنے کی خواہش میں فقط اسکے ہاتھ دیکھ لیے، یہ کیا ہو رہا ہے مجھے۔ کون ہے وہ جو محض اپنی موجودگی سے ہی میری جان لے رہا ہے، اپنی خوشبو سے میرے اندر تک اتر گیا ہے۔۔۔۔ کیوں میری سانسیں بہک اٹھی ہیں، کیوں میری دھڑکنیں اس اجنبی کے احساس سے بے کل ہو رہی ہیں۔

کیا میں اس سراپا خوشبو شخص کو اک نظر دیکھ لوں؟

بس اک نظر"

وہ اس شخص سے یوں دور آکر اسکی جھلک کے لیے مضطرب تھی، اس شخص کی خوشبو اسے اپنے گرد ہنوز محسوس ہو رہی تھی جس سے نیلم کا تنفس بگھڑنے لگا۔

وہ سینے پر ہتھیلی جمائے گہرے گہرے سانس بھرے ٹوٹی اور بکھری سی حالت میں آگئی، اپنے انگ انگ میں شور مچاتی خواہش کا گلا گھونٹ ڈالا۔

پہلے وہ خواب اور اب یہ حقیقت کا روپ بدلتا اجنبی جس کی خوشبو، خواب کی اس روشنی کا نعم البدل بن گئی تھی۔

"نہیں نیلم! تم ایسا کچھ نہیں کرو گی۔

اسے نہیں دیکھو گی، سنا تم نے"

وہ خود کو ڈپٹ دیتی سخت مخبوط الحواس لگی، چہرے پر زردی پھیل گئی۔

دل کی معمول سے ہٹی رفتار سے اسکا تنفس پھول گیا۔

اور دوسری جانب، نیلم کاورد کسی دیوانے کی سانسیں کرنے لگیں۔

وہ یہاں بیٹھا، ہر حس سے محروم، ہر پش و پیش کو جھٹلائے بس خاموش سا بظاہر سبھی کو سن رہا تھا مگر حقیقت میں دل میں اٹھتی طوفاتی لہروں کا شور سن رہا تھا۔

"کیا یہی نہیں وہ مبین عارض سکندر، جسے تمہاری تشنہ روح اک مدت سے تلاش رہی تھی، یہی ہے وہ جزیرہ جہاں تمہیں ٹھہرنا ہے۔ وہ نیلم ہے، وہ نیلم ہے جو تمہاری روح کے احساس سے جڑی ہے۔ اسے خبر ہو گئی ہو گی ناں، کہ اسکی روح کا دوسرا حصہ ہوں میں"

وہ اپنی ہی دھن میں مدہوش سا، مبہم مسکراہٹ اپنے نرم ہونٹوں پر سجائے اب تک نیلم کی جھکی آنکھوں کا منظر محسوس کر رہا تھا، کچھ لمحوں بعد اس چائے کا سیپ بھرتا تو اک دلنشیں سا سرور آمیز زائقہ اسکی زبان پر گھل جاتا۔

وہ چپکے چپکے سے نئے نشاط انگیز احساس کو اپنے اندر اتارتا رہا، لیکن یہ آنکھیں کب دیدار یار سے بھر سکتی ہیں۔

"تم میرے سامنے اک بار اور جھکی پلکیں لیے آئی تو باخدا یہیں دل ہار جاوں گا، میرے عشق کی لاج رکھو اور میرے سامنے ابھی نہ آو کہ میں اپنے اندر امڈتے طوفان کا رخ تمہاری بادل سی ذات کی اور کرنے سے خوفزدہ ہوں"

گہری نیند کا خمار ان روشن مقدس آنکھوں میں لمحہ بہ لمحہ بڑھتا گیا اور وہ پھر نہ آئی، اپنے اندر اس شخص کو دیکھنے کی حسرت دباتی رہی۔

کھانا لگانے کے دوران بھی نیلم او جھل ہی رہی، اس سے اپنی حالت زار چھپانا کٹھن تھا تو مناحل سے معذرت کیے وہ ڈائنگ پر انکے ساتھ نہ بیٹھنے کی مضبوط وجہ دیتی وہیں کچن میں رکی رہی۔

لیکن مان سبھی کو انکے تحفے پہلے ہی دے چکی تھی تبھی وہ منفرد سی چادر موقع ملتے ہی لیے کچن کی سمت آئی جہاں نیلم دیدہ کو اسکا کھانا دیے فرش پر ہی بیٹھی تھی۔

"آپ بھی ہمیں جوائن کرتیں ناں نیلم، ارے کتنی کیوٹ ہے یہ"

مان کے پکارنے پر جہاں نیلم چونک کر مڑی وہیں مان اس بلی کو دیکھتے ہی مسکراتی وہیں فرش پر بیٹھی دیدہ کے سر پر ہاتھ سہلانے لگی تو نیلم اسکے یوں نیچے ہی بیٹھ جانے پر خفت زدہ ہوئے بوکھلا کر اٹھنے لگی تو مان نے اشارے سے منع کیا۔

"اٹس اوکے، میں کمفرٹیبل ہوں۔ بتایا نہیں آپ نے کہ ہمیں جوائن کیوں نہیں کیا"

مان اسکے اڑے حواس والا چہرہ بغور تکتی مسکرا کر استفسار کر رہی تھی جس پر نیلم نے رسان سے مسکراہٹ دیے مان کو دیکھا جو اسے رشک سے دیکھ رہی تھی۔

"بس ایسے ہی، تھوڑی شائے طبعیت کی مالک ہوں اس لیے۔ ویسے بھی میری عادت ہے جب تک مہمان سیر ہو کر کھانہ لیں، انکی صرف مہمان نوازی کرتی ہوں۔ آئی نو اس زمانے کے لحاظ سے تھوڑی بور وجہ دی ہے بٹ نیچر وائز کچھ چیزیں ہم کبھی نہیں بدل سکتے"

دھیمے، کسی شفاف جھرنے کی طرح بہتے ہوئے جملے اور بیش قیمتی لفظ جنکو سن کر مان بھی جی سی اٹھی۔

وہ نیلم کا میٹھاس بھرا لہجہ بھانپ کر یہی سوچ رہی تھی کہ کسی کا لہجہ امرت کو مات دیتا بھی ہو سکتا ہے، وہ پھول جیسی نازک تھی، اسکی شخصیت کا سحر مان پر بھی حاوی تھا۔

"بدلنی بھی نہیں چاہیں، امل کی بنسبت مناحل آنٹی کی یہ پرنسیز بہت الگ ہیں۔اور بلکل بھی بور وجہ نہیں دی۔ان فیکٹ مجھے بھی آپ کی سمٹی ہوئی نیچر کلک کی ہے۔بائے داوے مائی نیم ازمان خلیل سکندر"

وہ ٹھہرے مزاج اور پرسکون لہجے والی مان خوش دلی سے اپنا ہاتھ نیلم کی سمت بڑھا رہی تھی جسے نیلم نے بلا جھجک تھام لیا۔

"میں نیلم، خوشی ہوئی آپ سے مل کر۔۔۔آیئے وہاں بیٹھتے ہیں۔میں بس دیدہ کو اسکا کھانا دینے بیٹھی تھی۔اچھا نہیں لگتا آپ یوں میرے ساتھ نیچے بیٹھ گئیں"

اپنا دل فریب تعارف دیتے ہی وہ بے چینی کے سنگ اٹھی تو اپنا ہاتھ بڑھا کر مان کو بھی اٹھنے کے لیے سہارہ دیا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی اور اپنے ہاتھ میں پکڑا وہ خاص تحفہ مسکراتے نقوش کے سنگ اس سمٹی اور کچھ سہمی سی نیلم کی سمت بڑھایا۔

"یہ کیا ہے؟"

نیلم اس پیک تحفے کی سمت دیکھتے حیرانگی سے بولی۔

"ہم سب کی اتنی اچھی مہمان نوازی کی ہے آپ نے، یہ ہم سبکی طرف سے آپکے لیے چھوٹا سا گفٹ۔ امید ہے پسند آئے گا"

مان کا میٹھا سا جواب نیلم کو ہر جھجک سے نا صرف نکال لایا بلکہ وہ بنا مان کا دل توڑے اس سے وہ تحفہ لے چکی تھی۔

"تھینک یو، ویسے مجھے گفٹ لینا بہت پسند ہے۔۔۔۔۔ لیکن دینا بھی"

نیلم کی مسکراہٹ جتنی وہ گفٹ تھامتے گہری ہوئی اتنی ہی عمر کے سنگ ان سب کے لیے لیے تخائف انکے گھر تک پہنچوانے تک دگنی ہو گئی۔

مان اپنا فرض نبھاتی اسے اصرار کے سنگ باہر لائی تب تک سبھی مزید ار اور زائقہ دار لنچ سے مستفید ہوئے واپس لاونچ کی سمت جا کر بیٹھ چکے تھے، مناحل ان سب کی جانب سے کی گئی تعریفوں پر ہنس رہی تھیں۔

نیلم نے سبکی باتیں سنی لیکن اس خاص انسان کی خاموشی گہرائی سے محسوس کی۔

وہ اب اپنی ہر بے خودکیفیت سے نکل آیا تھا، خاموشی سے سب کی مسکراہٹیں دیکھ اور باتیں سن رہا تھا۔

"نیلم آپکے ہاتھ میں واقعی بہت زائقہ ہے، میں تو فین ہو گیا ہوں۔ امل صاحبہ کو بھی اک آدھ ڈش بنانی چاہیے تھی ہے ناں مناحل آنٹی۔۔۔۔۔ مہمان نوازی سبھی کا فرض ہوتا ہے"

عبداللہ اس سارے وقت میں مناحل سے اچھی خاصی دوستی کے ساتھ ساتھ امل کا خاصا عتاب للکار چکا تھا اور اب عبداللہ کے براہ راست مخاطب کرنے پر امل بھی پنجے لڑانے کی تیاری کرتی نظر آئی۔

نیلم نے رسان سے مسکراہٹ دیے معاملہ نمٹایا جس پر وہ اب امل کی خونخوار گھوری دیکھ کر میسنا بنا آنکھوں ہی آنکھوں سے اسے زچ کر رہا تھا۔

"ایکچولی میں بزنس وومین ہوں ناں تو کچن میں جانے کی فرصت کم ہی ملتی ہے ، لیکن الحمداللہ آپ سے لاکھ درجے اچھی میزبان ہے امل۔۔۔ آپکو ریسو کیا تھا بہت ادب کے ساتھ، یاد تو ہوگا"

گھوریوں اور جتاتے لفظوں کے سنگ وہ اس تمیز پر خود کو ننھا منھا ہارٹ اٹیک ہوتا بھی محسوس کر رہی تھی مگر ابھی سب کے سامنے عبداللہ کی درگت بنانا قدرے مشکل تھا۔

اس پر بھی مناحل نے آنکھوں کے تنبیہی اشارے سے امل کو گھر کا پر وہ عبد اللہ کو بڑی مشکل سے برداشت کیے بیٹھی تھی، تمیز کے دامن کا آخری کنارہ ضبط سے تھامے۔

"ہاں بلکل، اسے اب اسکا شوہر ہی کچن کے کام سیکھائے گا۔ ہم سے تو نہ ہو پایا۔ لیکن کل کو اپنے ان کے لیے یہ بزنس وومین صاحبہ بھی سب بناتی ہوئی دیکھائی دیں گی"

مناحل صاحبہ کی شریر سی بات پر جہاں امل نے مس مناحل کو ضبط تھامے گھورا وہیں عبد اللہ کی پھسلتی ہنسی کو وارننگ دیتے قہر کے سنگ ملاخظہ کیا جو اگلے ہی لمبے باقی مسکراہٹ دبا گیا۔

"چھچھورا کہیں کا، خواب میں سوچ رہا ہو گا کہ مجھ جیسی حسین کا شوہر بنے گا۔ تمہیں تو تگنی کا ناچ کروانے والی ملے جو تمہیں سانس بھی نہ لینے دے۔ اگر یہاں تم اکیلے ہوتے ناں بندر تو تمہیں بتاتی امل پر ہنسنے کی کیا سزا ہے"

دل ہی دل میں وہ مٹھیاں بھینچے بے بسی سے سوچ رہی تھی جو آگے سے جیت کا خمار لیے امل کی تنتناتی لہو چھلکاتی صورت دیکھ کر اپنے ارمان سجا رہا تھا۔

"مجھے بھی ایسی ہی نالائق بیوی چاہیے آنٹی جسکو الف سے یے تک ہر چیز ماہ بدولت خود سیکھائیں (پیار کرنے سمیت)، امل آپکی کوئی پھوہڑ سی دوست ہوئی نظر میں تو مجھ مسکین کو ضرور یاد رکھیے گا"

شرارت دبائے وہ جس بے باکی سے امل سے براہ راست مخاطب تھا اس پر جہاں، ماہ نور، مان، نیلم اور مناحل ہنس دیں وہیں امل کا سیخ پا ہونا محسوس کرتا مبین بھی خفگی سے عبداللہ کو دیکھنے لگا جو آگے سے ڈھیٹ بنا امل کے تاثرات دیکھ کر محظوظ ہو رہا تھا۔

"سوری مسٹر عبداللہ کیونکہ میری ہر دوست میری طرح ہر فن مولا قسم کی ہے، سیکھی سیکھائی۔ الحمداللہ اس لیے آپ اپنی قسمت کہیں اور جا کر

پھوڑیں۔ میری نظر میں ایسی کوئی جانی دشمن لڑکی نہیں جسے میں جان بوجھ کر کنویں میں دھکا دے دوں۔

ہاہا میرا مطلب تھا آپ کے لیے اسے نظر میں رکھوں۔

اس سے بہتر ہے میں اس جنم جلی کا خود ہی دنیا سے صفایہ کر دوں۔۔۔۔"

ہنستے ہنستے جناب کو کرارہ جواب پیش کیے وہ سبھی کو ہنسنے پر مجبور کر چکی تھی جبکہ عبداللہ کی پر اسرار مسکراتی ہوئی جان لیوا نظریں اب امل جیسی بے باک اور نڈر کو مضطرب کر رہی تھیں۔

"مزاق کرنے کی عادت ہے اسے، تم مائنڈ مت کرنا۔۔۔ تھوڑا ٹیڑھا بچہ ہے میرا۔۔۔ ویسے تم سب نے کافی تکلف برتا ہے۔۔۔ مجھے تو بہت خوشی ہوئی تم سب کے آنے سے۔۔۔ ایسا لگا تم سب میرے ہی بچے ہو"

شروع میں امل کی بات پر وضاحت کے ساتھ ساتھ اب وہ سبھی کی جانب دیکھ کر بول رہی تھیں جبکہ تکلف جیسا حقیقت میں ان سب نے کچھ نہ کیا تھا۔

"ہمیں بھی گھر ہی جیسا ماحول ملا مناحل آنٹی اور آپکی نیلم سے تو ماہ بدولت نے دوستی بھی کرلی۔ مزے کی بات ہے کہ ان سب کزنز کے علاوہ میری اٹلی کئی سال رہنے کے باوجود کوئی دوست نہیں بنی۔ اور اب نیلم اور امل سے مل کر میری وہ دوست کی کمی بھی پوری ہوگئی"

ایسے ملن سار اور مہمان نواز لوگوں کی سنگت میں آکر مان نے بھی اپنے حسین خیالات کا اظہار کیا تو اسکے ساتھ ہی مبین سے مخالف سمت بیٹھی نیلم بھی اس محبت پر مشکور دیکھائی دی۔

"آپ خود بہت پیاری ہیں مان"

یہ پہلا جملہ تھا جو مبین عارض سکندر کی سماعت نے ہوش و حواس سنا، وہ اسے دیکھ سکتا تھا مگر نیلم اس کے روبرو اس انداز سے بیٹھی تھی کہ وہ چاہ کر بھی اس شخص کے دیدار سے قاصر ہو جاتی۔

نیلم نے اپنی حسرت کو خواب رہنا ہی منظور جانا تھا، ابھی بس اس خوشبو پر صبر کیے وہ مبین عارض سکندر کے دل میں مزید گہرائی سے جذب ہوتی جا رہی تھی۔

"مجھے بھی بہت مزہ آیا، ماں آپی کے علاوہ اب امل اور نیلم آپا بھی میری سہیلیاں ہیں۔ بھئی میرا بس چلے تو ان دونوں کو اپنی بھابیاں بنا کر لے جاوں. دو کے بجائے میرے تین بھائی ہونے چاہیں تھے"

یہاں آکر اپنے دل کو بہلانے کی سعی کرتی ماہ نور بھی اپنے جمود سے نکل کر گفتگو میں حصہ دار بنے جہاں کچھ دل دھڑکا بیٹھی وہیں عبداللہ کو اس بار ماہ نور پر رج کر پیار آیا۔

نیلم رسان سے وہاں سے اوجھل ہو گئی، بنا اپنی خواہش کو تکمیل کا سکھ پہنچائے۔

"ارے میرا بچہ، اللہ تم کو بھی سلامت رکھے اور تمہارے بھائیوں کو بھی۔ ان شاء اللہ، رب سب کا نصیب بہترین جگہ جوڑے گا"

مناحل کی خوشی دیدنی تھی وہیں وہ ماہ نور کی خوشی کی معترف بھی ہوئیں۔

دعوت تو کمال ترین ہو گئی تھی تبھی عبداللہ کے مزید پھیلنے اور ماہ نور کی مزید دل دہلاتی دعاوں سے بچنے کو مبین نے اب اجازت طلب کرنا ہی مناسب سمجھا۔

"اب ہمیں چلنا چاہیے، بہت وقت لے لیا آپکا۔ آپ بھی آیئے گا۔ ہم جلد واپس چلے جائیں گے۔ امید ہے آپ بھی ہمیں مہمان نوازی کا موقع دیں گی"

مبین نے اجازت طلب کیے نرمی سے کھڑے ہوتے ہی مناحل سے مخاطب ہوئے گھر آنے کی دعوت کے ساتھ ساتھ جانے کا یہ فیصلہ بتا کر اپنے تین باشندوں کو بھی حیران کیا تھا۔

"یہ بیٹھے بٹھائے مبین میاں کو کیا سوجھی واپسی کی، اب کوئی انکو بتاؤ کہ میرا دل تو اس دہلیز تک سے باہر جانے پر رضامند نہیں"

دل ہی دل میں مبین عارض صاحب کے فیصلے پر آہیں بھرتا وہ ہنوز تفاخر سے والدہ کے ساتھ ہی کھڑی امل کو دیکھ رہا تھا جو اسے یکسر نظر انداز کیے ماں اور ماہ نور کے ساتھ متوجہ تھی۔

"چلیں ہم کوشش کریں گے وعدہ نہیں کرتے، دراصل پرسوں شاہ ویر آرہا ہے تو فیملی ٹائم سپینڈ کرنے کا پلین بنا رکھا ہم نے۔۔۔اگر نہ آسکے تو ان شاء اللہ لاہور لازمی چکر لگاؤں گی۔ماہ جبین اور عارض بھائی کو میرا بہت آداب اور دعائیں کہنا"

مناحل نے موقع کی مناسب سے بات کا مان رکھے ان سبکو سی آف خود کیا، امل نے سکھ کا سانس کھینچا کہ اسے ان مہمانوں کو چلتا کرنے کی ذمہ داری نہیں سونپی گئی تھی۔

مناحل خود ہی عمر کے ساتھ ان سبکو باہر تک چھوڑنے گئیں۔

جبکہ امل واپس سیدھا کچن میں ہی داخل ہوئی جہاں شیلف کے ساتھ جڑھ کر کھڑی نیلم کسی گہرے خیال میں اتری ہوئی تھی۔

کافی دیر امل بھینا بھینا مسکراتی ہوئی نیلم کی کھوئی کھوئی شکل تکتی رہی یہاں تک کہ مناحل صاحبہ بھی واپس اندر آئیں۔

"ماشاءاللہ کتنے پیارے بچے ہیں، امل کی بچی ادھر آنا زرا۔۔۔ یہ کیا تم عبداللہ کے ساتھ ماتھا ٹیکنے کی کوشش میں تھی۔ اتنا پیارا اور سلجھا بچہ ہے۔ ایسے کہتے ہیں گھر آئے مہمان کو۔۔۔"

شروع میں ان سب کی شخصیت اور ذات کا سحر جہاں مناحل کو انکی قصیدہ گوئی پر مجبور کر گیا وہیں امل، والدہ کی منصوعی ڈانٹ سے آتی ہانک پر اور نیلم کے یکدم بوکھلا کر چونکنے پر وہیں کچن سے منہ باہر نکالے جھانکی۔

"آپ کی آنکھیں کھولنے کے لیے بتادوں مس مناحل کہ وہ بندر نما شریف اور سلجھا بچہ آپکی ڈان نما امل کے ساتھ ہی چار سال یونی پڑھتا رہا ہے۔ میرے ہی کرم پھوٹے جو اسکی کلاس میٹ ہونے کی سخت سزا ملی۔ چھچھورا ہے ایک نمبر کا، اور آپکی انفارمیشن میں اضافے کہ لیے بتادوں کہ مجھ پر لائن بھی مارتا رہا ہے۔ اب اگر آپ ایک ڈان بچی کی ڈان اماں ہیں تو اپنی یہی چپل اٹھا کر پیچھے جائیں اور اسکی تشریف سیک ڈالیں"

نہایت اداب اور تمیز کے ساتھ بچارے عبداللہ کا سارا امیج پاش پاش کرتی جہاں وہ بے تکی ہانکے گئی وہیں مناحل کی ہنسی نا صرف پورے لاونج میں گونجی وہیں کچھ دیر پہلے خلائی مخلوق کو گھورتی نیلم کی بھی بتیسی باہر تشریف لے آئی۔

دونوں کو ہنستا دیکھ کر امل کا منہ پھولا، یعنی اسے اپنے اکلوتے ڈان ہونے اور غلطی سے یہاں اتر آنے پر نقلی والا دکھ ہوا۔

"ہاہا امل، تم کسی دن میرا ہنسا کر ہی ہارٹ فیل کرواو گی۔ پہلی بات زرا کان کی میل ہٹا کر سن لو"

مناحل صاحبہ جب ہنس ہنس کر بے دم ہوئے تھک گئیں تو قریب آئے امل کی بسوری صورت تکتے شرارت پر اتریں۔

جبکہ ہنسی دبا کر امل کی چڑ سے لطف لیتی نیلم بھی ہمہ تن گوش ہوئی۔

"پہلی بات وہ نہایت ہی پیارا ہے، دوسری بات بیوقوف بھی ہے جو تمہارے چکر میں پڑا ہے۔ تیسری بات اسکی پھوہڑ والی خواہش بھی پوری ہوتی نظر آ رہی ہے، چوتھی بات کہ اگر تم جیسی افلاطون کو عبداللہ جیسا کوئی مل جائے تو میں تو شکر بجالائے بری الزمہ ہو جاوں گی کیونکہ تم جیسی اتھری گھوڑی ایسا

ہی کوئی گڑ سوار قابو کر سکتا ہے۔ اللہ اسے ہمت دے کہ وہ اپنی اس جنگ کو کامیابی سے لڑتا ہوا شہید ہونے سے بچ جائے"

بچی کی دکھتی رگ دبانے سے زرا بھی گریز نہ برتتی مناحل گویا جلتے پر نمک چھڑکتیں مسکرا کر ساتھ ملازمہ کو برتن سمیٹنے کا اشارہ کرتیں اپنا فون لیے باہر نکلیں وہیں نیلم کی بے قابو ہوتی ہنسی پر وہ سرد آنکھیں گما کر نیلم کو گھوری۔

"دیکھا تم نے؟ یہ میری اماں ہیں۔ کہہ رہیں اچھا ہے اس نے لائن ماری مجھ پر۔ اور تم بھی مجھ نازک کی حالت پر بے حسوں کی طرح دانت نکال رہی۔ اماں سے کم ظالم نہیں ہو"

منصوعی دکھی تاثر دیتی وہ چہرہ مرجھائے نہ صرف دہائی دیتی بولی بلکہ نیلم کے محبت سے حصارنے پر محترمہ کا غرور سات آسمانوں پر پہنچا۔

"ہاہا میں تو اس لیے ہنس رہی جان کہ وہ واقعی بچارا سا بندہ کہاں اپنی گردن پھنسوانے کے چکر میں ہے۔ ہماری اتھری گھوڑی تو پہلے ہی دن اس کاریگر گڑ سوار کو گرا کر پیروں تلے کچل دے گی۔ سچی مجھے عبداللہ کی اس روندی ہوئی کیفیت پر ہنسی آرہی"

نیلم ہزار مسکرانے سے خود کو روکتی رہی پر سارے جملوں کے بیچ اسکی سلپ ہوتی ہنسی خود امل کو ہنسنے پر مجبور کر گئی۔

"اچھا دفع کرو اسے، یہ بتاو تم نے مبین عارض سکندر کو دیکھا؟"

پہلی بات منہ بگاڑ کر کہے وہ یکدم ہی نیلم کو شانوں سے تھامے باقاعدہ لہرا کر اشتیاق سے استفسار کیے بولی جس پر شہزادی دم سادھ کر رہ گئی۔

"کیا؟"

نیلم کا ہونق بنے بڑبڑانا، نا چاہتے ہوئے بھی امل کی حسیں اور اندر کا جاسوس جگا گیا۔

"کیا مطلب کیا یار، وہ بندہ دیکھا تم نے نیلم۔۔۔۔۔۔وہی جس نے ہم سبکو بہت پیاری شالز بھی گفٹ کیں۔مان بتا رہی تھیں ناں کہ یہ تحفہ مبین عارض سکندر نے خریدا۔ تم جانتی ہو تمہاری والی شال ہم سے الگ تھی۔۔۔۔۔"

امل یونہی خیال میں اتری ہوئی اس سے باتیں کر رہی تھی مگر نیلم کو کچھ بھی سنائی نہ دے سکا، ہاں اس نے رخ موڑ کر وہیں کچن شلف پر رکھی وہ پیک ہوئی چادر بے اختیار دیکھی۔

"الگ کیوں تھی؟"

وہ اسی جانب دیکھ کر منمنائی جس پر امل باہر گئی اور اپنی اور مناحل والی شال لائے نیلم کو دیکھائی۔

"دیکھو رنگ کے ساتھ ساتھ تمہاری والی نقش میں بھی بہت الگ ہے، کہیں وہ بندہ تم پر فدا تو نہیں ہو گیا۔۔۔ہائے او ربا اگر یہ سچ ہوا ناں تو امل سب

کے سامنے لڑیاں ڈالے۔۔۔۔یار تم نے دیکھنا تھا اسے، وہ تمہیں بہت الگ طرح دیکھ رہا تھا۔۔۔"

امل کا تو بس نہ چلا وہ آسمان سر پر اٹھا لے لیکن نیلم تو ہر حس مفلوج کیے بس غیر ارادی ہی اس تحفے تک پہنچی۔

اسے تو وہ مان دے کر گئی تھی، مگر اس اجنبی کے نام سے منسوب یہ تحفہ وہ چھو کر دیکھنے کی حسرت میں اسکی اور لپکی۔

"میں نہیں دیکھ سکی"

نیلم کے غائب دماغی سے دیے جواب پر امل مسکراتے حیرت میں ڈوبی اسکے پیچھے ہی سائے کی طرح لپکی جو اس تحفے کا پیک کھول کر اس میں رکھی وہ چادر چھو رہی تھی، نا جانے کیوں مگر اسے چھونے کی دیر تھی کہ نیلم کے دل کی رفتار بڑھنے لگی۔

"اوہ نیلم اوہ، کاش تم اسے دیکھ لیتی۔۔۔۔۔(میں نے تمہارے لیے انکو پسند تک کر ڈالا تھا۔) میری بور نیلم! بندہ اک نظر اٹھا کر تجسس کے مارے ہی دیکھ لیتا۔ کیا تمہیں اسکی آواز سن کر اسے دیکھنے کی خواہش محسوس نہیں ہوئی۔۔۔۔۔یا میرے مولا مجھے ایکسٹرا ہوشیار مس مناحل اور اس گائے کے معاملے میں صبر دیجئے"

اپنے ارمانوں پر آنسو بہاتی وہ سنیکس سے بھری پلیٹ اٹھائے، دہائیاں دیتی وہاں سے لمبے لمبے ڈگ بھرتی چلی گئی مگر نیلم کے احساسات تو کسی کا دیا تحفہ ہی چھو کر صندل کر گئے۔

اسکا دل چاہا اور وہ اپنے دل کی لپکتی کیفیت کے آگے بے بس ہوتی وہ چادر کھول کر اپنے گرد پھیلائے جس طرح مسکرائی، اس میں اک بے خودی رقصاں تھی۔

یہ چادر جس کو کئی تقدس میسر تھے، اپنی صحیح جگہ آن پہنچی تھی۔

کسی کے لمس کی خوشبو، نیلم کے حواس تک ارسال ہوئی وہیں اللہ کے گھر سے آیا یہ تحفہ بھی اک پاکیزہ روح کا نصیب بن گیا۔

"میں اب ہر نماز میں اسی کو اوڑھوں گی، یہ میری زندگی کا سب سے مقدس تحفہ ہے۔ جسے میں دن میں پانچ بار خود کے قریب کروں گی۔ تاکہ وہ خوشبو جو بے دھیانی میں مجھ تک پہنچی، کھو نہ جائے۔ اس چادر کی ہر تہہ میں چھپا احساس مجھے اس خوشبو سے جوڑے رکھے"

کومل اور مقدس جذبات کی طغیانی کے باوجود وہ اس حصار میں اک بے کلی محسوس کر رہی تھی، ہر احساس اک طرف مگر کسی اجنبی نامحرم کی جانب سے ملتے اس تحفے کا اتنا عزیز ہو جانا نیلم کی نیند، چین اور سکون متاثر کرنے کا سبب بھی بننے والا تھا۔

..______________________..

"میرے کیے گئے سارے گناہوں کی سزا مجسم ہادی سکندر رہے، تم نے بہت ہی سفاکی سے میرا احتساب کیا ہے المیرا! تم نے میری ہی اولاد کو میرا دشمن بنا کر اپنے ہر دکھ کا بدلا لے لیا ہے"

نشے اور شراب کا اثر بھلے زائل ہو جاتا مگر وہ گناہوں کی دلدل میں شہہ رگ تک دھنسا ہارون سکندر پہروں اکیلے میں غراتا اور بلبلاتا مگر آج اس نے کئی دنوں بعد المیرا پر چینخ و پکار کی تھی جو بہت آرام دہ انداز کے سنگ لاونچ میں رکھے صوفے پر بیٹھیں اس نتھنے پھلا کر دھارتے درندہ صفت آدمی کی یہ عبرت دیکھ کر دل سے پر سکون تھی۔

" آپکی اولاد! ہاہا خوب ہے ہارون صاحب۔ اب وہ آپکی اولاد ہو گیا۔ تب کہاں تھی یہ پدرانہ محبت جب اسے مہرہ بنا کر آپ نے میرے فرار کی سب راہیں مسدود کی تھیں۔ دشمن نہیں ہے وہ، آپکی اولاد ہے تبھی لحاظ میں ابھی اس نے دشمنی دیکھائی نہیں۔ اور میں کون ہوتی ہوں احتساب والی، وہ رب بیٹھا ہے ناں۔۔۔۔ منصف"

المیرا کا پر سکون مگر جلا کر راکھ کر دیتا جواب سن کر اس شخص کو پتنگے لگے، جسم کا سارا لہو ہی گویا چہرے پر سمٹ آیا۔

"تم نے بدلہ لیا ہے مجھ سے، تم نے مجھ سے اس ناجانے کس کے بچے کی موت کا بدلہ لیا ہے المیرا! ورنہ کون سی ماں ہوتی ہے جو محض انتقام کے لیے اپنی اولاد کو کافر بنا دے۔ وہ اس سے بھی بڑھ کر ہے۔ تم اوپر جا کر کیا منہ دیکھاو گی گھٹیا عورت"

اپنے تمام کرتوت گویا وہ بھول بیٹھا تھا اور جس اعتماد سے المیرا پر کیچڑ اچھالے اسے خوف خدا یاد دلا رہا تھا، المیرا اسے اپنی ہنسی روکنا محال ہوا۔

ہنوز پر سکون سے انداز میں وہ اٹھی اور بے باکی سے اپنی نفرت کی انتہاوں میں ڈوبی آنکھیں اس شخص کی پر عتاب آنکھوں میں گاڑیں۔

"یو نو واٹ ہارون سکندر! آپ جیسا گھٹیا شخص شاید ہی اس دنیا میں باقی بچا ہو۔ آپ اپنے گریبان میں جھانکیے، میں اپنی اور ہادی کی آخرت خود سنوار

لوں گی۔ لیکن لمحہ فکریہ یہ ہے کہ آپکو آپکے گناہوں پر تو رعایت بھی نہیں ملنی۔ اور میں آپ سے انتقام تو تب لیتی جب آپکو اس لائق سمجھتی، میں نے تو آپکو دشمنی کے لیے بھی اپنے معیار کا نہیں سمجھا۔ ہادی سکندر کا ہی یہ حوصلہ ہے کہ وہ ایک کافر اور بے دین مشرک کے سائے میں رہ کر بھی انسانیت اور فرائض کے تمام درجوں میں افضل ٹھہرا۔ عبادتیں تو قضا کر کے پوری کر لے گا وہ لیکن انسانیت کے تمام فرض نبھانے پر اسے کم از کم رعایت ضرور دے گا میرا اللہ"

وہ اپنے لہجے کی کڑواہٹ ہر ممکنہ دبائے بس اس شخص پر قہر ڈھا رہی تھیں جو زہر اس شخص نے ہادی اور المیرا کی زندگی میں شامل کیا بس اس کا توڑ کر رہی تھیں۔

اب تو انھیں ہارون سکندر پر افسوس بھی ہونا ختم ہو گیا تھا، وہ انکے نزدیک مردے سے بھی کم وقعت تھا۔

ایک ایسا انسان جسکی موجودگی کی اہمیت، غیر موجودگی جتنی بے وقعت ہوتی ہو۔

اور وہ المیرا کے سرد جملوں سے خاک ہوا تھا۔

"تم اور تمہاری اولاد ہلاک ہوجائے گی یاد رکھنا، تم بہت اکڑ رہی ہوناں ہادی سکندر کی بخشش کا یقین لیے۔ وہ آج تک مسجد نہیں گیا، اس نے رب کو پکارا تک نہیں۔ اور میں پانچ وقت نمازی ہوں۔ دنیا جانتی ہے میرا عمل کتنا زیادہ ہے۔ پھر تم کیسے کہہ رہی ہو کہ رعایت نہ ملے گی۔ ہاہاہا مرتد تو تم ہو اور ہادی ہے"

وہ سلگتے تبسم کے سنگ کھڑے المیرا پر قیامت ہی توڑھا گیا تھا۔

"بکواس نہیں ہارون سکندر! ورنہ کھڑے کھڑے میں آپکی جان لے لوں گی۔۔ جس دن ہادی کو آپکے اس گناہ کے ثبوت مل گئے وہ اک لمحہ لگائے بنا

آپکو دی رعایت واپس لے گا، پھر آپکو اس گناہ کی پکڑ سے کوئی بچانے والا نہیں ہو گا سنا!"

المیرا پوری قوت سے چینخی مگر اس سے پہلے ہارون سکندر سبکی اور اہانت کے احساس میں گرفتار ہوتا اسکے منہ پر اپنے بھاری ہاتھ سے تماچہ مار دیتا، کسی مضبوط ہاتھ نے نہ صرف اس شخص کی اس کوشش کو ناکام کیا بلکہ اگلے ہی لمحے اس جلالی اور خونخوار انسپکٹر نے ہارون سکندر کو کچھ پرے دھکا دیے قہر ناک انداز سے گھورا۔

یکے بعد دیگرے چار مزید اہل کار اندر داخل ہوئے۔

پولیس کو پہلی بار وردی میں آتا دیکھ کر زمین پر توازن برقرار نہ رکھ پانے کے باعث گرتا ہارون سکندر خوفزدہ سا اٹھا۔

خوف پر اپنا عتاب حاوی کیے وہ پولیس کے چھلکوں کی اس گستاخی پر تلملا اٹھا۔

"بس ہارون سکندر بس! تمہارے ظلم کی کہانی یہیں پر دی اینڈ ہوتی ہے"

وہ جلالی، رعب دار سا انسپیکٹر غراتا ہوا اپنی جیب سے وہ عدالتی کاغذ نکال کر اسکی آنکھوں کے سامنے لہرائے تنفر سے بولا مگر ہارون سکندر کے تن من میں گویا آتش بھڑک اٹھی۔

"تم لوگوں کی یہ جرت! ہمت کیسے کی ہارون سکندر کے گھر یہ وردیاں پہن کر آنے کی۔ اور کیا جرم ہے میرا۔۔۔۔۔؟"

لہو چھلکاتی نگاہوں سے وہ اپنے حلق کے بل غرایا مگر اس سے پہلے وہ انسپکٹر کوئی جواب دیتا بیرونی سمت سے کوئی آواز بلند ہوئی۔

"اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِی ◌ْنَ یُحَارِبُو ◌ْنَ اللّٰہَ وَرَسُو ◌ْلَہٗ وَیَس ◌ْ عَو ◌ْنَ فِی ال ◌ْ اَر ◌ْ ضِ فَسَادًا اَن ◌ْ یُّقَتَّلُو ◌ْ ٓا اَو ◌ْ یُصَلَّبُو ◌ْ ٓا اَو ◌ْ تُقَطَّعَ اَی ◌ْ دِی ◌ْ ہِم ◌ْ وَاَر ◌ْ جُلُہُم ◌ْ مِّن ◌ْ خِلَافٍ اَو ◌ْ یُن ◌ْ فَو ◌ْ ا مِنَ

الۡاَرۡضِ ؕ ذٰلِکَ لَہُمۡ خِزۡیٌ فِی الدُّنۡیَا وَ لَہُمۡ فِی الۡاٰخِرَۃِ
عَذَابٌ عَظِیۡمٌ ﴿ۙ۳۳﴾

جو لوگ اللہ اور اس کے رسول سے لڑائی کرتے ہیں اور روئے زمین میں فساد پھیلاتے ہیں ان کی سزا بس یہ ہے کہ وہ قتل کیے جائیں یا سولی چڑھا دیے جائیں یا ان کے ہاتھ پاؤں مخالف سمتوں سے کاٹ دیے جائیں یا ملک بدر کیے جائیں، یہ تو دنیا میں ان کی رسوائی ہے اور آخرت میں ان کے لیے عذاب عظیم ہے۔"

"اِلَّا الَّذِیۡنَ تَابُوۡا مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ تَقۡدِرُوۡا عَلَیۡہِمۡ ۚ
فَاعۡلَمُوۡۤا اَنَّ اللّٰہَ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ ﴿٪۳۴﴾

سوائے ان لوگوں کے جو تمہارے قابو آنے سے پہلے توبہ کر لیں اور یہ بات ذہنوں میں رہے کہ اللہ بڑا بخشنے والا، رحم کرنے والا ہے۔"

یہ آیات اور ترجمہ دہرانے والی وہ خوبصورت آواز جسے سن کر جہاں المیرا کے چہرے پر بھیگی مگر آسودہ مسکراہٹ اتری وہیں ہارون سکندر نامی وہ آدمی بلبلا کر رہ گیا۔

آواز کے بعد وہ خود بھی پر اعتماد سا اندر داخل ہوا، چہرے پر بلا کا سکون درج تھا۔

"ویسے تو آپکے جرائم کی لسٹ بہت لمبی ہے ہارون سکندر صاحب، مائی سوئیٹ ڈیڈ مگر چونکہ میں آپکی پیاری اولاد ہوں تو آپکے زیادہ راز فاش کرنے مجھے زیب نہیں دیتے۔ میں بس آپکا وہ جرم بے نقاب کر چکا ہوں جسکی سزا نہ اس دنیا میں ٹل سکتی ہے اور نہ آخرت میں۔ مرتدین میں سے ہونے پر آپکی سزا اٹل ہے"

وہ کھڑے کھڑے اس شخص پر یہ پوری کائنات گراتا فخر سے اسکے روبرو آج ہر احساس جرم سے آزاد کھڑا تھا۔

جہاں پولیس والے نفرت سے ہارون سکندر کی جانب دیکھ رہے تھے وہیں وہ کانپ اٹھا۔

یہ اتنا بڑا راز ہادی سکندر تک کیسے پہنچا؟ یہ ناممکن تھا۔ وہ پاگل ہونے لگا، اسکے جسم میں کرنٹ دوڑنے لگے، اسکو کوئی زندہ نوچنے لگا۔

"مردود، میں تجھے جان سے مار دوں گا۔ یہ خود مرتد ہے اپنی ماں سمیت۔۔۔۔ پوچھ انسپیکٹر اس سے کہ اس نے کبھی نماز ادا کی؟ یہ کبھی مسجد گیا۔۔ قرآن کھول کے دیکھا۔۔۔ یہ مجھ پر بہتان لگا رہا ہے۔ میں سچا مسلمان ہوں۔۔۔۔ یہ دو مجھ سے انتقام لے رہے ہیں"

ہذیانی انداز میں وہ چینختا چلاتا ہوا ہادی سکندر کو جان سے مار دینے کے ارادے کیے اس سے پہلے لپکتا، دو اہل کار آگے بڑھ کر ہارون سکندر کو نہ صرف جکڑ چکے تھے بلکہ انسپیکٹر کے اشارے پر اس بپھرے درندے کو

ہتھ کڑی لگوائے وہ بنا ہارون سکندر کے پھڑکنے کی پرواہ کیے سپاٹ چہرہ لے کر کھڑے ہادی سکندر کی جانب مڑا۔

"اتنے عرصے ایک گناہ گار کے گناہ چھپانے کی میں نہیں جانتا کیا مجبوری رہی ہوگی لیکن جب ایسے گھناونے عمل میں اپنا کوئی بہت قریبی ملوث ہو تو دل، جان اور سانسیں داو پر لگائے ہمت کرنی ہی پڑتی ہیں ہادی سکندر! میں چاہتا ہوں تم زرا ہمت اور کرو اور اس شخص کے باقی تمام گناہ بھی بے نقاب کرو تاکہ ایسے منافق لوگوں کی بوقت ضرورت واپس دین کی سمت واپسی انھیں وہ معافی حاصل کرنے میں کامیاب نہ کرے جو صرف سچے توبہ کرنے والوں کے لیے رکھی گئی ہے۔ رعایت چاہیے ناں تمہیں؟ بنا ہاتھ پیر ہلائے تم اپنی نجات حاصل نہیں کر سکو گے"

بھاری رعب دار آواز سرگوشی کیے یک دم نرم پڑی اور وہ انسپیکٹر اس مغلظات بکتے شخص کو اسکی تمام شہرت اور مقبولی کے پورے ذلیل طریقے سے اریسٹ کر کے لے گیا جبکہ ہادی سکندر کے پاس لفظ تو نہیں تھے بس وہ

چپ چاپ المیرا کو اپنے سینے سے لگائے خود بھی سرخ آنکھیں کیے چپ اوڑھ گیا۔

..________________________..

"کیا مطلب؟ یہ خبر سچی ہے ناں"

مناحل صاحبہ کے گھر سے نکل کر جہاں باقی سب فارم ہاوس کی سمت بڑھے، مبین کسی آتی ہوئی ارجنٹ کال سننے وہیں رک گیا۔

مقابل سے ملتی یہ خبر دھچکے سے کم نہ تھی تبھی مبین بے یقینی سے استفسار کیے دوسری سمت سے تصدیق چاہتا تھا۔

"جی بھائی، خبر سچی ہے۔ کل شام سے ہادی سکندر اعشاریہ تنظیم کے کچھ پراسرار لوگوں سے ملتا رہا ہے، اور قاری وحید صاحب کے پاس بھی گیا تھا۔ اسکے بعد اس نے اچانک یہ سب کیا۔ کچھ دیر پہلے ہی پولیس ہارون سکندر کو اسکے گھر سے اریسٹ کر کے لے گئی ہے"

مقابل وہ مبین کا خاص آدمی تھا جو اسکی تاکید کے مطابق کل سے ہادی سکندر کے ارد گرد موجود رہ کر اس پر نظر رکھ رہا تھا۔

"ٹھیک ہے، میں آج ہی واپس آ رہا ہوں۔ سعودیہ والے کلائنٹس کی بھی صبح میٹنگ ارینج کروالو۔ وہ ڈیل پہلے ہی بہت تاخیر کا شکار ہو چکی ہے"

چند مزید احکام سونپتا، وہ کال بند کیے اک دکھ میں لپٹا دیکھائی دیا۔

"تو یہ وجہ تھی ہادی سکندر تمہاری خودکشیوں کے پیچھے، کاش تم نے یہ سوہان روح سچ چپ چاپ برداشت نہ کیے ہوتے۔ مجھے اشارہ تو دیتے، لیکن خوش ہوں کہ تم نے ہمت کیے اپنی اک طویل ضد سے دستبرداری لے لی۔ اب تمہیں خود سے اور ماہ نور سے دور رکھنے کی سزا ہر گز جاری نہیں رکھ سکتا۔ مجھے یہ دونوں معاملات فوراً جا کر دیکھنے ہوں گے"

اک گہری سانس کھینچے تکلیف کے سنگ سوچتا ہوا وہ اپنا اگلا لائحہ عمل ترتیب دیے اندر بڑھا جہاں وہ تینوں ابھی تک باغیچے ہی کی سمت کھڑے تھے اور مان اور ماہ نور مل کر عاشق ناتواں کی کلاس لے رہی تھیں۔

مبین اس وقت کئی کام تکمیل دینے کی خواہش میں تھا، اس لڑکی کے لیے اگلا سٹیپ اٹھانا اور شاید کسی ٹوٹے اور بکھرے شخص کی سزا معاف کرنے پر نظر ثانی کرنا۔

"کچھ کہنے کی ضرورت نہیں، تمہاری حرکتیں سب آشکار کر چکی ہیں۔ تمہیں تو واپس جانے پر پوچھوں گا فی الحال اپنی ذمہ داری سنو!"

واپس فارم ہاوس پہنچ کر اس سے پہلے عاشق ناتواں کچھ ارشاد فرماتے، مبین کی تنبیہی گھوری پر مودب ہوا اور مبین کی تمہید پر مان اور ماہ نور بھی متوجہ ہوئیں۔

"کیا اب جان لیں گے بچے کی مبین میاں!"

کرسی گھسیٹ کر سنبھالتا وہ بیٹھتے ہی خاصے تاسف سے جتا گیا جس پر مبین نے گھور کر عبداللہ کو خاموش وارننگ دی۔

"دل یہی کر رہا ہے، خیر میں آج واپس جا رہا ہوں۔ کچھ اہم کام ہیں۔۔۔ تم لوگ بعد میں آ جانا۔ عبداللہ مجھے تمہاری کوئی شکائیت ملی تو میرے عتاب سے بچ نہیں سکو گے۔ ماہ اور مان نے ابھی مری گھومنا ہے اس لیے تم جیسی آفت کو انکا نگران بنا کر جا رہا ہوں۔ اپنی تربیت اور اخلاق کا خیال رکھنا امل سے سامنا ہونے کے وقت۔ رہی بات تمہارے ارمان کی تو واپس جا کر ہم سب مل بیٹھ کر اس پر سوچیں گے"

یوں مبین کے اچانک جانے کا سن کر وہ تینوں ہی کچھ تشویشناک لگے مگر مبین اپنی تاکید سنائے اندر بڑھ چکا تھا اور مان نے بھی لپک کر مبین عارض کے قدموں کی پیروی کیے اندر کا رخ کیا۔

آج تو دیوانے کو سکون کی کسی اضافی بہتات کا سامنا تھا مگر یوں اس لمحہ تشکر اسے یار کی مسیحائی کے لیے واپسی کا حکم بھی بہت اجلت میں ملا تھا۔

تبسم تھا کہ مسکراہٹ کے مداح ان نرم ہونٹوں کو چھوڑنے پر راضی نہ تھا۔

وہ لڑکی جسکی ہر اگلی جھلک، پہلی جھلک سے زور آور سانشہ مبین عارض سکندر میں بیدار کر دیتی اور وہ اس خمار سے بھی دور جانا چاہتا تھا۔

لیکن ہادی سکندر کے معاملے نے بھی اسے قدرے سکون بخشا تھا مگر دیدار یار کا سکھ کوئی آسمانی سکون لایا تھا۔

یہ کیسی گداز شر شار کیفیت تھی جو مبین کی رگ رگ میں اتر گئی تھی۔

یہ کیسا عشق تھا جو ایک پل مبین کی زندگی ہتھیانے کے در پر آجاتا تو کبھی اسکے تشنہ دل کو بوند بوند زندگی سونپنے لگتا۔

مان اس دیوانے کے قدم ناپتی اسکے پیچھے ہی چپ چاپ چل رہی تھی۔

محبت نہیں تھی وہ، عشق کا آٹھواں رنگ غالب تھا، جو یونہی طاری ہوئے دل وروح کو منور کر رہا تھا۔

"سنیں ناں مبین! ہوا کے گھوڑے پر کیوں سوار ہیں"

اپنے عقب سے ماں کی پھولی ہوئی سانس اور پکار اسے رکنے پر مجبور کر گئی جو پلٹا اور ماں کے ہانپنے پر نگاہ ڈالے مسکرایا۔

"کیونکہ مجھے جانا ہے، انکے لیے جا کر ایک اگلا قدم اٹھانا ہے"

وہ مبہوت کر دیتا، ماں کی تجسس سے بھری آنکھوں میں جھانک کر بولا، وہ ان کا لفظ فراموش کر گئی۔

"ہائے! واقعی وہ شہزادی ہی ہے۔ آپکی پسند کو داد دیتی ہوں"

ماں اسکے روبرو، سانس بحال کیے رشک سے چہکی اور یہ احساس ہی مبین عارض کو مہکانے لگا۔

"ہمم۔۔میں اس شہزادی کی کہانی بہت خوبصورت چاہتا ہوں اس لیے مجھے جلدی جانا ہے"

وہ باولا ہوا ہر گزرتے لمحے کو ضیاع سمجھ رہا تھا، وہ تھی ہی ایسی کہ اسکے لیے دل اجلت مچادے۔

اور وہ یار بھی ایسا تھا جس کے دل پر اگلے پچھلے زخموں کے ساتھ ساتھ اپنی سنائی گئی سزا کے زخم بھی اس سے مرہم کے طلب گار تھے۔

"یہ محبت سے بہت اونچی چیز ہے مبین"

مان کے چہرے کی خوشی اور لہجے کا جوش اک نئی جذبات کی ہلچل دریافت کر چکی تھی، وہ ہنسی تو وہ بھی اک پل مسکرا اٹھا۔

"محبت نہیں، عشق !فقط عشق"

وہ باآواز بلند للکارا جیسے آسمان کی وسعت تک اس اقرار کو پہنچانے کا ارادہ کیے بیٹھا ہو۔

"بہت خوبصورت ہے وہ ہے نا"

مان نے تفاخر کے سنگ اقرار کر دیا تو وہ اک پل محو حیرت ہوا۔

"کسے پتا کتنی خوبصورت ہے، دیکھنے اور جانچنے کی سبھی حسیں مفلوج ہو گئیں۔ کوئی آلہ، کوئی پیمانہ کوئی ترازو نہیں بچا"

وہ لمحہ بہ لمحہ فاصلہ بنائے دور ہوا اور اسکی آواز میں اک بے بسی عود آئی۔

"مبین! مجھے بھی آپ جیسی محبت کرنی ہے۔ جس میں پیمائش کا کوئی امکان نہیں بچتا"

وہ آنکھوں میں ڈھیر سی اداسی بھرے مبین عارض سکندر کی جانب تکتی بھر آتی آواز سے بولی تو مبین نے کئی ثانیے مان کی آنکھوں کا سرد پن جانچا۔

"کس سے کرو گی"

مبین نے فاصلہ گھٹائے مہربانی کرتے ہوئے راز دان بنے استفسار کیا تو اک پل نظر جھکا گئی۔

"کسی راہ پر چلتے ہوئے کسی اجنبی سے"

وہ تمام اداسی ختم کرتی مبین کو اپنے جواب سے مسکراہٹ دے گئی۔

وہ اسے شفقت سے تکتا ہوا مزید اک قدم قریب آیا۔

"میں ڈھونڈوں گا تمہارے لیے کوئی بہترین انسان، راہ چلتے کسی انجان سے محبت کرنے کا حق نہیں دوں گا۔ تم بھی میری عزت ہو مان خلیل سکندر!"

وہ اسے رسان سے لاجواب چھوڑے پہلی بار حق جمائے جتاتا ہوا مڑ گیا اور وہ آنکھوں میں نمی لیے اسکی پشت تکتی رہی۔

"میں بس آپکی کیفیت مکمل سمجھنے کے لیے ایسی محبت کرنے کی تمنائی ہوں، مجھے آپ کی جگہ خود کو رکھ کر اس عشق کی گہرائی محسوس کرنے کی شدید تمنا جاگی ہے۔۔۔"

وہ اپنی ہی کیفیت پر نڈھال، جنھجلائی ہوئی کہہ بیٹھی اور وہ پھر سے رک گیا۔

ہونٹوں پر زیر کر دیتی مسکراہٹ لیے پلٹ کر مان کی حسرت زدہ آنکھیں دیکھنے لگا۔

"وہ 'لڑکی' بہت انمول ہے کہ میں اپنی زبان سے اسکا نام بھی بنا کسی حق کے لینے سے گریز کر رہا ہوں۔ وہ بہت مقدس روح ہے۔ اسے دیکھ کر اسکی طلب نہیں جاگی مجھ میں مان، بلکہ اسکی خوشبو کو تسخیر کرنے کا جنون لاحق ہوا ہے۔ نا جانے میں اس کے معیار کا ہوں بھی یا نہیں، سنو مان! گر زندگی بھر مجھے فقط اسکی اک جھلک تک پر گزارہ کرنا پڑے تو یہ بھی میرے لیے میری زندگی کا حاصل ٹھہرے۔

اب بھی تم ایسی محبت کرنے کی تمنائی ہو تو پاگل ہو"

وہ جان لیوا انداز لیے اک اک لفظ میں جذب اور آتش بھرے بولتا گیا اور مان کے سب لفظ کھو گئے، پھر بھی وہ مبین کو اسکے معیار کا نہ سمجھنے پر برہم ہوئی۔

"آپ کسی سے کم نہیں ہیں سو معیار کی بات دوبارہ مت کیجئے گا رہی بات اس پاگل پن کی تو کچھ نیا اور چیلنجنگ کرنے میں کوئی مضائقہ نہیں"

وہ لمحہ بھر رکی اور بھرپور یقین کے ساتھ اپنی آنکھیں مبین عارض سکندر کی آنکھوں میں ڈال گئی۔

"۔۔۔ آپ اس تک ضرور پہنچ جائیں گے مبین مجھے یقین ہے"

وہ اپنی برہمی کا اظہار، اپنے ارادے کی بے باک پیشن گوئی اور دعائیہ اختتام ایک ساد لکش کرتی خاموش ہوئی تو اس نے مبین عارض سکندر کے چہرے پر اتر آتی روشنی دیکھی۔

"میں اس تک پہنچنا نہیں چاہتا، میں اس تک جانے والا ہر رستہ اپنے نام کرنا چاہتا ہوں"

واللہ وہ رئیس و ذہین شخص آج اک جوگی اور فقیر ہی لگا، آج اسکے پاس بس عشق کا اظہار بچ گیا تھا۔

وہ پلٹ گیا، ماں کو ہلکان چھوڑے۔

اور اس شہر کی ہر یاد کو اپنی روح کا رزق بنائے شام ہوتے ہی اس دیار سے ہجرت کر گیا۔

وہ لوٹ رہا تھا مگر اپنا دل، اپنی ہر شدت وہ اس چادر کی تہہ میں لپیٹ کر شہزادی کا حصار بنا آیا۔

اسے یقین تھا اسکے لیے اسکا رب بہترین فیصلے کو لینے والا ہے، وہی اس بندے کے دل کی تڑپ کا درماں کرے گا جس نے مبین عارض سکندر کے دل میں مجسم نیلم کو ثبت کر دیا۔

مبین عارض سکندر جیسا حقیقت پسند آدمی، دیکھتے ہی دیکھتے خواب کا اسیر بن گیا۔

اک جستجو! اک لگن، اک جنون خیز طلب!

پھر سے کسی منظر سے وہ نکل آئے، سرِ راہ ٹکراتی ہوئی وہ بے دھیانی میں نظریں اٹھا کر اسے دیکھ لے۔

وہ اسے دیکھے تو اس دیوانے کے اندر کا کہرام تھمے۔

وہ بدلتے، پیچھے چھوٹ جاتے منظروں کو دیکھ رہا تھا۔

دل یکدم شدت سے دھڑکنے لگا۔

کہیں واقعی سب پیچھے نہ چھوٹ گیا ہو، دل سے دعائیں لپکنے لگیں، وہ آنچل، وہ خواب، وہ شہزادی وہ دیدار کا سحر کبھی پیچھے نہ چھوٹے۔

یاری اور دلداری دونوں ادا ہوں، کچھ بھی قضا نہ ہو جائے۔

یکلخت آسمان سرِ شام ہی سیاہ بادلوں سے بھرا اور چھم چھم بارش کے نورانی قطرے گرنے لگے۔

"مبین عارض سکندر! اللہ نے تمہارے ہر وصف کا الگ امتحان مقرر کیا ہے، تم محبتوں کی تقسیم میں آزمائے جانے والے ہو۔ تم عشق اور مہربانی کی حدوں تک لے جائے جانے والے ہو، تمہیں پرندوں تک رزق پہنچانے کی ذمہ داری دی جا رہی ہے، تمہیں پھولوں کا عشق عطا ہو رہا ہے۔۔۔ الوداع!"

ان اونچے محویت سے کسی شور میں ڈوبے پہاڑوں کے اس پار آوازیں بلند ہو رہی تھیں، بارش کے قطرے چھم چھم برسنے لگے۔

وہ اس ماحول میں کھو رہا تھا، حقیقت پسند سا وہ شخص! خواب ہو رہا تھا۔

یلکدم برستی بارش نے اس شہر کو چند ثانیوں میں جل تھل کر دیا۔

"دھڑکن کی راہ گزر ہے، اور خواب کی سہولت

کبھی مجھ تلک جو آو، انہی راستوں سے آنا"

وہ بالکونی میں بیٹھی اس یکدم برس آتی بارش کو تکتی اپنی نظم کا آخری مصرع دہرا رہی تھی، کوئی چلا گیا ہے یہ شہزادی کے دل کو خبر ہو گئی تھی۔

اسے برفیلے، برستے، چہکتے موسموں سے پیار تھا، ہر وہ موسم جو آواز، کھنک، خوشبو، رونق اور بہار لاتا اسے بھایا کرتا۔

اسے پسند تھیں باتیں کرنا، خوبصورت باتیں دل موہ لیتی ہوئی باتیں۔

اسے پسند تھا اللہ کو یاد کرنا، اللہ کے گھر کو خیالوں میں اپنی بصارت کے روبرو محسوس کرنا، وہ ہر عزیز و اقارب کے اس پاک گھر جانے پر اپنی خاضری کی دعائیں کرواتی۔

اپنا نام وہاں طواف کرتے حاجیوں کے ہاتھ لکھوانے کی فرمائش کرتی مگر اسکا بلاوا نہیں آتا تھا۔

دو بار بابا کے ساتھ جاتے جاتے وہ کسی نہ کسی باعث اس شرف کو پانے سے محروم ہو جاتی رہی مگر نا جانے کیوں آج اسے خود سے اس پاک گھر کی مہک آرہی تھی، اپنے گرد اوڑھی اس چادر سے محبت محسوس ہو رہی تھی۔۔

وہ خوش تھی، اللہ جی سے باتیں کرنے کا صحیح وقت اسے بارش لگتا، اسے لگتا اس لمحے وہ رب توجہ سے دعائیں سنتا ہے۔

"اوئے ھوئے ادھر تو بڑا رومینٹک ماحول چھایا ہوا ہے، ایک تم دوسرا تمہارے ہاتھ میں تمہاری یہ شاعرانہ ڈائری اور پھر مبین عارض سکندر کی دی چادر جسے میری بور نیلم نے خود سے چپکا ہی لیا۔۔۔۔"

حسب توقع، نیلم کے ان اللہ جی سے محو کلام ہوتے لمحوں میں اسکی جان جاناں کی انٹری متوقع تھی تبھی نیلم رسان سے مسکراتی جہاں اسکی ابتدائی باتیں سنتی ڈائری بند کر گئی وہیں امل کو اسکی آخری گستاخی پر جان نکالنے کے انداز سے دیکھا۔

"امل! امل تم پھر سے خراب باتیں کر رہی۔ بتا رہی ہوں اب تمہارا اگلا دبا دوں گی"

اپنی گھبراہٹ چھپائے وہ فوراً سے اپنے گرد اوڑھی چادر اتار کر نظریں ملائے بنا ڈانٹی اس سے پہلے تہہ کیے رکھتی، امل نے مسکرا کر وہ چادر واپس نیلم کے گرد لپیٹ دی۔

"ہاہا گلا دبا لو مگر اسے مت اتارنا، یہ تم پر انتہا کی سج رہی ہے۔۔۔۔۔۔ خیر بتاؤ اتنی ٹھنڈ میں جمے ہوئے دماغ کے ساتھ کیسے یہ شاعری کی آمد ہو رہی ہے میری جان"

امل بھی فوراً شرارت ختم کیے بھی اسے چڑانا نہ بھولی اور نیلم نے رشک کے سنگ لان میں گرتی دھوئیں کی طرح ماحول بناتی بارش کو گہری سانس بھرے دیکھا۔

"دیکھوناں امل! بارش کتنی خوش ہے۔ اسکی خوشی کے آگے برف زاروں کی ٹھنڈ بھی پگھل کر حدت کا روپ دھار لے"

نیلم کا فطرت میں کھو جانا اور یہ جواب دینا امل کو ہنسا گیا۔

"ہاہا بارش خوش ہے؟ سچی مجھے تو آج تک یہی لگتا تھا کہ آسمان جب کسی بچھڑن کو دیکھ کر غم زدہ ہوئے اپنا کرب دبا نہیں پاتا تو اپنے آنسو یعنی بارش برسا دیتا ہے"

امل کی منتق بھی اس جیسی ہی نرالی تھی، نیلم نے اسے دیکھ کر گویا اس بدو کی عقل کو اکیس توپوں کی سلامی پیش کی۔

"ہاں تو ان آنسوؤں کو آنکھوں سے آزادی ملے تو وہ خوش ہی ہوتے ہیں ناں، مچل کر بہتے ہیں"

نیلم اپنے موقف پر جمی رہی تو امل نے بھی اس بار سنجیدگی سے برستی طوفانی بارش دیکھی۔

"یہ تو آج تک کسی نے دریافت نہیں کیا کہ وہ مچل کر بہتے ہیں یا تڑپ کر"

امل کی بات میں گہرا دکھ چھپا تھا جس پر نیلم کا دل تک کھنچا۔

"ہاں یہ بھی ہے مگر بچھڑنے سے کہانیاں ختم نہیں ہوتیں امل"

نیلم اس بار امل کے سپاٹ چہرے کو مرکوز کیے زور دیے بولی، مقصد کچھ اور جتانا تھا جو امل کی نگاہوں میں جتائے جانے کے قابل نہ تھا۔

"کچھ کہانیاں! بچھڑنے پر ختم ہو جاتی ہیں نیلم"

امل سوگوار سی حقیقت بیان کیے نیلم کو بھی اک لمحہ مضطرب کر گئی۔

"لیکن میں کہانی کے دردناک خاتمے سے بہت ڈرتی ہوں، تم دعا کرو میں کسی ایسی ادھوری کہانی کا حصہ نہ بنوں"

نیلم کا دل سوکھے پتے سا پھڑ پھڑایا اور یوں نیلم کے سہم جانے پر امل نے بھی اپنی اداسی زمین میں دفن کر دی۔

"ضرور کروں گی، چلو بھئی ہم اسکا پازیٹیو پارٹ دیکھتے ہیں۔ بارش خوش ہے کیونکہ کہیں اس نے محبت کے دلکش روپ کو دیکھ لیا ہے۔ بچھڑنے کی نہیں بلکہ دوبارہ سے ملنے کی امید پر برس پڑی ہیں۔۔۔ اممم وہ کیا کہتے ہیں 'خوشی کے آنسو'"

وہ اپنے ہر روپ میں مسکراہٹ شامل کرنے کی ماہر تھی تو کیسے نیلم کا دل سہما ہوا چھوڑ دیتی، پلوں میں دکھ سے خوشی میں لپٹ کر وہ نیلم کو بھی خوش فہمی میں مبتلا کر گئی۔

"اللہ جی نے چاہا تو ایسا ہی ہو گا"

نیلم کا دل ابھی بھی کانپ سا رہا تھا۔

صبح جب نیلم نے امل کو اپنے خواب کا اگلا حصہ بتانے کی کوشش کی تو وہ نیند میں بری طرح متاثر سن نہ پائی تھی اور اب امل کو یکدم ہی صبح کی ادھوری بات یاد آئی۔

"اچھاہاں سچ تم صبح اپنا کوئی خواب سنا رہی تھی میرے سرہانے بیٹھی، قسم سے اس وقت ماہ بدولت فل ٹن تھی۔ اب بتاؤ میں ہمہ تن گوش ہوں"

یاد آنے پر وہ فوری پوچھ بیٹھی اس سے پہلے کہ اسکے ذہن سے نکل جاتا۔

خواب کا سوچتے ہی نیلم پھر سے اداس اور بے کل سی ہو گئی۔

"ہاں ناں امل میں تمہیں اپنے خواب کا بتا رہی تھی، میں نے اس خواب کا اگلا حصہ دیکھا ہے"

نیلم کے اداس ہو کر آگاہ کرنے پر امل ٹانگیں سمیٹے پاؤں اوپر کیے پر اسرار سی صورت بنائے بیٹھی اور اپنے دماغ کے گھوڑے دوڑائے پر وہ دو قدم پر ہی تھک کر گرے اور مر گئے۔

"اوہ واہ! خواب ہے یا فلم۔۔۔۔۔۔"

امل کے اس فضول مزاق پر نیلم بری طرح بدمزہ ہوئی۔

"میں نہیں بتا رہی اب تمہیں"

نیلم نے فوراً ناراضگی دیکھائی۔

"شوشولی میلی جان! اچھا سچی اب میں سیریس ہوں۔ بتاو"

نیلم کی خفگی سے بچنے کو وہ بھی سنجیدہ منہ بنائے عہد کرتے بولی جس پر نیلم نے پھر سے اس خواب کو اپنی آنکھوں میں لائے محسوس کیا۔

"میں نے دیکھا کہ میرے سامنے ایک ندی ہے، نیلے پانی کی۔ جو پہلے بھی دیکھتی ہوں۔ مگر اسی ندی کے دوسرے کنارے سے بہت تیز روشنی پھوٹتی ہے، اتنی جان لیوا سی اور تیز کہ آنکھیں چندھیا جائیں۔ پھر یکدم وہ روشنی مدھم ہوتی گئی اور اس پار کسی انسان کا سایہ ابھرا۔ میں اس انسان کا چہرہ نہیں دیکھ سکی اور اس سے پہلے ہی میری آنکھ کھل گئی۔"

ناجانے کیوں نیلم کو اس خواب کے ٹوٹنے کا دکھ بہت گہرا محسوس ہوا، اور امل اسکی اداس ہوتی صورت تکتی پلٹ کر اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھام گئی۔

"دیکھا! اللہ نے بھی تم کو اشارہ دیا تھا پر تم ہو ہی نکمی۔ کیا تھا جو زرا آنکھ اٹھا لیتی۔ میڈم جی یہ سیدھا سیدھا آپکو آپکے 'ان' کے آنے کی خبر دی گئی ہے۔۔۔۔ہائے اور با میرے جیجو۔۔۔۔۔۔۔بس جلدی بتاو کہ اگلی قسط کب آئے گی تمہارے خواب کی"

امل کی ان ساری جان نکالتی باتوں پر نیلم نے اور تو کچھ نہ کیا بس اپنی گود میں رکھا کشن سیدھا امل کے منہ پر دے مارا اور بچاری امل پٹ کر بھی بے دم ہوئے ہنستی چلی گئی اور اسکے سارے لفظوں کی حدت نے نیلم کا سارا وجود کپکپا کر رکھ دیا۔

"امل تم میرے ہاتھوں ضائع ہو جاو گی، گندی بچی"

خفت کے مارے نیلم کا چہرہ جہاں سرخ ہوا وہیں امل کا چہرہ ہنس ہنس کر لال ہو گیا تھا۔

..________________________..

"واٹ!"

عارض سکندر کی سماعت نے جو دل دہلاتی سچائی سنی وہ انکے ہونٹوں سے یہ لفظ بے اختیار نکالنے کا جہاں سبب بنی وہیں وہ صوفے پر سے یکلخت اٹھ کھڑے ہوئے۔

خود ماہ جبین بھی انکے یکدم مشتعل ہونے پر فکر مند اور پریشان ہوئے اپنی ساڑھی کا پلو سنبھالے اٹھ کھڑی ہوئیں۔

"جی بابا، یہی سچ ہے۔ میں واپس آگیا ہوں۔ وہیں جا رہا ہوں۔ کل ہارون سکندر کو کورٹ پیش کیا جائے گا۔ گھر آکر تفصیلی بات کرتا ہوں"

مبین اس وقت رات ڈھلنے کے بعد واپس لاہور پہنچ چکا تھا اور تھانے سے نکلتے ہی اس نے یہ خبر بابا تک پہنچائی، کال بند کیے وہ اپنی گاڑی کی سمت بڑھا جبکہ دوسری طرف عارض سکندر کی جہاں آنکھیں تکلیف سے بھریں وہیں وہ لال چہرہ لیے ماہ جبین کے رسان سے بازو سہلانے پر مڑے۔

"سب خیریت ہے عارض صاحب! کیا کہہ رہے تھے مبین۔ بتائیے خدارا ہماری جان اٹکی ہوئی ہے"

سہم کر ماہ جبین نے انکی یکدم بجھ جاتی آنکھیں دیکھے استفسار کیا جس پر وہ بمشکل انکا سہارا لیے خود کو صوفے پر واپس لڑھکاتے ہوئے بیٹھے، ماہ جبین بھی بے قراری سے انکے ساتھ جگہ سنبھالے، عارض کا ہاتھ نرمی سے اپنے ہاتھوں میں تھام گئیں۔

"آٹھ سال پہلے ہارون سکندر نامی اس بڑے بھائی نے محض کچھ پیسوں کے عوض اپنا مذہب تک بیچ دیا تھا ماہ! وہ شخص مرتدین میں سے ہو گیا۔ تم میری کیفیت سوچو کہ میرا دل کس قدر کرب زدہ ہے۔ ہادی پچھلے آٹھ سال سے نا صرف ہارون سکندر کے خلاف اس گناہ کے ثبوت ڈھونڈنے پر لگا تھا بلکہ اب بھی خود اسی نے اپنے باپ کا یہ کفر آشکار کیا۔ اور میں! آہ میں نے ہادی سکندر پر قہر ڈھا دیے۔ یا میرے اللہ یہ کیا ہو گیا ہے"

درد اور آہیں دباتے وہ سسکارتے ہوئے اپنے رویے پر جہاں آزردہ تھے وہیں اپنے بھائی کے اس ایک اور گناہ نے عارض سکندر کی کمر بلکل توڑ کر رکھ دی۔

جبکہ اس انکشاف پر ماہ جبین نے بے اختیار اپنے ہونٹوں پر ہاتھ رکھ لیا، صدمے سے چہرہ زرد ہو کر رہ گیا۔ وہ اس سچائی پر پوری جان سے لرز اٹھیں۔

"یا خدا! یہ کیا قہر ڈھالیا انہوں نے خود پر۔ تو اسکا مطلب ہادی سکندر کی چپ کے پیچھے یہ قیامت دبی تھی۔ اللہ اس بچے کو صبر دے۔ ہم کہتے تھے ناں عارض صاحب کہ ان ماں بیٹے کی خاموشی کے پیچھے کوئی سبب ضرور ہے مگر آپ نے ہماری بات نہ سنی۔ ہمیں تو ہادی کی تکلیف کا سوچ کر کچھ ہو رہا ہے، چلیے ناں ہم چلتے ہیں انکے گھر۔ انھیں اکیلا نہیں چھوڑ سکتے"

ماہ جبین خود پشیمان سی، دکھ اور درد کی کیفیت میں مبتلا ہوئے ان دو کے مرہم بننے کی مدافعتی تجویز دیے اپنا دل سہلا رہی تھیں مگر عارض سکندر تلخ اور تکلیف دہ چپ میں مبتلا تھے۔

"مبین گیا ہے، ابھی ہمارا جانا مناسب نہیں ہے ماہ جبین۔ جو رویہ ہم نے ان معصوموں کے ساتھ رکھا ہے اس کی کثافت کو مبین دھو لے پھر ہم بھی چلیں گے۔ مجھے خود تکلیف کا سامنا ہے، یہ کیسی ہوس تھی اس شخص کی جو ختم ہی نہ ہو سکی۔ پیسہ، دولت، نام، مقام پانے کے چکر میں وہ ایک باشعور انسان کے مرتبے سے بھی گر گیا۔ اس نے اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ تک سے دشمنی باندھ لی۔ کیا اپنے دین، اپنے مذہب کو بیچنے سے پہلے اس شخص کا دل اک بار بھی نہیں کانپا۔۔۔"

اس بھائی کا کلیجہ پھٹ گیا تھا جو بڑے بھائی کے دیے تمام زخموں کو سہہ کر بھی اسے اب تک بھائی کے رتبے پر برقرار رکھے اسے اذیت سے یاد کرتا آیا تھا

مگر آج اس دلسوز لمحے انکی آنکھوں میں بے یقینی، حیرت اور ٹوٹے مان کی لاتعداد کرچیاں بکھری پڑی تھیں۔

"اللہ پاک بہتر جانتے ہیں کہ ایسا ظلم کیوں کیا انہوں نے، ہماری تو روح تک لرز رہی ہے۔ ایک باشعور انسان بھلا کیسے اس قدر خوبصورت اور مکمل دین سے پھر سکتا ہے"

خود ماہ جبین ابھی تک صدمے میں مبتلا تھیں۔

"یہ وہ لوگ ہیں ماہ جن کا دل گناہوں کی غلاظت سے سیاہ ہو جاتا ہے، انکے دلوں پر رب قفل لگا دیتا ہے۔ پھر انکے لیے توبہ کا دروازہ بند ہو جاتا ہے۔ ایسے لوگ باشعور ہو کر بھی اپنے لیے جہنم چن لیتے ہیں کیونکہ ان لوگوں نے اپنے اندر جہنم کا ایندھن بھرا ہوتا ہے۔ پھر ایسے بد بخت دلوں کو شیطانی طاقتیں اپنی جانب کھینچ لیتی ہیں اور وہ مذہب کے سوداگر انہی بد بخت دلوں کے اندر اس چیز کی لالچ ڈالتے ہیں جس کا وہ پہلے سے حریص ہوتا

ہے۔ وہ انھیں ایک جھوٹے مذہب کی طرف کھینچتے ہیں، عمل کر کے انکی مردہ روحیں جگا کر اپنا اسیر کرتے ہیں۔ پھر جب وہ بدبخت دل ان جھوٹے لوگوں کا متاثر کن عمل، منصوعی حسن سلوک اور شیریں انداز کا عادی ہو جاتا ہے تو وہ آخر میں اسکو اپنے مذہب میں کسی نشے کے عادی نشئی کی طرح مجبور کیے شامل کر لیتے ہیں۔ یوں مرتد وجود میں آتے ہیں۔

ایک ایسا شخص جو اسلام کا کلمہ پڑھ کر مسلمان ہوا ہو یا پیدائشی امت مسلمہ کا فرد بنا ہو اور اس کے بعد کلمہ کفر کہہ دے اور بنا اپنے اس مکر و عمل پر شرمسار ہوئے یا توبہ کی سمت آئے اس پر تاحیات قائم رہے"

وہ اس شخص کی اس مکر و اور شیطانی حصلت پر جی بھر کر غم زدہ تھے کہ آنکھیں تک آبدیدہ ہونے لگیں اور خود ماہ جبین کو محسوس ہوا انکا دل کسی بھی لمحے دہشت اور خوف سے بند ہو جائے گا۔

..______________________..

رات اتر چکی تھی، ٹھنڈی اور یخ بستہ سی۔ روح کپکپا دیتا یہ بھیگا موسم جس کا ہر فدائی لمس صرف محبت کرنے والے دلوں کے نام لگ چکا تھا۔

مان تب سے اب تک خاصی ڈسٹرب تھی اور سر میں ہلکا سا درد ہونے کا کہے
وہ جلد ہی سونے چلی گئی۔

جبکہ ماہ نور بھی بیڈ پر کروٹ پر لیٹی اپنے خاموش فون کو تکتی افسردہ دیکھائی دی۔

نا جانے کس بے اختیار لمحے اس نے ہادی سکندر کا نمبر سیو کیا اور شام سے اب تک سو بار اسکا واٹس ایپ چیک کیا جو ایک دن پہلے کے وقت پر آخری بار اون ہوا تھا۔

ہادی کے آخری جملوں کی بازگشت اسے پھر سے یاد آئے کپکپا کر رکھ گئی، اپنے زوروں سے دھڑکتے دل پر ہاتھ رکھے وہ کانپتی ہوئی اٹھ بیٹھی۔

نظر روم کی واحد کھڑکی پر گئی جو لان میں کھل رہی تھی اور عبداللہ وہیں بیٹھا ٹانگیں پھیلا کر اس موسم سے لطف لیے جمال الدین بھائی کے ساتھ بیٹھا نہ صرف کافی پی رہا تھا بلکہ وہ اسے ناجانے کونسی کہانیاں سنا رہے تھے کہ وہ وقفے وقفے سے مسکراتا تو کبھی تجسس سے حیرت میں لپٹ جاتا۔

ماہ نور کا دل کسی نظارے میں نہ لگا، آتش دان میں سلگتی آگ کمرے کو گرم کرنے اور ماحول پر سکون کرنے میں معاون تھی مگر وہ رہ رہ کر ہادی سکندر کی فکر میں آدھی ہوئے جا رہی تھی۔

"کیا وہ سچ میں مجھ سے ناراض ہو گئے ہیں، مم۔۔ میں تو نہیں منا سکوں گی آپکو ہادی۔ میں کیا کروں اللہ جی، کیسے انکی خیریت جانوں، اگر خدانخواستہ انہوں نے تیسری بار خود۔۔۔۔"

وہ اپنے کانپتے اور بیقرار دل کے شور سے لمحہ بہ لمحہ بکھر رہی تھی اور آخری خدشے پر اس نے خود ہی اس خیال پر اپنی جان جاتی محسوس کیے زبان کو روک دیا۔

"ن۔۔ نہیں۔۔۔ پلیز اللہ جی نہیں۔ وہ خود کے ساتھ کچھ نہ کریں، یا تو انکے دل سے مجھے نکال دیں یا انھیں ماہ نور دے دیں۔ میں آپ سے اور ک۔۔ کچھ بھی نہیں مانگتی"

وہ اپنے دل کو جکڑتی شدت سے روتی ہوئی سسکنے لگی مگر پھر کسی امید کی طرح ماہ نور کا خاموش اور ساکت سا فون کسی میسج ٹون پر بج اٹھا۔

ماہ نور نے ہچکی بھرے فوری ہاتھوں سے اپنی آنکھیں رگڑے فون تھامے وہ میسج اوپن کیا جو مبین عارض سکندر کی جانب سے تھا۔

"ہادی ٹھیک ہے، اسکی فکر مت کرنا ماہ نور۔ سو جاو شب بخیر۔۔۔ اور عبداللہ پر تم بھی پوری نظر رکھنا یہ سارے دن"

بھیا کا جسم میں جان ڈالتا پیغام اس ہلکان اور نڈھال پری کے سارے آنسو روک گیا اور وہ مسکراتی ہوئی نم آنکھیں لیے اک پیار بھری نظر کھڑکی سے پار دیکھائی دیتے عبداللہ پر ڈالتی سونے کے لیے لیٹی اور سردی سے بچنے کے باعث لحاف سر تک اوڑھ لیا۔

تیسری جانب نیلم عشاء کی نماز ادا کیے کوئی اسلامی کتاب لیے بستر میں جا بیٹھی اور مناحل بھی تمام کام نمٹاتیں سونے چلی گئیں جبکہ امل باہر سٹنگ ایریا میں بیٹھ کر اچھی بھلی بپ.جی کھیلنے میں منہمک تھی جب کوئی کال آتے ہی لیٹے لیٹے اسکے منہ پر بارہ بجے۔

"جی مسٹر جلال پاشا حکم کیجئے"

مقابل شب خوابی کا لباس زیب تن کیے نائیٹ گاون کا بیلٹ باندھ کر بیڈ کی سمت بڑھتے وہ زور دار، رعب دار اور دھانسو مزاج رکھنے والے اپنے نام کی طرح حد درجہ جلالی شخصیت کے مالک جلال اپنے ہاتھ کو بڑھا کر سائیڈ ٹیبل

پر دھرا کافی کا مگ اٹھا رہے تھے جب امل کے بے نیاز اور بیزار انداز پر بنا کڑوی کافی کے انکی زبان پر کڑواہٹ گھل آئی۔

گویا امل کے یوں مخاطب کرنے پر انکے ماتھے کی رگیں پھول آئیں۔

"جلال پاشا کے علاوہ میں تمہارا باپ بھی ہوں امل، بھول جاتی ہو ہر بار۔ ویسے بھی جہاں گئی ہو ناں وہاں سے ایسی کڑواہٹ اپنے اندر بھروانا فطری شے ہے"

وہ بھی چھوٹتے ہی طنز کا وار کیے اپنی ازلی عادت پر جمے تھے مگر امل صرف منہ بگھاڑ ہی سکی۔

"بھئی کڑوے تو آپ دونوں ہیں، میٹھی صرف امل ہے۔۔۔ پلیز ابا جان میرا جلی کٹی سننے کا کوئی موڈ نہیں۔ کام بتا دیں آپکی تابعدار کر دے گی"

بنا بابا کے دبدبے کا اثر لیے وہ الٹا انکو مزید غصہ دلاتی ہٹ دھرمی سے بولی گویا اس زبان کی بے لگامی مقابل موجود اس شخص کو چاروں شانے چت کر گئی جس پر جلال پاشا ضبط سے مٹھیاں بھینچتے ہی رہ گئے۔

"کام کے علاوہ بھی تم سے کوئی رشتہ رکھتا ہوں، اپنی ماں کے پاس جا کر تم اس باپ کو فراموش کر دیتی ہو جو مجھے بہت غصہ دلاتا ہے۔ خیر اسکا نہ ذکر کرنے کے موڈ میں ہوں نہ تمہاری گستاخیاں سہنے کا سٹیمنا ہے"

وہ اپنے اندر کی تکلیف کو ہمیشہ غصے میں لپیٹ کر امل کو دکھ دے جاتے تھے مگر اب امل نے فیل کرنا چھوڑ دیا تھا، وہ تو اس پر شکر کر رہی تھی کہ ابا جان جلد مطلب کی بات پر آ گئے اور اسے زیادہ جلی کٹی سننی نہیں پڑیں۔

"دو دن بعد اہم پراجیکٹ کے سلسلے میں ملائشیا جا رہا ہوں اس لیے تمہیں اس بار اپنا 'والدہ کی دنیا تسخیر کرنا' نامی ٹرپ مختصر کیے واپس آنا ہو گا۔ میری غیر موجودگی میں یہاں کا کام تمہیں ہی دیکھنا ہے۔ لہذا دو تین دن تک واپس

آجاو۔ہاں میرے واپس آنے کے بعد یہ بقیہ دن تم میرے والے دو ہفتوں سے کاٹ لینا۔اس میں کوئی چوں چاں نہ سنوں،یہ میرا آرڈر ہے"

سخت تلخ اور پتھریلے لہجے میں وہ اپنا حکم صادر کر چکے تھے اور امل کے اعتراض کرنے کی گنجائش بھی ختم کر گئے جس پر امل نے بھی مزید کوئی واویلا نہ مچاتے ہوئے سر اثبات میں ہلایا۔

ویسے بھی نیلم دو تین دن تک جانے والی تھی تو امل بھی مزید یہاں رہ کر بور نہیں ہونا چاہتی تھی دوسرا مناحل کی جہاں تک کمپنی کی بات تھی وہ اسکے لیے اگلی بار زیادہ دن سٹے کا فیصلہ بھی لے چکی تھی۔

"ٹھیک ہے آجاوں گی،اور کچھ"

جان سے اتارتے لہجے میں وہ بولی جس پر جلال پاشا نے سرد سی سانس کھینچے اگلے ہی لمحے کال کاٹ دی اور امل منہ ہی منہ میں والد جان کو کھڑوس کا لقب دیے بڑبڑائی۔

موڈ کے اس بری طرح تباہ ہونے پر وہ فون وہیں صوفے پر اچھالتی اٹھی اور سانس سی بند ہونے پر گھنی رات کے اس پہر چلتی ہوئی باہر نکل آئی۔

"ہاہا جمال بھائی آپ نے تو ہنسا ہنسا کر میری پسلیاں درد کروا دیں، یعنی پھر آپ کی خوب کی آپکی محبوبہ نے۔ ویسے بزدلی اچھی چیز نہیں۔ آپکو جا کر اس سے اظہار کر دینا چاہیے تھا"

عبداللہ کی خوشی اور جوش سے بھرپور آواز کانوں میں پڑتے ہی وہ بدمزہ ہوئی، جی چاہا واپس چلی جائے مگر پھر بے نیاز بنتی باغیچے کی اک جانب چل دی جہاں نیلم کے لگائے بے شمار پھول رات کی اس بھیگی ہوا سے جھوم رہے تھے۔

"ارے بچے، تب زمانے بڑے ادب و تمیز والے ہوا کرتے تھے۔ اپنے منہ سے پیار کا اظہار نا صرف معیوب تھا بلکہ ایسی باتوں پر عزت دار لوگ قتل

تک کر دیتے تھے۔ خیر ٹھنڈ کافی ہو گئی ہے۔ میں جا رہا ہوں، آپ بھی آجاو اندر بیمار ہو جاوگے"

جمال الدین کی باتیں تو عبد اللہ کو ڈرا گئیں وہیں وہ انھیں جانے کی اجازت سونپتا خود بھی اک گہری جائزہ لیتی نظر ارد گرد ڈالے اٹھا تو باغیچے کی جانب مناحل آنٹی کے گھر کے بیرونی اطراف لگی روشنی میں اسے امل دیکھائی دی جو دوسری طرف چہرہ پھیرے کسی ایک ہی جگہ جمی تھی۔

جینز کے ساتھ ہڈی اور اسکے سر پر اسکی ہڈی کیپ تھی اور پاوں جاگرز میں مقید، وہ ہاتھ لپیٹ کر اپنے آپ کو ان سرد ہوا کے جھونکوں سے منجمد کرتی تب چونکی جب نہ صرف عبد اللہ گلا کھنکارے اسے بلا رہا تھا بلکہ دونوں گھروں کی درمیانی مشترکہ چھوٹی سی سجاوٹی دیوار پر چڑھ کر بیٹھا دونوں ہاتھوں کو دیوار پر ٹیکے مکمل طور پر امل کی سمت متوجہ تھا جو اس وقت کسی زی روح سے بات کرنے کی نہ طلب گار تھی نہ پوزیشن میں۔

"یہاں اس وقت کونسا چلا کاٹ رہی ہو مس ایٹیٹوڈ، ہوا تیز ہے اڑ مت جانا"

عقب سے غصہ دلاتی عبداللہ کی آواز پر وہ لاکھ خود کو برہم ہونے سے روکتی ساکن رہی مگر وہ بھی توڈھیٹیوں کا باپ تھا، بنا امل سے درگت بنوائے کیسے چین کی نیند سو جاتا۔

"تم اپنی چونچ بند کرو اور جاو یہاں سے، میرا موڈ سخت خراب ہے ایسا نہ ہو تمہاری لگے ہاتھوں ٹنڈ کر دوں۔ یہاں آکر ایک پرائیویسی ملتی تھی اب وہ بھی تمہاری وجہ سے گئی۔ تمہارا آخر مسئلہ کیا ہے، جب ایک باشعور انسان ہو کر یہ دیکھ سکتے ہو کہ اگلی تم سے کتنا خار کھا رہی پھر بھی اپنے آپ کو بے عزت کروانے پر تلے ہو"

وہ بنا کوئی وارننگ دیتی نہ صرف قہرناک ہوئے پلٹی بلکہ تلخ اور متنفر لہجہ اپنائے مقابل کی کچھ قبل از وقت مسکراتی شرارت سے بھری آنکھوں میں

اپنی آنکھیں گاڑے چلائی جو نہ صرف سنجیدہ ہو چکا تھا بلکہ امل کی بے کل حالت زار بھانپ بھی گیا۔

"پرائیویسی میں مداخلت کے لیے معذرت مگر چلو یہ بتا دو کیا ہوا ہے؟ کیوں کاٹ کھانے پر اتر رہی ہو۔ جہاں تک مجھے تمہارا پتا ہے تم بتمیز تو ہرگز نہیں ہو۔ سو یہ پرٹینڈ کرنا بند کرو"

الٹا وہ بنا برا منائے یا بنا امل کی بد تہذیبی کا اثر لیے ہاتھ جھاڑتا یوں سیدھا ہوئے بیٹھا جیسے وہ لڑکی اسے بتا دے گی اور وہ بھی زندگی میں بہت کم اتنا سنجیدہ ہوتا تھا، اس لڑکی کی بات ہی اور تھی۔

"بت تمیز ہی ہوں، بداخلاق بھی ہوں۔ سر پر زبردستی سوار ہونے والوں کے لیے میں خونی بلا بھی ہوں سمجھے۔ اور تم جا کر ناں اپنی شکل دیکھو آئینے میں، تمہیں بتاوں گی کہ کیا ہوا ہے مجھے۔ اپنے یہ ارمان دل میں ہی دبا لو۔۔۔۔"

سخت تنتناتا ہوا گرم لہجہ گویا مقابل جلانے اور سلگانے کے لیے تھا مگر وہ نہ جلا نہ سلگا بس مبہم سا مسکرا دیا۔

"اور اگر میں تمہیں چیلنج کر دوں کہ جلد یہ حق اپنے نام لگوالوں گا کہ تم اچھا برا سبھی مجھ سے کہنے اور بتانے کی پابند ہو جاو گی۔۔۔تو"

امل اک لمحہ بوکھلا کر رہ گئی، مقابل کا پر اسرار مسکراتا چہرہ جہاں اسے آگ لگا گیا وہیں یہ بات امل کے تلووں لگی اور سر پر بجھی۔

جھٹکے سے مڑ کر وہ عین عبداللہ عارض سکندر کے روبرو آئی اور دانت نکوستی اسکی اس ہمت اور گستاخی پر اپنا سارا اجلال ایکٹیو کیا۔

"تو میں تمہاری اس مکروہنسی سمیٹ تمہیں بھی بم سے اڑادوں گی سنا تم نے، کسی خوش فہمی میں قطعا مت رہنا کیونکہ ابھی میری قسمت اتنی خراب نہیں ہوئی کہ تم جیسا باولا بندر میری قسمت پھوڑ سکے"

کڑھتے ہوئے وہ سلگ کر عبداللہ کی خمار میں لپٹی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے غرائی اور وہ تو امل کے اتنے قریب چلے آنے پر ہی حواس کھو بیٹھا۔

"اتنا بھی برا نہیں ہوں امل، کبھی نظر ثانی ہی کر لیا کرو۔ جو برائیاں ہیں مجھ میں وہ تم اچھائیوں میں بدل دینا۔ بنا کسی حق کے جذبات کا اظہار شاید اب بھی معیوب ہوتا ہے تبھی مزاق مزاق میں تمہیں بتا رہا ہوں کہ مجھے تم اپنا آپ دے دو"

امل کی خفگی اور ناراضگی کے برعکس وہ کب اسکے سامنے اٹھ کر کھڑا ہوا کہ امل اس اچانک افتاد پر سنبھل بھی نہ سکی، ان کے بیچ بس کم ہی فاصلہ تھا، وہ عبداللہ کے ایسے لہجے کی ہرگز عادی نہ تھی تبھی سر تا پا جکڑ دی گئی۔

لیکن یہ کیفیت وقتی بناتی امل اسکے سینے پر زور دار دباو ڈالتی پرے دھکیلے پہلے سے دگنی مشتعل ہوئی۔

"اور میں تمہیں پوری سنجیدگی سے کہہ رہی ہوں کہ یہاں نو انٹری کا بورڈ لگا ہے۔ لہذا زبردستی مجھ تک پہنچنے کی کوشش مت کرو۔ پائمال کر دیے جاو گے"

جوابی کاٹ دار وار کرتی وہ مڑ گئی مگر عبداللہ کی مضبوط آواز نے اسکے مڑتے قدم پھر سے روکے اور وہ ناچاہتے ہوئے بھی جکڑی گئی۔

"مجھے منظور ہے پائمالی، لیکن نظر ثانی کا وعدہ کرو"

وہ بہکتا ہوا دل کی تڑپ کو لفظوں میں پروے اسے باندھ لینے کا طلب گار تھا جو محض اس کھوکھلے ڈائلاگ پر استہزایہ مسکرا دی۔

"تم پاگل ہو کیا؟ اچھے بھلے سمجھدار ہو پھر بھی بھینس کے آگے بین بجا رہے ہو۔ جاو جا کر کسی اپنی جیسی کا سر چاٹو۔ میرے اپنے بڑے مسائل ہیں"

عبداللہ کو کسی صورت سر سے نہ ٹلتے دیکھتی وہ بیزاری سے منت بھرے لہجے میں سر جھٹک کر مڑ گئی تو وہ پھر سے دل کے ہاتھوں اسے پکار بیٹھا۔

"میں تو امل کے آگے بجا رہا تھا، امل بھینس ہے کیا۔۔۔ لگتی تو نہیں۔ یہ بھینس لگتا ہے جم ویم کرتی ہے۔۔۔ خاصی دلربا بھینس ہے"

جان بوجھ کر اپنی چونچال طبعیت کی انٹری کیے وہ شرارت لیے مسکراہٹ اچھال گیا اور امل نے گھور کر عبداللہ کی بتیسی دیکھی اور مڑ کر خود بھی اس جوکر کے مسکراتے چہرے کو دیکھ کر ہنس پڑی۔

اس وقت اسے گھٹن سے نکلنے کے لیے ایسی ہی ہنسی کی ضرورت تھی مگر ہائے ری عاشق ناتواں! جو اس ہنسی پر اک بار پھر مر مٹا۔

"بکواس کروالو تم سے۔۔۔۔ اتنے چھچھورے پتا نہیں کیسے ہو تم۔۔۔"

ہنسی فوری ضبط کیے وہ مقابل کے دل کی ہر دھڑکن دھڑکاتی وہاں سے چلی گئ جو اسکو دور ہوتا دیکھ کر اپنے دل کے سکون کو بھی دور ہوتا محسوس کر رہا تھا۔

" نظر ثانی کر لینا یاد سے چڑیل"

عادت سے مجبور وہ پیچھے سے ہانک لگائے چلایا تو امل نے مڑ کر سرسری سا دیکھے ہاتھ کا دور رفٹے منہ والا اشارہ دیے اپنی ازلی کھڑوس انٹری دی تھی اور امل کے یوں کرنے پر عبداللہ کتنی ہی دیر ہنستا ہی چلا گیا۔

:.________________________:.

"اس نے کہا ہے کچھ وقت تنہا رہنا چاہتا ہے، ابھی اسے تنگ کیا تو ممکن ہے اسکے دکھ بانٹنے مشکل اور شکوے سننا محال ہو جائے"

مبین جب آیا تو اسے یہی خبر ملی، المیرا خود اس اتنے بڑے دھچکے سے آدھی ہو چکی تھیں۔

جبکہ وہ المیرا کے سٹنگ ایریا لا کر بیٹھانے پر خاموشی سے اس بند دروازے کو دیکھ رہا تھا جسکے پار اک طوفان قید تھا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں، مجھے ہرگز ایسی تشویشناک صورت حال کا اندازہ نہیں تھا۔ اسکا دکھ بانٹنا تو واقعی دقت طلب ہو گا۔ دوستی میں اسے آزمایا ہے،

چھوٹی بات نہیں ہے لیکن اگر آپ اجازت دیں تو میں ایک بار اس سے بات کرنا چاہتا ہوں"

مبین کے اعتراف پر جہاں المیرا خود افسردہ ہوئیں وہیں مبین کی کوشش پر انکے اندر امید جاگی۔

"ٹھیک ہے کوشش کرلو، میں ڈنر لگواتی ہوں تم اسے باہر لے آو"

مبین کو اسکی کوشش کا کھلا موقع فراہم کیے وہ رسان سے کہتیں اٹھیں اور اک نظر مبین پر ڈالتیں وہاں سے چلی گئیں۔

جبکہ ایک مشکل فریضہ اسے ابھی سے تھکا گیا جسکا سوچ کر وہ اٹھا اور غیر ارادی ہی اس دروازے کی سمت بڑھا جس کے پار کوئی اپنا سب کچھ ہارے ہوئے آباد تھا۔

چہرے پر سنجیدگی، آنکھوں میں تلخی اور پورے وجود میں اک سناٹا حاوی کیے وہ دروازے میں ہی بیٹھا تھا، کسی غیر مرئی نقطے پر اپنی متورم آنکھیں پتھر کیے ہوئے۔

"ہادی سکندر! تم سے بات کرنے آیا ہوں۔ دروازہ ہی بند کر لو گے تو میں سمجھوں گا تمہیں سزا راس آ گئی ہے اور دوست کی ضرورت نہیں رہی"

کافی ہمت جمع کیے وہ وہیں دروازے کے باہر بنا دستک دیتا بیٹھا، دونوں نے کمر ایک ہی دروازے سے ٹیک رکھی تھی بس سمت الگ تھی اور شاید ان دو کی کیفیت بھی۔

"میں نے برا کیا لیکن میرے پاس تمہیں تمہاری کمزوری پر آزمانے کے سوا کوئی تدبیر نہیں بچی تھی۔ یہ بھی جانتا ہوں کہ فقط دوست ہی تو ہوتے ہیں جو کمزوریوں پر نہیں آزماتے۔ لیکن میرے پاس صحیح نتائج حاصل کرنے کا یہی غلط راستہ بچا تھا۔ آٹھ سال پہلے ایک سزا میں نے تمہیں سنائی تھی لیکن

اب آٹھ سال بعد تمہیں ایک کے بجائے کئی سزائیں سنانے کا حق ہے۔ لیکن سامنے آکر، یوں چھپ کر نہیں۔یوں خود کو تنہائی کی آر میں چھپا کر ہر گز نہیں، رخ موڑ کر اپنے آپ سے جنگ لڑتے ہوئے نہیں۔ جس طرح آٹھ سال پہلے تم پر مبین عارض برساتھا تم بھی اب مجھ پر چلا سکتے ہو۔ لیکن اپنی اس خاموشی سے نکل آو"

وہ آہستہ آہستہ معذرت پیش کیے بول رہا تھا اور اندر بیٹھا ہادی سکندر جسکی آنکھوں سے جھٹ چکی سرخی پھر سے جمع ہونے لگی، چہرہ یوں رندھ گیا جیسے ضبط کی گواہی دے رہا ہو۔

"مجھے ابھی تمہاری شکل نہیں دیکھنی مبین عارض سکندر! اور نہ تم چاہو گے کہ کمزور سے ہادی سکندر کو دیکھو۔ ابھی چلے جاو، جب میں بہتر محسوس کروں گا تو آنا۔ تاکہ تب تک مجھ میں برابری کی لڑائی اور جملے بازیاں کرنے کی ہمت آجائے"

اس پار سے سنائی دیتا لہجہ بہت تھکا اور بیزار تھا۔

اور ہادی کی اس بات نے مبین کو دکھ پہنچایا تھا، گویا اس یار کو منا لینے کی پکی امید کے ٹوٹنے نے اس شخص کے پورے وجود میں تھکاوٹ بھر دی لیکن وہ خاموش تو ہو گیا مگر نا جانے کتنی دیر تک وہ ایک دوسرے کی خاموشی سنتے رہے اور پھر وہ ناکام سا واپس لوٹ جانے کو اٹھ کھڑا ہوا۔

بھوک پیاس کی طلب نہ تھی تبھی وہ المیرا کو رسان کے سنگ کھانے سے منع کرتا چلا گیا۔

وہ اسکی زندگی کی دوسری ایسی رات تھی جو مبین عارض سکندر نے ویران اور خالی سڑکیں ناپتے گزاری تھی۔

اسکے پاس سوچنے اور سمجھنے کے لیے کچھ نہ تھا مگر پھر بھی وہ کسی نہ کسی معاملے پر سوچ بچار کیے چلتا رہا۔

فجر کی نماز سڑک کنارے بنی چھوٹی سی مسجد میں ادا کی اور واپس عارض ولا پہنچا۔

گزری شب کی تھکن سے اسکے اعصاب شل ہوئے تو وہ بنا کسی کو اپنے لوٹ آنے کی خبر دیتا دبے پیروں اپنے کمرے میں آیا اور کچھ حواس بحال کرنے کے لیے بیڈ پر بیٹھا۔

پھر کچھ دیر بعد سر درد کے باعث وہ وہیں خود کو گرائے اپنی درد کرتی آنکھیں سختی سے موند گیا۔

یہاں وہ لیٹا وہیں تھپک کر پر سکون کرتی نیند کا تیز غلبہ مبین عارض سکندر پر حاوی ہو گیا۔

لیکن یہ غلبہ عجیب سا تھا، وہ ایک کھلے میدان میں خود کو تن تنہا کھڑا محسوس کر رہا تھا۔

نیند میں اترتے ہی مبین عارض سکندر نے خود کو خواب کی سرحد پر پایا،

ارد گرد بھلے ویرانی تھی مگر آسمان پر اڑتے ان گنت نایاب اور عجیب سے

پرندے اسکی توجہ اپنی سمت کھینچ رہے تھے۔

یکے بعد دیگرے وہ عجیب سی وضع والے پرندے اپنے بہت بڑے پروں کا

سایہ کیے مبین عارض سکندر کے سر پر منڈلانے لگے۔

وہیں عقب سے قرآن پاک کی تلاوت بلند ہو رہی تھی، کوئی اپنی خوش

الہان آواز میں سورت جاثیہ کی آخری آیات پڑھ رہا تھا۔

"وَبَدَا لَهُم ◌ سَیِّاٰتُ مَا عَمِلُو ◌ اوَحَاقَ بِہِم ◌ مَّا کَانُو ◌ ابِہٖ

یَس ◌ تَہ ◌ زِءُو ◌ نَ ﴿۳۳﴾

اور ان پر اپنے اعمال کی برائیاں ظاہر ہو گئیں اور جس چیز کی وہ ہنسی اڑاتے

تھے اس نے انہیں گھیر لیا۔"

وہ آواز، وہ دل و جان کو منور کرتی آواز کروڑوں میں بھی پہچان چکا تھا۔

"وَقِ◌ لَ ال◌ یَو◌ مَ نَن◌ سٰکُم◌ کَمَا نَسِی◌ تُم◌ لِقَآءَ یَو◌ مِکُم◌ ھٰذَا وَ
مَا◌ وٰکُمُ النَّارُ وَمَا لَکُم◌ مِّن◌ نّٰصِرِی◌ نَ ﴿۳۴﴾

اور کہا جائے گا: آج ہم تمہیں اسی طرح بھلا دیتے ہیں جس طرح تم نے اپنے اس دن کے آنے کو بھلا دیا تھا اور تمہارا ٹھکانا جہنم ہے اور کوئی تمہارا مددگار نہیں ہے۔"

خواب کی اس مقدس گھڑی، دونوں نفوس کی آنکھیں بند تھیں۔ اس کی بھی جو یہ کپکپی اتار دیتی حقیقت بیاں کرتی آیات کے بعد انکا ترجمہ پڑھ رہا تھا اور اس کی بھی جو جذب سے آنکھیں موندے وہ لفظ اپنی سماعت میں اتار رہا تھا۔

"ذٰلِکُم◌ بِاَنَّکُمُ اتَّخَذ◌ تُم◌ اٰیٰتِ اللّٰہِ ہُزُوًا وَّغَرَّت◌ کُمُ ال◌ حَیٰوۃُ
الدُّن◌ یَا ۚ فَال◌ یَو◌ مَ لَا یُخ◌ رَجُو◌ نَ مِن◌ ہَا وَلَا ہُم◌
یُس◌ تَع◌ تَبُو◌ نَ ﴿۳۵﴾"

یہ (سزا) اس لیے ہے کہ تم نے اللہ کی آیات کو مذاق بنایا تھا اور دنیاوی زندگی نے تمہیں دھوکے میں ڈال رکھا تھا، پس آج کے دن نہ تو یہ اس (جہنم) سے نکالے جائیں گے اور نہ ان کی معذرت قبول کی جائے گی۔"

دونوں جسموں پر وجد کی کیفیت چھا رہی تھی، خوف اور درد سے دل پھڑ پھڑا رہے تھے۔

"فَلِلّٰہِ الِ ◌ حَم ◌ دُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ ال ◌ اَر ◌ ضِ رَبِّ
ال ◌ عٰلَمِی ◌ نَ ﴿۳۶﴾

پس ثنائے کامل اس اللہ کے لیے ہے جو آسمانوں کا رب اور زمین کا رب ہے، عالمین کا رب ہے۔"

لیکن پھر جیسے ان اگلی آیات نے ان دلوں کو سکون آور نیند اوڑھا دی۔

"وَلَہُ ال ◌ کِب ◌ رِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَال ◌ اَر ◌ ضِ ◌ وَھُوَ ال ◌ عَزِی ◌ زُ
ال ◌ حَکِی ◌ مُ ﴿۳۷﴾

اور آسمانوں اور زمین میں بڑائی اسی کے لیے ہے

اور وہی بڑا غالب آنے والا، حکمت والا ہے۔"

وہ خوش الہان آواز جس کا سحر خواب میں بھی بہت زور آور تھا، حقیقت میں بھی مبین عارض سکندر کے جسد خاکی پر اک پر سوز کیفیت لا چکا تھا۔

ابھی وہ خواب سے جڑا ہی تھا کہ کسی مانوس دست شفقت کا جبین پر لمس محسوس ہوتے ہی مبین عارض سکندر کے حواس اس خواب سے کٹ کر بیدار ہونے لگے۔

ماہ جبین اسکے سرہانے بیٹھیں، محبت اور پیار کے سنگ اسکے ماتھے پر پھیلے بال سہلائے مبین کے آہستہ آہستہ بیدار ہونے پر افسردہ سا مسکرائیں۔

"صبح بخیر مبین !رات آپ چپکے سے واپس آگئے اور ہمیں خبر بھی نہ دی"

آنکھیں کھولتے ہی ماں کا شکوہ سنتا وہ بہتر طریقے سے مسکرانے کی سعی میں ناکام سا ہوا تو وہیں اٹھ کر رخ موڑے ماہ جبین کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لیے دبایا۔

"رات میں خود بھی نہیں جانتا ماں کہ کہاں کہاں سے چل کر آیا تھا، بس اک تھکن تھی جسکا توڑ چند لمحوں کے لیے آنکھیں بند کر لینا تھا"

وہ بھی جیسے ان یکدم کشیدہ ہو جاتے حالات پر افسردہ تھا، اسکی آواز میں رنج اور ناامیدی ماہ جبین نے بھی محسوس کی۔

"ہم سمجھ سکتے ہیں مبین، ان شاء اللہ سب بہتر ہو جائے گا۔ ہادی اور المیرا آپی کیسی تھیں۔ آپ ملے ہادی سے"

مبین کی کیفیت وہ جانتی تھیں تبھی اسے سمجھ گئیں اور پھر ایک ایسا ذکر چھیڑ گئیں جس پر وہ مقدس آنکھیں بوجھل ہو گئیں۔

"اسے مجھ سے ملنے کے لیے اب ہمت اکھٹی کرنی پڑ رہی ہے، میری سزا نے اسے کچھ حد تک بے رحم بنا دیا ہے جو فطری ہے۔ لیکن آپ فکر مت کریں کیونکہ وہ خود کو سنبھالنا آٹھ سال پہلے ہی سیکھ چکا ہے۔ میں بھی اسے مہلت دے آیا ہوں۔ لیکن زیادہ مہلت بھی نہیں دی"

مبین کی کھوئی ہوئی آنکھیں دیکھ کر اور کسی بوجھ تلے گھٹی سی آواز کو سن کر لمحے کے ہزارویں حصے میں ماہ جبین کا دل کانپا مگر وہ بنا کوئی شکستہ تاثر دیتا ماں کا ہاتھ عقیدت سے چومتا آزردہ سا مسکرا دیا۔

"ٹھیک ہے ہم آپکو زیادہ افسردہ نہیں کرنا چاہتے، اٹھ جائیں اور تازہ دم ہوئے نیچے آجائیے۔ مل کر ناشتہ کرتے ہیں۔ امید ہے آپ اور آپکے بابا کچھ بہتر محسوس کریں۔ ساری رات وہ بھی بے قرار رہے ہیں، نیند اور سکون کو رخصت کیے بس پل پل تڑپے ہیں۔ آجایئے ہماری جان"

مبین کو مجبور سی چپ میں مبتلا پائے وہ خود ہی فی الحال تمام دلسوز ذکر چھوڑتیں اسے پیار اور شفقت سے کہتیں ہوئیں اٹھیں اور جاتے جاتے مبین کے سر اثبات میں ہلانے پر اسکا چہرہ تھپھتائے دور ہوئیں اور کمرے سے باہر نکلیں۔

ہلکی ہلکی پردوں کی اوٹ سے اندر آتی روشنی پر مبین عارض سکندر نے بیڈ کو خیر باد کہے اپنے قدم زمین پر اتارے اور چلتا ہوا کھڑکی تک آیا۔

غیر ارادی ہی پردہ ہٹایا مگر پھر اپنی کم عقلی پر مسکرا دیا۔

وہ یہاں بھی کسی کا مرہمی سراپا امید کر رہا تھا، وہی پری پیکر جسکو اک نگاہ دیکھ کر اسکے سارے زخم بھر جاتے، ساری تھکن اتر جاتی۔

یہ دیوانے بھی واللہ! ہر منظر میں رخ یار کی موجودگی چاہنے لگتے ہیں، پر اسے کون بتائے کہ ایسا ممکن نہیں ہوتا۔

من پسند دید کے لیے سخت مشقت مطلوب ہوا کرتی ہے، اور ابھی تو مبین عارض سکندر کے امتحان شروع ہوئے تھے۔

وہ خود کو بھلے بہتر کرنے میں ماہر تھا مگر آج چہرے پر حزن وملال کے گہرے رنگ ٹھہرے ہوئے تھے۔

..________________________..

"رہنے کو چھوڑو میں بات کرلیتی مناحل سے، جا کر لے آو آج ہی اسے۔ اسکی میڈم صبح سے چار بار کال کرچکی ہیں۔ ویسے بھی نیلم کے متعلق آئے رشتے کے بارے بھی اسکی رائے لینی ہے، ورنہ وہ نورین میرا سر کھا جائے گی"

شاہ ویر جو آج تھوڑی طبعیت ناسازی کے باعث چھٹی لیے گھر تھا اسے فارغ اور موجود دیکھ کر اور دیر سے اٹھنے پر طبعیت کی بہتری پر مہک اسے ناشتہ

سر و کیے ہدایت سو نپتیں کہہ کر مڑیں تو شاہ ویر نے اماں کا ہاتھ پکڑے خفگی سے دیکھا اور ناشتہ پرے سر کائے خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

رات الویر اور نورین نہ صرف فیاض صاحب کی طبعیت پوچھنے آئے تھے بلکہ جاتے جاتے دو پھلجھریاں بھی چھوڑ گئے تھے جن پر فیاض صاحب تو خاموش تھے البتہ مہر و اور شاہ ویر نے صاف انکار کر دیا لیکن شاہ کو حیرت سے بڑھ کر ماں کے ابھی بھی سنجیدہ ہو کر اس رشتے کو سوچنے پر افسوس ہوا۔

سرخ آنکھیں جو نا جانے طبعیت کے باعث تھیں یا اس پل کے غصے سے کہ مہک تک پریشان ہوئیں۔

" واہ اماں جان واہ، آپکی نرم مزاجی کو داد دیتا ہوں۔ یعنی آپ ابھی بھی اس رشتے کو لیے بیٹھی ہیں۔ رات صاف صاف آپکو بتا چکا ہوں کہ نہ نیلم بھابھی کے بھائی کے ساتھ شادی کرے گی نہ میں انکی بہن میں دلچسپی رکھتا ہوں۔

اس لیے یہ معاملہ یہیں ختم سمجھیں۔ نیلم سے اس متعلق بات کی ضرورت نہیں"

سرد نگاہوں سے مہک کو تکتا وہ اپنا حتمی فیصلہ سنائے سخت ہو گیا تھا اور مہرو بھی دونوں کو تکتی وہیں چلی آئی جبکہ فیاض صاحب اس معاملے پر نا صرف چپ تھے بلکہ وہ آج کافی دن کے آرام کے بعد دفتر بھی چلے گئے۔

"لیکن شاہ ویر وہ دونوں نورین جیسے تھوڑی ہیں، نورین بھی کب بری ہے۔ شاید ہر عورت ہی اپنا الگ گھر اور حاکمیت چاہتی ہے۔ میں نے اسے ہمیشہ اپنی بیٹی سمجھا ہے۔ اور الویر کو تو جنم دیا ہے، بھلے وہ بے حس بنے چھوڑ بھی جاتا ہے اور بے حس بنے واپس اپنے مطلب لیے آ بھی جاتا ہے لیکن یوں ان دو کو منہ پر ناں کرنا مجھے اچھا نہیں لگا۔ خیر سے نورین کا بھائی ڈاکٹر بن رہا ہے اور اسکی بہن۔۔۔۔"

مہک سادہ لوح سی نرم دل خاتون تھیں اور انکے دل میں یہ ہمدردی اور مٹھاس بھلے اچھی تھی لیکن اس وقت شاہ ویر کا خون کھول رہا تھا۔

وہ والدہ کی بات بہت آرام سے کاٹ گیا۔

"فارگارڈ سیک، ان سب کا سوچنا چھوڑ دیں اماں۔ الویر بھی ان جیسا مطلبی ہو چکا ہے۔ رہی بات اس بندے کے ڈاکٹر بننے کی تو ایسے لاکھ نیلم پر وار دوں گا تب تک جب تک کوئی اسکے لائق نہیں ملتا۔ اور اس لڑکی کا تو ذکر ہی رہنے دیں، مجھے وہ ناپسند ہے۔ میری اور نیلم کی فکر مت کریں، اس کا بہترین بندوبست کرنے سے پہلے میں اپنا گھر نہیں بساوں گا۔ لہذا یہ بات یہیں ختم۔ بابا سے بھی میں اس معاملے کو ختم کرنے کا کہہ چکا ہوں"

اپنے سخت لہجے کو وہ ماں کی اداسی بھانپے نا صرف نرم کر چکا تھا بلکہ ہلکان سی مہک کو اپنی بازووں میں سموئے سر چومے اپنی خفگی کی تلافی بھی کر گیا۔ خود مہر وا اس معاملے میں شاہ ویر کے ساتھ تھی۔

"اچھا ٹھیک ہے پر جا کر نیلم کو لے آو، پھر چھٹی کرو گے آفس سے۔ روز روز آف لیا تو کہیں باس خفا نہ ہو جائے۔ نئی نئی نوکری ہے بچے تھوڑا محتاط رہا کرو۔ جاو میرا اچھا"

ایک فکر سر نیچا کیے بیٹھی تو والدہ کی اس نئی فکر اور پریشانی نے شاہ ویر اور مہرو دونوں کو مسکراہٹ بخشی۔

"یار اماں آپ کیوں ہر چیز کی فکر کرتی ہیں۔ اوکے فائن۔۔۔ جا رہا ہوں۔ اپنی لاڈلی بہن سے خود نمٹ لیجیئے گا۔ مجھے کہیں گی ناں کہ شاہ ویر رکو تو کہوں گا اماں نے منع کیا ہے خالا کے گھر رات رکنے پر"

کچھ دیر قبل کے سنجیدہ اور تلخ ماحول کو اپنی شرارتی طبعیت کے سنگ وہ نا صرف ہلکا پھلکا کر گیا بلکہ مہک نے لگے ہاتھوں شاہ ویر کا کان دبوچا۔

جس پر جناب کی شکل پر مسکینی عود آئی۔

"بہت زیادہ خراب نہیں ہو گئے تم شریر بچے، میری اور مہک کی لڑائی کروانی ہے تم نے۔۔۔ کرلو ارمان پورا، بھئی ہم بہنیں ایک دوسرے کی جان ہیں سو تمہارے ارمان، ارمان ہی رہیں گے۔ چلو شاباش ناشتہ کرو اور یہ اجڑا خلیہ درست کیے بیبہ بچہ بن کر روانہ ہو جاو۔ لنچ ادھر کرلینا مناحل کے ساتھ اور پھر وقت سے نکل آنا"

والدہ بھی تنگڑا اتفاخر لیے اترائیں اور اک بھرپور نگاہ شاہ ویر کے سوئے سوئے خلیے پر ڈالتیں جتاتی ہوئیں کان کو بخشے مسکرائیں اور بچے کے تابعدار پوز پر ہنوز مسکاتی ہوئیں اندر بڑھ گئیں جبکہ مہرواب شاہ ویر کا جائزہ لیے وہیں کھڑی تھی۔

"ویسے بائے داوے شاہ، وہاں جانے سے تم کیوں کتراتے ہو اب۔ پہلے تو دوڑ دوڑ کر روز جایا کرتے تھے۔ بدلے بدلے سے میرے سرکار نظر آتے ہیں"

شاہ ویر کے منہ بسورے زوایے پر مہرو بھی جاسوس بنی اسکا امتحان لینے لگی جو اب یہاں سے بچ نکلنا کھٹن جانتا آنکھیں چرائے واپس بیٹھا اور چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ سجائے دانستہ تجاہل عارفانہ سے کام لیے ناشتہ کرنے لگا۔

"دراصل میرا وقت بدل گیا ہے، وقت کے ساتھ ساتھ آئی تھنک مزاج بھی۔ فکر کی کوئی بات نہیں۔ آپ بھی اب زرا تیاری پکڑ لیں محترمہ کیونکہ خاور لالہ کی کال آئی تھی، آپکو وہاں جلد بلانے والے ہیں۔ بھئی ایک چڑیل جائے تو میں دوسری کو بھی پیچھے ہی چلتا کر کے اکیلا میدان میں اماں ابا کا پیار بٹوروں گا"

بات کو گول کرنے کا اس سے بہتر طریقہ نہ تھا کہ وہ الٹا مہرو کو جھٹکا دے دیتا اور چالاکو کا یہ وار صحیح نشانے پر لگا تھا کیونکہ مقابل وہ جاسوس مہرو نہیں بلکہ اپنے 'ان' کے ساتھ فائنلی رہنے کے خواب سجاتی الٹرمٹیار تھی اور جب اسے

شاہ ویر کی دبائی ہنسی دیکھائی دی تو پاس ہی کچھ فاصلے پر رکھے صوفے کا کشن شاہ ویر کے سر پر مارتی وہ حیا سے مسکراتی اندر بھاگ گئی۔

اک حسین مسکان نے شاہ ویر کے ہونٹوں پر آکر تہلکہ مچادیا۔

ناشتہ فوری ختم کیے وہ اپنی حالت زار بہتر کرنے بڑھا، نیلم کو بھی کال کر کے اپنے آنے کی اطلاع پہنچائی جس پر آج پھر سے نیلم اور مناحل نے کچن سنبھال لیا۔

'امل کچن' سے وہ آج پھر آف لے چکی تھیں، ڈنر نہ سہی وہ شاویر کے لیے زبردست سا لنچ لازمی بنانا چاہتی تھیں جبکہ نیلم کے آج ہی چلے جانے کا دکھ اپنی جگہ پر امل کو یہ بھی راحت ملی کہ وہ دشمن جان رات رک کر اسکے ضبط کا امتحان نہیں بننے والا تھا۔

پھر ابا جان کے حکم پر اس نے بھی کل واپسی کا ارادہ باندھ لیا تھا۔

..________________________..

"بس اسی کو زندگی کہتے ہیں، امتحانات سے بھری ہوئی اور دل شکن۔ لیکن ماضی میں کی گئی غلطیوں کو ہم ہرگز نہیں دہرائیں گے۔ کچھ دن وہ دو اس ٹرانس سے نکل آئیں تو ہم اپنی معذرت لیے انکے گھر جائیں گے۔ اب سے ہادی سکندر اور المیرا بھی اسی گھر کا فرد ہیں"

ناشتہ آج مبین کی بے وقت نیند کے باعث ان تینوں نے دیر سے کیا، شاید عارض سکندر بھی خود کو بہتر کرنے میں یہ سارا وقت لگا چکے تھے اور گزری رات کی وحشت کے ساتھ انکی تکلیف بھی قدرے ڈھل چکی تھی مگر احساس پشیمانی ہنوز برقرار تھا۔

مبین بھی تازہ دم ہوئے ناشتے کی میز پر آچکا تھا اور اسے بابا کے الفاظ سے کوئی اعتراض نہ تھا۔

"لیکن پہلے اسے منا لوں بابا، ضدی ہے بہت۔ اسکے بعد یقیناوہ خود بھی اسی دہلیز پر آنے کو شرف جانیں گے۔ ہادی سکندر کی ساری خوشیاں تو ہمارے گھر سے جڑی ہیں۔ ان شاء اللہ سب بہترین ہو گا"

اپنے بے حس دوست کی ستم گری کا احوال وہ نہ بھی سناتا تو یار کے خالی ہاتھ لوٹانے کا دکھ ویسے بھی مبین کے چہرے پر سنجیدگی کی صورت رقم تھا۔

عارض بھی کچھ پر سکون لگے، ناشتے کے بعد وہ کچھ زمینی معاملات دیکھنے نکل گئے جبکہ مبین عارض سکندر نے لگے ہاتھوں ماہ جبین کی موجودگی میں اپنے دل کی دوسری کشمکش بھی سامنے لا دھری۔

دو دونوں لان میں نکل کر ہلکی ہلکی دھوپ اور نرم سے درختوں کے سائے میں ٹہل رہے تھے، تھکن نہ اترنے کے باعث مبین نے آج آفس کو نظر انداز کیا تھا۔

اور اس فراغت کے بہت سے مقصد تھے، یعنی ہادی سکندر کو منانے کے طریقے سوچنا، وہ لفظ ترتیب دینا جو اس ضدی ہٹ دھرم بندے کو لائن پر لے آئیں۔

اسکے بعد اپنے قلبی بے کلی کو ماہ جبین کے سامنے بے آبرو کیے بناڈھکے چھپے لفظوں میں بیاں کرنا۔

"اب آپ بتایئے اس شہزادی کے بارے میں؟"

ماہ جبین اسکو گم سم سا بھانپ کر زرا شوخ ہوئے استفسار کر رہی تھیں جو اپنے خیال جھٹک کر حقیقت میں لوٹا۔

"آپ خود اندازہ لگائیں، آپ ہی تو کہتی ہیں کہ آپ مبین عارض سکندر کا دل پڑھ سکتی ہیں"

وہ پہیلیوں کے موڈ میں تھا، ماہ جبین خفیف سا مسکراتیں روبرو ہوئیں تو مقابل اک آسودہ نگاہ ڈالی۔

وہ مبین کے چہرے پر فطری ملاحت اور دلکشی تکتیں دل ہی دل میں نا جانے کتنی خفظ سورتیں پڑھے اس پر پھونک دیتیں کیونکہ اک بے خود خدشہ سر اٹھانے لگتا کہ اس بندہ بشر کو کوئی نظر آنچ نہ دے جائے۔

وہ چمکدار دن کی طرح دیکھائی دیتا تھا، اسکی مقدس آنکھیں کسی کو بھی گرویدہ کر دینے کا ہنر رکھتی تھیں۔

وہ اللہ کی بنائی تمام حدود پر قائم رہتا مگر اپنے سے جڑے لوگوں پر کبھی بھی کوئی شے مسلط نہ کرتا۔

اسے صرف ہدایت کرنے کی توفیق عطا ہوئی تھی، سنورنے یا بگھڑنے کا اختیار اللہ نے صرف اس بندے کو اچھائی اور برائی کی دوراہیں دے کر کھلے انداز میں دے رکھا ہے۔

"آپ اس بار کچھ پیچیدہ دیکھائی دے رہے ہیں، پڑھنے میں دقت ہو رہی ہے۔ خود ہی کیوں نہیں بتا دیتے اپنی چاہ"

ماہ جبین جیسے اسکے چہرے کے خطوط تکتیں وہاں درج پر اسراری پر ہلکان ہوئے ہار مان گئیں تو وہ بلا وجہ اور بنا موقع ہی مسکرا دیا۔

شاید اسے ماں کی یہ سادگی بہت بھا گئی تھی۔

" پھر آپ کی بات کا مان نہیں رہے گا ماں، بس یہ جان لیں کے میرے دل نے اپنے راستے چن لیے ہیں۔ جب تک اسے قریب سے نہیں دیکھا تھا تب تک کشمکش میں تھا مگر پہاڑوں، پھولوں، اور بھیگی پر نور سحروں کے حدود میں دل نے اسے دریافت کیے اپنا مان لیا۔ چپکے چپکے وہ مبین عارض سکندر کے دل کا سکون بن گئی "

وہ کہیں اور ہی بیدار تھا، ان جملوں کو ادا کرتے ہوئے اسکے چہرے پر ان چھوئی مسکراہٹ آتی اور معدوم ہوتی رہی مگر ماں کا دل تو بچے کی کیفیت اور جذباتیت پر ہی تھم گیا تھا۔

انکے پاس مبین عارض کی اس جان لیوا پہیلی کو بوجھنے کے لیے فقط چند دن تھے، وہ سمجھ نہ پائیں کہ کسوٹی کے اس منفرد کھیل میں وہ کونسے چند سوال پوچھ کر اس پہیلی تک پہنچے کی کوشش کریں۔

وہ تو پہلے ہی اپنے چند جملوں میں جوابات کی ہر کڑی، کیوں، کہاں اور کیسے سے جڑے معاملات نمٹا چکا تھا۔

"ہمیں آزمانا چاہتے ہیں، چلیے کچھ دن دیجئے پھر۔ ہم کوشش کریں گے کہ بات کا مان نہ ٹوٹے"

ماہ جبین نے یہ ٹاسک پورا کرنے کی آخر ٹھان ہی لی اور ماں کی یہ بات گویا مبین عارض سکندر کے لیے امید افزاء ثابت ہوئی۔

ان سونپے مہلت کے دنوں میں جب تک ماہ جبین اسکی پہیلی سلجھاتیں، وہ بھی ہادی سکندر کو ہر صورت منا لینے کا تہیہ کر چکا تھا۔

وہ خود بھی دلداری سے پہلے یاری کے فرائض نبھانا چاہتا تھا اور تبھی مبین نے بہت خوبصورتی سے ماہ جبین کو انکا فریضہ سونپ دیا۔

..________________________..

چوبیس گھنٹوں کے اندر اندر ہارون سکندر کو کورٹ جج کے سامنے پیش کیا گیا تھا، مجرم کے خلاف فی الوقت دو اہم اور تشویشناک کیس درج تھے جن کے بارے میں جج نے فی الحال ملزم کی کیٹیگری میں شمار ہوتے ہارون سکندر سے ان دونوں کیسیز کے بارے دریافت کیا۔

جس پر وہ نا صرف صاف مکر گیا بلکہ اپنے مرتد ہونے کی بھی قسم اٹھائے نفی کی۔

وکیل کو تمام دلائیل پیش کرنے کے ساتھ ساتھ مخالف وکیل کو تمام ثبوت اور گواہ اگلی پیشی تک لانے کا حکم سنائے جج نے عدالت برخاست کر دی۔

اس وقت تک ملزم ہارون سکندر کو جیل میں رکھا جانا تھا۔

حتمی نتائج اور اس پر لگے الزامات کے مکمل ثبوتوں کے بعد ہی عدالت اپنا آخری فیصلہ سنانے والی تھی۔

ہادی خود کورٹ گیا جس میں حماد چوہدری اپنے سارے ضروری کام پس پشت ڈال کر اسکے ہمراہ رہا اور اس فیصلے کے بعد اس نے ایک دستاویزی فائل اپنے وکیل کے سپرد کیے راز داری کے سنگ چند باتیں کیں اور واپس لوٹ آیا۔

جب تک وہ حماد کو اس سخت دن کی آسانی بننے کا اعتراف بخشتا واپس اسکی منزل یعنی یونی چھوڑ کر گھر لوٹا، صبح زردریوں میں ڈھلی نرم دوپہر میں بدل چکی تھی۔

وہ صبح بنا ناشتے کے اور بنا المیرا کو خبر دیے نکل گیا تھا اور جب لوٹا تو اسے بے تابی سے اسی کا انتظار کرتیں لان میں ہی ٹہلتیں دیکھائی دیں۔

"ہادی! ہادی تم کہاں چلے گئے تھے میری جان"

ہادی کو دیکھ کر جیسے المیرا کی جان میں جان آئی، لپک کر اپنی جانب آتے ہادی کی سمت گئی اور اسکی سرد آنکھیں اور تکان سے بھرا چہرہ اپنے ہاتھوں میں تھام لیتی بولی۔

"کورٹ گیا تھا المیرا! اس انسان سے ہماری اور آپکے شوہر سے آپکی آزادی لینے۔ خلا کے پیپرز آج انکو پہنچ جائیں گے۔ انکی سزا کا تعین تو اب عدالت کرے گی مگر آپکی تھوڑی سی آزادی اب اول ہے۔ بھلے اس طرح وہ آپکا قانونی شوہر نہیں رہے گا مگر یہ آپ بھی جانتی ہیں کہ زبردستی اس انسان سے خلا لینے کے بعد بھی ہمارا مذہب اس طلاق کو نہیں تسلیم کرتا۔ لیکن اس سے اس شخص کی مردانگی کو ٹھیس ضرور پہنچے گی جو ہادی سکندر کی طرف سے انکی آخری سزا ہو گی"

وہ اپنے دماغ کو بپھرنے سے ہر ممکنہ روکتا، اپنے اندر پل پل بڑھتے تنفر کو دبائے یہ سچ المیرا کے روبرو بیان کیے زرا بھی نہ ہچکچایا الٹا المیرا نے جن

تاسف زدہ نظروں سے ہادی کا چہرہ دیکھا وہ دل تک اترنے کی حد تک زخمی سی تھیں۔

"میری آزادی نہ بھی لیتے تو شکائیت نہ کرتی، یہی بہت ہے کہ وہ شخص اپنے انجام کے قرین پہنچ گیا ہے۔ وہ شخص اب بنا کسی زبردستی اور دباو کے بھی مجھے آرام سے چھوڑ دے گا اسکا یقین ہے مجھے اس لیے میری آزادی کی مزید فکر مت کرو۔ تم خود کو سنبھالو۔ مبین کتنی دیر تمہارا منتظر رہا مگر تم نے اسے خالی ہاتھ لوٹا دیا"

المیرا کا اس قدر پختہ یقین شاید اس لیے بھی تھا کہ وہ جانتی تھیں کہ اب وہ شخص اس لائق رہا ہی نہیں کہ اس نکاح کی زنجیر کا کوئی غلط فائدہ اٹھا سکے۔ مگر ابھی وہ ہارون سکندر کو مکمل جانی ہی کب تھیں، وہ اپنے انجام کے آخری لمحے تک سر توڑ کوشش کرنے والا درندہ بننے کی ٹھان چکا تھا جس نے مذہب کو بیچ دینے کا یہ گھناونا عمل تک بوقت مصیبت رد کر دیا۔

عدالت اسکے جھوٹے دعووں اور پختہ دلائل پر بدگمان ہوئی تھی اور اتنے اہم اور نازک کیس میں بھی ثبوت اور گواہ کا تقاضا کر چکی تھی۔

ہادی سکندر اپنی ماں کی معصومیت پر کیا کہتا، فقط خاموش رہا مگر مبین کے ذکر نے جیسے اسکے دل کا کوئی پیوند لگا ٹکڑا ادھیڑ دیا۔

"میں اس سے شدید ناراض ہوں، جب تک منا تا منا تا تھک نہ جائے اسے معاف نہیں کروں گا۔ میں بھی تو دیکھوں کہ میری اسکی نظر میں کیا اہمیت ہے۔ اتنی بڑی ذمہ داری نبھائی ہے المیرا! کچھ دن اسکا جشن منانا چاہتا ہوں۔ آپ بھی پر سکون ہو کر بہو کے آنے کی تیاریاں شروع کریں تب تک میں بھی اپنے کچھ وہ گناہ دھولوں جو دنیا کی نظر میں بڑی شدت سے کھٹکتے ہیں"

المیرا تو یکدم ہی ہادی کے ایسے خوشی اور غمی میں لپٹے انکشاف پر دہل اٹھیں، کیسی کربناکی اور ہوک تھی جس طرح ہادی نے مبین کی حسرت بیان کی اور بہو والے حکم پر وہ ہنسنا چاہتی تھی مگر نا جانے دل کو کیسا درد آن لگا کے وہ پتھر

بن کر کھڑے ہادی کے کندھے سے لگ کر بے ساختہ و بے اختیار سسکتی اور روتی چلی گئیں، وہ پتھر بھی بوکھلایا مگر پھر ماں کی خوشی کو آنسوؤں میں ظاہر ہونا بھانپ کر وہ سرد مہری سے مسکرا کر انھیں اپنے بازو کو گرد باندھے تمام دکھ بھری زندگی کی تلافی کر گیا۔

"شش !روئیں مت المیرا۔ جانتی ہیں آپکے آنسو دیکھ کر میرا سر درد سے پھٹنے لگتا ہے۔ اب میں کچھ برا نہیں چاہتا، میں آپکے اور ماہ نور کے ساتھ صرف خوش رہنا چاہتا ہوں۔ شادی اچانک ہو گی اس لیے ابھی سے تیاریاں شروع کر دیں، آپکا بچہ تھوڑا الٹی کھوپڑی کا مالک ہے سو ممکن ہے کسی بھی لمحے مبین عارض سکندر کے سامنے کمزور پڑے اور اسے سارے اگلے پچھلے ستم معاف کیے اپنی سزا صادر کر دے۔۔۔ یو نو واٹ آئی مین"

تمام آنسوؤں کا ایک ہی بار ازالہ کیے وہ ماں کے بہتے سارے آنسو اپنی انگلیوں کی پوروں پر چنے آخری بات دانستہ شرارت اوڑھتی مسکراہٹ اچھال کر بولا جس پر روتی ہوئی المیرا بھی بھیگی آنکھیں لیے مسکرا اٹھی۔

"ٹھیک ہے لیکن پہلے میرے ساتھ لنچ کرو۔ میں لگوا رہی ہوں آجاو۔۔۔ خوب پیٹ بھر کر کھانا ہے بھئی"

وہ ہادی کے ایسے نرم اور پیارے انداز پر قربان ہو گئیں، گال پیار سے سہلائے خوشی ہمکتی آنکھوں سے اقرار کا اشارہ دیے اور پیار سے کھانے کی اور بلائے اندر لپک گئیں۔

اور وہ وہیں کھڑا دور پار کے غیر دلچسپ سے منظر بھی کسی خوشنما احساس کی گرفت کے باعث منہمک ہوئے دیکھتا چلا گیا۔

..________________________..

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

"دیکھو میں بتا رہی ہوں کہ ایک دن سہی پر شدید مس کروں گی، یار کیا تھا اگر مسٹر شاہ کل آتے۔ اب کل تک میں بدروح بن کر پہاڑوں میں گھومتی رہوں گی کیا۔ مس مناحل نے تو تمہارے جاتے ہی مجھے بھی بھول جانا ہے"

شاہ ویر کی کال پر نیلم نے اپنا سامان باندھے ساتھ ساتھ کچن بھی پورا سنبھالا تھا اور اب بھی وہ کھانے کے آخری مراحل تکتی اپنے سائے کی طرح پیچھے پیچھے چپکی امل کی بات پر نیلم نے رخ موڑے بھرپور لاڈ کے سنگ اسکی گالیں دبوچ کر امل کا سارا غصہ ہوا کر دیا۔

امل کے آخری الزام پر تو مناحل بھی باہر لاونج میں بیٹھیں زیر لب مسکا رہی تھیں۔

"پاگل! تم جانتی ہوناں مجھے میری جاب کتنی پیاری ہے۔ وہ نہ ہوتی تو پڑھائی ختم ہونے سے اب تک پاگل ہو چکی ہوتی۔ مزید چھٹی کی تو میڈم نے لمبی چھٹیاں دے کر چلتا کر دینا ہے پھر جب میں تمہارے سر پر سوار رہے تم کو بزنس وومین سے گھر کی ماسی امل بنا گئی تو مجھے مت کہنا۔ اماں بھی کسی اہم بات کا ذکر کیے رات چپ ہو گئیں۔ مجھے لگتا ہے ضرور کوئی بات ہوئی۔ ویسے بھی کل تم بھی چلی جاو گی۔ اب نیکسٹ تم آناناں تو ہم وہیں مل کر انجوائے کریں گے"

بہت نرمی اور رسان سے وہ امل کی تمام ناراضگی دور کیے ساری وجوہات دیتی آخر تک واپس مڑ کر ملازمہ کو پلیٹس باہر لے جانے کا کہنے لگی مگر امل بی بی کا دماغ نیلم کی آخری بات پر اٹکا وہیں مناحل بھی کچھ تشویش زدہ سی ہوئیں۔

"ضروری بات، کہیں خالا جانو نے تمہیں چلتا کرنے کی تو نہیں ٹھان لی۔۔۔۔ہک ہاہ! یہ کیا ہونے لگا ہے"

امل کی بے اختیار بڑبڑانے کی آواز جہاں خدشے کی زد میں کانپی وہیں نیلم کے کام کرتے ہاتھ تھم گئے، دل سکڑ گیا۔

"کیا سچ میں یہ بات ہو گی امل"

نیلم نے ہوائیاں اڑے چہرے کے سنگ جھٹکے سے پلٹ کر امل کے دونوں ہاتھ سہم کر تھامے تو خود امل نے نیلم کا ڈر جانا بھانپ کر فوری اپنا لہجہ بدلا۔

"اس میں ایسا سڑا منہ بنانے کی کیا ضرورت ہے، میرا بس اک اندازہ تھا یار۔ تم فکر مت کرو، اپنی بور نیلم کو کسی ایرے غیرے سے بیاہنے تھوڑا دے گی امل۔۔۔۔اہمم اہمم بائے داوے وہ چادر یاد سے لے جانا"

امل کی شرارت اور امید افزاء شوخی پر نیلم کا ڈر جہاں زائل ہوا وہیں سکڑا ہوا دل اک پر سکون کر دیتی امید کے سہارے پھیل کر روانی سے دھڑکنے لگا۔

وہ چادر کیسے بھول سکتی تھی جسے اس نے کل سے اب تک خود سے جدا نہ کیا تھا۔

"امل تم مجھے پریشان مت کرو ناں جان، اس چادر سے مجھے بس ایک اچھی والی مہک آتی ہے تبھی اسے قریب رکھا ہے۔۔۔ خیر تم بتاو۔ کل جاو گی تو واپس کب آو گی"

شروع میں جھجھک اور پریشانی سے اٹک اٹک کر بنا امل کی روح تک اترتی آنکھوں کو تکے وہ بولی اور پھر یکدم امل کے چہرے پر اپنے آخری سوال سے پتھریلے تاثرات لے آئی۔

"یہ تو میرے ابا جان پر منحصر ہے، کب وہ مجھے آزادی کا پروانا تھماتے ہیں۔ فی الحال کچھ دن تو بزی رہوں گی کیونکہ وہ میٹنگ کے سلسلے میں اوٹ آف کنٹری جا رہے ہیں۔"

اپنے لہجے کی تازگی پر وہ اک قنوطیت اور یاسیت سی حاوی کیے بیزار ہوئے اسے اطلاع دے رہی تھی جس پر نیلم نے اسکی اداس صورت بہت پیار سے دیکھی۔

"میری امل بہت سٹرونگ ہے جانتی ہوں، لیکن مناحل خالا کو زیادہ دیر اکیلا مت چھوڑا کرو۔ بھلے وہ خود کو 'امل کچن' میں مصروف رکھے ہر دکھ سے پیچھا چھڑوائے رکھتی ہیں لیکن انھیں تمہاری غیر موجودگی اکیلا کردیتی ہوگی"

وہ نیلم کی سمجھائی ہر نصیحت جو وہ اسے ہر بار جاتے ہوئے کرتی تھی،
ایمانداری سے اپنے پلو سے باندلیتی اور اب بھی اسے نیلم کے گلے لگ کر اعتراف کرنا پیارا لگا۔

مناحل شاید باہر جاچکی تھیں کیونکہ عمر نے انکوشاہ ویر کی آمد کی اطلاع پہنچا دی تھی۔

"ٹھیک ہے محترمہ نیلم صاحبہ !اور کوئی حکم"

الگ ہوتے ہی شرارت سے آنکھیں ٹپٹپاتی وہ نیلم کو بھی کسی نئی شرارت پر اتار گئی جو اک نظر شیلف پر پڑی سلاد والی سبزیوں کو تکتی واپس رخ موڑے متوجہ ہوئی۔

"ہاں جی حکم ہے ناں، یہ بقیہ سبزیاں کاٹو تا کہ میں دم اتار لوں پلاو کا۔ لگتا ہے لالہ آگئے ہیں"

لو جی کام آگیا اور ساتھ ہی امل کو ہارٹ اٹیک آیا، گھبرائی اور بیچاری نظروں سے ان کٹی سبزیوں کے خود کو گھورتے سراپے تکتی وہ منہ کے زاویے بناتی قریب آئی اور پھوہڑ طریقے سے کھیرے کے دو دو انچ قتلے کاٹ کر اگلے ہی لمحے فتحمندانہ ہوئے چہک کر مڑی مگر نیلم کی پر عتاب گھوری پر مسکینی لیے مسکرا اٹھی۔

"اللہ کا واسطہ ہے امل، اپنا نہیں تو اپنے نام پر بنے کچن کا ہی مان رکھ لو۔ اگلی بار آوں تو تمہیں کھانا پکانا سیکھاتی ہوں بچو۔ اگلے گھر جا کر تم میری اور خالا کی سہی ناک کٹواو گی"

دم کھولتی وہ گرما گرم پلاو سے اٹھتی بھاپ سے اپنے ہاتھ بچاتی مڑی اور کھوستی ہوئی امل کی سلگتی شریر ہنسی تکتی وہ دو دو انچ کے قتلے نفاست سے

کاٹنے لگی جبکہ امل صاحبہ اب پیار سے نیلم کو تپا ہوا دیکھ کر دل ہی دل میں باچھیں کھولے خوش ہو رہی تھی۔

..______________________..

"عبداللہ کے بچے، اب اگر گیند باہر گئی تو خود ہی جانا۔ خود کو کرس گیل سمجھ لیا ہے بھئی اس نے"

مان اور ماہ نور کو دیر تک کمروں میں گھسا اور افسردہ محسوس کیے وہ کھیل کود کا اک نیا بہانہ ڈھونڈ لایا تھا، دونوں بچاری لڑکیوں کو بھاگ دوڑ کروائے خود چھکے پہ چھکہ مارے اپنے فن کے مظاہرے کرتا عبداللہ اس بار مان کے عتاب تلے آیا جو اب منہ کے بگھڑے زاویے کے سنگ بال کروا رہی تھی مگر حسب توقع عبداللہ نے ایک بار پھر اس زور سے گینڈ کو ہٹ کیا کہ وہ نہ صرف انتہائی اونچی گئی بلکہ فارم ہاوس کے مین گیڈ سے بھی باہر نکل گئی۔

"عبداللہ!"

ماں ہانک لگاتی چیخی مگر آگے سے عبداللہ کو کریس گیل والا منفرد ڈانس سٹیپ کرتا دیکھ کر مزید تپی اور سر پر پہنی ہیٹ زور سے اسکے سر پر ماری۔

ماہ نور تو پہلے ہی تھک ہار کر وہیں گھاس پر بیٹھ چکی تھی۔

"اچھا اچھا آخری بار لے آو دوبارہ اتنا اچھا شارٹ نہیں ماروں گا، سچی تم دونوں کو مزید ارساڈنر بھی کرواوں گا مگر فی الحال مجھ میں اتھرا بیٹس مین آیا ہے"

ماں جو ہرگز اس بار بال لینے نہیں جانے والی تھی، عبداللہ کی مسکین شکل دیکھ کر ہار مانتی اسے تنبیہی گھوری سے نوازتی دوڑ کر باہر بھاگی مگر فارم ہاوس کے گیڈ سے اندھا دھند ناک کی سیدھ میں نکلتی وہ ایک بار پھر بری طرح کسی پہاڑ سے ٹکرائی جبکہ ماں کا اس بار نہ صرف سر گھوما بلکہ حواس بھی گل ہوئے۔

شاہ ویر جو عمر کے ساتھ گھر کی جانب گامزن تھا، ایک بار پھر ہوتی اس ٹکر پر نہ تو اپنی مسکراہٹ روک سکا نہ اس بار مان کو گھبراہٹ جیسا کچھ محسوس ہوا، ہاں وہ تیسری بھی ایسی ہی جھٹکا ملاقات پر اپنا توازن برقرار نہ رکھتی تھوڑی پشیمان تھی۔

وہ اسے اپنا سہارہ دے کر، اتنے قریب آکر ایک بار پھر آزما بیٹھا تھا جو پہلے ہی کل سے نڈھال اور افسردہ، دل اور دماغ کی جنگ سے ہلکان تھی۔

عمر بھی کچھ فاصلے پر کھڑا منہ پر ہاتھ رکھے ہنسی دبائے کھڑا ان دو کو ہی دیکھ رہا تھا، شاہ ویر نے سہارہ دیے مان کو کھڑا ہونے میں مدد دی اور مڑ کر منصوعی گھوری عمر پر ڈالی جو اپنی بتیسی چھپاتا تیزی سے گھر کی سمت بھاگ گیا۔

"ہاہا سیریسلی؟ مطلب میں تیسری ملاقات بھی ایک ٹکر امید نہیں کر رہا تھا۔ آپ ٹھیک ہیں ناں۔ ہنسنے کے لیے معذرت چاہتا ہوں"

سر تا پا مان خلیل سکندر کی بوکھلائی کیفیت کا جائزہ لیے وہ زرا ازار داری کے سنگ سر گوشی کیے بولا جبکہ مان اسکی ابتدائی ہنسی پر ہی تھوڑی بے چین سی ہوئی۔

"ٹھیک ہوں۔ ایکچولی ہمارے گھر کریس گیل کی بدروح آئی ہوئی ہے تو اسی کے چھکے بگھت بگھت کر میرا یہ حال ہو گیا۔ میں واقعی بہت شرمندہ ہوں۔ آپ بھی کیا سوچتے ہوں گے کہ کیسی لڑکی ہے، ہمیشہ ٹکرا جاتی ہے"

اپنی بات بمشکل سمجھائے وہ نجانے کیوں آج شاہ ویر کی آنکھوں میں جھانکنے سے گریز برت رہی تھی، شاید اس لیے کہ اسے اسکی بات ازبر تھی۔

وہ اسکے لیے اجنبی تھا اور اجنبیوں کی آنکھیں پڑھنا اچھی لڑکیوں کو کہاں زیب دیتا ہے۔

جبکہ وہ مان کے یہ سمٹے اور منفرد انداز بہت گہرائی سے دیکھ رہا تھا، وہ نازک اندام سی لڑکی گرم ٹراوزر اور ہڈی میں ملبوس تھی اور بھاگ بھاگ کر تمام بال ہیر بینڈ سے باہر نکل چکے تھے۔

چہرہ بے داغ مگر سیاہ بھنویں اور خم دار پلکیں اک عجیب سا سحر طاری کر رہی تھیں پھر آج مان کے چہرے پر اک حیا کا اضافی رنگ جو اسکے عارضوں پر اترا ہوا تھا، شاہ ویر کو کلک کیا۔

"کوئی بڑی بات نہیں ہے، اتفاقات پر یقین رکھنے والا شخص ہوں میں۔ بائے داوے مجھے شاہ ویر ملک کہتے ہیں"

مان کی جھجھک اور بے چینی بھانپ کر وہ اس کے اور اپنے بیچ کچھ مزید فاصلہ برقرار کیے مسکراتی آنکھوں سے اپنا تعارف دے رہا تھا اور مان نے اک لمحہ بے اختیار ہوئے اپنی آنکھیں اٹھا کر شاہ ویر کو دیکھا جو شاید اب اسکا نام جاننے کا طلب گار تھا۔

"ہمم۔۔۔مان خلیل سکندر"

وہ غائب دماغی سے بولی، لیکن اسکی آنکھیں تمام تر جبر کے بھی شاہ ویر کی گہری آنکھوں پر جاٹھہری تھیں۔

"ماشاءاللہ۔خوشی ہوئی آپ سے ایک اور بار ٹکرا۔۔۔میرا مطلب ہے مل کر"

شرارت کے سنگ جملہ اچھالے وہ مسکرایا مگر پھر فوری مان کی شکوہ کناں نظروں پر اپنا بیان بدل گیا جس کے باعث دونوں ایک سا مسکرا دیے۔

"آپ مناحل آنٹی کے کیا لگتے ہیں؟"

شاہ ویر کا کنکشن دوسرے گھر سے ہے اسکا مان کو اندازہ ہو گیا تھا کیونکہ مناحل نے اسکا ذکر کیا تھا تبھی وہ تجسس کے تحت پوچھنے لگی۔

"خالا جان ہیں وہ میری، دراصل اپنی بہن کو لینے آیا ہوں۔ اگر آپ مناحل خالا کو جان چکی ہیں تو نیلم کو بھی جانتی ہوں گی۔ اسکا بڑا بھائی ہوں"

گویا سارا کچھ مان پر وافع ہوا اور نیلم کے بھائی کو مان کے مطابق ایسا ہی تو ہونا چاہیے تھا۔

اک خوشی کی لہر مان خلیل سکندر کی رگ رگ میں اتر گئی وہیں اندرونی سمت سے عبداللہ اور ماہ نور کی آوازیں مان کو متوجہ کر گئیں جو اسے آج کے ہی دن واپس آجانے کی تاکیدیں کیے بگھڑ اور تلملا کر بلا رہے تھے۔

"مجھے بھی بہت خوشی ہوئی آپ سے مل کر، مجھے جانا ہو گا ورنہ وہ نقلی کریس گیل مجھے جرمانہ کر دے گا۔ آپ بھی انجوائے کریں اپنی فیملی کے ساتھ"

فوراسے بیشتر اس منظر سے اوجھل ہونے کی بے چینی لیے وہ کہہ کر پلٹی مگر شاہ ویر کے زرا آگے بڑھ کر چہرہ موڑے پکارنے پر مان کے قدم تھمے۔

گویا دل کی دھڑکن نے اپنی ترتیب بھلائی۔

"چوتھی بار کہاں ٹکرانے کا پلین ہے؟"

شاہ ویر کی شرارت اوڑھتی آواز سنتی وہ بھی اک جھجک لیے پلٹی جو بلکل بھی سنجیدہ نہ تھا۔

"آپ میرا مزاق اڑانے کی کوشش کر رہے ہیں مسٹر شاہ ویر ملک"

سادہ اور نفیس لہجے میں وہ شکائیت کرتی من موہنی لگی اور شاید یہی وہ لمحہ تھا جسے آگہی کا کہا جا سکتا تھا، دو اجنبی سر راہ چلتے ہوئے ایک دوسرے کے کسی ایک جیسے دکھ کی کشش کے باعث کھینچنے لگیں۔

"ہر گز نہیں، میں اگلی ملاقات کا یقین مانگ رہا ہوں فقط"

مقابل کی اس عاجزی پر مان نے چونک کر اپنے چہرے کے حیران زاویے بڑھائے۔

"ایسا کیوں؟ ٹکرانے کے لیے محض اگلی ملاقات کا انتظار کون کرتا ہے بھلا"

وہ جنجھلائی ہوئی بول پڑی، لب و لہجے سے عجیب بے کلی ظاہر ہو رہی تھی، شاہ ویر نے چہرہ سامنے پھیرے گھر کی سمت سے باہر آتیں مناحل کو دیکھا اور واپس ماں کے منتظر چہرے کی جانب متوجہ ہوا۔

"اگلی ملاقات کا انداز بدل دیں گے، شاید راہ میں سرسری سا حال دیکھنے اور پوچھنے والے بہتر دوست ہرگز نہیں ہوتے۔ اگلی ملاقات کسی اور طرح مناسب رہے گی۔"

وہ اپنی عادت کے برعکس اس لڑکی کی ذات کے راز میں الجھ کر اسے گہری نگاہوں میں بسائے دیکھ کر جاتا ہوا الوداعی سر کی جنبش دیتا آگے بڑھا اور وہ کچھ قبل پہلے اس اجنبی شخص کی نگاہوں کے گہرے وار یاد کرتی بے ساختہ مضطرب ہوئی۔

وہ چلا گیا تو ماں بھی اپنا سر جھٹکتی اندر آئی جہاں وہ دونوں منہ پر غصہ سجائے، گھور کر آہستگی سے چل کر انکی سمت آتی ماں کو دیکھ رہے تھے جو گیند وہیں

پھینکتی کرسی سنبھالے تھکن سی ظاہر کیے بیٹھی اور مان کے چہرے کی زردیوں کو محسوس کیے عبداللہ اور ماہ نور بھی سب چھوڑے لپک کر مان کی فکر میں ارد گرد کی کرسی سنبھالے بیٹھ گئے۔

"آر یو اوکے مان"

ساری شرارت ختم کیے وہ نرمی سے مان کی سمت دیکھتا بولا جو اسکی پکار پر چونکی اور ہونق بنی سر اٹھائے اسے دیکھنے لگی جبکہ مان کی یہ کیفیت اب ماہ نور اور عبداللہ دونوں کے لیے تشویشناک تھی۔

"ہمم۔۔۔ ایم اوکے۔۔۔ پتا نہیں عجیب سا ہو رہا ہے مجھے۔ کچھ سمجھ نہیں آرہی۔ ہم بھی واپس چلتے ہیں، میں مزید یہاں بور ہو رہی ہوں۔ ویسے بھی مبین کے بنا بلکل بھی ٹرپ کا مزہ نہیں رہا"

عبداللہ کے سوال کو بری طرح ٹالے وہ الٹی بے قرار و بے کل سی یہ نئی فرمائش کیے ان دونوں کو ہی حیران کر گئی۔

"ہاہا بھئی تو ایسا کہو کہ مبین میاں کی یاد ستا رہی ہے۔۔۔۔اف اس لڑکی کا کیا بنے گا مجھے تو ہول اٹھ رہے۔ چلو ٹھیک ہے کل ہم بھی نکلتے ہیں۔ دراصل اب جب ان پہاڑوں پر آئے ہیں تو میں اپنا شوٹ بھی نمٹا لوں۔ کل رات ہی یہ سب ڈیسائیڈ ہوا ہے۔ کوئی تین شوٹ ہیں یہیں تھوڑے فاصلے کی لوکیشن پر۔ دین کل شام تک ہم واپسی کے لیے نکل جائیں گے "

عبداللہ نے فوراہی مسلے کا حل پیش کیے ساتھ میں اپنے کام کا بتائے مان کو مزید افسردہ سا کر دیا، بھینچیٔ بھینچی سانس کھینچ کر وہ بے دلی سے سر ہلاتی اٹھ کر اندر چلی گئ اور اسکے یوں جانے پر عبداللہ اور ماہ نور نے فکر مندی سے اک دوسرے کو دیکھا۔

"اسے کیا ہوا ہے، معاملہ کچھ گڑبڑ لگ رہا ہے۔ کوئی تو کھچڑی پک رہی ہے جسکی خوشبو ابھی تک میرے ناک تک نہیں پہنچی "

پر سوچ انداز اپنائے وہ کھوئی ہوئی ماہ نور سے مخاطب تھا جو آگے سے لا عملی والا تاثر دیے کندھے اچکا رہی تھی۔

"کیا پتا مان آپی واقعی مبین بھیا کو مس کر رہی ہوں، ویسے سچی بتاوں تو مجھے بھی اب مما بابا اور بھیا یاد آ رہے۔ گھر یاد آ رہا۔ یونی یاد آ رہی۔۔۔۔"

یک نہ شد دو شد، عبداللہ نے سرد نگاہوں سے ننھی گڑیا کو گھورا تو وہ آگے سے منصوعی مسکینی چہرے پر لائے شرافت سے اٹھ کر اندر بھاگی جبکہ اب عبداللہ عارض سکندر کسی گہری سوچ میں ڈوبے اپنی جینز کی پاکٹ سے فون نکال کر کوئی نمبر ملا رہے تھے۔

"ہاں جی منور صاحب، میں یہ کہہ رہا تھا کہ تینوں شوٹ کل ہی ڈن کریں۔ کل شام تک واپسی ہے۔ پھر آپ جانتے ہیں میرا اسکیجول انتہائی بزی ہے۔ آپ کے بہت اصرار پر میں اس کمرشل کے لیے رضامند ہوا ہوں تو یاد

رکھیے گا ہر چیز میرے معیار کے مطابق ہونی چاہیے۔ آج تمام تیاریاں مکمل کر لیجئے گا"

عبداللہ عارض سکندر کی آواز دوسری جانب نامور میڈیا ہاوس کے مین انچارج آفس میں بیٹھے نامور کمرشل ڈائریکٹر منور دیلانی کی سماعت میں اتر رہی تھی جو اس وقت اپنے سامنے اپنے ہم عمر سوٹڈ بوٹڈ آدمی کے ساتھ میٹنگ میں مصروف تھا۔

"ٹھیک ہے سر آپ بے فکر رہیں، ہم نے ہر چیز آپکے معیار اور نام کے مطابق ہی ترتیب دی ہے۔ آپ جانتے ہیں اپنی اس نئی پراڈکٹ کو لاونچ کرنے کے لیے ہمیں آپ ہی شہرت کی بلندی تک پہنچا سکتے ہیں۔ میڈیا سے جڑی دنیا اب نئے اور باوقار چہروں کو دیکھنا چاہتی ہے اور آپ سے بڑھ کر ہمارے لیے بہترین انتخاب اور کون ہو سکتا ہے"

مقابل وہ خوشامدی شخص، دیسی وفع رکھنے والا بہت خوشی اور فخر ہمکتے لہجے میں عبداللہ سے مخاطب تھا اور عبداللہ اسکے اس جوشیلے جواب کو سن کر بیزار منہ بناتا بات ختم کیے کال کاٹ چکا تھا جبکہ وہ آدمی کال بند کرنے کے بعد اپنے سامنے بیٹھے اس سوٹڈ بوٹڈ آدمی پر اپنی نظریں مرکوز کر چکا تھا جسکے چہرے پر خاصی برہمی تھی۔

"تم نے اسے اس ایڈ میں لے کر مجھ سے کھلی دشمنی کی ہے منور دیلانی، اس کا حساب تم سے لوں گا۔ میرے بتائے وہ دو ابھرتے ماڈلز میں کیا کمی تھی کہ تم نے ایک بار پھر اس نک چڑھے شخص کو اپنی نئی پراڈکٹ کی لانچ ایڈ تھما دی۔ پوری انڈسٹری جانتی ہے کہ وہ کتنا نخریلا ہے۔ سونے کی چمچ منہ میں لے کر پیدا ہونے والا جسے انڈسٹری کا راستہ پلیٹ میں رکھ تھما دیا گیا تھا، کیسے ان مڈل کلاس اور غریب طبقوں سے ابھرتے نئے لڑکوں کی اس دنیا میں آنے کی محنت کو سمجھ سکتا ہے۔ وہ ایک بار پھر دوسرے قابل ماڈلز کا حق

چھین لے گا۔ تمہیں اندازہ نہیں کہ دنیا اسکی کتنی مداح بن چکی ہے۔ محض اپنی پراڈکٹ کی کامیابی کے لیے تم برسوں کی دوستی کو ٹھیس پہنچا رہے ہو"

اس برہم آدمی کا انداز کٹیلا، حسد بھرا اور جرح کرنے جیسا تھا جبکہ منور دیلانی نے اسکی تمام باتیں بہت تحمل سے سنیں، عتاب دبایا بھی جس سے اسکی گردن پر ہڈی بارہا نمودار ہوتی اور غائب ہوتی رہی۔

"دیکھو منہاس علی، میں اور میری لیب ٹیم اس پراڈکٹ پر تین سال کا وقت اور کئی کڑور مالیت کا سرمایہ لگا چکے ہیں۔ اگر میں نے کسی عام سے لڑکے کو ایڈ میں کاسٹ کر لیا تو نہ تو پراڈکٹ بکے گی نا کمرشل ہٹ جائے گی۔ اور جو پیسے کا نقصان ہوگا وہ الگ۔ عبداللہ عارض سکندر کی بات الگ ہے، پچھلے چند سالوں کے بڑے بڑے برینڈز کی مقبولی صرف اسکی اپیرنس کے بدولت ممکن ہوئی ہے۔ وہ بھلے نخریلا ہے لیکن اسکا فقط ہماری ایڈ میں ہونا ہی ہمارے پراڈکٹ کو ہاتھوں ہاتھ بکوا دے گا۔ اور تم نے کچھ ماہ پہلے یہ خبر تو سنی ہوگی کہ وہ 'ویلوٹ' کا برینڈ ایمبیسڈر بن چکا ہے۔ اسکے بعد بھی اس نے ہماری ایڈ

میں کام کرنے کی ہامی بھرے ہم پر احسان کیا ہے۔ ورنہ تم ویلوٹ کے تمام ماڈلز کو دیکھ لو۔ وہ اپنے سے ایک فیصد چھوٹے طبقے کو منہ تک نہیں لگاتے"

مقابل کی تمام جلن، حسد اور تکلیف کا سدباب پوری وضاحت کے سنگ کیے منور دیلانی نے بہت صاف لفظوں میں سامنے بیٹھے غصیل سے شخص کو سمجھانے کی کوشش کی مگر وہاں گویا لہو میں ہی عتاب شامل ہو چکا تھا۔

ویلوٹ موجودہ دور میں یہاں کی ٹاپ برینڈ کمپنی تھی جو پرفیومز اور باڈی سپرے کے علاوہ مین آل رینج کی پراڈکٹس بناتی اور بڑے ایریا پر میڈیا کو مکمل انوااالو کیے لاونچ کرتی تھی۔

یہی نہیں وہ پچھلے تین سالوں سے اپنے پراڈکٹس کے اعلی معیار اور دن بدن بہتری کے باعث شہرت کی بلندیوں پر جا پہنچی تھی۔

"لیکن یہ میرے اور میرے لڑکوں کے ساتھ زیادتی ہے منور دیلانی"

وہ ہنوز سیخ پا ہوئے غرایا۔

جبکہ منور کے ماتھے پر اس بار شکنیں واقع اتریں۔

"تم اب میرا منہ نہ کھلوانا منہاس علی، میں دوستی کا لحاظ کر رہا ہوں ورنہ تمہیں اور تمہارے ان نقلی لونڈوں کی اصلیت جانتا ہوں۔ ایک کامیاب انسان صرف اچھی شکل سے نہیں بنتا بلکہ اس میں ایسے اوصاف بھی ہونے چاہیں۔ تمہارے سارے لڑکے آئے دن کسی سکینڈل میں نظر آتے ہیں، لڑکیوں کے ساتھ تصویریں انکے انسٹاگرام پر بھری پڑی ہیں۔ شراب اور نشہ انکی عادت ہے۔ اور جو ڈولے بنا رکھے وہ بھی فیک۔ اندر سے نرے پھس۔۔۔ دو تین اینٹیں اٹھوالو تو سانس پھول جاتا انکا۔۔۔ جبکہ تمہارے بقول یہ سونے کا چمچہ لے کر دنیا میں آتا عبداللہ اپنے ٹیلٹ اور شخصیت کے بل پر اٹھا ہے۔ آج تک نہ اسکی نیگیٹیو رپورٹ مجھ تک پہنچی ہے نہ ہی کوئی سکینڈل۔ بات امیر اور غریب طبقے کی نہیں ہوتی بلکہ تربیت کی ہوتی ہے۔ بری تربیت والے سونے کا چمچ لے کر بھی پیدا ہوئے ہوں تو بے کارترین ہی

کہلاتے ہیں اور کبھی کبھی غریب سا ایک انسان بھی محض اپنی شخصیت کے اثر اور اچھی تربیت کے باعث دنیا فتح کر لیتا ہے۔۔۔۔ سمجھے تم"

منور دیلانی کا حرف حرف مقابل آگ لگانے سا تھا، گویا وہ سلگتا اور تنتنا تا ہوا منہاس اب اپنی اصلیت کے کھلنے پر کہیں منہ چھپانے کے بھی لائق نہ رہا تھا اور اپنی پوزیشن بحال کرنے کے لیے وہ غضبناک ہو امیز پر ہاتھ مارے اٹھ کھڑا ہوا۔

جبکہ منہاس علی کی یہ بیہودہ حرکت مقابل طیش کے تاثرات لا چکی تھی۔

"تم پچھتاؤ گے منور دیلانی، میں اب عبد اللہ عارض سکندر کی خامیاں ڈھونڈ ڈھونڈ کر دنیا کے سامنے اچھالوں گا۔ تم دیکھنا۔ اس نے میرے لڑکوں کا حق چھینا ہے میں بھی اسے بری طرح اس کا بدلا دوں گا۔ تم بھی دیکھ لینا۔ ویٹ اینڈ واچ"

سخت انتقامی ہوئے وہ بپھرے سانڈ کی مانند غراتا ہوا منور کو دھمکی دیے لمبے لمبے ڈگ بھرتا آفس روم سے نا صرف نکلا بلکہ پوری شدت سے دروازہ پٹخ گیا جس پر منور دیلانی ضبط سے مٹھیاں بھینچتا رہ گیا۔

کچھ دیر اس دوست نما آستین کے سانپ کو زیر لب گالیاں بکیں اور پھر ناجانے کس کو کال کیے چند ہدایت سونپیں۔

شاید اسکے لیے اس فتنہ پرور شخص کی اشتعال آمیز دھمکی کے بعد کل کے شوٹ کو پر امن بنانا اب پہلے سے دگنا ضروری ہو چکا تھا۔

..________________________..

"بڑی جلدی مرہم ڈھونڈ لیا ہے زخموں کا، میرا دوسرا تجربہ بھی فلاپ نکلا۔ مرد ہوتا ہی بے وفا ہے۔ ایک سے دوسری اور دوسری سے تیسری محبت اسکے بائیں ہاتھ کا کھیل ہے ہے ناں مسٹر شاہ"

لنچ کے دوران مناحل نے جب سرسری سامان اور شاہ ویر کے بات کرنے کا ذکر چھیڑا تو شاہ ویر کو بھی مان سے ہوتی لگتار اس تیسری ملاقات کا بتانا پڑا۔

اور تب سے امل کی سرد آنکھیں سہتا وہ آخر شکنجے میں پھنس ہی گیا جب نیلم چائے بنانے گئیں اور مناحل بھی کسی کام سے لاونج سے باہر نکلیں۔

تپش لٹاتا لہجہ ایک طرف مگر امل کے طنزیہ اور ملامتی وار نے شاہ ویر کو اسکی جانب سرد پن لیے دیکھنے پر مجبور کیا۔

" اپنے والد سے مت ملواو مجھے امل، کم از کم انکی طرح بے حس ہرگز نہیں ہوں۔ ویسے بھی میرے اور مان کے بیچ کچھ نہیں ہے۔ سرسری سی تین اتفاقیہ ملاقاتیں ہوئیں جسکا احوال میں گوش گزار کر چکا ہوں۔ اور مجھ پر کس حق سے یہ رعب جما رہی ہو تم۔ کیا تم نے کبھی اپنے منہ سے اس بات کا اقرار کیا ہے کہ تم مجھ سے محبت کرتی ہو"

گویا امل کے سلگاتے وار کا کاٹ دار جواب دیتا وہ ہتھے سے اکھڑا اور امل اسکی اس بے باک جرت پر آنکھیں پھیلائے حیرت سے تکنے لگی۔

"پھر آپ اندھے اور گونگے ہیں یہ مان لیں اور ڈیڈ کا طعنہ کس لیے؟ جو برا کرتے ہیں وہ میرے اور اماں کے ساتھ کرتے ہیں مگر آپکو کوئی حق نہیں پہنچتا انھیں ہم دو کی بحث کا حصہ بنانے کا۔ ایسی کونسی بے حسی کر دی انہوں نے جو آپ ہاتھ دھو کر انکے پیچھے پڑے ہیں"

اپنے اور جلال پاشا کے تمام اختلافات الگ پر وہ یوں شاہ ویر کے جملوں پر آگ بگولا ہوئے برس پڑی جو امل کو لاجواب تو کر سکتا تھا مگر شاید اسے امل کا مقابلہ کرنا ہی نہ تھا۔

اسے محبت چھوڑ کر بس ایک سیدھی سادی ایسی زندگی جینی تھی جو کسی کی دھمکی اور جلال سے بکھرے نہ، کسی کے رعب سے ریشے نہ بنے۔

"اچھا ہے تم میرا منہ بند ہی رہنے دو امل جلال پاشا، ورنہ میری زبان کھلی تو بہت سے معاملے بے آبرو ہو جائیں گے۔ ایک دوسرے کی ضد سے بہتر ہے ہم اپنے اپنے نصیب کا لکھا مان کر وہ راستہ چنیں جو سیدھا اور ہمارے سامنے ہے۔ لڑ جھگڑ کر میں کچھ پانے کے قابل نہیں ہوں کیونکہ مجھ پر میرے ماں باپ اور بہنوں کی ذمہ داری ہے جو میری آخری سانس تک برقرار رہے گی"

شاہ ویر کا لہجہ جہاں قطعیت بھرا تھا وہیں امل اسکے زہریلے طنز اور ڈھکی چھپی باتوں کے مفہوم بہت حد تک سمجھ چکی تھی اور شاید اسکے چہرہ پھیر لینے کا سبب بھی وہ تکلیف ہی تھی جسے کم از کم وہ بے آبرو نہیں کر سکتی تھی۔

"بہت سمجھدار ہیں آپ مسٹر شاہ ویر، خدا آپکی سمجھداری برقرار رکھے"

ہنوز منہ پھیرے وہ سپاٹ انداز سے کہتی اس سے پہلے اٹھ کر پلٹ جاتی، شاہ ویر کی قدرے پرملال پکار نے اسکے قدم ساکت کیے۔

"امل!"

وہ سختی سے شاہ ویر کے پکارنے پر اپنے دونوں ہونٹ اک دوجے میں پیوست کیے اپنی مٹھیاں بھینچ گئی جسے شاہ ویر نے آزردگی سے دیکھا۔

"مان کافی اچھی لڑکی ہے، ہوپ سو آپکے زخم بھر دے گی مسٹر شاہ۔ کیونکہ امل جلال پاشا کو تو صرف زخم لگانے آتے ہیں۔ بھرنے کا سلیقہ وہ ایک مدت سے بھول چکی ہے۔ ہیو آ سیو جرنی۔ امید ہے آپ جلد اپنی شادی کی دعوت پر مدعو کریں گے"

اک اک لفظ سے وہ شاہ ویر کے پہلے سے چھلنی دل پر خنجر چلاتی، جان بوجھ کر اسے زچ کیے بنا رخ واپس موڑے وہاں سے واک اوٹ کر گئی اور وہ اپنے آپ کو جو چند دن سے سمیٹنے کے قابل ہوا تھا، تنکا تنکا بکھر گیا۔

"کیا کروں ان باپ بیٹی کا، دونوں ہی دل اور دماغ میں آگ بھروا کر پیدا ہوئے ہیں"

امل کی حد درجہ جنونیت اور خفگی پر شاہ ویر کا پورا وجود اک لمحے میں گھوم چکا تھا۔

یہ تو نیلم چائے لے آئی تو وہ بھی چہرے کے تباہ کن تاثرات دباتا خود کو کمپوز کر گیا۔

چونکہ سفر لمبا تھا تبھی چائے کے بعد ہی شاہ ویر نے خالا جان سے اجازت طلب کی۔

امل سے بھی نیلم لان میں ہی آکر ملی تب تک مناحل اور شاہ ویر بیرونی احاطے تک جا پہنچے۔

نیلم نے امل کا اترا چہرہ تو بھانپ لیا مگر وہ یہی سمجھ رہی تھی کہ وہ اسکے جانے پر منہ پھلائے ہوئے یوں باہر آکر بسوری صورت لیے بیٹھی ہے۔

"اب یوں خفا ہو کر رخصت کرو گی تو میرا دل یہیں اسی گھر کی دہلیز سے لپٹ جائے گا، امل میری جان سمائیل کر دوناں"

امل جو لان میں لگی گارڈن چیئر پر بیٹھی جاگرز کے کونوں سے معصوم سی گھاس نوچ نوچ کر نکال رہی تھی، نیلم کے افسردگی کے سنگ قدموں میں بیٹھ کر لاڈ جتانے پر آنکھیں گھما گئی۔

"امل! جانتی ہو ناں تم نیلم کی جان ہو۔ ایسے کرو گی تو رو دوں گی بتا رہی"

رونے سے پہلے ہی نیلم کی آواز بھرائی اور اس سے پہلے وہ نازک شہزادی رو کر پہاڑوں کے پار اترتی روشنی خفا کر دیتی، امل چہرے پر ازلی شریر مسکراہٹ لیے نا صرف خود اٹھی بلکہ نیلم کو بھی دونوں شانوں سے تھامے کھڑا کیے اسکے ابھی بھی وہی چادر اوڑھنے کو تکتی پہلے تو زبردست جھپی ڈالے مسکرائی اور پھر نیلم کا گداز چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرے تھاما۔

"نہیں رونا! ورنہ وہ چادر والا فدا بندہ مجھے اس دنیا سے غائب نہ کروا دے۔ میں تمہاری فرمائشی لسٹ کا آج پتا لگوانے والی ہوں۔ اس باولے بندر سے مل کر اسکے بھائی کے بارے تفتیش کروں گی۔ اگر وہ بندہ واقعی ویسا ہی ہوا

جیساتم چاہتی تو بس پھر تمہاری ایک نہیں سنوں گی۔۔۔۔اور مان سے بھی ملنا ہے۔ مسٹر شاہ کا بندوبست کرنا ہے ورنہ بچارے کنورا ے ہی دنیا میں پھڑ پھڑاتے رہ جائیں گے"

کچھ قبل کی ساری اذیت اور تکلیف پلوں میں ہوا کیے وہ اپنے خطرناک ارادوں سے آگاہ کیے نیلم کی جان نکال چکی تھی جو آگے سے آنکھیں پھاڑے امل کو خوفزدہ ہوئے یوں دیکھنے لگی جیسے وہ امل نہیں کرنانی جادوگرنی ہو۔

نیلم کے حواس باختہ ہونے پر امل اسکے دونوں رخسار کھینچے باقاعدہ لال کرتی آگے سے دانت دکھائے دور ہوئے اور بڑے اداب سے جانے کا راستہ چھوڑا۔

"تم ناں۔۔۔امل تم بس میرے ہاتھوں ضائع ہو جاو گی سن لو۔۔۔خبر دار جو تم نے کچھ بھی الٹا سیدھا کیا۔ میں تم کو چھوڑوں گی نہیں۔ سن لو امل میں سخت والا ڈانٹ دوں گی تمہیں"

امل کی آگ لگاتی ہنسی پر وہ کڑھتی ہوئی اسے ڈپٹتی گڑبڑا بھی رہی تھی جبکہ امل منصوعی شریف بن کر سر کو اثبات میں ہلائے نیلم کی ہر بات مان رہی تھی مگر حقیقت میں اپنے دماغ کی ساری صلاحتیں ایکٹیو کر رہی تھی۔

نیلم کو جانا تھا تبھی سہمی سی رحم طلب نظر وہ امل کے شیطانی دماغ سے پناہ مانگتے ہوئے اس پر ڈالتی باہر لپکی جبکہ امل صاحبہ دل ہی دل میں منصوبے بنائے ڈرامائی انداز سے نیلم کو ہاتھ ہلانے لگی۔

جبکہ شاہ ویر کی نظریں اس نے سرے سے نظر انداز کیے ان سب کے نکلتے ہی اک نگاہ ساتھ والوں کے گھر کی خاموشی پر ڈالے اپنے قدم اندر بڑھا لیے۔

..________________________..

"بھائی میں اس پتے پر آ گیا ہوں، خبر سچی ہے۔ یہ لوگ پچھلے بائیس سالوں سے اس محلے میں مقیم ہیں۔ سفید پوش مگر عزت دار گھرانہ ہے۔ اب آگے آپ حکم کریں"

ماہ جبین جو لنچ مبین کے ساتھ کیے بزنس میٹنگ میں جا چکی تھیں اور خود وہ گھر میں بورئیت محسوس کیے گھر سے نکل کر قاری وحید کے آستانے چلنے کی نیت سے پیدل چل رہا تھا جب اسکے بہت قریبی آدمی بلاول کی کال آئی جس میں وہ اسے یہ اطلاح بہم پہچائے ایک پسماندہ سے علاقے میں موجود تھا، جہاں گنجان گلیاں اور کئی گھر تھے جو تمام ہی قابل مرمت حالت میں تھے مگر پشماندہ طبقہ پھر بھی اس محلے میں امن و آمان سے مقیم تھا۔

جہاں بلاول کھڑا تھا وہاں سے چھوٹی سڑک نکل کر مین بڑی بازار والی سڑک سے جا مل رہی تھی۔

ارد گرد دکانیں تھیں، اور شور و غل مچاتی ٹریفک اپنے معمول سے گزر رہی تھی۔

مبین اس وقت سفید کف لگے سوٹ میں ملبوس تھا، پاوں میں نفیس سی چپل تھی جبکہ کندھے پر غیر ترتیب طریقے سے چادر ڈال رکھی تھی، چونکہ قاری وحید کی مسجد بھلے یہاں سے کافی فاصلے پر تھی مگر وہ ہر جمعہ اپنی قریبی مسجد چھوڑے پیدل انکی مسجد چل کر ہی جاتا تھا۔

ویسے بھی وہ اللہ کے گھر تک پیدل سفر کرنے کا ہی معترف تھا، یوں ہر قدم پر ملنے والی نیکی اسکے لیے انتہائی قیمتی ہوتی تھی۔

"ٹھیک ہے، تو امانت ان تک پہنچا کر واپس آجاو"

نرم اور شفیق انداز میں وہ بلاول کو اگلی تاکید فراہم کیے کال بند کرتا، فون جیب میں رکھے اپنے سفر کی رفتار بڑھا گیا۔

جبکہ دوسری جانب بلاول، ہاتھ میں ایک بیگ تھامے ہوئے اس مطلوبہ پتے پر بنے گھر کی جانب بڑھا۔

دروازے پر پہنچ کر پہلے گیڈ کی اک جانب لگی تختی پڑھ کر تصدیق کی اور پھر مودب ہوئے اک کونے میں کھڑے ہو کر دستک دی۔

دوسری بار دستک دینے پر وہ لوہے کا بوسیدہ اور بے رنگی دروازہ کھلا اور اندر سے اک ضعیف اور بہت کمزور سی خاتون باہر آئیں۔

وہ سامنے کسی کو نا پائے مڑیں تو سامنے کھڑے بلاول کو مانوس نظروں سے تکنے اور پہچاننے کی کوشش کرنے لگیں مگر انھیں کمزور یاداشت کے باعث یاد نہ آسکا تو خود ہی بلاول نے زرا آگے بڑھ کر سلام پیش کیے ان سے اپنے سر پر ہاتھ پھروایا۔

" معاف کرنا پتر میں سیانی (پہچانی) نی تجھے، کون ہے اور کس سے ملنا ہے "

اپنی سادہ لوحی کے سنگ وہ بلاول سے استفسار کیے اپنی کانپتی آواز کے سنگ بولیں تو بلاول نے اپنے ہاتھ میں تھاما بیگ بہت سلیقے سے ان بوڑھی بے جی کو تھمایا۔

"میں اللہ کا بندہ ہوں اور اللہ نے ہی مجھے بھیجا ہے۔ آپ عمرہ کرنا چاہتی تھیں مگر اسباب نہیں تھے۔ اس بیگ کو اندر لے جا کر اپنے بیٹے کو دیں۔ اس میں آپکا عمرہ ٹکٹ ہے اور باقی تمام ضروری اشیا۔ اور میرا کارڈ بھی ہے۔ پاسپورٹ وغیرہ کا تمام کام ایک ہفتے میں مکمل ہو جائے گا۔ میں نے جو کاغذات ضروری ہیں انکی لسٹ بنادی ہے۔ وہ آپ اپنے بیٹے کے ہاتھ میرے گھر بھجوا دیجئے گا۔ ان شاء اللہ دو ہفتے بعد اجتماعی قافلے کے سنگ آپ بھی اپنے بیٹے کے ساتھ عمرہ کی سعادت پائیں گی"

بلاول بہت نرمی اور رسان کے سنگ ان ضعیف خاتون کو جو کہہ رہا تھا اس پر وہ خاتون یکدم ہی خوشی اور بے یقینی کے سنگ آبدیدہ ہو گئیں۔

انکی اللہ کے گھر کو دیکھنے کی تڑپ انکی آنکھوں سے آنسوؤں سا بہتی چلی گئی، جبکہ عقب سے انکا فرزند بھی باہر آیا تو معاملہ جان کر نہ صرف خوشی سے جی اٹھا بلکہ باہر آکر باقاعدہ تشکر کے سنگ بلاول کو گلے لگائے اسکا ہاتھ تھامے شکریہ ادا کیا مگر وہ ضعیف خاتون تو اب بھی شکر گزاری کے آنسو بہا رہی تھیں پھر جب انکے فرزند نے انکو گلے لگائے حوصلہ دیا تو وہ کچھ سنبھلیں۔

ناجانے کتنی دعائیں، کتنے پیار اور شفقت بھرے جملے تھے جو وہ ان دو کی ہنستی آنکھوں سمیت بٹورتا ہوا اس محلے سے نکل کر سڑک کی جانب کھڑی گاڑی تک آیا۔

"مجھے اس امانت کو پہنچانے کا ذریعہ بنانے والا کاش خود ان لوگوں کی شادی مرگ سی کیفیت دیکھ لے تو یہی سوچے گا کہ وہ حقوق العباد کا ہر تقاضا خوش اسلوبی سے نبھا رہا ہے لیکن وہ قلب کب بھرتا ہے جسے مخلوق خدا کی خدمت کا نشہ لگ جائے۔ واہ میرے مولا! یہ تیری اونچی شان ہے، تیری

مخلوق میں باقی بچ چکے یہ چند تیرے بندے تو نیکی کرتے ہوئے دوسرے ہاتھ تک کو خبر نہیں ہونے دیتے۔شاید انسانیت جسے کہتے ہیں وہ یہی ہے اور معدوم ہوتی جا رہی ہے۔مجھے اس کار خیر میں شامل کرنے کے لیے بے حد شکریہ میرے مالک"

بلاول کی آواز خود کلامی کرتے ہوئے اک جوش سے کپکا اٹھی اور وہ پھر بھی اپنی آنکھوں کو آبدیدہ ہونے سے روکتا اک نگاہ اس بھرے گنجان علاقے پر ڈالتا اپنی گاڑی میں بیٹھ گیا۔

اور وہیں تیسری سمت نماز ظہر کے بعد سے ہی قاری وحید انجم مسجد کے وسیع صحن میں دو گھنٹے بچوں کو قرآن پاک اور اسکی تفسیر پڑھانے کا فریضہ نبھایا کرتے تھے اور آج بھی یہ روحانی خدمت زور وشوق سے جاری تھی اور کوئی سماعت بس خاموشی سے قاری وحید کی وجد کرتی تلاوت سنے اور وہ زبان الفاظ دہرائے بلکل ان بچوں کی پیروی کر رہی تھی۔

دوپہر دو سے چار بجے تک وہ پچھلے آٹھ سالوں سے قاری وحید کی اجازت سے اک کونے میں آکر بیٹھ جاتا تھا اور بنا کسی عبادت کی ادائیگی کے وہ بس انکی تلاوت اور وہ جو کتاب تفسیر سے پڑھتے، انکے لفظ سنتا تھا۔

صرف جمعے کے روز وہ نہ آتا کیونکہ اس روز مبین عارض سکندر کی آمد ہوتی تھی۔

یہ سچ تھا کہ اس نے بچپن میں المیرا سے ہی قرآن پڑھنا سیکھا تھا مگر پھر جلد بھلا بھی دیا، اسے یاد نہیں تھا کہ اس نے اس کے بعد کبھی قرآن کھول کے دیکھنے کی کوشش کی تھی مگر آٹھ سال سے وہ صرف جمعے کے ناغے سے یہاں آکر صرف خاموشی سے اک کونہ سنبھال کر ان کی دو گھنٹے کی کلاس بڑے غور سے سنتا۔

اور کئی قاری وحید کی زبان سے سنی آیات ایسی تھیں جو ترجمے سمیت ہادی سکندر کو ازبر ہو چکی تھیں۔

اس دو گھنٹے کی کلاس میں وہ ڈیڑھ گھنٹہ سبق پڑھایا کرتے اور آدھا گھنٹہ اخلاق اور دینی مسائل کا درس دیتے تھے۔

نہ تو انہوں نے کبھی ہادی سکندر سے بے دین کو اللہ کے گھر بغیر مقصد آنے سے روکا نہ وہ ہادی سکندر کو باقی دنیا کی طرح برا جانتے تھے، انھیں ہادی سکندر کی خاموشی اور عاجزی جو مسجد میں آتے ہی بڑھ جاتی، بھایا کرتی۔

بھلے وہ یہاں نماز ادا نہ کرتا نہ دین کا کوئی مسئلہ پوچھتا نہ قرآن پڑھتا تب بھی وہ ہادی کے فقط چپ چاپ بیٹھ کر کلاس سننے پر دل و جان سے راضی رہتے۔

لیکن آج آٹھ سال کا سلسلہ منقطع ہونے والا تھا کیونکہ مبین آج جمعے کے علاوہ قاری وحید سے کچھ اہم بات کرنے انکی سمت روانہ ہو گیا تھا۔

جبکہ آج بھی ہادی سکندر، ہر روز کی طرح قاری وحید انجم کی نشست سے کچھ فاصلے پر بیٹھا سر جھکائے، آنکھیں بند کیے انکی زبان پر جاری آیات کا ورد سن رہا تھا۔

"وَاَن ◌ فِقُو ◌ امِن ◌ مَّارَزَق ◌ نٰكُم ◌ مِّن ◌ قَب ◌ لِ اَن ◌ يَّا ◌ تِيَ اَحَدَكُمُ
ال ◌ مَو ◌ تُ فَيَقُو ◌ لَ رَبِّ لَو ◌ لَا ◌ اَخَّر ◌ تَنِي ◌ اِلٰ ◌ ى اَجَلٍ
قَرِي ◌ بٍ ◌ فَاَصَّدَّقَ وَاَكُن ◌ مِّنَ الصّٰلِحِي ◌ نَ ﴿۱۰﴾"

یہ آیت پڑھتے ہوئے قاری وحید انجم کے نورانی چہرے پر مسکان اتر آئی کیونکہ مسجد داخلی دروازے سے وہ نورانی چہرہ دیکھائی دیا اور وہ عاجز پیکر جس نے مسجد سے نکلتے امام مسجد کو خوش دلی سے بغل گیر کیا اور وہیں رک کر حال احوال پوچھنے لگا۔

پھر اک پر اسرار سی نظر اپنی دوسری طرف بیٹھے ہادی سکندر پر ڈالی جو ہر پس و پیش سے بے خبر بس انکے اگلے لفظوں کا منتظر تھا۔

"اور جو رزق ہم نے تمہیں دے رکھا ہے اس میں سے خرچ کرو قبل اس کے کہ تم میں سے کسی کو موت آجائے پھر وہ کہنے لگے: اے میرے رب! تو

نے مجھے تھوڑی سی مہلت کیوں نہ دی تا کہ میں صدقہ دیتا اور میں (بھی) صالحین میں سے ہو جاتا۔"

قاری وحید اپنے سامنے قطاروں میں بیٹھے بچوں سے مخاطب تھے، وہ سب خشوع خضوع کے سنگ اس ترجمے کی وسعت جاننے کے طلب گار تھے۔

جبکہ امام مسجد سے ایک ملاقات کیے وہ ویسی ہی عاجز ہستی لیے مسجد کے اندرونی احاطے کی سمت مڑا۔

داخلی پٹی پر ہی اپنے پیر جوتوں سے آزاد کیے اور اندر داخل ہوا۔

"آہ موت کا دن! جو ہر مہلت اور ہر آسانی اپنے ساتھ بہا لے جائے گا۔ میرے بچو! ذرا غور کرو اس آیات مبارکہ پر۔ یہ کیسی وسعت لیے ہوئے ہے۔

موت کے وقت یہ حقیقت آشکار ہو جائے گی کہ راہ خدا میں مال خرچ کرنے کا کیا رتبہ ہے، کتنے بڑے بڑے ثواب ہیں۔ کیسی کیسی خوشخبریاں ہیں۔ رب

نے اس راہ میں خرچ کرنے کے کتنے انعام طے کیے ہیں۔۔۔ میں اپنے رب کی مہربان ذات پر قربان چلا جاوں۔

ہائے جب یہ انکشاف ہو گاناں تو اس انکشاف کے بعد وہ بندہ حسرت کا اظہار کرے گا: کاش ایک موقع پھر مل جاتا تو جی بھر کر راہ خدا میں مال خرچ کرتا۔ کاش مہلت ملے تو اپنا اک اک روپیہ قربان کیے اپنے لیے نیکیاں سمیٹ لیتا، لیکن جب موت سامنے آئے گی تو ایک مرتبہ ساری زندگی کا کیا دھرا سامنے آئے گا اور موت سے پہلے اپنی آئندہ زندگی کے بارے میں علم ہو جائے گا۔ اس لمحے بندہ حسرت کا بھی اظہار کرے گا اور مزید مہلت کی تمنا کرے گا"

نرم اور پر اثر انداز لیے قاری وحید اپنے تمام بچوں کو سمجھانے لگے اور ساتھ ہی خاموشی سے چہرے پر ہمیشہ کا شیریں پن سجاتا وہ ہادی سکندر پر آسودہ سی نگاہ ڈالے اسی صف میں آ کر بیٹھ گیا۔

مگر ہادی سکندر کو انہونی کا احساس اس وجد کی کیفیت سے نکال لایا اور بے ساختہ اسکی آنکھیں اٹھیں تو جیسے ہٹنا ہی بھول گئیں۔

وہ اسکے ایک اور راز سے واقف ہو گیا تھا، ہادی سکندر کا دل سوکھے پتے کی مانند لرزا مگر وہ کیا جانتا کہ اسکا یہ راز بہت پہلے ہی مبین عارض کے جواب، فاش کر چکے ہیں۔

وہ ہادی سکندر کی اڑی رنگت اور بدحواس کیفیت کو پر سکون ہوئے دیکھ رہا تھا۔

جبکہ قاری وحید انجم بھی مسکراتے ہوئے آج اپنی جماعت کا جلد اختتام کیے مبین اور ہادی دونوں کو اپنے حجرے میں آنے کا کہے اٹھ کر تشریف لے گئے جبکہ ہادی سکندر نے چاروناچار کاٹ کھانے کے انداز میں مبین کا سلگاتا تبسم دیکھا اور اندرونی سمت لپک گیا۔

مبین عارض سکندر کے ہونٹوں پر اس صیاد کی اسیری نے جاندار مسکراہٹ سجادی۔

..________________________..

قاری وحید انجم کا حجرہ مسجد کے سادہ اور نفیس سے کمرے جیسا ہی تھا جس کے فرش پر قالین بچھا تھا اور دیواریں دورنگی اور مختلف احادیث اور آیات کی فریمز سے بھری تھیں۔ ایک طرف قبلہ رخ جائے نماز بچھا تھا تو دوسری سمت زرا اونچی جگہ انکی نشست جبکہ اردگرد نرم گدیاں، سامین کے بیٹھنے کے لیے دھری گئی تھیں۔

اس وقت حجرے میں خاموشی اور کھینچاو کی سی کیفیت طاری تھی، قاری وحید نے خود اپنی نشت سنبھال کر اپنے دونوں اطراف روبروان دو کو بیٹھار کھا تھا۔

ہادی سکندر جو اپنے چہرے پر خفگی اور ناراضگی لیے بیٹھا تھا اور مبین عارض سکندر جسکے چہرے پر بلا کا سکون درج تھا۔

"سورت نور میں ہمارا پاک پروردگار معاف کرنے کا پیارا سا حکم دیتا ہے، ارشاد باری تعالی ہے:

وَلۡیَعۡفُوۡا وَ لۡیَصۡفَحُوۡا ؕ۔ اَلَا تُحِبُّوۡنَ اَنۡ یَّغۡفِرَ اللّٰہُ لَکُمۡ ؕ۔ وَ اللّٰہُ غَفُوۡرٌ رَّحِیۡمٌ (اور انہیں چاہیے کہ معاف کردیں اور درگزر کریں، کیا تم اس بات کو پسند نہیں کرتے کہ اللہ تمہاری بخشش فرمادے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔)"

دونوں فریقین پر باری باری شفقت سے بھری نگاہ ڈالے وہ دوطرفہ تاثرات بھی بخوبی بھانپ رہے تھے جہاں اک گہرا سمندر تھا تو دوسرا آتش فشاں پہاڑ۔

اور وہ ہادی سکندر جھٹکے سے مبین عارض سکندر کی پرسکون آنکھیں تکنے لگا اور یہ سامنا اسکی نگاہوں کے سرد پن میں وافع اضافہ کرتا نظر آیا۔

"لیکن یہ بھی تو ارشاد ہوا ہے قاری وحید انجم صاحب کہ جتنی تکلیف دے اس کو اتنی تکلیف دی جائے۔

(وَاِنۡ عَاقَبۡتُمۡ فَعَاقِبُوۡا بِمِثۡلِ مَا عُوۡقِبۡتُمۡ بِهٖ‌ ؕ وَلَئِنۡ صَبَرۡتُمۡ لَهُوَ خَيۡرٌ لِّلصّٰبِرِيۡنَ) اور اگر تم (کسی کو) سزا دینے لگو تو ایسی ہی سزا دو جیسی تمہیں تکلیف پہنچائی گئی ہو اور اگر تم صبر کرو تو بیشک صبر والوں کیلئے صبر سب سے بہتر ہے۔۔۔۔

معذرت کے ساتھ مگر مجھ میں صبر کی بہت کمی ہے"

گویا صاف گوئی اور عاجزی کا اس قدر حسین مظاہرہ خود قاری وحید پہلی بار ملاخطہ کر رہے تھے البتہ مبین نے ضرور ہادی سکندر کی آنکھوں کے دکھ پر سکون زائل کیے فکری سنجید گی اوڑھی۔

"انسان خطاء کا پتلا ہوتا ہے، کچھ دانستہ اور کچھ غیر دانستہ خطائیں سرزد ہو ہی جاتی ہیں۔اور ویسے بھی بدلا لینے کی نوبت بھائیوں میں ہر گز نہیں آتی۔

محبت، درگزر اور احساس جیسے یہ تمام جذبے دلوں کو ہر کثافت سے پاک کر دینے کی طاقت رکھتے ہیں"

وہ نرم اور باوقار آواز دلوں کو سکون پہنچارہی تھی تو وہیں ذہنوں کے الجھے ریشے سلجھانے لگی مگر آٹھ سال کا غبار دل میں لے کر سلگنے والا ہادی سکندر ابھی نہ تو اتنا مضبوط تھا نہ بہادر کہ خود کے ساتھ زیادتی کرنے والے مبین عارض سکندر کو آسانی سے بخش دیتا۔

"نہیں، بعض اوقات بدلہ ناگزیر ہوا کرتا ہے۔ تاکہ اس سامنے والے کو یہ تو خبر دلائی جاسکے کہ اسکے ظلم نے کیسی قیامت ڈھائی تھی۔ یہ آپ کے سامنے بیٹھا شخص میرا کوئی عام یار نہیں تھا جو میں اسکی کوتاہیوں پر عام سی سزا سنائے بری کردوں۔ یہ میرا روح شناس تھا جس نے مجھے نہ سمجھ کر میری ذات کے ٹکڑے کیے تھے۔ اسکا قصور چھوٹا سا ہو کر بھی ہادی سکندر جیسے پہاڑ مرد پر اتنا بھاری ہے کہ پچھلے آٹھ سال سے میں اس تلے دبا سسک رہا ہوں"

وہ یکدم ہی آزردگی کی حدیں عبور کیے سلگ کر تکلیف سے اٹاوار کر رہا تھا، بے خوفی اور بے باکی سے مبین عارض سکندر کی آنکھوں میں اپنی جلتی آنکھیں گاڑے اسے اعلانیہ طور پر جنجھوڑ رہا تھا۔

جہاں اسکے پھٹ پڑتے دکھ نے قاری وحید کا دل بوجھل کیا وہیں مبین عارض اسے فقط دیکھتا ہی رہا، شاید اس کی نظریں پشیمان اور ہلکان دونوں تھیں تبھی جھک گئیں۔

"میں نے مصلحتاً یہ راہ چنی، صرف تمہاری ہدایت کے لیے۔ تم مجھے خود سے الگ کیے خود پیچھے ہٹے تھے۔ اپنی ذات کو ایک پہیلی بنا کر۔ تو کیسے سمجھتا میں ہادی سکندر کو۔ کیسے یقین کرتا کہ ہادی سکندر نے مجھے روح شناسی کی مسند سے اتار پھینکا ہے۔ کیسے اس بات کو تسلیم کرتا کہ ساری دنیا کو اک طرف رکھ کر مبین عارض سکندر کے سامنے کھرا سچ کہہ دینے والا ہادی سکندر اسی سے اپنی زندگی کی سب سے بڑی تکلیف چھپالے گا۔ تمہیں سزا نہیں دی تھی، تمہیں اپنے دکھ کم از کم خود سہنے کا حوصلہ فراہم کیا تھا۔ کہ اگر تم اس

تکلیف سے کرچی کرچی ہو گئے تو کم از کم اک موہوم امید ہو گی جس کے بل پر میں تمہیں واپس زندگی کی سمت لوٹ آنے پر مجبور کروں گا"

وہ اپنے آپ کو کبھی اس قدر برہم محسوس نہیں کرتا تھا جتنا اس لمحے ہادی سکندر کی زہریلی باتوں کا توڑ کیے ہوا تھا، وہ آنکھیں تاسف سے بھر گئیں۔

جبکہ ہادی سکندر پر گویا اثر ہی نہ ہوا۔

وہ سر جھٹک کر اسکی ایک اور کوشش پر زخمی سا قہقہہ لگا گیا جبکہ قاری وحید انجم بہت گہرائی سے ان دونوں کے مکالمے کو سن اور سمجھ رہے تھے۔

"اس نے دو بار میری جان بچائی، ہاں مقروض ہوں اسکا مگر مجھے افسوس فقط اتنا ہے کہ اس شخص نے میری مسیحائی تو کی مگر میرا دکھ جاننے کے کوئی جتن نہ کیے۔ کیا اسے نہیں پتا تھا کہ ہادی سکندر کی ہر ناں میں ہاں چھپی ہے۔ اس نے بھی مجھے دنیا کی نظروں سا دیکھا، دو بار جان بچا کر تیسری بار جھٹکے سے سزا سنائے جان بھی لے لی۔ کیا اسے میری ضد کا علم نہیں تھا، کیا یہ نہیں

جانتا تھا کہ ہادی سکندر عام انسانوں جیسا نہیں ہے۔ ہادی سکندر تو ایسا خود بین شخص تھا جسے فقط مبین عارض سکندر کی توجہ اور ساتھ درکار تھا مگر وہ کہتا نہیں تھا۔ اسے خود سمجھنا چاہیے تھا، اسے خود میری تکلیف تلاش کرنی چاہیے تھی مگر نہیں یہ سزا سنا کر بری الزمہ ہو کر چلا گیا۔۔۔۔ مجھے اکیلا چھوڑ گیا۔ اس ملک سے دور، ہادی سکندر کی سیاہ ذات اور مسلط ہوئے بوجھ سے جان چھڑوا کر"

اک اک لفظ میں تکلیف کا جہاں بسائے، سرخ تپش لٹاتی آنکھیں، مبین کی آزردہ آنکھوں میں گاڑے وہ اپنے دل میں بھڑکتے شعلوں پر لاکھ قابو پانے کے جتن کرتا رہا مگر اس سے یہ بھی نہ ہو پایا۔

ہادی سکندر اس سے اس درجہ بدگمان اور ناراض ہو جائے گا یہ تو مبین عارض سکندر نے گماں تک نہ کیا تھا تبھی تو ہادی کی ہر ہر بات اسکے چہرے پر چٹانوں کی سختی اتار لائی۔

"میں پڑھنے گیا تھا، بابا کا بزنس میری ذمہ داری تھی۔ خود کو کسی قابل بنانا اہم تھا، اور تم بھول رہے ہو کہ اس آخری ملاقات میں تم نے مجھے بہت دکھ پہنچائے تھے۔ میری محبت اور میری دوستی پر حرف اٹھایا تھا۔ یہ میں ہی تھا جو بنا کچھ کہے چپ چاپ تم سے دور چلا گیا، اک اک لمحہ پشیمانی، تکلیف اور اذیت میں گزارا میں نے۔ تمہیں صرف میرا منظر سے اوجھل ہونا دیکھائی دے رہا ہے، میں کیوں اوجھل ہوا اس سے صرف نظر مت کرو۔ ہاں اتنی خطاء ضرور کی ہے کہ تمہیں کمزور لمحوں میں اکیلا کر دیا۔ لیکن تم بہتر جانتے ہو اس وقت مجھے خود اکیلا رہنا مطلوب تھا۔ اگر بحث بڑھتی تو شاید ہم ایک دوسرے سے کوسوں دور چلے جاتے"

سختی اور خفگی کے سنگ وہ بھی ہادی سکندر کو سچ کا آئینہ دیکھائے بول پڑا اور ہادی سکندر یہیں تو ہار جاتا تھا، اس شخص کے ہر ستم کا اعتراف گویا ہادی سکندر کا دل موم کر دیتا۔

قاری وحید انجم ہنوز خاموشی سے دونوں فریقین کے تمام الفاظ سن رہے تھے۔

"یوں بھی تو چلے گئے ہیں، اک دوسرے سے کوسوں دور"

ایک بار پھر زہر میں بجھا ہوا اک جملہ اچھالے وہ سلگ کر مسکرایا اور مبین عارض سکندر کی پر سکون طبعیت پر اس ضدی کے عمل، برہمی اتارنے لگی۔

"یہ محض تمہارے دماغ کا فتور ہے، بس کر دو یہ جنگ۔ میں اپنی ہر غلطی تسلیم کر رہا ہوں لہذا مجھے مزید پریشان مت کرو۔ تمہیں سزا دی تھی تو آج اسی لمحے اسے ختم کرتا ہوں۔ اپنے دل کا وہ ٹکڑا جو بیش قیمتی ہے، یہیں اللہ کے اس گھر کو گواہ بنائے میں تمہاری امانت بناتا ہوں"

گویا وہ سمندر کی سی گہرائی رکھتا مہربان شخص، ہادی سکندر کے دل کا سارا کرب لمحوں میں کسی آسمانی سکون میں ڈھال گیا اور قاری وحید انجم نے جن مسکراتی نگاہوں سے مبین کو دیکھا وہ دل تک تسلی پہنچانے کا آلہ تھیں اور

پھر ساکت و بے جان والا جواب سے ہادی سکندر کو دیکھا جو اتنی جلدی مبین عارض کے پگھلنے کی امید نہ رکھتا تھا۔

"اچھا! لیکن اپنی پیاری بہن کو تم اب ایک جواری، نشئی، بے دین اور بد ذات کو خوشی خوشی دے دو گے؟ کیا یہ کھلا تضاد نہیں"

ہادی اسکی نرمی کا ناجائز فائدہ اٹھائے پھر سے تلخ اور متنفکر ہوئے پوچھ رہا تھا اور مبین عارض نے جس طرح ہادی کا یہ جملہ سہا یہ بس وہی جان سکتا تھا۔

"آٹھ سال پہلے یہ سارے لقب خود ہی تم نے مجھے تکلیف دینے کو اپنے نام کیے تھے ہادی سکندر، حالانکہ میرا اللہ جانتا ہے میں تو کسی اجنبی تک کو نیک اور بد کے ترازو پر جانچنے سے خوفزدہ ہو جاتا ہوں، تم تو تھے بھی۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔"

مبین کی برداشت سے کھیلنے کے بعد وہ خود بھی مبین کے لہجے کی تکلیف سے چونکا جو کچھ کہتے کہتے خاموش ہو گیا۔

"میں تو تھا بھی گناہ گار، تو گناہ گار کے گناہ اسے بتانے میں کیسی جھجک"

ہادی سکندر کی ہمت خود ختم ہو رہی تھی مگر وہ طنز کے کاٹ دار وار جاری رکھے مبین کا امتحان لینے کے در پر اترا تھا۔

"ایسا کوئی اختیار ہم میں سے کسی کے پاس نہیں ہادی سکندر کہ ہم دوسرے انسان کے گناہ اور ثواب کا حساب لیتے پھریں۔ میں آٹھ سال پہلے بھی تمہیں جانتا تھا اور اب بھی جانتا ہوں لہذا یہ سب تم ان سے کہو جو تمہاری رگ رگ سے واقف نہ ہوں"

مبین کا لہجہ اس بار برہمی جتا رہا تھا اور سرد مہری آنکھوں سے عیاں تھی جبکہ وہ اسی پر اکتفاء کیے اتنی جلدی اس بندے کو معاف کرنا ہرگز نہیں چاہتا تھا۔

"تم مجھے نہیں جانتے مبین عارض سکندر، ایک فیصد بھی نہیں۔ اور جب تم اسکا اعتراف کرو گے تبھی تمہیں معاف کروں گا"

اتنا سب کہنے اور سننے کے باوجود ہادی کا یہ غیر متوقع انداز اور ہٹ دھرمی مبین کو سخت بری لگی جو قاری وحید سے اجازت لیے اٹھا اور انتہائی کڑوے لہجے میں مبین پر نگاہ گاڑے بولا۔

"ایسا بے معنی اعتراف تو میں کرنے سے رہا، اب تم خود اعتراف کرو گے کہ مبین عارض سکندر تمہیں مکمل جانتا ہے تبھی تم سے اگلی بار معافی مانگوں گا"

اک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر، قاری وحید بخاری نے مسکرا کر خوامخواہ غصہ دیکھاتے ہادی اور غصہ چڑھاتے مبین کی سمت دیکھا جہاں بے شک دلوں کی ہر کثافت دھل گئی تھی مگر معاملہ اب یاری پر آن رکا تھا۔

ہادی سکندر کے مزاج میں جو چیز مطلوب تھی وہ مبین سکندر کا حق جمانا تھا، اور شاید یہی وہ واحد سکھ تھا جو آج کی اس تلخ کلامی اور گرما گرمی کے بعد دونوں فریقین نے دلی طور پر قابل تشفی محسوس کیا۔

"تم سے بڑا ڈھیٹ ہوں یاد رکھنا"

بنا قاری وحید انجم کی موجودگی کی پرواہ کیے وہ تنتنا کر اسے وارن کرتا فوری فرار کر گیا جبکہ ہادی سکندر کے جاتے ہی مبین اور قاری وحید صاحب دھیما مگر دلفریب مسکرا دیے۔

"مان لیں مبین میاں کہ آپ سے بڑے ڈھیٹ ہیں جناب، محبت چاہتا ہے آپکی، توجہ اور شاید وہ بھی ساری کی ساری۔ تبھی ادھر ادھر کی باتیں کیے ٹال رہا تھا۔ دوستی جیسا اس دنیا میں دوسرا کوئی رشتہ نہیں، اسکا خلوص دل کا سکون اور اسکی موجودگی روح کی راحت بنتی ہے۔ آپ معاملہ فہم ہیں، امید ہے اس اتھرے گھوڑے کو سنبھال لیں گے"

تمام باتیں سننے اور سمجھنے کے بعد وہ جو دل کش نتیجہ اخذ کر چکے تھے اس پر مبین عارض سکندر کے چہرے پر اسکی کھوئی مسکراہٹ لوٹ آئی۔

"ان شاء اللہ، دعا کیجیئے گا۔ اسکا منہ سیدھا ہو تو اللہ کے حکم سے ماہ نور اور ہادی سکندر کا نکاح ہو جائے گا۔ میں چاہتا ہوں یہ فریضہ آپ ہی نبھائیں۔ تاکہ

ان دونوں کو زندگی بھر ایک ساتھ خوش رہنے کی کامل اور مقبول دعائیں مل سکیں"

اپنے یقین کے سنگ وہ اعتراف کے ساتھ ساتھ اپنے نیک ارادے سے بھی انھیں آگاہ کر رہا تھا جو یہ سن کر حقیقی آسودہ دیکھائی دیے۔

"مجھے خوشی ہو گی مگر آپ بھی یہ فرض نبھالیں، عقد کرلیں کوئی بہترین عورت ڈھونڈ کر۔ میرے خیال میں اب آپکو بھی یہ سنت پوری کر لینی چاہیے، زندگی مزید خوبصورت ہو جائے گی"

اپنی خوشی کے اظہار کے ساتھ ساتھ وہ مبین عارض کی چڑھی جوانی اور باوقار شخصیت کے یوں اپنے ہی آپ تک محدود ہونے پر اسے ایک دوستانہ مشورہ دے رہے تھے اور مبین عارض سکندر کے خیال اسی لڑکی کے گرد جا محصور ہوئے۔

"اپنی روح جس پر قربان کر چکا ہوں، اپنا دل جس پر وار بیٹھا ہوں۔ خود کو بھی اسی کے لیے سنبھال رکھا ہے۔ جلد اسے اپنا بنا لے گا مبین عارض سکندر!"

وہ کہہ نہ سکا بس اس ماہ پیکر کا تصور کیے ہی دل میں عہد باندھ لیا۔

"ان شاء اللہ، اس معاملے میں بھی دعا کیجئے گا"

وہ قاری وحید انجم کے منتظر چہرے کی جانب تکتا یوں بولا تو وہ بھی سر کو خوش دلی سے اثبات میں ہلائے مسکرا دیے۔

..________________________..

"کیسے پتا چلا اسے یہ راز؟"

جیل میں ہارون سکندر کا وکیل اس سے ملاقات کیے نکلا ہی تھا کہ چائے والے آدمی کے بھیس میں ایک مشکوک انسان اسکی جیل کے سامنے آکر کھڑا ہوا اور تنفر کے سنگ ہارون سکندر کے استفسار پر مڑ کر اسکے روبرو آیا۔

"تم جیسے بیکار کی ناقص عقل کے باعث، جب پتا تھا کہ بیٹا خصلتا تم پر گیا ہے شاطر اور چال باز تو اسکی نقل و حمل پر نظر کیوں نہیں رکھی، اسکے اتنے لمبے ہاتھ اور رابطوں کا ہمیں کیوں نہ بتایا اور کیوں خبر دار نہ کیا۔ اصلی حلف نامے کی کاپی اس تک پہنچ گئی، کئی لیک وڈیوز ہتھیا لی اس نے،، یہی نہیں اعشاریہ کے بڑے بڑے لوگوں سے منہ ماری کی اس نے۔ حضرت روحان صاحب پر بھی توہین رسالت کا تگڑا کیس کروا دیا، وہ رئیس زادہ حماد چوہدری اسکا اس میں مددگار تھا اور مبین عارض سکندر کے کئی بڑے ساتھی بھی اسکے خفیہ مددگار رہے بنا ہادی کو خبر کیے، مبین عارض کو چھ ماہ پہلے اعشاریہ تنظیم کے کچھ ارکان پر شک ہوا تھا تبھی سے وہ بھی پردے کے پیچھے رہ کر ہادی کے راستے صاف کر رہا تھا۔ جیل سے تو تم مرتد ہو کر اپنے مذہب سے مکر کر

نکل جاؤ گے لیکن حضرت کے عتاب سے تمہیں کوئی نہیں بچائے گا۔وہ تمہارے جسم کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالیں گے۔"

وہ چائے والا جیسے کاٹ کھانے کو ہی اتر آیا، گویا ہارون سکندر کے مکرنے کو مرتد ہونے کی مہر ٹھہرایا، کیونکہ اسکے بقول وہ اسے جھوٹے مذہب سے انکاری ہو کر اپنی جان بچانے کے چکر میں تھا۔

اسکا بس نہ چلا وہ ہارون سکندر جیسے نالائق اور بکواس آدمی کا منہ نوچ دے جبکہ ہارون سکندر ان حقائق پر صدمے میں غرق پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

اسے محسوس ہوا زمین کا ہر زدہ اسکے خلاف ہو گیا ہے، جبکہ انکے اس حضرت یا جو بھی محترم آدمی تھا، اسکی گستاخی پر ہارون سکندر نے جھر جھری لیے ہادی کے اس عمل کو گناہ تسلیم کیا۔

"مرتد ہو گیا میرا خاندان، آہ ہادی آہ"

وہ تڑپتا ہوا زمین پر ڈھے سا گیا اور وہ آدمی جو باہر کھڑے اسکی جان لینے کی حسرت میں تھا، اک کسیلی نگاہ ڈالتا وہاں سے چلا گیا۔

ہارون سکندر کو کچھ دیر پہلے ہی اسکا وکیل خلانامہ کے ساتھ کیس کی فائل بھی دے کر گیا تھا۔

اسکے مطابق مکرنے میں ہی بچ نکلنے کا کچھ امکان تھا مگر اب جب وہ آدمی بتا کر گیا تھا کہ ہادی کے پاس تمام ثبوت پہنچ چکے ہیں تو ہارون کو اپنے گردن میں ابھی سے طوق محسوس ہوا۔

اسکے لگا کوئی اسکا گلا دبا رہا ہو۔

جیل کی یہ بھدی سلاخیں رفتہ رفتہ اس پر قبر کی طرح تنگ ہو رہی تھیں۔

جبکہ وہیں دوسری سمت شام ہی منور دیلانی اپنی پوری کمرشل ٹیم کے ساتھ مری اپنی مطلوبہ سائیڈ پر بنے ملحقہ گیسٹ ہاوس میں آچکا تھا۔

وہیں منہاس علی تنتناتا ہوا اس خبر اور دیلانی کی پھرتیوں پر آگ بگولا ہوئے اپنے آفس میں کھڑا کسی کا نمبر ملاتا دیکھائی دیا۔

نجاست اور تکبر سے اسکا چہرہ اٹا تھا۔

" پہنچ گئے ہو تو میری بات دھیان سے سننا، ہر چھوٹی سے چھوٹی چیز پر اپنی عقابی نظر گاڑے رکھنا۔ عبداللہ عارض سکندر کی ذات سے جڑی غیر معمولی چیز بھی ہمارے بہت کام آئے گی۔۔ جا کر منور دیلانی سے ملو، شوٹ کی تیاریاں دیکھنے سائیٹ پر عبداللہ لازمی آئے گا۔ مجھے امید ہے تم آج ہی اچھی خبر سے میرا عتاب قدرے کم کر دو گے جمشید"

چنگاڑیاں اگلتی زبان اور وحشت بھری آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر پتھر کیے وہ مقابل اپنے آدمی کو حکم سونپتا کال کاٹ گیا جبکہ اسکے چہرے پر اپنے اس مکر و کھیل کو رچانے پر غلیظ ہنسی پھیل گئی۔

..________________..

رات کے پل تھانے میں اس وقت مبین عارض سکندر اور ہادی سکندر کی موجودگی قدرے غیر یقین تھی، مسجد کی اتفاقی، دل دہلاتی ملاقات کے بعد آج کی اس رات نے ان دو کو ایک بار پھر ٹکرانے پر مجبور کر دیا۔

سامنے نیوز چینلز پر دھڑکتی بھڑکتی تازہ خبر کی سرخیاں چل رہی تھیں اور اس وقت وہاں بھیانک سناٹا تھا۔

"نامور سکالر، اور محقق روحان وحدی کو قادیانیت کی حمایت اور توھین رسالت کے جرم میں ابھی کچھ دیر پہلے انکی آبائی حویلی سے گرفتار کر لیا گیا ہے۔ بتایا جا رہا ہے کہ وہ ناصرف قادیانیت کی حمایت میں ملوث رہے ہیں بلکہ کچھ ایسے وڈیوز میں دیکھائی دیے ہیں جن میں انکے بیانات توھین رسالت کے مرتکب ہوئے ہیں۔ کہا جا رہا ہے روحان وحدی کے خلاف ثبوت پولیس کے حوالے کرنے والے لوگوں کے نام صحیفہ راز میں رکھے جا رہے ہیں۔ نجی دو فیکٹریوں کے مالک ہارون سکندر کا کیس بھی اسی غیر متوقع

اور حیران کن گرفتاری سے جوڑا جا رہا ہے۔۔۔۔ مزید اپڈیٹس کے لیے ہمارے ساتھ جڑے رہیے"

چینل پر چلتی یہ خبر سننے والے وہ تینوں نفوس انتہائی پرسکون تھے، جبکہ وہ انسپیکٹر ریموٹ سے چینل بند کرتا ان دونوں جوانوں کی سمت متوجہ ہوا جو ایک دوسرے سے راضی نا سہی پر اپنی اپنی جگہ خود کو نہایت ہلکا محسوس کر رہے تھے۔

"یہ ایک بڑی جیت ہوئی ہے، قادیانیت کے اس ناسور کے خلاف۔ یہ ہرگز ممکن نہ ہوتا اگر مبین عارض سکندر اور تمہاری کوشش کا عمل دخل نہ ہوتا۔ ایسے لوگوں کے خلاف ہاتھ ڈالنے کے لیے ہمیں اکیلے نہیں بلکہ متحد ہو کر چلنا پڑتا ہے کیونکہ ابھی وہ صرف جیل کی سلاخوں تک پہنچا ہے، اسے انجام تک پہنچانے کی ایک لمبی لڑائی باقی ہے۔ اب میرا ہادی سکندر سے چھوٹا سا تقاضا ہے کہ تم اگلی پیشی تک وہ تمام ثبوت میرے حوالے کرو جو ہارون سکندر کے خلاف استعمال ہو سکیں"

غیر تمہدی اور بے لچک انداز لیے تھانیدار نے ان دونوں کا اس سب میں مددگار ہونے کا شکریہ ادا کیا اور پھر مکمل توجہ ہادی سکندر کے سپاٹ چہرے کی جانب مبذول کیے اپنی مانگ سامنے رکھی۔

"پہنچا دوں گا"

اس وقت ہادی سکندر اپنی کیفیت بیان کرنے اور خود کو سنبھالنے سے قاصر تھا تبھی دو لفظی جملہ کہتا اٹھا اور تھانے کے اس خبس بھرے کمرے سے باہر نکل گیا، خود مبین بھی انسپیکٹر کی جانب اجازت طلب نظر ڈالتے اٹھا اور ہادی سکندر کے پیچھے ہی لپکا مگر اس سے پہلے مبین عارض سکندر اس تک پہنچتا، وہ اپنی گاڑی لے کر جا چکا تھا، ہوا کی پٹ پر اس اجلت سے فرار کرتے ہادی کی یہ حرکت اس بار مبین کو گہرا زخم پہنچا گئی تھی۔

..________________________..

"کیا! مطلب آپ۔۔۔۔۔"

چونکہ شاہ ویر کے سختی سے منع کرنے کے بعد نورین اور الویر کے لائے دونوں رشتوں کے متعلق خود مہک کا دل بھی کھٹا ہو چکا تھا مگر نیلم کے سامنے وہ کہہ بیٹھیں تھیں تو آتے ہی اسکے اصرار پر انھیں تمام بات نیلم کو بتانی پڑی، جس پر نیلم کے تاثرات خاصے متوقع اور تباہ کن تھے۔

شاہ ویر نے ماں کو اس بات کے منع کرنے کے باوجود بتانے پر شاکی نظروں سے دیکھا وہیں فیاض صاحب جو اس پر خاموش تھے، نیلم کی بے قراری جان کر مطمئین تھے کہ انھوں نے اس رشتے پر نظر ثانی نہ کر کے بہتر فیصلہ لیا ہے۔

"ہاں بھئی میرا بہت دل تھا، ایسی بھی کونسی انہونی ہے۔ سب لڑکیوں کی شادی ہوتی ہے اور تمہاری کا بھی ارمان ہے مجھے"

مہک نے بہت صاف گوئی سے نیلم کے تاثرات کی نفی کیے کھانا لگاتے دلیل دی جس پر وہ سائے کی طرح پیچھے کھڑی افسردہ نیلم، بیقراری سے انھیں اپنے روبرو لائی۔

آنکھوں میں پہلے ہی سرخائی سی گھلنے لگی۔

"مجھے علم ہے پر آپکو پتا ہے میں نے بہت پہلے سے آپکو کہہ رکھا کہ میری زندگی کا فیصلہ صرف آپ اور بابا لیں گے۔ پھر کسی کے لائے رشتے پر آپ نے سوچنا تک بھی کیوں مناسب سمجھا۔ مجھے دکھ ہوا ممّا"

نیلم کی شکوہ کناں آنکھیں اور بھرائی آواز گویا سبھی کو پریشان کر گئی، مہرو، شاہ ویر اور فیاض صاحب بیقراری سے نیلم اور مہک کی جانب تک رہے تھے۔

"بری بات ہے میرا بچہ، وہ بھائی اور بھابھی ہیں تمہارے۔ کیسے غلط فیصلہ لے سکتے ہیں۔ ویسے بھی ان سب نے تو منع کر دیا، صرف میرے چاہنے سے کچھ نہیں ہو گا۔"

نیلم کا چہرہ اداسی سے ہاتھوں میں تھامے جیسے وہ اسکی خفگی کا توڑ کرنے لگیں مگر وہ ہنوز تڑپی ہوئی انکو ناراضگی سے تکنے لگی۔

"آپکے اور بابا کے ہوتے ہوئے کسی کو بھی میری فکر نہیں کرنی چاہیے، کم از کم کسی اور کے لائے کسی رشتے کے متعلق سوچ کر آپ ہمیشہ مجھے ہرٹ کریں گے مما"

نروٹھی سی وہ اس سب پر اتنا سخت رد عمل دے بیٹھی جو بات پہلے ہی ٹل گئی تھی اور یہ نیلم کا نیا روپ سبھی نے محسوس کیا۔

"وہ غیر تھوڑی تھے، تمہارا اچھا ہی سوچ رہے تھے۔۔۔ نہ یہ بات تم سمجھ رہی نہ باقی"

مہک تو اب بھی اسی میں اٹکی تھیں جبکہ انکے قائل کرنے کے انداز پر اب فیاض صاحب اور شاہ ویر بھی سنجیدہ ہوئے جبکہ نیلم کا گلاب چہرہ بھی مرجھا گیا۔

"مجھے اچھا نہیں چاہیے، مجھے خود کے لیے بہترین چاہیے۔ اگر میرے نصیب میں اللہ پاک نے بہترین لکھا ہے تو وہ خود چل کر مجھ تک آجائے گا۔ اور اگر بہترین نہیں تو مجھے اچھا بھی نہیں چاہیے"

آنکھیں زور سے میچتی وہ گہری سانس بھرے اپنا فیصلہ سبھی کو سناتی سبھی سے روٹھ کر کرسی سنبھالے بیٹھی اور اب مہک صاحبہ سبھی کے برہم چہرے دیکھ کر پشیمان تھیں۔

"ٹھیک کہہ رہی ہے نیلم، ان اماؤں کی یہ عادت بڑی خراب ہے یار۔ جس چیز سے منع کرو وہی کرتیں۔ یار کیوں اس ننھی کی جان لینے پر تلی ہیں۔ دیکھ لیں بابا، اپنی جذباتی بیوی کو۔ بس شادی ہو جائے لڑکی کی، اسکے معیار کا بھی تو

ہو کوئی۔۔۔۔اب بس۔ یہ ٹاپک یہیں کلوز ہے۔ نہیں تو مجھ میں جن آجانے بتا رہا ہوں"

کافی دیر سے ضبط کا مظاہرہ کرتا شاہ ویر بھی بول ہی پڑا اور فوری اٹھ کر لاڈلی نیلم نے بھی جا کر بھائی کے ساتھ بیٹھے لاڈ دیکھائے جس پر نا صرف مہر و اور فیاض صاحب مسکرا دیے بلکہ مہک بھی گویا اس انوکھی اولاد کے انوکھے خیالوں پر ہار مانے کرسی گھسیٹے بیٹھیں۔

"تم ویسے ہی جن ہو بنے بنائے، میری تو کوئی سنتا نہیں۔ اللہ ہی تم سب کا حامی و ناصر ہے"

گویا ابھی بھی مہک صاحبہ اپنی بات اور فکر کے اس درجہ بے نیازی سے نظر انداز ہونے پر برہم تھیں۔

اور شاہ ویر خاصے ٹیڑھے منہ کے زاویے دیکھائے والدہ جان کی برہمی کو ہوا میں اڑا گیا۔

"ٹھیک ہے مہک، جیسا بچے کہیں ویسا ہی بہتر ہے۔ جس فیصلے کو کرنے میں ماضی کی دردناک یادیں ہمک ہمک کر اداس کر دیں اس فیصلے سے پیچھے ہٹنا ہی سبکی فلاح ہے۔ جو اللہ نے میرے بچوں کے لیے لکھا ہے وہ مل کر رہے گا"

سبکی تمام باتیں بغور سننے کے بعد فیاض صاحب بھی قدرے حتمی انداز میں اپنی رائے دے گئے جس پر جہاں باقی سب بابا کی حمایت پر خوش دیکھائی دیے وہیں مہک صاحبہ بس سر ہلا گئیں۔

"یہی تو۔۔۔ویسے بھی بھلے آپ استخارہ کروا کر اپنی یقین دہانی کر لیں۔ بلکل سب واضح ہو جائے گا۔ لیکن یوں اداس نہ ہوں۔ نیلم کے لیے اللہ سب بہترین کرے گا۔ مگر کم از کم ان آزمائے جا چکے رشتہ داروں سے تو پناہ مانگیں۔ پھر سے وہیں رشتہ جوڑ کر وہی غلطی دہرانے کا کیا فائدہ۔ مجھے بھی سبکا فیصلہ معقول لگا ہے"

مہک کو اداس دیکھ کر مہرو نے بھی اپنی موجودگی کا ثبوت دیے سب کے فیصلے کا مدافعتی طور پر ساتھ دیا جس پر مہک قدرے پر سکون ہوئیں۔

"وہی تو۔۔۔پر میری فکروں والی اماں جان کو کون سمجھائے۔انھیں تو بس بچے بیاہنے ہیں۔بھلے کہیں بھی بیاہ دیں"

شاہ ویر جو کہ ماحول کی سنجیدگی کم کرنے کی سعی میں سوچ بچار کا شکار تھا، زبان پر کھجلی ہونے پر بولے بنا نہ رہ سکا اور اس بار سب کے چہروں کے ساتھ ساتھ مہک صاحبہ بھی مسکرا دیں۔

"دیکھ رہے ہیں فیاض صاحب، اس بچے کے پر کیسے نکل رہے"

نروٹھی سی والدہ کو شکائیت لگاتا دیکھ کر وہ والدہ کے لاڈوں پر فدا ہوا وہیں نیلم اور مہرو بھی اب ہنس دیں لیکن مہک صاحبہ کو نئی فکر نے آگھیرا۔

"خاور کی بہن کا فون بھی آیا تھا کچھ دیر پہلے، بتا رہی تھی کہ مہرو کے پیپرز بن گئے ہیں مگر خاور کسی کام کے سلسلے میں ایک ہفتے کے لیے پاکستان آرہا ہے۔

وہ چاہ رہی تھی کہ رخصتی کی چھوٹی سی تقریب کرلی جائے۔ظاہر ہے ہم بھی ایسے چپ چاپ تھوڑا مہرو کو اسکے ساتھ روانہ کر دیں گے۔اسکے بھی ارمان ہیں۔اکلوتا بھائی ہے باپ بن کر اسکے سر پر رہا ہے۔مجھے تو اسکی تجویز بہت مناسب لگی ہے تو آپ بھی اب زرا سنجیدہ ہو جائیں۔خالی ہاتھ مہرو کو نہیں بھیجنے والی"

مہک صاحبہ کی اس نئ فکر نے جہاں مہرو کے دل کو گد گدا اور ہلا ایک ساتھ دیا تھا وہیں نیلم اور شاہ ویر شرارت لیے چھینپی سی مہرو کو دیکھ کر مزید ہلکان کر رہے تھے البتہ فیاض صاحب کے چہرے پر بھی اک سکون سا تھا۔

"بھئ اماں آپ کہیں تو مہرو کے ساتھ میں اور نیلم بھی پیک ہو کر روانہ ہو جائیں،خالی ہاتھ واقعی انھیں رخصت کرنا بہت غلط ہے"

اس سے پہلے کہ فیاض صاحب، بیگم کی تمام فکر ہٹاتے، شاہ ویر کے بولنے پر ہنس پڑے وہیں مہر و نے دونوں بہن بھائیوں کو ایک ٹیم بن جانے پر آنکھیں نکالے گھورا جبکہ مہک بھی منہ پر دوپٹے کا پلو رکھے ہنسنے لگیں۔

ماحول گویا یکدم خوشگوار ہو گیا۔

"ارے میری بنوں سسرال چلی، اوئے ھوئے۔۔۔۔۔ بھئی سادہ سی تقریب نہیں بلکہ اچھی خاصی دھوم دھام والی کریں گے۔ اماں کونسا کوئی غیر ہو گا۔ تینوں فنکشن کرنے ہیں بس مجھے نہیں پتا۔ خالا لوگ ہوں گے۔۔ ہم اور خاور بھیا کی چھوٹی سی فیملی۔۔۔"

اس سادہ سی شادی کی تجویز پر نہ تو نیلم راضی تھی نہ شاہ ویر البتہ مہک صاحبہ فکر سے فیاض صاحب کی جانب دیکھ رہی تھیں جو انھیں آنکھوں ہی آنکھوں سے ڈھیر سی تسلی بہم پہنچائے بچوں کی خوشی میں راضی ہو گئے۔

البتہ مہرو میڈم کے چہرے پر الگ ہی خوشی اتر چکی تھی اوپر سے نیلم کا چھیڑنا گویا گال تپانے لگا۔

"چلو جیسا تم بچے چاہو، ویسے بھی رونق لگ جائے گی گھر میں۔یہی تو موقعے ہوتے ہیں زندگی جینے کے۔کونسا یہ مبارک لمحے بار بار آتے ہیں۔تو پھر آہستہ آہستہ تیاریاں شروع کر دیجیئے بیگم۔ خیر و عافیت سے میرا بچہ اپنے گھر پہنچ جائے یہی ہم سبکی اولین خوشی ہے"

گویا سب بچوں کی خوشی کو مد نظر رکھتے ہوئے فیاض صاحب نے کھلے دل سے اجازت دی اور آخری بات کہتے ہوئے اٹھ کر مہرو تک آئے اور آہستگی سے اسکے سر پر ہاتھ پھیرے گویا ہوئے مگر اپنی آواز کو بھرنے سے روک نہ سکے۔

اور مہک صاحبہ تو پہلے ہی ایموشنل ہو چکی تھیں۔

خود ہی شاہ ویر اور نیلم نے ہاتھ تھامے دائرہ بناتے ہوئے بابا اور آپی کے گرد حصار بنائے اس سچویشن کو اپنی شرارتی صورتوں سے نئ خوشیوں کی آمد کے حسین انتظار میں ڈھال دیا۔

..______________________..

"میں آتی ہوں مس مناحل، چہل قدمی کرنے باہر جا رہی ہوں"

مناحل جو نیلم اور شاہ ویر کو رخصت کرتے ہی 'امل کچن' چلی گئیں تھیں، ابھی کچھ دیر پہلے ہی آکر آرام کرنے وہیں لاونج کے صوفے پر فون لیے لیٹ گئیں تھیں، امل کے اطلاع بہم پہنچانے پر مناحل نے اپنے فون سے توجہ ہٹائے سر تا پا مودب بنی امل کو مشکوک نگاہوں سے دیکھا۔

جو جینز پر شارٹ ڈل لیمن کرتا پہنے، باریک سا فینسی سوئیٹر جو صرف خوبصورتی کے لیے تھا، اوڑھے، گلے میں چادر کے دو رول بنا کر ڈالے، بالوں کو ٹیل پونی میں مقید کیے، پیروں میں جاگرز پہنے، کانوں میں ائیر فون نسب

کیے موبائیل کو ہاتھ میں پکڑے سر ترچھا کیے روبرو کھڑی مس مناحل کی خود پر گہری تحقیق ملاخظہ کرنے گی۔

"اتنے مہذب خلیے میں؟ تاپ تو نہیں چڑھاناں میری بچی کو۔ جہاں تک مجھے یاد پڑتا ہے بال بنانے میں تو تمہیں غش پڑتے تبھی تو یہاں دو ہفتے رہنے کے بعد آخری دن مجھے ہمیشہ تمہارے بالوں کی دو گھنٹے لگا کر الجھنیں سلجھانی پڑتی ہیں۔ اور سر پھاڑ خلیے میں دو ہفتے مردے کی طرح پڑی رہنے والی میری بچی اتنا سنور کر سلیقے سے ہر چیز اوڑھ کر کونسی واک کرنے جا رہی ہے"

مناحل کے حرف بہ حرف جتاتے وار وہ ننھی جان پوری جان سے ہل کر برداشت کیے آخر تک چہرے پر منصوعی غصہ سجائے دو قدم قریب آئے رکی اور مناحل کی دبائی ہوئی ہنسی سلگ کر دیکھی۔

"آپ بھول رہی ہیں کہ امل باشا بزنس آئی کن بھی ہے اور ساتھ ساتھ فیشن سینس بھی بہت اچھی رکھتی ہے، یہ تو یہاں سردی ہوتی ہے اتنی کہ میرے

اندر کی ہڈ حرام امل باہر آجاتی ہے۔ لیکن اسکا یہ مطلب نہیں مس مناحل کے آپ میری کوالٹیلز کو انڈر اسٹیمیٹ کریں۔"

مقابل کے جلاتے تبسم پر اسی جیسا چبا چبا کر وار کیے وہ خود بھی مسکراہٹ روکنے میں ناکام ہوئی کیونکہ امل صاحبہ بھلے ہنسنا ضبط کر بھی لیں، انکی شرارتی آنکھیں راز فاش کر دیتی تھیں۔

"ہاہانابابا ہماری یہ جرت کہ آپکی ہڈ حرامی کو ہلکا لیں"

مقابل چڑاتے ہوئے بے نیازی کا مظاہرہ کیا گیا تو امل نے ساری شرارت اک طرف کیے کانوں سے دھواں نکلتے ہوئے گھوری سے والدہ کو نوازا۔

"ناٹ فیئر مس مناحل، گھر میں آپ دو میرے ساتھ یہ سلوک کرتے ہو تو دنیا کیسے میرے ٹیلنٹس کی قدر کرے۔ ہک ہاہ! امل کن بے قدروں کو مل گئی۔ یا اللہ آپ دیکھ رہے ہیں ناں آپکی اس بندی پر کیسا ظلم ہو رہا

ہے۔۔۔۔۔ خیر باقی طعنے میں بعد میں دوں گی ابھی مجھے جانا ہے۔۔۔ آپکی چیکس بھی مزے کی ہیں"

ڈرامائی انداز میں خود کو کوستی وہ اپنے کرموں کو روتی روتی، سبھی ڈرامہ رو کے جھک کر مناحل کی دونوں گال بری طرح مڑور کر مناحل کی گرفت سے کامیابی سے نکلتی پھدک کر بھاگی اور مناحل صاحبہ اس بے دردی سے امل کی اس حرکت کے باوجود اس نمونی کے بھاگ جانے کی کتنی دیر بعد تک مسکراتی رہیں۔

گھر سے نکلتے ہی امل نے راز داری سے ادھر ادھر دیکھا اور پھر چند قدموں کا فاصلہ طے کرتی آگے بڑھنے لگی، رات کے لگ بھگ آٹھ بج رہے تھے اور سردی بھی دن کی بنسبت اس وقت کپکپا کر رکھ دینے کی حد تک تیز تھی۔

عبداللہ جو منور دیلانی کے تمام سیٹپ شام کو ہی نسب کروانے کی تیاری دیکھنے گیا تھا، وہاں بس پانچ منٹ رک کے تمام معیاری کام چیک کیے واپس آرہا

تھا، کل صبح چھ سے دن دو تک اسکا شوٹ ہی تھا، تبھی ایک پر سکون اور اچھی نیند اہم تھی۔

مگر عبداللہ کی توجہ تب بھٹکی جب فارم ہاوس کے پاس کھڑی ہو کر اپنے فون پر کوئی گانا لگاتی امل پر نگاہ پڑی، کیا یہ لڑکی فارم ہاوس آئی ہے؟ محترم اس سے پہلے خوش دلی سے اس تک پہنچتے، شیطانی دماغ میں گھنٹا بجا۔

"کیوں نہ اس چڑیل کو ڈرایا جائے، بڑی پھنے خان بنتی ہے۔ دیکھوں تو کتنا دم ہے"

راز داری سے خود کلامی کرتا وہ وہیں رکے درخت کی اوٹ میں ہوا اور ایک آنکھ نکال کر ہنوز وہیں گانا سیلکٹ کرنے کی اہم سرگرمی میں منہمک امل کو دیکھا اور پھر پاس ہی زمین پر سے تین چار پتھر اٹھائے اپنے مضبوط ہاتھ میں لیے اور امل کی پشت تکتا اسکے عقب میں کچھ فاصلے پر پھینک کر واپس چھپا۔

امل کو تو خبر بھی نہ ہونی تھی مگر ایک پتھر اچھل کر اسکے شوز میں گھسا اور اس غیر معمولی حرکت پر امل نے جھٹکے سے نظر جھکا کر اپنا پاؤں دیکھا، چھوٹا سا پتھر اسکے شوز اور پیر کے درمیان آکر اٹک گیا تھا۔

"ہیں، یہ کہاں سے آیا ہے"

حیرانگی کے سنگ اپنا پیر جھاڑے وہ پلٹی تو سامنے گھپ اندھیرے اور درختوں کے جھنڈ کے سوا کچھ نہ تھا۔

اپنے کانوں سے دونوں ائیر فون ہٹائے وہ جینز کی جیب میں پھنساتی، مڑ کر کھڑی ہوئی۔

مگر اس بار پتھر کے بجائے امل کی دائیں طرف بنا درخت حرکت کیا اور چند پتے بھی گرے، امل نے اپنا حلق تر کیے خوفزدہ ہو کر باقی درخت دیکھے جو ایک دم ساکت تھے۔

سنسنی خیز سی لہر بچاری کے اندر تک اتری۔

"یہ کی۔۔ کیا ہو رہا ہے، کیا ہوا صرف اس درخت کو لگی۔۔۔۔۔مے بی کوئی پرندہ آکر بیٹھا ہو"

اپنے ڈر کو زائل کیے وہ پھر سے پر سکون ہوئے پلٹی ہی کہ عقب سے آتی عجیب سی گڑگڑاہٹ پر امل ڈر کر مڑی، مگر سامنے یکدم ویرانی اور مہیب سناٹا تکتی وہیں جم کر ارد گرد دیکھنے لگی۔

"پرندہ اتنا طاقتور نہیں ہوتا کہ درخت ہلا سکے۔۔۔۔ ہو ہو ہاہاہا۔۔۔۔ میں ہوں یہ۔۔۔۔۔ تمہارا عاشق۔۔۔۔۔۔۔ مکوٹا جن"

امل اس ڈراونی اور ناقابل برداشت حد تک ہیبت ناک آواز پر اچھلی، سہم کر فارم ہاوس کے گیڈ سے جا لگی، جبکہ اپنے سے دوگنی جسامت کے موٹے درخت کے پیچھے چھپا عبداللہ اپنے منہ سے ایسی گندی آواز کے نکلنے پر خود بھی سہم گیا۔

"استغفر اللہ، اتنا گند اٹیلنٹ بھی تھا مجھ میں۔۔۔۔۔ بائے داوے میں عینک والے جن کا سیزن ٹو کر ہی سکتا ہوں"

منہ ہی منہ میں بڑبڑاتا وہ ساتھ آنکھ باہر نکالے امل کو دیکھ رہا تھا جو امید کے مطابق ماتھے پر آئی نمی صاف کرتی ہنوز ڈر کو دبائے کھڑی وہاں کپکپاتی ہوئی کھڑی ہونی چاہیے تھی مگر وہاں امل کا نام ونشان بھی نہ تھا۔

آنکھیں تو اسکی تب کھلیں جب گلے میں چادر کا پھندا محسوس ہوئے وہ اس اچانک افتاد پر بوکھلایا۔

"ہاں بلکل تم ہٹ بھی جاوگے، مکوٹا جن کے بچے۔۔۔ کسی اور کو ڈرانے کے قابل رہوگے تو تب کروگے عینک والا جن سیزن ٹو۔۔۔۔۔ تمہیں تو میں بتاتی کہ اس پنگے کا کیا انعام ہے"

زور لگاتی وہ اس پھندے کو مزید بڑھائے پوری قوت سے اسکا گلا دبانے کے درپر تھی جو پہلے تو امل کے ہتھے چڑھ کر اپنے بے دم ہوتے قہقہے لگاتا اپنے

ہاتھ کی انگلیاں اس پھندے میں پھنسا چکا تھا مگر اس طاقتور چڑیل کے ایک اور جھٹکے پر نہ صرف عبداللہ کے ہاتھ پھندے سے نکلے بلکہ وہ واقعی اس طرح جلالی ہوئے دبا رہی تھی کہ عبداللہ کا واقعی سانس بند ہونے لگا۔

"ام۔۔مل۔۔۔۔امل جان لو گی۔۔۔"

گھٹی سی آواز جس نے امل کو بھی اک لمحے جنجھوڑا، وہ حراساں ہوئے ہاتھ فوری ڈھیلے چھوڑتی پیچھے ہٹی تو عبداللہ بھی کھانستا ہوا اسکی جانب مڑا جسکے چہرے کا رنگ فق ہو چکا تھا۔

جبکہ واقعی گلا دبنے پر عبداللہ کے چہرے پر خون اتر آیا تھا۔

"او مائی گارڈ، اتنی طاقتور کیسے ہو۔۔۔۔ بچپن میں لوہا کھاتی رہی ہو کیا۔۔ آئرن وومین۔۔ہائے اور با آج آپ کا یہ حسین بندہ اس کے ہاتھوں ہونے والا تھا ضائع۔۔۔۔ قاتلہ بن جاتی تم قاتلہ"

اپنی گردن پر ابھی بھی جلن سی محسوس ہونے پر وہ اسکی اس درجہ مضبوط گرفت اور بے حسی دونوں پر جنجھلایا، اوپر سے امل جو حواس باختہ سی اس حادثے کو سمجھنے سے قاصر تھی، کیا وہ واقعی اتنی بے حس ہو گئی ہے کہ اس نے عبداللہ کا گلا اس شدت سے دبا ڈالا۔

اوپر سے یہ نمونہ جو اسکی اس حرکت پر بھی سنجیدہ نہ ہوا، الٹا وہ امل کے یکدم سنجیدہ اور چپ ہونے پر بیقرار تھا۔

"امل !۔ واقعی اتنا برا لگتا ہوں تمہیں کہ تم مجھے مار دینے سے بھی دریغ نہ کرو"

مقابل کی آزردہ چپ پر وہ بھی اک لمحے میں سنجیدہ ہوا، رات کی اس ملگجی تاریکی اور سرد ہوا کے یکدم شروع ہوتے جھونکوں کی کوئی شدت امل پر اثر انداز نہ رہی بس اسے عبداللہ کا وہ لہجہ کاٹ گیا جس سے اس نے امل سے سادہ سا سوال پوچھا تھا۔

"مجھے جانا ہے"

خود کو بے بس پائے وہ سب بھول ہی تو بیٹھی تھی، فوراً سے بیشتر اپنی راہ میں سب سے بڑی دیوار بن کر کھڑے عبداللہ کو پرے کرتی کہیں بھاگ جانے کو لپکی مگر عبداللہ وہی چادر بہت مہارت سے امل کے گرد حصار کر اسے خود سے ایک مناسب فاصلے پر روک چکا تھا۔

"ہاں واقعی تمہیں ہر اس جگہ سے جانا ہوتا ہے جہاں عبداللہ عارض سکندر کی موجودگی ہو۔ ایک بار کہہ کے دیکھو کہ مر جاوں۔ تمہارے اور اپنے دونوں کے لیے مر جاوں گا۔ اور تمہارے معاملے میں بہت سنجیدہ اور سچا ہوں"

وہ اسکے اس منفرد طریقے سے روک لینے پر بے بس سی اپنی ہی چادر کے سنگ اسکی نظروں اور سائے کے حصار میں مقید تھی۔

وہ اسے بنا چھوئے بھی ہر احساس تک چھو گیا تھا، پھر جو جملے اس پاگل کے لبوں نے سرسراتے ہوئے ادا کیے وہ امل جلال پاشا کی دنیا تہہ و بالا کر گئے۔

وہ تو اپنی زبان، اپنے احساسات رہن دے بیٹھی تھی، بس اک تکلیف تھی جو امل کی آنکھوں میں ہلکورے لیتی عبداللہ پر کئی راز کھول گئی۔

"ایسا کچھ نہیں چاہتی امل نہ کسی کی موت مجھے کوئی سکھ دے گی۔ تم یہ بکواس نہ ہی کرو تو بہتر ہے۔ ڈرایا تم نے مجھے، کیا سمجھتے ہو اتنی چنی کاکی اور بیوقوف ہوں کہ تمہاری آواز نہ پہچان سکوں"

اپنی گھبراہٹ جو اس شخص کے خوبرو اور دل کے حسین ہونے کے باعث بڑھی تھی، اس پر ہر ممکنہ اپنے غصے کا غلاف چڑھائے وہ سرد مہری اور خفگی سے بڑبڑائی لیکن عبداللہ عارض سکندر کے ہونٹوں پر اک رسیلی مسکراہٹ تہلکہ مچا گئی جو امل کی حالت مزید بے کل کر گئی۔

"تم میری وہ جن والی آواز پہچان گئی، ہاہا جسے قسم سے میں خود پہچاننے سے چوک گیا۔ اور مکر بھی جاوں کے وہ میرے اندر سے ہی نکلی۔۔ خاصی گندی تھی۔۔۔۔"

شوخی وشرارت کے سنگ وہ ناصرف خود ہنسا بلکہ مقابل کی سکون میں ڈھلتی آنکھیں عبداللہ کو سرشار کر گئی، وہ کچھ لمحے اسے دیکھنے کو ٹھہرا پھر امل کی گھوری پر واپس مسکرا اٹھا۔

"بٹ مس امل جلال پاشا کبھی مجھے پہچاننے کی بھی کوشش کرو۔ کچھ دیر قبل سنائی دیتی آواز کی ہیبت ناکی سے یکسر الگ خوبصورتی دریافت کرو گی۔ ایک ایسا دل پاو گی جو تمہارے لیے دھڑکتا ہے، ایک ایسا انسان ڈھونڈ لو گی جس کے قریب تمہارا مقام اس آسمان کی طرح بلند و بالا ہے"

جذب سے اٹا، محبتوں کی دہائیاں دیتا لہجہ جس کو سن کر امل دنگ رہ گئی۔

کیا وہ ایک ایسا دل موہ لیتا روپ بھی رکھتا ہے، نا جانے کیوں اپنی اہمیت پر اترانے کا من کیا، بھلا اس روح زمین پر کون ہے ایسا جو محبوب بننا نہ چاہتا ہو۔

وہ ہنوز اسکی چادر کے دونوں کنارے جکڑے، اسے قید کیے یہ حکایت دل سنانے کے بعد کا خاموش مگر ہلچل مچاتا آنکھ کا وصال جی رہا تھا۔

"مجھے اونچائی سے خوف آتا ہے، پھر وہ پہاڑوں کی ہو یا کسی کے نظر میں موجود اپنے مقام کی، دل کی ہو یا مقدر کی۔۔۔۔ کہا ہے ناں میرے اپنے بہت مسائل ہیں سو مجھے ان واروں سے گرفتار کرنے کی کوشش مت کرو۔ مت سر کھپاو۔۔۔ تم دنیا کے نور نظر ہو، کوئی بھی مل جائے گی۔۔۔۔ ایک ہی زندگی ہے کیوں میرے چکر میں اسے برباد کرنے پر تلے ہو"

توقع کے برعکس وہ خاصی افسردہ ہوئے اسے اپنے آپ سے بچنے کی ترغیب دے رہی تھی اور عبداللہ یہی سوچ رہا تھا کہ کسی دن ایسے ہی وہ اسے مجبور کر کے اسکے سارے دکھ دریافت کر سکتا ہے۔

وہ دکھ جو امل کی زبان سے صرف بے اختیاری ہی نکلوا سکتی ہے۔

اس شخص کے بقول وہ اک وقت اسکے سحر میں مبتلا بے اختیار ہوئے اس جال سے نکلنے کی ہر مزاحمت ترک کیے تھمی ہوئی کھڑی تھی۔

بلکل منہ زور آندھی کی طرح جو ہر شے تباہ کرنے کے بعد کسی ویرانے کا رخ کیے اپنا ماتم مناتی ہے۔

"زندگیاں مزید بھی ہوتیں تو یہ بربادی سر آنکھوں پر تھی، ایک بار صرف میرا سوچ کر دیکھو۔ صرف ایک بار امل۔۔۔۔ ہر ضد اور غصہ ایک طرف کیے پوری ایمانداری سے۔۔۔۔ پھر بھی تمہارا دل مجھے اور میرے جذبات کو ٹھکرا دے تو میں اسے اپنا مقدر سمجھ کر ہمیشہ کے لیے تمہاری راہ سے ہٹ جاوں گا"

وہ امل کی تمام فرار کی راہیں تو پہلے ہی مسدود کر چکا تھا اور اب جس طرح اس بندہ بشر نے وہ چادر عاجزی اور نرمی کے سنگ امل کر ارد گرد پھیلائے اوڑھائی، وہ اسکے اس عمل میں الجھ گئی۔

دل پہلی بار کسی سوالی کے سوال پر بے تاب ہوئے پھڑ پھڑ ایا۔

"میری سب سے بڑی خواہش تمہیں سننا ہے امل، مجھے ایک موقع تو دے سکتی ہو"

وہ ہنوز اصرار پر بضد تھا اور وہ اب تک اپنے گریز پر پہاڑ سا جمی تھی اور پھر کچھ فاصلے پر کیمرے کی آنکھ نے انھیں رازداری سے خود میں قید کیا، فارم ہاوس کے داخلی گیڈ پر لگی روشنی ہلکی ہلکی ان دونوں کے چہروں پر پڑے پہچان کو ممکن بنانے کا سبب بن رہی تھی۔

"بزنس آئی کن جمال پاشا کی اکلوتی بیٹی، عبداللہ عارض سکندر کے ساتھ رات کے اس پل، اس طرح قریب کھڑی ہے۔۔۔واہ میرا کام تو بہت جلدی ہو گیا"

منہاس علی کا خاص آدمی جو منور دیلانی کے یہیں مری ہی کے ایک گیسٹ ہاوس رات رکنے پر اس سے ملاقات کے لیے آیا تھا، عبداللہ کا پیچھا کیے

نا صرف یہاں تک پہنچ گیا بلکہ اس نے منہاس علی کا دیا مشن بھی خوش اسلوبی سے پورا کیے اپنے قدم واپس موڑ لیے۔

اور امل اور عبداللہ کو خبر بھی نہ ہوئی کہ اک سیاہ سایہ، ہر شے سے پہلے انکا امتحان بننے سر پر منڈلانے لگ گیا ہے۔

"میں صرف جلی کٹی سنا سکتی ہوں، اور کچھ نہیں"

دو قدم کا فاصلہ مزید بڑھاتی وہ یکدم چادر کے باعث ٹھنڈ کے زور کے کم ہونے پر کچھ بہتر ہوئی۔

لیکن اسکے گال ٹھنڈ اور شاید سحر کے باعث سرخی اوڑھ چکے تھے تبھی عبداللہ نے وہ حصار توڑے، اسے چادر اوڑھادی تھی ورنہ ایسے قیدی کو رہائی دینا کہاں ممکن ہوا کرتا ہے۔

"اگر کسی اور کو دل دے بیٹھی ہو تب بھی او کے، کک مار کر پرے کر دوں گا۔ خاصا کمینہ بھی ہوں۔ تمہارے دل میں پھیل کر بیٹھ جاوں گا۔۔۔۔ سچی"

امل کی خاموشی پر وہ یونہی ہنسی مزاق میں جو بڑبڑا بیٹھا اس پر امل نے سرد آنکھوں سے عبداللہ کو دیکھا جیسے اسکی اس بات پر امل رنجیدہ ہو گئی ہو۔

"کمینے کے ساتھ ساتھ چھ فٹ کے چھچھورے بھی ہو، مجھے ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ تم میری اماں ابا بننے کی کوشش کر رہے ہو۔ وہ دو ہی کافی ہیں تفتیش کے لیے۔ خیر یہ اظہار محبت مت لے کے بیٹھ جایا کرو۔ کسی دن واقعی ضائع ہو جاوگے۔۔۔ اچھا بھلا موڈ لیے آئی تھی تم سے اورمان سے ملنے۔۔ سب کباڑہ کر دیا۔۔۔ اب جا رہی ہوں۔۔۔۔"

زور دے کر کمینے صاحب کو انکی چھچھوڑیوں پر میٹھا میٹھا بے عزت کرتی وہ افسوس زدہ ہوئے پلٹی تو عبداللہ بھی قدموں کی مٹی چھوڑتا حیرت کا مجسمہ بنے ساتھ ہی بڑھا۔

وہ امل کے اس جھٹکے پر سنبھل ہی تو نہ سکا، بھلا وہ اس سے کیوں ملنا چاہتی تھی۔

"ہے ہے گرل! ویٹ۔۔۔ کیوں ملنا چاہتی تھی تم۔۔۔۔ بتاو ورنہ گھر جانے نہیں دوں گا"

فورا سے امل کی راہ میں پتھر بنا وہ رعب جمائے بولا جس پر امل نے بیزار سی نظر عبداللہ پر ڈالی۔

"دراصل میں نے تمہارے بھائی کو پسند کر لیا تھا تو انکی کوالٹیز جاننا چاہ رہی تھی"

بے دلی سے ہی سہی وہ اسے وجہ دے کر مزید گما گئی جو آگے سے ابرو اچکاتا امل کو خفگی سے گھورنے لگا جس پر امل کا دل اسکے بال نوچنے کا چاہا۔

"اوئے بونگے، اپنے لیے نہیں۔۔۔ نیلم کے لیے۔۔۔۔ ایکچولی وہ اللہ جی کی گائے کچھ خواب لیے بیٹھی ہے۔۔ اسکے بقول اسکے ہمسفر میں کچھ کوالٹیز ہونی چاہیں تو اب تم بتاو کہ کیسے ہیں مبین عارض سکندر؟ یہ صرف ابھی میرا خیال اور ذاتی سرچ ہے تم پھٹے ڈھول کی طرح اعلان مت کر دینا"

ڈپٹ کر عبداللہ کی عقل پر ماتم کیے وہ ساتھ سارا کچھ گوش گزار کیے حقیقت میں جھٹکا دے رہی تھی اور جناب عبداللہ اس پر حقیقی تفشیش کا شکار نظر آئے۔

مان کے حوالے سے مبین کے متعلق اسکے کچھ خدشات تھے تبھی وہ سوچ میں پڑ چکا تھا۔

"لیکن۔۔۔۔۔ اچھا ٹھیک ہے میں دیکھ لوں گا"

کچھ کہتے کہتے عبد اللہ نے بات ٹالی تو امل کی خونخوار گھوری پر پھر سے چہرے پر ازلی مسکراہٹ لے آیا۔

"مبین میاں! بھئی کیا کہنے ہیں برادر صاحب کے۔ ماشاءاللہ سے ان میں کسی بابے کی روح گھسی ہے۔ مے بی پر دادا کی کیونکہ بابا بتاتے ہیں وہ خاصے ولی آدمی تھے۔ بس تم یہی سمجھ لو کہ وہ خاصیت ہمارے لالہ میں بھی ہے بس یہ تھوڑے ماڈرن ولی ٹائپ کی چیز ہیں۔ بزنس مین ہیں، خلق خدا کی خدمت اور حقوق اللہ کے پابند، اصول پسند، حقیقت پسند، اللہ کے راستے پر چلنے والے۔۔۔ مگر سب سے اہم چیز اپنے کام سے کام رکھنے والے بہترین انسان، کسی کے معاملے میں ٹانگ نہ اڑانے والے۔۔۔ سنجیدہ مزاج، دوستوں کے دوست، بڑے دبنگ لالہ اور اہم اہم میرے اماں ابا کے ایکسٹرا الاڈلے پتر۔۔۔ اتنا کافی ہے یا اور لمبی لمبی چھوڑوں"

اک اک گر گنواتا وہ امل کو حیران کرتا آخر تک شرارت سے مسکراہٹ اچھالے چہکا تو امل نے مکا ہوا میں لہرائے اسکے دانت توڑ دینے کی دھمکی سے عاشق ناتواں کو واپس پٹڑی پر چڑھایا۔

"کیا واقعی تم لمبی لمبی چھوڑ رہے تھے"

امل نے اچٹتی نگاہوں سے تکتے استفسار کیا جس پر عبداللہ نے توبہ کرتے کان چھوئے۔

"نہیں نہیں مزاق کر رہا ہوں، الحمداللہ اس سے بھی بڑھ کر ہیں۔ اور عبداللہ کی کوالٹیز بھی بتاوں؟"

سنجیدگی کے سنگ فوری اقرار کرتا وہ دانتوں کی نمائش کرتا اگلی پیشکش کر رہا تھا جس پر امل نے اسے بپھرے سانڈ کی سی گھوری پیش کی۔

"مہربانی تمہاری، اس نمونے کو جان گئی ہوں اچھے سے۔۔۔۔۔"

جان سے اتارتی وہ اس دیوار کو پرے کرتی گھر کی سمت لپکی مگر ایک بار پھر عبداللہ کی آواز پر رکی۔

"اور مان سے کیوں ملنا تھا؟"

یہ سوال عبداللہ نے اپنے بڑھے تجسس کے مارے پوچھا تو امل مڑ کر روبرو ہوئی۔

"مان نے مسٹر شاہ ویر سے تین تین بار ٹکرانے کا نہیں بتایا تمہیں؟ ارے نیلم کے بھائی۔ تین بار ملاقات ہوئی دونوں کی۔۔۔ ایک دن سڑک پر وہ انکی گاڑی سے ٹکراتے ہوئے بچی، پھر دو بار یہیں آس پاس۔۔ ماشاءاللہ اتفاقات تو دیکھو تین تین۔۔ تو میں بس انکے دل کی کیفیت پرکھنا چاہ رہی تھی۔۔۔۔ دونوں کی جوڑی کمال ہو گی ناں"

ذومعنی سا سلگتا لہجہ لے کر بتاتی وہ نا صرف خود کسی جلن کے احساس تلے دبی وہیں عبداللہ کا یکدم فکر مند ہونا بھی بھانپ گئی، مان صاحبہ کی بے کلی کے

پیچھے شاہ ویر ہے یا مبین ؟ بہت بڑی گتھی تھی جسے عبد اللہ نے مہارت سے سلجھانا تھا۔

مگر سب سے بڑھ کر اسے امل پر حیرانگی ہوئی جو امل کم رشتہ کرانے والی مائی زیادہ لگ رہی تھی۔

"اچھا! سٹرینج۔۔۔مجھے تو نہیں بتایا اس نے بٹ ڈسٹرب ضرور تھی۔ بائے دا وے یہ تم میں کونسے چراثیم آئے ہیں رشتہ کرانے والیوں جیسے۔۔۔ مجھ پر بھی نظر کرم کر دو بی بی۔۔۔ میری والی کو بھی منا دو تو تم کو سونے میں تول دوں گا"

شروع میں وہ تشویش زدہ تھا مگر آخر تک منصوعی خفگی سے امل کو گھورا اور ساتھ ہی چہرے پر مسکینی سمیٹ لایا۔

امل نے بس اسکا آخری جملہ قابل غور جانے سڑی سی سلگاتی، زچ کرتی بتیسی دیکھائی اور آنکھیں گھما کر ٹیل پونی سے جھانکتے بال جھٹک کر آگے بڑھ گئی جبکہ عبداللہ وہیں رک کر نازو ادا دکھاتیں امل صاحبہ کو جاتا دیکھتا رہا۔

امل کے گھر کے اندر جاتے ہی وہ کسی گہری سوچ میں لپٹا فارم ہاوس کے گیڈ تک واپس آیا اور پہلی فرصت میں ماں سے بات کرنے کا تہیہ کیے دروازہ خود ہی انلاک کرتا اندر چلا گیا۔

..______________________..

دن کو مبین عارض سکندر پر اسکا اک اور راز فاش ہونے اور پھر اس قادیانی شخص کی گرفتاری کے سنگ اک بڑی جیت پالینے پر وہ رات دیر تک یونہی خالی سڑکوں پر ٹہلتا رہا اور پھر المیرا کی تنہائی کا احساس کیے گھر لوٹ گیا، رات المیرا کی گود میں سر رکھے ہادی سکندر اسکا چھوٹا سا بچہ بنے اس سے دیر تک

سپر ہیر وز والی وہ کہانیاں سنتا رہا جو اسکی ماں اسے بچپن سے بہلانے کو سنا کر مضبوط کیا کرتی، وقت کے ساتھ وہ کہانیاں ہادی سکندر کی من پسند بن گئیں۔ وہ رات بھر المیرا اسے پرانی، اپنے بچپن کی باتیں کرتا رہا۔

وہ اسے مزید مضبوط بنائے حوصلہ دیتی ہوئی آنکھوں میں ہی رات کاٹ لینے پر آمادہ ہوگئی، اسکا بچہ اسکی آغوش میں پر سکون تھا تو المیرا اپنا آرام کیونکر افضل جانتی۔

یونہی اک نئی پر نور صبح اتر آئی۔

کچھ نئے فیصلے لیے اور کچھ نئی امیدوں کے سنگ۔

ہارون سکندر کی ملکیت میں شامل وہ بڑا سا آشیانہ چھوڑے اگلی ہی صبح المیرا کے ساتھ اپنے نانا جان کے گھر منتقل ہو گیا، تمام کثافت دھوئے، تمام سیاہ یادوں سے دامن چھڑوائے۔

وہ ماہ نور کو بھی یکسر یاد کرتا رہا مگر اپنے قول و فعل کا بہت پختہ تھا تبھی ماہ نور کو دوبارہ کال نہ کی۔ وہ بھی اسکی منتظر رہ کر اک اور رات کو دن میں بدلتا دیکھتی رہی۔

وہیں رات الجھی اور خود میں ہی بکھری ہوئی ماں کے سو جانے کے باعث عبداللہ اس سے بات نہیں کر سکا تھا اور صبح بھی وہ جلدی اٹھ کر ریسٹ ہاوس روانہ ہو گیا۔

شوٹ کی تمام تیاریاں مکمل تھیں مگر پھر بھی کافی سارے ارینجمنٹس اور معمولی تبدیلیاں عبداللہ نے خود جا کر کروائی تھیں۔

اس کمرشل کی تھیم جنگجو بیسڈ تھی جہاں ایک لڑائی کا منظر پیش کیا جانا تھا، جبکہ پراڈکٹ ایک پرفیوم تھی جس کی کوالٹی اور معیار کو جان کر ہی عبداللہ عارض سکندر نے اسکے ایڈ کو کرنے کی ہامی بھری تھی۔

وہیں رات ہی جمشید نامی آدمی نے وہ چند ایک ہی اینگل پر کھینچی تصاویر، منہاس علی کو بھیج دی تھیں۔

کچھ فائنل ورک اور فوٹوشاپ سے اس تصویر کی تاریکی قدرے کم کیے وہ اپنے آفس میں بیٹھا کھسیاتا ہوا کمپیوٹر کی سکرین پر وہ فائنل ورک دیکھ رہا تھا۔

جس میں یوں تو ایسا کوئی نازیباپن جھلک نہیں رہا تھا مگر اسکے لیے ان دو پاپولر ہستوں کا ایک ساتھ موجود ہونا ہی پلس پوائینٹ تھا۔

کچھ ہی دیر میں اسکے آفس روم کے دروازے پر دستک ہوئی اور اجازت ملتے ہی وہ مغربی وضع والا ایک نوجوان آدمی خوش دلی سے مسکراتا ہوا اندر داخل ہوا۔

"آیئے آیئے فراز صاحب، آپ کے لیے ایک دھماکے دار بریکنگ نیوز ہے۔ امید ہے ایسی سرخی لگائیں گے کہ میڈیا اور بزنس کی دنیا میں تھوڑا سہی پر تہلکہ مچ جائے۔ ملاحظہ کیجئے"

شوخ اور سرشار لہجہ لیے وہ اپنے سامنے ہی کرسی سنبھال کر بیٹھتے "جہان نیوز پیپر کے ایڈیٹر اور ایک نجی چینل کے صحافی فراز کی جانب وہ انولیپ بڑھائے چھکا جس پر شاطر آنکھوں والے اس آدمی نے بڑے گہرے تجسس کے سنگ وہ لفافہ تھاما اور اسے کھولا۔

"اوہ۔۔۔ نیوز تو واقعی بڑی بن سکتی ہے لیکن ایک چیز پہلے بتادوں مسٹر منہاس علی۔ دونوں کے باپ بزنس پارٹنر ہیں۔ ایسا نہ ہو آپکے اس عمل سے نقصان کے بجائے فائدہ ہو جائے۔ اور ہمیں اگلی نیوز ان دو کے سچے تعلق کی لگانی پڑ جائے۔۔۔ عزت دار خاندان ہیں دونوں، لہذا اگر پھر بھی آپ یہ رسک لینا چاہتے ہیں تو میں لگا دیتا ہوں خبر"

فراز نامی وہ شخص حقائق سے آگاہ کیے قدرے محتاط طرز گفتگو اختیار کیے بولا جبکہ اسکی اس نصیحت پر منہاس علی نے نخوت اور تنفر سے ہنکارہ بھرا۔

"مجھے سمجھانے کی بلکل ضرورت نہیں فراز، میں جانتا ہوں کہ کیا کر رہا ہوں۔ میری طرف سے ان دو کے باپ بھلے بھائی ہوں یا پارٹنر۔ تم وہی کرو جو کہا ہے۔ مجھے صرف عبداللہ عارض سکندر کی بدنامی چاہیے۔ اور یاد رکھنا خبر دم دار ہونی چاہیے۔ پیسے کی فکر مت کرنا۔ جتنا پہنچایا ہے اس سے دگنا کام ہونے کے بعد دوں گا"

قطعی غیر اخلاقی رویہ اختیار کرتا وہ مخالفت کے ساتھ ساتھ سامنے بیٹھے شخص کو اپنی خفگی سے بھی دوچار کیے حکم صادر کر رہا تھا اور یہ کچھ میڈیا والے تو ہوتے ہی کراری اور نمکین خبروں کے متلاشی، جب اس خبر کو دینے والے کو کوئی پرواہ نہیں تھی تو وہ کیونکر کرتا۔

یوں ہر اک کی نیک نامی کا احساس کرتے رہیں تو انکا کام کہاں چل سکتا تھا۔

منہاس علی سے وہ تصویریں لے کر جیکٹ کی جیب میں دھنسائے وہ اجازت طلب نظروں سے اس مغرور شخص کو دیکھتا اٹھا۔

"کل کے اخبار میں یہ خبر لگ جائے گی، تمام تنائج کے ذمہ دار آپ خود ہوں گے منہاس صاحب،

اجازت دیں۔"

غیر لچک اور تنبیہی انداز اپناتا وہ اجازت لیتا آفس روم سے باہر نکل گیا جبکہ اسکے جاتے ہی منہاس علی کے چہرے پر نفرت کی گہری پرچھائیاں اتر آئیں۔

دوسری سمت تینوں شوٹ مکمل کیے پیک آپ کے فورا بعد عبداللہ سیٹ پر ہی موجود منور دیلانی سے اجازت لیتا واپس فارم ہاوس نکل آیا، ماہ نور اور مان اسکے آنے تک جانے کے لیے بلکل ریڈی تھیں۔

چونکہ مری کا موسم کسی بھی لمحے خراب ہو سکتا تھا تبھی وہ لوگ جلد ہی جمال الدین سے اجازت لیے، انکی مہمان نوازی کا شکریہ ادا کرتے واپس لاہور کی سمت روانہ ہو گئے۔

امل بھی حسب توقع صبح ہی مناحل کو ڈھیر سی تاکیدیں اور جلد لوٹ آنے کا یقین دلاتی واپس جا چکی تھی۔

ماہ نور تو سفر کے کچھ دیر بعد ہی گاڑی کی بیک سیٹ پر اپنی جیکٹ کا سرہانہ بنائے سو چکی تھی جبکہ عبداللہ کی توجہ، ڈرائیونگ کرتے ہوئے مان کی سمت بھی مائل تھی جو خاصی چپ اور سنجیدہ محسوس ہو رہی تھی۔

"یہ ٹرپ بہت سی یادیں سمیٹ گیا ناں مان، میں تو نہیں بھولوں گا اسے۔ تمہیں مزہ آیا یا سچ میں صرف بور ہی ہوئی ہو؟"

مان کو متوجہ کرنے کا سیدھا سا بہانہ بنائے وہ اس ٹرپ کی یاد کا سہارہ لیے بولا تو مان نے اپنے گہرے خیالات سے چونک کر چہرہ گمائے عبداللہ کی سمت دیکھا جو بہت تروتازہ اور اچھے موڈ میں لگ رہا تھا۔

"نہیں بور بس کل ہونا شروع ہوئی، مجھے بھی یہ ٹرپ ہرگز نہیں بھولے گا۔ بھولنا چاہوں بھی تو کبھی نہیں۔ سب سے مزے کی بات کہ میں تمہاری امل سے مل لی۔ اور اس سے ہزار درجے خوشی کی بات یہ ہے کہ مبین نے بھی اپنی زندگی کا سب سے خاص فیصلہ اس ٹرپ کے دوران لیا جو ایک سیکرٹ ہے تمہیں سب کے ساتھ ہی پتا چلے گا۔۔۔۔۔۔۔۔۔ اور"

مان اپنے لہجے کو ہر درجہ بشاش اور آواز کو ہر درجہ اجلی بنانے کی سعی میں تھی مگر عبداللہ اسکی اس میں ناکامی اور افسردگی بنا اسکے بتائے بھانپ گیا اور جس طرح مان، کچھ کہتے کہتے خاموش ہوئی وہ عبداللہ کو دل سے اس لڑکی کی جانب متوجہ ہونے پر مجبور کر گیا، مبین کے بارے بتاتی وہ بہت خوش تھی مگر پھر کچھ وقفے سے اس 'اور' کو ادا کرتے اسکے لہجے میں اک یاس اتر آئی۔

"مبین میاں کے مشکوک انداز میں بھی بھانپ گیا تھا، چلو دیکھتے ہیں پٹاری سے کیا نکلتا ہے۔

اور۔۔ کیا ایسا کچھ مزید بھی ہے ماں جو تم کبھی نہیں بھول سکتی، مبین لالہ کے فیصلے سے اگر تم زرا بھی دکھی ہو تو بتاو، میں وعدہ کرتا ہوں لالہ کو تمہارا پابند بناوں گا اور تمہارے لیے مناوں گا"

وہ اس حساسیت سے ماں کی افسردگی بھانپ جائے گا یہ تو ماں خلیل سکندر کے لیے بھی دھچکے سے کم نہ تھا اور پھر وہ سنبھلی ہی نہ تھی کہ عبداللہ کا کچھ دیر گاڑی روک کر آخری تقاضا کرنا، گویا ماں کے لیے جان لیوا ہوا۔

وہ ہوائیاں اڑے چہرے کے سنگ عبداللہ کے سنجیدہ چہرے اور خود پر مرکوز آنکھوں کو تکتی بدحواس سی ہوئی۔

"ن۔۔ نہیں عبداللہ۔۔۔ میں کیوں دکھی ہوں گی۔ ایسا نہیں ہے۔ بلکہ وہ محبت اور عشق میں مجھے چھوڑ کر کسی اور پری پیکر کے اسیر ہوئے ہیں، یہ

بات مان کے لیے انتہائی خوشی کی ہے۔۔۔۔ تم میرے لیے اتنا ٹچی ہو؟ مجھے اندازہ نہیں تھا کہ یہ پاگل سا دیوانا، اس قدر حساس ہو گا۔ تمہارے یوں پوچھنے نے مجھے یہ احساس دیا جیسے میں اس دنیا میں اکیلی نہیں ہوں۔ میرا بھائی، میرا دوست اور میری بچپن کی سہیلی میرے ساتھ ہے"

نا چاہتے ہوئے بھی مان کی آواز گھٹی وہیں اسکی بڑی بڑی آنکھیں آنسوؤں سے بھر گئیں اور مان کو یوں روتا دیکھ کر عبداللہ کو ہر گز اچھا محسوس نہ ہوا، وہ تو دنیا میں کسی کو روتا نہیں دیکھ سکتا تھا اور مان خلیل سکندر کو کبھی روتا دیکھنا نہیں چاہتا تھا۔

"سب سے پہلے تو مان خلیل سکندر کمزور نہیں جو یوں رو دے"

وہ اسکے رخسار کو تر کرتے آنسوؤں کو لمحے میں پونجھ ڈالتا، دوستانہ لہجے میں اسکی سمت دیکھتا توقف کے لیے رکا جو دم سادھے، رشک سے عبداللہ کو دیکھ رہی تھی۔

"دوسری بات تم کبھی اکیلی تھی بھی نہیں۔ جس طرح مما بابا نے تمہیں اپنی بیٹی کی طرح پیار کیا ہے ویسے ہم سب نے بھی تمہیں اپنا حصہ مانا ہے۔ اور میری بات تو الگ ہے مان۔ میں اور تم اکھٹے کھیلے ہیں۔ اور ایک دوسرے سے اپنی کئی شراتیں اور چیزیں بانٹیں ہیں۔ لہذا تمہارا احساس میرے دل میں میری آخری سانس تک رہے گا۔ مجھے کل سے تم الجھی لگ رہی ہو۔ کچھ ہے تو شئیر و دمی"

وہ جاندار لہجہ، دوستی اور محبت کے جذبات سے اٹا تھا تبھی مان خلیل سکندر کی ڈھارس بن گیا اور وہ اپنی اداسی مزید اپنے دل میں رکھ بھی نہ پائی۔

"کچھ زیادہ لمبی کہانی تو نہیں ہے مگر دل کو عجیب سی تکلیف لاحق ہے۔ کسی ناآشنا کے لیے دل میں پیدا ہوتا بے وجہ احساس، جسکے ہاتھوں میں خود پر اختیار سا کھو رہی ہوں۔ تکلیف کی نوعیت میری سمجھ سے بالاتر ہے، اور یو۔۔۔ یوں محسوس ہو رہا ہے میں یا تو بے بس کر دی گئی ہوں یا عنقریب کر دی جاوں گی۔ مجھے خود نہیں پتا کے میرے ساتھ اچانک کیا ہو گیا"

رندھا سا چہرہ جو کئی کہانیاں سنا رہا تھا، عبداللہ کی توجہ کا مرکز تھا پھر جس طرح وہ اپنے آپ میں منتشر اور بکھری ہوئی تھی یہ کیفیت بھی عبداللہ نے گہرائی سے جانچی اور مان نے آخر میں بے بس ہو کر نظریں جھکا لینے پر وہ بھی اپنی امتحان لیتی نگاہیں مان پر سے اٹھائے، سامنے دیکھتا رکی گاڑی واپس چلا چکا تھا۔

ماہ نور صاحبہ ہنوز لمبی تانے سوئی تھیں مگر گاڑی اگین سٹارٹ ہونے پر لمحہ بھر منہ پر اوڑھائی جیکٹ سے منہ نکالے وہ گاڑی کو روانہ پائے دوبارہ منہ اندر دیے مطمئین ہوئے سو گئی۔

جبکہ مان اور عبداللہ کے بیچ کچھ دیر مصلحتاً خاموشی کا دورانیہ بڑھتا رہا۔

"کچھ اتفاقات محض اتفاقات نہیں ہوتے، بعض ملاقاتیں رب اس لیے مقدر بناتا ہے کہ وہ ضروری کے ساتھ ساتھ کسی اہم معاملے کی جانب اشارہ ہوتی ہیں۔ عقل مند ان نشانات کی کڑیاں جوڑ کر اپنا لا حاصل، پا لیتے ہیں اور

لاعلم اور جذبات کی رو میں بہک جانے والے اپنی جذباتیت کے تحت ان نشانات کی گتھی آخری دم تک نہیں سلجھا پاتے۔ میں سمجھ تو گیا ہوں لیکن مزید وافع شاید وقت اور حالات کے تیور کر دیں گے"

مکمل توجہ سفر کو کم کرنے کی جانب مبذول کیے وہ باقی سارا رستہ خاموش ہی رہا، ہاں مگر گاہے بگائے تشفی کرواتی اک مسکراتی نگاہ وہ مان کو ضرور سونپ دیتا تاکہ وہ خود کو بہتر محسوس کروانے کی اہل ہو سکے۔

..________________________..

"ہٹاو یہ پردے، امل!"

دروازہ اجازت کے نام پر سوئی صورت کی اونہوں سے لیے وہ اپنے دبدباتے اور جلالی انداز میں گریس فل سی شخصیت کے سنگ کمرے میں داخل ہوئے اور اپنے پیچھے قدموں کی پیروی کرکے آتی ملازمہ کو تمام پردے ہٹانے کا

حکم سونپتے عین اسکے سر پر کھڑے گرجے جو والد صاحب کے غیض و غضب سے غافل، مسلسل محو استراحت رہی۔

گویا امل کے کان پر جوں تک نہ رینگی۔

جبکہ ملازمہ نے تمام پردے حکم کی تعمیل میں ہٹائے تو ڈھل چکی دوپہر کی افسردہ روشنی اس بہت بڑے آسائشوں اور آرام سے بھرے کمرے میں چکاچوند روشنی پھیلا گئی۔

"ہونہہ! کیا ہے۔ سونے دیں پلیز"

آنکھوں کو روشنی کے لمس نے گدگدایا تو وہ کسمسا کر دوسری سمت منہ پھیرے بستر میں دبک گئی اور جلال پاشا سے امل کی ایک بار پھر بے ادبی برداشت نہ ہوئی اور اپنا تمام تر غصہ دکھاتے وہ ایک بار پھر جبڑے بھینچنے پر مجبور ہوئے۔

"امل! میں کہہ رہا ہوں اٹھو فورا"

اس بار سختی نے ناگواریئت کے سنگ نیند توڑی تو وہ نہ صرف بیزار سامنہ بنائے پلٹی بلکہ مندی مندی آنکھیں کھول کر سر پر آگ بگولہ ہو کر کھڑے بابا کو دیکھا اور بنا کوئی دبدبے کا اثر لیتی مسکرادی۔

"لکنگ ہینڈسم! بائے داوے صبح صبح کدھر جارہے ہیں آپ"

توقع کے برعکس امل کا ایسا ٹھنڈا لہجہ انکو بجھا گیا مگر بنا رخ پھیر کر مقابل ہوتے ہاتھ پشت پر باندھے وہ تفکر کے سنگ اس کو اچٹتی نگاہوں میں مرکوز کر گئے۔

"دن کے چار بج رہے ہیں، صبح کونسی ہے۔ اور یہ بدتہذیبی تمہاری کب تک جاری رہے گی۔ صبح تم آئی اور یہ زحمت نہ ہوئی کہ مجھ سے آکر ملتی۔ میں کوئی اہمیت رکھتا ہوں تمہاری زندگی میں امل پاشا یا نہیں"

جلال پاشا کی پھنکارتی آواز مگر لہجہ نہایت ٹوٹا سا محسوس کیے وہ ساری نیند پرے کرتی نہ صرف اٹھی بلکہ سنجیدگی کے سنگ کچھ دیر بابا کو دیکھا اور پھر ڈھیٹائی سے سلوٹ مار گئی۔

"یس باس آپ بہت اہم ہیں، اب ٹھیک ہے"

اس حرکت سے وہ جلال پاشا کا اشتعال مزید دہکا گئی تھی جو امل کو جمائیاں لیتا دیکھ کر سرد آنکھوں سے گھور رہے تھے۔

"اب گھور کیوں رہے ہیں یار، وعدے کے مطابق کل آنا تھا تو میں آج آگئی۔ آج کا دن تو ڈیل میں تھا نہیں اس لیے سوچا نیند پوری کرلوں۔ پھر تو مجھے مشین ہی بننا ہے ناں مسٹر جلال۔۔۔ کل صبح صبح آپکے روم میں آکر بتا بھی دیتی۔۔۔۔ بٹ آپ بھی آتے ساتھ جب تک مجھ پر برس نہ لیں سکون تھوڑی آتا۔۔۔"

مسلسل جمائیاں روکتی، بدلحاظ سی امل مقابل کی ہر تکلیف سے بے نیاز بس اپنے تیر جملوں پر زور دے رہی تھی اور شاید جلال پاشا کو اپنا آپ ایسے ہی رویے کے لائق لگتا تھا۔

امل کی ان دبائی ہوئی تکالیف، طنز اور لاتعلقی کی وجہ وہ خود ہی تو تھے مگر شاید یہ سب انکے مزاج کا حصہ تھا۔

"یہ ڈیل نہیں ہے امل پاشا لہذا بار بار ایسے الفاظ سے تم اپنے باپ کو زخمی کرنا بند کر دو، اور یہاں سے سیدھا اپنی ماں کے ان غریب رشتہ داروں کے پاس کس کی اجازت سے گئی تھی تم۔ تمہیں ایک بار میری سمجھائی بات اثر انداز نہیں ہوتی کہ ان لوگوں سے دور رہا کرو"

اول تو وہ نہایت تکلیف دباتے ہوئے امل پر برہم ہوئے اور پھر تنفر کے سنگ امل پر ہتھوڑے کی طرح برستے الفاظ کی بہتات اتارے وہ امل کے جھٹکے سے اٹھ کر بیڈ سے اترنے اور سامنے آکر تن جانے پر اپنے غضب کو

بمشکل دبا پائے مگر امل کی نظروں کا سرد پن اس وقت جلال کے اندر تیر سا گڑھا۔

"اوہ تو آپکے جاسوسوں نے خبر پہنچادی۔ ناٹ فیئر مسٹر جلال۔۔۔ غریب ہونے کا مذاق نہیں اڑاتے۔ غریب ہونے میں وقت نہیں لگتا اور ماشاء اللہ سے وہاں اللہ کا دیا سب ہے کوئی غربت نہیں ہے۔ رہی بات مس مناحل کے ان آپکے سٹینڈر سے نیچے بستے رشتہ داروں سے ملنے کی تو میں بھی آپکو کئی بار بتا چکی ہوں کہ اس گھر میں میری زندگی کا اہم اثاثہ موجود ہے۔۔۔ آپ پھر سے کسی غلط فہمی کا شکار نہ ہوں سو بتاتی چلوں کہ وہاں میری جند جان نیلم رہتی ہے جو مجھے جان سے بڑھ کر پیاری ہے۔ وہاں میری وہ خالا رہتی ہیں جو اپنے بچوں سے ہزار گنا بڑھ کر مجھ سے پیار کرتی ہیں"

تمیز اور ادب کا دامن تھامے بھی وہ مقابل کو اس درجہ پچھاڑ کر رکھ چکی تھی کہ وہ مضبوط و توانا شخص اک لمحے میں پوری جان سے ہل گیا۔

امل، جس نے کبھی اپنے اندر کا زہر اور غبار کسی کے سامنے نکالنے کی جرت نہ کی تھی آج پہلی بار زبان کے کچھ زیادہ بول جانے پر ہر گز پشیمان نہ ہوئی بلکہ اسے والد صاحب کی غلط فہمی دور کرنا ضروری لگا۔

جس کے باعث انہوں نے امل کو نادانستہ بہت بڑا خسارہ تھما دیا تھا، اسے شاہ ویر کے رویے کی نا صرف سمجھ آچکی تھی بلکہ اپنے والد کی بے حسی کا یقین بھی ہو گیا۔

اور جلال پاشا کو بھی احساس جرم نے یوں گھیرا کہ وہ امل پر سے اپنی نظریں فوراً سے ہٹائے مڑ گئے، لیکن شاید وہ اپنے ہارے تاثرات چھپانے کے لیے مڑے تھے، اپنی بگھڑی کیفیت سنبھال لینا اور تکلیف کی آنچ تک چہرے پر نہ آنے دینا شاید امل نے اسی شخص سے سیکھا تھا۔

"میں نے جو کیا تمہارے بہتر مستقبل کے لیے کیا امل، نہیں چاہتا تھا کہ اپنی ماں کی طرح ٹکے کا کچن چلا کر اپنی چھوٹی چھوٹی ضرویات پوری کرتی رہو۔

میں نے تمہیں بزنس وومین بنا کر خود مختاری بخشی تا کہ تم کل کو کسی کی محتاج نہ ہو سکو۔ تمہیں اتنا قابل بنا دیا ہے کہ تم کسی کے ساتھ کے بنا بھی اپنی زندگی جی سکتی ہو۔ مگر اس سب کے باوجود میری بھی ہر باپ کی طرح یہ خواہش ہے اسکی بیٹی ان بزنس لائف کے جھمیلوں سے نکل جائے اور چاہتا ہوں تم شادی کر کے کسی ایسے کے گھر جاو جو تمہاری ہر خواہش پوری کرنے کے لائق ہو، جو تمہیں گھر کی ملکہ بنا کر رکھے اور خود باہر نکل کر کمائے۔ دنیا تسخیر کرے۔ وہ شاہ ویر جس پر ذمہ داریوں کا انتہائی بڑا بوجھ ہے، تمہیں نہ تو بزنس کے ان جھنجھال سے نکلنے کی مہلت دے گا نہ تمہارے تمام نخروں کو پورا کر سکے گا۔ میں ساری زندگی تمہارے لیے محنت کر کے کماتا رہا، میرا اور کون تھا؟ اور آجا کر تم بھی کسی مڈل کلاس فیملی میں جا بسو اور اپنی کئی خواہشات مار دو تو تف ہے میری زندگی بھر کی کامیابیوں پر"

وہ ہر باپ کی طرح اپنی جانب سے حق پر تھے مگر امل کے پاس انکی ہر بات کا جواب بھی تھا اور دلیل بھی مگر وہ اپنے دل کو ہی ہر جوش اور کشش سے

دستبردار محسوس کر رہی تھی اور بلکل بیزار تھی کہ دل ہی نہ چاہا ان عجیب اعتراضات کا کوئی بھی جواب دے پاتی۔

شاید مردوں کو سمجھنے میں وہ مناحل پر چلی گئی تھی، یہ ایسی بھول بھلیاں تھے جس میں عورت گمشدہ ہوتے دیر نہیں لگاتی۔

"ایسی کامیابیاں کس کام کی جو آپکی واحد اولاد کو دلی سکھ نہ پہنچا سکیں، آپ میرا ساتھ دیتے تو ایک دن دیکھ لیتے کہ امل پر کیسا احسان کر بیٹھے ہیں۔ امیر اور غریب کا فرق نہیں جانتے آپ، نہ انکی خوبیاں اور نقصان۔۔۔ امیر شخص ہر آسائش کمانے کے بعد بیکار ہو جاتا ہے، سب کچھ پالینے والے کیا جانیں کچھ نہ ہونے کا مزہ۔۔۔ کاش میں بھی کسی غریب گھر میں پیدا ہوتی۔۔۔ میری زندگی کا مقصد کوشش، محنت اور جدوجہد ہوتا۔۔۔ کل کے لیے روٹی میسر نہ ہوتی اور مجھے پچھلے دن ہی آنے والے کل کے رزق کی جدوجہد شروع کر دینی پڑتی۔۔۔۔ آپ کیا جانیں غربت کی عیاشیاں، مزے اور لطف۔۔۔۔ میرا بس چلے تو میں خود کو میسر ہر چیز کو چھوڑ کر کسی

مخلص پاگل دیوانے کے ساتھ کی مسکراہٹ بخشتی چند گھڑیاں خرید لوں۔ اماں اور نیلم کے ساتھ پہاڑوں پر ہنس ہنس کر باتیں کرکے چڑھنے کے پل حاصل کرلوں۔۔۔۔مجھے گنوانے پر مجبور اس شخص کو اس دنیا کا رئیس بنا دوں۔۔۔۔ہاں فقط اپنی موجودہ زندگی سے دستبرداری ملے اگر۔۔۔۔۔۔۔"

وہ کچھ نہ بولی بس یہ ساری خواہشیں اپنے اندر ہی دباتی چہرے پر بلا کا اطمینان سجاتی اس مڑے ہوئے مگر بکھرے شخص کے روبرو آئی۔

اسکے چہرے کی مسکراہٹ نے جلال پاشا کا ملال کم کردیا۔

"آپ بھی سمجھدار ہیں اور مسٹر شاہ ویر بھی، دونوں کی حقیقت پسندی بھی قابل ستائش ہے مگر سچی بات ان دونوں معاملات سے پرے کی ہے وہ ہے مقدر، آپ دو کے نزدیک ہر مسئلے کا حل اختیارات ہیں۔ وہ نہ ہوئے تو موت آجائے گی۔ لیکن میرے نزدیک جب مقدر ہی نہ لکھا ہو تو بے وجہ

بھی سب ختم ہو جاتا ہے۔۔۔۔ مسٹر شاہ بہت ہی ذہین اور ماہر بزنس مین ہیں جو آپکو وقت بتائے گا مگر اب آپکے چاہنے کے باوجود بھی میں انکے متعلق نہیں سوچوں گی۔۔۔۔ یس دی اینڈ۔ بعض دفعہ دو مخالف لوگ ایک ہی معاملے میں آزمائے جاتے ہیں۔ ایسا ہی ہوا ہے بابا جان! انکے لیے شاید زخم ہی تبھی لکھا گیا تھا کیونکہ مرہم پہلے ہی بنا دیا گیا تھا جبکہ رہی بات میری تو میں بھی اپنی کہانی اب خود لکھوں گی جو تھری ان ون ہو گی۔۔۔۔ جس میں آپکا بھی مان رہ جائے گا، مس مناحل کا بھی اور شاید اسکا بھی"

وہ نہایت ہی پر سکون لہجے میں جو باتیں کرتی گئی ان پر جلال پاشا جیسا ماہر تک گھوم کر رہ گیا، خاص کر وہ آخری بات جس کی گہرائی ایک گہرا سمندر تھی جس میں اترنے کے بعد کنارہ ملنا ناممکن تھا۔

"کیا مطلب ہے تمہارا؟"

والد صاحب شکنوں بھرے چہرے پر حیرت لائے پوچھ رہے تھے اور وہ بے نیاز بنی کندھے اچکاتی اپنی ازلی بتیسی دیکھا گئی۔

"مطلب کچھ نہیں مسٹر جلال! آپ جائیے جہاں جا رہے ہیں۔ لیکن پلیز بابا! یہ بزنس ٹرپس کے چکر میں دوبارہ میرا رشتہ مت طے کر آیئے گا۔ پھر یہ الٹی کھوپڑی والی ناں کرے گی اور آپکا سر خوامخواہ جھک جائے گا۔۔۔۔۔"

دونوں مرمریں ہتھیلوں سے بابا کا چہرہ تھامے وہ جھک کر ساتھ حکم سناتی پلوں میں انکی نظروں سے اوجھل ہوئی جبکہ جلال پاشا غائب دماغی سے سن ہو کر ہی رہ گئے، گویا برہمی پر حیرت اور بے یقینی حاوی ہوئے انھیں جھنجھلا کر رکھ گئی۔

..________________________..

وہیں دوسری سمت نیلم کا نیا دن آج بھی بنا کسی خواب کی دستک کے شروع ہوا تھا اور وہ اپنے تمام امور نبھاتی واپس سکول بھی جوائن کر چکی تھی۔

شہزادی اپنے سرخ فراک، چوڑی دار پاجامہ اور ململ کے گداز آنچل، اور پیروں کی نازکی پر جچتا جوتا پہنے، خوشی کے سنگ سکول کے ننھے، چھوٹے، شرارتی اور آفت بچوں کے سنگ اپنا حسین سا دن گزار کر سر پر چادر نفاست سے اوڑھے، اپنے سراپے کی ہر رعنائی چھپائے واپسی کے لیے گیڈ کے باہر ہی کھڑی شاہ ویر کے آنے کی منتظر تھی۔

وہ اپنی چادر کو بخوبی سنبھالنا جانتی تھی مگر نرم نرم ہوا کے جھونکے، شہزادی کو مشکل سے دوچار کرتے پریشان کر رہے تھے۔

شاہ ویر جو آج اماں اور مہرو کو شاپنگ پر لے کر گیا تھا، واپس آتے انھیں دیر ہو گئی تھی تبھی نیلم کو یوں باہر کھڑے ہو کر انتظار کی کوفت کا سامنا کرنا پڑا تھا ورنہ وہ نیلم کے گیڈ سے باہر نکلنے سے پہلے ہی وہاں موجود پایا جاتا تھا۔

چونکہ وہ سکول چھٹی کے دو گھنٹے بعد کچھ ٹیسٹس وغیرہ کے اضافی کام میں مصروف رہی تھی تو اب چار بجنے پر سکول بھی بند ہو گیا تھا ورنہ وہ اندر جا کر ہی وہیں بیٹھ کر شاہ ویر کا انتظار کر لیتی۔

یوں اسے سڑک کی اک جانب آتی جاتی ٹریفک دیکھ کر ویسے ہی پریشانی ہو رہی تھی، پھر ململ کا آنچل تو سرک کر شانوں پر جا پہنچا مگر چادر کو اس نے ہر ممکنہ سر پر ہی جمائے، اپنے آپ کو ڈھانپے رکھا تھا۔

اور پھر لمحے تھم سے گئے، کسی نظر نے اپنی روح شناس کو پہچان لیا۔

"گاڑی روکیں فرید بابا"

بھاری مگر نرم آواز میں حکم ملتے ہی کچھ فاصلے پر سیاہ شیشوں والی وہ گاڑی رک چکی تھی۔

مبین عارض سکندر جو اس وقت بزنس میٹنگ کے سلسلے میں کہیں جا رہا تھا، یوں اسی شہر کی گلیوں میں محبوب کو دیکھ کر بے ارادہ ہی اسکے دیدار کے لیے ہر شے رکوا بیٹھا۔

وہ ٹھیک اسکی نظروں کے سامنے کھڑی تھی، اسی چادر سے خود کو ڈھانپے جو دیوانے کا پہلا تحفہ تھی، اپنے آپ کو اس باولی ہوا کے جھونکوں تک سے بچاتی ہوئی، ارد گرد کسی کے انتظار میں منتظر بصارت لیے، آنکھیں دوڑاتی ہوئی۔

کندھے پر بیگ اور ہاتھوں میں چند کتابوں کو دبوچ کر سینے سے لگائے ہوئے۔

"کیا ہوا مبین بچے، گاڑی کیوں رکوا دی"

وہ تو اسی پری پیکر کی رعنائی میں کھو کر خطا پے خطا کر دیتا مگر ڈرائیور بابا کے بھولے پن کے سنگ کیے استفسار پر مبین عارض سکندر کے حواس واپس لوٹے۔

"فرید بابا، سامنے ایک محترمہ بہت پریشان سی کھڑی ہیں۔ جا کر ان سے پوچھیے اگر مدد درکار ہے تو آپ انکو انکی منزل پر پہنچا دیں۔ مجھے وہاں پہنچ کر میسج کے ذریعے اطلاع دیجیۓ گا۔ میں کوئی ٹیکسی لے کر چلا جاوں گا"

اسی محویت کے سنگ وہ نرمی سے ان بزرگ کو تاکید کیے بولے تو فوری فرمابرداری کا مظاہرہ کیے وہ سندھی ٹوپی اور سادہ سے کریم کلر سوٹ والے فرید بابا گاڑی سے نکلے اور محتاط ہو کر اس جانب بڑھے جہاں نیلم اب بہت زیادہ رنجیدہ سی فون پر شاہ ویر کی بات سن رہی تھی جو اسے مزید آدھا گھنٹہ انتظار کا سوہان روح دھچکا دینے کے ساتھ ساتھ احتیاط سے کیپ لے کر واپس آنے کا مشورہ بھی دے رہا تھا۔

اور مبین عارض سکندر نے اتنی دور کھڑے ہو کر بھی نیلم کی پریشانی بھانپ لی، وہ کال کاٹ کر اپنے آپ کو مضبوط بنائے، خود کی سمت آتے ان بزرگ کی جانب متوجہ تھی۔

کبھی بھی یوں انتظار میں کھڑے نہ ہونے کے باعث وہ اب خوفزدہ بھی تھی، اور نرم مزاج اور دل مزید آدھے گھنٹے پر حراساں بھی کر رہا تھا۔

"بیٹیا! کیا ہوا ہے۔ اگر کوئی پریشانی ہے تو مجھے بتاو۔ وہ سامنے ہی گاڑی کھڑی ہے۔ صاحب جی نے ہی مجھے بھیجا ہے کہ میں آکر آپکی پریشانی دریافت کروں۔ اگر آپکو مدد چاہیے تو میں آپکو بحفاظت آپکے گھر تک پہنچا دیتا ہوں۔ میرے جو مالک ہیں وہ آپکے احترام میں خود گاڑی سے اتر جائیں گے اس لیے کسی تکلف کی ضرورت نہیں۔ مجھے اپنے بابا ہی سمجھیں"

ان بزرگ کی بزرگی اور نورانیت اور کہے لفظوں سب پر نیلم کا دل پھڑ پھڑا اٹھا کیونکہ وہ کسی اجنبی پر کبھی بھی بھروسہ نہیں کر سکتی تھی، غیر ارادی ہی

وہ اس جانب دیکھنے لگی جہاں وہ گاڑی تو کھڑی تھی مگر اس میں بیٹھا انسان آدھ کھلے شیشے کے باعث وہ بس اک لمحہ دیکھ ہی پائی کہ وہ شیشہ مکمل بند کر دیا گیا۔

نہیں نیلم ! ابھی تمہارے دیدار کا بھی مناسب وقت تھوڑی آیا ہے۔

اک لمحاتی مگر دل دہلاتی سسنی خیز لہر نیلم کے پورے وجود میں اتر گئی۔

پھر وہ خود کو کمپوز کیے ان بزرگ کی سمت مڑی جو اب بھی اسکے جواب کے منتظر تھے۔

"ڈرو نہیں بچے، میں برا انسان نہیں ہوں۔ اور بہت ہی نیک انسان ہیں ہمارے صاحب بھی۔ بتایئے اگر مدد چاہیے تو"

یوں سڑک پر تنہا کھڑی، آتے جاتے عجیب لوگوں کی نظروں میں آنے سے بہتر تھا وہ یہ مدد لے لیتی مگر پھر بھی دل بہت سہم ہوا تھا۔

پھر ان بزرگوار کا اصرار بھی نیلم کو یہ فیصلہ لینے میں مددگار رہا، نیلم نے ہاں میں سر ہلائے ساتھ ہی شاہ ویر کو خود آجانے کا میسج کیا اور اتنی دیر میں فرید بابا بھی کچھ دور آکر فون نکالے میسج ٹائپ کر کے میبن کو ارسال کر گئے جسکے بعد وہ سائیڈ سیٹ پر ہی اتار کر رکھا اپنا کوٹ، فون اور والٹ نکالتا، آنکھوں پر سیاہ گاگلز نسب کیے پر وقار انداز میں گاڑی کا دروازہ کھولے نکلا اور اک لمحہ مڑ کر نیلم کا آخری دیدار کیے گاڑی کی پچھلی طرف چلنے لگا۔

نیلم نے فقط اس گاڑی سے نکلتے اس انسان کی پشت دیکھی جو ہاف وائیٹ شرٹ اور سیاہ پینٹ میں ملبوس اچھی اور پر وقار شخصیت کا مالک تھا، جلد ہی نیلم کی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

جبکہ فرید بابا نے بہت احترام کے سنگ نیلم کی جھجھک اور تکلف کا پورا احساس کیے گاڑی کا پچھلا دروازہ کھولا اور نیلم کو بیٹھائے خود بھی فوری اگلی جانب آکر بیٹھے۔

نیلم بیٹھ تو گئی مگر اسے لگا اسکا دل تھم کر رہ گیا ہے، یہاں جس جگہ وہ آ کر بیٹھی تھی یہیں تو مبین عارض سکندر کچھ لمحے پہلے براجمان تھا۔

اور پھر اس جا چکے شخص کی مسحور کن خوشبو!

نیلم کا دل اپنی آخری شدت تک دھڑکا۔

یہی وہ خوشبو تھی جو اسکے خواب کا حصہ تھی۔

وہ مڑ کر پچھلے گلاس سے پار تکتی رہی مگر بھیڑ، ٹریفک اور اس شخص کے کھو جانے کا نشان نیلم کی آنکھوں میں نمی اتار لایا۔

فرید بابا نے نیلم سے مطلوبہ ایڈریس دریافت کیا تو وہ فوراً سہم سی گئی اور پھر ذہن کو ہر ممکنہ بیدار کرتے انھیں وہ پتا بتایا مگر نیلم سے اس خوشبو میں سانس لینا جتنا آسودہ تھا اتنا ہی اس شخص کو نا دیکھ پانے کا ملال اسے گہرا درد دے گیا۔

پھر یکدم ہی نیلم کو اپنی نشست کی جانب جھپٹتا ہوا احساس ہوا تو وہ چونک کر اپنی ٹانگ کو پرے کر گئی اور پھر اس نے اس خوبصورت سے کف لنک کو جس عقیدت سے چھو کر اٹھایا، لمحے پاگل ہونے لگے۔

"آپ کون ہیں؟ کیوں پہلے میں آپکو دیکھ نہ پائی اور اس بار آپ نے مجھے دیکھنے نہ دیا۔۔۔ مجھے کیوں اپنے بس میں کر رہے ہیں۔ کیوں میرے ارد گرد جان لیوا سا حصار بنا کر کھو جاتے ہیں۔ میں آپکو دیکھنا چاہتی ہوں۔۔۔ میں آپکی ایک جھلک دیکھنا چاہتی ہوں۔ مجھے آپکی خوشبو دیوانہ کر رہی ہے، یہ مجھے کس سفر پر ڈال دیا آپ نے۔۔۔۔۔۔۔۔۔ مجھ سے کیوں چھپ رہے ہیں"

وہ اس کف لنک کو اپنی گرم ہتھیلی میں دبائے، اس شیشے کے بند ہونے کا بے رحم منظر کرب سے سوچتی، اپنے آپ کو بکھرنے سے بچانے میں ناکام سی شیشے کے پار پل پل پیچھے چھوٹتے منظر دیکھ رہی تھی جو اسے اس شخص کی خوشبو سے دور کرتے جا رہے تھے۔

مبین عارض سکندر کو تو اپنے ایک کف لنک کے گر جانے کا احساس آفس پہنچ کر ہوا اور اپنے والٹ میں ایکسٹرا کف لنکس کی ہمیشہ سے پڑی یوں ہی کسی لمحے سنبھال لینے والی جوڑی گویا کام آ گئی مگر دل تو وہ نیلم کے ارد گرد اپنی خوشبو میں لپیٹ کر دھڑکتا چھوڑ آیا تھا۔

"آپ سے جڑی اس ادنی سی نشانی کا ملنا یوں ہے جیسے کسی نے ساری کائنات کا سکون میری ہتھیلی پر رکھ دیا ہو"

وہ سفر کے مکمل ہونے پر اک آسودہ نگاہ اپنی مٹھی میں رکھ لیتی اس قیمتی نشانی پر ڈالتی، اسے فرید بابا کی نظروں سے بچا کر چرا لے گئی، گاڑی سے نکل کر تشکر بھری نظروں سے انکا شکریہ ادا کیا اور وہ جو خود احترام میں باہر نکلے تھے، نیلم کے سر پر شفقت بھرا ہاتھ رکھتے اسے گھر میں داخل ہوتا دیکھ کر اک نگاہ اس درمیانے مگر خوبصورت گھر کے دروازے پر لگی سنگ مرمر کی تختی جس پر فیاض ملک کے حروف کندہ تھے، پر ڈالتے مسکرا کر پلٹے اور گاڑی میں جا بیٹھے۔

کچھ لمحوں بعد انکی سواری، اپنی واپسی کے سفر پر گامزن ہو گئی

..________________________..

"وہ میرے لیے قیمتی رہی ہے مگر میری قسمت کے میرے لیے اسکے سامنے اسکے قیمتی ہونے کا اظہار کرنا ناممکن ہے۔۔ اور میں ناممکن کو ممکن بنانے کی جنگ کر کے کئی لوگوں کی خواہشات کو روندنا نہیں چاہتا شاید یہی وجہ ہے کہ میں نے اپنی بے بسی کو تسلیم کیے اسے بھی آزاد کیا اور خود کو بھی آزادی دے دی۔ آپ میرے لیے پریشان نہ ہوں"

نیلم کے میسج کے بعد وہ بابا کی آتی کال پر انہی کے دفتر چلا گیا تھا تاکہ واپسی پر انکو بھی گھر ڈراپ کر دے اور شاید فیاض صاحب بھی کچھ اسطرح کے گھر سے دور ماحول میں شاہ ویر سے کھل کر اسکے خیالات جاننے کے طلب گار تھے۔

اس وقت وہ بابا کے روبرو بیٹھا، پوری سچائی کے سنگ اعتراف کر رہا تھا اور وہ کسی اور کے نجی دفتر میں اک الگ چھوٹے سے آفس میں اپنی کرسی پر آرام و سکون سے براجمان ہوئے شاہ ویر پر نظریں جمائے بیٹھے تھے۔

"لیکن تمہارے اس دل کا کیا ہو گا جس میں اک خلاء رہ جائے گا، ان نظروں کی تلافی کیسے ہو گی پتر جن سے دیکھ کر تم نے امل کو اس راستے پر آنے کے لیے مجبور کیا ہو گا۔ اور اپنے لیے ہر رشتے سے یونہی ناپسندیدگی کا اظہار کب تک کرتے رہو گے۔۔۔ تمہارے ماں باپ ہونے کے ناطے ہمیں تمہارا ابھی گھر اور دل آباد کرنے کی تمنا ہے۔"

فیاض صاحب کا لہجہ بہت آس زدہ تھا اور انکی تمام باتیں بھی شاہ ویر کو بھاری بوجھ عطا کر گئیں جسکے بعد اسے امل سے روا رکھے رویے پر مزید تکلیف ہوئی۔

"میں نے اسے کبھی کسی بھی غلط نگاہ سے نہیں دیکھا بابا، ہم دو کی اک دوسرے کی جانب جو کشش تھی جو فطری تھی۔ بچپن سے ایک ساتھ رہنے کے باعث۔ تو اصولا میرا پیچھے ہٹنا میری خطاء نہ کہلائے گی نہ وہ مجھ پر ہرجائی کا الزام ٹھہرا رہی ہے۔ہاں میری مجبوریاں اور اسکے والد کی ہٹ دھرمی، تابوت کا آخری کیل ضرور ثابت ہوئی ہے۔ ممکن ہے وہ مجھ سے واقعی لاکھ درجے بہتر انسان کی مستحق تھی تبھی یوں بے وجہ کھو گئی اور شاید میرا یہ زخم بھی کسی اور کے پوشیدہ زخم کا مرہم بننا تھا۔۔۔۔۔۔ کسی اداس آنکھوں والی کا، کسی حواس باختہ راہ چلتی روشنی کا، یا پھر چپ چاپ میری سمت چل پڑنے والی کسی راستہ بھولنے والی کا۔۔۔"

آج وہ بھی اپنے اوپر لاپرواہی کا غلاف چاک کیے بنا خوف، بلا جھجھک بابا کے سامنے اپنا دل کھول بیٹھا جہاں مرہم کی ہلکی ہلکی گرمائش ابھی سے محسوس ہو رہی تھی۔

شاہ ویر کے پاس دوسرے کو قائل کر لینے کا ہنر تھا اور ہنر نے بول بول کر فیاض ملک کے سارے سوالات کو جواب دے دیے۔

وہ خود بھی فساد نہیں چاہتے تھے، جلال پاشا سے دشمنی مول لینے کا فائدہ نہ تھا، ایک تو انکی زوجہ کو دکھ ہوتا اور کیا خبر وہ سفاک شخص ان لوگوں کی مزاحمت پر پھر سے مناحل پر اپنے رشتے کے باعث سفاک پابندیاں عائد کیے اسے اسکی بہن سے بھی جدا کر دیتا۔

کچھ مجبوریاں محض مجبوریاں نہیں بلکہ اللہ کی جانب سے موصول ہوئے اشارے بھی ہوتے ہیں۔

انسان کو سمجھنا چاہیے اور بروقت اچھا اور پرامن فیصلہ لے کر اپنے باشعور ہونے کا حق ادا کرنا چاہیے۔

اس وقت فیاض ملک کو بھی شاہ ویر کی ایسی سمجھ بوجھ پر رشک سا آیا۔

جہاں رشتوں میں فاصلے، خبس اور تکلیف آنے لگے وہاں اپنی سمت تبدیل کرنی ہی پڑتی ہے۔

رہی بات جلال پاشا کی تو وقت انکو بھی انکے فیصلے کی سختی اور سوچ کے منفی اثرات کا ادراک لازمی کروانے والا تھا۔

لیکن اس سب کے بیچ حق داروں کو انکا حق بھی ملنا تھا اور یہی قدرت کے طے کردہ اصول ہیں۔

کمی ہر جگہ رکھی گئی ہے تا کہ اک کاش ادھورا رکھے تشنگی کے وجود کو قائم رکھا جا سکے۔

"مجھے تم پر بھروسہ ہے شاہ ویر، تم کبھی بھی ہمارے مان میں کمی نہیں ہونے دو گے۔ خود کو جلال پاشا کے سامنے ناقابل شکست ثابت کرو گے۔ رہی تمہاری اور امل کی بات تو مجھے دونوں عزیز ہو اور میری دعا ہے تم دونوں کو تمہارا مستحق انسان ملے۔ جیسے میرے لیے میری مہرو اور نیلم ہیں اس سے

بڑھ کر امل ہے۔۔۔ان شاءاللہ مصلحتا لیا یہ فیصلہ آگے چل کر بہت سی خوشیوں کی وجہ بنے گا، ہر شکائیت دور ہو گی، ہر کمی پوری ہو گی اور ہر دکھ کا ازالہ ہو گا"

وہ بکھرا ہوا خسارے کے دکھ اٹھائے ہلکان کھڑا شاہ ویر ایسی ہی تسلی کا طالب تھا، اور شاید قدرت نے اسے بابا کے نرم لفظوں میں یہ تسلی ملائے اس تک پہنچادی تھی۔

لیکن اس سب سے پرے بات اب بھی مقدر کی ہی تھی۔

خسارہ بھلے امل اور شاہ ویر کو ابھی وقتی طور پر ملا تھا مگر قدرت نے ان دونوں کے لیے انکا مستحق ابھی سے چن لیا تھا۔

..________________________..

"مرتد تو تم سب ہو، بے دین۔۔بدہدایت۔۔۔۔نہ تم لوگوں کا عمل ہے نہ اخلاق۔۔۔۔تم جیسے نام کے مسلم مجھ جیسے عبادت گزار پر جتنی مرضی

تہمتیں لگالیں۔ جتنی مرضی سلاخیں بچھالیں لیکن مٹا نہیں سکتے۔ ہماری للکار میں لافانی دم ہے۔ ہم لوگ ہی سچے مسلمان ہیں۔ جو نہ اپنی زبان سے کسی کو دکھ دیتے ہیں نہ ہی ہاتھ سے تکلیف پہنچاتے ہیں۔ تم لوگ جتنا مرضی دم لگا لو، میرے سینے میں دفن ہوا اک بھی حرف نکال نہ سکو گے۔۔۔۔۔ ویسے بھی میں تم سب سے بات کرنا مناسب خیال نہیں کرتا۔ جو بات ہو گی میرے وکیل کے سامنے ہو گی"

روحان وحدی نامی وہ آدمی نہ صرف خلیے میں ایک عام مسلمان جیسا دیکھائی دے رہا تھا بلکہ اسکا لہجہ تکرار کرتے ہوئے بھی شیریں اور نرم تھا۔ اسکے چہرے پر ناگواری کی اک بھی شکن نہ تھی جبکہ بڑے تحمل سے انویسٹیگیشن روم میں اسکے روبرو بیٹھا وہی سالار نامی انسپیکٹر جسے اس لہجے اور عاجزی پر فدا ہو جانا چاہیے تھا الٹا تمسخر اڑاتی روح چیڑ دیتی نظروں سے وہ سرتاپا اس منصوعی نور اوڑھ کر آنکھوں میں دھول جھونکتی مکروہ ہستی کو دیکھ رہا تھا۔

کچھ دیر پہلے ہی عدالت میں پیشی کے بعد اسے انسپیکٹر سالار خان کی کسٹڈی میں اگلے فیصلے تک ریمانڈ کے لیے رکھنے کا حکم سنایا گیا تھا جبکہ ہارون سکندر کی اگلی پیشی ٹھیک ایک ہفتے بعد تھی۔

"مسلمان اپنے عمل کی تشہیر نہیں کرتا، نہ ہی وہ پس پردہ ایسے بیہودہ بیانات دیتا ہے جس سے ہمارے پاک نبیوں کے احترام اور تقدس پر حرف آتا ہو۔ نہ ہی مسلمان ایسے ممنوع سبق پڑھاتا ہے جو اللہ کے احکامات کی نفی کیے امن کے بجائے فساد کی ترغیب دیتے ہوں۔ اور نہ ہی مسلمان، مکر اور فریب کے سنگ کم علم لوگوں کی مجبوریوں سے کھیل کر اس پر اپنا مذہب مسلط کرتا ہے۔۔۔ تم جیسے کم ظرف ڈھونگی کیا جانیں اس پاک مذہب کو جس کی کشش اس قدر لافانی ہے کہ ایک غیر مذہب شخص بھی جب اسکی خوشبو پہچان لے تو بنا کسی زبردستی اور تسلط کے وہ دائرہ اسلام میں آنے کے لیے تڑپ اٹھتا ہے"

مقابل وہ کوئی عام نہیں بلکہ دین دار سا فرض نبھاتا ہوا جوشیلا انسپیکٹر تھا جسے شاید اس ناسور کے خاتمے کا موقع ملے سالاری کا اصل منسب مل چکا تھا۔

جبکہ انویسٹیگیشن سے باہر دو کھڑے اہل کاروں سے کچھ فاصلے پر آرام دہ کرسی پر بیٹھا ہادی سکندر بڑے غور سے اندر چلتی مکالمہ بازی پر نظریں پتھر کیے بیٹھا تھا۔

اپنی ایک ٹانگ سامنے میز پر رکھے نخوت پن ہادی سکندر کے ہر مو سے نمایاں تھا جبکہ آنکھیں اب بھی تپش اگلتی ہوئیں ہولناک۔

"یہ سب الزامات ہیں، یہ سب چھل ہے۔ دھوکہ ہے۔ یہ ہمارے تقدس پر حرف لانے کی چال ہے۔ ورنہ کون نہیں جانتا مجھے۔ میں دین ہی کا محقق ہوں۔ میرے الفاظ کی تاثیر سے پرندے بھی مبہوت ہو جاتے"

وہ تلملانے کی کوشش کرنے میں پھر سے خود پر تحمل مل کر گویا اپنے عتاب کو دبانے کی کوشش بھی کر گیا جبکہ سالار خان کا میٹر اسکی اس بات پر ہی گھوما کہ وہ خود کے تقدس کی بات اس منہ سے کرنے کی ہمت لایا کہاں سے ہے۔

"تقدس ہے تو ان پاک ہستوں کا۔۔۔۔۔۔۔نہ کہ تم جیسی منحوس شے کا۔۔۔۔مذہب کی آڑ میں اپنا مکرو دھندا چلانے والے جانور ہو تم۔ دوبارہ اگر تم نے خود کو کوئی برگزیدہ ہستی ثابت کرنے کی کوشش کی تو عدالت کے احکامات کا تقدس مجھ سے پائمال ہو جائے گا جو تم پر ہاتھ اٹھانے سے ہمیں منع کر چکی ہے"

سالار خان کا بس نہ چلا اس خوبصورت چہرے والے خبیث کو اسی لمحے یہیں اسی بند کمرے میں گاڑ ڈالے جبکہ سالار کی جانب سے ایسی تضحیک پر سبکی اور اہانت کے احساس نے اس مکرو شخص کی ساری حسن اخلاقی کا راز فاش کر دیا۔

"میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں کتے۔۔۔______"

اور حسب توقع اس جھوٹے شخص کے اپنی اوقات پر اترنے اور لگتار گندی گالیاں بکنے نے گویا سالار خان کے ساتھ ساتھ ہادی سکندر کو ٹھنڈی سی سرشار کرتی، خوشی بخشی۔

"آہاں! اس نیک ہستی کو تو گالیاں بھی آتی ہیں۔وہ بھی اپنے جیسی غلیظ اور ناپاک۔۔۔۔ تمہاری ساری اچھائی زمین پر بہہ گئی ہے دیکھ لو۔۔۔۔۔"

الٹا اس بپھرے سانڈ کی طرح مغلظات بکتے شخص کو اک مزید کچو کا لگتا سالار خان تمسخرانہ قہقہہ لگائے ہنسا جبکہ باہر بیٹھا ہادی بھی اس انسپیکٹر کی قابلیت کا دیوانہ ہوئے مسکرایا۔

"تم جیسے کو تو منہ بھی لگانا، گندگی کے ڈھیر میں منہ دینے سا ہے۔۔۔۔میں ایک بار یہاں سے نکل لوں تو تمہاری قبر کھود دوں گا۔ماتم کے لیے تمہارا کوئی سگا بھی نہ بچے گا۔۔۔۔اگلی پیشی پر میری ضمانت ہو گی اور تم مجھے خود

باعزت یہاں سے واپس چھوڑ کر آو گے۔۔۔۔۔ لیکن سب ختم نہیں ہو گا۔ تمہیں اس گستاخی پر سزائے موت سناوں گا"

وہ کچھ دیر پہلے کی نوارنیت سے بھری ہستی، زہر اگلتی، خرافات بکتی کسی بدذات شے کا روپ دھارے حلق کے بل غرائی۔ جبکہ سالار خان اور ہادی بڑے لطف اندوز ہوئے اس جانور کی یہ دھمکیاں سن رہے تھے۔

وہ شخص سرخ چہرہ لیے، چیڑ پھاڑ دیتے انداز میں انسپیکٹر کو گھور رہا تھا۔

"ابھی اس ملک کے قانون اتنے بھی ناکارہ نہیں ہوئے کہ ایک مرتد، خطرۂ ایمان، واجب القتل درندے کو آسانی سے ضمانت پر چھوٹنے دیں۔ چلو اگر تم اپنے نجس زرائع اور لمبے ہاتھ چلا کر چھوٹ بھی گئے تو میں خود تمہیں مار کر وہ والی عزت دار سزائے موت خوشی خوشی اپنے نام کروں گا۔ قانون کے مجھ جیسے چند اتھرے گھوڑے ابھی زندہ ہیں کچرے کی دکان! لہذا جتنا پھڑ پھڑانا ہے پھڑ پھڑا لے۔۔۔ تیرے خلاف مجھے کیا کرنا ہے یہ میں جانتا

ہوں۔ میں بھی مزید اس گندگی میں منہ دینے کا متحمل نہیں ہوں۔۔۔۔۔۔"

سالار خان نے اس پژمردہ گندے وجود کی سلگتی جلتی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے اک اک لفظ قہر سا نازل کیا اور زلیل اور رسوا کرتا اپنے دونوں باہر کھڑے اہل کاروں کو اس گند کو یہاں سے لے جا کر اسی اصل جگہ پھینک دینے کا اشارہ کیا اور خود اس شخص سے منہ ماری کے بعد وہ باہر نکلا تو ہادی سکندر کی آنکھوں میں اپنے لیے رشک دیکھ کر کچھ زیادہ ہی پرلطف مسکرا دیا۔

"مان گئے سالار خان صاحب، آپکی زبان کے تیر، دماغ کے لاوے اور لہجے کی بجلی سے کوئی مجرم بچ جائے، یہ مشکل ہی نہیں ناممکن ہے"

تالیاں بجاتا وہ اپنے ازلی روپ میں لوٹ آیا، چہرے پر شرارت چھلکاتی مسکراہٹ سے تھانیدار کا کئی من خون بڑھا چکا تھا جب کہ مقابل کا انداز بھی تائیدی ہوا۔

"میں بھی تمہاری چالاکی اور مکاری کا معترف ہوں ہادی سکندر! مان لو ہم دونوں ہی اپنی اپنی جگہ بہت ماہر کھلاڑی ہیں۔۔۔۔"

دونوں ایک سی گدگداتی فخریہ مسکراہٹ اک دوسرے کو سونپتے مین آفس روم کی سمت بڑھ چکے تھے اور یہ تھانہ سینٹرل تھا یہیں ریمانڈ کے لیے روحان وحدی کو لایا گیا تھا۔

یہاں کے تھانے کا چارج تو کسی اور انسپیکٹر کے پاس تھا مگر ہارون سکندر کے کیس کا سالار خان کے پاس ہونا اہم نقطہ بن گیا جس کے باعث اس بندے کی تفتیش کا حکم بھی سالار خان کو عدالت کی سمت سے ملا تھا۔

آفس پہنچ کر وہ خود بھی اپنی کرسی سنبھالے وردی کا دبدبہ لیے پر وقار انداز میں بیٹھا وہیں پر کشش اور مغرور نقوش والا ہادی بھی بلو ڈینم اور ڈارک بلڈی میرون شرٹ، بلیک لیدر جیکٹ اور جاگرز پہنے، بالوں کے بے ترتیب سے ،رف سے خلیے میں سامنے والی کرسی سنبھالتا اک غرور سے بیٹھا۔

"ہاہامیں چھپ کر وار کرنا پسند کرتا ہوں اب اس پر آپ بندہ ناچیز کو مکار کہیں یا شاطر !سب چلے گا، پہلے اپنے شکار کو بے بسی کی موت دیتا ہوں۔ پھر اپنے خونخوار پنجے اسکی بے بسی میں گاڑ دیتا ہوں۔۔۔۔یہی ہم سے جنگلیوں کا اصول ہے۔اب آپ جیسے خونخوار آفیسر کا ادنی سہی پر سہولت کار ہونا عام بات تھوڑی ہے۔ آپ کا جانگلی پن مجھ پر بھی تو اثر کرے گا"

آج تو ان جان لیوا آنکھوں کا سارا جمود ہٹا ہوا تھا اور پھر جس طرح وہ سالار خان سے بے تکلف ہوئے مخاطب تھا اس کا مزہ الگ۔

سالار خان نے ہادی کی جانب سے اس تنقید ملی تعریف پر جاندار قہقہہ لگایا۔

"ہاہا خوب کہا! لیکن تم کسی خوش فہمی میں مت رہنا کہ مبین عارض سکندر تمہارے ڈرامے میں پھنسا ہو گا۔ ہاہا وہ مجبور ہادی جو کل تھا نے میرے اور اسکے سامنے بیٹھا تھا۔۔۔ مجھ سے اس ہادی کی نوٹنکی برداشت کرنا سچ میں مشکل تھا۔۔۔ یو نو واٹ، مجھے لگتا ہے تمہارے باقی رازوں کی طرح مبین اس راز سے بھی واقف ہو گا۔ ورنہ وہ تمہاری مدد اس پروفیشنل طریقے سے ہر گز نہ کرواتا"

مزاق اک طرف کیے وہ اس بار خاصی تشویش ظاہر کیے مقابل بھی سناٹا سا طاری کر چکا تھا جبکہ ہادی سکندر ایک مزید راز افشاں ہونے کا سوچ کر ہی حلق تک کڑوا ہوا۔

"ہر بار ہرا دیتا ہے مجھے، لیکن اس بار اس سے نہیں ہاروں گا۔ اسے اعتراف کرنا ہو گا کہ وہ ہادی سکندر کو نہیں جانتا۔ نجانے کونسی سپر پاور ہے اسکے پاس کہ میری ہر تکلیف جان جاتا ہے۔۔۔ وہ معاملہ بھی جو میں جان بوجھ کر اس سے چھپا کر اس سے لڑنے کی وجوہات بناتا ہوں۔ اس معاملے میں

نہایت بدقسمت ہوں۔ اسے سب پتا چل جاتا ہے، یا تو اس نے مجھ پر اپنا کوئی جن مخبر مقرر کر رکھا ہے یا پھر سچ میں اسکے پاس کوئی ایسی طاقت ہے جو عام انسان کے پاس نہیں ہوتی۔۔۔ میں اس سے ہر بار چھپتا ہوں اور وہ مجھے ہر بار تلاش لیتا ہے"

نجانے کیوں مگر یہ سب یوں سالار خان کے سامنے کہتے ہوئے وہ عجیب سی بے بسی کا شکار تھا، یکدم الجھا ہوا، گمنام سا اور اس معاملے میں جی بھر کر بے اختیار جبکہ مقابل اس گرم پولیس والے کے چہرے پر ہادی کی کوفت محسوس کیے مسکراہٹ پھیلی۔

"ہاہا ہادی سکندر! یہ سپر پاور والی موویز دیکھنا بند کر دیجیے۔ حقیقت میں تشریف لائیں جو آپکو اصل طاقتوں سے ملوائے گی اور میری مانو تو مبین عارض سکندر سے مزید تکرار چھوڑ دو، وہ ہماری سمجھ میں نہیں آسکتا۔ خیر یہ سب تو ایک طرف لیکن اپنے باپ کو بے نقاب کرنے کا جو کام تم نے کیا وہ مجھ سا مضبوط بھی نہ کر سکتا تھا پھر یہی نہیں میری کئی سالہ محنت کو تم نے ہی

تکمیل دیا۔ ورنہ اس درندہ صفت مرتد، یہودیت کے سرچشمے اور قادیانیت کے فروغ کی جڑ کو کھلے عام دیکھ کر میرا دل جلتا تھا۔۔۔۔اب کم از کم اس روحان وحدی کی غلیظ صحبت کے باعث کوئی دوسرا ہارون سکندر ہرگز وجود میں آنے نہیں دیں گے۔ اور اس گندگی اور شرک کو روکنا ہی ہماری جنگ ہے"

شروع میں وہ دوستی کی فضا کو برقرار رکھے، ہادی کو چند انمول موتی سونپتا آخر تک ہادی سکندر کی ہمت کا معترف بھی ہوا، اسے اس عمل میں سراہا بھی اور ہادی سکندر کے ان کہے ملال بھی محسوس کیے۔

جبکہ ہادی سکندر ان نصیحتوں پر عمل کرنا ہی نہ چاہتا تھا، اسکا دل مبین عارض سکندر سے روٹھے رہنے پر بضد تھا، وہ جب جب اسے مناتا، ہادی کو ناجانے کیسی راحت ملتی۔

شاید اس لیے کہ وہ اتنا سب ہو جانے باوجود بھی اسے اپنا روح شناس دوست ہی مانتا تھا، جسکا منانا اور ہادی کی بے جا ناراضگی بنا واویلہ مچائے سہنا، ہادی سکندر کو اسکی اہمیت سے ملواتا۔

اور ہادی سکندر جسے زندگی نے بہت بار توڑ کر جوڑا تھا، اپنے اصل نقشے سے ہلا ہوا اک عجیب سا انسان تھا جسے منانے سے زیادہ روٹھ کر منتیں کرانے کا شوق تھا۔

شاید اس لیے بھی کہ وہ محبتوں سے محروم رہا تھا، اسے اسکی اہمیت بتانے والا بڑا حلقہ احباب نہ رہا تھا۔

اور وہ بہت فراغ دلی سے نرم سے ستم ڈھانے میں ماہر ہو گیا تھا۔

..________________________..

دیدار جان، روح کو آسودگی کے بجائے اک بے قراری دان کر گیا تھا، میٹنگ تو نا جانے کیسی گئی مگر وہ جب سے گھر لوٹا تھا، حواس کہیں اور ہی کسی کشش کے زیر اثر اڑے ہوئے تھے۔

جیسے اسے یقین تھا وہ دامن یار میں اپنی جھلک کی حسرت باندھ آیا ہے۔

سب خیر و عافیت سے واپس آچکے تھے۔

ڈنر پر ماہ جبین نے تمام بچوں کی واپسی پر انکے پسندیدہ پکوان تیار کروائے تھے، جبکہ خود عارض سکندر، ان دل و جان سے پیاری رونقوں کے لوٹ آنے پر بہت مطمئین اور خوش تھے۔

"شکر ہے بھئی تم سب واپس آ گئے، بہت یاد کر رہے تھے ہم۔ تو خوب انجوائے کیا پھر سب نے یا ہماری مان بیٹی کو بور کر کے لے آئے ہو"

ڈنر کے دوران ہی عارض اور ماہ جبین کی نگاہیں اپنے چاروں بچوں پر جمی تھیں، جہاں عبداللہ اور ماہ نور مسکراتے چہروں کے سنگ کھانا کھانے میں

مصروف تھے جبکہ مان کھوئی کھوئی اور مبین صاحب اپنی ہی دھن میں عقیدت اور محبت کے جذبات سے سرشار ہوئے کہیں اور ہی بیدار تھا۔

عارض صاحب کے پوچھنے پر مان اپنے خیالات جھٹک کر انکی سمت مسکرا کر دیکھنے لگی۔

"بالکل بور نہیں ہونے دیا والد خضور! بھئی جہاں مجھ سا کمال اور پیارے سینس آف ہیومر رکھنے والا بندہ ہو وہاں بوریئت ممکن ہے بھلا؟"

مان کے بولنے سے پہلے ہی عبداللہ نے اپنی موجودگی کا احساس بھرپور شوخی کے سنگ دیا جبکہ سبھی نے مسکرا کر اسکی تائید بھی کی سوائے ماہ نور نے جو منہ بگھاڑے زاویے کے سنگ واپس پہلی والی ماہ نور بننے کو تھی۔

"ویسے کافی خوش فہمی نہیں آپکو عبداللہ بھیا؟"

ماہ نور کے چڑاتے سوال پر عبداللہ نے گردن ترچھی کیے رخ موڑا جبکہ اب سبھی ہی مسکراہٹ چہرے پر سجائے متوجہ تھے۔

"مما بابا! آج ایک بات بتائیں یار سچی سچی۔ اسے آپ گلی سے اٹھا کے لائی تھیں ناں۔ لگتا ہی نہیں میری بہن ہے۔ مجال ہو جو مجھ غریب مسکین کے ساتھ کبھی اتفاق کیا ہو"

بچارا منہ بنا تا وہ دہائیاں دیے بلبلایا تو سبھی ہی ہنسے فقط مان اور مبین کے جو مدھم سی مسکراہٹ کے سنگ سبھی کو کمپنی دے رہے تھے۔

مان کی نظریں، مبین عارض سکندر کے چہرے پر جا ٹھہریں، جہاں اک ایسا حسن اترا تھا جو دل کے سکون کی بدولت وہاں آ کر براجمان ہو گیا۔

"ارے نہیں یہ تو ہماری جان ہیں، ہمارے دل کا سکون"

ساتھ ہی بیٹھیں ماہ جبین نے اپنی لاڈلی کو خود سے لگائے جبین پر بوسہ دیے اعتراف کیا تو آگے سے ماہ نور نے گز بھر لمبی زبان نکال کر عبداللہ کا خون جلایا۔

"اور میں کیا ہوں؟ سنا کان کھول کر چوہیہ!"

تفاخر سے اپنی راج ہنس سی گردن اکڑائے وہ کچھ قبل پہلے کی مایوسی پر موجودہ رنگ غالب کیے بڑے ناز سے بولا جبکہ ماہ نور صاحبہ نے فوری گردن گمائے ماں کی جانب دیکھا۔

"آپ ہمارے دل کی ٹھنڈک ہیں"

بس بھئی تعریف پر چوڑے ہو کر پھیلتے عبداللہ صاحب کی نخریلی ادائیں قابل غور تھیں جس پر سبھی ان دو کی کھٹی میٹھی تکرار پر محو مسکراہٹ ہوئے۔

"کیوں برخوردار! تمہاری جانب اسقدر خاموشی کاراج کیوں ہے؟ ہادی سے ملے ہو؟"

مسلسل سب کو مسکراتا پائے، عارض سکندر کی توجہ چپ چاپ کھانا کھاتے مبین پر پڑی تو وہ بابا کے پوچھنے پر یکدم چہرہ اٹھائے متوجہ ہوا۔

ہادی کے ذکر پر عبداللہ، ماں اور ماہ نور بھی حیرت کے سنگ متوجہ ہوئے۔

"جی بابا ملا ہوں، ہنوز خفا ہے مجھ سے۔ کچھ دن تک ممکن ہے اپنی ضد جاری رکھے۔ پھر ان شاء اللہ سب ٹھیک ہو جائے گا۔ اسے اسکی امانت پہنچا دی جائے گی"

مبین عارض سکندر کے منہ سے نکلا یہ انکشاف جہاں ماہ جبین اور عارض سکندر کو سنجیدہ کر گیا وہیں مبین نے حیرت کے مجسمے بنے ان تین نفوس کو باری باری دیکھا، جہاں ماں کا تاثر حیرت کا تھا، عبداللہ کا غصے بھرا جبکہ ماہ نور کا صدمے والا۔

تبھی اس سے پہلے وہ تینوں اس راز سے بے چین ہوتے، مبین نے ان تین کو بھی تمام حقائق سے آگاہ کر دیا۔

جبکہ ایسی سچائیاں سننا ان تینوں کے لیے جان جوکھم کا کام تھا، ہادی سکندر کے اس روپ کو جان کر ماہ نور بھی اپنی جگہ تھمی ہوئی تھی۔

چہرے پر سے رنگ اڑ گئے، اور پھر جیسے ہادی سکندر کی ناراضگی، دل کو کچوکے لگانے لگی۔

یوں سبکے سامنے آنسو روکنا تک محال ہونے لگا۔

جبکہ عبداللہ کی حالت بھی کچھ مختلف نہ تھی، ہادی سکندر کے ساتھ اپنے کھنچے، نپے تلے رویے کا اسے قلق ہونے لگا۔

وہیں ماں بھی ایسے حقائق امید نہیں کر رہی تھی۔

"وہ انسان اور اسکی عجیب سوچ اور حرکتیں۔ آج تک میں ہادی سکندر کو سمجھ نہ سکا۔ اللہ ہی رحم کرے"

خفگی کے سنگ کہے عبداللہ نے کھانے سے ہاتھ روک دیے جبکہ ایسی سنجیدہ صورت حال کو بہتر کرنے ہی کی غرض سے عارض سکندر اس موضوع کو فی الحال بدل گئے۔

"ہر انسان، ہر کسی کی سمجھ میں آجائے ایسا ممکن نہیں ہوتا۔ زیادتیاں ہم سب نے اس کے ساتھ کیں اور ہمیں ہی ایک ایک کر کے ازالہ کرنا ہو گا اس لیے چند دنوں تک ہم خود المیرا بھابھی کی طرف جائیں گے میں نے انکو اطلاع دے دی ہے۔ جن حالات سے وہ دو گزرے ہیں، ممکن ہے ہماری پہل انکی تکلیف میں کمی کر دے۔۔۔۔۔۔ پریشان ہونے کی ضرورت نہیں تم سب کو، جو بھی پردے حائل تھے وہ سب ہٹ گئے ہیں۔ ان شاءاللہ اب اچھا وقت آئے گا"

عارض سکندر کی بات نے ان سبھی کو جیسے اس احساس جرم سے نکالنے کی سعی کی تھی مگر ماہ نور سے یہاں بیٹھنا مشکل ہوا تو وہ بنا کسی کو کچھ کہے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی گئی۔

البتہ ماہ نور کی کیفیت وہ سب اس وقت بخوبی سمجھ سکتے تھے تبھی کوئی بھی اسکے پیچھے نہ گیا۔

ماحول اسی طرح سنجیدہ رہا۔

"ان شاء اللہ، خیر مان! اب تم بھی مبین کے ساتھ بزنس سنبھالو بچہ۔ میری خواہش ہے کہ میں اپنی ساری ذمہ داری تم دو پر ڈال کر بری الذمہ ہو جاوں۔ اپنی باقی زندگی، ماہ جبین کے ساتھ اور تم سب بچوں کی خوشیاں جینے کے سنگ گزارنا چاہتا ہوں۔ عبداللہ نے تو اپنی منزل چن لی ہے۔ مجھے تم دو سے ہی امیدیں وابستہ ہیں"

سنجیدگی کی کڑواہٹ کم کرنے کی کوشش میں وہ اب اپنی ذمہ داریوں سے سبکدوشی کا اعلان کرتے، رخ موڑ کر اک محبت سے بھری نگاہ ماہ جبین پر ڈالے گویا ہوئے جو بدلے میں اداس سی مسکراہٹ دے گئیں۔

ساری زندگی وہ محنت اور مشقت کرتے آئے تھے، صفر سے سو تک کا سفر انکی زندگی کی ایک کڑی مسافت تھی، مگر مشین بن جانے کے باعث وہ ماہ

جبین کے ساتھ گزارنے والی کئی دلکش شامیں، اپنے کام کو دے دیتے، لیکن اب وہ اپنی ساری توجہ، اپنی اصل مسیحا کی جانب لگانے کے متمنی تھے۔

"آپکی امیدوں پر پورا اترنے کی پوری کوشش کروں گی تایا جان، بالکل آپ اور تائی جانو ایک دوسرے کے ساتھ کوالٹی ٹائم گزاریں۔ بچوں کے ہونے کا فائدہ تو ہو۔ ویسے بھی بزنس ہی پڑھا ہے، رہی سہی مبین کے ساتھ کام کر کے سیکھ جاوں گی"

اپنے آپ کو ہر ممکنہ حاضر رکھے وہ مقابل کی ہر فکر، اپنی نرم آواز اور آسودہ لہجے سے مٹا دی تو مقابل بھی تشفی ہوئی۔

"بالکل۔۔۔ماں درست کہہ رہی ہے۔ بزنس کو لے کر فکر مند نہ ہوں"

مبین نے بھی ماں کی تسلی میں اضافہ کیا۔

"ٹھیک ہے تو کل صبح ہی تم دونوں فیکٹری یا پلازہ کے مابین ہماری تنازعہ زمین دیکھ آو، اس زمین کو لے کر کچھ مسائل ہیں جنکا سدباب مجھے تمام شئیر

ہولڈرز سے میٹنگ کر کے کرنا ہے۔ لیکن تم دونوں پھر بھی اسے ایک بار دیکھ لو جا کر"

یہ جس زمین کا عارض سکندر ذکر کر رہے تھے وہ کچھ تو خاص اہمیت کی حامل تھی کیونکہ اس زمین پر پلازہ یا فیکٹری بننے کی یہ ڈیل کسی اور کو متاثر کی ہو یا نہیں مگر مبین عارض سکندر کے چہرے پر بے چینی اور اضطرابی لہر ضرور اتر چکی تھی۔

جبکہ دوسری جانب اپنا فون نکالے کتنی دیر ہاں اور ناں کی کیفیت سے دوچار رہنے کے بعد آخر نا جانے کہاں سے وہ اتنی ہمت لائی کہ خود ہی ہادی سکندر کا سیو کیا نمبر نکال کر واٹس ایپ سٹیٹس چیک کرنے لگی۔

وہ نا صرف اون لائن تھا بلکہ کچھ دیر پہلے ہی سٹیٹس میں ایک ریسٹورنٹ کی پک لگائی تھی جہاں اسکے سامنے ایک لیڈی تھیں اور وہ خود بیٹھا تھا جبکہ کھانے کے بعد وہ دونوں کافی پی رہے تھے۔

المیرا کے ساتھ اس نے اپنی آج کی رات گزارنے کا عہد لیا تھا، وہ کھانا کھانے کے بعد کافی پیے، کچھ دیر ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں میں لپٹی رات کے لمحوں سڑک پر واک کرنے کے بعد گھر لوٹ آئے تھے۔

المیرا ہمیشہ ہی ہادی سکندر کے ساتھ اسکی دوست بن کر یوں گھومنے نکلتیں، وہ لگتی بھی اس جیسی ہی تھی۔

اور وہ تبھی تو اسے المیرا کہہ کر پکارتا تھا، کیونکہ اس نے المیرا کے روپ میں اپنی سب سے اچھی دوست پائی تھی۔

ماں کو شب بخیر کہے وہ اب لان میں لگے جھولے میں آرام دہ انداز سے بیٹھا ہوا تھا، سر کے بال، ہوا کے جھونکوں سے ماتھے پر بکھرے ہوئے تھے۔

بہت دن بعد اسے اپنا سانس بحال محسوس ہو رہا تھا، لیکن دل تو ابھی بھی کسی قید میں تھا۔

ماہ نور نے خود کو بار ہا روکا مگر وہ اپنے دل کے ہاتھوں مجبور ہو کر ہادی کا نمبر ملانے لگی۔

بہت سے گہرے خیالات میں ڈوبا ہادی، پاس ہی وائبریٹ کرتے فون کی ٹون پر اپنے دماغ کو جھٹک کر چہرہ موڑے فون اٹھا کر دیکھنے لگا۔

ماہ نور کی آتی کال پر جناب کے چہرے کی روشنی قدرے بڑھی۔

یہ لمحہ! جب ماہ نور اسے خود یاد کر رہی تھی، ہادی سکندر کی جیت میں شمار ہونے لگا۔

وہ کال تو پک کر گیا مگر مکمل روٹھ کر خاموشی سے ماہ نور کو ستانے کا تہیہ بھی کیا۔

"ہادی! آپ نے مجھے دوبارہ یاد بھی نہیں کیا۔ اور اب جب سب سچ سامنے آ گئے تب بھی ن۔۔۔ نہیں۔ تب بھی مجھے پکارنا اہم نہیں سمجھا۔ میں نہیں

مناسکتی آپکو اس لیے آپ خود ہی مجھ سے یہ ناراضگی ختم کر دیں۔۔۔ا۔۔اور مجھے اپنے پاس لے جائیں"

اس لڑکی کی گھٹی ہوئی بھاری آواز ہو یا اسکے جملوں میں ہلکورے لیتی تڑپ، یا پھر اٹک اٹک کر آنسو ضبط کرتی ماہ نور کا حوصلہ یا پھر سرعام ہادی سکندر کو خود پر اجازت سونپ دینے کا قاتلانہ انداز۔۔۔ سبھی مل کر ہادی سکندر کے اندر ہلچل مچا گئے، اور وہ پھر بھی پرسکون سا سر پشت سے ٹیکے، آسمان کی وسعت پر پھیلے ان گنت ستارے گننے لگا۔

لیکن ماہ نور کو سن کر جب وہ کچھ نہ بولا تو اسے لگا وہ بھری دنیا میں تنہا کر دی گئی ہے، ہادی سکندر کی ناراضگی تو سالوں تک نہیں اتاری جا سکتی تھی پھر وہ کیسے اسے منائے، یوں دور بیٹھے ایسے کیا لفظ کہے کہ وہ پہلے کی طرح اسکی جانب لپکتا ہوا چلا آئے۔

"ہادی"

وہ اس طرح پکاری جیسے یہ بولتے سمے اسکا گلا گھٹا ہوا لیکن آفرین تھا وہ ستم گر جو ابھی بھی چپ کا دامن پکڑے اپنے بے فائدہ شغل میں محو تھا۔

بھلا ستارے بھی کبھی گننے ہوئے ہیں۔

وہ بے آس سی بیڈ کی اک جانب بیٹھی، گہرا سانس کھینچنے لگی، سماعت کا دھیان تو ہادی سکندر کی مدھم مدھم سانس کی دستک سن رہا تھا۔

"ہادی میں بتا رہی ناں کہ میں آپکو نہیں منا سکتی، آپ مجھ سے نارا۔۔۔اض مت ہوں۔ ورنہ الٹا آپ سے ناراض ہو جاوں گی وہ بھی پکا والا"

دل نے اسے کہا تھا کہ وہ شخص جو اس کی دھڑکن کے ساتھ سانس لیتا ہے، ایسا سنگدل نہیں ہو سکتا تبھی تو وہ اک آخری بار ہادی سکندر کے دل کو ہلا بیٹھی۔

"جب تک میں نہ کہوں، مجھے پکارنے کی یا میری آواز سننے کی کوشش مت کرنا ماہ۔ اب جب سب تم پر بھی آشکار ہو گیا تو میری آٹھ سال کی تکلیف

محسوس کرو۔ تب تک جب تک میں تمہیں ایک سوٹ ایبل ماحول نہ دے دوں۔ مجھے منانے کے لیے۔ آفٹر آل اس دنیا میں جسکو ہادی سکندر نے سب سے زیادہ چاہا ہے وہی اسکی سب سے بڑی تکلیف کی وجہ بھی تو بنی ہے۔۔۔۔۔ اس لیے سزا بھی میرے معیار کی ہو گی اور مجھے میری منشاء کے مطابق منایا جائے گا ورنہ خود تمہارا ہاتھ پکڑ کر اسی کے ہاتھ میں تھما دوں گا جو تمہارے لیے تمہارے پیارے بھائی نے لڑکا چنا ہے۔۔۔ انڈرسٹینڈ؟"

سارے ستم اور حساب نخوت سے ہنکارہ بھرے اک ہی جھٹکے میں پورا کیے وہ ناصرف خود اپنی بے حسی پر ملول ہوا بلکہ وہ نرم مزاج، پھولوں جیسی ماہ نور کی آنکھیں پہلے سرخائی سے بھریں اور پھر یکدم وہاں پھیلتی نمی اسکے رخساروں پر اتر آئی۔

اسے یقین نہ آیا یہ سب اس سے ہادی سکندر نے کہا ہے۔

وہ اسے بتانا چاہتی تھی اپنے ڈرامے کے متعلق مگر یوں تھا کہ اسے لگا وہ اک حرف تک بول نہ پائے گی۔

وہ اسکی آواز پڑھتی، لہجہ کھوجتی، آج اپنی حسرت محسوس کیے، ساتھ ہی ہادی سکندر کی ناراضگی کی شدت سے تڑپ اٹھی تھی۔

"اب بند کرو فون"

مقابل اب ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ تھی جو ماہ نور کے آنسو غائبانہ ہی دیکھ لینے پر، اپنی اہمیت کے ناطے اس پاگل کے چہرے پر صورت بہار رقص کرنے لگی جبکہ وہ لاکھ غصے کے بھی ہٹ دھرمی پر اتر آئی۔

"نہیں کروں گی، نہ ہی آپکو کرنے دوں گی۔۔۔ اگر آپ نے فون بند کیا ناں تو یہیں بیٹھی رہوں گی۔ سونا بھی نہیں۔ اور کچھ کھاوں گی بھی نہیں۔ اور روتی رہوں گی۔۔۔۔ چینخ چینخ کر پوراولا سر پر اٹھالوں گی اور بھیا سے کہوں گی ہادی کو ماہ نور کبھی نہ دیں۔۔۔۔"

شاید یہ آخری حربہ تھا اس دماغ سے ہلے شخص کو سچائی اگلنے پر اکسانے کا، وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھتی، بھری آواز کے سارے راز کھولتی، آنسووں کی گرمائش میں بھیگے لہجے کی پرواہ کیے بنا ہادی سکندر پر پھٹ ہی تو پڑی۔

مگر شاید یہ لمحہ ایسا تھا جس نے ان دو کے رشتے کی ہر گرہ اور گانٹھ کھول کر رکھ دی، ایک بار پھر ماہ نور کو کھو دینے کا خوف اس ہادی سکندر کو بچہ بنا گیا، ہاں اب اس میں کہاں تھا حوصلہ کے وہ مزاق میں بھی ماہ نور سکندر سے دور کیا جاتا۔

"تمہارے اس بھائی کی ایسی کی تیسی، اب اگر وہ تمہارے اور میرے بیچ آیا تو ایسی جگہ جا کر تیسری خودکشی کروں گا جہاں اسکے موکل بھی پہنچ نہ سکیں گے۔ اور پھر وہ تیسری اور آخری بار ہادی سکندر کی مسیحائی نہ کر سکنے کے قلق میں تا عمر ہاتھ ملتا رہ جائے گا۔ لہذا ایسا اسے کہنے کی جرت بھی مت کرنا، سمجھی"

وہ بے تکی ہانکتا ہوا یہ تک بھول گیا کہ وہ کتنے سخت اور زہریلے الفاظ کہہ گیا ہے، یہ احساس کیسے بنا کہ مقابل وہ انتہائی حساس ماہ نور موجود ہے جسکا اک اک آنسو ہادی سکندر پر قیامت نازل کرتا ہے۔

"میں خود آپکی جان لوں گی اس بار، سنا آپ نے۔ سیدھے سے ناراضگی ختم کریں ورنہ بتا رہی ہوں بہت بڑی چڑئیل بھی ہوں۔ اور جلدی سے آکر مجھے لے کر جائیں۔ یہ درخواست نہیں ہے ہادی سکندر! یہ حکم ہے۔ ماہ کا حکم۔۔۔۔ باقی آپکو کیسے سیدھا کرنا ہے یہ میں سوچ چکی ہوں۔۔۔۔۔"

اپنے اندر کی نڈر شیرنی باہر لائے وہ باقاعدہ غرا کر ہادی سکندر کو حکم سنا رہی تھی جو میسنا، دبے دبے جوش اور خوشی کے سارے جذبے چھپائے اسکا اک اک حرف سن کر جی رہا تھا۔

"نہیں کروں گا ختم، جو کرنا ہے کرلو۔۔۔اب تو بالکل نہیں ماہ! مائی ٹوئنکل سٹار۔ابھی تو میرے دن آئے ہیں۔ابھی ہی تو ہادی سکندر کی قسمت کا ستارہ روشن ہوا ہے"

وہ آگے سے ہنوز ڈھیٹ بنا، ماہ نور کے ضبط سے کھیل رہا تھا جبکہ ماہ نور کا بس نہ چلا اب اپنا ہی سر کسی دیوار سے دے مارے۔

"میں ہوئی ناراض تو ڈھونڈتے رہ جائیں گے مجھے، بتا رہی ہوں۔مجھے لے جائیں ناں ہادی۔میں وہ سب آپکو کہنا چاہتی ہوں جو تب سے اپنے دل میں چھپا رکھا ہے جب سے محبت کا لفظ پڑھا اور سراپا محبت سے ہادی سکندر کو دیکھا تھا۔۔۔آپ نے جو بدلا لینا ہو ابعد میں پلیز۔۔۔ابھی میرا امتحان مت لیں اور اسے حکم نہیں، درخواست سمجھ لیں۔۔۔ماہ کی درخواست"

چاہ کر بھی وہ ہادی جیسی ستم گر نہ بن سکی اور اپنے لہجے کے ہار جاتے تاثر کے سنگ کئی عطر ساز سے اظہار بخش گئی جو ہادی سکندر کے دل کو پر سکون کر گئے۔

وہ جذب سے آنکھیں موند کر ماہ نور کے کہے اک اک لفظ کو محسوس کیے، دل کو کہرام کی زد میں دیتا رہا مگر اسے بھرنا کہاں تھا خود کو۔ اسے ماہ تک پہنچنے کا یہ کیف آگیں انتظار جینا تھا، اس لڑکی کے اب تک کے ہر فرار اور گریز کی تلافی کی صورت اس سے اظہار دل مطلوب تھا۔

"لیکن میں تم سے ناراض رہنے کا ایک طویل وقت مقرر کر چکا ہوں ماہ! اس کے باوجود تم خود سے ناراض ہادی سکندر کے پاس آنا چاہتی ہو تو تمہاری مرضی۔۔۔ لے آتا ہوں تمہیں یہاں۔۔۔"

اس بار ہادی سکندر کا لہجہ جذبات کی حدت کے باوجود برہم سا تھا مگر ماہ نور کا دل اس مقابل کیے جاتے اقرار نے دھڑکا دیا، یکدم ہی چہرہ حجاب آلود کیے

وہ فون بند کر گئی، اب دھڑکنوں کا بے ہنگم شور تھا اور وہ تھی جبکہ مقابل یوں ایک بار پھر بیچ راہ میں گم ہو جانے پر وہ سزا کا ایک دن مزید بڑھا چکا تھا۔

..___________________________..

دوسری جانب نیلم!

شہزادی متذبذب سی، وہ چرا کر لایا خزانہ کسی متاع زیست کی مانند سنبھالے، تب سے اب تک اس انسان کو ہی سوچتی رہی تھی، اسکا چہرہ موڑ کر گاڑی سے نکلنے کا منظر بار بار اسکی آنکھوں کے سامنے آتا، بار بار اس رخ روشن کو نہ دیکھ پانے کا ملال، دل کے پار کہیں چبھنے لگتا۔

گہری رات ہوتے ہی نیلم کی افسردگی بھی گہری ہوئی وہیں کچھ دیر قبل نیند کی رتی برابر بھی حاجت محسوس نہ کیے وہ بے دلی سے لیٹی چھت پر لگے پنکھے کو دیکھ رہی تھی۔

"اگر وہ خوشبو میرے مقدر کی ہے تو میری بے قراری کا توڑ کیجئے اللہ جی، مجھے اس خوشبو کا چہرہ دیکھا دیں۔ پر بس تبھی اگر وہ میرے ہیں۔ ورنہ مجھے انکی خوشبو سے آزاد کیجئے"

اک آخری دعا کرتی وہ، یکلخت آنکھیں موند گئی۔

نیند نہیں تھی وہ، شاید کوئی اور ہی حاوی ہوا طلسم تھا۔

وہ جلد ہی اک نئے خواب میں بیدار ہوئی، کھلا سر سبز میدان تھا جس میں وہ ایک گلابی پروں والے پرندے کے سر پر منڈلنے پر پہلے خوفزدہ ہوئی پھر جب اس پرندے نے شہزادی کے سر پر سایہ کیے قدم بڑھانے کا کہا تو وہ مسکراتی ہوئی اس پرندے کے تعاقب میں چلنے لگی۔

دور سے ہی وہ پھولوں سے بھرا گلشن دیکھائی دینے لگا، ندی کنارے وہی ہنس کا جوڑا ارد گرد کی خوبصورتی میں اضافے کا باعث بن رہا تھا۔

اس گلابی پرندے کے پروں کا سایہ ایک حد تک پہنچ کر ختم ہوا تو وہیں بادلوں کے نرم گولوں نے شہزادی کے سر پر سایہ کرنا شروع کر دیا۔

تا حد نگاہ پھول کھلے تھے، جنکی رعنائی آنکھوں کو خیرہ کر رہی تھی۔ شہزادی اپنا سفید ململ کا آنچل سنبھالتی ہوئی مسلسل اس ندی کی جانب بڑھ رہی تھی۔

ننگے پیروں میں آتی شبنمی گھاس، اک ٹھنڈا سا احساس جگا رہی تھی وہیں نیلے اور سفید بادلوں کے گولوں سے بھرے آسمان پر رنگ برنگے چھوٹے چھوٹے پرندے اڑانیں بھر رہے تھے۔

جگہ جگہ کھلے پھولوں کے گرد تتلیاں ہالہ بنائے منڈلا رہی تھیں، نرم روح تک اترتی ہوا کے جنتی جھونکے، شہزادی کا تن، من اجلا بنائے مہکا رہے تھے۔

وہی خوشبو چار سو پھیلنے لگی تو شہزادی نے ندی کنارے بیٹھے ہنس کے جوڑے کو دیکھ کر مسکراہٹ دی اور اپنا ایک پاؤں اٹھا کر ندی کے گداز پانی میں ڈالا ہی تھا کہ وہی تیز روشنی اپنی پوری شدت کے سنگ شہزادی کی آنکھیں چندھیا گئی۔

لیکن اس بار اس روشنی کی شدت بہت جلدی ماند پڑی، اور یہی نہیں بلکہ آج وہ روشنی کسی ناگواری کا باعث نہیں بلکہ شہزادی کی بصارت کا رزق لائے، اپنے مرکز سے روشن ہوئی تھی۔

شہزادی نے کچھ دیر پہلے، روشنی کی شدت سے بچنے کے باعث اپنے چہرے پر دھری کی اپنی بازو ہٹائی اور اس پار دیکھنے کی کوشش کی جہاں اب روشنی مدھم ہو رہی تھی اور کسی کا سایہ نمودار ہو رہا تھا۔

وہاں پار وہ دیکھائی دیتا چہرہ لمحہ بہ لمحہ واضح ہوا تو وہیں اس دل و جان کو سرور بخشتی خوشبو نے بھی زور پکڑا، اور پھر وہ اسے دیکھنے میں کامیاب ٹھہری۔

شہزادی کی آنکھیں، ان مقدس آنکھوں کو دریافت کر بیٹھیں، وہ چہرہ لمحے کے ہزارویں حصے اپنی یاداشت میں محفوظ کیے وہ کانپ اٹھتے ہوئے نہ صرف نیند کے بری طرح ٹوٹنے پر ہڑبڑا کر اٹھ بیٹھی بلکہ کسی بھاری احساس کی شدت کے باعث اسکا پورا جسم برف کی مانند ہوا۔

دور پار فجر کی آذانوں کے بلند ہونے پر نیلم نے آہستہ آہستہ اپنا بکھڑا تنفس بحال کیے سینے پر ہاتھ سہلایا، نا جانے کتنے لمحے وہ اپنی حالت درست کرتی رہی۔

وہ یوں حواس باختہ تھی جیسے وہ کسی خوفناک خواب سے جاگی ہو یا اس خواب کا بوجھ اتنا زیادہ تھا کہ نیلم کو اپنے پورے جسم میں برقی لہر ڈوڑتی محسوس ہوئی۔

وہ چہرہ اسے خواب سے جاگ جانے کے بعد بھی ہنوز ازبر رہا، پھر وہ خوشبو جسے وہ ہرگز جھٹلا نہ پائی۔

قریب کی مسجد میں آذان بلند ہوئی وہیں نیلم کی آنکھوں میں تشکر بھرے آنسو امڈنے لگے۔

رات اس نے کتنی دیر تک اللہ کے سامنے ہاتھ اٹھا کر اسکی رضا مانگی تھی، یہ جذبہ جس کے تحت وہ اس شخص کی خوشبو کی دیوانی ہو رہی تھی، سب سچ سچ اللہ سے کہہ چکی تھی۔

اور یوں خواب میں اس چہرے تک رسائی، نیلم کا دل بھر اگئی۔

"اگر وہ خوشبو میرے مقدر کی ہے تو میری بے قراری کا توڑ کیجئے اللہ جی، مجھے اس خوشبو کا چہرہ دیکھا دیں۔ پر بس تبھی اگر وہ میرے ہیں۔ ورنہ مجھے انکی خوشبو سے آزاد کیجئے"

اسے اپنے ہی نیند میں جانے سے قبل بولے الفاظ رلانے لگے، وہ چہرہ جو واقعی اسی خوشبو کا تھا۔

وہ چہرہ جسکو دیکھ لینے کے بعد نیلم کو وہ خوشبو خود سے آتی محسوس ہو رہی تھی۔

وہ بے کل ہوئے اپنی بے ترتیب سانسوں اور ڈھڑکنوں کے شور سے بے جان ہو رہی تھی، آذانیں بار بار بلند ہوئے اسے دعوت عبادت سونپ کر اب خاموش تھیں مگر وہ کہیں اور ہی بیدار ہوئے اسی خواب کی آسانی کو جی رہی تھی۔

"میرے حافظے سے مت نکلیے گا، میں آپکا چہرہ بناوں گی۔۔۔۔ مت جائیے گا۔ میں بنانا چاہتی ہوں آپکا چہرہ، وہ آنکھیں جو نجانے کیسی آنکھیں تھیں۔۔۔۔"

وہ خود نہ سمجھ سکی اسے ہوا کیا ہے، بدحواس سی وہ اٹھ کر ٹھوکر پر آتی ہر چیز گرائے اپنا کینوس سیٹ کیے آڑھی ترچھی لکیریں لگاتی رہی، اس چہرے کو

ترتیب دیتی رہی مگر پھر کچھ نہ بن پانے پر وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھ کر اداس آنکھوں سے ادھورے خواب کی اس تصویر کو دیکھتی چلی گئی۔۔۔۔

جیسے کوئی باولا، دور خلاوں کو گھورتا رہتا ہے۔۔

..________________..

اک نیا دن زمین زادوں پر نئے دن کی تمازت بکھیرنے آچکا تھا، عارض ولا میں ناشتہ سبھی نے سنجیدہ اور خاموش ماحول میں کیا تھا سوائے عبداللہ کے جو ابھی تک اٹھا نہ تھا نہ اسکا دیر تک اٹھنے کا ارادہ تھا جبکہ مان اور مبین پہلے ہی وہ جگہ دیکھنے نکل چکے تھے۔

ماہ نور بھی کافی ساری چھٹیوں کے بعد آج یونی کے لیے ریڈی ہوئی تھی اور اسے بابا ہی چھوڑ کر آنے والے تھے جبکہ شام میں عارض صاحب اور ماہ جبین نے المیرا کی طرف جانے کا ارادہ باندھا تھا۔

جبکہ وہیں دوسری جانب نیلم کو یکدم ہوتے بخار نے اسکی طبعیت انتہائی بوجھل کر دی تبھی وہ سکول سے چھٹی کیے، سب کو تنگ نہ کرنے کا کہے اپنے بستر میں دبکی تھی اور باقی معمول کے مطابق شاہ ویر اور فیاض صاحب اپنے اپنے کام پر روانہ ہوئے تو مہرو اور مہک کا آج پھر بازار جا کر کچھ مزید کام نمٹا دینے کا ارادہ تھا۔

اسی طرح تیسری جانب بڑے سے رئیسانہ ڈائنگ ٹیبل پر دو نفوس خاموشی سے ناشتہ کرنے میں مگن تھے، رات امل کی سو کر ہی گزری تھی تبھی وہ خود کو اب بزنس کے جھمیلوں کے لیے تازہ دم محسوس کر رہی تھی۔

مگر پھر آج کے تازہ نیوز پیپر پر آتی کراری اور چٹخاری خبر نے دو الگ الگ جگہ زمین ہلائی تھی۔

بیک وقت عارض سکندر اور جلال پاشا کی نگاہ ایک ہی خبر پر پڑی اور آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی کا سماں رقص کرنے لگا۔

"ایک لمبے عرصے سے سنگل رہنے والی دو نامور سلیبریٹیز کے بارے مزید ار حقائق، اکیلے اکیلے ملاقات تو کہہ رہی ہے کہ دونوں کے والد کی دوستی، عنقریب رشتہ داری میں بدلنے والی ہے۔ تو پھر دیکھتے ہیں عبداللہ عارض سکندر اور امل پاشا کب اپنے ذاتی تعلق کو آفیشل کرتے ہیں۔ حوصلہ ہم نے دے دیا ہے یہ سچ آشکار کرنے کا، امید ہے جلد دونوں کی شاندار شادی دیکھنے کا موقع ملے گا"

خبر کو اس استہزایہ اور مزے دار انداز میں لگایا گیا تھا کہ پڑھ کر پہلا تاثر ہی غضب دلانے والا آیا اور یہی حساب اس وقت عارض سکندر اور جلال پاشا کا تھا۔

نیوز پیپر باقاعدہ امل کی آملیٹ پلیٹ میں پٹخ کر جلال پاشا غرا کر اٹھے تو امل نے اچنبھے کے سنگ ایک بار پھر والد جان میں جن کو ظہور ہوتا محسوس کیا مگر اس سے پہلے وہ کچھ کہتی، نظر غیر دانستہ اخبار کے اس حصے پر جا ٹھہری۔

"یہ کیا بکواس ہے امل ؟ اس لیے تمہیں کھلی چھوٹ دی تھی کہ تم اپنے باپ کو ذلیل کر کے رکھ دو۔ جانتی ہو ناں میڈیا کسی ہلکے کتے کی طرح ہماری کمزوریوں کی تاک میں رہتا ہے پھر بھی تم دونے اتنی بڑی بیوقوفی کیسے کی۔ کیا ضرورت تھی رات کے وقت ملنے اور اتنا قریب کھڑے ہونے کی۔۔۔ جواب دو مجھے"

ہر باپ کی طرح بنا کچھ سنے وہ امل پر چڑھ دوڑے جسکی آنکھوں میں خبر پڑھتے ہوئے جو عتاب ہلکورے لے رہا تھا وہ جلال پاشا کی دھاڑ کے بعد قدرے ختم ہو کر محظوظ ہوتے تاثرات میں بدلا وہیں سوئے عبداللہ پر سے لحاف کھینچتے عارض، برہمی سے نیوز پیپر، مندی مندی آنکھیں کھول کر سچویشن سمجھتے ہوئے عبداللہ کی جانب اچھال کر غصیل اور برہم تاثر دے رہے تھے جبکہ ماہ نور اور ماہ جبین بھی، عارض کے یکدم بھڑک اٹھنے اور عبداللہ کے کمرے کی جانب بڑھنے پر پیچھے ہی مدافعتی انداز سے عبداللہ کی طرف داری کا فریضہ نبھانے آچکی تھیں۔

"کیا ہوا ہے بابا؟ اتنا غصہ"

اپنے چہرے کی جانب پھینکے نیوز پیپر کو پکڑ کر جھٹکے سے اٹھتا وہ خاصی تشویش سے سوئے ہونے کے باعث قدرے بھاری آواز کے سنگ بولا مگر بابا کی ناراضگی بھری گھوری سے بہتر اس نے نیوز پیپر دیکھنا مناسب سمجھا جبکہ اس خبر کو پڑھنے کے بعد عبداللہ عارض سکندر کا خون کھول اٹھا۔

"یہ دن دیکھانے سے اچھا تھا تم مجھے زہر دے دیتے عبداللہ، تمہاری شوخ مزاجی اور بے تکلفی کی عادت ہمیشہ سے مجھے خوفزدہ کرتی آئی ہے۔ دیکھ لیں آپ بھی ماہ جبین۔ سارے شہر کے سامنے اس نے نہ تو مجھے سر اٹھانے کے لائق چھوڑا نہ جلال کے روبرو اب عزت سے امل کا رشتہ آفیشلی مانگنے کے قابل۔ کیا جواب دوں گا اسے۔ کہ یہ ہے ہماری عزت داری۔۔۔ یہ ہے میری تربیت کہ میری اولاد نے اسکی بیٹی کو عزت دینے کے بجائے سرعام رسوا کر دیا۔۔۔ وہ اب کیسے دے گا اپنی امل۔۔۔ ہاں"

عارض سکندر کے جسم کا سارا خون گویا انکے چہرے پر سمٹا وہیں جلال پاشا کے روبرو وہ الگ سے مجرم بنے لیکن عبد اللہ نہ صرف انکو قائل کرنے اٹھا بلکے بابا کی سختی سے خاموش رہنے کی تنبیہہ پر تڑپ اٹھا۔

ماہ نور اور ماہ جبین بھی عارض کے بے جا بھڑک اٹھنے اور عبد اللہ پر قہرناک سابر سنے پر اپنے اپنے چہرے مرجھائے کھڑی تھیں۔

"بابا! آئی سوئیر ایسا کچھ نہیں ہے۔ یہ ایک رینڈم ملاقات میں لی گئی تصویر ہے۔امل وہیں تھی گھر۔ آپ اس سازش کے تحت مجھ پر اور اپنی تربیت پر کیسے دکھی ہو سکتے ہیں۔ جس نے بھی یہ گھٹیا حرکت کی ہے اسے سزا دوں گا۔ پلیز آپ مجھ سے ناراض مت ہوں"

بابا کی ناگواریت اور غصے کی پرواہ کیے بناوہ انکو شانوں سے تھامے روبرو کرتا صفائیاں پیش کر رہا تھا مگر وہ اسکے دونوں ہاتھ جھٹک کر نہ صرف اسے پیچھے دھکیل گئے بلکہ ایسی جگر پاش نظر ڈالی جو عبد اللہ کو خواہمخواہ کا مجرم بنا گئی۔

"جھوٹ نہیں عبداللہ، میں اور ماہ جبین نہ صرف تمہاری امل کے لیے محبت جانتے ہیں بلکہ ہم نے تمہارا اور امل کا شادی تک کرنے کا ارادہ کیا تھا، اور کئی سال پہلے ہی ہم دو دوستوں کے بیچ اس خواہش کا تبادلہ بھی ہو چکا۔ لیکن تم نے اپنی بے عقلی سے کھلے عام اس سے مل کر ان ٹکے ٹکے کے میڈیا والوں کو ہم دو باعزت خاندانوں پر کیچڑ اچھالنے کا کھلا موقع دیا ہے۔ عورت، سراپا عزت ہے کیا تم اس بات سے واقف نہیں ہو، آج تک وہ جلال پاشا کی بیٹی کی حیثیت سے دو تین بار میڈیا پر آئی ہو گی لیکن جس شکل میں تم اسے لائے ہو، میرا نہیں خیال وہ تمہارے لیے کبھی ہاں کہے گی۔ اور جو بدنامی ہو گی وہ الگ۔۔۔ وہ تمہارے نام کے ساتھ سر عام منسوب کی گئی ہے، یہ بہت بڑی بات ہے عبداللہ عارض سکندر۔۔۔ اگر جلال اس رشتے سے اب پیچھے ہٹ گیا تو ہمارے سر جھک جائیں گے۔۔۔ مجھے جلد از جلد اس بدنامی کا خاتمہ چاہیے ورنہ تم بھول جانا کہ ایک باعزت خاندان کے بیٹے ہو۔۔۔ سمجھے"

تمام نرمی بھاڑ میں جھونکے وہ اس وقت اپنی سدھ بدھ بھلائے عبداللہ پر قیامت برپا کیے وہاں سے واک آوٹ کر گئے جبکہ بابا کے ان تماچوں سے کہیں زیادہ تکلیف دیتے الفاظ، عبداللہ کو کوڑوں کی طرح زخمی کر گئے۔

ماہ جبین نے اسکے قریب آنا چاہا مگر وہ گریز کا تاثر دیتا، اپنی سرخ عتاب سے بھری آنکھیں چراتا ہوا فریش ہونے بڑھ گیا اور ماہ نور اور ماہ جبین بھی اک دوسرے کو تکلیف کے سنگ دیکھنے لگیں۔

وہیں دوسری جانب امل کے پرسکون تاثر اور مسلسل کاٹتی چپ ناقابل برداشت ہونے پر جلال پاشا نے زوردار ہاتھ ڈائنگ میز پر مارا جس پر وہ اخبار کو اک طرف اچھال کر پراعتمادی سے اٹھ کر انکے روبرو آئی۔

"گر کسی کی بے تابی نے مجھے بدنام کر ہی دیا ہے تو آپ کو خوش ہونا چاہیے ناں۔بیٹی نے آپکی مشکل آسان کر دی۔اب آپ چھپ چھپ کر نہیں، پورے شہر کے سامنے اعلان کر سکتے ہیں کہ آپ نے بنا اپنی بیٹی سے پوچھے

بہت پہلے ہی اسکا رشتہ اپنے دوست کے بیٹے سے کر دیا تھا۔ اور آپکی فرمابردار بیٹی، پوری ایمانداری سے آپکا فیصلہ تسلیم کرتی نظر آرہی ہے"

نہایت اطمینان کے سنگ وہ بازو لپیٹے، اک اک لفظ جلال پاشا کی خونخوار آنکھوں میں جھانک کر ادا کیے بےباکی کا مظاہرہ کرتی گئی جبکہ مقابل وہ شخص اک لمحے میں دہل اٹھا۔

"کیا بکواس کر رہی ہو تم امل پاشا؟"

اپنی شکست تسلیم کرنے کے بجائے وہ الٹا امل پر دھاڑ اٹھے جو آگے سے اس پھنکارتی آواز کی وحشت سے بنا خوف کھائے مسکراتی ہوئے دو قدم پیچھے ہٹی۔

"یہی کہ آپکے بزنس کے حوالے سے ہر وقت ہم قدم چلتے میڈیا کو یہ بھی پتا ہونا چاہیے کہ آپکی بیٹی کی زندگی میں کیا ہو رہا ہے۔ قصوروار ہم دونوں ہیں سو ہم دونوں کو سزا دیں۔ نہ اسے امل ملے نہ مجھے وہ بے تاب

دیوانہ۔۔۔تردید کردیں جاکر۔۔۔اور خبر کو جھوٹا ثابت کیے اپنی اور عارض انکل کی عزت بچالیں"

وہ نہایت آرام سے یہ حل پیش کیے مقابل کا سر چکرا گئی جو امل کے یکلخت الٹے بیان پر طیش میں آ گئے۔

وہ انکے غصے اور طیش سے بے خبر، مسلسل انکی برہمی بڑھانے پر لگی تھی۔

اس خبر کی وہ کیسے تردید کرتے جبکہ وہ پہلے ہی کئی سال پہلے عارض سکندر سے ان دو کی شادی کی اپنے منہ سے خواہش بیان کر چکے ہیں اور انکو امل پر غصہ تھا جو اس نازک لمحے ان کو بلیک میل کر رہی تھی۔

"لیکن یہ خبر جھوٹی نہیں ہے، جس انداز سے پیش کی گئی وہ بدنامی کرے گا۔ تم اسی سے شادی کرو گی یہی میرا آخری فیصلہ ہے۔کوئی تردید نہیں ہو گی اس خبر کی بلکے کل ہی میں پریس کانفرنس بلا کر تمہاری اور عبداللہ کی منگنی کا اعلان کر دوں گا"

الٹا وہ بپھر کر گرجے جس پر امل کے شیطانی دماغ میں حرکت ہوئی۔

"میں تو ایسے انسان کے ساتھ ہر گز شادی نہیں کروں گی اب، آپکی اسی پریس کانفرنس میں آکر چیخیں مار مار کر سبکو بتاوں گی"

وہ اک لمحے میں بلا تمہید آگ کی طرح بھڑکتی، اگلے ہی لمحے چہرے پر خوشی لائے جلال پاشا کا دماغ گھماتی آگے سے زچ کرنے کے زہریلے انداز میں دانت نکال رہی تھی، بہت مشکل سے وہ امل پر اپنا ہاتھ اٹھنے سے روک پائے۔

"امل میں تمہاری جان لے لوں گا"

وہ دبنگ آواز میں ہنوز دھاڑے مگر امل کہاں تھی کسی سے ڈرنے والی، مقابل کی سرد مہری اور ناگواریت کو چنداں اہمیت دیے بنا مقابل کا غیض دہکانے پر اتر آئی۔

"جان اسکی لیں جس نے مجھے بدنام کیا، سوری ابا جان لیکن اس بار امل آپکی عزت نہیں بچا سکتی۔۔۔"

وہ کندھے اچکاتی سرک کر بے حسی دیکھائے وہاں سے نکلنے لگی تبھی جلال نے سختی سے اسے بازو سے دبوچے واپس پلٹایا۔

"امل! تم مجھے مزید بدنام کرو گی۔۔۔ کونسی سزا دے رہی ہو ہاں"

وہ لہجہ خاک سا کیے امل کی ڈھیٹائی پر نالاں تھے مگر وہ بڑے اطمئینان سے انکے ہاتھ سے بازو چھڑوا گئی۔

"وہی جو آپ نے مجھے اور مس مناحل کو دی"

سپاٹ انداز اور زہریلا جواب دیتی وہ مقابل اک تکلیف اتار گئی۔

"کیا چاہتی ہو؟"

نہایت بھاری اور مایوس آواز ابھری جس پر امل نے اپنے دماغ کو بروقت کام لایا۔

"آگر آپ چاہیں تو اپنی ڈیمانڈز بتا سکتی ہوں"

سلگاتا انداز لیے وہ میدان میں اتری وہیں عاجزی کا لبادہ اوڑھے انھیں تنبیہی نظر سے تکتی بولی جس پر جلال پاشا نے اپنی ہار تسلیم کی۔

"بولو"

سختی سے حکم آیا۔

"اگر آپ چاہتے ہیں میں اس سب کے باوجود عبداللہ پر نظر ثانی کروں تو میری صرف یہی شرط ہے کہ آپ کو اپنی غلطیاں تسلیم کیے اماں سے صلح کرنی ہو گی۔ کبھی نہ جھگڑنے کا عہد لینا ہو گا۔ اگر آپ دو ایک ہو جانے کا فیصلہ لیں تو میں بھی آپکا فیصلہ تسلیم کرنے کی پابند ہوں گی"

پوری حاضر جوابی کے سنگ وہ موقعے کا صحیح فائدہ اٹھائے اپنی تمام تر شرائط سے آگاہ کیے، والد جان کے ہونق اور اڑے تاثرات تکتی بمشکل اپنی مسکراہٹ دبائے پلٹی اور بنار کے وہاں سے چلی گئی، اپنے کمرے میں پہنچ کر قہقہہ لگائے ہنسی اور دل ہی دل میں اپنی عقل کو شاباش دی۔

"واہ بھئی باولے بندر، کوئی ایک کام تو ڈھنگ کا کیا تم نے۔شادی تو میں تمہی سے کروں گی مگر اس پہلے مس مناحل اور جلال پاشا کی آخری بار بینڈ بجانی لازمی ہے۔۔رہا تمہارا حساب تو وہ فرصت سے چکتا کروں گی۔۔۔۔آہا! بندہ فیمس بھی نہ ہو اتنا۔۔۔بدنام ہوتے دیر نہیں لگتی۔۔۔

پر وہ کہتے ہیں ناں! بدنام نہ ہوں گے تو کیا نام نہ ہو گا۔۔۔

چل امل آفس چلنے کی تیاری پکڑ۔۔۔۔نیلم کو پہنچ کر سناتی یہ دھماکے دار نیوز۔۔۔

میری اس گائیڈ نے تو میرے کارنامے پر اچھل ہی پڑنا ہے۔۔۔۔ہاہا۔۔۔۔"

کمرے میں پہنچ کر اچھلتی ہوئی وارڈروب کی سمت مڑتے وہ مسلسل بڑبڑائے کبھی ہنستی تو کبھی مسکراتی، پھر اپنا بزنس وومین والا مہذب سا سوٹ نکالے وہ اسی انداز سے پھدکتی ہوئی واش روم میں بند ہو گئی۔

جبکہ اسکی شرط کا بوجھ، جلال پاشا کی ہستی تہس نہس کر چکا تھا۔

..______________________________..

"یہ ہے وہ زمین؟ نہیں مبین۔ یہ تو پلازہ یا فیکٹری جیسی کسی چیز کے لیے قطعی نامناسب ہے۔ کیسے کر سکتے ہیں وہ۔ یہ جگہ تو سکون کا سرچشمہ ہے۔ نہیں پلیز اس پر پلازہ یا فیکٹری تو کیا کچھ بھی بنے تو یہاں کے قدرتی ماحول کی بے حرمتی ہو گی"

وہ دونوں کئی گھنٹے کی مسافت طے کیے ایک ایسی جگہ پہنچ چکے تھے جو کسی اور ہی دنیا کا ایک چھوٹا سا چرایا گیا کونہ تھی، دھوپ کی کرنوں میں اس جگہ کا نور اور تروتازگی بہت بڑھ چکی تھی۔

دور دور تک پھیلا وہ میدان بلکل ویران تھا مگر وہاں آواز دینے والے فرد کو لمبے لمبے فلک بوس درخت، آواز لوٹا دیا کرتے۔

اور دور تک ویرانی کھوجتی اس شخص کی ہوک تھرتھراتی رہتی، پھر وہیں اسی میدان کے وسط میں خودرو جھیل، جو اس پسماندہ سے علاقے کے چند میل پر آباد چند مقامی باسیوں کے مطابق اک روز خود بخود وجود میں آگئی تھی۔

نیلے اور سبز پانی کی بہتات والی وہ جھیل اب آہستہ آہستہ اپنی رعنائی کھو رہی تھی، وہاں کچھ سالوں پہلے رہنے والا ہنس کا جوڑا بھی وہاں کی پائمالی کے سنگ کہیں اور ہجرت کر گیا تھا۔

اسی میدان کی تیسری طرف اک ویران سڑک گزرتی تھی جو ایک گھنٹے کی مسافت کے بعد شہر کی بڑی سڑک سے مل جاتی تھی۔

"ہمم۔۔میں بابا اور انکے دونوں شئیر ہولڈرز کے اس فیصلے کی پچھلے چار سال سے نفی کررہاہوں لیکن انکے بقول یہ علاقہ اگر پلازہ کے سنگ آباد ہو گیاتو شہری آبادی سے اس طرف لوگوں کی ہجرت، یہاں کے ویران علاقے کو آباد کردے گی اور یہاں کی زمین ہاتھوں ہاتھ بکنے کے باعث زمین داروں کو فائدہ ہو گا۔ جبکہ دوسری چوائز سیمنٹ کی فیکٹری ہے جو یہاں ویرانی کی جانب نسب کرنے کی رائے تبھی دی جارہی ہے کہ یہ علاقہ آبادی سے دور ہونے کے ناطے فیکٹری کے لیے مناسب ہے۔ یہاں زیر زمین سوئی گیس پائپ لائن موجود ہے، بجلی اور پانی کا بھی مکمل انتظام ہے۔ لیکن یہاں اک سکون بھی ہے مان جو ان دونوں طریقوں سے منہدم ہو گا پھر یہ جھیل جو آہستہ آہستہ اپنی ناقدری سے ختم ہو رہی ہے، ناجانے جاتے ہوئے اس زمین پر سے اپنا کونسا نور اٹھالے جائے"

وہ تا حد نگاہ پھیلی خاموشی سے ہمکلام سا بولتا گیا یہاں تک کہ مبین عارض سکندر کی آنکھوں میں اس ماحول جیسی اداسی پھیل گئی اور جس طرح وہ یہاں سانس لے رہا تھا وہ دیکھ کر مان کو بھی اسکی بے بسی بہت زیادہ محسوس ہوئی۔

مان نے سامنے دیکھائی دیتی درمیانے رقبے کی وہ جھیل دیکھی جسکا پانی آدھے سے زیادہ، پتھروں اور گرد و غبار کے باعث ڈھکا ہوا دیکھائی دے رہا تھا، پھر جا بجا پڑے پتھر، ارد گرد علاقوں میں تعمیراتی کام کے بقایا جات سبھی وہاں اک آلودگی کا سماں بنا رہے تھے۔

"آپ یہاں کچھ اور بنانا چاہتے ہیں؟"

مان کا دل یونہی کیا وہ مبین کی اداسی کو ٹٹولے مگر وہ کچھ آگے بڑھ کر اس جھیل کی جانب بڑھا، مان نے بھی اسکے قدموں کا تعاقب کیا۔

"میں! ہمم۔

یہ جھیل دیکھ رہی ہو مان"

وہ جھیل کے کنارے جا کر رکا تو مان کے سوال کو اک طرف رکھے اسے اپنے ساتھ آکر کھڑا ہونے پر آہستگی سے بولا۔

"جی، تنہائی اور بے توجہی کا غم الگ مگر لاوارث ہونے کی تکلیف انتہائی ہے۔ کسی نے اس کے نور کو کھوجنے کی کوشش نہیں کی مبین؟"

وہ جب کنارے تک آئی تو اس نے اس جھیل کے پانی میں اپنا شفاف عکس دیکھ کر آزردگی سے پوچھا۔

"نہیں۔۔۔یہ پہلے ایسی نہیں تھی مان۔ میں نے اپنے پورے ہوش میں اس جگہ کی خوبصورتی دیکھ رکھی ہے۔ بچپن میں ایک بار ہم سب پکنک پر گئے تھے ایک نیلی تتلی کا پیچھا کرتے ہوئے میں یہاں آیا تھا۔۔یہ نیلے گہرے پانی کی جھیل ہوا کرتی تھی جس میں اکثر پرندے بیٹھتے، اڑتے اور جھومتے نظر آیا کرتے تھے۔ مگر پھر میں یہاں کا راستہ بھول گیا۔۔۔اور پھر جب

پڑھائی کے بعد واپس لوٹا تو اس سائیٹ پر بابا ہی نے مجھے بھیجا۔ میں اس جگہ کو دیکھتے ہی پہچان گیا لیکن مجھے اس کی جھیل کے پانی کا خشک ہونا دیکھ کر بہت تکلیف ہوئی۔ یہاں کی بے آبروئی صدمے سے دوچار کر گئی۔ تبھی سے میں نے اس جگہ کو کہیں بکنے نہ دیا۔۔۔۔ اور آج تک یہ تنازعہ زمین نہ میں خود حاصل کر سکا نہ کسی سے مانگ سکا۔۔

یہ بابا، جلال انکل اور انکے تیسرے بزنس پارٹنر شعیب رضا کی ملکیت ہے۔۔۔۔ لیکن اس بار ان تینوں نے لگتا ہے اسے مجھ سے چھین لینے کا مکمل تہیہ کر لیا ہے"

وہ اپنا اک اور راز غیر ارادہ ہی مان پر فاش کرتا آخر تک بہت سے کرب میں مبتلا لگا، وہ بھی سن و ساکت سی مبین عارض سکندر کی ذات کے راز تلاشتی رہی۔

"آپ بابا سے اک بار کہہ کر تو دیکھیں مبین، اگر آپکو اس جگہ سے اتنا پیار ہے تو اسے اپنی ملکیت بنا لیں۔ مطلب مجھ سے لے لیں اسکی مالیت کی رقم۔۔۔۔"

اس بار وہ مبین کا چہرہ بغور دیکھتی خاصا جھجکتے ہوئے منمنائی جس پر وہ ساحر سا شخص، تمام اداسی زائل کیے مان کی جانب سرسری سا دیکھ کر مسکرا دیا۔

"کچھ چیزیں بے مول ہوتی ہیں، میں بس یہ چاہتا ہوں یہ جھیل پہلے جیسی ہو جائے۔ اس جگہ کا سکون برقرار رہے، یہاں کوئی شور پیدا کرتی عمارت بنی تو یہاں کا رہا سہا سکون روٹھ جائے گا۔ پھر یہ جھیل جسکے منہدم ہونے کا خطرہ ہو گا۔ تم نہیں جانتی مان اس کھلے ویران اور دور دور تک درختوں کے سائے سے ڈھکے میدان میں چہل قدمی کرتے ہوئے، درختوں کی اوٹ سے جھانکتا چاند دیکھنا کتنا بیش قیمتی ہے، پھر سورج چڑھنے اور ڈھلنے کے وہ منظر جو موت اور زندگی کا سبق دیتے ہیں۔ لوگ یہ بھی کہتے ہیں یہاں سورج اور

چاند کا سایہ پڑتا ہے جسے یہ فلک بوس درخت، اپنے دامن میں سمیٹ کر اسکی حدت کم کیے اس میدان پر پھیلاتے ہیں"

وہ بولتا رہا اور مان اسکے لہجے کی میٹھاس میں ہی کھوئی رہی، وہ اسے فطرت کا دلدادہ ہرگز نہیں لگتا تھا تبھی مبین کا یہ روپ دیکھ کر مان مسکرادی۔

"محبت انسان کو فطرت کے قریب کر دیتی ہے کیا؟"

یہ سوال اس نے مبین کے دل کو دھڑکانے کو کیا جو واقعی دھڑک اٹھا، وہ چہرے موڑے مان کے مسکراتے چہرے کو دیکھنے لگا۔

"فطرت کے قریب تو ہر زی روح ہوتا ہے، میں بھی تھا بس محبت نے اظہار کرنا سیکھا دیا ہے"

وہ اپنے لاجواب کر دیتے لفظوں سے ہی نہیں بلکہ مقدس مقام سوچتی آنکھوں سے بھی سحر میں مبتلا کر دیتا۔

وہ ایسے حسین جواب پر کھلکھلا اٹھی۔

"آپ یہاں کوئی ری ذاٹ بنانا چاہتے ہیں یا پھر تفریحی پارک؟"

اب وہ ہر اداسی جھٹک کر اندازہ لگا رہی تھی۔

"میں یہاں اپنا گھر بنانا چاہتا ہوں"

وہ ایک ہی لمحے میں سب ساکت کیے، سامنے جھیل پر پانی پینے کہیں سے اڑ آتی دو چڑیوں کو دیکھ رہا تھا اور مان نے مبہوت ہوئے اک نظر اپنے ساتھ کھڑے مبین عارض کو دیکھا پھر تاحد نگاہ پھیلی خاموشی اور سکون کو۔

وہ ملحقہ سڑک 'خاموش سڑک' کے نام سے مشہور تھی اور یہ علاقہ اپنی گمنامی کے باعث 'شہری صحرا' کے نام سے جانا جاتا تھا۔

جھیل کے دوسرے کنارے لگے شہتوت اور جامن کے درخت بھی مان کو حیرت میں دیکھائی دیے پھر بانس اور صنوبر کے سنگ پیپل کے درختوں کی قطاریں تک بوجھل ہوئے انھیں دیکھنے لگیں۔

" یہاں آپکا ہی گھر بنے گا، میں اس بہترین انتحاب پر آپ کے ساتھ ہوں مبین "

وہ جانتی تھی وہ اس دنیا سے یونہی الگ جگہیں تسخیر کرنے کا عادی ہے، وہی نیلی تتلی یقینا اسکا مقدر بھی تھی۔

مبین، مان کے حوصلہ بڑھانے پر مسکرایا۔

"ہاں تبھی اس بار بابا سے حتمی بات کرنے کا فیصلہ لیا ہے، اب جب میں نے اپنی زندگی کے راستے کا تعین کر لیا ہے تو مجھے اک قدم بڑھانا ہو گا"

وہ بھی جیسے فیصلہ کن ہوا۔

" آپ ماں کو اپنی پسند سے باخبر کر دیں، ایسا نہ ہو وہ کوئی اور فیصلہ لے بیٹھیں "

اس بار کسی خدشے کے تحت مان نے اسے تجویز دی، شاید یہ بات وہ بھی جانتی تھی کہ تائی اور تایا جان اسے ہی مبین کے لیے پسند کیے بیٹھے ہیں اور ماہ جبین نے اسے پاکستان بھی یہی کہہ کر بلوایا تھا۔

" اسے خبر تو ہونے دو مان "

یہ پہلا لمحہ تھا جب مان کو مبین کی بات پر شدید پیار اور ہنسی ایک ساتھ آئی۔

" بنا خبر کیے کیسے ہو گی جناب، یہ اکیسویں صدی ہے۔ اب سسی پنوں یا ہیر رانجھا والے عشقیہ الہام نہیں ہوتے۔ ٹیکنالوجی کا دور ہے۔ حرکت کریں گے تو برکت ہو گی ناں "

وہ ہنسی میں ہی بات کو کیے، مقابل بھی اک شوخ سا تاثر لے آئی۔

"کیا سچ میں"

وہ ہرگز سنجیدہ نہ تھا جس پر مان اثبات میں سر ہلائے مسکرائی۔

"ماں کو اک پہیلی میں الجھایا ہے، کرتا ہوں کچھ۔ لیکن تم ہمیشہ میرے ساتھ رہنا"

وہ مان کا خدشہ بھانپ کر آخری بات ناجانے کیوں کہہ بیٹھا مگر وہ دل سے نہال سی ہوئی۔

"رہوں گی"

وہ صدق دل سے اعتراف کر رہی تھی۔

"تم ہم دونوں کے ساتھ رہنا، سب سے پہلے میرا دل کھوج کر محبت دریافت کرنے والی ہمدرد تم ہو"

اس بار مبین عارض سکندر کی خواہش، اک لمحے مان کے چہرے پر تاریکی لے آئی مگر وہ پھر بھی مسکرا کر اپنا بھرا دل چھپائے مسکرا کر مبین کو دیکھنے لگی۔

"میں آپ دونوں کے ساتھ رہوں گی۔۔ ہمیشہ"

اس بار مان خلیل سکندر کی مسکراہٹ گہری تھی اور وہ دونوں ہی یکلخت کسی گاڑی کے اس خاموش سڑک پر آرکنے پر حیرت سے پلٹے پھر جہاں مان کا دل تھما وہیں مبین پر اعتمادی کے سنگ اس گاڑی کا ڈور اوپن کر کے اپنی جانب آتے اس شناسا سے انسان کی جانب مڑا۔

خود شاہ ویر، مان کو دیکھ کر حیران تھا مگر پھر خوش دلی سے اس نے عین مبین اور مان کے قریب آکر اپنے قدم روک لیے۔

مان کی تھم جاتی دھڑکن اور نگاہیں، کسی سے بھی مخفی نہ تھیں۔

"شاہ ویر ملک، یہ مسٹر شعیب رضا کے مینجر ہیں۔ کچھ عرصے پہلے ہی جوائنگ دی ہے مگر اپنی قابلیت کا لوہا منوانے کی رفتار بہت تیز کیے چل رہے ہیں۔۔۔۔

اینڈ مسٹر شاہ ویر یہ مان خلیل سکندر ہیں۔ اب سے میرے ساتھ ہی کام کر رہی ہیں"

یوں مبین کے دوستانہ انداز میں دونوں کا تعارف دینے پر وہ دونوں ہی اپنی اپنی جگہ اس چوتھی الگ طرز کی ملاقات پر خاموش تھے، ہاں ان دو کی نظروں اور دل کی دھڑکنوں نے آپسی مرہم کی اک دوجے کو خبر ضرور پہنچائی تھی۔

وہ بھی شعیب رضا کے کہنے پر یہاں آیا تھا، اس زمین کو لے کر تینوں بزنس پارٹنرز نے اب حتمی فیصلہ لینا تھا، مان کو تو اس کے بعد کچھ سنائی نہ دے سکا

بس وہ گم سم سی چپ چاپ شاہ ویر اور مبین کو اس زمین کے بارے بولتا دیکھتی رہی۔

دونوں کی آنکھیں ملتیں تو شناسائی میں اضافہ ہونے لگتا، آنکھیں دوسرے کو بتانے لگتیں کہ یہ ملاقات، پہلی سبھی سے اچھی اور خاص ہے۔

لیکن اس سارے وقت مبین عارض سکندر نے بہت کچھ دیکھ لیا تھا اور شاید کئی فیصلے بھی کر لیے تھے۔

اس زمین کو لے کر شاہ ویر کے جذبات بھی مبین سے مختلف نہ تھے اور وہ شعیب رضا کی اس زمین سے دلچسپی کے بارے بھی مبین کو آگاہ کر رہا تھا۔

اور اس تنازعہ زمین کو بچانے کے لیے اب مبین عارض سکندر کو فقط ایک ہی حل نظر آ رہا تھا جس کا وہ پورے عہد کے سنگ فیصلہ لے چکا تھا۔

..________________________..

"آپ کیوں وحدی حویلی کا سرچ وارنٹ چاہتے ہیں جناب؟ وہاں کا گند تو پہلے ہی قانون گھسیٹ کر حوالات لا چکا ہے۔ اب کونسا کھوجی آن بسا تم میں ہادی سکندر؟"

سالار خان، کچھ دیر تک تو اپنے کام میں بھرپور مگن تھا مگر یکدم ہی ہادی کے انکشاف پر وہ کال پر مکمل توجہ دیے، اپنا قلم روک کر مونچھوں کو تاو دیتے ہوئے پرسوچ انداز میں پوچھ رہا تھا جس پر دوسری سمت ہادی ایک ڈھابے پر بیٹھا، میز پر رکھے لیپ ٹاپ پر نگاہیں جماتا ساتھ ساتھ چائے کا سیپ بھرے مقابل کے اس تمیز دارنہ انداز پر خفیف سا سلگا۔

"کھوجی نہیں، ہماری تلاش کا سب سے بڑا حصہ ہے وہ سالار خان۔ اس حویلی میں دفن ایک ایسا راز جو روحان وحدی کے گرد پھانسی کا پھندا مزید مستحکم کرے گا۔ اسکی بہن رابعہ وحدی کا راز"

مقابل سے یہ سنسنی خیز جواب گویا سالار خان کی تمام حسین جنجھوڑ گیا۔

"ہمم۔ یہ نام تو میں سن چکا ہوں۔۔۔ لیکن اسکی بہن تو دو سال پہلے کار ایکسیڈنٹ میں مر گئی تھی ناں۔ پھر تم کس راز کی بات کر رہے ہو"

اپنے دماغ پر زور ڈالنے کے بعد گویا سالار خان کے دماغ میں بھولی بھٹکی چیزیں واضح ہوئیں وہیں ہادی اسکے ناقص علم پر مسکرا دیا۔

"پولیس ہرگز بھی کسی کام کی نہیں نہ کوئی کارنامہ کر سکے اگر آپکے پاس ہم جیسے مخبر نہ ہوتے۔۔۔ آپکی اطلاع کے لیے بتاتا چلوں کہ نا صرف رابعہ وحدی زندہ ہے بلکہ اس کمینے روحان نے اسے اپنی ہی حویلی میں موت سے بدتر زندگی گزارنے پر مجبور کر رکھا ہے۔ اور آپ کو باقی کے حقائق جان کر معلوم ہو گا کہ اس بندے کی اصلیت آخر ہے کیا۔ اور ہارون سکندر جیسے چار مزید آلہ کار ڈھونڈ چکا ہوں۔۔۔ اب اتنے بڑے کام کے بعد مجھے چھٹی چاہیے تاکہ سکون سے اپنی شادی انجوائے کر سکوں۔۔۔ باقی کام آپکا سالار خان۔۔۔ مکمل فائیل ابھی آپکو ای میل کر رہا ہوں"

نہایت ہی پروفیشنل انداز میں وہ تمام صدمہ پہنچاتی معلومات گوش گزار کرتا آخر میں اپنے نیک ارادے سے بھی باخبر کر گیا جبکہ سالار خان نے اسی لمحے موصول ہوئی ای میل کو دیکھتے ہی مسکرا کر توجہ فون کی اس جانب لگائی۔

"شکر ہے کچھ دن تم جیسے خرافاتی اور شیطانی دماغ والے مخبر سے جان چھوٹے گی، جاو جاو بھئی ہم کونسا تمھارے ہیں جو ولیمے کا زردہ تک پوچھو۔۔۔بے فیض قسم کے کمینے ہو تم۔۔۔۔ خیر تم نہ بھی بلاو، وردی سمیت آکر تمہیں جھوٹے کیس میں آکر گرفتار کیے سارے حساب باک کروں گا۔۔۔سالار خان کو ہلکا مت لینا"

مقابل چہرے پر تہلکہ مچاتی مسکراہٹ اس شکوہ کناں ہوتے آفیسر کی جانب سے موصول ہوئی برہمی اور منصوعی عتاب پر پھیلی وہیں ہادی سکندر کا قہقہ اس سڑک کنارے بنے ڈھابے کے مالکین تک کو مشکوک نگاہوں سے دیکھنے پر اکسا گیا جس پر ہادی نے اشارہ کیے معذرت کی۔

"ہاہاہماری مجال جو بھاری بھر کم پولیس والے کو ہلکا لیں، چلیں آ جائیے گا۔ ہادی سکندر غریبوں کو کھانا کھلا کر خوشی محسوس کرے گا"

جواباً وہ بھی مقابل قہقہہ لانے کا سبب بنا تھا۔

"ہاہابدمعاش کہیں کا۔۔۔ چلو ٹھیک ہے بچہ تم مزے کرو۔۔ میں کل ہی سرچ وارنٹ کی درخواست دائر کرتا ہوں۔۔۔ تمہیں اپڈیٹ دیتا رہوں گا۔۔۔ اور ہاں شادی کا کھانا میرے گھر پہنچ جانا چاہیے سمجھے۔۔۔۔"

منصوعی رعب جھاڑتے سالار خان، آخری شرارت بھرے حکم کرتے، آخری بات سے ہادی کو ڈپٹتا ہوا کال کاٹ کر اب اپنے سامنے لیپ ٹاپ کی سکرین پر کھلے ثبوت دیکھنے لگا جبکہ ہادی سکندر جسے کچھ دیر پہلے ہی المیرا نے عارض اور ماہ کے آنے کی خبر دی تھی اب سیدھا گھر ہی نکلا۔

جبکہ دوسری طرف ہر طرف پھیلی عبداللہ اور امل کی خبر نے ذہنوں کا سکون سلب کر رکھا تھا۔

اوپر سے امل تک خود کو مکمل بزی رکھے اسکی کسی کال کا جواب نہیں دے رہی تھی، اسکے بعد اس نے اپنا نمبر تک بند کر دیا تھا، فی الحال وہ صرف جلال پاشا کے ضبط سے کھیلنے میں مگن تھی۔

میڈیا ہاوس کی اینٹ سے اینٹ بجا دیتا وہ بپھری موج بن کر انکے آفس گیا اور بنا کسی کا لحاظ کیے اس پریس انجارچ کو قہرناک آنکھوں سے گھورتے ہوئے دیکھا جس پر وہ نا صرف اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوا بلکہ میڈیا ہاوس کا تمام سٹاف چہ مگویوں اور سرگوشیوں میں یہاں ہونے والے تماشے کی قبل از وقت کی پیشن گویاں کرنے لگا۔

عبداللہ عارض سکندر کا چہرہ، غصے، عتاب اور اشتعال کے سنگ سرخیوں میں گھلا اور آنکھیں ان سب کی کھڑے کھڑے جان نکال دینے کی حد تک کپکپی طاری کر رہی تھیں۔

"تم لوگوں کی اتنی جرت کہ میرے خلاف ایسی زبان استعمال کی، کیا تم جیسے عزت فروشوں کی ماں بہن نہیں ہے۔ کیا تم لوگ نہیں جانتے تھے کہ اس خبر کے بعد میں عبداللہ عارض سکندر، کھڑے کھڑے تمہارے اس پورے میڈیا ہاوس کو آگ لگا دوں گا"

عبداللہ نے تمام تمیز بھاڑ میں جھونکے اس سے پہلے اس مینجر کا گریبان پکڑنا چاہا، میڈیا ہاوس کا مالک عقب سے اپنے کچھ لوگوں کے ساتھ اس شور شرابے کو سن کر وہاں لپکا اور اسکے اشارے پر دو لوگ آگے آئے اور عبداللہ کو جکڑا جو اس رپورٹر کا سانس بند کر دینے کی حد تک غضبناک ہو رہا تھا۔

"عبداللہ سر! کام ڈاون۔۔۔۔ جس نے بھی یہ خبر لگوائی ہے میں خود انکوائری کروں گا۔ آیئے آپ میرے آفس میں۔ آرام سے بیٹھ کر بات کرتے ہیں"

وہ میڈیا ہاوس کا مالک جسکے ہاتھ کے طوطے اڑے تھے، اپنے خوف کو ہر درجہ دبائے، غضبناک سے عبداللہ کو ٹھنڈا کرنے کی غرض سے چاپلوسی کیے منمنایا مگر عبداللہ نے اس عزت دار کو بھی اپنے عتاب تلے کچلا۔

" آرام سے بیٹھ کر بات کرنے کا وقت گیا، وہ تم ہی تھے جو دو سال تک میرے آگے پیچھے محض ایک انٹرویو کے لیے منتیں کرتے ہوئے منڈلاتے تھے۔ تم جیسے لوگوں کا نہ تو کوئی مذہب ہے نہ انسانیت کی کوئی رمق باقی رہی ہے۔ اس سب کا حساب تم لوگوں کو دینا ہو گا۔ ابھی کہ ابھی اس شخص کو اپنے آفس سے نکالو ورنہ تم خوامخواہ اپنے اس میڈیا ہاوس کو کھو بیٹھو گے "

عبداللہ عارض سکندر آج کسی کی سننے کے موڈ میں ہر گز نہ تھا اور اب اسکے سختی اور حقارت کے سنگ فراز کی جانب دیکھ کر یہ مطالبہ پیش کرنے پر دونوں کا رنگ ایک ساتھ فق ہوا۔

"دیکھیں سر، یہ ہماری جاب کا حصہ ہے۔ آپ میری نوکری یوں ختم نہیں کرواسکتے۔ سزا انکو دیں جو ایسی خبریں لگواتے ہیں"

فراز نے بیچارگی کے سنگ اپنی بے بسی پر احتجاج کیا مگر عبداللہ اگلے ہی لمحے اسکا گریبان دبوچنے میں کامیاب ٹھہرا۔

سبھی تماش بینوں کے چہرے کا رنگ لمحے میں بدلا۔

"اسے بھی اسکا حساب چکانا ہوگا پہلے تم نکلو یہاں سے، فاروق صاحب فوری اسے یہاں سے نکالیں ورنہ مجھے پولیس کے پاس جانے سے کسی کا باپ بھی نہیں روک سکے گا"

وہ اپنی پوری قوت سے پھنکارتی آواز میں دھاڑا تھا جبکہ اس فراز نامی رپورٹر کے تمام تر احتجاج کے، میڈیا ہاوس کے مالک نے اسے اپنے آفس سے باہر نکلوانے کا حکم سنایا جبکہ عبداللہ کو وہ میڈیا ہاوس کا مالک اسکے بعد اپنے آفس لے گیا۔

کچھ ٹھنڈا منگوانے کا کہا تو عبداللہ نے فوری اسکا احسان اسی کو تھمائے گریز کا اشارہ کیے اٹھ کر عین اسے دبدبے اور مقابل کے جلال سے خائف فاروق کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے دیکھا۔

"کل کے اخبار میں اس بدنامی کی تردید ہونی چاہیے، اور وہ خبر لگنی چاہیے جو میں تمہیں رات دوں گا۔ اگر آئندہ میرے خلاف تمہارے کسی کارندے نے بھی جانے کی کوشش کی فاروق تو ابھی تم جانتے نہیں کہ اس نرم مزاج نخریلے آدمی کے اندر ایک سفاک درندہ بھی موجود ہے جو اچھے سے جانتا ہے کہ اپنا اور اپنے پیاروں کا دفاع کیسے کرنا ہے۔۔۔۔ اپنے کاروبار ہمارے نام سے چمکانے بند کر دو ورنہ ایسا نقصان پاؤ گے کہ تمہاری نسلیں تک کسی شریف اور عزت دار انسان پر تہمت لگانے کی سزا بھگتیں گی۔۔۔۔ اسے میری آخری وارننگ سمجھنا"

لہو چھلکاتے چہرے اور بھینچے خدوخال کے سنگ وہ اک اک حرف، مقابل قیامت کی طرح نازل کیے بڑی شرافت سے فاروق کی شرٹ پر پڑی

سلوٹیں درست کرتا اس سے کچھ قدم پیچھے ہٹا جسکی اس دھمکی پر رنگت زرد پڑ گئی تھی۔

"آپکو شکائیت کا موقع نہیں ملے گا پلیز ہمارے میگزین کے لیے اپنا انٹرویو کینسل مت کیجیے گا۔ بہت نقصان ہو گا عبداللہ سر"

مقابل تو اب متکبر تاثر تھے اور وہ اس شخص کے یوں ملتجی ہونے پر نہ صرف اپنا غصہ ختم کر گیا بلکہ ان لوگوں پر اسے صرف ترس ہی آیا۔

"یہ کل کی نیوز پر منحصر ہو گا، میری کال کا انتظار کرنا۔۔۔۔"

نخوت کے سنگ وہ ناگواریت عیاں کیے کہتا اپنے ازلی پروقار انداز کے سنگ اسکے آفس کا دروازہ کھولے وہاں سے چلا گیا جبکہ پورا اسٹاف اب آنکھیں پھاڑے عبداللہ عارض سکندر کو جاتا ہوا دیکھ رہا تھا لیکن وہ ہر کسی کی نظر سے بے نیاز بنا اپنے ہی پر اعتماد انداز سے میڈیا ہاوس سے باہر نکل گیا۔

اس فراز نامی شخص کے بارے پچھلے تین چار دن کی ساری معلومات جاننے کے لیے اس نے "ویلوٹ" کے ہی ایک آدمی کو کام پر لگا دیا تھا۔

آج کی اس زلت کا حساب لینے کو وہ فراز نامی آدمی خود پر فرض کیے جا کر منہاس علی سے ملنے اور گٹھ جوڑ کرنے کا فیصلہ بھی لے چکا تھا۔

جبکہ خود عبداللہ گیراج میں کھڑی اپنی گاڑی تک پہنچتے پہنچتے بے تابی کے سنگ کتنی بار امل کے اس نمبر پر کال کر چکا جو وہ آفیشلی یوز کرتی تھی۔

مگر وہ مسلسل بند تھا۔

کیونکہ وہ ابھی میٹنگ روم سے نکلی تھی اور اب اپنے فون سے نیلم کو کال ملا چکی تھی، مقابل کی نقاہت سے پر آواز پر امل کو تشویش ہوئی اور پوچھنے پر نیلم کی طبعیت کی خرابی کا علم ہوا جس سے وہ کچھ فکر مند ہوئی مگر اپنے کارنامے کا بتا کر نا صرف وہ نیلم کی ساری بیماری بھگا گئی بلکہ غائبانہ ہی سہی، نیلم کے ہونق تاثرات امیجن کرتی، باس رولنگ چیئر سنبھال کر بیٹھتے ہی

ہنسنے لگی جبکہ دوسری جانب مہرو کے ہاتھ سے بدمزہ سا سوپ سو سو منہ کے زاویے بناتی نیلم، پی کم نگل زیادہ رہی تھی۔

"تم پاگل واگل ہو۔۔۔امل تم بہت ہی گندی ہو۔اللہ معاف کرے تم سے تو اب مجھے خوف آرہا۔کیا بنے گا تمہارا"

مہرو خود ہی نیلم کو امل سے بات کرتا دیکھ کر باقی کا سوپ اسے ہی تھما کر باہر نکلی جہاں آج فیاض صاحب نے اپنے جاننے والے زرگر دوست کو گھر بلوایا تھا۔

سونا تو مہرو کو پسند نہیں تھا مگر مہک چاہتی تھیں کہ وہ کچھ تولے کا ہلکا سہی پر مہرو کو ایک سیٹ دلا دیں۔خیر سے خاور بہت اچھا کماتا بھی تھا اور اللہ نے بہت عزت سے نواز رکھا تھا، وہ خود مہک اور فیاض صاحب کو کسی بھی تکلف سے سختی سے منع کر چکا تھا مگر مائیں کب اپنی بیٹیوں کو خالی ہاتھ رخصت

کرتی ہیں، اپنی استطاعت کے مطابق وہ ایک مہرو اور ایک نیلم کے لیے سونے کا پیارا سا سیٹ لینا چاہتی تھیں۔

جبکہ مہرو کو بھی وہ بلائے، خود پسند کرنے کا کہہ چکی تھیں۔ سارے زیورات ایک سے بڑھ کر حسین تھے۔

جبکہ دوسری طرف امل صاحبہ، محظوظ تاثرات کے سنگ مسکراتی گئی۔

"ہاہا میرا تو جو بنے گا سو بنے گا میری جان، تم سوچو اس باولے بندر نے کیا کیا کر دیا ہو گا ابھی تک۔۔۔۔ اور بچارا میرے سامنے رجیکٹ ہو جانے کا صدمہ الگ لیے بیٹھا ہو گا۔ سوچ رہا ہو گا اب تو امل شکل بھی نہ دیکھے گی۔۔۔۔ ہاہا قسم سے میں بہت انجوائے کر رہی۔ بنا جانے بھی مجھے پتا وہ کتنا تڑپ رہا ہو گا۔ اور پھر ایم شیور میری طرح اسکی بھی گھر سے ٹکا کر عزت ہوئی ہو گی"

امل کے یہ سب جوابات گویا نیلم کو بخار کے ساتھ ہارٹ اٹیک بھی دے رہے تھے جو آگے ہی ہلکان تھی اب تو امل کی باتوں سے اسے چکر بھی محسوس ہو رہے تھے۔

"امل! تم کتنی خراب ہو۔ اس بچارے کی حالت پر بے حسی سے دانت نکال رہی جان۔ اسکا حال تو پوچھتی بچارا کس تکلیف میں ہو گا۔ مجھے صدمہ ہو رہا۔ اللہ عبداللہ بھائی کو تمہارے جیسی افلاطون کو سہنے کا حوصلہ دیں۔۔۔۔"

امل کی اس بے جا بے حسی پر نیلم اسے سختی اور قطعیت بھرے لہجے میں ڈانٹ رہی تھی۔ جبکہ امل کا دھیان میز پر وائبریٹ کرتے اپنے دوسرے فون کی جانب گیا جسے وہ ابھی کچھ دیر پہلے آن کیے مقابل کی تڑپ جاننے کا ارادہ بنا چکی تھی اور فون آن ہونے کی دیر تھی کہ عبداللہ کی کالز آنا شروع ہو گئیں جس پر امل کے چہرے پر گدگدی دیتی مسکراہٹ اتری۔

"ہاہا بہت ہی بچارا ہے وہ باولا بندر، خیر تم بتاؤ کیوں تاپ چڑھا لیا میری جان کی ٹوٹی۔ کہیں مجھے مس تو نہیں کر رہی۔۔۔۔ یا پھر کہیں چادر والے کی یاد نے تو بیمار نہیں کر دیا ناں۔۔۔ اسے لپیٹ کر رکھو دیکھنا بخار دم دبا کر بھاگ جائے گا"

عبداللہ کی کال کو یکسر نظر انداز کیے وہ اپنے ازلی چھیڑتے، دم نکالتے اور دل دھڑکاتے لہجے میں نیلم کا دل دہلا رہی تھی جو دیدار سے ہی آدھی ہو چکی تھی، صبح سے وہ چادر بھی خود سے اتارے ہوئے دور کر دی تھی، اس خوشبو نے ذہن، دل اور وجود کو اپنی پناہ میں لے لیا تھا تبھی تو وہ اپنی حالت زار پر رحم کھائے، اس خوشبو سے فرار کر رہی تھی۔

وہ امل کو بتانا چاہتی تھی مگر یوں دور سے نہیں بلکہ اسکے گلے لگ کر کیونکہ وہ جانتی تھی وہ یہ بتاتے ہوئے رو پڑے گی، پہلے ہی مشکل سے اپنے آنسو روکے بیٹھی تھی۔

"ہاں میں تمھیں مس کر رہی، تم آجاؤ ناں میرے پاس"

ناجانے کیوں مگر وہ خود کو بہت بے بس اور بکھرا محسوس کر رہی تھی، اپنے دل کا حال وہ بس اپنی رازدان سے ہی کہہ سکتی تھی۔

خود امل کا دل، نیلم کی ٹھہری اور رندی آواز میں جا الجھا۔

"آؤں گی ناں۔ میں تمھارے پاس ہی تو ہوں۔ لیکن یہ باولے بندر والا معاملہ نمٹا کر۔ پھر آکر تمھاری اور مبین عارض سکندر کی پریم کہانی شروع کرواتی ہوں۔ تم حکم کرو تو اسے تمھارے سامنے کھڑا کر دوں۔۔۔۔۔بس میں زرا کچھ دن یہ دھندے نمٹالوں۔ ویسے بھی مہر و دیدا کی شادی ہو اور امل کے بنگھڑے نہ ہوں۔ ایسے بھی حالات نہیں"

وہ اپنے شوخ لفظوں اور زندگی سے بھرے لہجے کے سنگ نیلم کے چہرے پر اسکی کھوئی مسکراہٹ واپس لے آئی تو جیسے اسکے تڑپتے دل کو اس نام سے ہی سکون محسوس ہوا۔

"ہاں اس وقت مجھے امل چاہیے بس"

وہ فقط اتنا ہی بول سکی، مزید بولنے پر اسے رو پڑنے کا خدشہ تھا۔ وہ یکدم مرجھائی لگ رہی تھی۔

"امل قربان جائے یارم! آتی ہوں ناں جلد سوہنی۔

بابا نے بھی اپنا اوٹ آف کنٹری ٹور ر کینسل کر دیا۔ گھر کے مخبر سے خبر ملی کہ صبح سے روم میں بند ہیں۔ ہاہا مس مناحل سے صلح کرنا بہت مشکل ہو گا۔ اور اماں جان نے میٹنگ کے دوران کال کیے مجھے تعریفوں سے نواز کر اچھے بھلے کو سنے سوغات کیے ہیں۔ اب سوچ رہی بابا جلد فیصلہ کریں تا کہ مس مناحل کا دھیان مجھ نکمی سے ہٹ کر اپنے کھڑوس جلال پر جائے۔۔۔۔ اور میں نیویں نیویں ہو کے اس بارڈر لائن سے نکل کر اپنی من موجی زندگی میں دوڑ جاوں۔۔۔۔ جہاں تم ہو، اور وہ پاگل بندر۔۔۔۔۔ بس"

وہ اپنی آزاد زندگی کے خواب سجاتی ہوئی اتنی پیاری لگی کہ نیلم کے ہونٹوں پر مسکان اتری، وہ گہری سیاہ آنکھیں آمین کے ورد کے ساتھ ڈبڈبانے لگیں، اسے امل کی ہر بات سے انس تھا، ہر انداز سے پیار تھا اور وہ تبھی اپنے خواب کو شکل دے کر امل سے یہ کیفیت کہنا چاہتی تھی۔

اس وقت بھی نیلم کی آزردہ نگاہ کینوس پر بکھرے رنگوں پر گئی تو آنکھوں میں رائگانی سمٹنے لگی۔

"میری دعا ہے تم اپنے سب خوابوں کی تعبیر پاو، لیکن امل جان۔ عبداللہ سے بات کر لو۔ گھر کا پریشر بہت برا ہو گا اس پر، اوپر سے تم بھی بے حس بنی ہو۔ محبت کرنے والوں کو اتنا برا نہیں آزماتے۔ ابھی کال بند کر رہی میں۔ اسے کال کر کے اپنی نیک منصوبہ بندی بتاو تاکہ وہ کم از کم کچھ پر سکون ہو کر یہ معاملہ حل کر سکے۔۔۔۔"

اول میں وہ اپنی آنکھیں رگڑتی، امل کو دعا دے گئی اور پھر دیوانے پر رحم کی ترغیب بھی بخشی جس پر امل نے ایک بار پھر فون پر آتی عبداللہ کی کال کو دیکھ کر نیلم کو مطمئین کیا اور فون بند کرتے ہی دوسرے فون کو بھرپور توجہ کے سنگ اٹھائے، کال پک کی جو ڈرائیونگ کرتا واپس گھر جانے کے بجائے مبین سے ملنے آفس جا رہا تھا تاکہ مبین صاحب کی تھوڑی سفارش طلب کرے۔

کال پک ہونے پر وہ یکدم گاڑی کی بریک لگائے رکا، سانس تک مقابل کے اس رحم پر سادھ لی گئی۔

"امل! امل کب سے پاگلوں کی طرح تمہیں کال کر رہا ہوں۔ تم تو کم از کم میرے ساتھ یہ سلوک مت کرو۔ میں پہلے ہی شدید اپ سیٹ ہوں۔ برا بھلا ہی کہہ دو مگر یوں مجھے نظر انداز کرو گی تو کچھ ہو جائے گا مجھے"

اپنے دل کی ساری تڑپ گویا لفظوں میں باندھے وہ اسے ارسال کرتا بہت بے تاب لگا اور امل کو نا جانے کیوں بہت خوشی سی محسوس ہوئی۔

شاید اس لیے کہ محبوب کو نہ پانے کا غم، کسی کا محبوب بن جانے کی خوشی تلے دبنے لگا تھا پھر بھی وہ امل تھی، کیسے سیدھا جواب دیتی۔

"اس سے بھی برا سلوک کرنا چاہیے، مجھے کچھ نہیں سننا بس یہ بتاو خبر کی تردید کی یا نہیں"

چہرے پر بلا کی سنجیدگی لائے وہ عبداللہ پر ستم ڈھائے بولی تو وہ اسکے منصوعی عتاب پر مایوس سا ہوا، گویا سوکھے پتے کی مانند پھڑ پھڑاتے دل کا خدشہ سچ نکل آیا تھا۔

"کیا تم واقعی مجھے قصوروار مان کر سزا سنانا چاہتی ہو؟ میرے دل کے تمام جذبے جاننے کے باوجود تم مجھے ایک آخری موقع نہیں دو گی۔ پلیز امل مجھے سمجھنے کی کوشش کرو۔ میں تمہیں کھونا نہیں چاہتا"

وہ اپنے لہجے کی تاریکی اور بے بسی بیان کرتا، صدق دل سے اپنے جذبات کا اظہار کیے امل سے رحم کا طالب تھا اور وہ تفاخر سے گردن اونچی کیے اٹھی اور چل کر گلاس ونڈو کے باہر دیکھائی دیتی مین روڈ اور اس پر چلتی گاڑیاں دیکھنے لگی۔

دھوپ کا اثراب زائل ہونے لگا تھا، بلکل ویسے جیسے امل کا دل اس کے لیے نرم پڑ گیا۔

"ہمم تو پھر تائید کر دو جا کر خبر کی، دنیا کو بتا دو کہ امل تمہاری عزت ہے۔ اور آئیندہ اگر کسی نے تمہاری عزت پر حرف لانے کی ہمت کی تو تم انکو بدترین سزا دو گے"

وہ جو اپنی سماعت میں چند رحم بھرے جملے اور دل پر چند مہربان پھواروں کا منتظر تھا، اس لڑکی کی زبان سے ادا ہوئے اقرار پر کتنے ہی لمحے تو کچھ بولنے کے قابل نہ رہ پایا۔

آنکھوں میں حیرت اتر آئی جبکہ اس پار وہ لڑکی مسکرا رہی تھی، چپکے سے، دلکش سا۔

"امل!"

وہ بہت دیر بعد اسے پکارنے کے قابل مضبوط آواز کر سکا تھا جو بنا دیکھے بھی اس باولے بندر کی شادی مرگ سے کیفیت جان چکی تھی۔

"ہاں، میں نے تمہارے بارے میں سوچنے کا فیصلہ اسی رات لے لیا تھا۔ میرے دل میں کوئی اور تھا لیکن بس پسندیدگی کی حد تک۔۔۔لہذا تمہیں ایسی بٹی ہوئی امل چاہیے تو بتا دینا۔ رہی بات اس سکینڈل کی تو اس کی بدولت میرا ایک فلاپ پلین، کامیاب ہو گیا سو تھینک یو۔۔۔۔اب سوچ لو کچھ دن۔۔۔تب تک مجھے تنگ مت کرنا کیونکہ ماہ بدولت ایک اہم مشن میں بزی ہونے والی۔۔ کل کی نیوز کا ویٹ کروں گی۔ تائید کرو گے تو سمجھوں گی تم نے مجھے میری تمام خامیوں اور برائیوں کے باوجود اپنی عزت بنانے کا

فیصلہ لے لیا ہے۔۔۔اور نہیں کرو گے تو امل کو کوئی فرق نہیں پڑے گا کیونکہ بہت ہی بے رحم لڑکی ہوں۔۔۔۔بائے"

مقابل کی خوشی اور تکلیف کی پرواہ کیے بناوہ مزید بنا رکے بولتی گئی اور پھر بنا عبداللہ کے خیالات اور احساسات جانے، رسان سے فون بند کر گئی جبکہ اس لڑکی کی صاف گوئی، مہربانی اور رحم دلی نے اس شخص کا دل لمحوں میں ہر تکلیف اور تڑپ کی کثافت سے دھوڈالا۔

ہاں اس انسان کے بارے وہ ضرور سنجیدہ ہوا جسکا امل نے بے باکی سے اظہار کیے، فیصلے کا اختیار عبداللہ کو سونپ دیا۔

..________________________..

عبداللہ والے مسئلے کے بعد آج رات کے لیے المیرا کی طرف جانے سے دونوں نے معذرت کی تھی جبکہ رات تک عبداللہ کی جانب سے سبھی کو

ایک قابل قبول حل میسر آیا اور یہ ایک ایسا فیصلہ تھا جس نے معاملے کو بگھڑنے سے بچالیا تھا۔

خود مبین اس سب کے بعد عبداللہ پر برہم ہونے کے بجائے اسکے اس نئے اور قابل ستائش فیصلے پر سراہتا ہوا پایا گیا، جلال اور عارض سکندر کی بھی رات تک بات کروادی گئی اور وہ نہ صرف امل کی شرط تسلیم کرنے کا فیصلہ لے چکے تھے بلکہ کچھ دنوں تک اپنی دوستی اور کئی سال پہلے لیے آپسی فیصلے کو مزید مستحکم کرنے کا عہد بھی باندھ چکے تھے۔

عبداللہ پر عارض سکندر کی برہمی بھلے اب بھی برقرار تھی مگر شاید مبین، مان، ماہ نور، ماہ جبین اور سب سے خاص جلال پاشا کی عبداللہ کے لیے سفارش، انکے عتاب کو کم کرگئی۔

دوسری سمت نیلم کا پورا دن اداس ہی گزرا، مہرو اور مہک اسے تمام شاپنگ دیکھاتی رہیں اور وہ بس بے دلی سے انکو دیکھ کر جبراً مسکراتی رہی۔

مہک صاحبہ نے جو چیزیں مہرو کے لیے خریدیں، ویسی ہی وہ نیلم کے لیے خرید لائیں۔

ماں تھیں ناں، دونوں بیٹیوں کے لیے انکی محبت برابر تھی اور پھر اس جہاں کے حیرت کدے میں ایک اور رات اتر آئی۔

ہادی تک بھی سکینڈل کی نیوز پہنچ چکی تھی اور وہ عارض سکندر اور ماہ جبین کے نہ آنے پر بالکل بھی برہم نہ ہوا بلکہ شام سے رات تک اپنے ذہن کو پرسکون کیے اپنا سارا وقت المیرا کے ساتھ شاپنگ کرتے گزرا۔ وہ اپنا فیصلہ سوچ چکا تھا تبھی المیرا کو اس نے ماہ نور کے لیے کافی ساری ضروری چیزوں کو خریدنے کی تاکید کی تھی جبکہ نکاح کا جوڑا ہادی سکندر نے خود پسند کیا۔

سفید نازک کپڑے پر گا جری بہت ہی نفیس اور اچھوتا کام تھا، فرش بوس وہ لباس شاید اسے اس مال میں جاتے ہی ماہ نور کا سراپا ذہن میں لاتے ہی پسند آ گیا تھا۔

جبکہ نیلم رات ڈھلتے ہی جب سب اسکی تیمارداری کیے اپنے اپنے کمروں کو لوٹ گئے تو خود بھی کمرے سے نکل کر بابا کے سٹڈی روم کی سمت بڑھی۔

وہ رولنگ چیئر پر بیٹھے، کسی کتاب کو پڑھتے ہی سو گئے تھے، تھکی سی مسکراہٹ دیے وہ بابا کے قریب آئی۔

احتیاط سے انکے سینے پر دھری بازووں کی قید میں موجود کتاب نکالی اور ایک طرف میز پر رکھی پھر انکا چشمہ اتار کر میز پر رکھے، جھک کر انکی پیشانی پر بوسہ دیے پلٹی اور جاتے جاتے وہ نرم روشنی بھی بجھا گئی۔

کچھ دیر صحن میں چہل قدمی کیے وہ آسمان کی وسعت پر چمکتے روشن چاند کو دیکھتی رہی، دوسری جانب وہ دو بھی چمکتے چاند کو ایک ساتھ دیکھ رہے تھے۔

"شاہ ویر اچھا لڑکا ہے، محنتی اور قابل۔۔۔اگر میرے پاس تمہارے لیے کسی کو چوز کرنے کا موقع ہو تو میں ایسے ہی بہترین انسان کا انتخاب کروں گا"

وہ ابھی ہی سبکو چھوڑ کر کھلی سرد ہوا سے مستفید ہونے ولا کے ٹیرس پر اپنی اپنی کافی کا مگ لیے کھڑے تھے، چاند اپنی پوری آب و تاب سے جگمگا رہا تھا۔

وہیں دوسری جانب نیلم کو اکیلے صحن میں اک جگہ منجمد کھڑا دیکھ کر، کچن میں پانی پینے کی نیت سے جاتا شاہ ویر رکا اور پھر چہرے پر مسکراہٹ سجاتا عین نیلم کے عقب میں جا کر اسکی دونوں رخسار ہتھیلیوں سے چھو کر اسکا بخار دیکھتا ہوا، گرمائش کی شدت میں کمی ہونے پر شفقت بھری نظر ڈالتا روبرو آیا۔

نیلم نے بھائی کو دیکھ کر رسان سے مسکراہٹ دی۔

جبکہ دوسری جانب، ماں کتنی ہی دیر اپنی آنکھوں کی بے یقینی چھپاتی، دانستہ خاموش کھڑی، مبین عارض سکندر کو جواب دینے کی ہمت ڈھونڈتی رہی۔

مبین نے بھی اسے ہمت اکھٹی کرنے کا پورا وقت سونپا۔

"بہت وقت سے تمہارے معیار کا انسان ڈھونڈ رہا ہوں، لیکن مجھے لگتا ہے میری تلاش مبین عارض سکندر پر آ کر ایسی رکی کے اب آگے بڑھنے سے انکاری ہے"

شاہ ویر کے منہ سے وہی دل دہلاتا، دھڑکن بڑھاتا، جسم و جان کا خون منجمد کرتا ذکر سن کر وہ جھٹکے سے سر اٹھائے ہونق بنی اسے دیکھنے لگی جو بہت ہی مطمئین اور پر سکون لگ رہا تھا۔

"ہاں بہت بڑا انسان سہی لیکن خوابوں کا کیا۔ وہ تو کوئی سی بھی بلندی طے کر لیتے ہیں۔ دعا کی ہے تمہارے لیے۔ ایسا ممکن ہو جائے تو شاید یہ سمجھوں گا کہ نیلم جیسا کوہ نور مل گیا۔۔۔۔ تم خود بھی دعا کرنا کہ میری خواہش پوری ہو۔۔۔۔"

وہ شاید آج نیلم کی جان لینے پر اترا تھا، وہ کیا بتاتی کہ اس انسان کا ذکر بھی اسے دہلا رہا ہے، وہ کیسے اس آسمان پر چمکتے چاند کو چھونے کی گستاخی کرتی، جسے اسے مقدس خواب نے پرت در پرت اس پر عیاں کیا ہے۔

وہ خود کو کہاں اس قابل جان رہی تھی پھر یہ ذکر جو بار بار نیلم کی جان پر بن رہا تھا۔

شاہ ویر توقف کو رکا اور پھر نیلم کی نا جانے کس احساس سے سرخ پڑتی آنکھوں کو تکتا اسکا ہاتھ تھامے اندر کی سمت بڑھا۔

"آگے ہی بیمار ہو لڑکی، چلو اندر۔۔۔۔ مہرو کی شادی پر ٹھمکے نہیں لگانے کیا۔۔۔۔ چلو آجاو شاباش۔۔ اور اب بد روح کی طرح گھومتی نہ دیکھائی دو۔۔۔ جا کر سو جاو"

اسے اسکے کمرے تک لاتا وہ اک پیار بھری دوستانہ نگاہ ڈالے، نیلم پر اپنی خواہش کا پہاڑ بوجھ ڈالتا وہاں سے چلا گیا تو وہ بھی یکدم بھر آتی آنکھوں کو رگڑتی کمرے میں چلی گئی۔

کینوس سیٹ کیا اور تڑپتی ہوئی اپنی اک اور کوشش کرنے لگی۔

پھر دوسری جانب وہ مان کی اچانک ہی بھر آتی آنکھوں کی امید نہیں کر رہا تھا، لیکن وہ بہت تیزی سے خود پر مسلط ہوتے جذبات کا شکار ہو رہی تھی۔

اسے لگ رہا تھا اسکے اندر دہری ٹوٹ پھوٹ ہو رہی ہے۔

جب اک زخم ہرا ہو تو دوسرا آن لگے پھر ایسی ہی اذیت ہوتی ہے جیسے مان کو ہو رہی تھی۔

"میں تمہارا دل دکھا گیا ہوں۔۔۔ معاف کر دو"

وہ آزردگی سے ماں کی بھر آتی آنکھیں، سرسری سا دیکھ کر اسکی جانب پلٹا جو آگے سے ظالم سا مسکراتی وہ سارے آنسو ضبط کر گئی۔

"آپ ایسا کہہ کر مجھے شرمندہ کر رہے ہیں، آپکا کوئی عمل کبھی بھی ماں کی تکلیف نہیں بن سکتا۔ نہ ہی اپنے لیے نیلم کا انتخاب، نہ میرے لیے ایسے بہترین انسان کو منتخب کرنا۔ ان فیکٹ میں تو خود یہی چاہتی ہوں کہ میری زندگی کا فیصلہ آپ کریں"

وہ لمحے میں سارے دکھ کو ختم کر دیتی، سارے احساس جرم کو مٹاتی ہوئی بہت مان کے سنگ مبین کو دیکھتے بولی جو ماں خلیل سکندر کے دل تک جھانک سکتا تھا۔

"لیکن مجھے افسوس ہے، تمہاری اس تکلیف کا جو تم کچھ وقت سے مسلسل دبا رہی ہو۔ ہاں بالکل وہ دو یکسر الگ کیفیات ہیں۔ تمہیں علم نہیں شاید ماں لیکن میں تم سے کہیں زیادہ واضح چہرے پڑھ سکتا ہوں"

آج وہ اسکے سامنے، مان ہی کے چہرہ پڑھنے والے ہنر کا جواب دے کر اپنا اک اور راز کھول رہا تھا اور وہ آنسو روکے، دل پر ہاتھ رکھے، کتنی دیر پتھر کا مجسمہ بنی رہی۔

"مجھے لگا تھا کہ آپ سے باآسانی چھپ جاوں گی"

وہ رندی آواز کے سنگ اس قدر خوبیوں والے اس شخص کو کہتی شکوں کناں ہوئی تو مبین کے ہونٹوں پر نرم سی مسکراہٹ پھیلی۔

"نہیں، کم از کم میرے سامنے ایسا کوئی انسان نہیں چھپ سکتا جو میرے نزدیک اہمیت کا حامل ہو۔ خود سے جڑے خاص لوگوں کے چہرے میں کچھ زیادہ ہی رغبت کے سنگ پڑھتا ہوں"

وہ لمحے میں مان کو حیرت کے سمندر میں ڈبو گیا اور پھر جس طرح اترایا، مان نے وہ لمحہ اپنے لاشعور میں فوراً سے قید کیا۔

وہ اتراتے ہوئے سجتا تھا۔

"یہ وہی ہیں مبین جن سے سر راہ ملاقاتوں میں، میں نے اپنے آپ کو انکی ذات کے راز کی جانب لپکتے پایا ہے۔ پہلی بار کسی کو دیکھ کر لگا کہ اجنبیت جیسا احساس اس دنیا سے ختم ہو گیا ہے۔۔۔۔ اور آپ جانتے ہیں شاہ ویر، نیلم کے بھائی بھی ہیں"

یہ پر لطف اعتراف اور پھر شناسائی کا ایسا حسین انکشاف گویا مبین عارض سکندر اور مان خلیل سکندر دونوں کے چہروں پر تہلکہ مچاتی مسکراہٹ لے آیا۔

"آہاں! سننے میں اچھا ہے۔

کہیں پڑھا تھا کہ جب مقدر میں محبوب تک کی دسترس لکھی ہو تو اس کائنات کا زرہ زرہ آپ کو اس سے ملانے کا مددگار بننے لگتا ہے۔ جب اس پر خطر مسافت میں سب اچھا ہو تا جارہا ہے تو یہ خوش فہمی پال لینی چاہیے کہ اب جیت دور نہیں"

مبین عارض سکندر کا شوخ لہجہ، خوشی اور دسترس کے عنقریب مقدر بن جانے پر اسکی ذات کا حسن بڑھا رہی تھی اور خود مان کا دل چاہا وہ زیادہ سا مسکرائے۔

"ان شاء اللہ، بائے داوے آپ نیلم سے ملنے کی کوشش نہیں کر رہے۔ اسے بتائیں تو کہ کس قدر محبت کر بیٹھے ہیں"

ساری اداسی گویا کہیں دور جا مفقود ہوئی تو مان نے بھی دل ہلکا محسوس کیے، ان شوخ ہوتے جناب سے اک نہایت ذاتی سوال کر ڈالا۔

"اسکا دل خود گواہی دے گا میری محبت کی، پھر پورے حق سے اس سے ملنے کی کوشش بھی کروں گا اور اپنی محبت کا اظہار بھی۔ پہلے زرا ماں کی پہیلی بوجھنے کا انتظار کرنا ہے دوسرا ہادی سکندر کے فیصلے کو برداشت کرنے کا حوصلہ جمع کرنا ہے"

خوشی سے بھرپور آواز کے سنگ وہ اپنی یکدم شوخی پر مائل ہوتی طبعیت کو واپس ازل کی درویشانہ ڈھنگ میں ڈھالتا ہوا جومان کو کہہ بیٹھا، محترمہ اس اکیسویں صدی کے پرانے عاشق کو مسکرا کر دیکھتی رہ گئی۔

پھر چاند دیکھائی دیا، کسی اور کی بے تاب نظروں کے حصار میں دمکتا چاند جو جھنجھلائی ہوئی کینوس پر جھک کر اس شخص کا چہرہ بنانے کی دوسری کوشش کرتے کرتے نڈھال ہو رہی تھی۔

"وہ چہرہ کسی جنتی پھول سا ہی تو تھا، پھر کیوں نہیں بن رہا۔۔۔ک۔۔ کیوں نہیں بن رہا۔۔۔ کیوں مجھے آزمارہے ہیں۔"

ایک بار پھر دلسوز کرتی ناکامی نے اسکی سسکیاں بلند کیں اور وہ ہاتھ میں پکڑے تمام برش، دلبرداشتہ ہوئے زمین پر پھینکتی، دونوں ہاتھ چہرے پر رکھے، وہیں گھٹنوں کے بل بیٹھتی زاروقطار روتی گئی۔

یہاں تک کہ اسکا پورا چہرہ، آنسوؤں کی تمازت سے دہکنے لگا۔

وہ آج تک کسی بھی خواب کے حصے کو بنانے میں اس بری طرح ناکام نہیں ہوئی تھی جیسی اس بار، یوں تھا جیسے اسکی ساری صلاحتیں ہی اس خواب کو تصویر کرتے مر جاتیں۔

وہیں ٹھنڈے فرش پر دہری ہو کر لیٹتے ہی نیلم نے اپنی درد کرتی آنکھیں موند لیں، ایک بار پھر ادھورا خواب کا خاکہ، اداس چاند اور روتی ہوئی شہزادی نے ماحول سوگوار کر دیا۔

ممکن تھا شہزادی اپنی تیسری کوشش میں ضرور فاتح ہوتی لیکن نیلم کا دل آج ہی اتنا تکلیف میں تھا کہ اسے لگا وہ دوبارہ چاہ کر بھی کوشش نہ کر سکے گی۔

..________________________..

ایک نیا دن، بہت سارے نئے فیصلے کرنے زمین زادوں پر آن اترا تھا۔

آج کے دن کی پہلی خبر ہی تمام شکوے اور ناراضگیوں کی گرد کو ہٹا گئی۔

نہ صرف عبداللہ عارض سکندر کی جانب سے کل والی خبر پر برہمی اور عتاب کارد عمل سامنے آیا تھا بلکہ اس کے ساتھ ساتھ اس نے امل پاشا کو جلد اپنی زوجیت میں لینے کی یہ خبر بھی میڈیا کے سامنے پیش کی۔ جس چینل نے اس نیوز کو کرارے طریقے سے لگا کر اپنی ریٹنگ بڑھائی تھی، اس خبر کی ایسی منفرد تائید گویا انھیں میڈیا کی جانب سے سخت ری ایکشن کا سامنا کرنا پڑا اور پریس کانفرنس میں چینل اور اخبار کے مالک نے نہ صرف دونوں فیملیز سے معذرت کی بلکہ ماحول کو سازگار بنانے کے لیے یہ شادی کا ایونٹ کوور کرنے کی پیشکش تک کر دی۔

گویا میڈیا والے ہر صورت اپنی گرتی ریٹنگ بحال چاہتے تھے۔

اور پھر جلال پاشا نے بھی ایک نہیں بلکہ دو خبریں سنا کر اپنے گرد منڈلاتے میڈیا کو چند مزید ہیڈ لائنز سونپ دیں۔

انہوں نے اپنی بیٹی امل کو عارض سکندر کی بہو بنانے کی یہ خبر بھی پیش کی اور نیوز پیپر کی کچھ سال پہلے تک ٹاپ ٹرینڈنگ جوڑی کے بیچ آپ کی خبر بھی تھما دی۔

یہ خبر جتنی مناحل کے لیے دھچکا تھی اس سے کہیں زیادہ ان میڈیا کے لوگوں کے لیے تھی جو اس کپل کے ایک بار پھر ایک ہونے کی اس خبر بھی خاصے حیران ہوئے۔

کانفرنس میں جلال پاشا، عبداللہ اور عارض سکندر نے شرکت کی تھی۔

یہ قصہ یہیں ختم کیے وہ تینوں اب جلال پاشا کے آفس روم میں موجود تھے، جبکہ امل اس خبر کے آتے ہی مناحل کی طرف روانہ ہو چکی تھی۔

والد صاحب کے عتاب کے بعد ابھی اسے مس مناحل کی جانب سے غصہ، خفگی برداشت کرنا تھا۔

اسکا پلین مس مناحل کو قائل کرنے کے بعد بابا کو بلوا کر خود نیلم کے پاس چلے جانے کا تھا مگر یہ ایک جان لیوا ٹاسک تھا۔

"غلطی شاید کسی کی بھی نہیں تھی، تم خوامخواہ عبد اللہ پر برہم ہوئے۔ اور ایسا سوچ بھی کیسے لیا کہ میں جلال پاشا، اپنی ہی خواہش سے پیچھے ہٹوں گا۔ امل آج سے عبد اللہ کی امانت ہے"

جلال پاشا، رہی سہی تمام خفگی کا خاتمہ کیے عارض سکندر کی تمام پشیمانی کا خاتمہ کرنے کے ساتھ اپنی خواہش کے اب تک قائم رہنے سے گویا عبد اللہ اور عارض دونوں کو اک بڑے بوجھ سے آزاد کر گئے۔

"تمہارا بڑا اپن ہے جلال، کہ اس سب کے باوجود تم ہم سے رشتہ جوڑنے پر قائم ہو اور اپنی بیٹی کو میری بہو بنانے پر راضی ہو۔

ان شاء اللہ مناسب وقت دیکھ کر ہم باقاعدہ اس رشتے کے بارے کوئی رسم ادا کر دیں گے۔۔۔۔ اس سب سے میڈیا والوں نے فائدہ اٹھایا ہو یا نہیں

امل بازی لے گئی ہے۔۔۔جو کام کئی سالوں سے کوئی نہ کر سکا وہ اس نے کر دیکھایا۔ تمہیں اور مناحل بھابھی کو ایک کر کے"

شروع میں عارض سکندر کا لہجہ مشکور تھا وہیں آخر تک وہ تمام احساس پشیمانی سے آزاد ہو کر امل کی ہمت کو سراہ گئے جس پر جہاں عبداللہ اور عارض صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ تھی وہیں شاید جلال پاشا پہلی بار بھینچے چہرے کو بحال کیے تھکا سا مسکرائے تھے۔

"موقعے کا فائدہ اٹھانے میں بہت ماہر ہے وہ، اپنی ہی باپ کو چاروں شانے چت کر گئی"

بے ساختہ ہی جلال پاشا کی آنکھوں میں سرد مہری اتری وہیں مقابل بھی سنجیدگی چھائی۔

"اچھا ہے، تمہارے ٹکر کی ہے امل۔ مناحل بھابھی کی طرح حساس بھی اور تمہاری طرح چالاک بھی۔۔۔۔ عبداللہ کی خیر نہیں۔ کیوں برخوردار! سنبھال لو گے اس شیرنی کو"

بابا کے نرم لہجے سے کہیں بڑھ کر عبداللہ کو انکی ناراضگی کی رہی سہی شدت کے ختم ہو جانے کا سکھ تھا اور جس طرح وہ دونوں محترم اب چیلنچنگ انداز سے عبداللہ کو دیکھ رہے تھے وہ منصوعی مسکینیت کے سنگ مسکرا کر ماحول خوشگوار کر گیا۔

"شہید ہونے سے بچ گیا تو اپنا بیسٹ دینے کی کوشش کروں گا جناب۔۔۔۔"

یکدم ہی تفاخر سا چہرے پر سجائے وہ اس مشکل ٹاسک کی دل جمعی سے حامی بھرتا، ان دو نفوس کو جنگ لڑنے کے لیے جاتا سپاہی ہی لگا اور اپنی اس امیجینیشن پر اب کی بار تینوں مسکرا دیے۔

..________________..

کورٹ سے روحان وحدی کی حویلی کا سرچ وارنٹ حاصل کرتے ہی سالار خان نے اپنی چھ رکنی ٹیم کے سنگ وحدی حویلی کا دن تین بجے محاصرہ کر لیا۔

حویلی کی دیکھ ریکھ، حفاظت اور سیکورٹی پر معمور کئی ملازمین، محافظ اور گارڈز اس ریٹ کی راہ میں مزاحمت کا سبب بنے، سالار خان کے لوگوں سے منہ ماری کرتے رہے مگر ان سبکی مزاحمت، کورٹ کی جانب سے اس عدالتی کاغذ کے باعث مجبوراً سہی پر تھم گئی۔

اپنی پر اعتماد چال چلتا وہ وردی کا رعب جھاڑتا ہوا حویلی میں داخل ہوا اور چھ کے چھ اہلکاروں کو حویلی کا چپہ چپہ چھان مارنے کا حکم صادر کیا اور خود متکبر اندازاپنائے، حویلی کے باغیچے کی سمت بڑھا اور اک کسیلی نظر اس تاحد نگاہ پھیلی حویلی کے درودیوار پر ڈالی۔

سالار خان نے اپنے آدمیوں کو ہر شے چھان مارنے کا حکم دیا تھا، کمرے، کمروں میں بنے تہہ خانے اور ہر ایسی باریک چیز جو کسی بڑے ثبوت یا گواہ تک لے جاتی۔

اور اسکے آدمیوں نے پورے پروفیشنل طریقے سے حویلی کا چپہ چپہ چھان مارا، ہر کمرہ، اسکی دیواریں، سلینگ، اٹیچ سٹور روم، تہہ خانے، بالکونیاں، اور جب وہ روحان وحدی کے کمرے میں داخل ہوئے تو دو گارڈز مزاحمت پر اترے جس پر انکو وہ دونوں اہل کار کراری سوغات دیتے، ادھ مرا کیے بپھری موجوں سا اندر داخل ہوئے، کمرہ اپنے آپ میں پورا محل تھا، لیکن بھیانک جانوروں کی ہیبت ناک دھاڑتی ہوئی تصویریں ہر دیوار پر آویزاں تھیں اور پھر یکدم ان دونوں پولیس والوں کی نظر اسی کمرے میں دھمک پیدا کرتی اک آواز سے ارد گرد گھومی۔

وہ مسلسل چینخنے کی آواز تھی جو اس کمرے کے فرش میں موجود خفیہ تہہ خانے سے ابھر رہی تھی۔

فوراسے بیشتر دونوں اہل کاروں نے فرش پر بچھا وہ قالین اٹھایا اور اس بند دروازے کو کھولا اور وہاں نیچے اترتی سیڑھیاں دیکھ کر دونوں نے حیرت سے اک دوسرے کی سمت دیکھا اور اندر اترے۔

وہ تہہ خانہ حبس اور گھٹن سے بھرا ہوا، عجیب سے تعفن سے اٹا ہوا تھا، جوں جوں وہ قریب بڑھے، وہ نسوانی چینخیں بلند ہوتی گئیں اور پھر مزید کچھ فاصلے طے کرنے پر انھیں ایک عورت دیکھائی دی۔

زنجیروں میں جکڑی ہوئی، جسکی آواز قبر سے نکلتی ہوک سی تھی۔

وہ دونوں پہلے تو اس عورت کے دھاڑنے پر خوفزدہ ہوئے پھر انہی میں سے ایک نے آگے بڑھ کر اپنی پسٹل نکال کر اس زنجیر کے مرکز پر فائر کیا جس سے اس عورت کے ہاتھ میں بندھی زنجیر آزاد ہوئی۔

لیکن اس سے پہلے وہ دو سنبھلتے، اس عورت نے پوری قوت سے ایک کو دوسرے پر دھکا دیا اور اندھا دھند، بنا کسی کی پرواہ کرتی تیزی سے باہر بھاگی۔

پیچھے وہ دو ایک دوسرے پر مردے کی طرح گرے ہوئے، پیچارگی سے اپنا اپنا توازن برقرار کرتے اٹھے اور ہنس کر اک دوسرے کی حالت کا مزاق اڑاتے، اس عورت کے پیچھے ہی بھاگے۔

مگر وہ نا جانے کب سے یہاں قید تھی کہ آزادی کی چھوٹی سی راہ ملتے ہی بنا پیچھے دیکھتی بھاگتی گئی یہاں تک کہ اسکے پیروں میں حویلی کے پچھلے دروازے سے سے باہر نکلنے پر کوئی نوکیلا پتھر بری طرح دھنس گیا تھا مگر وہ خون آلود پیر کی پرواہ کیے بنا اپنے پیچھے سنائی دیتی پاؤں کی بھاری دمک سے خوفزدہ کب بھاگتی بھاگتی باغیچے کی جانب پلٹ کر اپنے دھیان میں حویلی کا جائزہ لیتے سالار خان سے بری طرح جا ٹکرائی۔

اس اچانک افتاد پر سالار خان بوکھلا کر رہ گیا، نسوانی چینخ سنتے ہی اور اس لڑکی کے خود سے ٹکراتے ہی وہ غیر ارادی ہی اسکی دونوں بازو جکڑ گیا۔

جو آگے سے بنا اسے سنبھلنے کا موقع دیتی، اپنی کلائی پر بندھی بھاری زنجیر کو لہرا کر سالار خان کے کندھے پر وار کرتی اس سے پہلے بھاگتی، پیر میں اٹھتے درد پر وہیں گر پڑی۔

سالار خان، اپنے کندھے کا درد بھلائے، جھٹکے سے مڑا اور لپک کر زمین پر گری اس لڑکی کی اور بڑھا جو ہاتھوں کے زنجیروں میں قید ہونے کے باعث خود کو سنبھال کر اٹھانے میں ناکام ہو رہی تھی مگر اپنی جانب آتے اس پولیس والے کو حراساں اور خونخوار سی نظروں کے سنگ اذیت بھرے انداز میں گھورنے لگی۔

پیچھے پیچھے ہانپتے ہوئے وہ دو اہل کار بھی پہنچ آئے جنہوں نے سالار خان کو اب اس لڑکی کے پاس بیٹھتے ہوئے دیکھا۔

"اوہ! تو آپ زندہ ہیں۔۔ کہانی میں وقت ہوا چاہتا ہے ایک نیو انٹری کا۔ چچ چچ ایک درندے بھائی نے کیا حال کر دیا اپنی بہن کا۔۔۔ ایسے بھائی کو تو سر عام پھانسی دی جائے وہ بھی کم۔۔۔۔ رابعہ وحدی۔ میرے کندھے کو توڑنے میں کسر نہیں چھوڑی لیکن آپکے سامنے قانون کا جاندار آفیسر ہے اس لیے ایسا جھٹکا سہہ گیا۔ لیکن آگے سے تمیز کا مظاہرہ کیجئے گا ورنہ آپکے مجرم بھائی کے ساتھ ساتھ آپ سی ملزم بھی رگڑی جائے گی"

نخوت سے ہنکارہ بھرتا وہ سر تا پا سر سراتی نظروں سے رابعہ کا جائزہ لیے، اسکی نفرت اور تپش اگلتی سرخ آنکھوں سے بے نیاز سا کہہ کر اٹھا اور اپنے باقی کے تمام اہل کاروں کو بہت ادب سے اس دوشیزہ کو لے جانے کا اشارہ کیا جو اس انسپکٹر کا مخفی اشارہ بھانپتی اپنے قریب آتے ان پولیس والوں کو دیکھ کر چینخنے لگی۔

اسکی چیخوں پر سالار خان نے ناگوار سا تاثر دیا۔

"آپکی صرف گواہی چاہیے، پھانسی نہیں لگاؤں گا یقین کریں۔ اور تسلی کے لیے بتاتا چلوں کے روحان وحدی، مرتد، خطرہ ایمان، اور کافر پہلے ہی ہماری حراست میں ہے لہذا خاموشی سے ہمارے ساتھ کاپریٹ کیجئے"

اس لڑکی کی کان کے پردے پھاڑتی چینخوں پر بیزار منہ بناتا وہ زرا اس کی جانب جھک کر سلگتے لہجے میں بولا تو مقابل اک سکتہ اتر چکا تھا۔

اسکے بعد نہ تو رابعہ وحدی نے کوئی مزاحمت کی نہ تھانے پہنچنے تک اسکی کوئی بھی ناگوار چینخ، انسپیکٹر سالار خان کی سماعت میں سنائی دے سکی۔

یہ سفر خیر و عافیت سے کٹ گیا، اپنی فی میل کانسٹیبلز کو رابعہ وحدی کے لیے ضرورت کی ہر شے مہیا کرنے کا کہتا وہ خودکسی اور کام کے لیے نکل گیا جبکہ اس لڑکی کا بیان وہ کسی جلد بازی کے سنگ نہیں بلکہ فرصت سے لینے کا طلب گار تھا۔

..________________..

مناحل پر اسکی ساری کائنات الٹ چکی تھی، اسکا ذہن اور دل دونوں ہی کرب میں مبتلا تھا۔

اتنا سب اچانک ہو جانا، انکے لیے تسلیم کرنا نا قابل برداشت تھا اور پھر پہاڑوں پر اتری ہوئی یہ سوختہ جگر شام، انکے سارے زخم ہرے کر رہی تھی۔

امل پہنچ تو آئی تھی مگر مناحل نے اس سے قطع کلامی کرلی، چہرہ موڑ لیا اور ناجانے کتنی ساری ناراضگی باندھ لی۔

انھیں وہ سب یاد آرہا تھا جو وہ بھولنے کے لیے یوں ہر ایک سے کٹ کر پہاڑوں پر آباد ہوئی تھیں۔

امل پر انھیں غصہ تھا، شدید اور امل کو ایسے ہی ردعمل کی امید بھی تھی۔

وہ اس وقت مس مناحل کو قائل کرنے کے لیے کسی سے مدد بھی نہیں لے سکتی تھی۔

نیلم اسے فی الحال میسر نہ تھی کیونکہ وہ گزری رات کی ساری تکلیف سے جبرا نکل کر سکول بھی گئی تھی اور اب واپس آکر سارا وقت اس نے مہرو کی شادی کی تیاروں میں صرف کیا تھا۔

کسی بھی طرح وہ خواب، حقیقت اور اذیت تینوں سے فرار کر لینے کی تمنائی تھی۔

امل خود ہی اپنے تیز دماغ کو چلاتی، مس مناحل کو منانے کی ترکیبیں سوچ رہی تھی۔

اس نے کچھ غلط نہیں کیا تھا اسکا اسے یقین تھا، مس مناحل کی ایک بار پھر چپکے سے انکے کمرے سے ڈائری اٹھا کر وہ اندر سٹنگ ایریا میں بیٹھی اسے دوبارہ پڑھ رہی تھی۔

پھر گاہے بگاہے ابر آلود سے شام سے ہمکلام مس مناحل کو دیکھتی، پھر مسکرا کر ڈائری پڑھنے لگتی۔

اپنے آپ کو کچھ دیر مطمئین کیے وہ دبے پیروں کے سنگ وہ ڈائری واپس مناحل کے روم میں رکھے خود بھی اس زرد آبر آلود شام میں باہر نکل آئی۔

"انسان کو اپنی کمزویوں کا اظہار کبھی کبھی کر دینا چاہیے مس مناحل، آپ کو آپکے تمام زخم کچھ زیادہ پیارے ہو گئے ہیں۔ زخموں سے پیار کرنے کے بجائے انکا مرہم تلاش لینا زیادہ بہتر ہے۔ اور آپ آج بھی اس بات سے انکار نہیں کر سکتیں کہ آپ اس کھڑوس، بے حس اور متکبر شخص سے کس قدر محبت کرتی ہیں"

وہ مناحل سے کچھ فاصلے پر آکر رکی، بلند و بالا، کہر میں ڈوبتے پہاڑوں کو تکتی جس روانی سے ستم ڈھاگئی اس پر مناحل کی آنکھوں میں بے یقینی کا ساون اتر آیا۔

" نفرت ہے مجھے اس انسان سے۔۔۔ اور تم پر بھی شدید غصبناک ہوں لہذا میری نظروں سے دور ہو جاو امل"

اپنی ٹوٹی ہوئی حالت کا لاکھ پردہ رکھتیں مگر پھر بھی وہ جس طرح پھٹ پڑیں اس پر امل بھی ساری بے حسی چھوڑ کر نا صرف مناحل کے پاس آئی بلکہ ماں کی تمام برہمی کے باوجود باہوں میں سمو کر اپنی گال، مناحل کی بھیگی رخسار سے جوڑ لی۔

وہ چاہ کر بھی امل کا دامن جھٹلا اور گرفت جھٹک نہ سکیں۔

"جانتی ہیں عبداللہ مجھ سے محبت کرتا ہے، میں نے اس سکینڈل کو یوز کیے آپکو اور بابا کو ملوا کر اس انسان کے لیے بھی ہاں کیوں کہی تا کہ امل آپکی طرح اپنے زخم سے پیار کے بجائے اپنا بھی مرہم ڈھونڈ لے اور آپکا بھی۔۔۔۔ مجھ سے نہیں چھپا سکیں آپ اپنا دل مس مناحل۔۔۔۔۔۔۔ اور میں اس باولے بندر کا ہونے سے پہلے چاہتی کہ آپ کو بھی آپکا مستحق سایہ واپس ملے۔۔۔۔۔۔ وہ دوبارہ آپ سے کبھی نہیں لڑیں گے۔ اگر امل اپنا آپ قربان کر کے بھی آپ دو کو نہ ملا سکی تو تف ہے مجھ پر۔۔۔۔۔۔ ایک دوسرے سے لاکھ شکوے سہی لیکن کیا آپ میری خوشی کے لیے ایک بار

جلال پاشا کو معاف نہیں کر سکتیں۔۔۔۔۔ مجھ سے میرا زخم مت پوچھیے گا کیونکہ سوری ٹو سے وہ میں مرہم سے ڈھک چکی اور نہیں چاہتی اسے کوئی بے آبرو کرے۔۔۔۔۔ یہاں تک کہ آپ بھی نہیں"

وہ مناحل کی سیاہ آنکھوں میں اپنی آنکھیں گاڑتے، انکو دونوں شانوں سے تھام کر ساکت کرتے یہ جملے ادا کیے اپنے زخم کی آبرو بھی سلیقے سے نبھا گئی، اور زخم کریدنے کا سارا حق بھی سلب کر بیٹھی۔

جس پر مناحل نے اذیت کے سنگ امل کا بہت سے دکھ سمیٹ کر آفسردہ چہرہ آس سے دیکھا۔

"ابھی میرا دماغ کام نہیں کر رہا امل۔۔۔۔۔ ابھی مجھ سے کچھ مت پوچھو۔۔۔۔"

وہ ہار مانتیں ہوئیں امل کے ہاتھ جھٹک کر مڑیں تو وہ بھی ایک دو دن ماں کو کھلی چھوٹ بخشنے کا فیصلہ کیے اپنی حد مقرر کر گئی لیکن اسے مناحل کے پگھلنے کا یقین بھی تھا۔

پھر دوسری جانب عارض سکندر اور عبداللہ کو واپسی میں شام ہو چکی تھی، مان اور عارض سکندر نے آج کا دن بھی کچھ ضروری امور نمٹانے پر صرف کیا اور پھر رات عارض سکندر اور ماہ جبین، حسب وعدہ اس دہلیز پر جا پہنچے جس کی چوکھٹ پار کرتے ہوئے ان دو کا کئی بار دل لرزا۔

لیکن ہادی سکندر اور المیرا کا کھلے دل سے خوش آمدید کرنا خوش آئن رہا وہیں تمام مہمان داری نبھانے کے بعد عارض سکندر نے جہاں اپنی لاعلمی اور لاپرواہی کا بھاری بوجھ اٹھائے، اعتراف کیا وہیں ہادی سکندر نے ایک نئی تاریخ رقم کر دی۔

"ماہ اور میرا نکاح کل ہی ہو گا اور کل ہی وہ سادگی کے سنگ میرے ساتھ رخصت ہو جائے گی۔ اگر آپکو اس پر کوئی اعتراض ہے تو آپ سب ماہ نور کا رشتہ کہیں بھی کرنے کے لیے آزاد ہیں۔ اگر کل نہیں تو ہادی سکندر اسے کبھی بھی قبول نہیں کرے گا"

یہ دل دہلاتا مطالبہ جہاں المیرا کا دل خوفزدہ کر گیا وہیں ماہ جبین اور عارض سکندر کے چہروں پر بھی زردی پھیل گئی۔

جبکہ اپنا مطالبہ پیش کرنے کے بعد انتہائی پر سکون، ٹانگ پر ٹانگ چڑھا کر کمر ٹیک کر بیٹھا مقابل کے مزید ار تاثرات سے محظوظ ہوتا ہادی سکندر بنا کسی بھیانک انجام کے اپنے جواب کا منتظر رہا۔

"لیکن یوں کیسے ہادی، وہ ہماری اکلوتی بیٹی ہے۔ اگر تم چاہو تو ہم نکاح کل کر دیتے ہیں لیکن اس قدر خاموشی سے رخصتی کے حق میں ہر گز نہیں ہیں"

اپنی پرانی زیادتیوں اور ناانصافیوں کے باعث وہ ہادی کا یہ ناقابل برداشت رویہ بہت تحمل سے سہہ کر اسے رسان سے سمجھانے لگے مگر ہادی چہرے پر صاف ناں کا ٹیگ لگائے بے حس بنا یہ بازی لگائے بیٹھا تھا۔

"دنیا کو بتانے کی ضرورت بھی کیا ہے، ریسیپشن کر دیں گے مناسب وقت پر۔ فی الحال میرا یہی فیصلہ ہے۔ اسے آپ سب اب اپنی خوش قسمتی سمجھیں یا سزا۔۔۔۔ ابھی نہ تو میرا مبین عارض سکندر سے حساب چکتا ہوا ہے نہ ماہ نور سے ناراضگی ختم ہوئی ہے لہذا آپ سب سمجھ سکتے ہیں میرے اس فیصلے کی وجہ۔ ریسیپشن، میں دل کی تمام کثافتیں دھل جانے کے بعد کروں گا اور دنیا کو بھی دیکھا دیں گے۔۔۔۔۔ مزید کوئی اعتراض نہیں ورنہ انجام کے ذمہ دار آپ ہی ہوں گے"

وہ مقابل کے سرد تاثرات بخوبی سمجھ چکا تھا تبھی لہجہ ہر درجہ شفاف رکھے، بے باکی سے اپنے خیالات کا اظہار کر گیا اور عارض سکندر نے اک برہم نگاہ ہادی پر ڈالی اور اپنی جگہ سے اٹھے۔

انکے اٹھتے ہی جہاں ماہ جبین کھڑی ہوئیں وہیں المیرا بھی برہم سی ہادی کو تکتیں، اٹھ کھڑی ہوئیں۔

جبکہ ہادی اسی پر سکون انداز سے نواب کی طرح اب مقابل کے گرجنے کا انتظار کرتا دل ہی دل میں مسکرایا۔

"تمہارا یہ رویہ بہت غلط ہے ہادی سکندر! اگر ماہ نور کی خوشی نہ ہوتے تم تو اچھے سے باپ بن کر تمہاری یہ اکڑ نکال باہر کرتا۔ لیکن بیٹی کا باپ ہونے کے ناطے مجبور ہوں۔ پہلے بھی اس کے دل پر بہت ظلم ڈھایا تھا مگر مزید کا متحمل نہیں ہو سکتا۔ میں تمہاری بات تو مان رہا ہوں لیکن اگر تم نے اپنی بے جا ناراضگی سے ماہ نور کو ستانے کی کوشش کی تو اسی طرح تمہاری پٹائی کر دوں گا جیسے بچپن میں ایک بار سگریٹ پینے پر کی تھی۔۔۔۔ سمجھے۔۔۔۔ آجانا کل۔۔۔۔ ہم چلتے ہیں المیرا بھابھی، مزید آپکے اس نخریلے اور بدماغ سپوت کے نوابی تیور دیکھنا بہت مشکل ہے۔۔۔۔۔۔"

ناراضگی جیسا تو کچھ نہ تھاہاں حق اور رعب جماتے عارض سکندر خفگی سے بڑبڑائے اور پھر اک مسکراہٹ دباتی نظر، خوفزدہ اور شرمندہ کھڑی المیراپر ڈال کر انھیں مطمئین کیے صرف ہادی سکندر کو جتاتے ہوئے وہاں سے چلے گئے جبکہ ماہ جبین نے بھی اک مسکراہٹ بھری نگاہ المیرا جبکہ اک منصوعی افسوس بھری نگاہ ہادی پر ڈالی اور عارض سکندر کے پیچھے ہی لپک گئیں۔

جبکہ ہادی سکندر کے چہرے پر وہ تاثر تھا جو جنگ لڑکر جیتنے والے فاتح کے چہرے کا خاصہ ہوا کرتا ہے۔

یکدم سر پر المیرا کی چپت لگنے پر وہ منہ بسور گیا جواب اسکا کان دبوچ کر آنکھیں نکالے گھور رہی تھیں۔

"کوئی کام سیدھے طریقے سے بھی کروگے یا نہیں، عارض بھائی سے پہلے میں کردوں گی تمہاری پٹائی۔۔۔اف ہادی اف۔۔۔یا میرے اللہ میرے اس بچے کو سیدھا کردیں۔ تم تو میری جان لینے کے درپر ہو ہادی سکندر۔۔۔اف

کل نکاح۔۔۔ کتنی ساری تیاریاں کرنی ہیں۔۔۔ یا اللہ میں اب کیا کروں"

سخت جھنجھلائی ہوئی المیرا کے بڑبڑا کر فوری تیاریوں کی فکر میں ہلکان ہو کر جانے پر کتنی ہی دیر وہ میسنا، اپنی فتح کے جشن میں مسکراتا چلا گیا۔

مسکرانا تو بنتا تھا، بنا ہار مانے، بنا جھکے وہ اپنی محبت، اپنے ٹوئکل سٹار کو کل مکمل طور پر اپنی ملکیت بنانے والا تھا، ہادی سکندر کو سمجھنا واقعی کسی عام بندے کے بس کی بات ہی نہ تھی۔

..________________________..

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

مبین، مان، عبداللہ اور ماہ نور تینوں کو ملتی ہادی سکندر کے فیصلے کی خبر گویا صدمے کے پہاڑ تلے دبا چکی تھی، مبین عارض سکندر کو تو ہادی سے ایسی ہی امید تھی جبکہ باقی سب کے چہروں کا رنگ اڑا، وہیں عارض سکندر اور ماہ جبین کا، ہادی سکندر کے اس ہٹ دھرم فیصلے کا خیر مقدم کرنا اس سے بڑی حیرانگی کی بات تھی۔

لیکن وہ سب یہ بھی جانتے تھے کہ ہادی سکندر کی سوچ، اسکے جذبات، اسکی خواہشات اور اسکے فیصلے عام سمجھ میں سما نہیں سکتے تبھی اللہ کا نام لے کر سبھی نے ہادی سکندر کے فیصلے کو تسلیم کرنے کا ارادہ باندھ لیا۔

جبکہ کل تک تمام تیاریاں مکمل ہونے کی فکر یہاں بھی ماہ جبین اور مان کو لاحق تھی جو رات ہی عبداللہ کے ساتھ شاپنگ پر نکل گئیں۔

جبکہ ماہ نور کے گھبرائے اور پریشان تاثرات دیکھ کر عارض صاحب اور مبین دونوں ہی اسے تسلی دینے میسر تھے۔

وہ ہادی سکندر سے ایسی اجلت کی کہاں امید کر رہی تھی، یہ انسان تو جان لینے پر اتر آیا تھا۔

وہ بابا اور بھیا کے لاکھ سمجھانے کے باوجود متفکر اور پریشان تھی۔

"اس الٹی کھوپڑی کے مالک کو مزید چھیڑا تو کچھ برا نہ کر بیٹھے، لہذا عقل مندی اسی میں ہے کہ اسکی بات مان لی جائے۔ شاید زندگی کی کڑواہٹ اور امتحانات نے اسے یکسر جھنجھوڑ ڈالا ہے۔ وہ سیدھا فیصلہ بھی الجھے انداز سے لینا سیکھ گیا ہے۔ وہ عام سی شے کے لیے بھی ضد لگائے اڑ سکتا ہے اور بہت خاص چیز یا ملکیت سے معمولی سی ضد پر دستبردار بھی ہو سکتا ہے۔ تمہیں اسکے حوالے کر کے ہم ہادی سکندر کی الجھی ذات کو سنورنے کا موقع دے رہے ہیں۔ یہ مت سمجھنا کہ تمہیں بوجھ سمجھ کر اتار رہے

ہیں۔۔۔۔کیونکہ تم ہمیشہ اس گھر کی جان تھی اور رہو گی لیکن کبھی کبھی محبت کے امتحانات بھی دینے پڑتے ہیں"

ماہ نور کے سرد پڑتے ہاتھوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں میں لے کر جس طرح بابا نے اسے ڈھیر سی تسلی تھمائی، وہ تب بھی بہتر نہ ہو سکی۔ہادی سکندر کے پاس جانے کی جتنی اسے اجلت تھی، اب اک ڈر، خوف اور سنسنی سی اسکے تن من میں اتری ہوئی تھی۔

مبین کی توجہ بھی ماہ نور کے گھبرائے اور بوکھلائے چہرے کی جانب تھی جو دل ہی دل میں ہادی سکندر کی کلاس لینے کی خواہش بھی محسوس کر رہا تھا۔

"ٹھیک کہہ رہے ہیں بابا، گھبرانے یا پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔ نکاح اور رخصتی ہو رہی ہے لیکن اسے مزید یا بے جا حکم عدولی کی اجازت نہیں دی جائے گی۔ تم ویسے ہی وہاں رہو گی جیسے یہاں رہتی تھی۔اور بھلے کل تم ہادی سکندر کے گھر ہو گی پھر بھی روٹین وائز یونی جاو گی۔سب ویسا ہی رہے

گا نیچے۔ اور ایک سب سے اہم بات، کہ وہ جیسا باہر سے بے حس اور ضدی لگتا ہے ناں اندر سے بالکل الگ ہادی سکندر رہے۔ اس لیے اس فیصلے کو اپنے لیے جان لیوا مت بناو۔۔۔۔ جاو جا کر ریسٹ کرو"

جب مبین کو لگا کہ ماہ نور کسی دباو میں ہے تو اسے لگا وہ بھی چند تسلی آمیز جملے کہے اور اس بار وہ خود کو دونوں نفوس کی نگاہوں میں ڈھیڑ سا مضبوط کرتی فرمابرداری سے اٹھی اور اپنے کمرے کی سمت بڑھ گئی جبکہ مبین عارض سکندر نے اب سنجیدگی کے سنگ اٹھ کر بابا کے پاس والی جگہ سنبھالی جو ذہن کے کچھ بوجھ کم ہونے پر اور مبین کے یوں ساری توجہ دینے پر دھیما سا مسکرائے۔

وہ لگے ہاتھوں بابا سے اس تنازعہ زمین کا بھی ذکر کر بیٹھا، اپنی اس جگہ سے وابستگی بھی بیان کی جسے سن کر عارض سکندر پہلے تو حیران ہوئے اور پھر مسکرا دیے۔

"آہاں! تم مجھے ایک بار کہتے تو سہی مبین۔ وہ زمین جس حساب سے ہمارے لیے کئی سال سے سر درد بنی ہوئی ہے ہم خود اس سے جان چھڑوانے کی کوششوں میں تھے۔ ٹھیک ہے اب جب تمہیں وہ زمین پسند ہے تو آج سے وہ تمہاری۔ میں شعیب اور جلال سے بات کر لوں گا"

اتنی آسانی سے یہ معاملہ حل ہو گیا کہ مبین کو شبہ سا گزرا، وہ بابا کی جانب غائب دماغی سے دیکھ رہا تھا جس پر مقابل بھی لمحے میں شرارت اتری۔

"ویسے میں اور ماہ اب تمہاری اور عبداللہ کی بھی جلد شادی کر دینا چاہتے ہیں۔ عبداللہ کا تو انتظام ہو گیا جبکہ تمہارے لیے آفکورس مان سے بہتر کون ہو سکتا ہے۔۔۔۔ بائے داوے یہ ماہ جبین کا خیال ہے کہ تم مان میں دلچسپی لے رہے ہو۔۔۔ تبھی۔ ادر وائز کوئی اور پسند ہے تو بتاو۔۔۔۔"

بابا کی یہ غیر متوقع باتیں گویا مبین عارض سکندر کی دنیا درہم برہم کر گئیں، وہ بے یقین اور افسردہ ساماں کی پہیلی کے بری طرح بوجھنے پر تھم سا گیا۔

پہلی فرصت میں ماں کی یہ غلط فہمی دور کرنے کا تہیہ کیے وہ گہری سانس بھرتا چہرہ موڑ گیا۔

خود عارض سکندر نے یکدم ہی مبین کے چہرے کی ساری خوشی اڑن چھو ہوتی محسوس کی اور شاید یہ بھی بھانپ لیا کہ وہ اس بات سے بے چین ہو گیا ہے۔

"ماں پہیلی نہیں بوجھ سکیں۔۔۔۔مجھے آج ہی انھیں سب بتانا ہو گا۔ کچھ اسطرح کہ وہ میرے دل کی چاہ جان جائیں اور انکامان بھی نہ ٹوٹے۔۔۔۔"

وہ دل ہی دل میں فیصلہ کن ہوا اور پھر منتظر سے بابا کی جانب دیکھنے لگا جو اب بے تاب ہوئے مبین عارض سکندر کی جانب سے ہاں یاناں کو سننے کے لیے ہمہ تن گوش تھے۔

"ماں میرے لیے ہمدرد ہو سکتی ہے، دوست ہو سکتی ہے لیکن کبھی بھی میرے جذبات اور محبت کا محور نہیں ہو سکتی۔۔۔ آج انکی غلط فہمی دور کر دوں گا۔ اچھا کیا آپ نے مجھے بتا دیا ورنہ بہت سے دل اداس ہو جاتے۔۔۔"

مبین کی توجیہہ اور وضاحت نے جہاں عارض صاحب کی اک فکر ہٹائی وہیں ماں کے لیے نئ فکر نے سر بلند کیا۔

"اور ماں؟"

وہ تاسف سے بولے۔

"ماں کے لیے بھی ایک بہترین انسان چن چکا ہوں، فکر مت کریں۔ خود سے پہلے اس کا سوچا تھا، اب جب اسکے دل کی الجھن مجھ پر کھل گئ تو مجھے بھی ماں کو سچائی بتانی ہے۔۔۔۔"

وہ خود بھی ڈھکے چھپے لفظوں میں بہت سے اعترافات کیے، عارض سکندر کو تجسس میں مبتلا کر چکا تھا لیکن بابا نے مزید کچھ پوچھ کر تجسس کا مزہ خراب

کرنے کے بجائے مسکرا کر مبین کے کھوئے تاثرات دیکھے اور پٹاری کے خود ہی کھلنے تک کے انتظار کا فیصلہ لیا۔

..________________________..

المیرا نے ہادی سکندر کے کمرے کو سجوانے کی جب بات کہی تو ہادی سکندر فوری سختی سے منع فرما گئے اور ابھی تو پچھلی خفگی نہیں اتری تھی کہ المیرا نے اس بار ہادی سکندر سے اسکا فون باقاعدہ جھپٹ کر گھورا جو چہرے پر ازل کی سنجیدگی زائل کیے معصومیت سے ماں کو دیکھنے لگا۔

"کم از کم اتنا یقین دلا دو کے ماہ نور کے ساتھ کوئی برا رویہ نہیں رکھو گے، میں بتا رہی ہادی سکندر میں اب غصے میں ہوں۔ اور سچ میں تمہاری پٹائی کر دوں گی۔ گھر سجوانے نہیں دے رہے تو کم از کم اپنا روم تو ڈیکوریٹ کرنے کی اجازت دو۔ کیا سوچے گی وہ پری، ہم نے اسکے استقبال کی کوئی تیاری نہیں کی"

عارف بابا جو ابھی ہی المیرا کے دیے ماہ نور کے لیے تمام تحائف، عارض ولا پہنچا کر آئے تھے، اندر داخل ہوتے ہی نظر جب برہم سی المیرا اور نخریلے سے نواب پر پڑی تو مسکرا دی۔

وہ وہیں چلے آئے تو دونوں ماں بیٹے نے بیک وقت عارف صاحب کی شفیق مسکراہٹ دیکھی۔

"انھیں کون سمجھائے عارف بابا! کہ ہادی سکندر دنیا کے ساتھ نہیں چل سکتا۔ اور پھر جب ہادی سکندر ناراض ہو پھر تو چلنے کا سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ آپ ہی بتائیں، گھر اور کمرہ سجوا کر میں ظاہری طور پر تو بڑا اچھا امپریشن دلواؤں مگر حقیقت تو یہ ہے کہ اس لڑکی سے بہت ناراض ہوں۔ سو یہ جھوٹا دکھاوا مجھے بالکل قبول نہیں"

بہت سہولت سے وہ نا صرف اپنی صاف گوئی سے مقابل سنجیدگی پھیلا گیا بلکہ المیرا کا تو اب پریشانی سے دل دہلا۔

اس الٹے دماغ والے بچے کی ناراضگی انھیں شدید خوفزدہ کررہی تھی اور وہ اپنا سر جکڑے صوفے پر آبیٹھیں جیسے محسوس کروارہی ہوں کہ اس لڑکے کا کچھ نہیں ہوسکتا البتہ عارف بابا بہت نرم سی شفیق مسکراہٹ سجاتے ہادی کے ساتھ ہی آکر بیٹھے جو آج کچھ زیادہ ہی نخریلہ بنا تھا۔

"ناراضگی سخت تو نہیں ہے ناں برخوردار، ایک مان اور لاڈ والی ہے۔ روٹھنے اور منانے والی ہے۔ حق والی ہے۔ تو پھر اس بچی کے آنے کی خوشی میں سجاوٹ تو اسکا بھی حق بنتا ہے، جو سبکو چھوڑ کر تمہاری بے جا ضد کے باوجود تمہارے پاس آرہی ہے۔ جو کم سن اور اپنے والدین کی فرمابردار ہے۔ سب سے بڑھ کر تمہاری اہمیت سے واقف ہے۔ پھر جب اس بچی کی اہمیت کے سلسلے اس قدر طویل ہیں تو سجاوٹ کوئی جھوٹا دکھاوا نہیں ہوگی۔ بلکہ اسکی اللہ کی رضا میں راضی ہو کر تمہارا ہونے کی داد کہلائے گی۔ اس لیے میری مانو تو گھر کو سجوالو۔ تمہارے نانا جان کی روح کو بھی تمہاری خوشی دیکھ کر راحت ملے گی۔۔۔ اور بھولنا مت کہ وہ کہتے تھے کہ خوشی بڑی یا چھوٹی

نہیں ہوتی۔ خوشی بس خوشی ہوتی ہے۔۔۔۔ اسے کھل کر مناو، جیو اور اپنے دامن میں شکر بھر لو۔۔۔ یہی ایک اچھے انسان کی نشانی ہے بچہ "

بہت سلیقے سے وہ اس اتھرے گھوڑے کو راہ راست پر لے آئے جبکہ ہادی سکندر کو کسی گہری سوچ میں مبتلا دیکھ کر المیرا نے بھی مشکور نگاہوں سے عارف بابا کو دیکھا۔

جب سے ہادی اور المیرا یہاں شفٹ ہوئے تھے، عارف بابا کی بھی ساری تنہائی دور ہو گئی پھر یہ بچوں کی ذمہ داری انکو پھر سے پھر تیلا کر گئی۔

"ہمم۔۔۔ آپ بھی المیرا کے ساتھ مل گئے۔ خیر جیسا چاہیں کر لیں لیکن میرے کمرے سے ان پھولوں کو کوسوں دور رکھیے گا۔ ابھی میرا موڈ اس لڑکی کی راہ میں پھول بچھانے کا نہیں ہے، ایکسکیوز می"

بے دلی پر اپنے دل کی نا جانے کونسی اداسی حاوی کیے وہ اپنا فون واپس لیتا اجازت دیتا ہوا یونہی جلے کٹے انداز میں اٹھ کر چلا گیا جبکہ اسکے یوں جانے

پر الميرا ايک بار پھر سر تھام گئیں البتہ عارف صاحب کے چہرے پر ہنوز اک مسکراہٹ رقص کرتی رہی۔

وہیں دوسری جانب وہ بابا کے کہنے پر آرام کرنے روم میں تو آگئی مگر آج آرام و قرار اس کی ذات سے رخصت ہو چکا تھا۔

وہ لاکھ چہرے کی زردی دباتی، مگر پھر سے ہادی سکندر کے قریب چلے جانے کی سوچ اسکا دل کپکپا دیتی، اس نے بے باکی سے فون پر ہادی سکندر سے اتنا سب جو کہہ دیا تھا اب رہ رہ کر ماہ نور کے دل کو دھڑکا رہا تھا، جان سی وجود سے سرک رہی تھی۔

وہ بیڈ پر چت جا لیٹی، ہر موں سے بے قراری عیاں تھی۔

کمرے میں وہ خود ہی مدھم روشنی بکھیر کر اپنے زرد چہرے کی گھبراہٹ خود ہی چھپانے میں لگی، بار بار دل کے بے کل شور سے سہم رہی تھی۔

پھر کسی دل گدگداتے احساس میں مبتلا وہ ہادی سکندر کو یاد کرنے کی جسارت کیے، اپنا فون اٹھا کر اسکا نمبر کھول بیٹھی۔

اس سنگدل کو یاد کرتی ہوئی ماہ نور کے جسم سے اس وقت سرد لہریں نکل رہی تھیں، پھر آج رات میں بھی اک سرد پن، جذبوں کی آنچ کو دبانے میں بھی ناکام ہوئے جا رہا تھا۔

اللہ کا نام لیتی پہلے وہ دھڑکتے دل کو اپنے مرکز پر لائی اور پھر ہادی سکندر کا نمبر ملایا جو اپنے روم میں پہنچ کر اب نیچے ہی بیٹھ کر بیڈ سے کمر ٹیکے لیپ ٹاپ کھولے اپنا اونلائن کام دیکھ رہا تھا۔

ہارون سکندر کی دونوں فیکٹریوں کا سارا کام اس پر ہی آپڑا تھا مگر اس نے دونوں فیکٹریوں کا کام وہاں کے مینیجرز کے سپرد کیے خود بس اون لائن ڈیلنگ سنبھال رکھی تھی، ویسے بھی پیسے کا جنون اسکے باپ کو تھا، اسے نہیں۔

نانا کی جانب سے ملی جائیداد اور اپنی خود کی جاب سے وہ بہت کما لیتا تھا، یہ آن لائن جاب بھی اس نے ہارون سکندر کے فیکٹری معاملات میں ٹانگ اڑانے اور مزید رائتہ پھیلانے کے لیے کی تھی تا کہ وہ پس پردہ رہ کر ہارون سکندر کے کاروبار کو نقصان دے سکے۔

تبھی وہ انھیں ایک ای میل ٹائپ کر رہا تھا جس میں اس کام سے دستبرداری کا معاملہ درج تھا۔

یعنی وہ اس کام سے ری زائن دے رہا تھا۔

وہ اپنے کام میں منہمک تھا جب کان میں گھستی فون کی غرغراہٹ پر وہ بسوری شکل کے ساتھ بیزار سا ہوئے فون تک پہنچا اور پھر ساری خفگی اور ناراضگی بس اس لڑکی کے یاد کرنے نے نگل لی۔

وہ یہی سوچ رہا تھا کہ وہ چاہ کر بھی ماہ نور کے روبرو اپنی ناراضگی کا بھرم نہیں رکھ پائے گا۔

اوپر سے پتھر بنا، لیکن اندر کا کیا کرتا جو موم سے بھی نازک تھا۔

پھر بھی دل پر جبر کیے وہ سفاکی سے کال کاٹ گیا۔

اپنی ای میل سینڈ کی اور بظاہر لیپ ٹاپ سکرین پر نظریں جمائے، حقیقت میں ساری توجہ فون پر دی۔

ماہ نور نے کال کٹنے پر صدمے بھری آنکھیں نکال کر فون کو دیکھا، ساری خوشی سیلابی ریلے میں بہہ گئی۔

"کتنے برے ہیں آپ ہادی سکندر، دل چاہ رہا ہے آپکی ناک پھوڑ دوں۔۔۔۔"

افسردہ چہرہ لیے، آنکھوں میں ڈھیر سی مایوسی سموئے وہ فون پرے کرتی یاس کے سنگ کروٹ بدلتی، گال تکیے سے لگائے روہانسی ہوئے بڑبڑائی۔

لیکن بے چینی اس قدر بڑھی اور ہادی سکندر کی ہنوز ناراضگی ایسا خوف جگا گئی کہ وہ جھٹکے سے مڑی اور فون دوبارہ اٹھا کر ہادی کا نمبر ملانے لگی۔

اس بار بھی مقابل بھرپور بے نیازی کا مظاہرہ کیے اسی ڈھٹائی سے کال کاٹ دی گئی۔

جبکہ اس بار ماہ نور کو غصہ آیا، اس بندے کا ایٹیٹوڈ اب اس کے لیے سہنا وبال ہو رہا تھا تبھی وائس آڈیو کا ارادہ باندھتی وہ اٹھ کر بیٹھی اور چہرے پر دنیا جہاں کا غصہ سمیٹ لائی۔

" سمجھتے کیا ہیں خود کو آپ، یہ ایٹیٹوڈ ناں کسی اور کو دیکھائیں۔ کہاں ہیں وہ ہادی جو ماہ نور کے بات نہ کرنے پر تڑپ اٹھتے تھے۔ بولیں۔ اب ناراض ہو کر کونسا مجھے سکون پہنچا رہے ہیں۔ اگر اب کال نہ پک کی تو آپکے قہرناک غصے کی بھینٹ چڑھنے سے پہلے ہی چھت سے کود جاوں گی۔۔۔ نہیں سہہ سکتی آپکی ناراضگی سو مجھے غصہ نہ دلائیں۔ لان کا سوچیں جو میرے گرنے

کے باعث خراب ہو جائے گا۔ اور کیا پتا میں بھی ہڈیاں اور ناک تڑوا کر گھر والوں اور آپ پر وبال بن جاؤں۔۔۔۔"

نہایت سنجیدہ ہو کر وہ وائس میسج ریکارڈ کیے آخر تک خود مسکرا دی جبکہ شرارت دبائے بمشکل آواز کو ہنسی کی آنچ سے بچانے میں کامیاب ہوئے وہ اسے بھیج گئی اور حسب توقع بھیجتے ہی ہادی کی جانب سے میسج پر بلوٹک اور وائس میسج پر بلوڈاٹ آنا، ماہ نور کو الگ ہی خوشی دے گیا۔

دم سادھ کر وہ اس کھڑوس کے جواب کا انتظار کرنے لگی جو آگے سے میسنی مسکراہٹ دباتا نہ صرف آف لائن ہوا بلکہ فون بھی جبراً خود سے دور کیا۔

لیکن ماہ نور کا چہرہ ضرور اتر چکا تھا، اس سے پہلے کہ وہ واقعی رو دیتی، ہادی سکندر کے نام سے آتی کال نے ماہ نور کا دل دھڑکا دیا۔

سارے آنسو جو آنکھوں میں امڈنے کو تیار تھے، انھیں رگڑتی وہ فوری کال پک کر گئی جہاں دوسری سمت خاموشی کا لمس، ماہ کی سماعت چھونے لگا۔

"ماہ!"

وہ ظالم یوں پکارتا کہ ماہ کی جان نکل جاتی، پورے وجود میں سر سراہٹ پھیلنے لگتی، ساری ستم اپنی سختی کھو بیٹھتے، ساری ناراضگی اپنی سفاکیت کھونے لگتی۔

"جی۔۔۔۔"

حلق سے گھٹی آواز نکالے وہ جذبات کی آنچ سے بھرا جاتے جواب کو جلد روک گئی۔

"آئی مس یو"

مقابل سرگوشی میں کہا گیا تھا، سر کو بے سہارہ چھوڑے، شانت ہو کر، اس سکون کو پالینے کے نشے میں لمبے عرصے بعد میسر آیا تھا۔

جبکہ ایسا جواب سن کر ماہ نور کی آنکھوں میں ناچاہتے ہوئے بھی سکھ کی زیادتی نے نمی جھلملادی۔

اسے لگا وہ کچھ بول نہ سکے گی۔

"لیکن وارن کر رہا ہوں میری ناراضگی کے حصار میں زبردستی گھسنے کی کوشش مت کرنا، یہ بہت سخت پردہ ہے۔ بہت محنت اور مشقت کے بعد میرے اور تمہارے بیچ سے ہٹے گا۔ لہذا میری دی کسی تکلیف پر اگر رونا ہی ہے تو آج رات رو لو۔۔۔۔۔ پھر رونے بھی نہیں دوں گا۔۔۔ ایک ایسی راحت جس کی حسرت میں کئی سال تڑپا ہوں، اسے یکدم خود پر حاوی کیا تو جان ہی نہ چلی جائے۔۔۔۔ سو مائی ٹوئنکل سٹار! احتیاط، علاج سے بہتر ہے۔۔۔۔۔ لیکن تم سے تم تک ہی ہادی سکندر کی زندگی ہے اس میں دو رائے کا امکان تک نہیں آسکتا۔ اب دوبارہ مجھے تنگ مت کرنا۔۔۔۔۔ شب بخیر"

وہ جتنا بھی سفاک ہو جاتا لیکن اسکے لہجے کا مرہم، ماہ نور کو نہ تو خفا ہونے دے سکا نہ اداس بلکہ وہ الٹا ان چھوٹی سی مسکراہٹ دیتی فرمابرداری سے کال کاٹ گئی، یہ اظہار اس پری کے لیے زندگی جیسا تھا۔

یہی اظہار، اس دل جلے دیوانے کے لیے ایک آخری بار زندگی مل جانے جیسا تھا۔

..______________..

مان اور ماہ جبین رات بارہ تک لوٹیں اور دونوں حسیناؤں نے کل کے اچانک آجاتے حسین دن کی لگ بھگ ساری تیاریاں کر ڈالیں، المیرا نے رات ہی ماہ نور کے لیے خریدیں نکاح کی تمام چیزیں عارف بابا کے ہاتھ عارض ولا میں بھیجوا دیں تھیں، لیکن پھر بھی باقی تمام شاپنگ کرتے کرتے کافی وقت گزر گیا۔

ماہ جبین نے اپنے بیڈ پر تمام خوبصورت لباس، چیزیں اور نکاح کی تمام چھوٹی چھوٹی اشیاء پھیلائے سب سے ستائش بٹوری۔

مان اور وہ تو رات ہر گز سونے والی نہ تھیں، ماہ نور کو بوسٹ آپ کرنے کے علاوہ اس ننھی پری کے تمام ڈر ہٹانا ان ماں بیٹی نے سنبھال لیا مگر رات کے

اس پہر سبھی کمرے میں گپ شپ کرتے تب مسکرائے جب مبین، اپنے مصروف سی ماں کو کسی اہم بات کے لیے ہاتھ سے پکڑ کر کمرے سے باہر لے گیا۔

پیچھے اب عبداللہ صاحب، پہلے سے ہلکان ماہ نور کو مزید تنگ کر رہا تھا اور وہ لاڈلی بنی بابا کے ساتھ جڑی بیٹھی، عبداللہ کی شوخیوں پر کبھی سہم جاتی تو کبھی گھبرا کر بابا کے سینے میں چہرہ چھپا لیتی اور مان تو یکدم اس گھر کے پور پور کو سجتا سنورتا دیکھ کر کھل سی گئی پھر جس طرح مبین، ماہ جبین کو لے کر گیا اسے اس پر بھی انہونی سی خوشی ہوئی جیسے یہ یقین ملا کہ وہ آج ماں سے سچ میں اپنی چاہ کہہ دیں گے۔

"ارے ارے رک جایئے ہمارے چاند! بتا بھی دیجئے کیا ہو گیا"

اپنے اس بچے کی اجلت پر جیسے وہ مسکراتی ہوئیں شکوہ کرتیں اسے رک جانے کا کہتیں خود بھی رکیں جو چہرے پر خفیف سی اداسی سجائے نہ صرف خود رکا بلکہ مکمل رخ ماں کی جانب کیے منصوعی ناراضگی سے دیکھنے لگا۔

لان میں رات کے اس پہر ٹھنڈی روح افزاء ہوا چل رہی تھی، اور چہروں پر گدگداتا احساس جگا رہی تھی۔

"کیا آپ خفا ہیں ہم سے مبین؟ بتایئے جان کیا ہوا"

وہ مبین کے سنجیدہ وافسردہ چہرے سے کچھ کچھ بھانپ گئیں، ہتھیلی کا لمس، مبین کے گال پر پہنچائے نرمی سے پوچھنے لگیں۔

"آپ پہیلی نہیں بوجھ سکیں نہ میرا دل پڑھ سکیں، شکائیت ہے مجھے"

وہ نروٹھا سا یہ کہہ کر مقابل بھی اک پریشان اور متفکر سی حیرت پھیلا گیا۔

"ایسا تھوڑی ہے ہماری جان، ہم کیسے آپکا دل پڑھنے سے چوک سکتے ہیں۔ ہاں یہ جانتے ہیں کہ آپ کسی کو دل دے بیٹھے ہیں مگر وہ مان نہیں ہے اسکا اندازہ نہیں کر پا رہے۔۔۔ کہا بھی تھا آپ اس بار پیچیدہ دیکھائی دے رہے ہیں۔ خود بتا دیتے اپنی چاہ تو ماں ہلکان نہ ہوتیں۔۔۔۔"

وہ صاف گوئی سے اپنے اس عزیز بیٹے کی اداسی کا توڑ کر گئیں مگر وہ ہنوز افسردہ تھا۔

"میں مان کو اس نظر سے کبھی نہیں دیکھ سکتا، وہ میری دوست ہے۔ میں نے آپکو بتایا بھی تھا کہ میں نے بچپن کی کہانی والی شہزادی دریافت کی ہے۔ تب بھی آپ نہیں سمجھیں کہ وہ مان کے علاوہ کوئی ہو گی۔۔۔"

وہ بلا تمہید ماں کو اقرار سونپ گیا جس پر مقابل اک حیران سی مسکراہٹ جگمگائی۔

" جسے ہمارے چاند نے اپنے لیے چنا وہ کوئی عام ہو بھی نہیں سکتی تھی، شہزادی ہی ہوتی۔۔۔۔ ہمارے لیے تو مان بھی شہزادی ہی ہیں۔ تبھی ہم بھٹک گئے۔ کنفوز تھے۔۔۔۔۔ چلیے بتائیں کون ہیں وہ؟ تا کہ عبداللہ کے ساتھ ہم آپکا بھی عقد کر دیں۔۔۔۔ جلدی بتائیں ہم سے صبر کرنا مشکل ہے"

والدہ کی بے صبری اور اس پری پیکر کو جاننے کی خواہش نے مبین کا دل نہال کیا تھا۔

" وہ آپکی دوست، مناحل صاحبہ کے گھر تھیں۔ امل پاشا کی بہترین دوست ہیں۔ مناحل آنٹی کی کیا لگتی ہیں یہ آپ خود معلوم کریں۔ لیکن وہی ہیں مبین عارض سکندر کی دریافت کی گئیں شہزادی"

شاید ہی اس سے پہلے کسی نے اتنا عقیدت بھرا، بھرپور اور جامع تعارف پیش کیا ہو جتنا وہ مرد جاہ کر بیٹھا اور پھر جیسے مقابل اک حسین مسکراہٹ پھیل گئی۔

"ہم سمجھ گئے ہمارے چاند، نازک اندام، گم گو اور سادہ طبعیت پسند وہ شہزادی کون ہے پھر بھی ہم پہلے تصدیق کریں گے۔ سمجھیے آپ کی خواہش کا ہم جلد ہی احترام کر دیں گے۔ لیکن سب سے پہلے ہمیں مناحل سے اس رشتے کو آگے بڑھانے کی سفارش کرنی ہو گی۔ آپ بے فکر رہیے۔ اور مان؟"

گویا ماں کی غائبانہ کسی سراپے کو سوچ کر یہ تعریف مبین کو خوشگوار حیرت کے ساتھ ساتھ اک نئے اضطراب سے بھی دوچار کر گئی مگر وہ سب سے پہلے مان کے بارے انکی فکر دور کرنا چاہتا تھا۔

"ماں کے لیے پہلے ہی ایک بہترین انسان کا چناؤ کر چکا ہوں اور ماں بھی میرے فیصلے سے مطمئین ہے"

گویا یہ بتاتے ہوئے وہ نیلم کا سراپا اپنی آنکھوں میں سمیٹ لایا تھا، مگر ماہ جبین کے چہرے پر انتہائی آسودہ مسکراہٹ، دل کی تسلی کا باعث بنی تھی۔

جبکہ آج کی اس رات کو چاہ کے عیاں کرنے کی مبارک رات ماننے، اس مرد جاہ کے لب خود بخود مدھر مسکان میں ڈھل گئے۔

مبین کی مسکراتی آنکھیں، ماہ جبین کو انتہائی خوشی نواز چکی تھیں۔

"یہ نکاح ہو لے تو ہم اسکے بعد ہی مناحل سے بات کرتے ہیں، ویسے بھی جس مشکل فیصلے سے وہ اس وقت گزر رہی ہیں انھیں ایک دوست کی ضرورت ہے۔ ہم اور عارض کل ہی مناحل کی طرف نکل جائیں گے اور پھر وہاں سے انھیں ساتھ لیے آپکے لیے آپکی شہزادی کا ہاتھ مانگ لائیں گے۔

اب ہمیں جانے دیجئیے بہت سارے کام ہیں۔ اور آپ بھی زراولا کی سجاوٹی کام دیکھ لیں۔۔۔ یہ کام صبح تک مکمل ہو جانا چاہیے"

ماہ جبین نے پیار بھری نگاہ سے اپنے لاڈلے کی اڑی اڑی ہوائیاں بہت شرارت سے تکتے، اسکو اس سرور آگیں انتظار میں مبتلا کیے ویسی ہی شرارت سے نیا کام سونپے اجازت لی اور مڑ کر اک بار پھر اپنے باولے بچے کی کہیں اور بیداری بھانپ کر ہنستیں ہوئیں واپس اندرونی سمت بڑھ گئیں۔

جبکہ سجاوٹی کام پہلے ہی شروع ہو چکا تھا، پورے ولا کو ہلکے مگر نفیس انداز سے سجایا جا رہا تھا، چمکتی دمکتی روشنیوں، برقی قمقموں سے یکدم ہی چمک اٹھتے عارض ولا کے نور سے بے نیاز، مہکتے پھولوں کی ساری خوشبوؤں کا بنا کوئی اثر لیے وہ کھلے، وسیع، سیاہ مگر ستاروں سے روشن آسمان تلے مبہوت ہوئے کھڑا تھا۔

اسے یہ سب وہم معلوم ہو رہا تھا۔

اسکے روشن چہرے پر بلا کی سنجید گی تھی، نرم ہونٹوں پر گہری چپ تھی، اور مقدس آنکھوں میں اک لافانی تشنگی امڈ رہی تھی۔

"اسے خبر دے دیں، شہزادی کی الجھن مٹادی جائے"

کسی سحر میں مبتلا ہو کر وہ سر اٹھائے، دور فلک پر چمکتی کسی آلوہی روشنی کو تکتا پکارا، بہت دن بعد اسے لگا زندگی ہر کشمکش سے دامن چھڑوائے خوبصورت ہونے لگی ہے۔

یہی رات تھی اور بکھری ہوئی شہزادی نے دل کی کرچیاں جوڑے ایک آخری کوشش کا فیصلہ لیا۔

نماز عشاء، طبعیت کے بوجھل پن کے باعث دیر سے ادا کرنے کی نیت کرتی وہ وضو کیے کمرے میں آئی، راتیں اب آہستہ آہستہ سرد ہو رہی تھیں، حبس اور گرمائش کا مکمل طور پر زور ٹوٹ رہا تھا۔

نماز کی ادائیگی کے وقت سر پر لیا آنچل اچھے سے اوڑھے وہ اک یاسیت بھری نگاہ، کمرے کی کھڑکی سے جھانکتے چاند پر ڈالتی نماز شروع کر چکی تھی۔

ہلکی ہلکی خنک ہوا، دریچے سے جھانک کر شہزادی کے جسم کو گدگدا رہی تھی، دھیمی دھیمی لے پر یوں محسوس ہوا ہواوں کے دوش پر کوئی رقص جاری ہے۔

اک آواز جو رات کی تاریکی سے مل کر نیلم کی سماعت میں اتر رہی تھی۔

نماز ختم کیے وہ پھر سے اپنے خالی ہاتھ پھیلائے، خالی نظریں، کچھ دیر پہلے تیسری کوشش کے لیے ترتیب دیے کینوس پر ڈالی، یکدم ہی اسکی گہری آنکھوں میں سرخی جمع ہونے لگی۔

پھر وہ ساری توجہ اپنے خالی پھیلے ہاتھوں پر ڈالے اپنی آنکھیں موند گئی۔

اک تیز روشنی نیلم کی آنکھوں میں چمکی اور جھما کے کے ساتھ کسی کا سراپا چھم سے شہزادی کی بصارت کا حصہ بن گیا۔

لمحے کے ہزارویں حصے اسکا دل کانپا تو وہ اپنی میچی آنکھیں کھول کر دعا ختم کرتی دیوانہ وار کینوس کی جانب لپکی۔

چہرے پر دھیمی سی مسکراہٹ لے آتی وہ آنکھیں بند کیے مزید گہرا مسکرائی، ہاں وہ چہرہ ہمیشہ کے لیے شہزادی کی بصارت کا حصہ بن گیا۔

اس مہربانی پر وہ مسکراتی کبھی آنکھوں کو بھیگا لیتی تو کبھی بے دھیانی میں رنگوں کو ترتیب دیے، اپنی خوبصورت آنکھوں کو زندگی سے بھر لیتی۔

شہزادی کی بصارت کا مرکز اب بھی وہی خوبصورت چہرہ تھا جو آج اپنی رضا سے شہزادی کے کینوس پر اترتا جارہا تھا، جو نقش اور خدوخال وہ بھول جاتی، چپکے سے آنکھیں بند کر کے تصور میں سمائی اس صورت کی ہر رعنائی چرا کر مسکراتے ہوئے اسے تصویر کرنے لگتی۔

گھڑی کا ہندسہ دو عبور کر گیا، پھر تین۔۔۔ پھر چار۔۔۔۔ دیکھتے ہی دیکھتے وہ تاریک رات ڈھلنے لگی، اک نئی سحر ابھرنے لگی، جس طرح رات نے سحر سے وصال کیا ویسے ہی اس موہنے چہرے نے شہزادی کے کینوس پر اتر کر نیلم کی آنکھوں سے سارے دکھ چرا لیے۔

وہ مسکرائی، مسکراتی چلی گئی۔

اس نے کر دیکھایا، اس کا دل چاہا وہ جھوم جھوم جائے۔ اس نئی پھوٹتی سحر کے دامن سے اللہ جی کو ارسال کیا شکر باندھ آئے۔

وہ چہرہ شہزادی کے روبرو تھا، اپنی تمام رعنائیوں سمیت، تمام ملاحت اور دلکشی لیے، تمام صباحت انگیز دلفریبی لیے، وہ بے اختیار دل تھام بیٹھی۔

ان نظروں سے نظریں ملانا کھٹن ہوا وہیں دل کی دھڑکن بڑھنے لگی، شہزادی کے ہونٹوں پر تہلکہ مچاتی چھینپی سی مسکراہٹ تھی۔

"نہیں جانتی کیا رشتہ ہے آپ سے مگر میں نے پوری ایمانداری سے آپکی خوشبو کے سنگ آپکا چہرہ ترتیب دیا ہے، میں نے آپکو دیکھنے کی ہزار چاہ کے باوجود نہیں دیکھا، میری لاکھ کوشش کے آپ نے مجھے خود کو دیکھنے نہیں دیا لیکن میں نے پھر بھی آپکو ڈھونڈ لیا۔ میں بتا نہیں سکتی اس حسین چہرے کو دریافت کرنا کتنا نشاط انگیز احساس ہے۔ یہ کیسا رحم ہے، یہ کیسی پہیلی ہے کہ اللہ نے مجھے بنا میری کسی اجنبی کو نظر بھر کر دیکھ لینے کی خطاء کے آپکا دیدار بخش دیا۔۔۔۔ میرے خواب نے مجھے آپ تک پہنچا دیا"

خوشی سے بھرپور آواز میں شہزادی اس تصویر کو دیکھ کر بولتی گئی یہاں تک کہ خوشی اور سکون کی بہتات کے سنگ بھی اسکا دل بھر آیا، آنکھیں بھیگنے لگیں۔

دعائیں در قبولیت تک جا پہنچی تھیں، مبین عارض سکندر کو اسکی بشام جان سونپی جانے والی تھی۔

لیکن فی الحال اس خوشی کا کوئی مول نہ تھا جو اس وقت اس مقدس جوڑے کے دل میں اللہ نے اتاری تھی۔

..________________________..

شام سے رات تک امل نے مناحل کو اسکے بعد بالکل بھی بے چین نہ کیا بلکہ وہ خود بھی دل ہلکا کرنے جا کر سو گئی، غیر متوقع طور پر بارہ ایک تک گدھے گھوڑے بیچ کر سو جانے والی امل کی آنکھ صبح سویرے ہی کھل گئی۔

تو وہ فریش ہو کر خلیہ درست کرتی جب تک باہر آئی، مس مناحل اسکی پسند کا بھرپور بھوک اور رغبت جگاتا ناشتہ لگاتی ملیں، نہ صرف مس مناحل کے چہرے پر سویرا جگا تھا بلکہ کل شام والی مس مناحل تو اسے دیکھنے کو بھی نہ ملیں اور پھر امل پاشا حیرت و بے یقینی کے سمندر میں تب غوطہ لگا گئی جب اس نے مس مناحل کے روم سے مسٹر جلال کو سادہ سے شب خوابی کے لباس یعنی ٹی شرٹ اور ٹراوزر میں پر وقار انداز سے نکلتے دیکھا۔

ہلکی ہلکی نیند اب بھی ابا خضور کی نشیلی آنکھوں میں تھی۔

امل کی ہوائیاں اڑی تھیں جبکہ وہ دو میسنے مسکراہٹ دبائے امل کی ہونق مگر انتہائی کیوٹ صورت دیکھ کر امل کے عین سامنے آکر براجمان ہو گئے۔

کتنے سالوں بعد وہ ان دو مشرق مغرب سی ہستیوں کو ایک ساتھ بیٹھا اور نہایت پر سکون دیکھ کر صدمے میں تھی۔

اپنی آنکھیں تک رگڑ اور مل کر دیکھ لیں لیکن نہ منظر بدلا نہ یہ مقابل کا بے یقین نظارہ۔

"کیا میں مر گئی ہوں، رات میرا مڈر ہو گیا کیا۔۔۔باپ رے باپ۔۔۔۔یہ آپ دو ہی ہیں یا آپ دو کا بھوت۔۔۔۔قسم سے مجھے ہارٹ اٹیک آنے لگا ہے۔اگر آپ دو میری آنکھوں کا دھوکہ ہو تو پلیز پلیز ہٹ جاو۔۔۔۔ہش ہش۔۔۔"

امل کے منہ سے چینخ نکلتے نکلتے بچی اور پھر جیسے وہ اس خیال نما دھوکے کو 'ہش ہش' کیے جھٹلائی اور بنا سوچے بڑبڑائی اس پر اسکا خیال، امل کی زندگی کی سب سے خوبصورت حقیقت بن کر سامنے آگیا۔

"مسکرا رہے ہیں؟ مجھے ہارٹ اٹیک واقعی آگیا تو آپ دو کے ساتھ وہ باولا بندر بھی مجھ سے ہاتھ دھو بیٹھے گا۔۔۔۔ یار بتادو نہیں تو رونے لگ جاوں گی"

مقابل کی مسکراہٹ کا یقین ہوتے ہی وہ باولی بنی روہانسی ہوئے دونوں کو ٹکٹکی باندھے گھوری جب پر مناحل نے رخ موڑ کر سنجیدہ بیٹھے جلال پاشا کو دیکھا۔

گہری رات کا وہ منظر انکی آنکھوں میں لہرانے لگا۔

وہ رات کو بہت تکلیف میں تھیں، یہ سچ تھا کہ وہ جلال پاشا سے اپنی محبت کبھی بھی کم نہ کر سکی تھیں مگر انھیں جلال کے بے رحم رویوں پر دکھ تھا،

اس انسان کا غرور اور تکبر، مناحل کو پہروں رلاتا، امل کچن کی مخالفت میں جلال پاشا کی زبان چلتی تو مناحل کا دل اپنے شوق کی بے حرمتی پر رونے لگتا پھر سب سے بڑی بات وہ مناحل سے جڑے انکے اپنوں کو کم فہم اور ناقابل برداشت سمجھتے تھے لیکن پھر ناجانے اس ظالم، جابر اور سفاک شخص کو کیا ہوا کہ رات کے گہرے وقت وہ سڑکیں ناپتا ناپتا غیر ارادی ہی اسی شہر چل پڑا جس شہر کے باسیوں میں اک مناحل جلال پاشا بھی تھی۔

اپنے تمام گناہ تسلیم تو نہ کیے نہ کسی الزام سے خود کو بری کیا بس چپ چاپ مناحل کے سامنے آگیا، ایک ایسا خالی پن عیاں کرنے جو اس عورت کے دانستہ دور ہو جانے نے جلال پاشا کے انگ انگ میں بھر دیا تھا۔

وہ سفاکیت اور اجڑا پن دیکھانے جو محض ایک من پسند عورت کے منہ موڑ لینے پر وجود میں آیا تھا۔

مرد کی فطرت میں حکمرانی ہے مگر عورت جس جگہ اپنی محبت کا پودا لگا لے اسی جگہ ہی اپنی قبر بھی بنا لیتی ہے۔

محبت بھی وہ جو اپنے شوہر سے وابستہ ہو، وہ بھلے کیسا بھی ہو، سنگدل، سفاک یا پھر بیری مگر جب کسی وجہ سے لوٹ آئے تو عورت چاہ کر بھی اسے دھتکار نہیں سکتی۔

شاید جلال پاشا نے یہ اپنی ذات کے ہر سخت تاثر کے باوجود جو قدم اٹھایا تھا اسکی وجہ امل تھی، پھر مناحل بھی جس کی ضد، انکو اپنی ضد سے چھوٹی محسوس ہوئی تو دل چاہا جا کر امل پاشا سے اپنی اس محبت کا اظہار کر دیں جو اس بیٹی کے بقول وجود نہیں رکھتی۔

جبکہ مناحل، اس نے جلال پاشا کی اس ٹوٹی پھوٹی کوشش میں ٹوٹا پھوٹا ساتھ دیا تھا۔

یہ سب سننے کے بعد امل مزید افسردہ ہو گئی۔

وہ دونوں ایک دوسرے کو ایک مدت دھتکارنے کے بعد ایک دوسرے کی سمت لوٹ آئے تو وجہ وہ کیوں بنی؟ وہ خود کو وجہ بنتا دیکھ کر کچھ زیادہ خوش نہ تھی۔

وہ خود کو کبھی اہم جانتی ہی نہ تھی، اب اسقدر اہمیت مل جانے پر اسکا دل برا ہوا۔

"زیادہ نہ سہی، ایک پرسنٹ ہی سہی۔۔۔ اسی پر خوش ہوں کہ میری قربانی پھیکا سہی پر رنگ لے آئی۔ دوبارہ ایک دوسرے کا سر پھاڑنے سے پہلے میرا اور میرے باولے بندر کا کوقاف کے لیے ٹکٹ بک کروا دیجیئے گا۔ کیونکہ وہ دنیا کے ڈراموں سے تھکا ہوا ہے اور میں آپ دو کے۔۔۔ وہاں جا کر سکون سے کچھ دن کاٹ لیں گے"

ایک بار پھر اپنے دل کا سارا قہر دباتی وہ بسوری شکل لیے دونوں محترمین کو جتاتی ہوئی دہائی دیتے انداز میں آخر تک ٹھنڈی سانس بھر گئی جبکہ وہ دونوں

اس نمونی کی باتوں کو ایک ساتھ انجوائے کر کے خاصے ہلکے پھلکے ہو کر ناشتہ شروع کر چکے تھے جبکہ امل کا دل ہر شے سے اچاٹ ہوا اور آج ہی اس نے نیلم کے پاس جانے کا فیصلہ بھی کر لیا۔

..________________________..

مگر پھر عین توقع کے مطابق جلال پاشا کا معرکہ اسکے یار عارض سکندر تک تو پہنچا ہی ساتھ انہوں نے جب ناشتے سے پہلے ماہ جبین کو یہ بریکنگ نیوز دی تو وہ سارے کام چھوڑے، اپنے ان کو بھی یکسر نظر انداز کرتیں، غرور و ادا کے سنگ اپنا فون لیے نکھری اور چمکدار سی صبح میں باہر لان تک آئیں اور بنا دیری مناحل کا نمبر ملایا۔

دوسری جانب ناشتہ کرتی مناحل اٹھی اور فوراً سے پہلے فون تک پہنچیں جس پر ماہ جبین کی جانب سے آتی کال پر خوشگوار سی حیرت کے سنگ وہ پک کیے واپس آکر بیٹھیں۔

جبکہ اب امل کے کان کھڑے اور جلال پاشا کی توجہ مناحل کی جانب مبذول ہوئی۔

"سب سے پہلے تو آپکے اور جلال بھائی کے بیچ آپ کی یہ پہلی مبارک ہم سے لیجئے مناحل، جب مجھے عارض نے بتایا تو بہت خوشی ہوئی۔ آج تو لگتا ہے خوشیوں بھرا دن ہے۔ خیر سے شام میں ماہ کا نکاح بھی ہے۔۔۔ تو بس آپ سب فوری آنے کی تیاری پکڑیں۔۔۔۔"

زندگی سے بھری آواز اور جوش کے سنگ اتنی ساری غیر متوقع خبریں سن کر مناحل کی بھی مسکراہٹ بڑھی اور وہ ساتھ ہی فون سپیکر پر ڈال گئیں۔

کیونکہ دونوں باپ بیٹی کو یہیں متوجہ دیکھ کر انھیں یہ ضروری محسوس ہوا۔

"خیر مبارک۔۔ بہت جلدی خبر پہنچی ان دوستوں میں۔۔۔ ماہ نور کے نکاح کی ڈھیر ساری مبارک۔۔ ہم ضرور آئیں گے"

اول جملہ وہ سلگتی مسکراہٹ کے سنگ طنز کی طرح جلال کو دیکھتیں بولیں جس پر امل نے اپنا سر تھاما ساتھ ہی اگلی بات پر امل اور جلال دونوں حیرت زدہ ہوئے لیکن ماہ جبین کی بے قراری ابھی کہاں تھمی تھی۔

"ہاہا دوستی سب سے بڑھ کر ہوتی منا حل۔۔۔

خیر مبارک جناب آپکی پوری فیملی کی آمد مزید خوشی کا سبب بنے گی۔۔ لیکن سنیے سب سے پہلے آپ ہر بات چھوڑ کر ہماری کنفوزن دور کیجئے"

شوخ سا لہجہ لیے وہ مبارک وصول کیے اپنی اگلی بات سے ان تینوں کو اک لمحے متفکر کیے مسکرائیں جس پر وہ تینوں جاسوس بنے ایک دوسرے کو دیکھنے لگے۔

امل صاحبہ کی چھٹی حس پھڑک کر جان دینے والی لگ رہی تھی۔

"ہاں جی پوچھیں"

مناحل نے ہمہ تن گوش ہوئے دریافت کیا جس پر ماہ جبین، ساڑھی کا پلو سمیٹے لان میں ہی لگی کرسی پر جا بیٹھیں۔

"تو بھئی سنیئے غور سے، جب سب بچے مری گئے تھے تو آپکے گھر امل کے علاوہ کون سی بچی تھیں۔ ہمیں بتایئے کیا وہ آپکی بہن مہک صاحبہ کی چھوٹی بیٹی نیلم ہی تھیں؟"

اب تو ماہ جبین سیدھا سیدھا ان تینوں کا دل دھڑکا گئیں جبکہ امل کے دماغ کی گھنٹی اس زور سے بجی کہ وہ اٹھ کر قریب آئی اور نادیدہ ہوئے جھک کر مس مناحل کے ہاتھ میں پکڑے فون کو دیکھ کر دم سادھ گئی۔

دل بری طرح دھڑک رہا تھا۔

"جی ماہ جبین، وہ نیلم ہی تھی۔ اکثر آجاتی ہے میرے پاس۔۔۔۔ کیوں سب خریت ہے ناں"

مناحل نے زرا جھجھکتے ہوئے وضاحت کے ساتھ ساتھ اپنی فکر بھی دیکھائی جبکہ امل صاحبہ واپس کھڑی ہوئے کھسیانی ہنسی کے سنگ دانت نکالے محظوظ ہورہی تھی۔

دل تو بنگھڑے کا چاہا مگر اماں ابا دونوں کی موجودگی کا لحاظ کیے، دل کے ارمان دبا گئی۔

"بس کنفوزن دور ہوگئی، آپ ہم سے وعدہ کریے کہ آپ ہمارا مان رکھیں گی۔ تاکہ آپکو اگلی بات بتا سکیں"

اب تو واقعی سسپینس سے امل کے پیٹ میں گڑ گڑ ہوئی وہیں جلال اور مناحل ایک سے تجسس کا شکار ہوئے۔

"کھل کے کہیے ماہ جبین، میں آپکا مان ہرگز نہیں توڑوں گی"

مناحل نے یقین دلاتے ہوئے مقابل اک آسودہ مسکراہٹ اتاری۔

"ہمیں یقین ہے مناحل، بات یہ ہے کہ ہمارے صاحبزادے مبین کو نیلم پسند آگئی ہیں۔ اور ہم سب چاہتے یہ رشتہ ہو جائے۔ آپ ہمیں یقین دلائیں کہ آپ مہک صاحبہ کے سامنے ہماری خاص سفارش کریں گی۔ مبین کو تو آپ مل چکی ہیں کہ وہ کیسا ہے۔ ہمیں نیلم ہر صورت چاہیے، آپکی سفارش ہو گی تو مہک اس رشتے پر اعتراض کا سوچیں گی بھی نہیں"

امل صاحبہ ہنسی دباتی اماں ابا کی نظروں سے بچ کر اک دو ڈانس سٹیپ کرتی دندناتی ہوئی وہاں سے دوڑی جبکہ مناحل کا تو خوشی سے چہرہ چمک اٹھا وہیں جلال پاشا کو یہ سب کچھ زیادہ کلک نہ کیا وہ بس سنجیدہ ہی رہے۔

"میں بتا نہیں سکتی کے کتنا خوش ہوں، ماشاء اللہ لاکھوں میں ایک ہے مبین۔ اور مہک آپا بھلا کیوں اعتراض کریں گے۔ سمجھیے آپکی جانب سے میری سفارش پکی۔ بس آپا سے بات کرنی ہو گی پھر میں آپکو جواب دوں گی"

گویا مناحل کی جانب سے اتنی بڑی سفارش پا کر ماہ جبین بھی نہال ہو گئیں، اپنے بچے کی خوشی انھیں اپنی جان سے بھی عزیز تھی۔

"بس پھر بسم اللہ کیجئے ناں۔ آپ آئیں یہاں، مہک صاحبہ کا جواب لے کر ہمیں دیں پھر ان شاء اللہ ہم ایک ہی بار رشتہ کرنے ساتھ چلیں گے۔ اور نیلم کو اپنے مبین کی امانت بنا آئیں گے۔ ہم چاہتے ہیں کہ ہم جائیں ہی تب جب مقابل سب راضی ہوں"

ماہ جبین تو گویا تیار بیٹھی تھیں پھر جس طرح وہ بیقراری سے اصرار کر رہی تھیں یہ مناحل کی خوشی کو بڑھا چکا تھا۔

"ان شاء اللہ سب بہترین ہو گا، بس پھر آتے ہیں ہم۔ یہ نیک کام خیر خیریت سے ہو جائیں گے۔ یقین کریں خوشی سے برا حال ہو رہا۔۔۔ ہاہا"

اپنی خوشی چھپائے نہ چھپانے پر ماہ جبین بھی اسکی بات پر ہنس دیں۔

دل کی دھڑکنیں تک آمین کے ورد میں دھڑکنے لگیں۔

"ہاہا ہمارا بھی، بہت ایکسائٹمنٹ ہے۔۔۔ چلیے پھر ملتے ہیں۔ امل اور عبداللہ کا بھی ساتھ ہی کچھ کر ڈالیں گے۔۔۔۔ اللہ بس ان ساری خوشیوں کو سلامت رکھیں۔ ہمیں آپکا انتظار رہے گا مناحل۔۔۔"

خوشی کا بہت سا اظہار کیے، وہ مناحل کو کہہ کر فون بند کیے جب خوشی سے سرشار ہو کر اٹھیں تو بالکونی میں کھڑے حسین سے چاند کی دمکتی خوشی نے انھیں مزید خوشی سے نواز دیا جو اپنے چہرے کی خوشی آج بالکل دبانے کے موڈ میں نہ تھا۔

ماہ جبین نے اسکی موہنی صورت کا صدقہ اتارا اور بہت سارے کام دیکھنے واپس اندر بڑھیں اور آسمان کی وسعت تک پھیلی یہ صبح، مبین عارض سکندر کو حسین لگنے لگی۔

وہیں دوسری جانب آفت کی پڑیا امل، کچن سے پرات اور چمچا بجاتی ہوئی باہر نکلی تو اسے دیکھ کر مناحل تو ہنسیں ہی جبکہ جلال پاشا بھی اس انوکھی اولاد کے انوکھے کاموں پر دل مسوس کر رہ گئے۔

"اوہ میرے یار کی شادی ہے۔۔۔

اوہ میرے یار کی شادی ہے۔۔۔

قسم سے کوئی ڈھول لادو مجھے۔۔۔اس سے فیل نہیں آرہی"

مست ہو کر وہ پرات پیٹتی، ہانک لگائے لگتا تھا پورے مری کے لوگ اکھٹے کر لینا چاہتی ہے یہ تو بابا نے گھوری ہی اتنی ظالم دی کے منصوعی مسکینت چہرے پر لائے وہ شرافت سے پرات اور چمچ ڈائنگ میز پر رکھے بتیسی دیکھانے لگی۔

"اف یار آج کا دن مجھے واقعی ہارٹ اٹیک دے کر رہے گا، میں بتا نہیں سکتی کہ کتنی خوش ہوں۔۔اف اماں ہم کب جائیں گے خالا کی طرف۔۔۔"

وہ تو سدھ بدھ بھلائے، شادی مرگ کی اس کیفیت سے پاگل ہو گئی تھی جبکہ جلال پاشا کو سنجیدگی سے ناشتا کرتا دیکھ کر وہ انکو بھی ویسی ہی بے باکی سے اگنور مارتی مناحل سے جا لپٹی جو ناشتے کے فالتو برتن اٹھوا کر اندر لے جانے لگیں، امل کے جونک سا لپٹنے پر شرارت بھرا ہنس دیں۔

"ہاہا امل سانس لو میرا بچہ، ابھی آپا سے بات کرنی باقی ہے۔ انکو منانا پھر نیلم کی مرضی جاننا۔۔۔۔"

مناحل اسکی بے قراری پر چوٹ کرتیں مزاق کے موڈ میں کہہ کر اندر بڑھیں جبکہ امل نے مینسی مسکراہٹ دیتے ہوئے کچن سے جھانک کر اندر دیکھا۔

"اماں! میں نیلم کو بتا دوں۔۔۔۔ پلیز پلیز! وہ کیا ہے میرے پیٹ میں یہ خبر مڑور ڈال رہی۔۔۔۔۔۔ (آج میری گائے کی خیر نہیں۔۔۔۔ یاھو!)"

مسکینی کے سنگ اپنی ہلکے پیٹ والی خوبی سے آگاہ کیے وہ اجازت ملنے سے پہلے ہی ریک پر رکھا اپنا فون اٹھائے ہنستی ہوئی باہر دوڑی جبکہ جلال پاشا خاصے سنجیدہ ہو کر ماں بیٹی کی خوشی دیکھ کر کامیابی سے ہضم کرنے کا مشکل فریضہ سرانجام دے رہے تھے پر دل انکا حسب عادت سلگ ہی رہا تھا۔

جبکہ لان میں دوڑ کر آتی، اپنا ہانپ جاتا سانس بحال کیے وہ جلدی سے نیلم کا نمبر ملانے لگی۔

شہزادی جو آج ہر بخار کی شدت سے پیچھا چھڑوائے، پہلے جیسی بہتر اور دلربا بنے حسب معمول سکول پہنچ کر اپنے پیلے فراک میں لپٹی، ململ کا سلور لیس سے سجا ململ کا آنچل سنبھالے، چھوٹے چھوٹے شرارتی بچوں کو اسمبلی میں کھڑا کرواتی لائن بنوا رہی تھی، یکدم ہی اک طرف رکھے میز پر پڑا فون بجنے پر وہ دوسری ساتھی ٹیچر کو یہ کام مسکراتے ہوئے سونپ کر امل کی کال سننے کے لیے اک طرف آئی جہاں گلاب اور موتیے کے پھول بھی شہزادی کی جانب دیکھ کر مسکرا رہے تھے۔

"نیلم! کہاں ہو۔ ایسا کرو سب کام چھوڑ کر اپنا سارا دھیان میری طرف کر لو۔۔۔ جلدی سے"

دوسری جانب سے چونکا دیتا انداز، سرشار سی خوشی لیے جھنکتا لہجہ اور رعب دار پیار حکم، شہزادی کے ہونٹوں پر تبسم جگا گیا۔

پھر جیسے کسی خدشے کا لمس، شہزادی کا دل ڈرا گیا۔ امل جیسی آفت سے کچھ بھی سننا متوقع تھا تبھی نیلم تھوڑی فکر مند ہوئی۔

"امل! اب کیا کر دیا آفت۔۔۔ بتا رہی ہوں کچھ برا بتانے سے پہلے ہی رک جاو ورنہ پٹائی کر دوں گی"

وہ الٹا پریشانی سے امل کو قبل از وقت ڈپٹے بولی جس پر امل اس حسین برہمی پر مر ہی مٹی۔

"ہاہا اس بار میں نے نہیں ملکہ عالیہ آپ نے کر دیا آفت ناک قہر برپا۔۔۔ ہائے او ربا!"

الٹاوہ شہزادی کا دل دہلاتی ڈرامائی انداز میں چہکی۔

نیلم کو اب خوف سالاحق ہوا۔

چہرے پر سفیدی چھا گئی۔

"امل! تم ناں بہت وہ ہو۔ اب بتا بھی دو یا پہلے میرے دماغ کا دہی کرو گی۔۔۔"

الٹا نیلم خفت کے سنگ جھنجھلائی جس پر امل کا قہقہہ گونجا۔

"ہاہا دہی تو اب ہو گا ہی، ہی ہی ہو ہو۔۔۔ اف مجھے تو رہ رہ کر ڈانس کرنے کی خواہش ہو رہی، دل چاہ رہا ڈھول گلے میں ڈال کر ناچتی جاوں۔۔۔ اللہ اللہ میں اس خوشی سے مر ہی نہ جاوں"

امل کا اب سسپینس پھیلانا، فون کے اس بار دھڑکن سادھے، بوکھلائی ہوئی نیلم کے لیے جان لیوا تھا۔

"امل!

ابھی مجھے بچوں کو جا کر دیکھنا ہے۔ مجھے پتا بات کچھ ہے نہیں تم ویسے ہی مجھے چڑا رہی"

خفگی کے سنگ وہ اسے پکارتی، واقعی اب امل کے اس جان لیوا تجسس سے کملائی جبکہ امل نے بھی ترس کھانے کا فیصلہ لیے احسان عظیم کیا۔

"ہاہا ارے نابابا ناں، اچھا سنو! دل تھام کر، اپنی دھڑکنوں کو قابو کیے سننا"

امل نے مسکراکر اردگرد کی خوبصورتی پر اک نگاہ ڈالی اور مقابل دم سادھ لیا گیا، دھڑکنوں کی شدت کم کی گئی۔

"امل!"

نیلم کا ضبط جواب دیا۔

"ہاہا میری جان کی ٹوٹی، یارم!

اس دنیا میں تمہارے نام پر دھڑکتا دل دریافت ہو گیا، تمہارے عشق میں ڈوبا انسان منظر عام پر آگیا ہے۔ وہ چہرہ کھو جا چکا ہے جسکی آنکھوں میں تمہارا عکس تحریر ہے، جو سراپا عشق ہے"

امل نے لو دیتے لہجے میں یہ سہانا اعتراف کیا وہیں شہزادی کے جسم میں ڈورتا لہو مجمند ہوا، حرکت کرتی ہر شے تھم گئی، آوازیں آنا بند ہو گئیں۔

یاد رہا تو صبح کا وہ خمار آلود نشہ، جو خواب کی تصویر بنا لینے سے اب تک اس دلربا شہزادی کے انگ انگ میں سمٹا ہوا تھا۔

"کیا یہ مزاق تھا جان؟"

مقابل جذبات کی شدت میں ڈبڈبائی آواز ابھری۔

امل کا دل بھی لمحے میں ہر شرارت بھلا کر نیلم کے مقدر کی روشنی پر دھڑک اٹھا۔

"نہیں! تمہاری زندگی کی سب سے بڑی خوشی، تم جیسی مقدس روح کا آسمانی انعام۔ تیار ہو جاو اپنی دھڑکنوں کو انکی ڈگر سے ہلانے کے لیے، اپنی زندگی کی سب سے پیاری خوشیاں دیکھنے کے لیے۔ ہم جلد آرہے ہیں"

نیلم کو الجھا چھوڑے، اسکی بے تاب سانسوں کو ہنوز بے ہنگم رکھے، انتظار کی کوفت سے لڑنے کے واسطے، وہ ادھوری خوشی کی نوعید سنائے جوش اور خوشی سے لرزتی آواز کے سنگ کہہ کر رابطہ توڑ گئی مگر شہزادی نے محسوس کیا اسکی دھڑکن بے خود ہونے لگی ہو، جسم و جان پر اک سکون اترنے لگا ہے، پر وہ سمجھ نہ پائی مسکرا دے یا پھر سے رو لے۔

جا کے بیٹھوں گی تیری سِمت جھکائے نظریں

نہ میں بھٹکوں، نہ کسی اور کے در جاؤں گی

میں تیرے رنگ میں رنگتے ہی سنور جاؤں گی ___♡

..___________________..

ساری رات سالار خان، اپنی ٹیم سے رابعہ وحدی کی خیریت دریافت کرتا رہا تھا اور کل کے بجائے اس نے ایک دو دن اسے پرسکون ہونے کے لیے دینے کا فیصلہ لیا تھا، اسے یقین تھا رابعہ وحدی ان دونوں کیسیز میں ایک بہت بڑا حصہ بن سکتی ہے، جس بدتر طریقے سے اسے روحان نے قید کیا تھا وہ اپنی کہانی خود بیان کر رہا تھا مگر عدالت کو ثبوت درکار تھے، تبھی وہ رابعہ وحدی سے ایک پرسکون ماحول میں اپنی دو سالا پچھلی زندگی کا احوال جاننا چاہتا تھا۔

جبکہ دوسری سمت کل رات جیل سے ہارون سکندر نے بھاگنے کی کوشش بھی کی تھی جسے بروقت ناکام بنانے کے ساتھ ساتھ اب اسے مزید سخت پہرے میں اگلی پیشی تک قید رکھا جانے کا حکم آچکا تھا۔

جبکہ اس ایک ملاقات کے بعد سالار خان نے دوبارہ روحان وحدی سے ملنے یا اس گند سے منہ ماری کرنے کی کوئی کوشش تک نہ تھی۔

اسکی تمام توجہ ہادی کی پہچائی معلومات پر تھی، وہ چار مزید لوگ بھی اسلام کے مذہب کو اپنی کسی نہ کسی عیاش اور بد بخت عادت کے باعث پیچ کر مرتدین میں شامل ہوئے تھے اور ان چاروں کے بارے میں وہ رات پوری لگا کر مکمل معلومات الگ الگ چار فائیلز میں لگا چکا تھا۔

اصل انتظار اب رابعہ وحدی کی گواہی کا تھا ورنہ ہارون سکندر کے خلاف ہادی کے فراہم کیے ثبوت کافی تھے جبکہ روحان وحدی جیسے ناسور کو دبوچنے کے لیے ہارون سکندر کا منہ کھوانا ضروری تھا۔

لیکن ہارون سکندر ایک شاطر انسان تھا جس نے خود پر لگے بہتان سے صاف صاف مکر کر اپنے لیے موجود سختیوں میں کچھ نرمی پیدا کر لی تھی اور یہیں پر سالار خان کو اپنے ہاتھ بندھے محسوس ہوئے۔

اگر اسکے پاس ہارون سکندر پر تشدد کا اختیار ہوتا تو اب تک وہ اس سے تمام راز اگلو چکا ہوتا۔

لیکن اس سب حالات کے باوجود وہ مایوس نہ تھا بلکہ اپنی پوری توجہ سے اپنا کام کر رہا تھا، اس بیچ وہ ہادی سے مکمل رابطے میں رہا۔

جبکہ دوسری سمت جب فراز نامی اس آدمی نے مشتعل ہو کر اگلے دن منہاس علی کے دفتر میں اپنے عتاب کو گرانے کی کوشش کی تو الٹا دونوں کی دیر تک منہ ماری ہوتی رہی۔

بات گالی گلوچ تک پہنچ آئی اور دونوں وحشیوں نے ایک دوسرے کا گریبان تک نوچ ڈالا مگر پھر آفس ہی کے لوگوں کی باہم صلح کروانے کے کافی وقت بعد دونوں کے دماغ نے ٹھنڈے ہو کر سوچنا شروع کیا۔

جہاں منہاس علی کو اپنے عبداللہ کو بدنام کرنے کے پلین کی ناکامی اور منور دیلانی کے نئے ایڈ کی راتوں رات کامیابی کی جلن اور کدورت تھی وہیں وہ میڈیا سے وابستہ فراز، دھیمے مزاج کا ہو کر بھی اپنی نوکری جانے پر نہ صرف

منہاس علی پر غضبناک تھا بلکہ عبداللہ نے خوامخواہ اس سے دشمنی مول لی تھی۔

وہ دونوں مل کر کچھ بڑا پلین کرتے دیکھائی دیے تھے۔

بھیانک، ہیبت ناک سا۔

عبداللہ عارض سکندر کی موجودگی ایک بار پھر منور دیلانی کی محنت کو کئی گنا بڑھا کر پیش کرتی نظر آرہی تھی، ہر چینل پر چلتا ایڈ، اور ہاتھوں ہاتھ بکتی پراڈکٹس پر کئی لوگوں کو جلن اور کئی چھوٹے طبقے کے پروڈوسرز کے مابین تلخ کلامی دیکھنے کو مل رہی تھی۔

جبکہ 'ویلوٹ' ہمیشہ کی طرح اپنے ممبر کی کامیابی پر بنا کسی محنت کے پروموٹ ہو رہا تھا۔

جبکہ اپنی کامیابی کی خود عبداللہ عارض سکندر کو رتی برابر خوشی نہ تھی، اس بار امل والے حادثے نے اسکا دل میڈیا سے بھی ایک قسم کا کھٹا کر دیا۔

عارض ولا میں نکاح کی تقریب کی تیاریاں عروج پر تھیں تو وہ بھی ابھی کمرے میں فریش ہونے کی غرض سے آیا تھا، جب سے ماں نے امل کے آنے کا بتایا، عبداللہ کو آج کا یہ دن مزید خوبصورت لگنے لگا۔

بیڈ پر اسکا کرتا پاجامہ پہلے ہی ملازم استری کیے نفاست سے پھیلائے رکھ کر جا چکا تھا، جینز شرٹس یا سوٹس کے علاوہ وہ کبھی کبھی شارٹ کرتا پہن لیتا تھا مگر رات ماں اسکے لیے جو کریم کلر کرتا پاجامہ لائیں تھیں، اسے یونہی پسند آ گیا۔

اپنے ٹیسٹ سے مختلف چیز ٹرائے کرنے اور ماں کا دل نہ توڑنے کی نیت سے وہ اسی اوٹ فٹ کو نکاح سرمنی کے لیے ڈن کر چکا تھا۔

مگر سب سے پہلے اسکا دھیان امل کی جانب بھٹکا، آج وہ اسکے سامنے اسکی امانت بن کر آئے گی، یہ احساس ہی عبداللہ عارض سکندر کو گدگدا گیا۔

جبکہ مقابل وہ بھی اماں کی خاص تاکید پر اپنی وارڈرب کھولے کسی ڈھنگ کے جوڑے کو تلاش کرتی بولائی ہوئی تھی۔

اب وہ یہ مس مناحل کے حکم پر پورا اترتا 'ڈھنگ' کا شریفانہ جوڑا کہاں سے لاتی جسکی یہاں والی پوری وارڈرب ہی جینز، شرٹس، ہڈیز اور جیکٹس سے بھری تھی، جاگرز، کوٹ اور تادیر ڈھونڈنے سے بھی اسے یہ سب ڈھنگ کا نہ لگا تبھی مایوس سی پلٹی اور اپنا فون دیکھا جہاں وہ دونوں سم ڈال کر ہی لائی تھی۔

عبداللہ کی کال کا اسکے آفیشیل نمبر پر آنا، امل کو مسکراہٹ دے گیا۔

نجانے کیوں پر باولے بندر پر ترس سا آیا، کال کاٹتی ہوئی وہ اپنے پرسنل نمبر سے جوابا اسے کال ملا گئی کیونکہ اسے لگا اب اسے عبداللہ کو وہ اپنا پرسنل نمبر دے کر اک اور رحم کر ہی دینا چاہیے، جو آگے سے حیرت کے سنگ ان نان

نمبر سے آتی کال پک کرتا، ڈریسنگ کے سامنے کھڑا اپنے چہرے پر ہاتھ پھیرے ہلکے ہلکے نکلتے بالوں کی چبھن پر ڈینٹنگ پینٹنگ کا ارادہ بنا رہا تھا۔

" فرماو باولے بندر! کہا تھا ناں مجھے تنگ مت کرنا۔ بہت بزی ہوں "

بیڈ پر بکھرے کپڑوں کا لنڈا دیکھتی وہ قدرے شوخ لہجے میں مقابل کو حیران کر گئی جو امل کے نیو نمبر سے بھانپ چکا تھا کہ وہ اسے آفیشل سے پرسنل میں باخوشی شامل کر چکی ہے۔

جناب کا غرور ساتویں آسمان پر جا پہنچا۔

" اہمم اہمم بھولو مت اب تم امانت ہو اسی باولے بندر کی، بندری کہیں کی۔۔۔ بائے داوے ایک اجازت چاہیے "

جوابا بھی شوخ اور استحقاق بھرا انداز اپنائے وہ امل پر بہت کچھ واضح کے ساتھ عجیب سی خوشی بھی طاری کر گیا جواب متجسس سی اس اجازت پر ٹھٹکی۔

"ہنہ !بولو"

بندری پر محترمہ نے منصوعی غصہ جھاڑے جواب بھی خاصے روٹھے پن سے دیا جس پر عبداللہ مڑ کر بیڈ تک آیا اور مسکراتی آنکھوں سے کچھ سوچتا ہوا تکیہ دبوچ گیا۔

"آج تم آرہی ہو تو میں چاہتا ہوں فنکشن پر تم میرا دلایا ڈریس پہنو! زیادہ نہیں مانگ رہا یار بس تمہیں اپنی پسند کے رنگ میں دیکھنا چاہتا ہوں۔ اگر اجازت دو تو خرید لوں۔۔۔ میری اس چھوٹی سی خوشی میں اگر اپنی ہٹ دھرمی لائی تو بتا رہا ہوں بہت برا پیش آوں گا"

پہلے تو امل اسکے اجازت مانگنے پر حیران ہوئی پھر اگلے ہی لمحے اس پاگل کے رعب جمانے پر فدا، ساتھ ساتھ ڈھنگ کے جوڑے کا فری میں انتظام بھی، عش عش کرتا دل سنبھالے وہ سارے کباڑ کو اگنور مارتی پلٹ کر اپنا ہوش

ربا سراپا، سامنے دیکھائی دیتے سنگار میز کے ساتھ نسب آئینے میں دیکھ کر کسی سرشار رشک میں مبتلا ہوئی۔

"اب تم اتنی ضد کر رہے ہو تو فائن، لیکن مجھے پسند نہ آیا تو بد تہذیبی کے سنگ واپس تمہیں تھما کر چلتا کروں گی۔ جانتے تو ہو امل پاشا کون ہے"

اتراہٹ کے سنگ اقرار بھی اپنے مزاج جیسا کیے وہ مقابل اس اقرار سے دل کی حالت غیر کر گئی جو اس اعزاز پر ہی آسمانوں کی وسعت تک پرواز بھر گیا۔

"تھینک یو امل، واپس تھما نہیں سکو گی۔ عبداللہ عارض سکندر کی پسند سراہنے کے لائق نہ ہو ایسا بھی ممکن نہیں محترمہ کیونکہ آپ سر تا پا میری پسند کی جیتی جاگتی مثال ہیں۔ سی یو، اینڈ یس آئی لو و یو امل پاشا"

جذبات کی شدت سے دہکتا ہوا گستاخ لہجہ اور پھر اترانے کے تمام امور نبھائے جس طرح وہ امل سے پورے حق کے سنگ اظہار کیے بہت سہولت

سے رابطہ توڑ گیا، کتنی ہی دیر وہ اسکے سحر میں لپٹی رہی، محبت بن جانا اتنا حسین احساس تھا اسے علم نہیں تھا، اس سے بڑھ کر پیارا یہ احساس کے اس نے خود کے نصیب میں لکھی محبت پہچان کر قبول کی تھی، ہزار ہا بیزاری کے باوجود اسے لگا وہ اپنے دل کو پر سکون ہوتا محسوس کر رہی ہے۔

عبداللہ عارض سکندر نے بڑے دل والی امل کو قبول کر لیا تھا اور آج اس شخص کے انداز حقیقت میں قابل محبت تھے تبھی وہ خود پر ہی مسکرا دی۔

..________________________..

"تم نے تو حیرت اور صدمے میں ڈال دیا مناحل، میں ان سے پوچھ کر پھر بتاتی تمہیں۔ خیر سے آجاو"

مہک صاحبہ جو ناشتہ لگوا رہی تھیں، مناحل کے صبح صبح بہت سی بے یقین خبریں بہم پہنچانے پر اسے غیر واضح جواب دیتیں کال رکھ کر چلتی ہوئیں سب تک پہنچیں جو ناشتہ ہی کرنے میں مصروف تھے جبکہ مہک صاحبہ کی

مناحل سے بات چیت ان سبھی نے سنی تھی تبھی وہ واضح طور پر مہک کی اداسی، الجھن، حیرت اور خوشی کی ملی جلی کیفیت کا سبب جاننے کو بے قرار تھے۔

"خیریت ہے، کیا ہوا؟"

مہک صاحبہ کے فکر سے اٹے چہرے پر نگاہیں جماتے فیاض صاحب دریافت کرتے بولے تو مہرو، اور شاہ ویر کی توجہ بھی ماں کی جانب مبذول ہوئی، بچوں کی ایکسٹرا کلاسیز کی وجہ سے نیلم پہلے ہی سکول جا چکی تھی۔

اتنے بڑے رشتے سے تو وہ چاہ کر بھی انکار نہیں کر سکتی تھیں مگر دونوں بیٹیوں کا ایک ساتھ فرض نبھانے سے زیادہ انھیں یہ سب اتنا جلدی کیسے ہو گا، یہ فکر لاحق تھی۔

"مناحل کی کال تھی، اپنی نیلم کے لیے بہت اچھا رشتہ آیا ہے۔ کروڑوں میں ایک۔ مناحل بتا رہی تھی لوگ بھی خاندانی ہیں۔ مناحل اور جلال کی بھی صلح ہو گئی خیر سے الحمد اللہ"

اتنی ناقابل یقین خبریں سناتیں مہک خود تو سنجیدہ رہیں جبکہ باقی سب حیرت و بے یقینی کے مجسمے بن گئے۔

خود شاہ ویر اس انڈیا پاک صلح پر ہونق ہوئے یکدم متاثر کن ہوئے ہنس پڑا جس پر مہک نے اسے خفیف سی اونہوں کرتے گھوری سے نوازا جبکہ باقی بھی مسکراہٹ دباتے دیکھائی دیے۔

"ارے یہ تو بریکنگ نیوز ہے ماں ، ویسے یہ صلح بنا کسی بڑے طوفان برپا ہونے کے بنانا ممکن تھی۔ پوری بات بتائیں ناں"

مہک ناجانے کیوں ہنوز اداس تھیں اور شاہ ویر کی خوشی پر انکو مزید رنج ہوا۔

مناحل نے انھیں امل کے رشتے کی خبر بھی سنائی تھی جبکہ سکینڈل کا سارا احوال بھی گوش گزار کیا تھا، اور یہ بھی کہ نیلم، امل ہی کی جیٹھانی بنے گی۔

مہک صاحبہ، یہ بات بتانے سے اس لیے بھی کترا رہی تھیں کیونکہ انھیں لگا شاید اس سے شاہ ویر کو تکلیف پہنچے۔

لیکن پھر ہمت جمع کیے وہ سارے معاملات بتانے پر مجبور ہوئیں، اک لمحہ تو سبکے چہروں پر سفیدی چھا گئی۔

مہرو کو اتنا سب ہو جانے پر گویا یقین نہ آیا جبکہ فیاض صاحب نے بے ساختہ آزردگی کے سنگ مجسمہ بنے شاہ ویر کو دیکھا جو ناشتے سے کچھ لمحوں کے لیے ہاتھ روک چکا تھا۔

اسکے چہرے پر پھیلتا یہ وقتی کرب سبھی نے محسوس کیا تھا لیکن وہ سبھی کی اپنی جانب توجہ بھانپ کر اپنی شکستگی کا ہر تاثر اپنی ذات کے کہیں اندر دفن کر گیا۔

اپنے چہرے کے ہلچل مچاتے تاثرات دبانے کے لیے خود پر از سر نو مظبوطی کا ملمع چڑھا لیا۔

"عقل مندی کا ثبوت دیا ہے اس نے، اسی بہانے ماں باپ کو ملوا بھی دیا۔ عبداللہ عارض سکندر بہت ہی بہترین انسان ہے، یقینا امل اسکے ساتھ ایک اچھی زندگی گزارے گی۔ اور اپنے ماں باپ کی رضا کے مطابق چلنا ہر اولاد پر فرض ہوتا ہے"

وہ لہجے کی ساری شوخی کھو بیٹھا، سپاٹ مگر سنجیدہ ہو کر امل پاشا کی عقل مندی کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ اسکے فیصلے کی درستگی کا معترف بھی ہوا لیکن سینے میں مچل کر بلبلاتے دل کا کیا کرتا جو چیخ چیخ کر اسے کہہ رہا تھا کہ امل اسکی دسترس سے ہمیشہ ہمیشہ کے لیے نکل گئی۔

ماحول کی یاسیت کم کرنے کو مہک صاحبہ نے اگلی بات گوش گزار کی جو شاید شاہ ویر کے لیے اس صدمے کو سہہ لینے میں پہلے ہی مددگار ثابت ہو چکی تھی۔

یعنی نیلم کے لیے اس انسان کا پرپوزل آیا جسے وہ خود بہت خواہش کے سنگ نیلم کی زندگی کا حصہ چاہتا تھا۔

"مبین عارض سکندر۔ یقین کریں ہماری نیلم کے لیے اس سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا۔ اور آج مجھے شدت سے یہ یقین ملا ہے کہ کچھ لمحے واقعی قبولیت کے ہوتے ہیں، میں اس شخص کو پہلی بار جب ملا تھا تبھی خواہش کی تھی کاش یہ ہماری نیلم کا مقدر بن جائے۔ بلاشبہ اللہ بہترین انتخاب کرتا ہے، وہ بہتر جانتا ہے کہ کس مومن کو کونسی مومنہ دینی ہے۔ آپ فوراً سے پہلے خالا جان کو ہاں کہہ دیں کیونکہ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جس میں ہماری سمت سے اگر دیری آئی تو یہ اس رشتے کی شان میں کمی کا باعث ہو گی"

سنجید گی بر قرار رکھتا وہ اک ٹرانس کی سی کیفیت میں سر شار، اس انسان کی ذات کی اچھائیوں پر اس رشتے کی دیری کو ممنوع قرار دیتا آخر تک بابا سے آنکھوں ہی آنکھوں میں اجازت طلب کرتا، ساتھ ہی ماں سے فوراہاں کہنے کا مشورہ بھی دے گیا۔

بابا کی سمجھاتی، حوصلہ دیتی نظریں اسے مضبوط کرنے کو کافی تھیں۔

جبکہ شاہ ویر کی یہ جامع اور کامل وضاحت، فیاض صاحب کو بھی کسی اعتراض کے قریب بھی بھٹکنے نہ دے سکی اور ایک کے بجائے دونوں لاڈلی بیٹیوں کے اس گھر سے رخصت ہونے کی غم میں ملی خوشی مہک صاحبہ کو آبدیدہ کر گئی۔

مہرو نے لاڈ کے سنگ ماں کے گرد بازو باندھے ڈھیر سی تسلی دی مگر وہ ماں تھی اور اس خوشی کے موقعے پر بھی انکی آنکھوں سے شکر گزاری کی نمی بہتی گئی۔

کہیں دل میں امل کو کھو بیٹھنے کا احساس بھی درد دے رہا تھا مگر وہ سب کے اقرار کے بعد مناحل کو فون کیے نا صرف ہاں کہہ گئیں بلکہ ان سب کے ساتھ کل مہرو کی مہندی پر ہی گھر آنے کی دعوت بھی دی۔

لیکن ناشتے کے بعد جہاں مہک صاحبہ، مایوں بیٹھنے سے پہلے آخری بار مہرو کے ساتھ دوبارہ بازار نکلیں وہیں آفس جانے کے لیے بالکل تیار شاہ ویر، یونہی لمحے کاٹتا، سج سنور کر ہلکان ہوا، کمرے میں، ڈریسنگ کے روبرو خود پر ملال کرتا آئینے میں اپنا دھندلایا عکس دیکھنے میں منہمک تھا۔

وہ دیکھنا چاہتا تھا خود کو، امل جیسی قیمتی دولت گنوا کر وہ کس طرح کا مفلس دیکھائی دے رہا ہے۔

لیکن مفلسی تو اسکے دل کے حصے میں آئی تھی، مرہم تک کچھ لمحے فراموش ہو کر اک کونے میں پڑا تھا۔

فیاض صاحب کافی دیر باہر صحن میں رکھے تخت پر بیٹھے اسکا انتظار کرتے رہے مگر پھر شاہ ویر کے دیر کرنے پر خود ہی واپس گھر کی اندرونی سمت داخل ہوئے۔

وہ ہنوز پتھر بن کر اپنے کمرے میں کھڑا آئینے سے ہمکلام تھا، سج سنور کر بھی پور پور خالی دیکھائی دیتا مفلس۔

"وہ ہمت کیے آگے بڑھ گئی ہے تو تم بھی اپنے دل کا بوجھ اٹھا کر آگے بڑھنے کی کوشش کرو بچے، مرد کے لیے یہ مرحلہ، عورت کی بنسبت آسان اور سہل ہوتا ہے۔ کیونکہ مرد کی ذات میں وسعت ہے، اس میں حوصلہ اور قوت بھی کئی گنا زیادہ پائی جاتی ہے۔ مجھے پتا ہے جس کے ساتھ اچھا اور خاص وقت گزارنے کے خواب دیکھے ہوں، اس کو یکلخت خود کے ہر احساس پر سے اتارنا دقت طلب ہوتا ہے لیکن کوشش کرنے والے کو کبھی اللہ مایوس نہیں کرتا۔ تم ڈھونڈو، تمہارے لیے بھی کوئی مرہم ضرور اترے گا"

باباجو اسکے رازدان تھے، اس کمزور وقت بھی شاہ ویر کو اسکی روشنی کی جانب متوجہ کرنے مرہم کی نوعید سنا رہے تھے، وہ اپنے آپ کو عجیب سی گھٹن اور بے بسی میں گندھا ہوا محسوس کر رہا تھا، اپنی زندگی کی یہ رائگانی اسے ناچاہ کر بھی رنج پہنچا رہی تھی۔

اسے محسوس ہوا کوئی چپکے سے اسکی آنکھوں میں کانٹے چبھو گیا ہو، لیکن وہ ساری جلن تو ٹوٹے خوابوں کی کرچیوں نے پیدا کی تھی۔

اب وہ پچھتا بھی کیوں رہا تھا، آزاد کرنے میں پہل تو اسی نے کی تھی۔

مرہم کا خیال آتے ہی بصارت میں وہی شناسا چہرہ لہرایا، لیکن مرہم کو بھی گر مرہم کی ضرورت ہوئی تو وہ کیا کرے گا؟ وہ اسی کشمکش میں سر جھٹکتا ہوا آس سے بابا کو دیکھنے لگا جو اسکی ہر کیفیت سے باخبر اور ہر تکلیف سے شناسائی رکھتے تھے۔

"ہمیں اپنے حصے کی محبت کہیں نہ کہیں سے ضرور ملتی ہے شاہ ویر، وہ ہماری چاہ نہ سہی، وہ کسی اور کی چاہ کی تکمیل ہی سہی۔ محبت کے اپنے ہی کھیل ہیں پتر، یہ ہر صورت آزماتی ہے۔ کسی کو تھوڑا، کسی کو بہتیرا۔۔۔۔"

وہ شفقت بھری نگاہوں سے شاہ کا دل پر سکون کر رہے تھے، اسے مایوسی سے نکال کر اجالے میں لا رہے تھے۔

"مجھے امل کے فیصلے نے بالکل تکلیف نہیں دی، میں اپنی بے بسی اور رائگانی پر، فقط خودی پر برہم ہوئے جا رہا ہوں۔۔۔ ساری زندگی اک خلش تو رہ جائے گی بابا۔ لیکن یہ بات بھی بجا ہے کہ مقدر میں شاید کچھ اس سے بھی بہتر درج ہو جسکا ادراک مجھے بعد میں ہو گا۔ تب میری خود سے ناراضگی بھی مدھم ہو جائے گی لیکن اپنے مرہم کو اپنا بنانے تک مجھے خود سے ناراض رہنے دیں۔۔۔ شاید یہ میری سزا بھی ہے اور میری ہار بھی"

وہ مضبوط آواز میں ہلکورے لیتی یاسیت چھپا نہ سکا اور اپنی کہانی لکھ کر قلم توڑتا ہوا بابا کی آنکھوں میں دکھ اور تاسف بھر گیا، فیاض صاحب اسکے خود سے خفا ہونے پر افسردہ تو ہوئے مگر کیا کرتے، مقدر سے لڑنا ممکن نہیں تھا تبھی جگر پاش سی مسکراہٹ دیتے وہ شاہ ویر کو خود میں بھینچ گئے، بابا کا تسلی بہم پہنچاتا ہر انداز ہی شاہ ویر کو بہتر کر دیتا پھر وہ اسے خود سے الگ کرتے، بنا اپنی کمزور پڑتی زرد آنکھوں کے راز کھولتے مڑ گئے۔

"اب آجاو، تمہارا تو پتا نہیں کیونکہ جناب افسر ہیں مگر میں مالکوں کے دفتر میں معمولی سا ورکر ہوں۔ لیٹ پہنچا تو نوکری سے چلتا کر دیں گے۔۔۔۔ آجاو باہر انتظار کر رہا ہوں"

بابا کا مضبوط آواز کی سلوٹوں کو ہر ممکن چھپا کر جتا کر جانا شاہ ویر کو دکھی کر گیا۔

مزید بابا کو نوکری کرنے دینا اسے شدید نامناسب لگا۔

"بس تھوڑا وقت دیں بابا، آپکو ہر ذمہ داری سے سبکدوش کیے صرف حکم چلانے کا فریضہ سونپوں گا۔ بہت کر لیا آپ نے ہمارے لیے۔ اب میری باری ہے، آپکے اور ماں کے تمام احسان چکانے کا۔ وہ تو کھو ہی گئی ہے جو اہم تھی، کم ازکم اب اس گھر کی ہر ذمہ داری میں پوری ایمانداری سے نبھاوں گا"

خود سے عہد لیتا وہ اب اپنے آپ کو آسمان کی بلندی پر لے جانے کا تمنائی تھا، شاید اسی طرح کسی کے کھو جانے کا زخم، بھر جاتا۔

لیکن اس سب کے باوجود، شاہ ویر نے اپنے خیالات میں ابھرتی ماں کو یاد کیا تھا، وہ اسے اس کڑے وقت میں کیوں یاد آرہی تھی؟ خود سے سوال کرنے کو کسی اور وقت پر ڈالتا فی الحال وہ گاڑی کی چابی، فون اور والٹ لیے کمرے سے باہر نکل گیا جہاں فیاض صاحب قدرے بہتر ہو کر اسکے منتظر تھے۔

..________________..

"ہادی سکندر! اب تم میرا امتحان لے رہے ہو؟ بتا رہی ہوں تمہاری اس بے حسی پر رونے لگوں گی۔ اپنے نکاح، اپنی شادی پر کون سیاہ رنگ پہنتا"

راتوں رات ہی المیرا نے پورا گھر شان سے سجوا دیا مگر اڑیل صاحبزادے کی ضد کے پیش نظر ہادی سکندر کے کمرے کو ایک پھول کی بھی خوشبو نصیب نہ کروائی گئی، نکاح چونکہ شام پانچ بجے تھا تبھی ابھی سے تیاریاں شروع تھیں، ہادی اور ماہ نور کے چند مزید نئے سوٹس جب المیرا آئرن کروا کر اسکے وارڈرب میں رکھنے کی نیت سے کمرے میں آئیں تو سیاہ شلوار اور سیاہ ہی ویسٹ میں سر تا پیر چمکتے نخریلے بچے کو دیکھ کر صدمے کے سنگ اپنا دل تھام کر رہ گئیں۔

سارے کپڑے بیڈ پر احتیاط سے رکھے اور لپک کر ہادی سکندر تک پہنچیں جو ابھی فریش ہو کر ہی نکلا تھا اور اپنے بال ٹاول سے رگڑ رہا تھا، اسکی قمیص بیڈ پر نفاست سے دھری تھی جبکہ کسرتی بازو اور گردن کا ہیبت ناک ٹیٹو واضح دیکھائی دے رہا تھا۔

"ہادی سکندر پہنتا ہے، یو نو آئی لو و بلیک۔۔۔ ویسے بھی سفید پہننے کے لائق نہیں ہوں تو یہی مناسب ہے۔ پلیز المیرا روئیں گی تو جانتی ہیں میرا سر گھوم جائے گا۔ فی الحال میں کوئی ذہنی ٹنشن نہیں چاہتا"

ماں کا احترام کرتا وہ ہزار ہا بیزار ئیت کے بھی عقیدت اور تہذیب کے جذبات کا آخری کنارہ تھامے، فوراً سے پہلے قمیص پہنتا، المیرا کا دل اپنی جلی باتوں اور کڑوے لہجے سے جلاتا وہ جب تک مڑ کر روبرو آیا، المیرا آنکھوں میں نمی لیے اسے کرب سے دیکھ رہی تھیں۔

اب تو انھیں ماہ نور کے آنے اور اس ضدی اور نخریلے سپوت کو برداشت کرنے کی زیادہ فکر تھی مگر ہادی سکندر کی کڑوی اور کسیلی باتوں پر وہ ماں بلبلا اٹھی۔

"سفید کے لائق نہیں ہو تم؟ ہزار بار کہا ہے ہادی کہ بولنے سے پہلے کچھ سوچ لیا کرو۔ کیا کمی ہے تم میں، کونسے گناہ کر بیٹھے ہو جو خود پر سے یہ سیاہی کا

سایہ اتارنے پر رضا مند نہیں۔ دنیا جو بھی کہے، میرا ہادی اس دنیا کا سب سے فرمابردار بیٹا اور بہترین انسان ہے۔ میرا دل جلتا ہے، جب جب تم خود کو کم فہم اور برا کہتے ہو۔۔۔ گناہ کس سے نہیں ہوتے، لیکن اللہ معاف بھی تو کر دیتا ہے۔۔۔ دوبارہ تم نے خود کو برا کہا تو المیرا بہت روئے گی، اتنا کہ تم سنبھال نہیں پاؤ گے"

آنکھوں میں تکلیف لیے وہ ہادی سکندر کا ہر تھکن اور اجاڑ پن سے یکسر آزاد ہو کر موہنا ہو جاتا چہرہ ہاتھوں میں تھامے کرب والم سے سسکتیں گئیں اور وہ پتھر کی طرح اپنے برے ہونے پر ڈٹا ہوا الٹا ڈھیٹائی سے جان لیوا سا مسکرا دیا۔

اپنے چہرے پر جمے المیرا کے ہاتھ رسان سے ہٹائے اور ویسے ہی دلسوز کرتی مسکراہٹ دیتا پلٹ کر ایک بار پھر آئینے میں اپنا ہوش گنوا دینے کی حد تک جاذب سراپا دیکھنے لگا۔

آج اس ذہین فطین، حاضر جواب، اور ضدی شخص کا روپ، مقابل کو نظر اور صدقہ اتار لینے پر اکسانے والا تھا، کم کم سلیقے اور نفاست سے سجتے ہوئے عبد الہادی سکندر کی بلائیں اتارنے کے لیے آج آسمان و زمین متحرک تھی۔

"دنیا کی آنکھیں، ماں کی آنکھوں جیسی نہیں ہوتیں المیرا! دنیا کی آنکھیں زہریلی ہیں۔ ہمارے اندر تک جھانکتی نہیں بلکہ کاٹتی ہوئیں۔ وہ آج بھی نہیں آیا، حالانکہ اسے اس نکاح میں میری جانب سے شریک ہونا چاہیے تھا۔۔۔۔ اسے ہادی کیوں اتنا برا لگتا ہے؟"

قطعی بوجھل اعصاب کے سنگ وہ اپنے خوبصورت چہرے کو گہرائی سے تکتا جس اذیت سے بولا اسی خوشگوار مگر بھیگی مسکراہٹ کے سنگ المیرا نے کھلے دروازے میں کھڑے پر وقار سراپے کو محبت سے دیکھا اور بنا ہادی سکندر کو جواب دیئیں، اپنی آنکھیں رگڑ کر وہاں سے چلی گئیں اور جاتے جاتے دروازے میں کھڑے مبین عارض سکندر کا رخسار ممتا بھری محبت سے

سہلائے جلدی سے باہر نکل گئیں اور وہ آئینے میں اپنی آنکھیں گاڑتا ہوا وحشی تب بے جان ہوا جب اسی آئینے میں اسکے یار کا بے یقین عکس ابھرا۔

ہادی سکندر نے اپنی آنکھیں رگڑ ڈالیں مگر وہ اب بھی آئینے میں موجود، ہادی سکندر کی خود اذیتی پر پاکیزگی کی ہر گہرائی خود پر اوڑھے، مہربانی کا ہر وصف خود پر حاوی کیے، پر ملال سا کھڑا دیکھائی دیا۔

"ایک آنکھ ہمدرد کی بھی ہوتی ہے، جو کاٹتی نہیں بلکہ روح تک جھانک لیتی ہے۔ تمہیں لگتا ہے مجھے تم برے لگتے ہو۔ لیکن تم مجھے آج بھی میرا حصہ محسوس ہوتے ہو۔ کیسے بھول سکتا تھا کہ ماہ نور جیسی پیاری بہن سے زیادہ مجھ پر میرے ہادی سکندر کا حق ہے۔ روح شناس ہادی سکندر کا حق"

وہ اپنی آنکھیں سرخ انگارہ کیے ہنوز پتھر کی طرح جما ہوا، مبین کی آنکھوں میں آنکھیں گاڑے کھڑا تھا، جسکی مرہم بخشتی آواز کا بھاری پن، ہادی سکندر کی سماعت میں اتر کر سکون پہنچا رہا تھا۔

ہزار منتوں، ترلوں، خوشامدوں کے بعد بھی کسی کی اک نہ ماننے والا ہادی سکندر، بے یقینی کے سنگ اس عکس کو چھل اور دھوکہ قرار دیے بیٹھا۔

"یہ تم نہیں ہو، یہ میری آنکھوں کا دھوکہ ہے۔۔۔۔"

ہادی سکندر کی آواز قہرناک تھی جیسے اسکی آواز میں کوئی جذبہ تڑپ کر گڑگڑایا ہو۔

مبین عارض سکندر کا دل اس شخص کی جذباتی کیفیت سے کٹ سا گیا۔

"تمہاری آنکھیں جھوٹ نہیں بولتیں ہادی سکندر، دھوکے کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہوتا۔ چلو میں ہار مانتا ہوں۔ میں تمہیں نہیں جانتا، اب مجھے معاف کر دو۔ میں اعتراف کر لیتا ہوں کہ میں تمہیں ایک فیصد بھی نہیں جانتا۔۔۔۔ تمہاری خوشی کے لیے دیا اقرار۔۔۔ لیکن بس! مزید یہ تکلیف دہ سلسلہ یہیں روک دو"

سختی آج اس نرم آواز میں بھی سمٹ آئی، اک ہار لیے وہ چلتا ہوا ہادی سکندر کے روبرو آگیا، اسے دونوں شانوں سے تھام کر پلٹا، وہ نظریں مبین کو تکلیف پہنچاتی محسوس ہوئیں مگر شاید اس تکلیف کو ہی ہادی سکندر کی خوبصورت آنکھوں سے عشق تھا۔

اسکی چڑ، مقابل کے ایک بار پھر ہار مان لینے پر، غصے اور جنجھلاہٹ میں بدل گئی۔

"تم اس لیے آئے ہو کہیں میں تمہاری بہن سے ظالمانہ سلوک نہ کروں، ورنہ تم جیسی چیز کیسے یہ جھوٹا اعتراف اتنی آسانی سے کر گئی۔ تم سچے اور پاک ہوناں مبین عارض سکندر، تو جھوٹ کو جھوٹ کی طرح بولو پھر۔۔۔۔ میری خوشی کو بیچ میں لا کر مجھ پر احسان نہ کرو۔۔۔۔"

آس ٹوٹی تو مقابل مضبوط اعصاب والے کو لگا، جسم و جان میں تھکاوٹ اتر آئی ہو۔

وہ جو خود کو ہر ممکنہ تحمل اور صبر سے باندھے ہوئے تھا، ہادی کے پہلے ہی سلگتے طنز پر غضبناک ہوا، مقابل کے پتھریلے تاثرات سے کن پٹی کی رگیں تنیں، پھر جس طرح وہ اک اک لفظ زہر میں بجھا کر پر تپش لہجے کے سنگ اگل رہا تھا اس کے باعث مبین عارض سکندر کے چہرے پر ناگواری کی شکنیں نمودار ہوئیں۔

"تمہیں واقعی لگتا ہے تم دنیا جہاں کی نفرت دل میں سما کر بھی کبھی ماہ نور سے کوئی زیادتی کر سکتے ہو؟ کیا سمجھ رکھا ہے تم نے مجھے ہادی سکندر! یہ اعتراف جھوٹا نہیں ہے"

کسی نے اپنا ہر ممکنہ عتاب، دکھ اور غضب دبائے، محبت اور مان کے سنگ اسے چیلنج کیا تھا، مبین عارض کا جھکنا اک بار پھر ہادی سکندر کے سینے پر سل دھر گیا، اسے ابھی اس شخص سے ہمت ختم ہونے تک بحث اور جنگ کرنی تھی۔

"لیکن تم مصلحتاً بہت سے جھوٹ بول چکے ہو، اب تم کہو گے مجھ سے جھوٹے کے سامنے تم بھی اسی رنگ میں رنگ جاتے ہو۔ تم جھوٹ کہتے ہو کہ تم مجھے جانتے ہو، تم میرے شکووں کا کوئی تسلی بخش جواب نہیں رکھتے تبھی ادھر ادھر کی ہانکنے لگتے ہو۔ تمہارے پاس ابھی بھی ایسی کوئی طاقت نہیں کہ تم میرا وہ چہرہ دیکھ سکو جو اب تک اس دنیا کے کسی آئینے نے دریافت نہیں کیا"

وہ کرب سے گزر کر مسکراتا ہوا، دل چیرتا ہوا، رواداری کے سنگ کسیلے جملے اچھالتا گیا جبکہ مبین عارض سکندر کے تمام احساسات ان دل افسردہ کرتی شکائیتوں پر تناو کا شکار تھے۔

"میں نے کبھی سچا ہونے کا دعوی کیا؟ وہ لمحہ بتادو جب میں نے خود کو تم پر افضل جانا ہو۔ وہ گھڑی بتادو جب دنیا کی طرح میں نے تمہارے اعمال کا حساب لیا ہو۔ یا پھر کوئی ایسی ساعت گنوادو جب میں نے تمہارے اچھے یا برے ہونے کا فیصلہ سنایا ہو۔۔۔ مجھے تو آج تک یہی سمجھ نہ آیا کہ آخر ہادی سکندر کو کیسے میری بے لوث محبت اور خلوص کے مجھ سے ناراضگی قائم

رکھنے کے لیے کچھ ایسا ملا ہے جو سنگین وجہ کا باعث ہے۔ حالانکہ میں جس جذبے پر پوری ایمانداری سے ڈٹا تھا وہ تمہارے ساتھ مخلصی اور دوستی ہی تھی"

ہادی سکندر کی ناراضگی، بے اعتنائی اور اجنبیت، اس بندہ بشر کے دل پر لدا گراں بوجھ تھا۔

"خود کو مظلوم ثابت کر کے تم یہ اصولی سوال کرنا کب چھوڑو گے، مجھ سے الٹی بات کیا کرو۔ سیدھی سمجھنا میرے الٹے دماغ کے لیے اذیت بنتی ہے"

وہ اسے ایک بار پھر اس ہٹ دھرم وار سے ڈھا گیا اور اب مبین عارض سکندر کے غصے سے بچننا ناممکن ہو گیا تھا۔

اسے سیخ پا ہوتا محسوس کیے ہادی کو دلی تسکین ملی، جو اسکے چہرے کی خوشی سے عیاں بھی ہوئی۔

"میں عاجز آ گیا تمہیں جاننے کا دعوی کرتے کرتے۔ میری ناقص عقل تمہیں کھوجنے کے سفر میں مر گئی، میرا میٹر گھوم گیا۔ میرا حافظہ بہت کمزور ہو گیا جسکے باعث میں اپنی یاداشت میں محفوظ ہر شے بھول گیا۔۔۔ اب یہ میرے بندھے ہاتھ دیکھو تم، یہ لڑنا کسی اور وقت کے لیے رکھ دو۔ ابھی مجھے تمہاری کسی بات کی نہ کوئی سمجھ آئے گی نہ کسی طنز کا اثر ہو گا۔ نہ تمہارے اگلے زہر سے مروں گا۔۔۔۔۔۔ سمجھے۔"

وہ جو ہادی سکندر کو ہر شے بھلائے، گلے لگانے آیا تھا اب اس گرم دماغ والے کی زرا سی بھڑکانے کی سازش پر ایسا بیزار ہوا کہ ہاتھ تک جوڑ لیے اور مبین عارض کی جھنجھلائی ہوئی حالت پر ہادی سکندر کا سارا اعتاب کہیں دور جا مفقود ہوا، الٹا وہ مبین کی چڑ پر محظوظ ہوئے اسے سلگتے تبسم کے سنگ دیکھ کر مزید زچ کر رہا تھا۔

"سمجھ گیا، مطلب خانہ پوری کرنے آئے ہیں آپ سالہ صاحب۔۔۔۔ دین ویلکم"

ایک مزید طنز پر مبین کا غصہ بھی دہکا مگر ہادی کی غم و عتاب سے ہٹتی طبعیت بھانپ کر وہ بھی ہاتھ کا مکا بنائے عین ہادی سکندر کے کندھے پر رسید کر گیا جس پر ہادی کی زچ کرتی مسکراہٹ بھی بڑھی۔

"ہمم۔۔۔ جو مرضی سمجھو تم ڈنگر۔۔۔ پہلی فرصت میں یہ کالا رنگ بدلو۔ اور اگر چوں چاں کی تو کان کے نیچے دو دوں گا۔ باہر ویٹ کر رہا ہوں۔ جانتے ہو ناں مبین عارض سکندر کا غصہ کتنی بڑی بلا ہے، سو آج بچ کے رہنا مجھ سے۔ کندھے کے بعد اگلا ہدف تمہاری یہ کھڑی مغرور ناک ہو گی"

سر جھٹکے وہ تنبیہی انداز میں اپنی بھوری غصے سے بھری آنکھوں سے ہادی سکندر کو گھورا اور رعب جماتے ہوئے سر تا پا اسکا جائزہ لیے مڑا اور کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ ہادی سکندر نے دل جلی سی مسکراہٹ دی اور بیڈ پر رکھے تمام کپڑوں کو باری باری وارڈرب میں رکھتا ہوا پوری ڈھیٹائی کے سنگ بنا کپڑے بدلتے ہی چہرے پر فاتحانہ سلگتا تبسم سجائے کمرے سے باہر نکلا۔

جبکہ اتنی بڑی دھمکی کے باوجود ہادی سکندر کو اسی سیاہ میں لپٹ کر اک غرور سے باہر آتا دیکھ کر مبین عارض سکندر نے خونخوار ہو کر اک نظر ہادی کو دیکھا اور اک اسکی سلگاتی مسکراہٹ کو اور چہرے پر خفگی سجا تا منہ موڑ گیا جبکہ المیرا ابھی اس بچے کی ہٹ دھرمی پر دل مسوس کر رہ گئیں۔

جبکہ ان دونوں کے بلبلاتے تاثرات دیکھ کر ہادی سکندر کو حقیقی ٹھنڈ پڑی تھی۔

..______________________..

چار تک مناحل، جلال اور امل، عارض ولا پہنچ آئے تھے اور سارے راستے امل نے مس مناحل کے اپنی جینز اور فراک پر کڑور کو سنے سن لیے تھے، اب وہ کیا بتاتی کہ کپڑوں کا انتظام منزل پر ہو چکا ہے۔

تبھی چپ چاپ اماں کی ہدایات اور نصیحتیں سنتی رہی، عارض ولا کے مکینوں نے مہمانوں کا شاندار استقبال کیا، خاص کر مدتوں بعد دوبارہ جڑ جاتے اس کپل کی خوشی سب سے بڑھ کر تھی۔

مان کے لیے بھی آج کے فنکشن کا لباس، ماہ جبین نے خود پسند کیا جو فرش بوس نفیس سا میرون لہنگا تھا جبکہ دوپٹہ اس نے بہت نازکی سے کندھے کی اک طرف ڈالے، بال کھلے چھوڑ رکھے تھے، وہ تب سے ماہ نور اور بیوٹیشن کے ساتھ ہی تھی۔

جو نکاح کی خوبصورت دلہن کو سنوارنے میں منہمک تھی، جبکہ جلال پاشا اور عارض صاحب نے جہاں اپنی بیٹھک جمالی وہیں ماہ جبین بھی مناحل کو لے کر برائیڈل روم کی سمت بڑھیں۔

امل بھی ارد گرد کا سرسری سا جائزہ لیتی پیچھے ہی چل رہی تھی جب مقابل آکر جم جاتے، جلوے بکھیرتے جناب نے ایک بار پھر حیسنہ نمکین کے راستے کا خوشی خوشی پتھر بن جانا مناسب سمجھا۔

آج تو وہ چاہ کر بھی عبداللہ عارض سکندر کی کشش کے روبرو بیزاریئت عیاں نہ کر سکی جو اپنے مزاج اور رنگ سے منفرد سا کرتے پاجامے اور ویس کوٹ پہنے جچ رہا تھا، پھر پیروں میں لافرز پہنے، چہرے کی تازگی پر ہمیشہ محبوب کو دیکھ لینے والی آسودگی پھیلائے، شرارت اور ناز کی ملی جلی کیفیت سے دیکھ رہا تھا۔

"فائنلی! مائی لو واز ہیر۔۔۔ کم تمہارے لیے کچھ ہے۔۔۔۔"

امل جو اسکے سحر میں اک لمحہ ہر پس و پیش بھلا بیٹھی تھی، جناب کے گستاخ لہجے میں جتائے جانے اور ساتھ چلنے کے حکم پر غرور کے سنگ گھوری۔

"کہاں؟"

بڑی تشویش سے دریافت کیا گیا تھا بلکہ وہ عبداللہ کے چلنے کے ساتھ قدم ملاتی چل بھی پڑی جو چند قدموں پر ہی اپنے روم کا ڈور آجانے پر رکا اور شوخ مسکراہٹ لیے امل کی کھوئی ہوئی متجسس آنکھیں بے باکی سے دیکھیں۔

"ان دا روم گرل! جاو سب اندر رکھا ہے۔۔۔ اور چڑیل سے کوئین آف مائی ہارٹ بن کر آجاو"

وہ بے تکلفی کی حد کرتا امل کو بھی حیران کر رہا تھا جسکی آنکھیں اس درجہ بے باکی پر کچھ زیادہ ہی پھیلیں، ساتھ ہی وہ منہ بسور کر اتراہٹ کے سنگ منہ موڑ گئی۔

"تمہارے روم میں چینج نہیں کرنے والی مسٹر!"

راج ہنس سی گردن اکڑا کر گویا ڈھیٹائی سے انکار کیا گیا جس پر عبداللہ نے اچٹتی نظروں سے حسینہ کے بھرم ملاخظہ کیے۔

"او ہیلو! بہت ہی شریف انسان ہوں۔ کمرے میں کیمرے نسب نہیں کیے جو تم نخرے دیکھا رہی۔ لاک کر لینا روم۔۔۔۔"

مقابل کی اتراہٹ کا جواب بھی بڑے غرور سے دیا گیا جس پر امل نے آنکھیں نکالے عبداللہ کو خاموش تنبیہ سونپی جس پر عبداللہ صاحب کی مسکراہٹ بھی مسکین ہوئی۔

"تمہارا کوئی بھروسہ بھی نہیں، کیا پتا کل کو مجھے بلیک میل کرنے لگ جاو"

شرارت پر اترتی وہ اب بچارے سے خاصی زیادتی کر گئی جسے عبداللہ نے بھی ہاتھوں ہاتھ اٹھائے کرارہ جواب دینے کی تیاری پکڑی۔

"ہاں کروں بھی تو اب کیا کر لو گی مس امل، بھولو مت جلد تم مسز عبداللہ عارض بننے والی ہو۔ ہاں اپنی ذاتی مفاد حاصل کرنے کے لیے میں تمہیں کسی قسم کی بلیک میلنگ سے بھی گریز نہیں کرنے والا۔ میرے جائز حقوق پر

سانپ بن کر بیٹھنے کی جرت کی ناں امل ڈارلنگ تو پہلے بتا رہا ہوں خاصا خونخوار آدمی ہوں"

عبداللہ کے ذو معنی جملوں کی حدت، خاصی شدید تھی جس پر وہ اچھی بھلی پر اعتماد میڈم بھی بوکھلائے، لب دبا کر عبداللہ کی استحقاق سے بھری آنکھیں دیکھتی رہ گئی۔

جہاں آج اک الگ ہی سرور دیکھائی دے رہا تھا۔

"یہ کچھ زیادہ ہی پٹری سے نہیں اتر رہا، مجھے قابو کرنے کی چالیں چل رہا ہے"

خود پر جمی عبداللہ کی گھبراہٹ میں مبتلا کرتی آنکھیں تکتی وہ اپنے دھک دھک کرتے دل کے شور کو سنتی سوچنے لگی۔

"میری مانو تو ابھی بھی وقت ہے بچ نکلو کیونکہ لوگ کہیں گے اچھا بھلا آدمی تھا، شادی کر کے مارا گیا۔۔۔"

بے ترتیب سے خلیے میں غضباک ہو کر وہ اسکے سامنے کھڑی، اپنی گھبراہٹ پر غصہ حاوی کیے گھورتی سلگی تو مقابل ہونٹوں پر مچلی سرشار مسکراہٹ نے اپنی دلکشی دگنی کی۔

ان آنکھوں کا مرکز بنا تھے وہی غصے اور گھبراہٹ کے رنگوں سے بھرا چہرہ تھا جواب خفت کے مارے، عبداللہ کو پرے دھکیل کر کمرہ کھولے نہ صرف اندر گئی بلکہ جناب کے منہ پر ٹھک سے دروازہ بند کیا۔

اور عبداللہ چہرے پر اتر آتی آسودہ مسکراہٹ لیے پر اسرار سا ہوئے پلٹ گیا، آج وہ آفت جناب کے دل میں دبے سارے جذبات کو اسکے من پسند رنگ میں سمو کر درہم برہم کر دینے کو تھی۔

وہ جو دروازہ بند کیے اندر تو آگئی مگر اس دیار غیر کا چپہ چپہ اجنبیت سے اسے تک رہا تھا، وہ کہیں سے بھی ایک پاگل کا کمرہ نہیں لگ رہا تھا۔

وہ ایک نفیس اور سلجھے انسان کی پوری دنیا تھی، جس کے چپے چپے نے اس پری پیکر کے قدموں کی آہٹ سنتے ہی اپنی خوشی رنگ برنگی روشنی سے عیاں کی۔

شاید یہ پہلے سے ہی ترتیب شدہ تھا کہ امل کے روبرو، پورا کمرہ ہلکی ہلکی روشنی اور رنگ برنگے قمقموں سے سجا ہوا مہکنے لگا تھا۔

اپنے دل کی ابتر ہوتی دھڑکنوں کو بہتر کیے وہ غیر ارادی ہی جہازی سائیز بیڈ پر رکھے ڈھیر سارے شاپنگ بیگز کی جانب بڑھی۔

اک خوشی سے بھرا احساس لیے وہ ان بیگز کو چھو کر دیکھنے لگی، ہر ایک میں اس دیوانے کے جذبات کا الگ ہی سمندر دھرا تھا۔

سب سے پہلے امل نے سامنے رکھا بڑا سا باکس کھولا جس میں بہت ہی خوبصورت میرون ایمبرائڈڈ میکسی ڈریس اپنی تمام تر رعنائی سمیٹ کر امل

پر سجنے کے لیے بے قرار تھا، یہی نہیں ساتھ گولڈن ہیلز اور گولڈ ائیر رنگز بھی اک جانب ترتیب سے رکھے گئے تھے۔

ایمبرائیڈڈ نیٹ فراک کے ساتھ وسکوز ٹروازر، جبکہ امل سے کہیں گنا بڑا دوپٹہ بھی نیٹ ایمبرائڈری سے مزین تھا۔

"اللہ اللہ، یہ پورا تھان کا تھان لپیٹوں اب۔۔۔اس تلے دب کر تو مر جانا میں نے۔ اللہ پوچھے تمہیں باولے بندر۔۔۔نکاح نہ ہو گیا، عرس ہو گیا۔۔۔۔اف۔۔۔۔۔"

یہ الگ بات تھی کہ اسے یہ جوڑا دل کی اتھاہ گہرائی سے پسند آیا تھا مگر وہ امل کی نازک جان پر اک وبال ہی تھا، ایسے پیارے پیارے جوڑے اسکے بقول صرف نیلم اچھے سے کیری کر سکتی ہے۔

ابھی اسکا صدمہ بڑھا ہی تھا کہ دوسرے بیگ میں دیکھائی دیتا ایک اور نازک سا جوڑا دیکھ کر امل کی ساری اداسی جہاں اڑن چھو ہوئی وہیں وہ مسکرا اسے

نکالتی لہرا کر خود بھی پلٹی اور وہ اپنی نازک جان پر آفت ڈھاتا جوڑا بھی اپنے ساتھ لگایا۔

وہ نہ صرف خوبصورت تھا بلکہ رنگ کے لحاظ سے بھی امل کو بہت پیارا لگا، پیچ اینڈ ڈارک گرے کمبینیشن میں بنا وہ ڈریس جسکے ساتھ شارٹ ایمبرائڈری نیٹ کاٹن شرٹ اور وسکوز ٹراوز تھا جبکہ ڈارک گرے آرگینزا کا ہلکا پھلکا دوپٹہ تھا جسے سنبھالنا امل کے لیے دوسرے والے تھان سے قدرے آسان تھا۔

جبکہ اسکے ساتھ بھی پیچ اینڈ گرے مکس ساٹچ دیتی ہیل اور عبداللہ کی چوائز کی اسیسریز تھیں۔

مسکرا کر وہ ڈریس لیے وہ چینجنگ روم میں داخل ہوئی اور لگ بھگ دس منٹس میں واقعی حسین دمکتی حسینہ بنی وہ اپنا ہلکا پھلکا آنچل بھی پیچھے پوچا لگانے کی طرح لٹکائے رخ موڑ کر آئینے کے سامنے آن جمی۔

پھر شرارت سی سوجھی تو مڑ کر وہ دوسرا ڈریس اٹھا کر عبداللہ کے ڈریسنگ روم میں موجود بڑی کی وارڈرب میں ہینگ کر آئی۔

واپس آ کر ڈریس کے ساتھ کی میچنگ ہیل پہنی، میک اور وہ پہلے ہی نیچرل کر کے آئی تھی تبھی ٹچ آپ تک کی بھی ضرورت نہ تھی اور وہ قدرتی ہی اس ڈریس سے میچ ہو گیا۔

کانوں میں چھوٹے چھوٹے جھمکے ڈال کر اترا کر اپنا عکس دیکھتی وہ خود پر اک ستائشی نظر ڈالتی، بیڈ پر آ کر رکھا ہوا اپنا فون اٹھائے، اس دریار جان میں اپنی موجودگی کے لاتعداد عکس اور اپنی خوشبو کے بہت سے لمس بکھیرتی کمرے سے نکل گئی۔

اسے اپنی پسند کی زیبائشی اشیاء میں لپٹا، ان سب بے مول چیزوں کا مول بڑھاتے ہوئے تکتا دیوانہ، اسکی اک جھلک سے ہی تھرا اٹھا۔

دل وجان کے سارے شانت جذبوں میں تلاطم خیز طغیانی آئی، اسکا دل، اس پری پیکر کے کان میں پہنے جھمکوں کی طرح ڈولنے لگا، مبہوت ہوئے وہ اپنے حصے آئی اس کائنات پر اپنے دل کو سجدہ ریز کر گیا۔

وہیں نیلم جب تک واپس گھر پہنچی، محلے کی بہت ساری عورتیں آچکی تھیں۔ مہرو کی مایوں کا فنکشن پوری دبنگ تیاری سے کیا جانے والا تھا۔

آج سے مہرو کو اسکے ساجن جی کا مکمل پابند کیا جانا تھا تبھی پورا گھر سجا ہوا تھا مگر وہ جو امل کے ادھورے دل دھڑکاتے جواب پر پہلے ہی ہلکان سی تھی، مہک صاحبہ سے ملتی رشتے والی خبر نے اسے اپنی جگہ جامد کر کے رکھ دیا۔

سوچ، ذہن، قدم، دل، سانس اور دھڑکن تک اپنی دسترس میں اتنی آسانی سے آجاتے اس مقدس انسان کا سوچ کر تھم سی گئی۔

مبین عارض سکندر کا نام، اسکے نام کے ساتھ جوڑا جا رہا تھا، جب صبح مہک نے اپنا اقرار مناحل کو دیا وہ اسی وقت یہ خبر ماہ جبین کو دے چکی تھیں اور کل

باقاعدہ وہ سب مبین کے لیے نیلم کا ہاتھ مانگنے اور رسم کرنے جانے والے تھے ساتھ مہرو کی مہندی کا فنکشن بھی اٹینڈ کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

مہک صاحبہ نے اپنی سمت سے نیلم کی رضامندی پوچھے بنا ہاں کہنے پر نیلم کی ناراضگی کی امید کی تھی مگر نیلم کے اعتراف نے انھیں رہی سہی فکر سے بھی آزاد کر دیا۔

اور اب مہرو کی مایوں کے ساتھ ساتھ ان کو کل نیلم کے لیے آتے ان خاص مہمانوں کی مہمان نوازی کرنے کی فکر آن لگی تھی۔

تیاریاں آج سے ہی شروع کر دی گئیں تھیں۔

مہرو کو ہلکا سا تیار کیے وہ بہت دیر اس سے لپٹی رہی، نا جانے کیوں مہرو کے دور جانے کا دکھ اور اپنی کیفیت کا اظہار وہ بس کسی اپنے کے گلے لگ جانے پر ہی کر سکتی تھی۔

مایوں کا فنکشن کچھ ہی دیر میں شروع کیا جانے والا تھا وہیں دوسری جانب ہادی سکندر اور ماہ نور کے نکاح، قاری وحید انجم کی سرپرستی میں انکی مسجد میں طے پایا جانا تھا اور اسکے بعد مین فنکشن عارض ولا میں ہی ہونا قرار پایا تھا۔

..________________________..

اسے پور پور ہادی سکندر کے لیے سجایا جارہا تھا، آج تو آئینہ بھی اس کم سن حسن کی دلکشی سے لاج کھا رہا تھا، ارد گرد کھڑی مٹیاروں سے بے خبر وہ بنڑی تو اپنا روپ دیکھ کر گنگ تھی، سانس ساکن، رگوں میں بے تابی سے دوڑتا لہو منجمد ہو گیا تھا۔

تھر تھراتی ہوئی پلکوں کو بار بار اٹھائے وہ اپنا بن ٹھن کر سر سراتا سنگھار دیکھ دیکھ لاج کھا جاتی، خود کو ہادی سکندر کی نظروں میں مرکوز سوچا تو دل کی دھک دھک نے کانوں میں آکر شور مچا ڈالا۔

اسکا حسن، شباب، چہرے کے ہر خدوخال کی سرشاری، آفت انگیز تھی۔

نرم گداز شنگرفی لب جنکی مسکراہٹ جان لیوا تھی، لمبی گھنی سیاہ پلکیں، آنکھوں پر خوبصورت لباس کا ہم آہنگ آئی شیڈو، مگر نازک نکاح کی دلہن پر زیادہ تشدد نہ کرنے کی نیت باندھے صرف ماتھا پٹی پہنائی گئی تھی جو کانوں میں ڈولتے باورے جھمکوں سے منسلک تھی، گلے میں کچھ نہ تھا، اور پھر ہاتھوں میں ہلکی ہلکی اجلت میں لگائی گئی گہرا رنگ چھوڑتی مہندی، کلائیوں میں بھر بھر کر پہنائی گئی چوڑیاں، نازک دودھیا پیروں میں بندی خاموش پازیبیں، پھر دمکتے سراپے پر جچتا وہ سفید اور گاجری رنگ کا لباس جسکا سفید ستاروں کی روشنی اوڑھ کر چمکتا آنچل ماہ نور کے سر پر کچھ اسطرح اوڑھایا گیا کہ ایک سرا اسکے سامنے جبکہ دوسرا کمر کے وسط میں پن آپ کیا گیا تھا، اور پھر اس فرش بوش لہنگے میں لپٹی وہ نازک بدن، جس کو دیکھ کر ہر بصارت مسرور ہو گئی۔

جبکہ دوسری جانب مبین چہرے پر خاصی برہمی سجاتا ہوا، اک خفا نظر سیاہ نشین ڈھیٹ پر ڈالے مسجد کے باہر اپنی گاڑی روک چکا تھا۔

سفید کلف لگے سوٹ پر سیاہ ویس کوٹ پہنے، پیروں میں برینڈڈ براون شوز، چہرے اور بالوں کا وہی مہذبانہ انداز جو سحر حاوی کر دیتا۔

قاری وحید انجم پہلے ہی مسجد کے داخلی دروازے میں شفیق صورت پر مسکراہٹ لیے ان سب کے منتظر تھے، مگر مبین نے کسی اہم کال آنے پر قاری صاحب سے معذرت کی اور اندر تشریف لے جانے کا کہے خود وہیں گاڑی کے پاس رک کر مقابل آتی اہم کال بلا تاخیر اٹھائے، فکر مند تاثرات لیے فون کان سے لگا گیا جہاں مایوں کے فنکشن سے سجے صحن میں کھڑا شاہ ویر کال اٹھائے جانے پر مسکرایا۔

"اسلام وعلیکم! کیسے ہیں مبین۔؟"

فون لگتے ہی شاہ ویر نے مودبانہ سلام کیا جس پر شاہ ویر کو بہت دوستانہ انداز میں جواب کے ساتھ کال کی وجہ بھی دریافت کی گئی۔

"دراصل آج آپی کی مایوں تھی تو میں نے سوچا اگر آپ حاضری دے دیں۔ بابا ملنا چاہ رہے تھے آپ سے، اکیلے میں۔ کل ویسے بھی آپکے گھر والے آرہے ہیں۔ مگر وہ چاہتے ہیں ایک بار آپ سے خود ملاقات کرلیں۔ آپ تو جانتے ہیں والد حضرات کی فکریں، لیکن اس سے بڑھ کر وہ نیلم کے لیے ہم سب بہن بھائیوں کے مقابلے میں قدرے زیادہ حساس ہیں۔ اگر اپنی بہن کے نکاح کے بعد آپ تھوڑا وقت ہمیں دے دیں تو بہت خوشی ہو گی"

شاہ ویر نے بہت سلیقے سے مبین عارض سکندر کو اپنی بات سمجھائی اور قائل بھی کرلیا، والد والی فکر پر تو مبین خود بھی مسکرا دیا۔

"مجھے آکر اور آپکے بابا کو مطمئین کر کے دلی خوشی ہو گی شاہ ویر، بلکہ میں خود بھی آپ سے ایک اہم بات کرنا چاہتا ہوں تو آج جب موقع ہو گا وہ بھی ہو جائے گی۔ میں نکاح سے فارغ ہو کر خاضری دیتا ہوں ان شاء اللہ۔"

بہت سہولت کے سنگ وہ نا صرف شاہ ویر کا مان رکھ گیا بلکہ ضروری بات کا ذکر کیے بہت مہارت سے شاہ ویر کے دماغ کی گھنٹی بھی بجا گیا۔

اب وہ خود مان کا رشتہ لے جانے سے تو رہا تبھی مان کی زندگی کے بارے لیا فیصلہ وہ خود شاہ ویر کو بتانا چاہتا تھا تاکہ وہ اگر مان کے لیے سنجیدگی سے سوچ لیتا ہے تو اپنے والدین کو ایک مناسب طریقے سے مان کا رشتہ لینے کے لیے بھیجے۔

مبین نے اجازت طلب کیے کال منقطع کی اور دل میں دیدار یار کی ہلکی سی جھلک کی امید جگاتا، اس پری پیکر کو آج چپکے سے کہیں دیکھ لینے کی خواہش کرتا اپنے پر وقار انداز میں مسجد کی اندرونی سمت بڑھا جبکہ شاہ ویر نے مڑ کر

باہر ہی کرسی پر بیٹھ کر اپنے کسی محلے کے دوست سے گپیں ہانکتے بابا کو اک تسلی بھری نظر سے دیکھے انکے پیغام کو ارسال کرنے کی تصدیق کی اور باقی تیاریاں دیکھنے اندر بڑھ گیا۔

جبکہ پیلے جوڑے میں مایوں کی دلہن، آفت بنی دمک رہی تھی، خود نیلم بھی اس جیسی ہی پیلی فراک، چوڑی دار پاجامہ اور خوبصورت سی سبز چنری اوڑھے مہک رہی تھی۔

پیروں میں نازکی چھلکاتا گھسہ اور لمبے گھنے آبشار جیسے بالوں کو ڈھیلی چٹیا میں گوندھ رکھا تھا، ماتھے پر اک باوری لٹ کو اس حسن کے خراج کے لیے لہرانے کی کھلی چھوٹ مل چکی تھی۔

جبکہ اپنی حسن سے لدی، روشن قسمت والی بیٹیوں کے اچھے نصیب کی دعا کرتا مہک صاحبہ کا دل بھی پر سکون سا ہو گیا تھا۔

..________________________..

آتی سردی کی خنک بھری مبارک شام ہر سو پھیل چکی تھی، دو یکسر الگ کیفیات کی مالک ارواح کے ملن کی مقدس، متبرک اور مبارک گھڑی تھی، ایجاب و قبول کی دل لبھاتی ساعت، جب ان دونوں کی زبان سے اظہار کی صورت ادا ہوا اقرار وہاں موجود ہر فرد کو اک خوشی سے سرشار کر گیا۔

مسجد کے صحن میں، سبھی اپنوں کی موجودگی کے حصار میں، قاری وحید انجم نے اپنے سامنے براجمان خوبصورت سے جوڑے کا نکاح پڑھوایا اور گواہان کو اس مبارک فیصلے کا عینی شاہد بناتے ہوئے ان دونوں عزیز بچوں کی زندگی بھر کا سکون اور خوشی مانگ لینے کے لیے ہاتھ بلند کیے، ہر فرد اپنے ہاتھ پھیلائے، قاری صاحب کی زبان سے ادا ہوئے دعائیہ کلمات کے جواب میں صدق دل سے آمین کا ورد پکار رہا تھا۔

لیکن دعاؤں اور اپنوں کے اس حصار میں دھڑکتے دلوں والے وہ دو الگ کیفیات کے زیر اثر ایک دوسرے کو پا لینے کی سرمستی میں مبتلا، چپکے سے اپنی اپنی دعائیں ایک دوسرے کے نام کر رہے تھے۔

وہ سر تاپا سجی سنوری، اسے خیالوں سے نکل کر یکلخت زندگی میں یوں شامل ہوئی کہ حسیں مفلوج اور سفاک سا دل، سینے کے اک کونے میں بے سدھ پڑا تھا۔

اور وہ اڑے حواس بحال کیے، دیوانہ وار ہادی سکندر کا چہرہ دیکھتی چلی گئی، کسی قیمتی منظر کی طرح، ایک ایسا بے یقین منظر جو خواب سے بھی بے اعتبار ہوتا ہے، پلک جھپکنے پر ہی اوجھل ہو جاتا ہے۔

وہ فتحمندانہ ٹھہرا، اعتماد کے سنگ آیا، اس کو فتح کیا، اور پھر اس لڑکی کے تمام جملہ حقوق اپنے نام محفوظ کر لیے۔

سالار خان، تمام مصروفیت چھوڑے اس حسین بندھن کے جڑنے کو دیکھنے آیا جبکہ حماد چوہدری اپنے بیٹے اور وائف کے سنگ پورے پروٹوکول کے ساتھ ہادی سکندر کا یہ دن مزید خاص بنانے آیا تھا۔

المیرا شاید اپنی زندگی میں ہادی کی پیدائش کے بعد آج دوسری بار اسقدر خوش تھی جیسے اسے مرتے مرتے نئ زندگی تھما دی گئی ہو، اپنے دامن میں سمیٹ کر رکھی ہر دعا اس نے ہادی اور ماہ نور کے دامن میں ڈال دی۔

مبین عارض سکندر کی محبت کے وہ دونوں لاڈلے حقدار تھے، وہ جانتا تھا ہادی سکندر اس کے ساتھ ابھی مزید جنگ چاہتا ہے تبھی خوشی خوشی یار کی خفگی بھی سر آنکھوں پہ رکھے، اپنی بہن اس کے حوالے کر دی۔

نازوں سے پلی ہوئی وہ لڑکی، دعاؤں، محبتوں اور بہت سی نصیحتوں کو اپنے دامن میں سمیٹ کر ہادی سکندر کے ساتھ رخصت ہو گئی۔

مسجد میں صرف نکاح تھا جبکہ باقی فنکشن رات تک عارض ولا میں چلنا تھا مگر یہاں بھی ہادی سکندر نے اپنی من مانی کے سنگ اس شور شرابے سے جان چھڑوائے، المیرا اور عارف بابا کو جلد رخصتی کا حکم سونپا۔

چونکہ شرط کے مطابق آج ہی ماہ نور نے رخصت ہونا تھا سو سبھی نے بنا کسی خفگی کے ہادی سکندر کی خواہش کا احترام کیا اور سات بجے تک رخصتی ہو گئی۔

ماہ جبین کی پری، پوری خوشی اور رضا کے سنگ مسکراتی ہوئی ہادی سکندر کا اپنی جانب بڑھایا ہاتھ تھامتی سہج سہج کر قدم اٹھائے، یہ گھر چھوڑ گئی۔

المیرا نے سب کو بھرپور تسلی دی کہ وہ ماہ نور کا پورا دھیان رکھیں گی جبکہ حقیقت تو یہ تھی کہ آج کسی کو بھی ہادی سکندر کی جانب سے کسی سخت رویے کا خوف نہ تھا۔

کیونکہ سب جانتے تھے کہ وہ ماہ نور کو کس قدر چاہتا ہے، جہاں المیرا اور عارف بابا، نئے نویلے جوڑے کے سنگ رخصت ہوئے وہیں پاشا فیملی نے بھی فنکشن ختم ہوتے ہی اجازت طلب کی لیکن پھر بہت اصرار پر وہ چائے کے لیے رک گئے جبکہ امل بنا کچھ کیے ہی بہت تھک گئی تھی، پہلے مری سے

یہاں کا سفر پھر یہ فنکشن، اور سارے فنکشن کے بیچ عبداللہ عارض سکندر کی امتحان لیتی سراہتی نگاہیں جو اپنے من پسند لباس میں امل کو دیکھ کر ویسے ہی پاگل ہوا پھر رہا تھا۔

اماں اور ابا کو جلدی باہر نکل آنے کی ہدایت کرتی وہ ساتھ ساتھ نیلم کو پہنچنے کی اطلاع بھی دے رہی تھی، آج تو وہ تھک گئی تھی تبھی صبح صبح سب سے پہلے پہنچ آنے کا وعدہ کیے وہ نیلم کی اچھی بھلی ڈانٹ کے باوجود اسے منانے میں کامیاب ہوئی وہیں امل نے سامنے سے آتے ملازم کو خالی ہاتھ آتے دیکھا تو فون بند کیے وہ اسے دیکھنے لگی جس کو اس نے عبداللہ کے روم سے اپنے کپڑے لانے کا کہا تھا۔

"وہ عبداللہ بھائی کہہ رہے ہیں انھیں یہیں رہنے دیں، آخر کار آپ نے کچھ دن تک یہیں مستقل آباد ہو جانا ہے"

وہ نوجوان سا ملازم، خوبخود ویسے لہجے اور شرارت سے امل کو اطلاع کیے، اسکی گھوری ملتے ہی بوتل کے جن کی طرح غائب ہوا جبکہ وہ غصہ ضبط کرتی تب مڑی جب ٹیرس سے جھولتا ہوا ابا والا بندر اسکو مزید مشتعل کر گیا۔

"تم پر پہلے ہی مجھے غصہ ہے یار، مزید یہ دانت دیکھا کر میرا پارہ ہائی مت کرو۔"

تھکے تھکے نڈھال لہجے میں بولتی وہ لاکھ غصے کے بھی گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑی اسے خاصی معصوم لگی، تھکن میڈم کے ہر مو سے عیاں تھی جبکہ عبداللہ دونوں بازو ریلنگ پر جمائے، ٹھوڑی ٹیکے چاہت لٹاتی نظروں سے اسے نہار رہا تھا۔

"مجھے مزہ آتا ہے تمہیں تنگ کر کے، جب تک پکی پکی میری ملکیت نہیں بنتی تب تک تمہاری خوشبو پر گزارا کرنا ہے تبھی رکھ لی تمہاری امانت۔۔۔بائے داوے جس حق سے وہ ڈریس تم نے میری پرسنل

وارڈرب کھول کر ہینگ کیا، جان لے لی ہے بندری۔ بائے داوے ایک بات بتادوں، میری وارڈرب کو میری اجازت کے بنا ماں بھی نہیں چھوتیں"

جذب سے آٹے سرشار لہجے میں مستی سی ملائے وہ جس رشک سے یہ شرف قبول کیے تہلکہ مچاتی مسکراہٹ لیے بول رہا تھا، امل ایک بار پھر اسکے لہجے سے فیسینیٹ ہورہی تھی، تبھی خود کو کمزور کرتے اس شخص کی دسترس سے جلد نکل جانے کو بیقرار تھی۔

لیکن اماں بابا کی باتیں تھیں جو ختم ہونے کا نام بھی نہیں لے رہی تھیں۔

"ہو گیا تمہارا تو اب جاو۔ ایسا نہ ہو جاتے جاتے کرارے خطاب نواز دوں تمہیں۔ ویسے بھی جو ہیل لی ہے ناں وہ میرے نازک پیروں پر بری طرح جم کر تکلیف پہنچا رہی ہے۔ مزید تم نے شوخے ہونے کی کوشش کی تو بتا رہی یہی اٹھا کر تمہارا سر پھوڑ دوں گی"

دھڑک اٹھتے دل اور بدلتی کیفیت پر قابو پائے وہ ہر ممکنہ خود کو بر ہم ظاہر کیے اپنے پیر کو ہیل سے آزاد کیے گاڑی کا سہارا لیے کھڑی ہوئی تو عبداللہ صاحب پورے ایک منٹ کے اندر اندر دوڑتے ہوئے باہر پہنچے جو اس نمونے کو دیکھ کر مزید سلگ گئی۔

وہ اسکے پاس آکر ایک مناسب فاصلے پر رکا اور غور سے امل کے پاوں دیکھے جو بہت آرام سے ہیل میں کمفرٹیبلی مقید تھے۔

ابرو اچکا کر چہرہ اوپر کیے وہ امل کی ناراض ناراض آنکھوں میں جھانکا جہاں آج اک جھجھک سی براجمان تھی۔

"تم اسے اتار دو، میں تمہارے شوز بجھواتا ہوں۔۔۔ لیکن یہ اوور ایکٹنگ مت کیا کرو۔ کسی دن واقعی میں نے دل کے دہل اٹھنے سے کوچ کر جانا ہے۔ پھر ڈھونڈتی رہنا دنیا کے اس آخری بچ چکے باولے بندر کو"

ساتھ ہی بشارت نامی اس ملازم کو اشارہ کیے وہ اپنے روم سے امل کے شوز لانے کی ہدایت سونپتا خود واپس سنجیدگی سے امل کو دیکھنے لگا جو جان لیوا کشش سے بچ نکلنے کو آج اس پر بارہا غصہ ہو رہی تھی۔

جبکہ وہ اس شخص کی بہکتی نگاہوں سے پلوں میں نظریں چرا کر اپنے پیروں پر ڈال گئی، اور یہ خود سے لاپرواہ دلکش سراپا کہاں اس بندہ بشر کو ہوش میں رہنے دے رہا تھا۔

وہ اسے تب تک خاموش مسکراتی آنکھوں سے دیکھتا رہا، ملازم نے شوز لا کر عین امل کے پاس ہی زمین پر رکھے اور مودب سا واپس چل دیا جبکہ امل نے نظریں اٹھائے عبداللہ کی نظروں سے خائف ہوئے شکوں کناں ہوتے دیکھا تو عبداللہ اپنی بے اختیار طبعیت پلوں میں ضبط کرتا کچھ قدم مزید فاصلہ بنائے دور ہوا۔

"اس ڈریس کے ساتھ شوز بہت ہی پینڈو اسٹائیل لگے گا، ہیلز ہی ٹھیک ہیں۔ بٹ یہ شوز میرے لیے ضروری ہیں۔ جا کر اماں ابا کو باہر نکالو پلیز۔۔۔ میں سخت تھک گئی۔۔۔ سونا ہے مجھے۔۔۔۔۔ بندہ کبھی بھی اماں ابا کے دوستوں کے گھر شادی پے نہ آئے، مجھ جیسا ساتھ آیا مسکین ختم ہو جائے پر انکی باتیں نہ ختم ہوں"

شوز اٹھا کر گاڑی میں پھینکتی وہ سخت کوفت اور بیزاری سے دہائی دیتی بولی جس پر وہ سر ہلاتا ہوا واقعی امل کی تھکی ہوئی آنکھیں دیکھتا پلٹا۔

"اپنی طرح سبکو بے فیض سمجھتی ہو، میں تو کہتا ہوں انھیں کہ آج یہیں رک جائیں۔۔۔ کل ساتھ ہی مبین عارض سکندر کی نیا پار کرنے عارض ولا سے ہی قافلہ نکلے گا۔۔۔۔ سونے کے لیے اپنا کمرہ بھی دے دوں گا۔۔۔ سوچ لو"

پھر کچھ یاد آنے پر وہ گدگداتے انداز لیے مڑا اور امل نے بپھرے سانڈ سی گھوری اس چونچال پن پر دی اور اس سے پہلے واقعی اپنی ہیل اتارتی، عبداللہ فوراً سے پہلے اندر بھاگا۔

جبکہ اندر پہنچا تو وہ جوڑی آل ریڈی دروازے تک پہنچ چکی تھی، کل سب نے دن میں جانے کا پلین کیا تھا کیونکہ شام میں مہرو کی مہندی بھی تھی اور وہ سب مہندی پر بھی انوائٹڈ تھے۔

پاشا فیملی کو رخصت کیے خود سکندر فیملی بھی اس اجلت میں ارگنائز کیے گئے فنکشن سے تھک چکی تھی۔

عبداللہ تو پہلے ہی چینج کرنے روم میں جا چکا تھا جبکہ ماں اور بابا کو وہ اپنے جانے سے آگاہ کیے خود بھی شاہ ویر کے بلانے پر جانے کا ارادہ کیے ماں کو بھی ساتھ چلنے کی پیشکش کر گیا۔

ماں پہلے تو گھبرائی مگر پھر ساتھ مبین کے ہونے نے اسے حوصلہ دیا تو وہ جانے کے لیے آمادہ ہو گئی، خود مبین کو اکیلے جانا مناسب نہ لگا تھا اور تبھی وہ عبداللہ کو ماہ نور کی کمی سے اداس ہوتے ماں بابا کا خیال رکھنے کی تاکید کرتا خود ماں کے سنگ فیاض ملک صاحب کے گھر کی طرف روانہ ہو گیا۔

..______________________..

رابعہ وحدی کا مکمل میڈیکل چیک آپ بھی سالار خان کی پہلی تجویز تھا اور ہادی سکندر کے نکاح میں بس حاضری دیے وہ جب تک واپس پہنچا، رابعہ وحدی کی مکمل طبی رپورٹ آچکی تھی۔

ڈاکٹر، پہلے ہی سالار خان کے آفس میں اسکا منتظر تھا۔

"جی سر! بتایئے کیا نکلا رپورٹ میں۔ کیسی ہے جسمانی اور ذہنی حالت؟ لایئے"

اپنے رعب و دبدبے کی دھاک برقرار رکھتا وہ کرسی سنبھالتے ہی مقابل بیٹھے ڈاکٹر سے ایک فائیل تھامتے بولا اور پھر تشویش کے سنگ اسے اپنے سامنے میز پر رکھے، کھول کر پڑھنے لگا۔

"رابعہ نامی وہ محترمہ دو سال سے ذہنی اور جسمانی تشدد سے گزری ہیں، ذہن کی بات کی جائے تو حال یہ ہے کہ وحشی بن چکی ہیں۔ کسی کو بھی مار دینے کی حد تک خطرناک۔۔ جبکہ جسمانی صحت کی بات کی جائے تو انکے پورے جسم پر جلنے اور کھروچوں کے نشانات ملے ہیں جو پرانے اور نئے ہیں۔ کچھ تو بہت ہی تازہ گھاو ہیں۔ جبکہ کچھ ایسے نشانات بھی ہیں جو باندھنے اور گھسیٹنے سے انکے جسم کا حصہ بن چکے ہیں۔ مختصر کہوں تو وہ بہت ہی ابتری کا شکار ہیں"

فائیل کے باوجود ڈاکٹر نے تمام معلومات خود بھی سادہ زبان میں گوش گزار کیں اور سالار خان کو بیٹھے بیٹھائے اس لڑکی پر رحم سا آیا، اپنی کئی سالا

پولیس فورس میں اس نے کئی درندگی بھرے معاملات دیکھے تھے مگر اس بار معاملہ نہ صرف خاص تھا بلکہ یہ لڑکی، اسکی جیت کا واحد مہرہ بھی تھی۔

کسی بھی طرح وہ رابعہ وحدی کا اک پرامن ماحول میں بیان لینا چاہتا تھا، تبھی اس نے کل سے اب تک اس لڑکی کو ایک آرام دہ اور پرسکون ماحول میں بغیر کسی تفتیش کے رکھوایا تھا، تاکہ وہ اس کیفیت سے کچھ حد تک نکل سکے۔

"بہت شکریہ سر! انکی ذہنی حالت کی بہتری کے لیے کیا کر سکتے ہیں ہم۔ کوئی تجویز دینا چاہیں آپ؟"

فائیل کو بند کیے اک طرف رکھتا وہ مکمل توجہ مقابل بیٹھے ڈاکٹر پر ڈالے استفسار کرنے لگا۔

"بس یہی ہے کہ انھیں بہتر ماحول فراہم کریں، ارد گرد کے لوگ اچھے اور مخلص ہوں۔ ارد گرد رنگ ہوں، اچھا ماحول انکی وحشت کو کم کرنے میں

معاون رہے گا اور سب سے اہم بات اگر کوئی قریبی دوست ہو جو انکو بوسٹ آپ کرے، دین ممکن ہے وہ دنوں میں ہی سٹیبل ہو جائیں"

ڈاکٹر اپنے پیشہ وارانہ انداز میں اپنی تجویز سونپتا، سالار خان کے سر ہلانے پر اجازت لیتا آفس روم سے باہر نکل گیا جبکہ اس دوست والی بات پر سالار خان کے ماتھے پر ناگواری سے شکنیں اتر آئیں۔

"ساری عمر عورت ذات سے بھاگنے والا سالار خان، اس کیس کے لیے اب کون کون سی چولیاں مارے گا۔۔۔ہک ہاہ! یہ دن بھی آنے تھے"

خود کو رابعہ وحدی کے لیے ایک دوست سا پیش کرنے کی سوچ ہی اسے مضحکہ خیز لگی اور اپنی سوچ پر خود ہی دانت نکوستا ہوا وہ بے بسی سے ٹیبل پر ہاتھ مارے انتشار نکال گیا۔

"لیکن کچھ تو کرنا پڑے گا سالار خان! سالاری کا منصب نبھانے کے لیے عورت ذات کی یہ نئی کتاب بھی پڑھنی پڑی تو پڑھوں گا۔۔۔۔ اس بار ان مرتدین کو بچ نکلنے کی کوئی آسانی نہیں ملے گی۔۔۔۔"

اپنے پہلے خیال کو یکسر جھٹلانے کے بعد پھر سے عہد باندھتا وہ بل وان سا شخص نئی امید کو تھامے فیصلہ کن ہوا، آج کی رات مزید رابعہ وحدی کو سہولت تھمائی اور کل اس کا بیان لینے کی پہلی کوشش کا تہیہ کیا۔

وہیں دوسری طرف منہاس علی اور فراز نامی اس رپورٹر کی خفیہ ملاقاتیں ناجانے اب کس خطرے کی جانب اشارہ دے رہی تھیں، دو سر پھرے حاسد جمع ہو چکے تھے، ناجانے ان دو کے گٹھ جوڑ کا کیا بھیانک نتیجہ نکلنے کو تھا۔

..________________________..

وہ تینوں جلد ہی گھر پہنچ چکے تھے، جلال پاشا کا سنجیدہ اور سپاٹ چہرہ اک بار پھر مناحل کے رشتہ داروں کا نام سن سن گرمایا ہوا تھا تبھی وہ اپنا دماغ ریلکس کرنے فریش ہو کر نیند لینے چلے گئے جبکہ مناحل چینج کیے ڈرائیور کے ساتھ آپا کی طرف نکل گئیں اور امل بھی آتے ساتھ چینج کرتی اپنے روم میں چلی گئی، مناحل نے اسے ساتھ چلنے کا کہا تھا مگر دل بوجھل اور ذہن منتشر محسوس کرتی وہ خود کو بہتر فیل نہ کرتے ہوئے منع کر گئی، اس وقت وہ چاہ کر بھی خود کو ٹھیک کر پانے سے قاصر ہو رہی تھی۔

نیلم کی کئی کالز اور لازمی آنے کے پیار بھرے پیغامات وہ بیڈ پر چت لیٹی بس غائب دماغی سے پڑھتی رہی، اسے پتا تھا نیلم اسکی شدت سے منتظر ہو گی پھر بھی خود میں وہاں جانے کی ہمت کا فقدان اسکو ہر شے سے بیزار کیے ہوئے تھا۔

اسے یقین تھا وہ کچھ گھنٹے کی پر سکون نیند لے کر کل کے بڑے اور خاص دن کے لیے پھر سے خود میں ولولہ بھر لے گی، مگر پھر بابا کے تازہ دم ہونے کے

بعد گھر کے عام خلیے میں ملبوس ہو کر اپنے کمرے میں آنے پر وہ اٹھ بیٹھی جو اندر آنے کی اجازت ملتے ہی خاموشی سے چلتے ہوئے امل کے قریب آئے اور اسکا مرجھایا چہرہ بغور دیکھتے پاس ہی بیٹھے۔

"کیا تم اب بھی اعتراف نہیں کرتی امل کہ تمہارے لیے عبداللہ کو چن کر میں نے بہترین فیصلہ لیا ہے، تم اس گھر جاو گی۔ کتنی محبت لٹاتی فیملی ہے۔ اور خود عبداللہ عارض سکندر، ملک کا سرمایہ ہونے کے ساتھ ساتھ تم سے محبت کا دم بھرتا ہے۔ کیا میری ساری خطائیں، صرف اس ایک اچھے فیصلے سے درگزر نہیں کر سکتی تم۔ اس بات سے انکار نہیں کر سکتی کہ میری ساری محبت ہمیشہ سے تمہارے لیے ہے، فکر اور میری محنت کا ہر اثاثہ، تم ہر شے کا محور ہو"

ناجانے کیوں مگر وہ امل سے کچھ دیر بات کرنے کے متمنی تھے، وہ اظہار میں کچے سہی پر ٹوٹی پھوٹی کوشش کر کے امل کا نقصان بانٹنا چاہتے تھے جو بس

بے دلی سے ٹھیک ہے، سہی ہے، سب اوکے ہے والا تاثر دیے لی دی سی مسکرا کر سر ہلا گئی۔

"سب اچھا ہے ابا جان، فی الحال بس بوجھل ہوں۔ آپکی وجہ سے آپکی امل اب جلد تھک گئی ہے۔ مسکرا مسکرا کر چہرے کے خدوخال دکھنے لگے ہیں۔ اور خود کو آپ دو کی پوری دنیا ظاہر کر کر کے بیزار ئیت سی ہونے لگی ہے۔۔۔وہ کیا ہے کہ منصوعی پن چاہ کر بھی مجھے سوٹ نہیں کرتا۔۔۔مجھے کسی کی محبت سے انکار نہیں لیکن شام کے بعد امل میں کڑواہٹ بھر آتی ہے جو ممکن ہے کچھ وقت تک میری ذات کا حصہ رہے۔۔۔آپ چل کریں۔۔۔ صبح بہت بڑا دن ہے اس لیے مجھے ایک اچھی اور پر سکون نیند چاہیے۔ آپ بھی مس مناحل سے جڑے انکے اپنوں کا ذکر سن کر کل سے اب تک خاصے ضبط سے گزرے ہوں گے۔لہذا جا کر ایک اچھی نیند لیں کیونکہ ممکن ہے کل آپکو اس سے بھی زیادہ ضبط دیکھانا پڑے"

نہ تو وہ بے باک ہوئی نہ بد تہذیب، بس بجھے ہوئے لہجے کی تابناکی سے جلال پاشا کو بہت کچھ باور کروا گئی۔

وہ بھی ان کہے سے ملال میں لپٹے، اپنی آنکھوں کو جلتا ہوا محسوس کیے اٹھ کھڑے ہوئے، امل کو پرسکون ہو کر لیٹ کر لحاف سر تک اوڑھ کر لیتا دیکھتے، اک آزردہ سی نگاہ اس پر ڈالے کمرے سے نکل گئے جبکہ وہ حقیقت میں ایک پرسکون نیند لینے کے لیے اپنی آنکھیں سختی سے میچ گئی۔

پھر وہیں دوسری جانب مبین اور مان دونوں کی آمد، سبھی کے لیے خوشی جبکہ شاہ ویر ملک کے لیے بے قراری کا موجب بنی تھی۔

ایسا کیسے ممکن ہے کہ انسان اپنے لاحاصل مرہم کو یاد کرے اور وہ آنکھوں سے بہت سے راز کہنے کے لیے رسائی میں چلا آئے۔

مان تو آتے ہی اندر خواتین کے پاس چلی گئی جہاں نیلم سے مل کر اسکا دل باغ باغ ہوا وہیں مہرو اور مہک آنٹی کی محبت اور خوش دلی نے اس لڑکی کی ہر اداسی کہیں دفن سی کر دی۔

مہک صاحبہ تو یوں تھیں جیسے مان نہیں، انکے اس گھر میں کوئی پری اتر آئی ہو۔

اور کنوارا سپوت ہو تو ہر ماں کو ہر جگہ اپنی بہو ہی دیکھائی دیتی ہے۔

مان اپنے ساتھ مہرو کے لیے بہت سارے تخائف بھی لائی تھی، اور اس نے مہک صاحبہ کو ہر گز تکلف کرنے نہ دیا۔ مہرو پر تو پیلے رنگ نے الگ ہی بہار لائی تھی پھر جب کل کے بارے مان نے نیلم سے ذکر کیا تو اس شہزادی کے اڑے اڑے حواس، دل کی ابتر ہوتی دھڑکن، اور بے اختیاری بھانپ کر دل تک مطمئین ہوئی۔

"آپ جانتی ہیں، مبین بھی آئے ہیں۔ آپ کے بابا اپنی شہزادی کے لیے چنے ہوئے انسان سے ملنا چاہتے تھے۔ لیکن اگر آپکو بتادوں کہ آپ کتنی لکی ہیں نیلم تو حیران رہ جائیں۔ میں چاہتی وہ انسان پورے حق سے خود آپ تک اپنے احساسات پہنچائے۔ کل ہم آکر آپکو مبین کی امانت بنا جائیں گے۔۔۔۔"

خود مہرو کے اطراف بیٹھیں وہ دونوں پریاں کسی بہت بڑی خوشی میں مبتلا تھیں، محلے کی شوخ اور چنچل لڑکیاں ڈھولکی بجائے مایوں کے راگ الاپ رہی تھیں جبکہ نیلم کے دل میں تو رقص جاری تھا۔

وہ ماں کی بات پر سہم کر اسے یوں دیکھنے لگی جیسے وہ اس پر یہ کہہ کر ہی ظالم کر گئی ہے۔

"آپ بہت خوبصورت ہیں نیلم، اس دنیا کا سب سے خوبصورت انسان بھی آپکا ہو گیا۔ یو نو میرا بس چلے تو میں کل ہی آپ دو کو ایک کروا دوں۔۔۔۔مہرو آپی بھی کہتی ہوں گی میں کتنی فاسٹ ہوں"

مان، کانوں میں اترتے گیت پر ہلکے ہلکے تالیاں بجاتی، بول مہرو کے ساتھ بیٹھی نیلم کو رہی تھی جسکے جسم میں گھبراہٹ اور بوکھلاہٹ صاف لرزش لے آئی اور نیلم سے وہاں بیٹھنا محال ہوا تو مان اور مہرو کی ایک ٹیم بن کر جان لینے پر وہ اپنی پارٹنر کی کمی محسوس کرتی، کچھ کھانے کو سرو کروانے کا بہانہ کرتی وہاں سے اٹھی اور دھڑکنوں کے شور سے بدحواس ہوئے زینے پھلانگتی، اپنی تین رنگی چنری کو سنبھالتی، ہاتھ میں فون سختی سے جکڑے چھت پر چلی گئی، ڈھولکی کی تھاپ اور دل گدگداتے رسیلے گیتوں کی آواز یہاں تک اسکا پیچھا کرتی رہی۔

گہرے گہرے سانس بھرتی وہ اکا دکا بادلوں کے اوٹ میں شرما کر چھپ جاتے چاند کو دیکھتی، اپنے چہرے کی ہوائیاں درست کرتی، فون پکڑ کر امل کو میسج لکھنے لگی۔

آج اسے امل کی ضرورت تھی، مگر امل کو شاید آج اپنی ضرورت پیش آگئی تھی۔

نیلم کے بے تاب پیغام کو لحاف اوڑھے ہی کھول کر پڑھتی وہ اداس سا مسکرائی اور جواب لکھا۔

"دیکھ لو اک بار اسے، بے تابی کو ختم کرو اور خطاء کر لو، پھر تم نے خود ہی کہنا جا پرے امل۔۔۔ تم کون۔۔۔ میرا سب تو میرے مبین جی ہیں۔۔۔ ہی ہی"

اس بکھری اور الجھی کیفیت میں بھی وہ نیلم کو مسکراہٹ دینے کے ہر ڈھنگ نبھاتی رہی اور نیلم نے اپنی چاہت کو بہت دبایا مگر آج وہ چہرہ لاپرواہ بنا اسکی دسترس میں تھا۔

بس نظریں جھکا کر وہ لان میں شاہ ویر اور بابا کے ساتھ بیٹھے اس انسان کو دیکھ سکتی تھی پر نظریں کہاں تاب رکھتی تھیں، کہاں ہمت رکھتیں تھیں کہ بے باکی سے وہ اس مقدس چہرے کو دیکھ پائیں۔

جبکہ مبین عارض سکندر اپنی ذات کی کشش اور سحر سے فیاض صاحب کا دل نہایت ہلکا کر چکا تھا، انھیں واقعی شاہ ویر کے اسقدر جلد ہاں کر دینے پر تسلی ہوئی کیونکہ مبین عارض سکندر کے بارے ناں کا تو سوال بھی پیدا نہیں ہو سکتا تھا۔

فیاض صاحب دلی طمانیت ملتے ہی کسی عزیز جاننے والے کی آمد پر اٹھ کر انکی سمت گئے تو مبین عارض سکندر نے بھی موقع ملتے ہی شاہ ویر سے صاف اور بلا تمہید بات کرنے کا فیصلہ باندھا۔

"مان نے مجھے بتایا آپ سے ان چند اتفاقی ملاقاتوں کا۔ اتفاقات بلاوجہ نہیں ہوتے۔ انکی ایک کہانی ہوتی ہے، مان میرے چچا خلیل سکندر کی اکلوتی بیٹی ہے، ہمارے ساتھ ہی پلی بڑھی ہے اور اتفاق سے اس نے اپنی زندگی کا سب سے اہم فیصلہ بھی میرے ہاتھ میں دے دیا۔ اسکے لیے بہترین انسان کے انتخاب کا فیصلہ"

مبین یہ تمام الفاظ ادا کیے گہرائی سے شاہ ویر کے تاثرات جاننے میں لگا تھا جو اس ذکر پر کچھ بے چین سا محسوس ہوا۔

لیکن وہ مبین کی جامع وضاحت چاہتا ہوا خاموش ہی رہا، اپنی ساری توجہ مبین کے چہرے پر ڈالے اس انسان کی اس بات کو سمجھنے کی کوشش کرنے لگا۔

"آپ کو ملا ان کے لیے کوئی بہترین انسان؟"

یہ سوال کرنا وہ بلا وجہ ہی ضروری سمجھ بیٹھا اور خاموشی توڑ دی۔

"ہمم۔۔ ملا ہے لیکن میں اس انسان سے کیسے پوچھوں یہ سمجھ نہیں آ رہا۔ ہمارے معاشرے کے چند رواج ہیں، جنھیں ہمیں نبھانا پڑتا ہے۔ چند رسمیں ہیں۔ جیسے ایک لڑکی کا ہاتھ، لڑکے والوں کی طرف سے مانگا جائے تبھی مناسب لگتا ہے۔ اب مجھے تم سے مشورہ درکار ہے کہ میں اس انسان کے دل کی رضامندی کیسے دریافت کروں"

اس بار مبین کو سہولت سے تمہید باندھ کر اپنی بات واضح کرنی پڑی اور شاہ ویر اس خفیف سے اشارے سے ہی سب کچھ سمجھ گیا۔

خود پر جمی مبین عارض کی گہری نگاہیں، اسکے سارے سوالات کا جواب دے چکی ہیں۔

"میرے لیے یہ اعزاز ہے کہ آپ کی نظر میں وہ قابل اور بہترین انسان میں ہوں، وہ ایک اچھی ہمسفر بنیں گی مجھے یقین ہے۔ نیلم اور مہرو کے فرض سے سبکدوش ہو جاوں تو اصول کے عین مطابق آپ سے انکا ہاتھ مانگنے آوں گا"

شاہ ویر کی عقل اور فہم، مبین کے مطابق ایسا ہی اعلی ہونا چاہیے تھا تبھی تو وہ اس بندے کی ایسی صاف گوئی پر حسین مسکرا دیا۔

"تو گویا وہ بہترین انسان رضامند ہے؟"

مبین عارض سکندر کا تصدیق چاہنا حسین تھا۔

"دل و جان سے رضامند ہے"

شاہ ویر ملک کا اپنے مرہم کو بہت جلد قبول کر لینے کا اقرار دلنیشن تھا۔

مبین عارض سکندر کی بے تاب آنکھیں بہت بار ارد گرد بھٹکیں مگر شہزادی چھپتی رہی، جہاں جہاں شہزادی جاتی رہی، وہاں وہاں اسکے تعاقب میں حرکت کرتا چاند جگہیں بدلتا رہا۔

اب کل ہی دیوانے کو دید کی راحت ملنے کا امکان تھا کیونکہ آج تو شہزادی اسے آزمانے پر تلی تھی۔

اس شخص کی خوشبو کو چپکے سے چرا لے جاتی، کل کے دن کی پر حدت سرشار خوشی سوچتی ہوئی وہ مبین عارض کو اپنی آنکھوں سے روبرو دیکھنے کی ہمت خود کو خود ہی سونپنا ابھی سے شروع ہو چکی تھی۔

واللہ یہ عشق! دل دھڑکا گیا تھا۔

..________________________..

سفر کا اختتام قریب تھا، سڑکیں ویرانی اور خاموشی میں ڈوبی تھیں، اجلے دن سے ڈھلتی شاموں تک جن راستوں پر ٹریفک کا اژدھام نظر آتا تھا اب پراسراری اور زوال کی داستان پیش کر رہے تھے۔

اپنے ساتھ بیٹھا وہ دل وجان کی حد تک عزیز شخص کیوں ایسا بے حس بنا، اپنی آغوش کی دلفریبی سے نگاہیں چراتا، ڈھلتی رات کی تاریکی دیکھنے میں محو تھا۔ وہ سوچتی رہی اور تب بھی اسکی سوچیں الجھی رہیں جب گاڑی، اس خوبصورت سے وسیع وعریض پورچ میں آکر رکی اور ہادی سکندر بنا اس پری پر نگاہ ڈالتا گاڑی کھولے باہر نکلا۔

پہلے ہی لمحے ہادی کی ایسی بے نیازی پر ماہ کا دل تڑپ اٹھا مگر دوسری جانب سے المیرا نے بہت محبت سے گاڑی کا دروازہ کھولے، اپنا ہاتھ بڑھا کر ماہ کو باہر نکلنے میں مدد دی جسکا بے تاب چہرہ، وہ ہادی سکندر کے جانے کی وجہ جان چکی تھیں تبھی اس مغرور بچے کو جاتے ہوئے دیکھ کر اک سرد سانس کھینچتی ہوئیں، چہرے پر مسکراہٹ سجائے وہ ماہ نور کو اپنے روبرو لائیں اور

آسودگی سے اسکا چہرہ تھامے، پیشانی پر بوسہ دیے اسے دیکھنے لگیں جو یہاں آکر اب مزید اداس ہو گئی تھی۔

لیکن پھر اس خوبصورت آشیانے کی سجاوٹ دیکھ کر ماہ نور کا دل سراہ اٹھا۔

پورا گھر رات کے اس وقت جگمگاتی ہوئی لائٹنگ سے روشن تھا۔

کئی بے موسمی پھولوں کی پتیاں، ماربل کے فرش پر بکھرتی گئیں، جیسے جیسے وہ اپنے قدموں سے اس دہلیز کو پار کرتی گئی، بہت سے جذبے اور محبتیں ماہ نور کو خوش آمدید کہتے رہے۔

"ہادی باہر آو"

دروازے تک پہنچ کر المیرا نے سامنے ہی سٹنگ ایریا پر جا کر پاوں پسارے بیٹھے ہادی کو سختی سے آواز لگائی جس پر وہ سرسری سا رخ موڑ کر بڑے نوابی انداز میں قمیص کا پلو جھاڑتا اٹھا اور چلتا ہوا عین دروازے میں جا کر تن گیا۔

"المیرا! یہ رسمیں سب جاہلانہ اطوار ہیں۔ آنے دیں اسے، ورنہ آپکی بہو یہیں گر پڑے گی۔ پہلے بتارہا ہوں کہ یہ اٹھاکر روم میں چھوڑ کر آنے والا کام مجھ سے نہ ہو گا"

اپنی کچھ قبل پہلے کی بد تہذیبی پر خفیف سا ملال لیے وہ ماہ نور کی بھینچی صورت دیکھتا، اس بار قدرے شرارت ٹپکاتے لہجے میں بولا تھا مگر ماہ نور کی جانب سے خاموش ناراضگی کا اظہار پورے اہتمام سے ہوا جبکہ المیرا، ہادی سکندر کی بات پر اسے پرے دھکیلتیں ماہ کو لیے اندر بڑھیں جو ماں کے ایسا اگنور مارنے پر تلملا اٹھا۔

المیرا نے سٹنگ ایریا تک پہنچتے ہی نازو نامی ماہ ہی کی ہم عمر ملازمہ کو اشارہ کیا اور ماہ کا ہاتھ اسکے ہاتھ میں تھمایا۔

"میرے بچے کو اسکے روم میں لے جاو نازو، میرا بچہ جاکر فریش ہو لے۔ مجھے پتا بہت تھک جاتا انسان۔ اپنے کمفرٹیبل خلیے میں واپس آجاو۔ اور اس الو کی

کسی بات یا کسی چڑانے کی حرکت پر اداس نہیں ہونا۔ تم یہاں المیرا کی بیٹی بن کر آئی ہو۔ لہذا یہ جو مرضی کہے بالکل پرواہ نہیں کرنی۔ اور تمہیں تنگ کرے تو اسی وقت تم اپنی مما کے پاس بھی آسکتی ہو۔۔۔ جاو"

ملازمہ کو پہلی تاکید کیے وہ پیار سے ماہ کا چہرہ دیکھتیں، اسکے نازک جسم پر بھاری جوڑے کا تشدد محسوس کرتیں، یہی مناسب سمجھ رہیں تھیں کہ وہ پہلے جاکر ان سب سے آزاد ہولے اور خود ماہ نور کو المیرا کے روپ میں گویا دوسری مما ہی ملیں تھیں۔

جیسے وہ پہلے ہی دن اسے ہادی سے کئی گنا اہمیت دے رہی تھیں اس سے وہ شیر ہوئی جبکہ ہادی صاحب سلگ سلگ کر اپنا خون جلا رہے تھے۔

پہلے ہارون سکندر کے ساتھ المیرا کو شئیر کرنے کی جلن جبکہ اب اپنا ہی ٹوئنکل سٹار، ساری کی ساری ماں لے اڑا۔

اور المیرا کے رعب اور دبدبے کے باعث جہاں نازو مسکرائی وہیں ماہ بھی کچھ دیر پہلے والی اداسی بھول کر فرمابرادی سے سر ہلائے نازو کا ہاتھ پکڑے کمرے کی طرف چلی گئی جبکہ ہادی سکندر کی نظریں اسی کا تعاقب کر رہیں تھیں جب ماں نے عین روبرو آ کر بازو لپیٹے، اک سرد نگاہ ہادی پر مرکوز کی جو سنجیدہ چہرہ لیے المیرا کے غصے کو بھانپ چکا تھا۔

"میری بات غور سے سنو ہادی! سب سے پہلے اس کے ساتھ اپنی یہ فضول ناراضگی ختم کرو۔ وہ مبین نہیں جو تمہاری ناانصافیاں آسانی سے سہہ جائے گی۔ وہ ماہ نور ہے جان، تمہاری زندگی۔ تمہارا سب کچھ۔ دوسری بات ابھی وہ یک دم ازواجی زندگی کے بوجھ برداشت نہیں کر سکتی، پہلی وجہ اسکی کم عمری جبکہ دوسرا پڑھائی۔ نہ مجھے جلدی ہے فی الحال دادی بننے کی۔۔۔ لہذا اس رشتے کا کوئی ناجائز فائدہ نہیں اٹھانا۔ کم از کم تب تک جب تک وہ اپنی سٹڈی مکمل نہ کر لے۔ میں خود تمہاری پیدائش کے بعد پڑھ نہیں پائی تھی

سوماہ نور کو ان ذمہ داریوں میں ابھی سے ڈالنے کی کوئی ضرورت نہیں۔۔اوکے ؟"

اپنے سامنے کھڑا کیے وہ ہادی کو سنجیدگی اور فکر کے سنگ سمجھاتے ہوئے ان تاکیدوں کے ساتھ اپنا تجربہ بھی بتا رہی تھیں جبکہ وہ ابرو اچکا کر ماں پر اک خفت بھری نگاہ ڈالے بڑے تحمل سے یہ سن کر ہضم کر سکا۔

"آپکو جلدی ہو گی بھی کیوں، اتنی ینگ اتج میں دادی بن گئیں تو لوگ کیا کہیں گے۔۔۔"

جواب دینے کے بجائے وہ الٹا سر سراتی نظریں مرکوز کیے شرارت پر اتر آیا جس پر المیرا بھی اس کمپلیمنٹ پر اترائیں۔

ہادی کی مسکراہٹ، المیرا کی اتراہٹ دیکھ کر دگنی ہوئی تھی۔

"اہمم اہمم تھینکس فار دا کمپلیمنٹ، لیکن وجہ یہ ہے کہ تم دونوں ایک دوسرے کے ساتھ بہت سا وقت گزارو"

اترانے کے ساتھ ساتھ وہ ہادی کی آنکھوں میں ہمکتی چمک دیکھ کر احتیاطا کہہ بیٹھیں جبکہ وہ تمام سنجیدگی ہٹاتا کچھ پر اسرار ہوا۔

"اور اس وقت گزارنے کے چکر میں ہی کچھ ہو گیا؟"

ہادی کی ذو معنی بات کا مطلب سمجھ کر خود المیرا مسکراہٹ دبا نہ پائیں جبکہ وہ میسنا دل ہی دل میں نا جانے کونسے منصوبے بنا رہا تھا۔

"ہاہا تب بھی چلے گا، اگر تمہارا بے بی بھی تمہاری طرح دنیا میں آنے کے لیے بہت بے تاب ہوا تو یہ ینگ اینڈ کول دادی ہے ناں، اسے اپنا دوسرا ہادی سمجھ کر خود ہی پال لے گی۔ تم دو کو مکمل انجوائے کرنے کا پورا پروٹوکول دوں گی۔۔۔ بس ایک دوسرے کے ساتھ خوش رہو"

خوشی کو ظاہر کیے وہ اپنے اندر کی ساری محبت سمیٹ کر بولیں تھیں، جس پر ہادی سکندر کے چہرے پر پھیلی پر اسرار مسکراہٹ بھی گہری ہوئی۔

ماں کے ساتھ، لہجے اور اعتماد دینے نے اسے آج کی اس خوشی کو خوشی کی طرح محسوس کرنے کی نئی امید سونپی تھی۔

"آپکو لگتا ہے کہ میں خوش نہیں؟ وہ میری ہو گئی اس سے بڑا سکھ میرے لیے نہ پہلے موجود تھا نہ اب آخری سانس تک کبھی ایجاد ہو سکے گا۔ اسے کوئی تکلیف نہیں دوں گا لیکن اپنے سیاہ رنگ کی چبھن سے کبھی کبھی رلایا ضرور کروں گا۔ اور آپ اس زرا کم لاڈ جتائیں، ہادی سکندر کی جیلسی سے تو واقف ہیں۔۔۔"

وہ بنا خائف ہوئے اس سکون سے رلانے کا ارادہ کیے بولا کہ لمحے میں ماحول پر سناٹا سا چھا گیا جبکہ المیرا کی ناراض آنکھیں اسکے ہمیشہ مسکرا کر ناراضگی زائل کر دینے پر مجبور کر دیتیں۔

"بری بات ہے ہادی، جان بہت خوش قسمت ہوتے ہیں وہ لوگ جنکو انکی چاہت مل جاتی ہے۔ رلانے کے چکر میں کوئی ایسی غلطی نہ کر دینا جس سے

اللہ پاک خفا ہو جائیں۔ اور خود سے خفا ہو جانے والوں کو منانے میں ہادی سکندر بہت نالائق ہے"

المیرا کے یکدم افسردہ ہو جانے پر ماحول بھی سنجیدہ ہوا تھا، وہ ہادی کا گال سہلائے اسے نرمی اور رسان سے سمجھا رہی تھیں اور ناراضگی والا معاملہ ہی ایسا تھا کہ ہادی سکندر کو محسوس ہوا، اندر ہی اندر درد کا شدید احساس ہچکولے کھانے لگا ہو۔

جبکہ بچے کے برفیلے تاثرات پر اک آس بھری نگاہ ڈالے وہ نازو کے واپس آنے پر اسے جگہ جگہ بکھری چیزیں سمیٹنے کا کہتیں خود بھی چینج کرنے چلی گئیں جبکہ وہ سیاہ نشین، کسی غیر مرئی نقطے پر نظریں گاڑے تا دیر وہیں جما رہا تھا، اس کے اندر براجمان درد کے دائرے نے وسعت پکڑ لی تھی۔

اسکا وجود، مٹی کے ڈھیر کی طرح ساکت تھا، ہونٹ خاموش اور آنکھیں پتھر۔۔۔۔

وہ اجلت میں کہیں نکلا تھا، کسی اہم ملاقات کا وعدہ نبھانے۔

..______________________..

"اگر میں کل ہی نکاح کرنے کی خواہش بیان کروں تو اس پر عمل ہو سکتا ہے کیا؟"

لان کے آخری کنارے کی جانب بڑھتے ہوئے مبین عارض سکندر کی دوستانہ انداز میں کہی خواہش پر اک لمحے شاہ ویر بھی حیرت میں ڈوبا۔

حیرت سے زیادہ اب وہ مبین کے چہرے کی مضطرب کیفیت دیکھ کر مبہم سا مسکرا دیا۔

"آپ تو مجھے آج چونکا چونکا کر ہی آدھا کریں گے مبین بھائی، آپ کی اس خواہش کو جان کر مجھ سے زیادہ نیلم کے ہوش اڑیں گے"

دانستہ شرارت لیے وہ مبین کی بے قراری پر سہولت سے چوٹ بھی کر گیا اور کسی کی بے قراری کا راز بھی افشاں کر گیا۔

جبکہ مبین عارض سکندر خود اپنی اجلتوں پر نالاں، خفیف سا مسکرا دیا۔

"رخصتی کے لیے میں بالکل اجلت نہیں مچاوں گا نہ آپ سبھی کو مزید تنگ کروں گا۔ بلکہ میرے لیے فی الحال اہم نکاح ہی ہے۔ اسے آپ میری دلی خوشی کا سبب سمجھ لیجئے"

جس جذب کے سنگ مبین نے اس معاملے کو بھی لگے ہاتھوں نمٹایا، شاہ ویر اسکی معاملہ فہمی کا جہاں اسیر ہوا وہیں کل مہرو کی مہندی پر ہی نیلم کے نکاح کی یہ سوچ ہی اسکے الجھے اداس احساسات، ترو تازہ کر گئی۔

جب سے مہک صاحبہ نے اسے نیلم کے مکمل اقرار کی خبر دی تھی تب سے ویسے بھی وہ کسی خاص سی خوشی میں مبتلا تھا۔

"چلیے پھر میں آپکو سبھی سے پوچھ کر صبح انفارم کر دوں گا، رشتے کے حوالے سے تو ہمارے کوئی شبہات نہیں ہیں۔ جب رشتہ ہو جائے گا تو منگنی جیسی غیر ضروری چیز رسم کے نام پر کرنے کے بجائے نکاح کا خوبصورت فرض نبھا دیا جائے تو یہ بہت بہترین ہو گا"

اپنے تیئں وہ مبین کی موضوع اور بہترین تجویز کی تائید میں فرمابرادری کا مظاہرہ کر رہا تھا جس پر مبین کو دلی فرحت نصیب ہوئی۔

"یہی میر انقطہ نظر ہے، مجھے آپکے جواب کا انتظار رہے گا۔۔۔۔اب اجازت دیجئے۔ رات بہت ہو گئی ہے، ماں اور بابا کو عبد اللہ کے سپرد کر کے آئے تھے، نا جانے کتنا بور کر رہا ہو گا۔ ان شاء اللہ گر اللہ نے چاہا تو کل ملاقات ہو گی"

داخلی دروازے کی جانب کھڑی مان، مہر و اور مہک صاحبہ پر سر سری سی نگاہ ڈالے وہ ساتھ ہی اجازت طلب کر تا سامنے متوجہ ہوا جہاں وہ سب ہی مبین

عارض سکندر کو رشک سے دیکھ کر باتوں میں محو تھیں مگر وہ حسن سے لدی آپسرہ بالکل ویسے منفرد دیکھائی دی جیسے ان گنت ستاروں کے ہالے میں دمکتا چاند چمک رہا ہو، خود تو اپنی آنکھوں کی دہلیز پے دید ار یار پر پہرے بٹھائے رہی مگر مبین عارض سکندر نے اس کو وہ نور کا دیدار دریافت کر ہی ڈالا۔

وہ مبہوت کرتی، پلوں میں اوجھل بھی ہو گئی اور مبین عارض سکندر بھی اپنی بے اختیاریاں سمیٹ کر کسی آہٹ پر ہوش کی دنیا میں پلٹا۔

وہ اجازت طلب کرتا مسکرایا وہیں فیاض صاحب بھی آگے بڑھ کر مبین کو گلے لگائے ملے۔

ماں بھی سبھی سے اجازت طلب کرتی، مسکراتی ہوئی صحن میں چلی آئی جہاں فیاض صاحب نے اسکے سر پر ہاتھ پھیرے شفقت لٹائی وہیں وہ شاہ ویر اور مبین کی خود پر جمی پر اسرار آنکھوں سے لمحہ بھر بد حواس ہوئی مگر پھر شاہ

ویر نے اسے دیکھنے میں اک تقدس اور عقیدت ملالی جبکہ رسمی اجازت کی رسومات نبھاتی وہ جب گاڑی میں آکر بیٹھی، بنا مان کو کسی سوال پوچھنے کی مہلت سونپتا وہ دیوانہِ خاص گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"مبین! آپ نے نیلم سے بات کرنے کی کوشش تک نہیں کی ہے۔ اف میں تو اب اداس ہو رہی ہوں۔ اور یہ بتائیں آپ اور مسٹر شاہ ویر کونسی باتیں کر رہے تھے جنکی پر اسرار سی خوشی آپ دو کی آنکھوں میں چمک رہی تھی"

ڈرائیونگ پر مکمل دھیان دیے وہ کسی خوشی کی دھن میں دل کو رقص کرتا محسوس کیے، مان کے بے تابی سے پوچھے سوالات اور جنجھلاہٹ پر سرسری سا سامنے سے نظر ہٹائے مان پر ڈالے پھر سے ڈرائیونگ پر دھیان لگا گیا جبکہ اب اس بندے کی مشکوک خاموشی، مان کو گڑبڑا گئی تھی۔

"تمہاری طرح مجھے بھی ان راستوں کو اپنی ملکیت بنانے کی جلدی ہے جو اس تک پہنچتے ہیں، تبھی ایک خواہش ان کے اختیار اور مرضی پر چھوڑ آیا ہوں۔

دیکھو کیا فیصلہ ہوتا ہے، بائے داوے شاہ ویر ملک کی خوشی کا سبب کچھ اور ہے"

مبین کی عجیب سی پر اسراری پر مان کا دل جہاں سوکھے پتے سا پھڑ پھڑایا وہیں شاہ ویر ملک کی کیفیت کی غیر واضح وضاحت مان کے دل کی دھڑکنوں کو متاثر کر گئی۔

"ہم آپ نے دیکھا نیلم کو؟"

شاید وہ اپنی بدحواس اور اداس طبعیت کو صرف بات بدل کر ہی سنبھال سکتی تھی اور اس سوال پر مبین عارض سکندر کے ہونٹوں پر مدھر مسکان اتر آئی۔

یہ رات روشن لگنے لگی تھی، فضاؤں کے ہاتھ کسی آشنا کی خوشبو ارسال ہونے لگی تھی، منظر لمحوں میں بدل گیا تھا۔

"میں نے اسے دیکھنا ہے تبھی تو کل ہی اسے اپنے نکاح میں لے لینے کی خواہش کر آیا ہوں، عشق کرنے والے دے دینے میں اسقدر غنی ہوتے ہیں کہ انکی ذات ہر طلب سے آزاد ہو جاتی ہے"

وہ کسی اور ہی دنیا میں بیدار، اپنی خواہش کی دلکشی کا اظہار کیے مان کو بھی حسین مسکراہٹ بخش گیا۔

"بعض مجذوب اپنی ترنگ میں خدا جانے کیا کیا کہہ دیتے ہیں، ہاہا دیوانے ہو ہی گئے آپ نیلم کے"

وہ خوشی کی انتہاؤں پر اس دیوانے کی دیوانگی بھانپ کر شرارتا چوٹ کرتی چہکی جبکہ مقابل بھی تہلکہ مچاتی مسکراہٹ نے ہونٹوں کا احاطہ کر ڈالا۔

"مجھے اس شہزادی سے عشق کر کے ہی علم ہوا مان سکندر! کہ یہ عشق نامی شغل، نارمل اور پریکٹیکل لوگوں کے بس کی بات نہیں۔ دیوانگی فقط دیوانے

پر ہی سجتی ہے۔ تم ہنس لو مجھ پر، جبکہ میں تو خود اپنے اچھے بھلے حقیقت پسند انسان سے دیوانہ بن جانے پر ہنس دیتا ہوں"

وہ پر بہار سراپا ہر رنگ میں جچتا، ہر روپ میں شیدائی کر دیتا تھا، پھر ہر بھید جان کر کمال کر دیتا تھا۔

وہ ہنسی اور تا دیر ہنستی چلی گئی، اور وہ اس ہنسی پر فقط عاجزی سے مسکرا اتارہ گیا۔

یہ بات آج مان خلیل سکندر نے بھی دریافت کی، کہ جب وہ شخص مسکراتا تو یہ فیصلہ کرنا مشکل ہو جاتا تھا، کہ اسکے ہونٹوں کی ہنسی زیادہ دلفریب ہے یا پھر آنکھوں کی مقدس چمک!

وہ جان گئی تھی کہ مبین عارض سکندر کا لفظ آخر نیلم بن چکی ہے، وہ اس پر ہی ختم ہو جائے گا۔

جبکہ اپنے دل میں اس شخص کی محبت جیسی چاہ پانے کی حسرت بھی تناور درخت کی طرح مان کے اندر اپنی جڑیں مضبوط کر رہی تھی۔

"وصل کیا ہے؟؟

تُمہارا لَمس یا قُربت کی گھڑی؟؟

وصل ہے قُوّتِ پروازِ تخیُّل کہ جب

میں تُمہیں یاد کروں تو تُمہیں سُنائی دے

میری پُکار سماعت سے یُوں ٹکراتی ہُوئی

کہ جیسے کان کی لَو کوئی جھونکا چُھو جائے

اور وِہم گُزرے کِسی نے پُکارا ہے شاید

نہیں یہ وِہم نہیں یہ حقیقی باتیں ہیں

مِجازی عِشق حقیقی سے مُستعاری ہے

اِس کے سب ہی اُصول ایک رمز رکھتے ہیں

اِس میں سب وجد میں قُربت کا مزہ چکھتے ہیں

سُنو قُربت ہے کیا؟؟

میں تُم کو چُھو کر آ جاؤں؟؟

نہیں یہ ساتویں حِس ہے

کہ جِس میں آواز کی لِہریں

دکھائی دیتی ہیں

جِس میں نظروں کی بھی دھڑکن سُنائی دیتی ہے؟؟

کبھی تُم نے میری آنکھوں میں نہیں دیکھاناں۔

میری آنکھوں میں مُسلسل جو دھڑکتا ہے وُہ

تُمہاری دِید کی خواہِش تُمہارا خواب ہے

عِشق ہے ساتویں حِس

عِشق رازِ گہرا ہے"

جبکہ ہر شے سے بے خبر شہزادی اپنی اک اور نظم کسی کے نام مکمل کرتے ہوئے اس حسین دن کو الوداع کر رہی تھی۔

..______________________________..

ہارون سکندر بند سلاخوں میں ذہنی مریض کی مانند پڑا تھا، جیل کی سلاخوں کو اپنے خاکی جسم میں دھنستا ہوا محسوس کیے وہ سر، میلی سی گدلی دیوار سے ٹیکے آہیں بھر رہا تھا۔

اسکا وکیل اسے ہر خبر سے آگاہ کر چکا تھا جبکہ المیرا کی جانب سے موصول ہوئے خلانامے کو اس نے بے دردی سے پھاڑ کر اسے واپس تھما دیا تھا۔

وہ آج یہاں بیٹھا اپنے سارے گناہ یاد کر رہا تھا۔

مرتد، قاتل اور نا جانے کس کس گندے فعل نے اسکے ہاتھ، دل اور روح غلیظ کر دیے تھے۔

کیا ہمارے مذہب میں سچی توبہ کرنے والے کے لیے واقعی بخشش کا انعام ہے؟

یہ سوال، ان چند دنوں کے حبس اور بے بسی نے اس پر اتارا تھا۔

وہ سرخ لہولہان ہوتی آنکھوں کے سنگ اپنے خالی ہاتھ تک رہا تھا، جہاں رائگانی درج تھی۔

جہاں منافق لکھا تھا۔

جہاں کافر کے لفظ درج تھے۔

کیا وہ پچھتا رہا تھا؟ مگر اب کیوں؟ اور اپنے کس کس گناہ کی معافی مانگ سکتا تھا آخر؟ گناہوں کی فہرست لمبی تھی۔

پھر وہیں قاری وحید انجم کی مسجد کا منظر دیکھایا جاتا ہے، جہاں آج رات میں خصوصی درس کا انعقاد کیا گیا تھا۔

"قاریٔ صاحب! مرتد اگر سچی توبہ کر لے تو کیا اسلام اسے اپنے اندر واپسی کی اجازت دے دیتا ہے؟"

مجمعے میں بیٹھے لاتعداد افراد میں سے ایک نوجوان نے ہاتھ اٹھا کر اجازت ملتے ہی اپنا سوال دہرایا جس پر قاری وحید انجم کے چہرے پر ایک لمحے سفیدی سی چھا گئی پھر وہ درود پاک کا زیر لب ورد کرتے اس نوجوان کے سوال کی جانب متوجہ ہوئے۔

"میرے بچے! اسلامی نقطہ نظر میں مذہب اسلام کو چھوڑنا یعنی مرتد ہو جانا انسان کے لیے ایسی بڑی مصیبت ہے جو دنیا و آخرت ہر اعتبار سے انسان کو برباد کر دینے والی ہے"

قاری وحید انجم توقف کو رکے اور پھر مزید جامع وضاحت دینے کے لیے ارادہ باندھا۔

"اگر کوئی شخص اسلام سے پھر جائے، یعنی مرتد ہو جائے تو سب سے پہلے اسے دوبارہ مذہب اسلام قبول کرنے کی ترغیب کرنی چاہیے، اور حکمت و دانش مندی کے ساتھ ہر ممکنہ کوشش کرنی چاہیے کہ وہ دوبارہ مذہب اسلام قبول کر لے تاکہ وہ خود کو ہمیشہ کے عذاب سے بچا لے۔ بالکل یہ بجا ہے کہ اگر وہ مرتد شخص، توبہ واستغفار کیے کلمہ شہادت پڑھتا رہے تو اللہ اسکے اس گناہ پر نظر ثانی فرماتا ہے۔ اور اسے پھر سے دائرہ اسلام میں آنے کی دعوت پیش کرتا ہے۔۔۔۔۔۔ میں قربان جاوں اپنے رب کی مہربان ذات پر، اسکے محبوب کی شان پر۔۔۔۔"

قاری وحید انجم کے نورانی چہرے پر مسکراہٹ تھی وہیں اب اس مطمئین فرد کے علاوہ ایک اور بیقرار شخص ہاتھ بلند کیے اسی جواب میں مزید وسعت کا طلب گار تھا۔

قاری وحید نے شفقت کے سنگ اسے سوال کرنے کی اجازت سونپی۔

"قاری محترم اسکی سزا کا بھی قرآنی ثبوت کے سنگ بتایئے اور چند قرآنی اور حدیثی موتی بھی ہماری جھولی میں ڈالیے"

اس نوجوان کے پوچھے سوال پر قاری وحید انجم کچھ مزید وضاحت کرنے کا سوچ رہے تھے۔

"جی میرے بیٹے! مرتد کی سزا تو بے حد واضح ہے۔ اگر کوئی فرد ہزارہا ترغیب و کوشش کے باوجود بھی دوبارہ مذہب اسلام اختیار کرنے پر راضی نہ ہو تو جس طرح دنیاوی حکومت کی خلاف ورزی کرنے والے کو پھانسی دی جاتی ہے اسی طرح رب عزوجل، میرے مولا، میرے مالک، میرے اللہ

کے باغی کو بھی اسلامی حکومت قتل کی سزا سنائے گی جیسا کہ ابتدائے اسلام سے آج تک مفسرین، محدثین، فقہاء و علمائے کرام نے قرآن و حدیث اور خلفائے راشدین کے اقوال و افعال کی روشنی میں فیصلہ بتایا ہے"

اس نوجوان کا آدھا جواب بہت تفصیل سے بیاں کرتے وہ اب کچھ آیات مبارکہ ذہن میں دہرا رہے تھے، مسلمان، دوسرے مسلمان کو ہمیشہ جامع وضاحت دیتا ہے، اسلام اور دین کے متعلق گمراہ نہیں بلکہ طمانیت بخشتا ہے۔

سبھی حاضرین درس، خشوع و خضوع کے سنگ قاری وحید کے دیے درس کو سن اور سمجھ رہے تھے۔

یہ روحانی فضا دلوں کو سکون بخش رہی تھی۔

"چلو میرے بچو! اسی ضمن میں ہم قرآن پاک سے کچھ رہنمائی لیتے ہیں۔

بچھڑے والے واقعے سے تو آپ سبھی واقف ہوں گے۔

اللہ تعالی نے حضرت موسی علیہ السلام کی قوم بنی اسرائیل کے بعض لوگوں کا ذکر فرمایا ہے جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی اور مرتد ہو گئے تھے۔

اللہ تعالی نے ان کے متعلق سورت البقرہ میں حکم فرمایا:

(فَتُوبُو ٓااِلٰی بَارِئِکُم فَاقتلُو ٓااَن فُسَکُم ؕ

ترجمہ: لہذا اب اپنے خالق سے توبہ کرو اور اپنے آپ کو (اپنے لوگوں کو) قتل کرو)"

مذکورہ 54 آیت میں سے توبہ اور قتل کے حکم والا حصہ بمعہ ترجمہ کے سنگ دہرائے، قاری وحید صاحب نے ایک گہری سانس بھری پھر مزید بولے۔

"اس آیت کی تفسیر میں مفسرین بتاتے ہیں کہ جن لوگوں نے بچھڑے کی عبادت کی وہ مرتد ہو گئے تھے، ان کو اللہ پاک کے حکم سے اُن دوسرے لوگوں کے ہاتھوں سے قتل کروایا گیا جنھوں نے بچھڑے کی عبادت نہیں کی تھی۔

پھر اسی واقعہ کو بیان کرتے ہوئے اللہ تعالی نے سورت الاعراف، آیت 152 میں ارشاد فرمایا:

)وَكَذٰلِكَ نَجۡزِی الۡمُفۡتَرِیۡنَ۔

ترجمہ: اور یہی سزا دیتے ہیں ہم بہتان باندھنے والوں کو)

چونکہ میرے بچو! یہ لفظ 'نَجۡزِی' فعل مضارع کا صیغہ ہے جس میں حال اور مستقبل دونوں کے معنی پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ یہ بات ثابت ہوتی ہے کہ اللہ تعالی نے اس میں جو مرتد کے حوالے سے حکم دیا وہ تب کے لیے بھی تھا اور آئندہ آتے وقت یعنی مستقبل کے لیے بھی موجود ہے۔

جبکہ قرآن وحدیث کی روشنی میں بھی علمائے امت کا اتفاق ہے کہ کے گزشتہ شریعتوں کے احکام جب اللہ تعالی اور اسکے رسول ﷺ کے بیان کیے ہوں اور ان پر کوئی اعتراض یا انکار نہ کیا ہو تو اس امت پر وہ عمل اسی نوعیت سے باقی رہے گا۔

پھر میرے پیارے بچو! قرآن پاک کے پہلے مفسر یعنی ہمارے پیارے آقا حضرت محمد ﷺ نے بھی مرتد ہونے والے شخص کو واضح قتل کرنے کا حکم دیا ہے۔"

قاری وحید صاحب کے چہرے پر سکون تھا وہیں سامعین بھی اپنے جوابات پا کر طمانیت بخش احساس میں مبتلا تھے۔

"اب ہم چند احادیث کی سمت آتے ہیں میرے بیٹو!"

قرآن کی جانب سے رہنمائی کے بعد حدیث سے مدد لینا بلکل اتنا اہم تھا جتنی پھول کے لیے خوشبو اہم ہوتی ہے۔

سبھی سامعین متوجہ اور خاضر دماغی سے بیٹھے سننے کو منتظر تھے۔

"مرتد کے حوالے سے یہ حدیث سماعت فرمائیے:

حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا:

”جس نے اپنا دین (اسلام) بدل دیا تو اس کو قتل کر دو۔“ (بخاری، ترمذی، ابو داؤد، ابن ماجہ، مسند احمد)۔"

وہ حدیث کا مسند حوالہ دیے ایک بار پھر توقف کو رکے، مقصد اک مزید حدیث کو ذہن میں لانا تھا تا کہ وضاحت مزید جامع ہو پائے۔

"پھر ایک اور حدیث سماعت فرمایئے:

حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ کہ حضور اکرم نے ارشاد فرمایا کہ کسی مسلمان کا جو اس بات کی گواہی دیتا ہو کہ (اللہ تعالی کے علاوہ کوئی معبود نہیں اور میں اللہ کا رسول ہوں)، خون بہانا جائز نہیں مگر سوائے تین چیزوں میں سے کسی ایک کے ارتکاب پر (خون بہانا جائز ہو گا)

پہلا، شادی شدہ ہونے کے بعد زنا کرے تو واجب القتل ہو گا۔

دوسرا، کسی کو قتل کر دے تو قصاص میں قتل کیا جائے گا۔

تیسرا، اپنے دین اسلام کو چھوڑ کر ملت سے خارج ہو جائے تو قتل کیا جائے گا۔

(بخاری و مسلم، ابو داود، ابن ماجہ، مسند احمد)"

اپنی مکمل اور جامع وضاحت کے بعد قاری وحید انجم خود کے ساتھ ساتھ اپنے تمام حاضرین درس کو بھی مطمئین محسوس کر رہے تھے جو اس درس کو سننے کے بعد اللہ پاک سے اپنی دانستہ اور غیر دانستہ کوتاہیوں کی معافیاں طلب کر رہے تھے۔

"قاری صاحب! پھر تو مرتد روحان وحدی کو بھی جلد سزائے موت سنائی جانی چاہیے۔وہ خطرہ ایمان ہے۔اور ہمارے ملک میں ضرور ایسے قانون

سخت کیے جانے چاہییں جن میں مرتدین کی سزائیں جلد اور عبرتناک ہوں"

ایک اور مجمعے میں بیٹھا جوشیلا جوان، آواز بلند پکارا، اسکے لہجے میں مرتد روحان وحدی کے لیے نفرت اور ناگواری کے جذبات ہمک رہے تھے۔

"جی میرا بچہ !ناصرف سزائیں سخت ہوں بلکہ ان پر عمل درامد کروانے پر بھی قانون بنائے جانے چاہیں۔ میری تو ان سب بچوں کے نام بہت سی پر خلوص دعائیں ہیں جو ان مشرکوں کو کیفر کردار تک پہنچانے میں لگے ہیں"

قاری وحید کا لہجہ جہاں اول میں افسوس زدہ ہوا وہیں آواز میں اختتام تک چند الم اٹھا کر اس جنگ کو لڑنے والے جنگجوؤں کا ذکر کیے امید جگ گئی۔

ویسی ہی امید اس وقت وہاں بیٹھے ہر فرد کی آنکھوں میں لہرا رہی تھی۔

"بحیثیت مسلمان، ہم سب پر مرتد کی مخالفت فرض ہے۔ میرا مطلب ہے، کوشش اور ترغیب کے باوجود بھی توبہ نہ کرنے والے مرتد کی۔۔۔"

ایک مزید فرد اپنی رائے دینے کو بولا جس پر قاری وحید نے شفقت بھری نظر اس پر ڈالے فوری درستگی کر لینے پر مسکرا کر دیکھا۔

"اللہ ہم سبکو اپنے ایمان کی سلامتی پر فائز رکھے، ہم دوسروں کے معاملات پر کھنے کے بجائے اپنا قبلہ درست کرنے اور اپنی اصلاح کرنے کی جانب توجہ لگانا سیکھیں۔ پہلے اپنی غلطیاں جانیں اور اول خود کی درستگی کریں۔ ہم اپنا بویا ہی کاٹیں گے میرے بچو! حساب لینے کا منصب صرف منصف پر جچتا ہے۔ اس دنیا میں ہم انسان صرف اپنے آپ کا حساب لینے کی اجازت لے کر آئے ہیں۔ میری یہ بات آپ سب ہمیشہ اپنے پلو سے باندھے رکھنا، کسی کے اچھے مسلمان ہونے یا کافر ہونے کا فیصلہ ہم نہیں کر سکتے، اللہ جسے چاہتا ہے ہداہت دے دیتا ہے"

چند اختتامی موتی ارسال کرتے وہ درس کا وقت ختم کیے سبھی پر اک شفیق نظر ڈالے اجازت دینے لگے جس پر سبھی فرد ایک ایک کر کے انکے حجرے

سے اجازت لیے نکل گئے تب قاری وحید کی نگاہ، اسی طرح اک کونے میں عاجزی سے بیٹھے ہادی سکندر پر جا ٹھہری، میٹھی ہو گئی، آسودہ ہوتی چلی گئی۔

"آج تو چھٹی کر لیتے برخوردار، آج تو خاص شب تھی"

قاری صاحب کی مسکراہٹ گہری ہوئی وہیں وہ اسی سیاہی میں دمکتے آفتاب سا دیکھائی دیتا اٹھا اور عین قریب ہی آکر بیٹھا جو ابا بھی رسان سے مسکرا دیا۔

پھر یک دم اپنی جلتی آنکھیں میچ کر دوبارہ کھولے انھیں دیکھنے لگا۔

"ساتھی من پسند ہو تو ہر لمحہ خاص ہوتا ہے محترم،!اچھا سنیں!

کبھی کبھی میرے دل میں یہ خیال آتا تھا کہ باپ ہونے کے ناطے میں اس انسان کو معاف کرنے کا سوچ لوں، پھر لاکھ کوشش کے بھی معاف نہیں کیا جاتا تھا۔ آج آپکا یہ درس مجھے اس کشمکش سے نکال لایا ہے۔ یہ میرا آپ سے پہلا اعتراف ہے جو آٹھ سالوں میں پہلی بار کیا گیا ہے"

وہ عاجز سا، اپنے اندر کے کئی روشن وصف چھپائے پھرنے والا، اس تعلق کے پہلے دن ہی اپنا روشنی کی جانب سفر شروع کر چکا تھا، قاری وحید صاحب مبہم سا مسکرا کر ہادی کے چہرے کا سکون دیکھنے لگے۔

"وہ مرتد کے علاوہ قاتل بھی ہے، اس نے المیرا اور مجھ سے بہت اہم شے چھینی ہے۔ وہ غاصب بھی ہے، اس نے ہم دو کے علاوہ اپنے بھائیوں کے کئی حق مارے ہیں۔ پھر میری ماں پر بہتان بھی لگائے۔ گر وہ مرتد ہونے سے انکار کر کے بچ بھی نکلتے ہیں تو یہ باقی جرائم انکی سزائے موت کے لیے کافی ہوں گے۔

میں نے وہ سارے ثبوت قانون کے حوالے کر دیے۔ اب آپ مجھے بس اتنا بتا دیں کہ میرے دل سے یہ احساس جرم جو بلاوجہ ہی براجمان ہے، اس سزائے موت کے بعد ختم ہو گا یا بڑھ جائے گا؟"

وہ بھلے بہت پر سکون سہی پر پھر بھی دل و دماغ میں ایسی وحشت اٹھتی جو کئی ثانیے ختم ہونے کا نام بھی نہ لیتی تھی۔

وہ اضطراری کیفیت میں جواب ملنے تک اپنے ہاتھوں کو مسلتا رہتا تھا، اس وقت بھی اس نے یہی شغل اپنائے اپنا جواب جلد جاننے کی حسرت کی تھی۔

"اک سزا دنیاوی قانون سنائے گا مگر اک سزا اس انسان کو اللہ بھی دے گا میرے بچے، وہ سزا یقیناً اس دنیاوی سزا سے ستر درجے ہیبت ناک ہو گی۔ تمہیں جو احساس لاحق ہے وہ اس خون کے باعث ہے جو تمہاری رگوں میں روانی سے دوڑ رہا ہے۔ یہی احساس انسان ہونے کی نشانی ہے بچے۔ لیکن ممکن ہے سزائیں بہت سارے حل ساتھ لائیں، جن میں اک حل تمہارے دل کی بیقراری کا بھی ہو گا"

وہ کچھ لمحے بولنے کے قابل نہ رہااور پھر ہونٹوں کو سختی سے باہم بھینچ لیتا وہ یونہی ادھوری ملاقات ادھوری ہی چھوڑ دیتا چہرہ، جذبات سے عاری مگر فیصلہ کن کیے اٹھ کھڑا ہوا۔

قاری وحید انجم کو ہادی سکندر کی ہر عادت سے واقفیت تھی تبھی وہ اسے روکنے کے بجائے جانے کی اجازت دیتے سر اثبات میں ہلانے لگے جس پر وہ اپنی کیفیت بدلے چہرے پر ہنوز حزن و ملال کے رنگ سجا کر پلٹ جاتا ہادی سکندر کچھ ہی لمحوں میں انکی نظروں سے اوجھل ہو گیا۔

..________________________..

مان اور مبین کے واپس آنے اور ان سارے انکشافات پر ماہ جبین اور عارض صاحب خاصے حیران تھے جبکہ مان پہلے ہی سب کو شب بخیر کیے سونے جا چکی تھی۔

جبکہ دوسری طرف بھی نیلم کے سو جانے کے بعد شاہ ویر سبھی کو بابا کے روم میں لائے جب مبین کی خواہش اور خوشی دونوں سے باخبر کر چکا تھا تو مہرو، مناحل، مہک صاحبہ اور فیاض صاحب چاروں ہی کسی فکر مند کرتی سوچ میں ڈوبے تھے۔

مناحل بھی رات یہیں رک گئیں تھیں اور اب انکا ارادہ سبھی کی نیا پار ہونے کے بعد ہی مری واپس لوٹنے کا تھا۔

دونوں گھروں میں نوعیت مختلف جبکہ خوشی اور بے یقینی کا سماں ایک سا تھا۔

چونکہ مبین نے خود آکر سبھی سے مل کر انکے رہے سہے تمام خدشات دور کر دیے تھے تبھی مبین کی نکاح والی خواہش ان چاروں میں سے کسی کو بھی غیر مناسب نہ لگی۔

جبکہ نیلم سے پوچھنے کا خیال جب مہک صاحبہ کو آیا تو شاہ ویر نے انھیں ایک بار پھر نیلم کی غائبانہ رضامندی کا یقین دلا کر قائل کر لیا۔

پھر لگے ہاتھوں، خالہ کی موجودگی کو پلس پوائنٹ جانتا ہوا وہ ماں کے متعلق اپنی رائے بھی دے گیا جس پر توقع کے برعکس سبھی کے چہروں پر خوشی جبکہ توقع کے مطابق بابا کے چہرے پر اضطراب درج ہوا۔

مہک صاحبہ نے اپنے اس بچی کو دیکھتے ہی بہو بنانے کا خیالات کا اظہار دے کر گویا شاہ ویر کا دل بہار کر دیا وہیں مناحل کو بھی شاہ کے عقل مند فیصلے پر رشک آیا۔

مہرو تھوڑی شاکڈ تھی مگر شاہ ویر کی خوشی اس رضامندی میں محسوس کیے وہ بھی خوشی کا اظہار دے گئی جبکہ بابا کے بنا کہے تمام سوال بھانپ لیتا وہ انکو نرم آنکھوں کے پریقین تاثر کے سنگ مرہم مل جانے کی نوعید بھی سنا گیا تھا۔

ماں کے لیے وہ کچھ وقت تک سبھی کو جانے کی ہدایت کے ساتھ فی الحال اس بات کو یہیں تک رکھنے کی تاکید بھی سونپ گیا۔

جبکہ کل کے دن کی اتنی ساری تیاریوں کا سوچ کر ہی مہک صاحبہ کے ہاتھ پیر پھول گئے، لیکن مناحل کے ساتھ ہونے نے انکو تسلی دی۔

اگر وہ سب کل واقعی نکاح کا اصرار کرنے لگے تو بہت سی تیاریاں تھیں جو ضروری تھیں، سب سے بڑی مبین کے لیے ضروری تحائف جو رسما اسکو اور اسکی فیملی کو دیے جانے تھے، پھر نکاح کی مبارک میں کوئی بیش بہا سونے کی چیز بھی انھیں اہم لگی جسکا سب بوجھ شاہ ویر نے اپنے کندھوں پر لیے ماں کی ساری فکریں دور کیے سونے کے لیے بھیجا جبکہ مہرو کو بھی نیندیں پوری کرنے کا شرارتی چھیڑتا ہوا جملہ کہہ کر سرخ رو کیا۔

سب کے چلے جانے کے بعد وہ کمرے میں اکیلے بچ جاتے بابا کے پاس آکر بیٹھا اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مقید کیے نظر اٹھائے انکی شفیق مگر اداس سی مسکراہٹ دیکھی۔

"مبین عارض سکندر نے مجھے مان کے لیے چنا، میں نے اعتراف کیے اس لڑکی کا ساتھ بنا سوچے قبول کر لیا۔ یہ جانتے ہوئے کہ یہ کتنا بڑا رسک ہے۔ آپ کی کہی صبح والی باتیں میری اس فیصلے میں مددگار رہیں پھر آپکا گلے لگانا مجھے اداسی سے کچھ لمحے باہر لے آیا اور سوچنے سمجھنے کی صلاحیت لوٹائی ہے۔ ہاں خود سے ناراضگی تو ختم نہیں ہوئی ہے لیکن شاید کم ہو گئی ہے۔مان کے متعلق یہ ایسا فیصلہ ہوا ہے جو میرے دل کو مزید بے سکون کرنے کا سبب نہیں بنا اور یہی مرہم کی نشانی ہے بابا"

اپنے دل کو آخری حد تک فیاض صاحب کے روبرو کھولتا وہ جس روانی سے یہ حقائق بیان کرتا گیا، دونوں کے چہروں پر سکون اتر آیا۔

وہ شاہ ویر کا موہنا چہرہ اپنے ہاتھوں میں بھرے بھیگی مسکراہٹ دیے رشک سے تکنے لگے۔

"اللہ تمہیں ہمیشہ پر سکون رکھے، اپنے سکون کے ساتھ امل کا سکون اللہ سے مانگنا کبھی نہ بھولنا۔ وہ دل کے معاملے میں عورت زاد ہونے کے ناطے تم سے ہزار گنا کمزور ہے، میری دعائیں میرے سب بچوں کے لیے ہیں۔ اللہ میری کسی اولاد کو تپش بھرے دن نہ دیکھائے، آمین"

بابا کی امید افزاء باتیں اک طرف دل ہلکا کرنے کا سبب بنیں وہیں امل کے لیے دعا مانگنے کی تاکید دوسری طرف شاہ کا دل بھاری کر گئی لیکن وہ انکے ہاتھ پر بوسہ دیتا پورے یقین کے سنگ ایسا ہی کرنے کا اعتراف سونپ گیا۔

جبکہ امل آج لاکھ سونے کے جتن کیے بھی نیند سے کوسوں دور تھی، نیند کی گولیاں بھی دو لے لیں مگر دل چاہا ہی نہ کہ دو گھڑی آنکھیں موند لیتی۔

پھر اپنے کمرے میں کھڑکی سے جھانکتا چاند تکتی مان، خاموشی سے خود شناسی میں محو تھی۔

دل آج اداس ہو کر بھی اداس نہ لگ رہا تھا۔

پھر وہیں ماں کی گود میں سر رکھ کر نیند کی ہلکی ہلکی خماری میں ڈوبتا ہوا مبین عارض سکندر، انتہائی پر سکون ہو کر بھی بے سکون دیکھائی دے رہا تھا۔

ماہ جبین اسکی بے تاب خواہش پر ابھی تک خوشی مبتلا سی اسکے براؤن شیڈ دیتے بالوں میں دھیرے دھیرے انگلیاں چلا رہی تھیں۔

"کیا وہ مجھے اس اجلت میں قبول کرے گی ماں، کہیں اسکا دل میری بے تابیوں پر سہم نہ جائے"

وہ نیند کی خماری میں ڈوبا ہوا جس طرح بولا، ماہ جبین کو اسکی باتوں پر پیار آیا۔

"پھر آپ محبت اور توجہ کے ہاتھوں سے انکا ڈر زائل کر دیجئے گا جان، آپ جیسے مرد جاہ کو وہ شہزادی بھی اجلت میں ہی قبول کرنے کی منتظر بیٹھی ہوں گی"

ماہ جبین نے جھک کر اسکی ہلکی ہلکی حدت میں ڈوبی پیشانی چومی اور محبت سے یقین دلایا۔

وہ بھوری آنکھیں کھلیں تو یوں لگا آسمان یکدم تاریک سے روشن ہوا ہو۔

"کیا سچ میں؟"

وہ باولا ہوئے جا رہا تھا، دل کل کا سوچ کر ہی بے خود ہو رہا تھا۔

"سچ میں ہمارے حسین چاند! کل کا دن مبین عارض سکندر کی زندگی کا سب سے خوبصورت دن ہو گا۔ جب آپکی دریافت کی گئی شہزادی کے تمام جملہ حقوق آپکے نام ہو جائیں گے"

گویا اب بے تاب دل کو قرار ملا تھا، وہ ماں کو ایسے ہی زحمت دیے اپنی آنکھیں بند کر چکا تھا۔

اور ماہ جبین رشک سے مبین کا چہرہ تکتیں اس سے کہیں زیادہ آسودہ ہو گئیں۔

پھر وہ دیوانہ جو ہر کونے سے اٹھتی امل کی خوشبو پر اپنے سکون و آرام کو اک طرف کیے بیڈ پر چت لیٹا، آنے والے حسین وقت کے خواب بن رہا تھا۔

اسے پتا تھا امل سے دل لگا کر اس نے بھی رسک لیا تھا پھر اس بٹے ہوئے دل والی کو قبول کیے اس سے بڑا خطرہ مول لیا تھا لیکن وہ خود پر یقین رکھتا تھا کہ وہ امل کی زندگی سے سارے کمیاں، ساری حسرتیں اور سارے خسارے اسے اپنا بنا کر جڑ سے نوچ ڈالے گا۔

اسکی آنکھوں کا نور تھی امل، جو اس تک پہنچ کر ہی روشن ہونے والی تھی۔

..________________________..

اپنی اختراع پر نازاں ہوئے وہ رات کی بڑھتی تاریکیوں پر طائرانہ نگاہیں ثبت کرتا پیدل ہی سفر کاٹ رہا تھا، جیسے اسے رات کی سیاہیوں سے باتیں کرنا بھاتا ہو۔

جیسے اسکی بلکتی ہستی کو اپنے جیسوں سے مل کر قرار آتا ہو۔

فٹ پاتھ پر مفلس سا اک شخص خود کو پھٹے کھیس میں ڈھانپنے کی سعی کر رہا تھا، وہ راتوں کو یکدم بڑھتی خنکی سے بچنے کو جب اپنا تن ڈھانپتا تو اسکے گرد و مٹی سے اٹے پیر اس چادر سے باہر نکل آتے، پھر جب پیروں کو ڈھانپتا تو سینہ سردی سے ٹھٹھرنے لگتا۔

ہادی سکندر کچھ ثانیے رک کر یہ ماجرا بڑے غور سے تکتا رہا اور پھر نا جانے کیا سوجھی کہ اپنے کندھوں پر بے ترتیب انداز سے ڈالی لمبی سی سیاہ چادر اتار کر سنجیدگی کے سنگ اس نے اس پھٹے پرانے کھیس کو کھینچ تان کر لیتے فقیر پر کچھ یوں پھیلائی کہ وہ اسے سر تا پیر تک ڈھانپ گئی۔

ہادی سکندر کچھ قدم پیچھے جا کر کھڑا پھر سے اسی آدمی کو دیکھنے لگا جسکے جسم کی تھرتھراہٹ اب تھم گئی تھی، جیسے اس سیاہ بخت کی چادر اس مفلس کو سکون آور نیند دے گئی تھی۔

"ساحر!

تم مسیحائی کا گُر جانتے ہو

اپنے گنبدِ بے دَر سے نکلو

انہدام برپا ہونے سے قبل

معدوم پڑتی زندگی کے ماتھے پہ بوسہ دو

پری کے کھنکتے قہقہوں کے پھولوں سے

سماعت کی کارنس کو سجالو!"

کوئی تیز ہوا کا جھونکا سرگوشی کی صورت ہادی سکندر کے دل تک اترا جس پر وہ چونک کر اردگرد دیکھنے لگا، رات گہری سے گہری ہو چکی تھی۔

ہر شے تھمی تھی، طوفان سے پہلے والی خاموشی تھی۔

پھر بنا کچھ سوچتا وہ باقی کا رہا سہا فاصلہ کاٹ کر واپس گھر پہنچا، شیخ عارف، المیرا کی ہدایت پر اب تک جگے تھے اور باہر پل پل گرتی ہوئی رات میں اضطرابی

انداز سے ٹہل رہے تھے مگر ہادی سکندر کے لوٹ آنے پر دل تک مطمئین ہوئے جو انکی جانب جانے کے بجائے وہیں کچھ لمحے رکا اور پھر بنا کچھ کہے گھر کے اندرونی حصے میں داخل ہو گیا۔

عارف صاحب بھی مطمئین ہو کر اپنے کوارٹر کی جانب چل دیے۔

ہادی سکندر کی ایسی بے حسی اور بے اعتنائی تو اس نے ہرگز امید نہ کی تھی، جس کے لیے سجی تھی اس نے تو نظر بھر کر دیکھا تک نہ تھا، بے دلی سے فریش ہونے کے ساتھ ساتھ چینج کیے وہ کب کی سفید کرتی اور نیلے کھلے ٹرواؤزر میں لپٹی، بال رف سے میسی جوڑے میں مقید کیے افسردہ سی صوفے پر جھکی بیٹھی کہنیاں گود میں رکھے، ٹھوڑی ٹکیے اپنے پاوں جھلا جھلا کر بوریئت دور کر رہی تھی۔

پھر گاہے بگاہے پورے کمرے کی وسعت پر نگاہیں دوڑانے لگتی، نہ کوئی اضافی روشنی نہ خوش آمدیدی پھول، نہ اس کمرے کی کوئی زیبائش۔ فقط ہادی سکندر جیسی سیاہی، فقط اس جیسی ضد ہی ہر جانب سے ٹپک رہی تھی۔

"تمہارے قہقہے ہی تھے

جنہوں نے موسیقی کے علم کی بنیادیں فراہم کی تھیں

تم ہی تھے

جس کے آنسوؤں کی وجہ سے

سمندر کو اپنے کھارے پن کا سبب

معلوم ہوا تھا

تمہاری خاموشی کی ہی بنا پر

شام نے

اپنی اداسی کے جزیرے

دریافت کیے تھے

جاتے سمے

تمہارے مڑ کر نہ دیکھنے نے

ثابت کیا تھا کہ

روشنی سیدھی لکیر میں سفر کرتی ہے"

وہ پری نڈھال تھی مگر اسکا دل ہادی سکندر کے لیے بہت حساس تھا، وہ اسے ہمیشہ سے آئیڈلائز کرتی تھی، تب بھی جب وہ سب سے ڈانٹ کھائے پاگلوں کی طرح ہنس کر سامنے والے کو زچ کرتا تھا۔

تب بھی جب وہ تنہائی میں بیٹھ کر سب سے چھپ کر روتا تھا، وہ اسکے ساتھ رو دیتی تھی۔

اور پھر محبت ہو جانے کے بعد اس شخص کی ذات پر اتر آتی خاموشی کے راز تک جانتی تھی، وہ خاموشی جس سے ماہ نور کے محبت کرنی شروع کی تھی۔

لیکن اس شخص کے ہر بار قریب آکر دور چلے جانے نے اسے پہروں رلایا بھی تھا۔

اس سب کے باوجود وہ اپنے حساس دل میں ہادی سکندر جیسے الجھے شخص کو پوری ایمانداری سے بسائے رکھتی آئی تھی، بنا کچھ کہے، بنا اس سے کچھ مانگے، بنا خود کو اس شخص کا ہمدرد بن جانے کی تسلی سونپے۔

وہ بنا آہٹ کیے اپنی اندھیر نگری میں آیا تو اسکے منفرد سے کلون کی تیز مہک نے ماہ نور کی توجہ سلب کی، وہ بھی اندھیر نگری کی اس روشنی پر دنگ رہ گیا۔

یہ سچ تھا اس بکھری سی کیفیت میں بھی وہ ہادی کے آتے ہی اٹھ کر خود اسکی جانب لپک گئی اور ہادی سکندر کے لیے اسے دیکھنا، اسکے کم سن حسن سے

نظر چرانا اور اسکی معصوم اداس آنکھوں کو فراموش کرنا جان جوکھم کا کام ثابت ہوا۔

" اتنی دیر سے آئے ہیں ہادی، کیا اب بھی ناراضگی باقی ہے۔ میں کب سے آپکا انتظار کر رہی ہوں۔ اب تو مجھے آپکے اس کالے کالے کمرے سے ڈر بھی لگ رہا تھا۔ بولیں ناں کہ دیر سے آکر آپ نے مجھے اپنی ناراضگی کی ساری سزا دے دی ہے اب آپ مجھ سے بالکل خفا نہیں۔ اور میں بھی آپکے دیر سے آنے، نظر انداز کرنے اور اچھے سے نہ دیکھنے پر زرا بھی ناراض نہیں ہوں ٹھیک ہے ناں "

اپنی اداس سی آنکھیں، ہادی سکندر کی راز آنکھوں میں جھجھکتے ہوئے ڈالتی وہ پہلے ہی لمحے اسے مسمسار کر رہی تھی، پھر مزید بات جاری رکھتی ہوئی ماہ نور اسکی آنکھوں میں دیکھنے سے خوف کھائے، اپنی بوجھل ہلکیں جھکا کر اپنی دونوں مرمریں، سکون بہم پہنچاتی سرکتی ہتھیلوں کو اسکے سینے سے لگائے

آنکھیں بند کیے اس تیز کلون کی خوشبو کے اندر سے ہادی سکندر کی حقیقی خوشبو تلاشنے لگی۔

یہ منظر ہادی سکندر کی دنیا دہلانے کو کافی ٹھہرا تھا۔

پھر جیسے اس پتھر بنے شخص میں جنبش ہوئی، اپنا ہاتھ اٹھا کر اس نے ماہ نور کی بازو پر رکھا، اس شخص کا پہلا لمس، ان انگلیوں نے اسکی بازو چھو کر پہنچایا تو جیسے اس نئے احساس کے باعث ماہ نور کے جسم میں سنسنی سے دوڑ گئی۔

وہ آنکھیں کھولے لرزتی ہوئی پلکیں لاکھ اٹھانے کی کوشش کرتی رہی مگر سب بے جان محسوس ہوا، وہیں اس پتھر شخص کا دوسرا ہاتھ بھی ماہ نور کی بازو پر جا جما، وہ انگلیوں کی حرکت اب شانوں سے گردن اور پھر گالوں تک سرکتی محسوس کیے دل کو تیز تیز دھڑکتا چھوڑے تب جھکی پلکیں اٹھانے پر مجبور ہوئی جب ہادی سکندر نے اپنے ہاتھوں میں ماہ نور کا چہرہ تھامے اسکی

بہت ڈری اور سہمی آنکھوں میں بے باکی سے اپنی سرخی مائل آنکھیں ڈالیں۔

بے ارادہ ہی وہ ہادی سکندر کی سینے سے قیمص جکڑ گئی، آنکھوں میں انجانا سا خوف اتر آیا۔

مگر لمحہ لگا اور بے چینی، بے سکونی، تھکان سبھی ختم ہو گیا جب وہ اسے اسی اپنائیت بھرے حصار میں بھرتا بہت سے سچ تسلیم کیے ماہ نور کی جبین پر اپنے ہونٹوں کا پہلا استحقاق بھرا حق جمائے دل تک آسودہ ہوا اور وہ اس لمحے یکدم پر سکون ہوئے آنکھیں پھر سے بند کر گئی۔

اک مبہم سی مسکراہٹ ماہ کے ہونٹوں پر چمکی جیسے اس نے ہادی سکندر کی خوشبو دریافت کر لی ہو۔

"اتنی کم سزا پر معافی نہیں ملتی، خود سے جڑے خاص لوگوں کو تو زیادہ لمبی سزا دیتا ہوں۔ تم سے عشق ہے تبھی رعایت دے دی ہے۔ اور اس سے بڑی بات کہ تم نے مجھ جیسے کو بے خوفی سے قبول کر لیا ہے"

اتنے قریب چلے آنے کے باوجود وہ ناراضگی کے سنگ اپنی خفگی بنا چھپائے بولنے لگا جس پر وہ اپنے چہرے کا محاصرہ کرتی ہادی سکندر کی جان لیوا نظروں سے آنکھیں چرا گئی اور بازو اسکے توانا وجود کے گرد باندھے، اپنا چہرہ ہادی کے سینے میں چھپا لیا۔

"ہادی مجھے سزا نہیں دیں"

اس پری کی قربت الگ وبال پھر وہ یوں بولی جیسے آواز گلے میں گھٹ گئی ہو، وہ ہادی سکندر کی آنکھوں میں ناراضگی اور دکھ دیکھنا ہرگز نہیں چاہتی تھی، وہ اسکی دیوانگی اور جنون سے بھری دل دھڑکاتی نظروں کی تمنائی تھی، مگر وہ اسکے سامنے سپاٹ چہرہ لیے کھڑا تھا۔

"محبت بھری سزا دوں گا"

وہ اس نڈھال پری کی سماعت کی اور جھک کر سرگوشی کیے بولا جس پر ماہ نور نے زرا سا الگ ہوئے روہانسی ہو کر ہادی کی آنکھیں دیکھیں۔

"صرف محبت"

وہ ضدی سی لگی، آنکھوں میں ڈھیر سامان بھر کر ہادی سکندر سے اسکا سارا اختیار چھین لیتی پری!

"محبت کرنا قدرے آسان ہے مگر دینا مجھ جیسے کے لیے بہت مشکل، سزا بلاخوف دیتا ہوں۔ تم نے بھی تو میرے ضبط سے کھیلا ہے ماہ، کیسے میری تڑپ جاننے کے باوجود اس بھائی کے ساتھ مل کر میری بے بسی کا مزاق بنایا۔ کہا تھا ہاتھ پکڑ کر تمہیں لاوں گا دیکھو اپنا کہا پورا کیا، لیکن ابھی یہ نہیں چاہتا تم مجھے مناو۔ ابھی نہیں مائی ٹوئنکل سٹار!"

وہ زندگی سے یکدم بیزار سا بہت سی تکالیف جتاتا ہوا ماہ کے چہرے کا ہر ہر نقش رغبت سے تکتا رہا اور وہ لاکھ ہادی کے لفظوں سے یاس کا شکار ہوئی مگر اس حصار میں اپنے دل کا کیا کرتی جو دسترس کے سکھ اور ملن کی خواہش میں بے قابو ہو رہا تھا۔

"اگر ہم یہ نہ کرتے تو کبھی آپ مجھے ہاتھ سے پکڑ کر اپنے پاس لانے کا دعوی نہ کرتے، جب دعوی ہی نہ کرتے تو مجھے چپ چاپ گنوا دیتے ناں۔ مبین بھیا نے یہ سب آپ کو لاسٹ وارننگ کی طرح سمجھایا ہے، اور کیا میں کسی دوسرے انسان کا سوچ سکتی تھی؟ کبھی بھی نہیں"

اپنی صفائی پیش کرتی وہ ہادی کی اداسی کا سوچتی ہوئی آنسو چھپانے کے لیے زور زور سے آنکھیں جھپکتے ہوئے منمنائی اور ہونٹ بھی بات مکمل کیے بھینچ لیے اور ایسا کرتی وہ بالکل چھوٹی سی بچی لگی جو کسی کو منتیں کیے منانے کے جتن کرتی ہار گئی ہو۔

"پھر بھی، مجھے تڑپایا تو ہے"

وہ ہنوز ضدی لہجے میں چمکا، جبکہ اسکے لہجے کی من مرضی پر ماہ نور نے اسے خوفزدہ نظروں سے دیکھا جو اپنے ہاتھ کی پشت سے ماہ کی رخسار سہلائے اسکے چہرے کے نشیب و فراز میں گم ہو رہا تھا۔

"تو دور رہ کر تڑپایا ہی تو جا سکتا ہے ہادی، بنا کسی رشتے کے میں آپکو کوئی سکھ کیسے دے سکتی تھی۔ بحیثیت ایک لڑکی، ایک بیٹی اور بہن مجھ پر حدود مقرر تھیں لیکن اب تو میں آپکو ہر خوشی دے سکتی ہوں۔ اب میں آپکی بیوی بن چکی ہوں، اب آپکو آپکے چاہنے کے باوجود دور جانے نہیں دے سکتی۔ اب آپکو خود سے جتنا چاہے قریب کر سکتی ہوں"

اس ضدی اڑیل کی ناراضگی کے خوف تلے ہلکان وہ نا جانے کیا کیا بڑبڑا بیٹھی، مگر احساس تو تب ہوا جب مقابل چہرے کی ناراضگی کے یک دم اڑن چھو ہو جانے اور نگاہوں کی نرمی پر وہ انگلی ہونٹوں میں داب لیتی کانپ کر رہ گئی۔

جبکہ ہادی سکندر کی آنکھیں ہر بوجھ سے آزاد ہوئے، مقابل کے بے خود ہونے پر مسکرائی تھیں۔

وارفتگی سے تکتا وہ اسکے چہرے پر سمت آتی گھبراہٹ پر محظوظ ہوا جو اتنی بے باکی کے بعد ہادی سکندر کی دھڑکن کے مانند اسکی تپش پہنچاتی پر حدت نظروں میں سر تا پا مرکوز، دھڑک رہی تھی۔

یہی اک نظر تو محبت کے سارے صحیفے با آواز بلند دل پر پڑھ کر پھونک گئی تھی، اک نظر اور اک خودرو مسکراہٹ ہی تو محبت ہے۔

مضمون لکھ کر کہاں دیا جا سکتا ہے، محبت تو بہت باریکی سے فقط اک لمحے میں بنا کچھ کہے بھی عیاں ہو جاتی ہے۔

"سب کر سکتی ہو تم ماہ! مگر اتنی جلدی منا نہیں سکتی"

وہ دل کے سارے ہمکتے جذبات پر بندھ باندھے، ان تھرتھراتی پلکوں کو زحمت سے دوچار کر رہا تھا، شاید اسے خود کے لیے محبت اور توجہ ظاہر کرنے والوں کا رونا بھی ہنسنے جیسا عزیز تھا۔

"منالوں تو کیا انعام ملے گا؟"

مقابل بھیگی نم نم پلکوں والی اس استحقاق بھرے مان کے سنگ اس درجہ بے جھجھک ہوئے بولی کہ ہادی سکندر گنگ سارہ گیا، جبکہ وہ کب اتنے سے پے ہی جان کنی کا یہ سلسلہ روک دیتا۔

"تو میں پھر دگنی شدت سے روٹھ جاوں گا"

آہستگی سے ماہ کی کلائی تھامے وہ اسکی یکدم رنج سے بھر جاتی آنکھوں میں تکتا بے خوفی سے بولا، آواز میں اک غرور ہمکا تھا۔

جبکہ وہ انعام کے بجائے مزید بری سزا پر مزید افسردہ ہو گئی، گلاب چہرہ مرجھا سا گیا۔

"کاش آپ یہ کہتے کہ ماہ کو اسکی خوشی دے دوں گا، بہت ہی برے ہیں آپ ہادی سکندر۔ بہت برے"

وہ آنکھ لمحہ صرف کیسے موم ہوئی اور ماہ نے اس موم کو بہنے سے بھی نہ روکا، بلکہ اپنی کلائی اسکے ہاتھ سے جھٹک کر منہ تک موڑ لیا، جبکہ سامنے والا اس ادا پر جہاں کا تہاں رہ گیا۔

مگر یہ کیفیت اسقدر لمحاتی تھی کہ ایک کلائی چھڑوانے والی کی اب دوسری کلائی ہادی سکندر کے مضبوط ہاتھ میں قید تھی اور وہ بھی اس اچانک افتاد پر آنسو بہاتی زرد شکوں کناں آنکھیں، واپس موڑے پٹ سے ہادی کی آنکھوں میں ڈال گئی مگر دوسرے ہاتھ سے ہادی کے سینے پر مزاحمتی دباو ڈالے فاصلہ بھی برقرار رکھنے کی ادنی سی جسارت کی۔

"ایسے کرو گی تو خود کو سنبھال نہیں سکوں گا، مسکراتے مسکراتے ماہ کو اسکی خوشی دے دوں گا۔ لیکن اسکا نقصان ہو گا کہ مجھے اپنے کہے سے پیچھے ہٹنا پڑے گا۔ ناٹ فیئر مائی ٹوئنکل سٹار! سیدھا سیدھا عادتیں خراب کر رہی ہو"

کلائی پر گرفت مضبوط کرتا وہ اسکے سرکتے وجود کے گرد دوسری بازو کا مدھم سا حصار بناتا، فرار کی تمام راہیں مسدود کیے گھمبیر اور آنچ دیتے لہجے میں آہستگی سے بولا جس پر ماہ نے تاسف بھری نگاہیں ہادی کی اور جمائیں۔

"آپ ہیں ہی پاگل، کس نے خود کو سنبھالنے کا کہا ہے آپکو ہاں۔ کون کھڑا ہے سر پر بندوق تانے۔ مجھے ناں آپ سے بات ہی نہیں کرنی ہے۔ اور میری یہ مجال کے آپکی الٹی عادتیں سیدھی کرنے کی جسارت کروں۔ چھوڑیں مجھے سونا ہے۔۔۔ صبح ہی مجھے واپس چھوڑ کر آئیں بس نہیں رہنا مجھے آپ کی ناراضگی کے ساتھ۔۔۔"

لٹھ مار انداز اپنائے وہ بھی ساری قربت، ہر حصار جھٹک کر غرا اٹھی جبکہ مقابل اس چھوڑ جانے والی دھمکی پر ان خوفناک آنکھوں میں اشتعال سا امڈا، کلائی کے ساتھ حصار کی سختی بھی شدید کرتا وہ اپنی آنکھوں سے ہی اپنی قوت اور غضب کا ٹریلر دے چکا تھا جبکہ وہ یکدم ہادی سکندر کے تیوروں کو دیکھ کر سہم اٹھی۔

کلائی پر جمی ناقابل یقین شدت پر اسکے حلق سے پھنسی پھنسی دہائی پھسلی مگر وہ اسے احتجاج کا کوئی موقع دیے بنا ہی اپنے غضب سے خاموش کروا چکا تھا۔

"دوبارہ مجھے چھوڑ کر جانے کی بات کی ماہ تو بہت برا ہو گا یاد رکھنا"

وہ سختی سے اسے تنبیہہ کیے پست سا دھاڑا جبکہ وہ ہادی کے مشتعل ہونے پر منہ بسور کر گویا برف گرا گئی۔

"زیادہ ہیرو گیری نہ کریں، جانے کا اس لیے کہا کیونکہ کل مبین بھیا کے لیے ہم نیلم آپا کا رشتہ لینے جا رہے ہیں۔ تو انکی اکلوتی بہن اور اکلوتا یار نہ ہوا تو وہ

خود اداس ہو جائیں گے ناں۔ کیا پتا کل ہی انکا نیلم آپا سے منگنی یا نکاح ہو جائے۔ مجھے ناں اچھی اچھی فیلنگ آ رہی۔۔۔۔ مما نے آتے ہوئے یہ سب بتایا تھا مجھے۔۔ رہی بات آپکو چھوڑنے کی تو بھول جائیں اب کہ میں آپکی جان چھوڑنے والی ہوں کبھی۔۔۔۔ ہنہ"

سلگتا ہوا مسکرا کر مقابل کی شدت پسندی سے بنا دبے نہ صرف وہ خود سامنے موجود عضیل شخص کا غصہ ختم کروا گئی بلکہ اس نئے انکشاف سے از سر نو ہادی سکندر کا دل بھی غیر ارادی دہکا گئی۔

گویا اس اڑیل جناب کے ہاتھ مبین عارض سکندر سے بحث اور ناراضگی جتانے کا ایک اور حربہ لگ چکا تھا۔

سرد مہری سے ماہ کی کلائی چھوڑتا وہ اسے آزاد کیے دو قدم دور ہٹا۔

"واہ واہ! تو گویا سالہ صاحب بھی گھوڑی چڑھنے کے ارادے کیے بیٹھے ہیں۔ کون ہے یہ نیلم آپا؟ کیا سٹوری ہے دونوں کی زرا بتاؤ یہاں آکر"

دوبارہ اس بتیسی دیکھا کر پھدکتی لڑکی کو گھیر تا وہ اسے بیڈ کی جانب لائے بیٹھا تا خود بھی مغرور چہرے کے سنگ بڑی جلن کے سنگ استفسار کیے ساتھ ہی بیٹھتے بولا جس پر ماہ نور نے اس کے انداز پر بمشکل مسکراہٹ دبائی۔

"ہاہا آپ کو جلن ہو رہی ہے؟ آپ بھی تو چڑھ گئے گھوڑی۔ بھیا کیوں پیچھے رہیں جناب۔ ویسے اصل سٹوری کا تو مجھے بھی نہیں پتا لیکن وہ بہت بہت بہت ہی پیاری ہیں۔ اتنی پیاری کہ انکو دیکھ کر دل کو سکون مل جاتا۔ مما بتا رہی تھیں کہ مبین بھیا کی پسند ہیں وہ۔۔۔ امم پہلی نظر کا پیار ہو سکتا ہے"

بھرپور جوشیلے انداز میں وہ خوشی خوشی یہ اندازے لگاتی ساتھ ساتھ ہادی سکندر کے چہرے پر موجود سلگتی ہوئی مسکراہٹ سے بھی متاثر ہوئی جو اپنی ہی دھن میں نا جانے کیا سوچنے میں منہمک تھا۔

"بڑا میسنا اور گھنا ہے تمہارا بھائی، ضرور عشق وشق میں پڑا ہے تبھی میری تکلیف کا احساس ہوا۔ میں بھی کہوں بنا جھٹکے کے تو یہ حقیقت پسند پتھر آدمی

پگھل نہیں سکتا۔ تو یہ کہانی ہے۔ آئی لائک اٹ، جب تمہارے بھائی نے مجھے تم سے دور ہونے کا حکم صادر کیا تھا تب میں نے جھولی اٹھا کر اسے بد دعا دی تھی کہ جا مبین عارض سکندر تجھے بھی اس آگ سے گزرنا پڑے۔ دیکھ لو لیڈی! میری آہیں اور بد دعائیں کتنی پر اثر ہیں"

وہ اس درجہ کٹھور ہوا جس پر ماہ بھی اسکی ان باتوں پر لمحہ بھر دہل اٹھی پھر جیسے وہ ماہ کی ہونق صورت تکتا، قہقہہ لگائے اپنی آہوں کے ثمر بار ہونے پر جتائے بولا وہ بے ساختہ دل پر ہاتھ رکھے آنکھیں پھیلائے، سن و ساکت سی ہو گئی۔

"اللہ اللہ، آپ نے میرے بھیا کو بد دعا دے ڈالی"

وہ بمشکل رونا روکے، گھٹی آواز سے ہادی کو دیکھتے منمنائی۔

"دی تو بد دعا تھی، اس نمونے کو دعا بن کر لگی۔ شاید میں نے حقیقت میں بد دعا کے ریپر میں دعا ہی لپیٹ کر دی ہو، مجھے یقین ہے اسے بد دعا دینے والی زبان ہادی سکندر کی کبھی نہیں ہو سکتی"

اسکی خوشی پر یکدم کسی حسرت نے اوس ڈالی جس پر ماہ نور اسکی جانب سرک کر قریب ہوئے بیٹھی اور ہادی سکندر کا ہاتھ اپنے دونوں نرم ہاتھوں میں مقید کر لیا۔

"ہادی! بھیا آپ سے بہت پیار کرتے ہیں۔ مجھ سے بھی زیادہ۔ آپ کل چلیں گے ناں؟ وہ بھی تو آج آپکی طرف سے شریک ہوئے۔ ناں نہیں بولنی ہادی ورنہ میں واقعی بہت سارا اداس ہو جاوں گی"

بہت مان کے سنگ وہ ہادی کو کل شریک ہونے کا کہہ کر اسکے انکار کا جواز تک بھی اپنی معصوم گھوری اور جذباتیت سے مدفون کر گئی۔

ہادی نے اپنا ہاتھ اسکی گرفت سے چھڑوائے، گال کی نرمی محسوس کیے ہتھیلی سہلائی اور پھر ٹھنڈی سی سانس بھر گیا۔

جیسے دل پر گراں بوجھ آن پڑا تھا۔

بہت بیزاری اور کوفت کے باجود ہادی سکندر کا موڈ خوشگوار اور دل بے تاب و بے اختیار ہو گیا۔

"تم بہت سارا اداس ہو جاو ٹوئنکل سٹار، کیونکہ میں بہت سارا بے اختیار ہونے والا ہوں۔۔۔۔اس بے خودی کا توڑ کر لوں پھر بتاتا ہوں کہ کل مبین عارض سکندر کو یہ رعایت دینی ہے یا پھر مزید اسے ستانا ہے"

وہ جو ہادی کی جانب سے کسی بھی قسم کی شدت پسندی اور اظہار و پیار کو اب بالکل ہی امید نہ کر رہی تھی، اسکے یکدم ہر احساس چھو لینے پر سانس روکے کانپ کر رہ گئی۔

وہ اسے جن پر بہار، بے تاب، بیقرار، استحقاق آمیز، وارفتگی بھری نگاہوں سے تکتا، اسکے کان کی اور جھک کر، جان لیوا انداز اور شدت سے محصور کر لیتا سلگتے حاکمیانہ اور پر سرور لہجے میں سر گوشی کیے بولا، ماہ نور کو لگا لمحے میں دل اپنی ڈگر بھلا کر بری طرح اپنے مرکز سے ہٹ کر مچل گیا ہو۔

اپنی ہی کچھ قبل پہلے کی بے باکی کا سوچ کر وہ سہمی ہوئی لب کچل کر رہ گئی اور پھر یکدم ہی کسی نے بہت محبت سے اپنی بے اختیاری کا ثبوت پیش کیا، خراج دیا اور اپنے کہے پر ڈٹے رہ کر بھی کئی بار دل کی دھڑکنوں سے چھیڑ خانی کے بے تاب و بے خود سلسلے رواں کر دیے۔

..________________________..

خوبصورت سے خواب سے جاگ کر وہ اٹھ بیٹھی تھی، مندی مندی آنکھیں اپنے سامنے کینوس پر سجے اس شخص کے خدوخال پر ڈالے وہ ہڑبڑا کر دوپٹہ شانوں پر پھیلائے اٹھی اور سب سے پہلے کینوس پر ہاتھوں پر بنا ہوا رومال

ڈال کر اس روشنی کو ڈھانپا، پھر جلدی سے ابتر ہوتی سانسوں کو بحال کیے وہ آذان کی پکار سنتی، وضو کیے باہر نکلی۔

فجر کی نماز ادا کیے، تلاوت قرآن پاک کی تکمیل کیے وہ جب تک ناشتے کو دیکھنے کچن میں آئی، مہک اور مناحل پہلے سے ناشتہ بنانے میں مصروف تھیں جبکہ گھر میں ہوتی غیر معمولی چہل پہل سے نیلم نے بھی کچھ اہم تیاریوں کو بھانپ لیا تبھی جب مما اور آپی سے پوچھا تو انکے بتائے جواب پر نیلم کے منہ سے چیخ نکلتے نکلتے بچی۔

"کیا! آج ہی نکاح؟"

چہرہ یکدم سفید پڑ گیا، وہیں دل پر ہاتھ رکھے وہ بے قابو دھڑکنوں کا شور سن کر بے حال ہوئی۔

"ہاں آج ہی، جب تم جیسی شہزادی کے لیے اسکا شہزادہ خود ہی اتنا بے قرار ہے تو ہم سب اعتراض کیوں کریں۔ اسی کو مقدر کہتے ہیں۔ جاو اور امل آتی

ہے تو سیلون نکل جاو تینوں۔ اچھا سا اپنا خلیہ ولیہ درست کروالو۔ کاموں کی فکر مت کرنا میں ہوں آپا کے ساتھ"

ناشتے میں حلوہ پریاں بنانے کا سامان تیار کرتیں مناحل، نیلم کے ارے حواس والا چہرہ تکتیں قریب آئیں اور ٹھوڑی سے پکڑ کر نیلم کو پر بہار الفاظ میں اسکی اہمیت بتائی جبکہ امل کا نام لیا اور وہ چڑیل کی طرح داخلی دروازے سے نمودار ہوتی اپنے ازلی جینز کرتی کے خلیے میں گلے کو مفلر سے کوور کرتی، پھدک کر دروازے سے سر نکالے اندر جھانکی جس پر جہاں مہک اور مناحل اس انٹری پر ہنسیں وہیں نیلم نے اپنی حالت سنوارتے ہوئے رخ موڑا اور سخت ناراضگی دیکھاتی باقاعدہ خفا ہو کر امل کو پرے دھکیلے کچن سے نکل گئی جبکہ امل اندر آ کر پہلے مہک صاحبہ کو زور دار انداز میں لپٹی اور پھر مس مناحل کو مودبانہ سلوٹ پیش کیے میڈم نیلم کی ناراضگی ہٹانے کا اشارہ کرتی باہر بھاگی اور حسب توقع کچھ لائٹنگ کا اختتامی کام نمٹاتا شاہ ویر آگے سے آتا دیکھائی دیا تو محترمہ نے اسے کالی بلی سمجھ کر راستہ بدلنا چاہا مگر چارو

ناچار وہ شاہ ویر کے پکارنے پر رک تو گئی مگر شاید اس نے پلٹ کر دیکھنا بالکل غیر مناسب سمجھا۔

اپنے ہاتھ میں پکڑی موتیوں اور قمقموں کی لڑیاں وہیں صوفے پر رکھتا وہ خود ہی امل کی جانب آیا جو بے اعتنائی دیکھاتی ہوئی اسے یکسر نظر انداز کر رہی تھی۔

"کیسی ہو امل ؟"

یہ صرف حال پوچھنا نہیں تھا، امل کو لگا اس نے امل پاشا کی دکھتی رگ چھیڑ دی ہے۔

حالانکہ شاہ ویر کا لہجہ دھیما اور انداز فکر مند تھا۔

"میں ؟ امم الحمد اللہ بالکل فٹ۔ لگ نہیں رہی کیا آپکو مسٹر شاہ ویر ملک "

رخ موڑ کر متکبر لہجے میں وہ شاہ ویر کی سمت دیکھ کر طنزیہ لہجے میں بولی تھی جس پر شاہ ویر کی نظروں کا انداز آزردہ ہوا۔

"لگ رہی ہو، تمہیں خود کو جلدی سنبھال لینے کا ہنر آتا ہے، اور مجھے خوشی ہے کہ تم نے اپنے لیے بہترین فیصلہ بھی لے لیا ہے۔ ایک ایسا انسان چنا ہے جو تمہارے حق میں تو بہترین ہے ہی مگر تمہارے والد صاحب کی بھی رضا ہے۔ بنا لڑے، فساد برپا کیے، اپنا حاصل قبول کرنا ہی عقل مندی تھی"

وہ اسکے روبرو پر اعتمادی کے سنگ اسکی سرد مہری کے باوجود اسکے فیصلے کا خیر مقدم کر رہا تھا، اسکی ہمت کو سراہ رہا تھا، اسکے حوصلے کا اعتراف کر رہا تھا اور وہ سامنے والے کو اپنے زاویہ نظر سے ہی تکلیف کی بہت سی اقسام سے واقف کر رہی تھی۔

پھر یکدم ہی وہ شاہ ویر کی باتوں پر مسکرا دی۔

"لڑ کر، فساد مچا کر اور کسی کو خوامخواہ کے احساس کمتری میں مبتلا کر کے میں اپنی سیج سجانے کے حق میں کبھی تھی بھی نہیں مسٹر شاہ ویر ملک، میں تھی ہی صرف اسکی جو میری طرف بنا کسی خوف کے قدم بڑھانے کی ہمت رکھتا تھا۔ نہ کہ اس کی جسے مجھ تک آنے کے لیے سو معاملات دیکھنے پڑتے تھے"

وہ لہجہ ہر ممکنہ شفاف رکھے بہت آسانی سے شاہ ویر پر بھاری بوجھ لاد گئی، جو امل کی بدگمانی محسوس کیے کچھ افسردہ اور سپاٹ چہرہ لیے خاموش کھڑا تھا۔

"سچ کہہ رہی ہو، میں ہر چیز مانتا ہوں۔ لیکن خود بھی تمہارے لیے ایک آسان زندگی چاہتا تھا۔ اور اپنے لیے بھی۔ بہترین کی دعائیں مانگی گئی ہوں تو اکثر بہتر سے دستبردار ہونا پڑتا ہے، میں تمہارے لیے بہتر ہو سکتا تھا مگر بہترین عبداللہ ہے۔ لیکن اس سب کے بعد بھی ایک ریکوسٹ کرتا ہوں کہ مجھے میری ہر کوتاہی کے لیے معاف کر دو۔ ایک دوست ہونے کے ناطے ہی سہی"

وہ اسے تمہید باندھے قائل کرنے کی جسارت کرتا اپنی سنگدلی پر معذرت خواہ بھی ہوا جبکہ امل اس سب پر محظوظ تاثرات دیے بالکل ہی بے حس دیکھائی دی۔

"میں تو کسی کے حق میں کبھی بہترین ہو ہی نہیں سکتی سو آپکے لیے بھی یہ دعا قبول ہو گی مسٹر شاہ۔ اور ایک بہترین ہمسفر آپکا جلد مقدر بن جائے گی۔ معافی کا جہاں تک سوال ہے تو بھئ مجھے کوئی فرق نہیں پڑا، نہ میرا دل دکھا نہ میرا دماغ اذیت سے گزرا۔ سو معافی نہیں مانگیں۔ چل کریں۔ نیلم کی زندگی کا بہت اہم دن ہے سو نہ میں خود کا موڈ برباد کرنا چاہتی ہوں نہ آپکا۔۔۔۔ ہیو آ گڈ ڈے"

مسکراتے دل جلاتے لہجے کی ٹھنڈک سے وہ بہت سارے ستم ایک ساتھ ڈھاتی، چہرے پر اچھوتی مسکراہٹ سجائے، بہت نرمی سے آج کے دن کی خوشی کا اظہار کیے وہاں سے گئی تھی اور شاہ ویر ہر احساس سے عاری اسے

جاتا دیکھتا رہا پھر اک دلی جلی مسکراہٹ دیتا خود بھی اپنے کام کی جانب توجہ دیے پلٹ گیا۔

جبکہ اس دل و دماغ کو جنجھوڑ دیتے ٹکراو کے بعد امل نے بہت مشکل سے اپنا بگھڑتا موڈ بحال کیا اور نیلم کے روم کی سمت بڑھی، دروازے تک پہنچ کر آہستگی سے کھولا اور چہرے پر شرارت سجاتی اندر داخل ہوئی جہاں نیلم روٹھی ہوئی حسینہ بنی وارڈرب میں آئرن کیے کپڑے ہینگ کر رہی تھی۔

اسکا آج کا سفید فراک بھی مہرو کچھ دیر پہلے ہی ہینگ کر کے گئی تھی جو صبح ہی ماہ جبین نے بھیجوایا تھا۔ وہ فرش بوس فراک سلور کڑھائی اور کٹ دار موتیوں سے کہیں کہیں نفیس سی چمکتی جھلک دیکھا رہا تھا۔

دوپٹہ کناروں سے بھاری تھا کیونکہ کڑھائی اور موتیوں کی جامہ وار پٹی پورے دوپٹے کے چاروں اطراف نسب تھی جبکہ چوری دار سلور جامہ واری پاجامہ سنپل تھا۔

امل نے اک مسکراتی اور سراہتی نگاہ نیلم کے جوڑے پر ڈالی اور اپنا فون بیڈ کی اور اچھالے سیدھی جاکر پشت سے گھیرے باہوں میں دبوچے نیلم سے جا لپٹی، جو اپنا کام چھوڑتی ہنوز ناراضگی کے سنگ امل کی بندھی بازو کھولتی جاکر بیڈ کے کنارے پر بیٹھی۔

گالیں ناجانے آج کے دن کی تمازت سے لال تھیں یا غصے سے مگر امل کو جی بھر کر پیار آیا۔

"آج تو تم سنو وائیٹ لگو گی، شہزادے کی منتظر۔ اسکے اک لمس سے پگھل جانے والی، ناجانے کتنے سال سے نیند میں اتری ہوئی پرنسیز جو شہزادے کے کس کرنے پے جاگ جائے گی"

نیلم کے قدموں میں بیٹھی وہ جس مبہوت ہوئے انداز میں بے باکی کا مظاہرہ کرتی بولی، جبکہ اس بے باک طرز گفتگو پر شہزادی کے چہرے پر خون سمٹ آیا، کانوں کی لو تک سرخ ہو گئی جبکہ پلکیں لرز کر رہ گئیں، نیلم نے جھٹکے سے

موڑا چہرہ واپس کیا اور امل کے اس دل دہلاتے الفاظ پر اسکا گلہ دبانے کی سعی کی مگر امل کا قہقہہ مانو نیلم کے اندر باہر سنسنی اور کپکپاہٹ اتار گیا۔

"امل! تم میری جان لینا چاہتی ہو۔ مجھے پہلے ہی کچھ ہو رہا اوپر سے تمہاری یہ باتیں میرا دل بند کر دیں گی۔ میں تم سے بہت بہت ناراض ہوں۔ تم کیوں نہیں آئی میرے پاس۔ تمہیں پتا ہے میں نے تمہیں کتنا یاد کیا"

صدمے سے زرد پڑتی وہ بہت مشکل سے گھٹی آواز میں منمنائی اور پھر امل کا ہاتھ شدت سے دبوچے آنکھوں میں ڈھیر ساری نمی بھرے شکوہ کناں ہوئی جس پر امل نے اسکے قدموں سے اٹھ کر ساتھ ہی بیٹھے بنا دیری سانس گھوٹ دینے کی حد تک زوردار جپھی ڈالی مگر اس آفت کا یوں گلے لگ جانا، خوشی اور دکھ کی کئی ملی جلی کیفیات سے نیلم کو رلا گیا اور امل بھی اسکے رو دینے پر ساری شرارت ترک کرتی اسے خود سے جدا کیے اپنے دونوں ہاتھوں کو اسکے روئی کے گالوں سے رخساروں سے لگاتی، انگلیوں کی پوروں سے سارے آنسو چنتی، رونا ختم کرنے کا خاموش اشارہ کرنے لگی۔

"اب بالکل بھی نہیں رونا تم نے میری جان کی ٹوٹی، امل اس دنیا سے بھی چلی گئی تو تمہارے یاد کرنے پر بدروح بنی کہیں سے بھی آنکلے گی۔ دوبارہ یوں کیا تو اس سے زیادہ والی جان لیوا جپھی ڈال کر تمہارا اوپر کا ٹکٹ بک کروا دوں گی سمجھی۔۔۔"

حق سے رعب جماتی وہ تب لمحے کو ساکت ہوئی جب نیلم روتی روتی مسکرا دی، اسے امل سے اتنی جلدی منا لینے کی پوری امید تھی پھر امل کے ہوتے ہوئے آنسوؤں کی کیا مجال جو وہ نیلم کی مقدس آنکھوں کو چھو تک پاتے۔

"امل! بہت سی باتیں تھیں جو میں تم سے کرنا چاہتی تھی۔ بہت کچھ تم سے سننا چاہتی تھی۔ جو ہوا، وہ سب آسان نہیں ہے۔ نہ تمہارے لیے نہ بھائی کے لیے۔۔۔ پھر مجھے بھی تو اپنی بہت سی باتیں بتانی ہیں ناں۔ کل پہلی بار تمہارے پاس نہ ہونے پر دل بری طرح تکلیف کا شکار ہوا، تم نہیں تھی تو میں ان کو دیکھ بھی نہیں سکی۔ تم ہوتی تو مجھ سے زبردستی کروا لیتی ناں"

آنسوروکے وہ بھرائی آواز سے جانے کیا کیا دل پر دھرا بوجھ کہنے کی کوشش کرتی رہی مگر امل نے سب کا بس گلے لگ کر مختصر سا جواب دے دیا۔

اس بار وہ بچھڑی روحوں سی ایک دوسرے کے پاس میسر تھیں، اس لمحے کہنے کو کچھ بھی نہ تھا۔

کافی دیر وہ خاموشی سے ایک دوسرے سے بہت کچھ کہتیں جب روبرو ہوئیں تو سارے آنسو ختم اور ساری بے قراری تھم گئی تھی۔

"یعنی ماہ بدولت صرف اس لیے یاد آئیں کہ زبردستی دیکھنے کی ضد کرنے والا آپکے پاس کوئی نہ تھا۔۔۔ ہنہ۔ اب ہم کہاں اہم رہے ملکہ عالیہ! اب تو آپکے وہ ہی سب ہوں گے"

منصوعی جیلسی دیکھاتی وہ بہت کیوٹ لگی مگر نیلم اس سے پہلے کچھ اور کہتی، نیلم کا دل تصدیق کے لیے مچلا۔

"ھائے میری بنو آج کسی اور کی ہو جائے گی، تم جلد اپنے ان کے پاس چلی جاو گی"

نیلم کو مزید ہلکان کرتی وہ شرارت سے چہکی جبکہ نیلم کا دل مسلسل دہلا جا رہا تھا۔

"امل مت کرو ناں"

نیلم اسکی اور منت بھری نظریں گاڑے سسکی جس پر امل نے بھی اسکے دونوں ہاتھ تھامے تسلی آمیز آنکھوں سے دیکھا۔

"یہ پریشان ہونے کی بات تھوڑی ہے میری جھلی، یہاں دیکھو میری طرف! تم خود ہی تو کسی ایسے ہی ہمسفر کی منتظر تھی ناں پھر کیوں ہلکان ہو رہی ہے میری جان"

امل اس بار حقیقی تشویش سے اسکی جھکی یاس سے بھری آنکھیں، ٹھوڑی پر ہتھیلی کی پکڑ جما کر اوپر کیے استفسار کر رہی تھی جبکہ نیلم کیا بتاتی وہ کس انتشار میں مبتلا ہے۔

"تم نہیں سمجھ رہی مجھے"

نیلم کا دل بھر سا آیا۔

"تم سمجھاو تو سہی، جو بھی مسئلہ ہے شئیر کرو۔ اگر تمہیں اس فیملی کے بارے کوئی خدشہ لاحق ہے تو ڈونٹ وری، وہ سب بہت ہی اچھے ہیں۔ ماں سے تو تم بھی مل چکی اور اس باولے بندر سے بھی۔ اسکے علاوہ بھی کوئی سوال ہو تو مجھ سے کرو۔ مما بابا دونوں ہی انکے فیملی فرینڈز ہیں۔ پھر یہ رشتہ مبین بھائی کی رضا پر ہی آیا ہے، وہ تمہیں اپنے لیے پسند کر چکے ہیں۔"

امل اپنی جانب سے تمام تسلی بہم پہنچائے بھی نیلم کی اضطرابی کیفیت پر الجھی جواب نظریں جھکائے متذبذب سی تھی۔

"امل !میرا خواب"

نیلم نے اپنی جھکی پلکیں اٹھا کر امل کی جنجھلائی صورت دیکھ کر گھٹی آواز میں کہا تو امل کے ذہن میں یکدم جھما کہ ہوا۔

"خواب !اوہ وہی ایپسوڈک خواب۔۔۔اوہ مائی گارڈ اسے کیسے بھول گئی میں۔۔۔کیا تم نے اسکی اگلی قسط دیکھ لی۔۔۔اوہ میرے خدا۔ کہیں۔۔۔۔ پلیز وہ جو بھی تھا اسے بھول جاؤ یار، اب یہی تمہارا سب ہیں۔ویسے بھی خوابوں کو اتنا سر پر سوار نہیں کرتے۔مے بی وہ کسی قلم کا ہیرو ہو اور وہاں سے نکل کر بھولے بھٹکے سے تمہارے خواب میں آ گیا ہو"

امل اچھلتی ہوئی اپنے تمام خیالات فوری سے جھٹک کر نیا حل پیش کرتی گویا سارا مسئلہ حل کر گئی پر نیلم نے اسے منصوعی خفگی سے ایسا گھورا کہ محترمہ کے دانت نمائش کے لیے نکل آئے۔

"میں نے کونسی فلمیں غور سے دیکھی ہیں کبھی جو انکے ہیرو میرے خوابوں میں آئیں گے۔ ویسے بھی تمہاری زبردستی دیکھائی ان ایکشن موویز کے سڑے سڑے ہیرو تو مجھے ایک آنکھ نہیں بھاتے۔"

منہ بسور کر وہ اپنی ناپسندیدگی بتاتی آخر تک بے قرار سی ہوئی جبکہ امل بھی اب ناکام سا پوز دیے اس معمے پر بلینک ہوئی جبکہ نیلم نے خود ہی یہ کنفوزن دور کرنے کا فیصلہ لیا۔

اور امل کو اشارہ کیے، فوراً سے اٹھی اور اپنے ڈھکے کینوس پر سجا وہ چہرہ تیزی سے اکھاڑ کر امل کے پاس آکر بیٹھی، اسکا دل جس طرح دھڑک رہا تھا ویسے ہی امل اسکی مشکوک حرکتوں پر دماغ تیزی سے چلا رہی تھی۔

اسے نیلم کے اس پیپر کو سینے سے لگا کر رکھنا متعجب کر رہا تھا اور اس سے پہلے نیلم اسے وہ دیکھاتی، خود ہی امل اس سے وہ شہکار جھپٹ کر اٹھی اور دیکھنے کی دیر تھی کہ امل کا پورا منہ کھل گیا۔

چہرے پر خفگی سجائے وہ کرنٹ کھائے مڑی اور بوکھلائی اور گبھرائی نیلم پر ابرو اچکائے اچٹتی نگاہ ڈالی۔

"ٹھہر جاو تم مس لومڑی، ابھی تو تم کہہ رہی کہ تمہارے نہ ہونے کے باعث میں انھیں دیکھ نہ سکی۔ اور یہ کیا ہے پھر ہاں۔ انکی تصویر بھی بنالی۔ میں نہیں بولتی اب تم سے"

امل کو اک لمحے اپنی اہمیت صفر محسوس ہوئی تو وہ سخت روٹھی ہوئی وہ تصویر پرے پھینکے ناراض چہرہ لیے بیڈ پر جا بیٹھی اور نیلم اسکی ناراضگی کی شدت بڑھنے کا انتظار کیے بنا فوراً سے بیشتر امل کے قدموں میں جا بیٹھی۔

"امل! تمہاری قسم میں نے انکو نہیں دیکھا۔ یہ تصویر تو اس انسان کی ہے جو میرے خواب میں آیا تھا۔ وہی خواب جو تمہیں سنایا تھا ناں، میں نے گھر آکر اسکا اگلا حصہ دیکھا۔ وہاں ابھرتا چہرہ یہی تھا"

نیلم کے اس انکشاف پر امل کے چہرے پر لمحے میں سفیدی چھائی، ساری ناراضگی بھلائے وہ اس پھینکے پیپر کو اٹھا کر بے یقینی سے دیکھنے لگی۔

وہ خوبخو مبین عارض سکندر کا خوبصورت چہرہ تھا، چہرے کی ہر ہر جنبش، بالکل حقیقی۔

"ان بلیوایبل! مجھے یقین نہیں آرہا۔ اومائی گارڈ۔۔۔ اس اکیسویں صدی میں ایسا کیسے ممکن ہوا۔ میرا تو پورا دماغ سن ہو گیا۔

آئی ڈونٹ نو کہ یہ حقیقت سے نکل کر تمہارے خواب میں پہلے گئے یا پھر تمہارے خواب سے نکل کر حقیقت پہلے بنے؟"

امل کو ابھی بھی صدمہ لاحق تھا جبکہ نیلم دم سادھے امل کے بے یقین تاثرات تکتی ہوئی دل کو لرزتا محسوس کر رہی تھی، وہ امل کی جانب رحم طلب نظریں جمائے تصدیق کی منتظر تھی مگر امل کے حواس ابھی اس دھچکے کے زیر اثر تھے۔

"امل !ک۔۔ کیا یہی ہیں وہ"

کپکپاتی ہوئی آواز میں وہ خوفزدہ ہوئے منمنائی جس پر امل جھٹکے سے یہ طلسمی ٹرانس توڑتی اٹھی اور خوشی سے ہمکتے چہرے کے سنگ نیلم کی اڑی ہوائیاں تکتی اسے بھی پہلووں سے تھامے اٹھائے باقاعدہ گول گول گما کر رکھ گئی۔

امل کا بس نہ چلا وہ یہیں ناچنا شروع کر دے، چینخ چینخ کر دنیا کو اپنی خوشی بتائے۔

"اوہ میری جان! میرے جگر کی ٹکڑی۔۔۔ سب سے پہلے تو آئی ایم سو لکی کے تم جیسی روح میرے پاس ہے۔ تم کوئی عام لڑکی نہیں ہو نیلم۔۔۔ او ایم جی۔۔۔ ہائے میں مر جاواں۔۔۔ یہ مبین بھائی ہیں نیلم، خو بخو تم نے انکا ہر خدوخال بنالیا۔۔۔ یہی ہیں وہ جو آج تمہارے ہونے والے ہیں، یہی ہے وہ انسان جس کو میں نے تمہارا ہونے کی دعا دی تھی۔۔۔ اف میں بتا نہیں سکتی کہ میں کتنا خوش ہوں"

وہ نیلم کے خوشی اور بے یقینی کی آگ سے دہکتے گال سہلائے اسکی سہمی سی آنکھوں میں اپنی زندگی سے بھری آنکھیں ڈالے سرمستی سے چہکی، امل کے لہجے میں زندگی کے سارے رنگ لہرائے وہیں آواز شدت جذبات سے بھاری ہوئی۔

"امل! یہ کیسے ہوگیا"

کئی آنسو نیلم کی آنکھوں سے اس شرف پر بہتے گئے اور امل اسے اس بار رونے کا پورا موقع دیتی خود بھی اسکے انداز پر جذباتی ہوگئی۔

"یہ ایسے ہوا کہ اللہ نے تمہاری پاکیزہ روح کا انعام بخش دیا، وہ انسان کروڑوں میں ایک ہے جو تمہارا نصیب بن رہا ہے۔ اب تو اپنی خوش بختی کا یقین کرلو نیلم۔ اسے دیکھ کر ہی، اللہ پاک کی تخلیق کو جی بھر کر سراہنے کا دل چاہتا ہے۔ اور وہ ان تمام خوبیوں کا بھی مالک ہے جو تم اپنے ہمسفر میں سوچا کرتی تھی۔ یہی نہیں دیورانی اور جٹھانی والی خواہش بھی تو پوری ہو رہی

ہے۔یعنی میں اور تم ہمیشہ ساتھ رہیں گے۔ تمہاری خوش بختی نے کچھ اثر مجھ گناہ گار پر بھی کر دیا"

خود امل اپنی آنکھوں کی سرخی چھپا نہ سکی اور جس طرح نیلم کو اسکی خوش بختیاں گنواتی گئی، نیلم کے آنسو پہلے سے دگنی شدت کے سنگ بے لگام ہوئے اور شاید اس بار بھی امل کے پاس اس باولی کے آنسو روکنے کا حل صرف گلے لگانا تھا۔

خود امل کا دل بھی بھاری تھا، وہ ہم جھولیاں تھیں، ایک دوسرے کے ساتھ جیتی آئی تھیں، ایک دوسرے کے دکھ پر روتی آئی تھیں، ایک دوسرے کے لیے بہترین مانگتی آئی تھیں اور اللہ نے ساری مہربانی اور رحم جیسے ان دو نازک پریوں پر اتار دیا تھا۔

..________________________..

"اب تو خفا نہیں ہیں ناں ؟"

وہ جو بلیک جینز اور ڈارک گرے اینڈ براون ڈیسنٹ شیڈ والی شرٹ پہنے بھیگے اور تروتازہ خلیے میں لپٹ کر آئینے کے روبرو کھڑا بال خشک کر رہا تھا، ماہ کے باہیں گلے میں حائل کیے روبرو آتے ہی کان کی اور جھک کر سرگوشی کرنے پر زیر لب تہلکہ مچاتا مسکرایا مگر ماہ کے چہرہ زرا فاصلہ بنا کر روبرو لانے پر فوری چہرے پر سنجیدگی سمیٹ لایا۔

"اچھا یہ کس نے خوش فہمی عطا کر دی تمہیں، کہاں سے لگا کہ میری خفگی ختم ہو گئی"

ٹاول سامنے ڈریسنگ پر پھینکتا وہ دونوں بازوؤں کو نرمی سے ماہ کے گرد باندھے اسکے دل بہکاتے حسین اور سندر نقوش پر نظریں جمائے بڑے غرور سے پوچھنے لگا جس پر ماہ نے فوری چہرے پر برہمی اوڑھے گھورا۔

"رات خود ہی تو آپ نے اپنی رضا کا اظہار کیا تھا ہادی، یا پھر کہیں وہ خواب تو نہیں تھا؟ یا اللہ اتنا وہ والا خواب۔۔۔"

اول جملہ روہانسے پن اور مایوسی سے ادا کیے وہ اگلے ہی لمحے ڈرامائی انداز میں ڈھلتا ہوا تاثر دیے نہ صرف آخری جملے پر خود لجایا چہرہ بنا گئی ساتھ ہی ہادی سکندر جیسے نخریلے کو بھی ہر سنجیدگی ہٹا کر مسکرا دینے پر مجبور کر گئی۔

"وہ والا خواب مطلب؟ برا تھا کیا؟"

گہرائی سے ماہ کی سرشار آنکھیں کھوجتا وہ جس رازداری سے دریافت کر رہا تھا، ماہ نور کے گلابی رنگ اوڑھتے لبوں پر اک شوخ مسکراہٹ نے اپنی خوشبو حاوی کی۔

"امم۔۔ برا نہیں تھا بس وقت روک دینے والا تھا"

جان بوجھ کر چہرے پر امڈ آتی شوخی کو دبائے وہ مقابل کا دل گدگدا گئی، جو یک ٹک بنا پلکیں جھپکائے ماہ کے سرخیوں میں کھلے چہرے پر بیٹھی خوشی دیکھ کر اپنے آپ سے ملاقات کر رہا تھا۔

"وقت رک گیا تھا کیا؟ مجھے تو لگا کئی بحث کرنے والے لمحے میرے ہاتھوں سے پل بھر میں سرک گئے۔ میرے کئی طنزیہ وار تم نے مہارت سے میرے اندر ہی دبا دیے، میرے کئی فرار تم نے جھٹکے سے واپس مرکز کی طرف روانہ کر دیے۔ مجھے تو ہر لمحہ بہت جلدی ماضی بن جاتا محسوس ہوا"

وہ ماہ کی آنکھیں کھوجتا، رخسار کی بے داغ رعنائی پرکھتا، اسکے گلابی ہونٹ تکتا اور جسم و جان میں سنسنی سی سرائیت ہوتی محسوس کرتا بھاری آواز اور جذب سے اٹے لہجے میں کہتا گیا اور ماہ نور اسے یوں عجیب سے انداز میں اظہار کرتا دیکھتی نا چاہتے ہوئے بھی مسکرا دی، اسے ہادی سکندر سے سیدھا اور روایتی اظہار خود بھی کہاں درکار تھا۔

"آل کریڈٹ گوز ٹو می ہادی، اب میں جب جب چاہوں وقت روک کر آپ سے یہ سب چھین لیا کروں گی۔ آپکی رکی ہوئی زندگی، سرکتے ہوئے لمحوں کے ساتھ پانی کی طرح بہنے لگے گی۔ ہے ناں؟"

وہ پراسرار ائیت بھرے میٹھے لہجے میں اترا اترا کر تہیہ کرتی ہادی سکندر کے حوصلے سے کھیل رہی تھی، اسے مکمل زیر کر لینے کی منصوبہ بندی کر رہی تھی۔

"مجھے تو زندگی کا تیز تیز گزرنا نہیں چاہیے، مجھے رکی اور جامد ہوئی حیات زیادہ عزیز ہے۔ کیا پتا آج ہم ساتھ ہیں مگر کل ساتھ نہ ہوں۔ پھر تم ہی میری زندگی کے پانی کی طرح بہنے پر ملال کرو گی"

لمحے میں وہ ہر کیفیت بدل دیتا، اپنے لہجے کی از سر نو حاوی ہوتی تاریکی سے ماہ کا کھلے گلاب سا چہرہ مرجھا گیا جو بے ساختہ ہادی سکندر کے سینے سے جا لگی۔

اور وہ اس افتاد پر مزید سنجیدہ ہو کر اسے حلول کر لیتا اپنی آنکھیں موند گیا۔

"مجھے آپکے ہونے تک ہی جینا ہے سن لیں، آپکے ساتھ ہی جاوں گی جہاں آپ گئے۔ میں نہیں رہ سکوں گی اب آپکے بنا، آپ میرے ہیں۔ ماہ آپکو کبھی بھی کہیں جانے نہیں دے گی سن لیں"

اپنے سہم جانے کا اظہار دیتی وہ ہادی کے اب دور جانے کے خیال سے ہی بے جان ہو رہی تھی، جبکہ وہ اب اپنی کہانی کا رخ موڑنے کا فیصلہ لے رہا تھا۔

"تم اکیلی نہیں رہی اب ماہ، مائی ٹوئنکل سٹار۔ گزری رات کا کوئی نہ کوئی رزلٹ تو آئے گا ہی۔۔۔ اہمم اہمم۔۔۔ اب یہ چمٹنا چھوڑو اور ریڈی ہو جاو۔ تمہیں تمہارے گھر ڈراپ کر کے مجھے اہم کام سے نکلنا ہے"

اس اداس پری کو آہستگی سے اپنے آپ سے دور کرتا وہ شرارت بھری ذومعنیت سے جو بولا اس پر ماہ نور نے ہاتھ کا مکا بنائے ہادی کا کندھا سیک ڈالا اور بنا اس کے کسی اثر لینے کے وہ اسکے آخری جملے پر غور کرتی بری طرح گھوری۔

"آپ نہیں جا رہے؟ ہادی میں بتا رہی پکا والا ناراض ہو جاوں گی۔ آپ نے کہا تھا آپ چلیں گے"

ہادی کے نہ جانے کے ارادے پر وہ تڑپ اٹھی اور رات کسی بے دہانی میں کیے اقرار کا حوالہ تک دیے ہادی کو یاد دہانی کروانے لگی مگر وہ کندھے اچکاتا اپنے اس اقرار سے یکسر انکاری ہوا۔

"میں نے کہا ہوگا مگر تب ہوش میں نہیں تھا جان من، ابھی پورے ہوش و حواس میں ہوں اور میں آج اسکی زندگی کے اس بڑے دن میں ہرگز شریک نہیں ہونے والا۔ ہاں جا کر سرسری سی مبارک ضرور دوں گا۔ آفٹر آل بڑا معرکہ مارا ہے سالے صاحب نے۔ رہی بات تمہاری ناراضگی کی تو میں منالوں گا مائی ٹوئنکل سٹار۔۔۔ اب جاو فورا"

جان سے اتارتا انداز لیے وہ زبردستی ہی ماہ کو چلتا کیے باقاعدہ ہاتھ پکڑ کر بھیجتا ہوا بولا جو گھوری سے نوازتی گز بھر لمبی زبان نکال کر گئی تھی اور منہ ہی منہ میں چند خطاب بھی نوازے تھے۔

"کھڑوس مڑوس فڑوس"

واش روم کا ڈور بند ہونے سے پہلے ہادی کو یہ تین خطاب کامیابی سے سنائی دیے جس پر وہ مسکراتا ہوا خود پر کلون چھڑکتا اک آخری نظر اپنے ہوش ربا سراپے پے ڈالتا، بیڈ پر رکھی اپنی لیدر جیکٹ اور پیروں میں جاگرز پہنتا کمرے سے باہر نکل گیا۔

..________________________..

"ٹھیک ہے شاہ ویر، مجھے خوشی ہے کہ آپ سب نے میری خواہش کو قبولیت کا درجہ دیا۔ ہم وقت پر پہنچ جائیں گے۔ اصول کے مطابق پہلے فیملی ہی آئے گی، تمام امور نبھانے کے بعد میں خاضر ہو جاوں گا"

صبح کی معطر روشنی میں اسکا دمکتا سراپا مزید مسحور کن تھا پھر جس خوشی کے سنگ وہ فون کے اس جانب بیٹھے خبر رساں کو رسان سے اپنے پہنچ آنے کی یقین دہانی کرواتے بولا، یہ اور دلفریب تھا۔

شاہ ویر اس سے رسماً اجازت طلب کرتا فون بند کر چکا تھا مگر مبین عارض سکندر جو اس وقت نارمل سے ٹراوزر شرٹ کے بے ترتیب خلیے میں بھی سوبر لگ رہا تھا، یکدم سنجیدگی سے اٹے چہرے پر اک متجسس سی مسکراہٹ لے آیا۔

کیونکہ ہادی سکندر کی گاڑی، عارض ولا کے تاحد نگاہ پھیلے وسیع و عریض پورچ میں آکر رک چکی تھی۔

"ہادی، پلیز کم ود می۔ آپکے بنا مجھے ادھورا فیل ہو گا۔ دیکھیں بھیا نے دیکھ بھی لیا ہمیں"

لائیٹ سے میک آپ سے اپنے چہرے کا ہر گلال چھپائے وہ سرخ بہت پیارے جوڑے میں دمک رہی تھی جو صبح صبح المیرا نے اسے بہت پیار سے پہننے کی تاکید کے ساتھ خوب سارا انجوائے کرنے کی پیار بھری ہدایت بھی سونپی تھی۔

اور میڈم نے تذکرہ ہی کچھ ایسا کر دیا کہ نخریلے جناب کا منہ بن گیا، وہ مغرور سی نگاہ کچھ فاصلے پر کھڑے مبین پر ڈالتا بے نیازی کے سنگ سر جھٹکتا ہوا ماہ کے سراپے پر بھرپور نگاہ ڈالے باہر نکلا۔

"شکر ہے یہ بندہ بھی کوئی بات سیدھی طرح مانا"

ہادی کے انسانوں کی طرح بات ماننے پر مسکراتی ہوئی وہ بھی اپنا اڑا آنچل سنبھالے باہر نکلی۔

دونوں کو ایک ساتھ دیکھ کر مبین عارض سکندر کے چہرے پر اک سکون اتر آیا۔

"ماشاءاللہ، اس حسین صبح کا یہ لمحہ تم دو کے آنے سے مزید دلکش ہوا چاہتا ہے"

ماہ کا موہنا چہرہ تکتا وہ اسکے قریب آنے پر گال سہلاتا، ساتھ ہی اچٹتی نگاہوں سے خود کو گھورتے نواب کی جانب متوجہ ہوا جسکی آنکھوں کا سرد پن، اس ٹھنڈی صبح کو مزید منجمد کر رہا تھا۔

" بھئی آج تو پورا دن ہی دلکش ہے بھیا جانو، خیر میں تو جا رہی زوروں کی بھوک لگی۔ آپ اپنے نخریلے دوست سے باتیں کریں"

اول بات چہک کر کہتی وہ ساتھ ہی دو الگ الگ سمتوں کے حامل اشخاص کو اکیلا چھوڑتی اندر کی جانب چلی گئی جہاں ماہ نور کا خوشی اور مسرت سے بھرے آنا سبھی کو نہال کر گیا۔

"مبارک دینے چلا آیا تھا، آفٹر آل تم ہادی سکندر کے کچھ لگو یا ناں لگو مگر سالے ضرور ہو۔ گویا عشق کی آگ نے دی گریٹ مبین عارض سکندر کو بھی جھلسا دیا۔ یار مگر مزہ تو تب آتا اگر وہ تمہیں اتنی آسانی سے نہ ملتی"

خوشی کی اصل روح سے روشناس ہوتے مبین عارض سکندر کو وہ کسی بھی لمحے معتوب ٹھہرا سکتا تھا، وہ کبھی بھی مخالف اور بیری بن کر ستم پر آمادہ ہو جاتا، کبھی کبھی رقیب تک بن جاتا۔

اور کبھی کبھی اسکے اندر کے رنگ دریافت کرتے کرتے، سارے پیمانے بیکار ہو جاتے۔

مبین نے اسکے طنزیہ وار کے جواب میں نہ تو ماتھے پر کوئی شکن ڈالی نہ اسکے منہ پر اس بدگوئی پر ہاتھ دھرا۔

" آسانی سے نہیں ملی، آسانی جیسا لفظ اس مسافت میں نہیں آتا "

پرسکون ہو کر سلیقے سے ہادی کو لاجواب کیا گیا۔

" اچھا! پھر تو آگ انتہا کی دہکی ہوئی ہو گی "

اس کڑواہٹ بھرے جملے پر مبین نے مقابل کو نظر بھرے دیکھا۔

"یہ آگ تو کبھی اپنی شدت کو کم نہیں کرتی، تمہاری کم ہوئی؟"

مبین کا جواب بھی اس بار کاٹ دار تھا جس پر ہادی پہلو بدلے، اسکی آنکھوں سے نظریں چراتا ناچاہتے ہوئے بھی مبین کی تمام خفگی دور کر گیا۔

"نہیں، میں نے آگ ہی نہیں لگنے دی تھی۔ بائے داوے تم جیسا خشک مزاج بندہ یہ محبت وجبت کیسے کر بیٹھا۔ پھر اس پر پانے کی منزل بھی طے کر لی۔ یہ راہ راہ پر چبھتے کنکر سی مشکلیں تو ہم جیسے سیاہ کاروں اور گناہ گاروں کے لیے ہیں، تم تو سفید ہو، بھلا اللہ اپنے پیارے مبین عارض سکندر کو کیسے کوئی تکلیف دے سکتے ہیں۔۔۔ صحیح کہاناں"

وہ ہادی کے بے قرار شکستہ لہجے کی یاس بخوبی محسوس کر رہا تھا مگر اس وقت وہ اسکی باتوں کا تریاق صرف مہربانی کا وصف دیکھا کر ہی کر سکتا تھا۔

"تمہارے مفروضے آج بھی غلط ہیں عبد الہادی سکندر!

حالانکہ اللہ اپنے پیاروں کو زیادہ آزماتا ہے۔ ایسے پیارے جو غافل ہو کر اس سے دور چلے جائیں، تو وہ توجہ کے سنگ انھیں واپس بلاتا ہے۔ تم مجھے سفید کہتے ہو، چلو مانا۔ پھر یہ بھی مان لو کہ اللہ کی توجہ مجھ سے زیادہ تم پر ہے۔ سیاہی تم نے ابھی دیکھی ہی کہاں ہے، جس قلب پر سیاہی اتر آئے وہ تو دھڑکتے ہی نہیں ہیں۔ جس روح پر سیاہی غالب آجائے وہ جسم کی قید میں فقط اک قیدی بن جاتی ہے۔ پھڑپھڑاتی ہوئی وہ سات آسمانوں تک نہ تو پرواز کر سکتی ہے نہ سات زمینی تہوں تک کوئی ہلچل محسوس کر سکتی ہے۔ اسے اندھا، گونگا اور بہرا کر دیا جاتا ہے۔ تم خود سے پوچھنا اور فیصلہ کرنا"

اپنے آپ کو پہچاننے کا یہ مشکل فریضہ، مبین نے اسے خوش دلی سے سونپ دیا اور ہادی سکندر آج بھی مبین عارض سکندر کی روح تک جھانک لیتی آنکھوں سے خوف کھا گیا۔

اس نے کہیں پڑھا تھا کہ آنکھیں دل کے راز کھول دیتی ہیں مگر ان رازوں کو ہر آنکھ پڑھنے کے لائق نہیں ہوتی، اس دنیا میں بہت کم ایسے لوگ اتارے

گئے ہیں جو آنکھوں سے دل کا اور دل سے روح تک کا ہر معاملہ جان لیتے ہوں۔

" لفظوں سے کھیلنے کا خوب ہنر جانتے ہو، لیکن میں پھر بھی تمہاری اس خوشی میں شریک نہیں ہونے والا۔ "

وہ مبین کی ساری باتیں رد کیے کٹھور برفیلے لہجے میں سلگتے ہوئے بولا جس پر مبین نے فقط مسکراہٹ دے دی۔

" ہم آج پھر لڑائی کا معاملہ منقطع نہ کرلیں "

مبین اسکی ہزار رہا بے مروتی کے بھی اسے جانے نہیں دینا چاہتا تھا۔

" تم نے مجھے کونسا خود اس دن کی اطلاع دی تھی جو میں تم پر یہ احسان کروں "

وہ ہنوز اپنے موقف پر ڈٹا تھا۔

"تم نے کونسا میری معافی قبول کیے مجھے بتانے کی مہلت دی تھی، ویسے بھی زیادہ وقت نہیں گزرا۔ چند دن ہی بیتے ہیں۔ اگر میں کہوں کہ اس خاص دن پر مجھے اپنے اکلوتے یار کی ضرورت ہے تب بھی نہیں رکو گے"

شاید یہی وہ لمحہ تھا جب ہم کسی کی بے لوث محبت کے آگے تمام تر اختیار کے بے بس ہو جائیں، اب وہ شخص اتنا بھی حقیر اور بے مایا کب تھا کہ ہادی سکندر اسکی اتنی چاہ کو بے دردی سے جھٹک دیتا، دھتکار دیتا۔

تجھے مری نہ سہی! پھر بھی تھوڑی دیر ٹھہر

مجھے تری! اے مرے دوستا! ضرورت ہے

"ہمم۔۔ اب اتنی منت سماجت کر رہے ہو تو رک جاتا ہوں، ویسے سچ یہی ہے کہ تمہاری خوشی میں بالکل خوش نہیں ہوں۔ وہ جو کوئی بھی ہے، مجھے زرا نہیں بھائے گی۔ کیونکہ تمہارے معاملے میں بہت بدلحاظ ہوں۔"

وہ سپاٹ لہجہ لیے بھی اپنے اندر کی نرمی عیاں ہونے سے روک نہ سکا، مبین نے شدت سے محسوس کیا جیسے اسکی دانستہ دوری نے ہادی سکندر کے اندر بہت سے شگاف ڈال دیے ہوں۔

وہ اب بھی ویسا ہی بدلحاظ اور بے مروت تھا مگر اسکی شدت پسند دوستی کا ہر رنگ بہت ہی سچا تھا اور مبین عارض سکندر اس دن کے اس طرز سے خاص ہو جانے پر ہی مطمئین ہو گیا تھا۔

جبکہ ماہ کی مسکراتی صورت دیکھ کر وہ سب اپنے تمام خدشے بھلا گئے، ہادی سکندر پر ان سب کا موجود مان اب تک قائم تھا۔

پھر ماہ جبین جنگی پری مزید نکھری اور پیاری لگ رہی تھی، انکے دل کی ہر اداسی رفع کر گئی۔

ماہ کو خوش دیکھ کر عارض سکندر صاحب کا دل مانو ہر قسم کے وسوسے اور ڈر سے آزاد ہو گیا۔

وہ سب سے ملنے کے بعد مان کو ڈھونڈتی اسکے پیچھے ہی گئی تھی۔

"یار مما پہلے بتاتیں نکاح کا تو میں کوئی شریفانہ جوڑا لے آتا، آپکے اس مولوی سپوت نے میرا یہ تنگ پاجامہ دیکھا تو فرمائیں گے یہ کیا بیہودگی ہے عبداللہ عارض سکندر"

اپنے آج کے وائیٹ شارٹ کرتے اور تنگ پاجامے کو ہینگر پر لٹکائے وہ اپنے باوقار وجود کے ساتھ جوڑے خاصے برے برے پوز بناتا ہوا خالص مبین کے لہجے میں بولتا ہوا کپڑے نکالتا باہر ہی آ گیا جہاں ناشتہ لگایا جارہا تھا اور سبھی کسی نہ کسی اہم کام میں منہمک تھے سوائے عبداللہ کے جسے اپنے ہی ٹشن درست کرنے کی پڑی تھی۔

"ارے ہماری جان! آپ مان سے جا کر پوچھیے ابھی میں نے اسے ماہ کا، آپکے بابا کا، آپکا اور اسکا ڈریس دے کر بھجوایا ہے۔ آپکا آج کا ڈریس خود مبین ہی صبح صبح لائے ہیں بلکہ ماہ نور اور مان کے لیے وائیٹ اینڈ سلور ڈیزائنر جوڑے

اور میرے لیے وائیٹ ساڑھی بھی، بھئی ان کو آج کی تھیم وائیٹ اینڈ سلور چاہیے۔ آپکا اور آپکے بابا کا بہت مہذبانہ قمیص شلوار ہے اور ساتھ کوٹ پہن لیجئے گا۔"

اپنے ساتھ بیٹھی ملازمہ کو تمام خریدے گئے تحائف کو اچھے سے پیک کرنے کے بارے بریفنگ دیتیں ماہ جبین، اپنے لاڈلے کی بیقراری کے جواب میں اپنا اہم کام چھوڑے اسے بتانے لگیں جبکہ مبین میاں کی پھرتیوں پر سورج میاں کے چہرے پر شرارت سجی اور وہ ہاتھ میں تھاما جوڑا وہیں ڈائنگ کی کرسی کی پشت پر رکھتا فوراً سے پہلے ماہ جبین تک پہنچا اور بیٹھنے کی جگہ سنبھالی۔

"ارے واہ! مبین میاں کی تو کیا ہی بات ہے"

عبداللہ نے سراہتے ہوئے گویا دل ہی دل میں مبین کی خوشی کو امیجن بھی کیا، پھر وہیں اک طرف سے ہنستی مسکراتیں پریاں برآمد ہوئیں اور دوسری

طرف مبین عارض سکندر کے ہمراہ پر اعتمادی کے سنگ چل کر آتا ہادی سکندر!

ماہ جبین اور عارض سکندر خود اٹھ کر ہادی تک پہنچے اور اسے نا جانے کتنی دعائیں تک سونپ ڈالیں اور پھر خود ماہ نور کی مسکراتی، رشک سے بھری نظر اپنے ہیرو پر جا جمی جیسے وہ ہادی سکندر کی موجودگی سے کھل اٹھی ہو۔

ناشتہ چونکہ لگ چکا تھا تبھی ہر کام چھوڑے پہلے پیٹ پوجا کا اہم فریضہ نبھایا گیا۔

اتنی مدت بعد بہت سے اپنے ایک ہی میز پر جمع تھے، سبکی آنکھیں فرحت بخش احساس سے ٹھنڈی ہو رہی تھیں۔

"بھیا جانو! اب آپ ٹریٹ کے لیے تیار رہیے گا۔ اور ایسی ویسی نہیں بلکہ ہم سب نے مل کر آپکو اچھے والا لوٹنا ہے"

ناشتے کے آسودہ ماحول کے بیچ اس گھر کی پری نہ چہکتی تو بھلا خوشی مکمل کیسے ہوتی اور ماہ نور کی مان بھری دھمکی پر سبھی مسکرا دیے جبکہ عبداللہ صاحب اس پیا دیس سدھار جاتی چڑیل کو پھر سے ویسا ہی چھیڑنا چاہتا تھا۔

"تم تو ہمارے گھر لوٹنے ہی پیدا ہوئی تھی قسم سے، اب اپنے ہادی کو لوٹو چلو شاباش"

عبداللہ کی حاضر جوابی اور ہادی صاحب کو غائبانہ مخاطب کرنا واقعی اس وقت حسین تھا جس پر جہاں ہادی صاحب نے منصوعی گھوری سے اپنے چھوٹے سالے کو دیکھا وہیں ماہ نور ہنسی دبائے منہ پھلا گئی۔

جبکہ باقی سب اس نوک جھوک کو انجوائے کر رہے تھے۔

"ہاں تو ہادی کو بھی لوٹوں گی مگر اس گھر میں میرا حق پہلے ہے جناب۔ اور بچو آپکی باری آئے تو میں نے آپکو کنگلا کر دینا ہے۔ کنجوس کہیں کے"

بسوری شکل بنائے وہ چھری کانٹے کی مدد سے فرنچ آملیٹ کا بائیٹ کھاتی تفاخر کے سنگ چمکاری جس پر عبداللہ نے چنی آنکھیں کیے بہن کے ظالمانہ تیور دیکھے۔

"ہاہا خوش فہمیاں تو دیکھو اسکی۔ دو روپے دوں گا وہ بھی آدھے واپس لے لوں گا۔ ویسے بھی تمہیں رخصت کر دیا ہے، اب نیوی نیوی ہو کر نکلو یہاں سے آئی وڈی"

مسلسل ماہ کو چڑاتا ہوا وہ اس بار آگے سے اسے بری بری شکلیں بنا کر دیکھا رہا تھا جس پر ماہ نور نے کانوں سے دھواں نکالے گھور کر دیکھا۔

"آپ بھی رخصت ہو جائیں گے جلد"

دوبدو ٹر خانے جیسا انداز اپنائے وہ بولی جبکہ عبداللہ صاحب میسنی مسکراہٹ چہرے پر سجا گئے۔

"دیکھ لیں یہ چڑیل مجھے کھلے عام گھر داماد بننے کا مشورہ دے رہی ہے، میں نے سر پر دوپٹہ اوڑھ کر اسکی مان لینی اور رخصت ہو جانا۔ پھر سب اسی سے حساب لیجئے گا بھئی۔ آپن بہت معصوم ہے"

اپنے ازلی چونچال پن کی جھلک دیکھاتا وہ منصوعی مسکینی کے سنگ سب کو گواہ بناتے انداز میں اعلانیہ جتاتا بولا جس پر باقی سب سمیت اب ماہ نور بھی ہنس دی تھی۔

"توبہ عبداللہ بھیا، کتنے میسنے اور چالاک ہیں آپ"

کانوں کو ہاتھ لگاتی وہ اسکی اور تکتی ہنسی جبکہ ان دوپٹاکوں کی کھٹی میٹھی نوک جھوک سبھی کا بیزاریئت بھرا موڈ، خوشگوار کر گیا۔

مان کی نظریں سب کے مسکراتے چہرے اور زندگی سے بھرے لہجوں کی سمت تھیں، وہیں ہادی سکندر اور مبین ایک ساتھ بیٹھے، بولنے سے زیادہ سننے کو فوقیت دے رہے تھے۔

اور ماہ جبین اور عارض سکندر ان ساری خوشیوں کی دائمی بقا کے لیے دعا گو تھے۔

"بس خیر سے یہ رشتہ تکمیل پا جائے، پتا نہیں انکا جواب کیا آئے۔ ہم یہاں نکاح کا سوچ کر بیٹھے ہیں"

ان دو لاڈلوں کی جنگ تھمی تو عارض سکندر صاحب اپنا خدشہ بیان کرتے سبھی کی سمت باری باری دیکھنے لگے۔

"او ڈیڈ! آپ سب مجھے ساتھ لے کر جا رہے ہیں تو ٹنشن نہ لیں۔ ماہ بدولت یہ نکاح ہر صورت کروا کے دم لیں گے۔ آپ میرے ٹیلنٹس کو ہرگز انڈر اسٹیمیٹ نہ کریں"

سبھی کی سنجیدگی کی جانب مائل ہوتی طبعیت واپس مسکراہٹ کی جانب مبذول کرتا عبداللہ شیخی بگاڑتے بولا جس پر ماہ کی زبان پر پھر سے کھجلی ہوئی۔

" آپ سبکو پتا ہے کہ ان موصوف کا یہ ٹیلنٹ کیوں باہر نکل رہا ہے، کیونکہ انکو اپنی شادی کی جلدیاں پڑی ہیں "

ماہ نے بچارے کی دہائیاں دیتی رگ دبوچے چوٹ کی جس پر وہ منصوعی افسردگی سی چہرے پر لائے خفیف سی ہک ہاہ کر گیا۔

" نیکی کا تو زمانہ ہی نہیں، ارے ناشکری کہیں کی فائدہ تو تمہارا ہی ہے۔ دو دو بھابیاں آجائیں گی۔ ویسے مجھے بالکل بھی شادی کی کوئی جلدی نہیں "

شروع میں احتجاجی انداز اپناتا وہ آخر تک مسکراہٹ دباتا سبکو صفائی پیش کرنے لگا جس پر سب ہی موصوف کے سفید جھوٹ پر حسین سی مسکان کے سنگ اسے اور اسکی بے تابیوں کو دیکھنے لگے۔

..________________________..

"کہاں لے کر جا رہے ہو تم مجھے، بولو۔ میں واپس اس گھر نہیں جاوں گی۔ میں نہیں جانا چاہتی مجھے چھوڑ دو۔ دیکھو میں تمہارے کسی کام کی نہیں اس لیے مجھے جانے دو"

سالار خان آج وردی کے بجائے سول خلیے میں اپنی جاندار شخصیت کا جادو چلاتا تھانے کے باہر موجود اپنی گاڑی میں منتظر تھا جب سخت مشتعل ہو کر فی میل کانسٹیبل کے ہاتھ سے اپنی بازو چھڑاتی رابعہ، مزاحمت کیے خود کو جھٹک رہی تھی، اسکا لہجہ ہی نہیں بلکہ آنکھیں بھی دہک رہی تھیں۔

سائیں سائیں کرتی سماعت میں اس لڑکی کی زچ کرتی چینخیں بمشکل برداشت کرتا وہ کانسٹیبل کو اشارہ دے رہا تھا جو اسے فرنٹ سیٹ پر باقاعدہ دھکیل کر اندر گھسائے بیٹھاتی، ٹھک سے دروازہ بند کر گئی جبکہ یوں اس پولیس والے کے ساتھ آگے بیٹھ کر رابعہ کی آواز اسکے حلق میں دھنس گئی اور وہ رابعہ وحدی پر اک سرسری سی نگاہ ڈالتا، اسکے کچھ بولنے سے پہلے ہی گاڑی سٹارٹ کر گیا۔

"تم کہاں لے کر جا رہے ہو مجھے بتاو، بولو ورنہ چیخ چیخ کر سبکو بتاوں گی کہ تم مجھے زبردستی لے جا رہے۔ تمہیں سنائی نہیں دے رہا بہرے ہو کیا، دروازہ کھولو گاڑی کا"

بدک کر غراتی وہ سالار خان کے پر سکون سپاٹ تاثرات پر اپنا خوف دبائے چینخی مگر اسے تو جیسے کچھ سنائی نہ دیا تھا، جبکہ اپنی بات کو ان سنی محسوس کیے وہ عداوت، غصے اور نفرت سے غمگین سی ہوئی اور حراساں نظروں سے تیز تیز پیچھے چھوٹتے منظر دیکھنے لگی۔

"تم مجھے جانے دو، آزاد کر کے اک نئی قید میں مت ڈالو خدا کے لیے۔ مجھے کچھ نہیں پتا، مجھے میری ماں کے پاس چھوڑ دو۔ میں تمہارا احسان کبھی نہیں بھولوں گی۔ میری ماں یہاں تھوڑا سا آگے ہی رہتی ہے دیکھو مجھے وہاں چھوڑ دو گے تو میں تمہیں بہت سارے پیسے دوں گی"

بدلتے دلخراش منظروں کو پیچھا چھوٹتا محسوس کیے وہ یکدم ہی رندی آواز سے سسکنے لگی، زندگی کا دردناک رنگ دیکھتی اسکی آنکھیں بین زدہ تھیں، وہ سر تا پیر کانپ رہی تھی۔

دروازے کے کونے میں دھنس کر باہر دیکھتی، ہچکیاں بھرتی رہی لیکن سالار خان خاموشی سے اسکے بھیگے دکھ اور منت بھری گزارشات سنتا رہا۔

"تم کو پتا میرے پاس بہت بڑا گھر بھی ہے، میں وہ بھی تمہیں دے دوں گی۔ وہ اماں کی آخری نشانی ہے۔ روک دو خدا کے لیے میری اماں مجھے بلا رہی ہے۔ وہ۔۔ وہ دیکھو میری اماں کا محلہ"

شروع میں وہ تھک ہار کر اپنا سر شیشے سے ٹیکے کرب سے بولی اور پھر زور زور سے دروازے کو دھکیل کر شیشے پر ہاتھ پیٹنے لگی۔

غصے، اذیت اور درد نے اسکے اندر جن زادی سی طاقت بھری تھی اور غیر ارادی طور پر سالار خان کے ہاتھ بریک پر جا رکے اور گاڑی چڑچڑاتی آواز پیدا کرتی اس ویران اور گمنام سی کچی سڑک پر رک گئی۔

سالار خان نے دم دیتی کیفیت سے گزرتی ہوئی رابعہ کو سرسری سا دیکھا اور پھر سڑک کی دائیں جانب بنے بہت بڑے قبرستان کو اور اسکا دماغ بری طرح گھوما۔

لاک کھلنے کی دیر تھی کہ وہ بے اختیار ہی دروازہ کھولے کچی سڑک سے ملحقہ بنے قبرستان کی سمت دوڑی، لاتعداد قبریں تھیں، یہ قبرستان خود سالار خان کے والدین کی جائے پناہ تھا۔

وہ بھی بھاری قدم اٹھاتا اس کے پیچھے ہی قبرستان کے احاطے میں داخل ہوا، پھر تا حد نگاہ پھیلے اس شہر خموشاں پر اک طائرانہ نگاہ ڈالتا وہ رابعہ وحدی کی سمت چلا جو ایک کچی خستہ حال قبر کے پاس رک کر اسکے سرہانے گھٹنوں کے

بل بیٹھ چکی تھی، شانوں تک ڈھلک آتا چھوٹا سا سیاہ سکارف سلیقے سے سر پر اوڑھے وہ نم آنکھوں سے اس قبر کی بھربھری مٹی پر اپنی ہتھیلی سہلانے لگی۔

اتفاق تھا کہ اس قبر کے بالکل ساتھ ہی سالار خان کی والدہ اور والد کی قبر موجود تھی جن پر تین چار دن قبل وہ جو پھول ڈال کر گیا تھا وہ اب زرد ہو چکے تھے۔

اسے یاد تھا وہ ہر بار اس تیسری لاوارث قبر پر بھی کچھ پھول لازمی چڑھا کر جاتا تھا۔

"اس قبر پر تختی کیوں نہیں ہے رابعہ وحدی؟"

وہ تینوں قبروں کے کچھ فاصلے پر کھڑا، ہاتھ بلند کیے فاتحہ پڑھتا ہوا زرا سا فاصلہ طے کیے وہیں آ کر بیٹھتے بولا جہاں اس لڑکی کی ماں کی قبر کا اختتام تھا۔

ہلکی ہلکی دھوپ آسمان سے ٹپک رہی تھی، ٹھنڈک خود میں لپٹا کر چلتی گرم ہوا الگ ہی کیفیت اور ہوک برپا کرنے کا موجب تھی۔

سالار خان کے استفسار پر چند بے مول آنسو اس لگ بھگ آٹھائیس سالا رابعہ وحدی کی گالوں پر اتر آئے جسے اس نے بے دردی سے رگڑ ڈالا۔

سالار خان کی پر اسرار اور تشویشناک گہری آنکھیں اس لڑکی کے سوگوار چہرے پر پتھر سی جمی تھیں۔

"کیونکہ اماں مری نہیں تھیں، اماں تو زندہ اس قبر میں جا لیٹی تھیں۔ قبر پر نام کے سنگ پہچان تو مرنے والوں کے حصے آتی ہے، زندہ در گور ہونے والے ایسے ہی بے نشان قبروں کا حصہ بن جاتے ہیں"

اس لڑکی کی درد بھری بات سن کر سالار خان کی آنکھوں میں بھی تاسف بھر گیا، یہ پہلا لمحہ تھا جب وہ اپنے سنجیدہ اور سخت خول سے باہر آیا۔

"جیسے میری قبر وہ تہہ خانہ تھی، ہم سب کسی نہ کسی قبر میں دفن ہی تو ہیں"

وہ خود سے ناراض ضرور تھی مگر اندر سے بہت تکلیف سے دوچار تھی۔

عورت نامی یہ کتاب ناچاہتے ہوئے بھی سالار خان کو دلچسپ لگنے لگی، گہرائی میں ڈوبی رابعہ کی باتیں اس جیسے باشعور کے لیے سمجھنی بہت آسان اور سادہ تھیں۔

"کیا ہوا تھا ان کے ساتھ؟"

سالار خان نے اسے کریدنا چاہا جس پر وہ آنکھیں رگڑے نظریں اٹھا کر سالار خان کی اور دیکھتے فوراً سے پہلے اپنی نظریں واپس پھیر گئی۔

"بابا، اماں، میں اور لالہ۔۔۔ ہم چاروں نے زندگی گزارنے کے لیے الگ الگ راستے چنے تھے، بابا غیر مسلم یعنی ہندو تھے، جبکہ اماں پختون خاندان کی سچی پکی مسلمان۔ اماں کے بابا مسجد نبوی کے موذن بھی رہ چکے تھے، برگزیدہ دل والے لوگ۔ عرب سے ان لوگوں نے یہاں سندھ کے قبائلی علاقے میں کسی مجبوری کے تحت ہجرت کی تھی۔ پھر میری اماں حسن آرا

ایک ہندو پادری کے بیٹے گوتم راجہ کو دل دے بیٹھیں۔ ایک وبال مچ گیا، ایک قیامت برپا ہوئی مگر محبت نے یہ جنگ سہولت سے جیت لی۔

اماں اور بابا محبت کی شادی کیے ایک ہو گئے۔ بابا نے اپنا مذہب بدل لیا۔
سب خوبصورت ہو گیا تھا"

وہ کسی ٹرانس میں لپٹی ماضی کے حسین اور کسیلے جھروکوں میں اتر گئی، سالار خان کو ہر گز امید نہ تھی کہ وہ اسے اتنی جلدی سب بتا دے گی۔

"لیکن زندگی بنا بدصورت رخ دیکھائے آگے کیسے بڑھ سکتی ہے، بابا اپنا مذہب تو چھوڑ آئے تھے لیکن اس پاپ کی سزا انکے مقدر میں درج ہو گئی تھی۔ انھیں کئی بار مروانے کی کوشش کی گئی، مذہب کے اس بدلاو پر کئی غیر مسلم تنظیمیں بابا کے خلاف ہو گئیں اور انکو بچ نکلنے کی کوئی راہ نہ ملی، نہ کسی نے انکو بچایا نہ کوئی ڈھال بنا۔ کسی طرح اپنی جان بچائے وہ زندہ تو بچ گئے لیکن وہ اس سب فساد کے بیچ ہر مذہب سے بدزن ہو گئے۔ اور انکی اس

حالت کا فائدہ اٹھاتی ایک بہت بڑی مرتد تنظیم انھیں اپنے ساتھ بہلا پھسلا کر شامل کرنے میں کامیاب ہوگئی۔ وہ ایسے بدبخت لوگ تھے جو کسی مذہب کو نہ مانتے تھے نہ کسی کے خیر خواہ تھے بلکہ وہ مجبور، بے بس، زندگی سے بے زار لوگوں کو اپنے تخلیق کردہ مذہب کا چورن بیچتے ہوئے سوداگر تھے۔ بابا ان لوگوں کے حسن سلوک، ہمہ وقت ساتھ نبھانے کے دعووں، اور جھوٹے عمل کی دھاک سے ایسے گمراہ ہوئے کہ اللہ اور اسکے رسول ﷺ کے تمام احکامات کی نعوذ باللہ نفی کر ڈالی۔"

اپنے گلے میں آنسوؤں کا گولا سا پھنس جانے پر وہ توقف کو رکی جبکہ الم اور درد بھرا ماجرا سالار خان جیسے جی دار کو بھی تکلیف سے بھر گیا۔

"اور پھر لالہ جوان ہوگئے، وہ خوبخو بابا کے نقش قدم اور احکامات کی پیروی کرتے رہے۔ اماں روکتی رہیں، آخرت کے دردناک عذاب سے خبردار کرتی رہیں مگر ایک دن غیض و غضب میں آکر ان دونوں مرتدوں نے میری ماں کو زندہ قبر میں دفن کر دیا۔

زندہ! سانس لیتی ہچکیاں بھرتی میری اماں اسی ویرانے میں اسی زمین تلے دبا دی گئی"

وہ رو نہیں رہی تھی مگر وہ زندہ لاش بنی ماتم ضرور کر رہی تھی، سالار خان کی اپنی آنکھیں دکھ سے سرخ ہونے لگیں۔

"ایک نیام میں جیسے دو تلواریں نہیں رہ سکتیں ویسے ہی جلد روحان وحدی اور گوتم راجہ عرف ماروف وحدی کے بیچ اعشاریہ تنظیم کے نجس اور غلیظ تخت کی جنگ چھڑ گئی اور اسی تنظیم نے اپنا مطلب پورا ہو جانے کے بعد ماروف وحدی کو اپنے گلے کا کانٹا بننے سے پہلے ہی مروا دیا، کیونکہ روحان وحدی کہیں درجے بڑا اور پکا مرتد بن کر سامنے آیا تھا۔

تبھی تنظیم نے سارے اختیارات روحان وحدی کے سپرد کر دیے جو وقت کا فرعون بنا آج بھی سفاکیت سے سانسیں لے رہا ہے"

وہ اندر سے ٹوٹی پھوٹی تھی مگر خود پر مظبوطی کا ملمع چڑھائے سب بتاتی بتاتی آخر تک آواز گلے میں گھٹ جانے پر ضبط کا پردہ رکھے خاموش ہو گئی۔

سالار خان کو محسوس ہوا جیسے اسکے دل کو کسی نے کند چھری سے کاٹ ڈالا ہو۔

"اور تم؟ تم نے کونسا راستہ چنا رابعہ وحدی؟"

کچھ دیر وہ اسے مضبوط ہونے کا وقت سونپے رہا پھر مدھم آواز اور نرم لہجے میں ایک اور سوال کیا۔

"میں نے روحان وحدی کی گندی ذہینت کو بے نقاب کرنے کا راستہ چنا تھا، میں نے اسکے ساتھ رہ کر اسکی جڑیں کھوکھلی کرنے کا عہد لیا تھا۔ یہاں تک کہ اسکے سیاسی اور مذہبی کیریئر میں دو سال اسکی ہم قدم رہی۔ اس بیچ وہ مجھے اپنے مذہب میں ڈھالنے کی ترکیبیں کرتا رہا، مجھے ایسی مجلسوں میں لے کر جاتا رہا جہاں توھین اسلام میں کہے جذباتی جملے بازیوں کی بہتات ہوتی

تھی۔ مسلمانوں کی مسجدوں پر تنقید کی جاتی، اخلاقیات اور عمل پر افسوس کیا جاتا، زنا، قتل خوری اور گناہوں کی بڑھتی رفتار پر ایسے سوئے مسلمانوں کو براہ راست کافر کہا جاتا، یہودیت کے لیے دلوں میں نرم گوشہ پیدا کرنے کی گھناونی سازش کی جاتی۔ اور جب کوئی شخص انکے روبرو اعتراض لیے آتا تو یہ آنکھوں اور دل کے دھوکے کی چالیں چلتے، بولنے اور قائل کرنے کی انکو باقاعدہ ٹرینگ دی گئی ہوتی ہے۔ کب کس اعتراض کو کیسے رد کرنا ہے اور کب کسے کس بدعت سے الجھانا ہے، انکو مہارت حاصل تھی"

وہ بولتی گئی اور سالار خان کا دل بھاری ہوتا گیا، اسے یکدم ہی رابعہ وحدی سے عقیدت محسوس ہوئی۔

گندگی میں رہ کر اپنے تن من کو اجلا رکھ پانا بڑا مشکل تھا اور اس انسان کی نظر میں رابعہ وحدی بھی اس جنگ میں انہی جیسی سپاہی نکلی تھی۔

مزید وہ بول نہیں پائی تھی تبھی بقیہ سوال اس نے بعد کے لیے رکھ چھوڑے۔

..________________________________..

پھر وہ لمحے آ ہی گئے جب مقدس ارواح نے ایک لافانی، آسمانی اور نورانی تعلق کے سنگ اپنے اپنے جملہ حقوق ایک دوسرے کو سونپ دینے تھے۔

قاری وحید انجم، دلہا راجہ اور عارض فیملی سج دھج کر پہنچ چکی تھی، لان میں ہی خصوصی سجاوٹ کروا کر تمام ارینجمنٹس ترتیب دیے گئے تھے۔

جبکہ نیلم کا کمرہ آج حقیقت میں شہزادی کے نور سے دمک رہا تھا، اسے مبین عارض سکندر کے پسند کیے سفید اور سلور فراک میں سر تا پیر مقید دیکھ کر سامعین نے بے اختیاری میں انگلیاں منہ میں داب لیں۔

یہاں بھی سب نے سفید تھیم کو خوبصورتی سے برقرار رکھے آفت خیز سماں باندھ رکھا تھا۔

شہزادی پر تو بہار آئی تھی۔

اپنا حسن دیکھ کر دھڑکنوں کا شور دم بہ دم بڑھتا چلا جاتا، پھر وہ قاتل آئینے سے نظریں چرا کر گہرے سانس بھرے خود کو تقویت دینے کی کوشش کرنے لگتی۔

امل کے محویت کے سنگ نیلم کا دل لبھاتا روپ تکنے پر وہ اپنا چہرہ اپنے ہی حنائی ہاتھوں میں چھپا گئی۔

وہی مہندی جو امل نے کچھ دیر پہلے ہی گوگل سے سرچ کر کر نیلم کے ہاتھوں پر سجا ڈالی تھی اور وہ گہرا سرخ رنگ چھوڑ چکی تھی۔

بیوٹیشن اسکے سر پر سلیقے سے حجاب اوڑھانے کے بعد اب نگوں سے بنی سلور روشنی چھلکاتی ماتھا پٹی نسب کرنے میں مگن تھی جبکہ وہ پریستان کی شہزادی نیلم، آنکھیں بند کیے گہرے سانس لیتی خواب ناک کی سی کیفیت میں اپنے ہاتھوں کو مسلتی بے حد نروس ہوئے بار بار گلابی رنگ سے سجے ہونٹ چباتی

جس پر یہ تیسری بار تھا کہ امل نے گھور کر تنبیہہ کی اور لپ گلوز کو بڑے پیار سے دوبارہ نیلم کے ہونٹوں پر سجایا۔

"آج ہی کونسا اپنے مبین جی کے ساتھ رخصت ہو رہی ہو جو پرانی ہیر وئنز کی طرح تمہارا کانپنا اور ہونٹ کھانا ہی نہیں رک رہا، یار بتا رہی اب تم نے یہ گلوز کھایا تو اگلی بار مبین بھائی خود آ کر لگائیں گے۔ پھر جس انداز سے وہ لگائیں گے ناں بڑا اخطرناک ہو گا۔۔۔۔"

امل کی اس چرب زبانی پر نیلم نے خفت کے مارے اسکا کان دبوچا جو آگے سے بتیسی دیکھائے نیلم کی گھوری پر مسکرائی جبکہ شہزادی کے گال تو ویسے ہی آج تپے ہوئے تھے۔

"امل خدارا اپنی بے باکی پر کنٹرول رکھو، میں نے یہیں گر پڑنا ہے۔ ہاتھ دیکھو میرے نمی چھوٹے جا رہی۔ تم میری حالت پر مزاق اڑا رہی ناں۔ اللہ پوچھے تم کو"

وہ جو خمار آلود آنکھوں میں ڈھیر سی شرارت بھرے شہزادی کے حسن سے تاب نہ کھاتی گرویدہ ہوئے جارہی تھی، نیلم کی دہائی اور شکوے پر بے ساختہ ہنس دی۔

سرتاپا اس آفت دیکھائی دیتی دنیا کی سب سے خوبصورت نکاح کی مقدس دلہن پر ڈالی اور گلوز واپس سنگار میز پر رکھے مڑ کر اپنی دونوں ٹھنڈی ہتھیلوں کو نیلم کے حدت اوڑھتے گالوں سے جوڑ گئی۔

"ہاہا میری جان! آج تم کو اس روپ میں وہ دیکھ لیں تو ضد کرنے لگیں گے کہ مجھے شہزادی دے دو۔ تبھی تمہیں مینٹلی تیار کر رہی۔ ویسے رخصتی واقعی تمہاری ابھی پاسیبل نہیں کیونکہ مبین بھائی کچھ دن میں کہیں جانے والے ہیں ایسا میں نے کچھ دیر پہلے آتے ہوئے باہر باتیں کرتیں ماہ جبین آنٹی سے سنا تھا۔ سو تم پینک مت ہو۔ رہی بات گھبرانے کی تو وہ تو بنتا ہے، نکاح کے بعد ہم سب تمہیں انکے ساتھ بیٹھا کر پکس لینے کا پلین کر چکے ہیں

سو اتنی ساری قربت کے لیے دل کو مضبوط کر لو۔ کندھے سے کندھا ٹچ ہو سکتا، اہم اہم کیا پتا اس سے زیادہ بھی میل ملاپ ہو جائے"

ساری باتیں وہ نیلم کے ارے ارے حواس تکتی روانی سے کہتی گئی اور آخر تک جہاں خود امل کی مسکراہٹ شرارتی ہوئی وہیں نیلم اس لڑکی کی ان جان لیوا باتوں سے اب واقعی رونے والی ہو گئی اور اس سے پہلے شہزادی رو کر ماحول سوگوار کر دیتی، امل نے فوراً اسے گھیر کر گلے لگایا۔

"رونا مت میری ماں ورنہ مبین بھائی میرا قتل کر دیں گے، میں مزاق کر رہی تھی سچی۔ وہ بہت ہی ڈیسنٹ ہیں کوئی جان لیوا تقاضا نہیں کریں گے سو ریلکس"

نیلم کو بہلائے وہ اپنی بے باک باتوں کی تلافی کرتی اسے منا تو گئی مگر نیلم کا دل سینے میں بری طرح مچل اٹھا تھا۔

پھر ماہ جبین، مان، ماہ نور کے اندر آنے پر نیلم مزید بوکھلائی۔

مناحل اس وقت مہرو کے پاس تھیں جسے مہندی کے لیے وہ خود تیار کر رہی تھیں۔

جبکہ نکاح پہلے تھا پھر مہندی کا فنکشن تھا۔

شہزادی کا ہوش ربا سراپا دیکھ کر مان، ماہ نور اور ماہ جبین تینوں سراہتی نظریں لیے مسکرائیں اور نیلم کا دل گویا سہم سہم گیا۔

ماہ اور مان نے باری باری نیلم کی تعریب کیے دعائیں سونپیں اور پھر اپنے چاند کی پسند پر رشک کرتیں ماہ جبین اس لجائی، سہمی اور نکاح کی پر حدت کیفیت سے بدحواس ہوتی نیلم تک آئیں اور آسودگی سے اسکی پیشانی چومی۔

پھر ساتھ ہی ماہ نور کی تھمائی روز بنی ڈبی سے دمکتی ہوئی ڈائمنڈ رنگ نکال کر محبت کے سنگ نیلم کی انگلی کی زینت بنادی۔

خوداملِ اس منظر کو کیمرے میں مقید کرتی ہنسی۔

"چشم بد دور! واقعی آپ تو اس دنیا کی لگتی ہی نہیں ہیں میری جان۔ ہم آج آپکو اپنے چاند کی امانت بنانے آئے ہیں، اور ہمیں یقین ہے آپ دو ایک منفرد اور خوبصورت زندگی گزاریں گے۔ اینڈ یو نو واٹ؟"

جذب سے سرشار لہجے میں وہ نیلم کی خوبصورتی اور حیا سے جھکی پلکوں پر جہاں فدا ہوئیں وہیں آخر تک تجسس سا پیدا کر تیں پر اسراری سے نیلم کی اور جھکیں۔

نیلم نے جھکی ہوئی پلکیں اٹھا کر منتظر نگاہیں لیے ماہ جبین کی مسکراہٹ دیکھی۔

"ہمیں مبین عارض سکندر کی پسند پر رشک آرہا ہے، وہ واقعی سچ کہہ رہے تھے کہ انہوں نے شہزادی دریافت کی ہے۔ یہ رنگ ہماری طرف سے آپکی خوبصورتی اور خوب سیرتی کے لیے چھوٹا سا تحفہ باقی آپ جانیے اور آپ پر دل ہار جاتے ہمارے مبین۔ اب تو انکی ہر دھڑکن آپکی ملکیت ہے"

ماہ جبین کے محبت میں لپٹے جملے اور اتنی ساری چاہ نیلم کو جذباتی سا کر گئی، اتنا سب تو اس نے بھی کبھی نہ سوچا تھا، اپنی انگلی پر دمکتا ہوا وہ موتی خاص نہیں بلکہ نیلم کو اس نسبت سے انس محسوس ہوا، یہ ماں جیسی ساس تو نعمت تھی پھر شہزادی کو اپنے شہزادے کا مند پسند ہونے کی اتراہٹ رلانے لگی لیکن امل نے اسے گھوری سے نواز کر آنسو چپ چاپ واپس بھیج دینے کی تنبیہہ کی جس پر نیلم سنبھل گئی۔

"شکریہ آنٹی"

نیلم نے بہت ہمت جمع کیے جواب دیا مگر ماہ جبین کو یہ آنٹی نہیں سننا تھا۔

"آہاں !ماں کہیں ہمیں۔ اب سے مبین کی طرح ہم آپکی بھی ماں ہیں۔ سدا خوش رہیے۔ سہاگن رہیے اور اللہ آپ دو کو ایک دوسرے کے دل کا دم آخر سکون بنائے رکھے۔ بھئی امل جلدی سے ہماری شہزادی کی تیاری مکمل کروائیے تاکہ ہم نکاح کی دلفریب گھڑی جی سکیں۔ آپ بھی آج دمکتی

آفت بنی ہیں۔۔۔۔ جلد آپکو بھی سہاگن بنانے کا پلین بناتے ہیں۔ تا کہ دونوں سہیلیاں ساتھ ہی عارض ولا کا مقدر چمکا دیں۔۔۔۔"

ماہ جبین اول تو نیلم کا دہکتا حسن تکتیں بولیں پھر لگے ہاتھوں اپنے سورج میاں کے دل کی ٹھنڈک کو بھی چھیڑ گئیں جس پر امل نے خفت کے مارے سرخ رو ہوئے نظریں جھکا لیں جبکہ ماہ جبین ہنستیں ہوئیں امل کی گال دباتیں باہر چلی گئیں اور ماہ نور بھی مما کے پیچھے ہی لپکی جبکہ اب مان وہیں رک کر امل اور نیلم کو مسکرا کر تکتی دونوں کا ایک ایک ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھام گئی۔

ہر شے بھلائے وہ مان کی اور دیکھنے لگیں جو آج ان دونوں پر بے شمار پیار محسوس کر رہی تھی۔

"میری بھی آپ دو کے لیے بہت ساری دعائیں ہیں، جہاں مبین میرے آئیڈل رہے ہیں ناں نیلم وہیں عبد اللہ میرے بچپن کا دوست رہا ہے۔ ان

دونوں کی ذات کس قدر خوبصورتی سموئے ہوئے ہے یہ آپ دونوں کو انکی زندگی میں شامل ہو کر معلوم ہو گا۔ ہمیشہ خوش رہیے، اور آپ نیلم! آپ سے تومان کو عقیدت ہے۔ میری ہر دعا میں آپ شامل رہیں گی"

ناجانے کیوں مگر مان کا لہجہ آج کچھ ویسا تھا جیسا جدا ہو جانے والوں کے دل کی ٹیس ہوا کرتی ہے۔

کیا وہ چپ چاپ سبھی سے دور جانے والی تھی، مگر اسکا انداز دل تڑپانے سا تھا۔

یہ کسی نے محسوس نہ کیا تھا سوائے کمرے سے باہر گزرتے شاہ ویر کے۔

جو دانستہ دیوار کی اوٹ میں صرف مان کی آواز سننے کے لیے ہو گیا تھا۔

وہ نکاح خواں کے آنے کا ہی بتانے آیا تھا۔

وہ دونوں پر مہربان سی نظر ڈالتی کمرے سے باہر آئی تو اس نے گہرا سانس بھرے تاحد نگاہ پھیلی خوبصورتی دیکھی۔

"کچھ لمحے ازل سے خوبصورت ہوتے ہیں، لیکن کچھ ساعتیں وقت آخر حسین ہو جاتی ہیں۔ میں انہی خوبصورت لمحوں کو قید کیے لوٹ جانا چاہتی ہوں۔ وہ آج مکمل ہو جائیں گے، میں کسی اجنبی پر خوامخواہ کا بوجھ نہیں بن پاوں گی۔ میں بغیر کسی نتائج کو جانے ہی واپس چلی جاوں گی۔ بابا کہتے تھے بچھڑنے سے بہتر رخصت ہو جانا ہوتا ہے۔ جب لگے حالات تنگ ہو گئے تو منظر سے ہٹ جانا پڑتا ہے"

وہ دروازے کے باہر کھڑی کچھ دور مسکراتے مکمل، خود سے لاپرواہ اپنوں کو تکتی کرب سے بولی، ناجانے کیوں مبین کی ادھوری باتوں کو پورا کھوجنے کے باوجود وہ آج یکدم خود سے خفا ہو رہی تھی۔

اسے اپنا آپ ہر منظر سے ہٹانے کا دل چاہا، یہ جانے بنا کہ اسکی خود کلامی اسی اجنبی پر بہت بڑا قہر ڈھا گئی ہے۔

یعنی مرہم کو بھی مرہم کی ضرورت تھی۔

شاہ ویر ملک پر کھڑے کھڑے کئی حقیقتیں اتر آئیں۔

کسی کے لیے خود کو سینت سینت اور بچا بچا کر رکھنے والی عورت جب اپنا منظر بدلتا دیکھتی ہے تو اسکے کرب بڑے بے زبان ہوتے ہیں، زبان کے بجائے دل اور آنکھ سے ظاہر ہوتے ہیں۔

وہ بوجھل قدم اٹھاتی وہاں سے تو چلی گئی مگر شاہ ویر ملک کے دل میں ہمیشہ ہمیشہ کے لیے اک اثر چھوڑ گئی۔

کیسا اثر تھا وہ؟ مرہمی، روح فرسا یا پھر حشر برپا کر دینے والا۔

ابھی اس کھوج میں شاہ ویر نے اپنا دل فرصت سے لگانا تھا۔

پھر دیکھتے ہی دیکھتے منظر بدل گئے، خوشبوؤں کے قافلے چل پڑے، نکاح خواں نے اس عہد رفتگاں کی بھاگ دوڑ سنبھالی۔

ململ کے مخملی خوشبودار پردے کو درمیان میں حائل کیے اک طرف نیلم اور دوسری جانب مبین عارض سکندر کو بیٹھایا گیا، دونوں طرف مقدس جوڑے کے پیاروں نے مدھر لے پر دھڑکتے دلوں کے آمین کرتے ورد کے ساتھ براجمانی کی۔

"میں تری ماہِ لقا، زہرہ جبیں

تُو مرا افروزِ نظر، ستارۂ حسیں"

دونوں کی نظروں میں اعتراف تھا، پردے کی باڑ حائل تھی ورنہ آج دیدار یار کا مزہ ہی اور تھا۔

ہر کسی نے نکاح مقدس کی گھڑیاں پائیں، شہزادی کا دل قبول ہے کی گردان الاپتا رہا۔ اسکے سر پر سرخ نکاح کی رسم کے مطابق اوڑھائی جالی دار جنڑی

نے رخ ماہتاب چھپا رکھا تھا، پر چنری پر لکھے 'مبین کی دلہن' کے الفاظ، کناروں پر گوٹے سے لکھوائی گی 'قبول ہے' کی تکرار۔

واللہ یہ روپ دیوانہ کر دینے کو کافی تھا۔

"محبت ضرور کرو۔۔!!

تاکہ تمہارے جذبات کسی ایک تک محدود ہو جائیں۔

اور تمہیں انکو اٹھا کر مارے مارے پھرنا نہ پڑے۔

یہ حاصل لاحاصل بعد کی بات ہے۔

محبت کرو

اس سے پہلے کہ

یہ تمہارے اندر ہی بوڑھی ہو کر ختم ہو جائے۔

اس شہد کی طرح

جیسے اگر

وقت پر چھتے سے نہ اتارا جائے تو

وہ ٹپک ٹپک کر ضائع ہو جاتا ہے"

محبوب نہیں تھا وہ، قدیم داستانوں میں بتایا گیا آسیبی صحرا تھا جسکی جانب مڑ کر دیکھنے سے انسان پتھر ہو جاتا ہو۔

پتھر تو ہونا ہی تھا، سب رکنا واجب تھا، نکاح کے مقدس بندھن میں بندھ کر وہ اسے قبول کر چکی تھی اور وہ راہ عشق میں مقبول ٹھہر چکا تھا۔

وہ دو پرانی روحیں آن ملیں تھیں، جو جدید نہیں قدیم محبت کے دھاگوں سے جڑی تھیں۔

جنکی محبت ٹھنڈے لمس سے دل اور روح تک پر حدت گرمائش بہم پہنچاتی، ایک دوسرے کو چھو چکی تھی۔

جنکا احساس ایک دوسرے کو بانہوں میں بھر چکا تھا، جنکا مقدر ایک دوسرے کی پیشانی چوم چکا تھا۔

جنکی خوش بختی ایک دوجے کی سانسوں میں رچ بس گئی تھی، جنکا عشق ایک دوسرے کی نس نس میں جذب ہو چکا تھا۔

دیکھتے ہی دیکھتے مبین عارض سکندر کی "دعائے عشق" قبول ہو گئی تھی۔

"میری روح تمہیں پا کر اپنی کھوج مکمل کرتے ہی تا قیامت تک کسی اور کی چاہ سے دستبردار ہو گئی ہے نیلم! دل سے فقط دل لگی ہوتی ہے اور روح سے عشق کیا جاتا ہے جو اب سے مبین عارض سکندر تم سے کرنے کی سنگین ابتدا کرتا ہے"

سفید پردے، سرخ حجاب کے پار ابھرتا وہ روشن چہرہ تکتے ہوئے اس حسین شخص، دیوانے اور فاتح مبین عارض سکندر نے پہلا اظہار خود سے کیا تھا، اور اس اظہار کی آہٹ شہزادی کا بے قرار دل نہ سنتا، ایسا کیسے ممکن تھا۔

ہادی سکندر کو ایک ہی لمحے میں وہ رقیب اور بیری سی لڑکی بھا گئی جو اسکے بقول اسکا مبین لے اڑی، اب تو وہ اسے اسی مرد جاہ کے لائق محسوس ہوئی، وہ آجکل اپنے کہے پر ٹھہر نہ رہا تھا اور یہی تو اس بے چین روح والے کی سب سے بڑی الجھن بن گئی تھی۔

خدا خیر کرے۔

..________________________..

اسکا ذہن تیزی سے اگلا لائحہ عمل سوچ رہا تھا، وہ دوبارہ سے مضبوط ہو چکی تھی، دوپہر اب شام میں ڈھلنے لگی تھی، سرمئی روشنی پھیلا تا سورج قنوطیت اور یاسیت سے بھر سا گیا تھا۔

"پھر وہ دو سال پہلے تمہاری موت کی خبر؟"

اک نئی الجھن جس پر سالار خان بول اٹھا جبکہ رابعہ دردناکی سے مسکرائی۔

"ایسی زندگی پر تف جو کسی درندے کے ہاتھ سے بچ جائے، میرے کچھ متضاد بیانات پر اول تو اس نے مجھے تحمل سے قائل کرنا چاہا اور کہا کہ میں مرتدین جیسی باتیں کرنا چھوڑ دوں جبکہ میرے نہ رکنے اور کھل کر ق۔۔ا۔۔د۔۔ی۔۔انیت کے خلاف سامنے آنے پر اس نے مجھے مروانے کی کوشش کی۔ لیکن میں دنیا کی نظر میں مر گئی مگر حقیقت میں اس شخص کی وحشت اور درندگی کا مہرہ بننے کے لیے زندہ بچ گئی۔ اس نے اپنے آپ کو واپس متحرک کیے اپنی ہی حویلی میں اپنے ہی کمرے میں بنے زندان میں اک نیا کاروبار شروع کر لیا۔ خود کے خلاف جانے کی سزا میں اس نے مجھے اس تہہ خانے میں بالکل اماں کی طرح زندہ درگور کر دیا"

برسوں کے لاوے کو اپنے اندر سے نوچ کھسوٹ کر نکالتی وہ یکدم سسکنے لگی، رابعہ وحدی کی جسمانی اور ذہنی حالت پہلے ہی سالار خان کو سب بتا چکی تھی تبھی وہ بس خاموشی سے آنسو بہاتی رہی۔

اور وہ خاموشی سے رابعہ وحدی کا کرب بانٹتا رہا۔

"اس نے خود بھی۔۔۔۔؟"

یہ آخری سوال پوچھتے ہوئے خود سالار خان کا دل کانپا مگر وہ فوری ناں میں سر ہلائے آنسو رگڑ گئی۔

"نہیں وہ اپنی بہن کے آگے اس حد تک نہیں گرا تھا، لیکن وہ میرے ہر روز کے انکار پر مجھے جلتے ہوئے انگاروں پر ضرور لیٹاتا تھا۔ ہاں کبھی کبھی اپنے خاص چیلوں کی میرے ہونے سے تواضع بھی کرتا، لیکن وہ سب عجیب و غریب پاگل لوگ تھے جو مجھے ہوس بھری نظروں سے نہیں دیکھتے تھے، اور نوچتے نہیں تھے بلکہ اس زندان میں آکر میرے جسم کا کوئی حصہ جلا ضرور جاتے تھے۔ میرے سامنے بیٹھ کر نا جانے کتنی دیر کیا کیا بھونکتے رہتے تھے، اور میں ان لمحوں میں اللہ سے موت والی لا عملی مانگ لیتی تھی۔ مجھ پر نیند اور سکون اتر آتا تھا۔ اللہ نے مجھے اس قبر میں کبھی اکیلا نہیں چھوڑا۔ ہاں

میرے اندر وحشت اور تکلیف اس دنیا کی کل وحشت اور تکلیف جتنی ضرور ہے"

وہ یہ دکھ بھری اذیت سمیٹ کر آہ وفغاں کے سنگ ہتھیلی سے قبر کی مٹی سہلانے لگی جو اسکے آنسوؤں سے بھیگ سی چکی تھی جبکہ اس لڑکی کی دو سالا اذیت کا تصور کرتا سالار خان بھی ایک الگ ہی شخصیت میں ڈھل آیا تھا،

جسے رابعہ وحدی کا سہارا بننا تھا۔

جسے اب اس اکیلی بے مایا جنگجو کا ہمقدم بننا تھا۔

خدائے برتر تری زمیں پر

یہ زندگانی

دکھوں کا منبع بنی ہوئی ہے

خمیرِ انساں گھلا ہے جس میں

وہ آب دکھ ہے

یہ خاک جس کی تپش کو سہہ کر

کھنکتے بت میں ڈھلی ہوئی ہے

وہ آگ دکھ ہے

ہوائے نفسی نے روح کو جو

دیا ہے اب تک

عذاب دکھ ہے

عبادتوں میں ریا بھی دکھ ہے

محبتوں میں جفا بھی دکھ ہے

ہیں مبتلائے الم سبھی پر

جو جس کا دکھ ہے

اسی کا دکھ ہے

خدائے برتر

تری زمیں پر جنم جنم سے

دکھوں کا دکھ بھی

عجیب معمہ بنا ہوا ہے۔۔۔۔

..________________________..

نکاح کی رسم کے بعد سبھی کا اتفاق دلہا دلہن کو سٹیج پر ایک ساتھ بیٹھانے پر ہوا تھا مگر نیلم ہر گز بھی خود میں باہر جانے کی ہمت محسوس نہ کرتی مسلسل مہک صاحبہ اور امل کو انکار کر رہی تھی جبکہ باہر اب سبھی مبین صاحب کے

گرد ہالہ بنائے اپنی اپنی خوشی بیان کر رہے تھے جبکہ ہادی سکندر ایک مناسب فاصلے پر کرسی سنبھال کر بیٹھا بس گرد و نواح کا جائزہ لے رہا تھا۔

نیلم کو مبین سے ساتھ لا کر بیٹھانے کی زیادہ ضد ماہ نور اور امل میڈم کی سمت سے آئی تھی جبکہ مبین کو بھی سبکے اس مطالبے پر کچھ تشویش تھی، وہ بنا جانے بھی نیلم کی گھبراہٹ محسوس کر سکتا تھا۔

"یار وہ تمہیں کھا نہیں جائیں گے، بس ساتھ ہی تو بیٹھنے کا کہہ رہے۔ نکاح ہو گیا ہے اب تم پوری انکی ہو اور تم ہو کہ ساتھ بیٹھنے کا سوچ سوچ آدھی ہوئے جا رہی"

مہک صاحبہ تو تاکید کیے اور پیار سے نیلم کو باہر آنے کا کہہ کر سارا معاملہ امل کو سونپے خود باہر چلی گئیں جبکہ امل اب تپی ہوئی شدید برہمی سے بیڈ کی چادر مٹھیوں میں جکڑ کر بیٹھی بوکھلائی سی ہونٹ کا کونا دانتوں میں دباتی نیلم کو قائل کرنے میں لگی تھی۔

"امل ! مم ۔۔ میرا دل اتنے زور سے دھڑک رہا۔ ہر گز نہیں جان۔ انکے پاس اتنے قریب بیٹھنے کا سوچ کر ہی میری حالت خراب ہو رہی ہے۔ جان مجھ پر رحم کرو"

وہ قربت کی زرا سی آنچ تک کا سوچے ہلکان تھی اور جس طرح امل کا ہاتھ منت بھرے انداز میں جکڑے وہ بھیگی آنکھوں کے ساتھ کہتی دل میں اتری جبکہ آواز کا اتار چڑھاو تک لرزا، اس پر امل بھی خفگی بھلائے، جھک کر نیلم کی گال پر پیار دیتی اپنی نگاہیں اس لجائے سراپے پر ٹکائے ہنس پڑی۔

"ہاہا رحم تو تم میرے مبین جیجو پر کرو ظالمہ ! کیا اب ایسے دور دور سے تڑپاو گی۔ دیکھو تو جا کر کتنے پیارے لگ رہے ہیں۔ ایک دم تمہاری طرح پاکیزہ سے۔ یار مجھے تم دو کے اس سپیشل دن کو کیپچر کرنا ہے نیلم۔ کل کو تمہارے بچے جب مجھ سے پوچھیں گے کہ اماں بابا کا نکاح کیسے ہوا تو امل چاچی تو مایوس کر دے گی انکو۔۔۔۔"

شروع میں شرارت لیے وہ گدگداتا ہوا جان لیوا انداز اپنائے اختتام تک بچارگی سے دہائی دیتی نہ صرف خود ہنسی الٹا نیلم کی گلابی رنگ اوڑھتی گالیں بھی دہک گئیں، امل کی باتیں اسے مزید دہلا کر اسکا کام تمام کر رہی تھیں۔

"امل تم پٹ جاوگی میرے ہاتھوں سے، یہ نہ ہو میرے بچوں کی چاچی میرے ہی ہاتھوں ضائع ہو جائے"

خفت کے مارے جھنجھلاتی نیلم، اس بار واقعی غصے میں تھی اور امل کو اسے غصے پر بھی بے انتہا پیار آیا۔

"ہاہا دیکھو تو، نکاح ہوتے ہی میڈم کے تیور بھی ظالم ہو گئے۔ مجھے مت ضائع کرنا، میرے بعد میرا ابا والا بندر پاگل ہو جائے گا"

بنا نیلم کی حالت زار پر رحم کیے وہ اپنی ہی شرارتوں میں گم تھی جبکہ نیلم سن سی کیفیت میں اسے دیکھنے لگی۔

"امل!"

تنبیہی پکار نے امل کو دانت اندر کرنے پر مجبور کیا جبکہ نیلم کو باہر لے جانے ماہ نور اور مان بھی پہنچ آئیں اور اک بے قرار کرتی بے چینی نے نیلم کے وجود کو مکمل طور پر گھیرے میں لیا تھا۔

"چلیے بھابھی جانو، بھیا کے ساتھ بیٹھنے کے لیے ریڈی ہو جائیں۔ آپ دو کا فوٹو فریم کروا کے آپکے بیڈ روم میں لگوانا ہے میں نے۔ چلیے"

شوخ لہجے میں وہ اندر آتے ہی نیلم کے مودب ہو کر بیٹھنے اور متذبذب ہوتی حالت کے سنگ چونک جانے پر بنا اسکی حالت جانے اسکا ہاتھ تھام گئی اور امل، نیلم کے ارے ارے تاثرات اور رحم طلب نگاہوں پر مسکراہٹ دباتی محترمہ کو ہری جھنڈی دیکھائے کندھے اچکا گئی۔

"یہ گائے تو ایسے کر رہی ہے جیسے اسے مبین بھائی کے پاس نہیں بلکہ بارڈر پر لے جایا جا رہا ہے۔ یا اللہ مجھے اس بڈھی روح کی یہ نزاکتیں برداشت کرنے کی ہمت دیجئے"

ماہ نور کے سامنے وہ اسے پیار بھرے اصرار کو منع نہ کر سکی اور امل نے بھی بچاری کو میدان میں اکیلا چھوڑے آنکھیں ٹپٹپائے اٹھتے اور ماہ نور کے ساتھ باہر نکلتے دیکھا اور خود بھی وہ بیڈ پر ہی دھری رہ جاتی نیلم کی سرخ چنزی اٹھائے پیچھے ہی نکلی۔

جبکہ شہزادی کا دل تو جوں جوں فاصلہ تھم رہا تھا، شدت سے دھڑک رہا تھا۔

"تم کب سجو گی میرے لیے"

اپنے دھیان میں پیچھے آتی امل کے باقاعدہ کانوں میں گھس کر پوچھا گیا جو اس اچانک افتاد پر بدک کر رکی اور مقابل دیکھائی دیتے چہرے کو دیکھ کر امل کی پیشانی پر بل پڑے۔

اور پھر اپنے ساتھ ہی ہم قدم چلتے عبداللہ عارض سکندر کی شوخ مسکراہٹ پر، اچٹتی نگاہوں کو ڈالے سرسری سا دیکھے آگے بڑھی۔

"کبھی نہیں!"

ٹکا سا جواب دیتی وہ چہرے پر جھول آتی باوری لٹ کان کے پیچھے اڑسائے نیلم کو جاتا دیکھتی خود بھی بے نیازی کے سنگ اسی جانب چل رہی تھی جبکہ ایسے جواب پر عبداللہ عارض سکندر اس پر اضطراری نگاہ ڈالے رہ گیا۔

دل کو یکدم کھٹکا سا ہوا، جیسے کچھ غلط ہوا ہو۔

وہ اسکے سامنے آن جما، چہرے پر منصوعی غصہ سجائے جسکے باعث امل کے قدم بھی رک گئے۔

"کیا ہوا ہے رات سوئی نہیں؟ اتنا سارا میک آپ چڑھا کر رت جگے کے آثار مٹانے کی تمہاری سنگین کوشش جان چکا ہوں"

وہ غصہ زائل کرتا امل کی ڈوبی ڈوبی آنکھیں بے باکی سے تکتا راز فاش کر گیا جس پر امل کا دل لمحے میں سکڑا، کیا واقعی وہ ہزاروں خوش چہروں کے بیچ افسردہ اور پر ملال سا امل کا چہرہ تلاش چکا تھا جو وہ خود تک سے چھپائے پھر رہی تھی۔

"ابھی نہ تو مجھے کوئی روگ لگا ہے نہ میں کسی کی جوگن بنی ہوں، تو پھر میرا دماغ خراب نہیں کہ رت جگوں سے اپنی نیند برباد کروں۔ تم اپنے مفروضے براہ مہربانی اپنی جیب میں رکھو۔۔ ہٹو پیچھے"

جانے کیوں امل کا تپا دیتا فرار، روکھا لہجہ، پہلی بار عبداللہ کے چہرے کے خدوخال میں تناؤ لے آیا تھا، وہ اسکے سامنے اقرار کرنے کا سوچتی تک نہ تھی ،اور وہ آج امل کے جھوٹ کو پکڑنے کے باوجود فقط اسکی بے وجہ بھڑک اٹھنے کا سبب جانچ رہا تھا۔

خشونت بھری آنکھیں امل کے بیزار تاثرات والے چہرے پر جمی تھیں۔

"امل"

وہ جو اسے ہر بار کی طرح پرے دھکیل کر آگے بڑھنے لگی تھی، کلائی پر جمتی غیر ارادی مضبوط آہنی ہاتھ کی گرفت پر امل نے خونخوار گھوری سے

نوازتے ہوئے واپس اپنی جگہ پہنچے عبداللہ کی سرد مہر آنکھیں دیکھیں تو لگا وہ یہیں اسی لمحے میں جکڑ دی گئی ہے۔

وہ قریب سے بہتر اور سہولت کے سنگ امل کے چہرے کو کھوج رہا تھا، اسکی ہر لمحہ شرارت یا پھر بیزارگی اوڑھے رکھتی آنکھوں کے گرد ہلکی سوجن واضح تھی، اور اذیت کے عکاس اس چہرے کو وہ کروڑوں مسکراتے چہروں میں بھی پہچان سکتا تھا۔

"اب کہو میری آنکھوں میں دیکھ کر کہ تم ٹھیک ہو"

عبداللہ عارض سکندر کا حکم سن کر اسکے لب بے آواز سرسرائے، جیسے وہ اس شخص کے سامنے اپنی جھوٹی صفائی تک پیش نہ کر سکتی ہو۔

"ٹھیک ہوں، تمہیں تکلیف کیا ہے۔ کبھی تو میری جان بخش دیا کرو"

تندہی سے وہ ہر لحاظ بالائے طاق رکھتی جلے بھنے لہجے میں جھاڑے، اپنی کلائی جھٹک کر بری طرح نظر چراتی اپنی کلائی پر محسوس ہوتی چبھن پر ناگواریت

سے بولی جس پر عبداللہ نے صرف نظر بھر کر اسکی کوفت ملاخظہ کی اور بنا کچھ کہے وہاں سے چلا گیا اور وہ اسکے بناواویلا مچا کر چلے جانے پر خود پر ملامت کرتی گہرا سانس بھرے خود بھی دوڑ کر باہر لان میں پہنچی جہاں نیلم کو ماہ نور سٹیج تک لے گئی تھی اور اب مبین عارض سکندر کی دھڑکنیں بے ترتیب ہونے کا وقت آ گیا تھا۔

وقت جیسے تیز دھار کے ساتھ بہتا بہتا رک گیا تھا، بوند بوند گرتے لمحے آنکھوں کے وصال پر اپنے جلد بیت جانے پر سوگوار ہوئے، جبکہ اپنی وارفتگی پر مبین عارض سکندر نے نگاہیں اس شہزادی پر سے ہٹا کر خود کو ڈپٹا، ایسی گستاخی اسے کہاں منظور تھی۔

مسرت کی تیز لہر کئی چہروں پر لہرا گئی، کتنی جلدی دو مقدس روحوں نے ایک دوسرے کو اپنا مان لیا، شہزادی کا حیا و بے اختیار نگاہوں کے لمس سے گلابی چہرہ لطف دیا گیا، دائرے میں ترتیب اپنوں نے دل موہ لیتا یہ آمنا سامنا دیکھ کر رشک کیا۔

سب زیر لب مبین اور نیلم کے روبرو آنے پر مسکرا رہے تھے، شہزادی نے مبین کے مبہوت ہو جانے اور مخمور اترانے پر شرمگیں سی مسکراہٹ دی۔

مبین عارض سکندر نے اپنی خوشبو نیلم کے گرد حائل کی اور شہزادی کے چہرے کا رنگ بدلتا حسن دیکھا۔

پھر سے دونوں کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آئی اور اگلے ہی لمحے معدوم ہوئی، روم روم میں دیدارِ جان اک احساس سکون بھر گئی۔

ہولے ہولے محبت ان دو پر اترتی رہی اور وہ دیکھتے ہی دیکھتے ایک دوسرے کو اپنی آنکھوں میں مقید کرتے رہے۔

خود سے بے خود ہو جاتا وہ ہنس کا جوڑا!

یہ بے گانگی بھرا دیدار تو ہر پش و پیش کو فراموش کر دیتا اگر ان دو کے اس حصار کو کوئی تیسرا آ کر نہ توڑتا۔

" بھیا ہاتھ دیں، آپکی ہی ہیں ساتھ بیٹھا کر دیکھ لیں۔ مدد کریں انکی اپنے پاس آنے میں "

سبھی مسکراتے اور کھکھلاتے چہرے اب ماہ نور کی ہنسی کی جانب متوجہ تھے جہاں وہ نظریں جھکائے مبین عارض سکندر کے روبرو کھڑی دیوانے کی دھڑکن بنی دھڑک رہی تھی۔

مسکرا کر ماہ کو تکتا، اپنی بے خودی پر زرا خجل سا وہ اپنا ہاتھ نیلم کی جانب پھیلا گیا جس پر شہزادی نے جھجھکتے ہوئے اپنا کانپتا، سرد پڑتا ہاتھ مبین کی پھیلی ہتھیلی میں تھمایا اور روح تک ان دونے ایک دوسرے کی تاثیر سرائیت کرتی محسوس کی۔

وہ اسکا ہاتھ چھو کر ہی سرشار تھا پھر جس نرمی اور محبت کے سنگ وہ اسے سٹیج تک لایا اور بیٹھایا، سبھی سامعین نے رشک بھری نظریں اس نظر لگ جانے کی حد تک حسین جوڑے پر ڈالیں۔

مبین بھی پر وقار انداز سے نیلم سے کچھ انچ کے فاصلے پر بیٹھ چکا تھا۔

جبکہ مدھم مدھم پیانو کی دھن بکھیرتی ٹیون بیک گراونڈ میں بہت خوبصورتی سے بج رہی تھی، ماہ جبین اور عارض سکندر نے سب سے پہلے آکر اپنے ان جان سے پیارے بچوں کا صدقہ اتارا، باری باری سبھی نے آکر دعائیں اور تحائف دیے جبکہ ان دو کی حالت کیسی ہو سکتی تھی بھلا۔

سنجیدہ، گھبرائی ہوئی، دل وجان میں عجب تہلکہ مچاتی قربت، جسکی آنچ فاصلے تک کو مٹائے ایک دوسرے تک پہنچ رہی تھی۔

"لیجئے ہادی، آپکے دوست بھی پار لگ گئے۔ آپ نے انجوائے کیا یا نہیں"

اپنے دیوانے کو خاموشی سے اک کونے میں لگی کرسی پر ٹانگ چڑھا کر بیٹھا اور جوس پیتا دیکھ کر ماہ نور اپنا بڑا سا دوپٹہ سنبھالتی چھوٹے چھوٹے قدم اٹھاتی قریب آئی جو سر تا پا نور کی کرن بن کر دمکتی ماہ کو محبت بھری نگاہوں سے دیکھنے لگا مگر ماہ کے سوال پر ہادی سکندر کی متجسس نظریں سامنے

بیٹھے یار اور اسکے محبوب پر جا جمی تھیں جن کے بیچ کا تھوڑا سا بے رحم فاصلہ ہادی کو نا جانے کیوں چبھ رہا تھا۔

"مائی ٹوئنکل سٹار!

کم از کم اس بندے کو اس لڑکی کے ساتھ ایسا سلوک نہیں کرنا چاہیے تھا، فاصلہ دیکھ رہی ہو۔ درمیان والی جگہ پر میں جا کر بیٹھ سکتا ہوں۔ انجوائے خاک کیا ہے، دل کر رہا ہے جا کر اس کے کان کے نیچے دو لگاؤں۔۔۔ بٹ ویٹ۔۔۔ کم ود می۔ تم اپنی بھابھی کے ساتھ بیٹھنا جبکہ میں اس کی عقل ٹھکانے لگاتا ہوں۔۔۔ آؤ"

ماہ جو شروع میں حیرت سے ہادی کا منہ تک رہی تھی، یکدم ہادی کے اٹھنے پر مسکراتی ہوئی اسکا پھیلایا ہاتھ تھامے ساتھ ہی لپکی جبکہ سٹیج پر سبھی باری باری دونوں کے ساتھ بیٹھ کر پکس بنوا چکے تھے۔

ہادی اور ماہ نور کو اپنی سمت آتا دیکھ کر مبین کو کچھ کھٹکا ہوا کیونکہ وہ ہادی کے ظالمانہ تیور دور سے ہی دیکھ چکا تھا جبکہ نیلم تو نظریں یا جھکا لیتی یا پھر سامنے موجود سبھی پیاروں کو نروس ہوئے دیکھنے لگتی۔

جبکہ امل کچھ فاصلے پر نیلم کی سرخ چنری پکڑ کر کھڑی بس پکس بنا رہی تھی جبکہ ساتھ ساتھ وہ سپاٹ چہرہ لے کر اسے یکسر اگنور مارتے عبداللہ کو بھی دیکھ رہی تھی جو خود بھی کپل کی پروفیشنل کیمرے سے تصویریں لے رہا تھا اور مان اسکے ساتھ ہی تھی۔

"بہت مبارک ہو آپکو نیلم، اللہ آپکو اس بندے کو برداشت کرنے کی ہمت دے۔ یہ آپ کے لیے بڑے بھائی کی طرف سے"

پھولوں کا تازہ خوشبو بکھیرتا بکے جو بہت سنجیدگی کے سنگ نیلم کی جانب بڑھائے وہ نیلم کی جانب سرسری سا دیکھے سیدھا مبین عارض سکندر کے ساتھ جا بیٹھا جبکہ ماہ نے بہت پیارا گولڈ بریسلٹ نیلم کی کلائی میں پہنایا جبکہ

مبین کی کلائی میں ہادی سکندر نے گھڑی باندھنے کے لیے اپنا ہاتھ آگے کیا جو مشکوک نگاہوں سے ہادی کی کچھ دیر پہلے والی دعا پر اسے چہرہ موڑے برہمی سے ابرو اچکائے دیکھ رہا تھا جبکہ نیلم اب ماہ نور کے پاس بیٹھنے پر کچھ کمفرٹیبل تھی۔

"کیا بک بک کی تم نے ابھی"

گھڑی پہناتے ہادی سے سرگوشی میں باقاعدہ غرا کر پوچھتا مبین اسکی آگے سے جھٹکا دے کر دبانے کی حرکت پر بوکھلایا جسکے باعث نیلم اور مبین کے بیچ کا فاصلہ آدھے سے زیادہ کم ہو گیا۔

"آپکی عزت کا تھوڑا سا فالودہ کیا ہے سالے صاحب، زور کا جھٹکا دھیرے سے لگنے والا معاملہ تو جانتے ہیں آپ۔۔۔۔ ارے ساتھ ہو جائیے میں ٹھیک سے نہیں بیٹھ پا رہا مبین صاحب"

پہلے جملے چڑاتے ہوئے وہ مبین کے کان کی اور جھک کر کہتا آخری پر اسے مزید آگے سرکاتا جھٹکا دیے چوڑا ہوئے بیٹھا جس پر نہ صرف مبین اور نیلم کے بیچ کا فاصلہ مٹ گیا بلکہ دونوں کا کندھا مس ہونے پر مبین نے ہادی کو ٹھوکا رسید کیے خاموش تنبیہہ کی مگر وہ مسکراتا ہوا اپنا مشن مکمل کیے جلاتے اور سلگاتے انداز میں مسکرایا۔

جبکہ نیلم اس ٹکراو پر دھیرے سے چہرہ اٹھائے ہادی کو کوستے مبین کو دیکھنے لگی جو چہرہ موڑے تب تھم گیا جب نیلم اسے دیکھتی دیکھتی فوری سٹپٹائے پلکیں گرا گئی۔

جبکہ کندھا مس ہو جانے کے بعد مبین کے بالکل قریب ہو کر بیٹھنے پر نیلم کا دل پہلے سے زیادہ شدت سے دھڑکنے لگا، اور وہ اپنی یہ بے حال کیفیت دبانے پر قادر بھی نہ تھی، چہرے پر دل کی کیفیت سجائے وہ اپنا دھیان خوشبو سے ہٹاتی تو مبین عارض سکندر کی دھڑکنوں سے جا الجھتا۔

وہ ساحر تھا، نیلم کے دل نے چپکے سے تسلیم کیا۔

وہ اجنبی نہیں رہا تھا، اسکی قربت کے زرا سے شافی لمس نے نیلم کا بے تاب دل سہلا دیا۔

"میں تمہیں چھوڑوں گا نہیں ہادی، ہاتھ لگو تم میرے"

نیلم کی گھبراہٹ بھانپے وہ چہرے پر غصہ سجائے سرخی چھلکائے دھمکاتے ہوئے دانت پیس کر پست ساغرایا، جبکہ ہادی سکندر اسکی کوفت پر محظوظ ہوئے، فنکشن کی ساری بورئیت یکدم دور ہوتی محسوس کر رہا تھا۔

"پہلے اپنی نیلم کو تو ہاتھ لگالو، کیا سوچے گی کیسا خشک مزاج بندہ ملا ہے۔ بندہ پاس بیٹھنے کا کوئی تو ایڈوانٹیج لیتا ہے اور ایک تم تھے یوں بیٹھے تھے جیسے ساتھ اپنی نہیں کسی اور کی بیوی ہو"

مبین کی دکھتی رگ دباتا وہ اتنا مدھم ہنوز زچ کرتے انداز میں جوابی حملہ کر گیا کہ اسکی آواز صرف مبین ہی بمشکل سن پایا جبکہ ہادی کی بے باکی پر اسکا

دل مزید ایک ٹھوکا رسید کرنے کا چاہا جو اس نازک صورت حال میں مبین کے ضبط سے کھیل رہا تھا۔

"ہادی اپنا منہ بند کر لو ورنہ دانت توڑ دوں گا۔ مجھے نکلنے دو یہاں سے۔ آج نہیں بچتے تم مبین عارض سکندر کے ہاتھوں سے"

مبین کے سنجیدگی سے ٹوکنے پر جناب شدید مسکرائے جبکہ نیلم بھی اب کچھ کچھ سچویشن سمجھنے میں کامیاب ہوئی جو مبین کے ہادی سے سرگوشی میں مخاطب ہونے پر اتنا تو جان گئی کہ امل جیسی ایک آفت جناب کے پاس بھی دوست کے روپ میں موجود ہے تبھی وہ بے دھیانی میں گھبراہٹ پرے کرتی مسکرادی۔

"دھمکیاں مجھے مت دینا سالے صاحب ورنہ میں ہمدرد سے سر درد بنتے دیر نہیں لگاؤں گا۔ اب ہم جارہے ہیں، انسانوں کی طرح اپنی منکوحہ سے بات کرنا۔ اگر تم مجھے چپ نظر آئے تو انجام کے ذمہ دار خود ہی ہو گے"

آج تو مبین جیسا پر اعتماد بندہ بھی ہادی کی حرکتوں پر گڑبڑا رہا تھا، جبکہ ہادی کے خطرناک ارادے، اسکی آنکھوں کی شرارت اور فتح مندی کے تاثرات دیکھ کر مبین کو اپنے چاروں اور خطرے کی گھنٹیاں سنائی دے رہی تھیں۔

بڑی چالاکی سے مبین کو دھمکاتا ہوا وہ ماہ کو یہاں سے اٹھنے کا اشارہ کیے اٹھا اور مڑ کر خاموش تنبیہہ دیتا وہ ماہ کے ساتھ سٹیج سے اتر گیا جبکہ اب ہادی سکندر عین کچھ فاصلے پر ناک کی سیدھ میں رکھی کرسی پر نوابی انداز سے جا بیٹھا اور ماہ، مان اور عبداللہ کے ساتھ پکچرز لینے چلی گئی۔

خود پر ہادی سکندر کی نظریں پتھر محسوس کیے وہ سرسری سا ساتھ بیٹھی سامنے تینوں فوٹو گرافرز کو دیکھ کر مسکراتی آنکھیں لیے دیکھ رہی تھی مگر مبین کی توجہ خود پر محسوس کرتے ہی نیلم نے اپنی پلکیں جھکا لیں۔

دوبارہ سے نروس ہوئے وہ اپنے نازک ہاتھ مڑوڑنے لگی اور مبین عارض سکندر خاموشی سے اسکی بوکھلائی سی دھڑکن با آسانی سن رہا تھا۔

"آہا! دوستی میں اتنا خشک انسان، محبت جانے کس طرح کرے گا۔ تمہارے بارے اس نئ فکر نے میری تم سے ناراضگی کہیں دور پار کے علاقے روانہ کر دی ہے مبین عارض سکندر!"

خود کلامی کیے وہ پتھر کی طرح اپنی نظریں مبین پر ثبت کیے بولا، افسوس اور دکھ کے جذبات الگ انتہا پر پہنچے۔

"آپ کمفرٹیبل ہیں نیلم؟"

مزید اس تھاندار کی جمی ہوئی نظر سے خائف وہ نیلم کی جانب زرا سا جھک کر اسکی گھبراہٹ کے بارے دریافت کرتے پوچھنے لگا جو مبین کے بولنے پر پہلے تو یکدم چونکی اور پھر نظریں اٹھا کر مبین کی سمت دیکھا جو اسے دیکھ ہر گز نہیں رہا تھا تبھی نیلم نے حیرت کے سنگ جواب دینے کے بجائے مبین کے دیکھنے کی جانب توجہ لگائی تو سامنے ہی ہادی سکندر کڑے تیوروں کے سنگ ٹانگ پر ٹانگ جمائے بیٹھا انہی کو دیکھ اور جانچ رہا تھا۔

تمام گھبراہٹ گویا مسکراہٹ بنی، اور مبین کے یوں ہادی کے رعب تلے آکر زبردستی مخاطب کرنے پر بمشکل ہنسی روک پائی۔

جبکہ نیلم کو یکسر الگ حال میں دیکھ کر امل صاحبہ بھی مشکوک ہوئیں۔

"جی میں ٹھیک ہوں، اور آپ؟"

پر اعتمادی کے سنگ وہ جواب دینے کی کوشش کے ساتھ ساتھ مبین کی خفگی پر چوٹ کیے بولی جواب بھی منہ بسور کر ہادی سکندر کے دیکھنے کو دیکھ کم برداشت زیادہ کر رہا تھا۔

جبکہ نیلم کے آپ کہنے پر مبین خوشگوار حیرت کے سنگ اسکے مسکراتے چہرے کو دیکھنے لگا جس پر شرارت کے پھول کھلے تھے اور ساتھ ہی وہ ہادی کی جانب آنکھوں سے اشارہ کرتی اپنی مرمریں ہتھیلی منہ پر رکھے ہنس پڑی۔

"اہمم اہمم، معذرت چاہتا ہوں۔ تھوڑا ٹیڑھا انسان ہے یہ۔ اور آپس کی بات ہے اسکی کوئی بات مجھ سے ٹالی بھی نہیں جاتی"

نیلم کے ہنسنے پر وہ فوری وضاحت دیتا، ساتھ ہی مسکرا کر خون جلاتے ہادی کو بھی خونخوار گھورا جسے یہ کر کے دلی راحت نصیب ہوئی تھی۔

جبکہ نیلم، مبین کے توجیہہ پیش کرنے اور دوستانہ ہو کر بات کی ابتداء کرنے پر بہت حد تک اجنبیت اور بوکھلاہٹ سے نکل آئی۔

"جی میں نے دیکھا، کافی رعب دار دوست ہیں۔ لیکن ایسا حق جمانے والا دوست صرف خوش قسمت لوگوں کو ملتا ہے۔ میرے پاس ایسی ہی خوبیوں والی امل ہے۔ وہ سامنے دیکھیں مجھے آپ سے باتیں کرتا دیکھ کر حیرت زدہ اور شاکڈ کھڑی ہے"

جہاں اس ساتھ بیٹھے شخص کی خوشبو، شخصیت کا رعب اور خود پر گاہے بگاہے نرمی سے جمتی آنکھیں جان لے رہی تھیں وہیں وہ یکدم سہولت

محسوس کرتی اسے دیکھ پانے کے جتن کرتی کبھی مسکراتی تو کبھی بولتی ہوئی اپنی حیا سے بھری پلکیں گرا دیتی۔

نیلم کے بتانے پر دونوں نے ایک ساتھ امل کو دیکھا جو اب ہادی ہی کی طرح کرسی سنبھالے منہ بسورے بیٹھ جاتی ادھر ادھر گھومتے اور خود کو پروفیشنل فوٹوگرافر ثابت کرتے عبداللہ کی طرف متوجہ تھی۔

"اسے امید نہیں ہو گی ہم دو کے بولنے کی، چلیں مل گیا اسے بھی دوسرا نظارہ۔ ان دو کا بھی جلد بندوبست کرتے ہیں، ساتھ پیارے لگیں گے"

امل کو عبداللہ کی جانب متوجہ دیکھ کر مبین نے مسکراتے ہوئے رازداری سے کہا جس پر نیلم کے چہرے پر بھی دبی دبی مسکان پھیلی۔

"عبداللہ بھائی اسے اگنور کیوں کر رہے ہیں، لگتا ہے لڑائی ہو گئی"

عبداللہ کو منہ بگھاڑ کر امل کو دیکھنے پر نیلم یکدم ہی فکرمندی سے بولی جس پر مبین نے بھی غور کیا تو واقعی عبداللہ کے بھرم ملاخطہ کیے ہنس دیا۔

"اپنی اہمیت جتانے کے ایسے ہی ڈرامے کرتا ہے، اصل کچھ کھینچی کھینچی رہتی ہے شاید تبھی"

مبین نے سنجیدگی کے سنگ بتایا جبکہ نیلم کا دل یونہی اداس سا ہو گیا۔

ماہ اور عبداللہ کو فوٹوگرافی میں منہمک دیکھ کر مان بھی کچھ دور کھڑی بس سبکو دیکھ رہی تھی جب عقب سے آتی شناسا آواز پر وہ چونک کر پلٹی۔

"اکیلی کیوں کھڑی ہیں اچھی لڑکی؟"

سحر طاری کرتا وہ مسکراتی آنکھیں مان پر سرسری سی ڈالے اسکے ساتھ ہی آ کر کھڑا ہوا جس پر وہ اتنے سارے اپنوں کے چہرے پر آئی بے شمار خوشی دیکھ کر مسکرا دی۔

"اکیلی نہیں ہوں، سب کو خوش دیکھ رہی ہوں۔ آپ کو کیسے اکیلی دیکھائی دی؟"

وہ الٹا خوش دلی سے پوچھ کر شاہ ویر کو لاجواب کر گئی جبکہ نیلم اور مبین دونوں کی نظریں اب مان اور شاہ ویر پر تھیں۔

خود نیلم، شاہ ویر کو مان کے ساتھ کھڑا دیکھ کر تھوڑی بے قرار لگی۔

کچھ دیر مبین اسکی بے قراری بھانپتا رہا۔

"کیونکہ میں بھی سبکو خوش دیکھ رہا ہوں، سبکو یہی ثابت کر رہا ہوں کہ اکیلا نہیں لیکن در حقیقت اکیلا ہوں"

لہجے میں سچائی بھرے وہ اپنے اس جواب سے مان کا دل دہلا گیا، جو بے ساختہ اداس ہو جاتی آنکھیں موڑ کر شاہ کی آنکھوں میں ڈال گئی۔

"ایسا کیوں کہا؟"

وہ ارد گرد کے ہر منظر کو جھٹلائے بس شاہ سے جواب مانگ رہی تھی جو دلچسپی سے مان کی آنکھوں کی گہرائی کھوج رہا تھا۔

"کیونکہ ایسا ہی ہے، دو اکیلے لوگ جب ساتھ آکر کھڑے ہو جائیں یا مل کر چلنے لگیں تو ہر خلش اور دکھ ثانوی ہو جاتا ہے۔ آپ جانتی ہیں اپنے جیسا ہمسفر کتنی بڑی ڈھارس ہوتا ہے۔ ایک جیسی کیفیت سے گزرے دو لوگ ایک دوسرے کا مسنگ پزل پیس بن جاتے ہیں"

شاہ کی آسان اور سادہ باتیں، سہولت سے سمجھ لیتی وہ تب بھی نا سمجھ بنی رہی، چہرہ موڑے پھر سے سبکو دیکھنے لگی مگر اب ماں کی آنکھیں مسکراہٹ سے خالی تھیں۔

وہ خوفزدہ ہوئی، یوں لگا کچھ دیر پہلے اس نے شاہ ویر کی صورت آئینے میں اپنا چہرہ دیکھ لیا ہو۔

..________________..

"تمہاری بات مان لی ہے اب مجھے جانا ہے، رات کو جب اس سب سے فری ہو جاو تو کال کر دینا۔ رات المیرا کے ساتھ ڈنر کرنے جائیں گے۔ اور ہاں تمہاری منہ دیکھائی بھی باقی ہے۔ جاو انجوائے کرو۔ ٹیک کیئر"

ہادی کو مما اور بابا سے کچھ بات کرتا دیکھتی ماہ عبد اللہ اور مان کو آنے کا کہتی جب پورچ تک آئی تو ہادی کسی کو اپنی گاڑی گھر کے باہر لانے کا کہہ رہا تھا، ماہ کے فکر مندی سے پکارنے پر وہ پلٹا اور مضبوط ہاتھ کی ہتھیلی ماہ کی گال سے جوڑے اسے جانے کی وجہ بھی بتانے لگا۔

"تھینک یو ہادی، اس دن کو آپ نے مزید سپیشل بنایا ہے۔ میں ضرور کال کر دوں گی۔ ناشتہ بھی ہم المیرا مما کے ساتھ نہیں کر سکے تھے تو ڈنر پکا۔ دھیان سے جایئے گا"

محبت بھری آنکھیں ہادی کی موہنی صورت پر ڈالے وہ اسے رخصت کرتی واپس اندر بڑھ گئی جبکہ ہادی اس گاڑی یہاں تک پارک کرنے والے بندے

کو شکریہ کہے گاڑی کا دروازہ کھولے اندر بیٹھا اور گاڑی تھانے کی سمت موڑ لی، لیکن اس سے پہلے وہ قاری وحید انجم کے پاس گیا تھا، آج کا درس بھی انہوں نے ہادی سکندر کے باعث شام میں رکھا تھا۔

تقریباً بیس منٹس کی تیز ترین ڈرائیو کرتے وہ مسجد پہنچ آیا، غیر معمولی ہلچل محسوس کرتا وہ پیروں کو شوز سے آزاد کیے سرسری سا گرد و نواح کا جائزہ لیے اندر داخل ہوا۔

حسب توقع درس جاری ہو چکا تھا، ہادی سکندر نے اپنا منتخب کونہ چنا اور خاموشی سے جا کر بیٹھ گیا۔

آج قاری وحید انجم اپنے درس میں ایک مختصر مگر جامع مفہوم رکھتی سورت کے بارے تاکیدوں کی فہرست نکالے بیٹھے تھے۔

"میرے بچو!

یہ قرآن پاک کی مختصر ترین سورتوں میں سے ایک سورت ہے، جبکہ سورۃ مبارکہ نہایت مختصر ہونے کے ساتھ نہایت جامع انداز میں زندگی کی ناپائیداری، انسان کے مقصد حیات اور اسلامی تعلیمات کے بارے میں ایک جامع ترین تعبیر پر مشتمل ہے۔

آئینے ہم کی وسعت پر نگاہ دروڑاتے ہیں"

قاری وحید انجم بہت سے لوگوں کے روحانی معلم تھے، انکے لہجے میں نرمی جبکہ الفاظ میں تاثیر تھی۔

"وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾

۱۔ قسم ہے زمانے کی۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾

۲۔ انسان یقینا خسارے میں ہے۔

وَال ِ عَص ِ رِ: ال ِ عَص ِ رِ سے مراد زمانہ ہے میرے بچو! چونکہ زمانے اور آگے والے مضمون میں ربط پایا گیا ہے وہ ہے کہ انسان خسارے میں ہے۔ چنانچہ انسان زمانے کے ہاتھوں خسارہ اٹھا رہا ہوتا ہے۔

اس کی تشریح کچھ اس طرح ہو گی کہ انسان زمانی ہے اور زمانے کی زد میں پڑا ہے۔ زمانہ انسان سے ہر لمحے اس کی زندگی کا ایک حصہ ختم کر رہا ہوتا ہے۔"

یہ زندگی ناپائیداری بیان کرتے ہوئے وہ اک افسردگی میں مبتلا نظر آئے، ہم جس زمانے اور زندگی پر مان کرتے ہیں، رب نے اسی زمانے کی قسم کھائی ہمیں خسارے کی جانب متوجہ کیا ہے۔

"حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

نَفَسُ الْمَرْئِ خُطَاهُ اِلَی اَجَلِہِ۔ (نہج البلاغۃ حکمت: ۷۴)

انسان کی ہر سانس ایک قدم ہے جو اسے موت کی طرف بڑھائے لیے جا رہا ہے۔

ہر سانس میں انسان اپنی زندگی کا ایک حصہ اپنے ہاتھ سے دے رہا ہوتا ہے میرے بچو۔

کائنات میں ہر انسان کے لیے سب سے اہم چیز خود اس کی زندگی ہے۔ اگر خدا، رسول اور امام اہم ہیں تو اس لیے کہ وہ اس کا خدا، رسول اور امام ہیں۔ یعنی ان میں اس کی اپنی خودی شامل ہے۔ یہ زندگی ہر آن اس کے ہاتھ سے نکلتی جا رہی ہے۔ جو اس دنیا میں اسے سب زیادہ عزیز ہے اسے ہاتھ سے دے رہا ہے اور زندگی دے کر اس کی کوئی تلافی نہیں ہو رہی۔

ہائے افسوس!

اِنَّ ال ِان سَانَ لَفِی خُس رٍ: یہ انسان ہر آن خسارے میں ہے۔"

وہ سبھی متوجہ افراد پر اک نگاہ ڈالے، ہادی سکندر کی سب سے خاص توجہ پر آسودہ سا مسکرائے۔

شاید وہ آج اگلا قدم اٹھانے کا عہد کر رہا تھا۔

"اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ تَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَ تَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ٪﴿۳﴾

۳۔ سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک اعمال بجالائے اور جو ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرتے ہیں اور صبر کی تلقین کرتے ہیں۔"

اس سورت کی آخری آیت خشوع خضوع کے سنگ دہرائے وہ کچھ قبل از وقت کی افسردگی سے نکل کر امید بھری نظروں کے سنگ سامعین کی جانب روشنی پھیلا گئے۔

پھر ہمارا رب کیسے مہربان نہ ہو، جسکا وصف رحم دلی ہے۔ وہ خسارے سے بچنے کی ترغیب و تدبیر بھی کس خوبصورتی سے دے رہا ہے۔

"میں قربان جاوں اپنے رب کے دیے اس قرآن پر، اسکے اک اک لفظ پر، اس کی اک اک آیت پر جو دلوں کا سکون بڑھاتی ہے۔

پہلے خسارے کا ذکر اور اب نجات کا راستہ دیکھیے میرے بیٹو!

اس خسارے سے وہ لوگ محفوظ ہیں جن میں درج ذیل چار صفات موجود ہوں:

اِلَّا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا: پہلی صفت ایمان ہے۔ مومن اپنی زندگی بغیر کسی تلافی کے ہاتھ سے جانے نہیں دیتا۔ اس تلافی کا پہلا قدم ایمان ہے۔

وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ: دوسری صفت ایمان کے بعد عمل صالح ہے چونکہ ایمان ایک جامد فکر و عقیدے کا نام نہیں ہے۔ ایمان کے اثرات ہوتے ہیں اور وہ اعمال صالحہ ہیں۔ اس نام نہاد ایمان کی کوئی قیمت نہیں جس کا کردار پر کوئی اثر نہ ہو۔"

وہ اپنے لہجے کو پر اثر کیے بولتے گئے اور ہادی سکندر پر زندگی کی کئی حقیقتیں فقط ایک آیت کھول گئی۔

"میرے پیارے بچو! مومن ایمان و عمل صالح کے ذریعے اپنی زندگی کی، جو اس کے ہاتھ جارہی ہے، تلافی کرتا ہے مگر سوال یہ ہے کہ زندگی اس کائنات میں سب سے قیمتی چیز ہے، مومن کس چیز سے اس کی تلافی کرتا ہے جو زندگی کی قیمت کے برابر ہو۔ جواب یہ ہے کہ مومن دنیا کی زندگی دے کر آخرت کی زندگی لیتا ہے۔ زندگی سے کم کسی اور چیز سے اس خسارے کی تلافی نہیں ہوتی۔ یعنی زندگی کی قیمت میں زندگی حاصل کی جائے تو خسارہ نہیں ہوتا۔"

وہ سامنے بیٹھے ہر فرد کی الجھن سمجھ کر پہلے ہی جواب دے رہے تھے اور سب کے ذہن آہستہ آہستہ بیداری کی جانب گامزن تھے۔

"اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

مَن عَمِلَ صَالِحًا مِّن ذَكَرٍ اَو اُنثٰی وَھُوَ مُؤمِن فَلَنُحیِیَنَّہٗ حَیٰوۃً طَیِّبَۃً۔۔۔ (۱۶ نحل:۹۷)

(جو نیک عمل کرے خواہ مرد ہو یا عورت بشر طیکہ وہ مومن ہو تو ہم اسے پاکیزہ زندگی ضرور عطا کریں گے)

لٰہذا مومن نہ صرف خسارے میں نہیں ہے بلکہ وہ فائدے میں ہے۔ اس دنیا کی پر آشوب زندگی کو دے کر آخرت کی پاکیزہ زندگی حاصل کرتا ہے تو گویا اپنے آپ کو سنوار لیتا ہے، اس رب کی خوشنودی سے بڑھ کر کوئی شے ہے بھلا؟"

انکے ناتواں جھریوں والے چہرے پر تبسم تھا، گویا وہ روحیں سہلانے کا ہنر جانتے تھے۔ اللہ کا پیغام کھول کھول کر بیاں کرتے، ان لوگوں تک رب کی آیات پہنچاتے جن تک پہنچانے کا رب انھیں وسیلہ بناتا ہے۔

"وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ: تیسری کہ ایک دوسرے کو حق کی تلقین کرنا عمل صالح میں شامل ہے۔اس کے باوجود حق کی تلقین کی اہمیت کے پیش نظر اس کا خصوصی ذکر فرمایا۔ حق ہمیشہ باطل کے مقابلے میں آتا ہے میرے بچو۔ حق وجود اور ثبوت کو کہتے ہیں اور باطل عدم اور نابودی کو کہتے ہیں۔ حق کی دعوت ایک ایسی عمومیت کی حامل ہے جس میں تمام حقائق شامل ہو جاتے ہیں۔ خواہ ان کا تعلق عقائد سے ہو یا احکام سے یا اخلاقیات سے۔

حق اپنا وجود ہمیشہ قائم رکھتا ہے"

تیسرا وصف بیان کیے وہ سبھی پر نظر ڈالے توقف کو رکے، ہادی سکندر کے اندر جنگ چھڑ چکی تھی۔

"وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ: چوتھی کہ ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرنا اعمال صالحہ میں شامل ہے پھر بھی اس کی اہمیت کے پیش نظر اس کا خصوصی

طور پر ذکر فرمایا گیا ہے۔ چونکہ حق کا حصول اور حق کی تلقین ایسی چیز نہیں ہے جو آسانی سے ہاتھ آجائے۔ یہ نہایت صبر آزما ہوتا ہے۔"

یہ واقعی صبر آزما ہوتا ہے مگر اللہ کے پیارے مومن اپنے اندر صبر کا وصف اس درجہ پڑھا لیتے ہیں کہ رب انھیں اپنا دوست بنا لیتا ہے۔

اسے مبین عارض سکندر کے سارے وصف یاد آرہے تھے، اپنی کم عقلی پر آج وہ برہم تھا۔

"حضرت علی علیہ السلام سے روایت ہے:

اُلحَقُّ اَوسَعُ الاَشیَائِ فِی التَّوَاصُفِ وَاَضیَقُھَا فِی التَّنَاصُفِ۔۔۔۔ (شرح نہج البلاغۃ ۱۱:۸۸)

حق مقام بیان میں سب سے زیادہ وسیع تر ہے مگر مقام عمل میں سب سے زیادہ تنگ تر ہے۔

جبکہ

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت ہے

رَاَسُ طَاعَۃِ اللّٰہِ الصَّبْرُ۔۔۔۔ (الکافی ۲:۶۰)

اللہ کی اطاعت کی بنیاد صبر ہے۔

ایک اور حدیث ہے:

اِذَا ذَھَبَ اَلصَّبْرُ ذَھَبَ الِاُیمَانُ۔ (الکافی ۲:۸۷)

جب صبر چلا جاتا ہے تو ایمان چلا جاتا ہے۔

پھر مزید

الصبر علی طاعۃ اللہ اھون من الصبر علی العقوبتہ۔ (غرر الحکم۔
حکمت:۶۳۰۶)

اللہ کی اطاعت پر صبر کرنا اللہ کے عذاب پر صبر کرنے سے زیادہ آسان ہے۔

مزید یہ کہ

الصَّبرُ عَنِ الشَّھوَۃِ عِفَّۃٌ وَعَنِ الغَضَبِ نَجدَۃٌ وَعَنِ المَعصِیَۃِ وَرَعٌ۔ (مستدرک الوسائل ۱۱:۲۶۳)

خواہشات پر صبر کرنا پاکدامنی ہے۔ غصے کے موقع پر صبر کرنا بہادری ہے۔ گناہ ترک کرنے پر صبر کرنا پرہیز گاری ہے۔"

چند احادیث اور سنہری موتی ارسال کیے وہ سامعین کی طمانیت پر جی بھر کر آسودہ ہوئے جو قاری وحید انجم کے لفظوں کا فیض پائے اپنے آپ کو سنورتا ہوا محسوس کر رہے تھے اور اس سیاہ تاریک کونے میں بیٹھا سیاہ نشین بھی اپنی جانب آتی روشنی کی درزیں تک کر غائب دماغی سے ساکت بیٹھا تھا۔

اسکے لیے اب بھی ہر راستہ مشکل تھا، اب بھی ہجرت کٹھن تھی، آج بھی بنا کوئی سوال کیے، وہ مختصر درس مکمل سنے دبے پیروں نظریں جھکائے مسجد سے نکل گیا جبکہ ہادی سکندر کے قدموں کی لرزش قاری صاحب کی زیرک نظروں سے ہرگز پوشیدہ نہ تھی۔

وہ سیدھا تھانے ہی پہنچا جہاں جا کر سالار خان کی جانب سے ملتی اچھی خبر اسکا بے زار اور افسردہ موڈ بحال کر گئی۔

"کیا وہ پھر راضی ہو گی بیان کے لیے، آپ اسی وقت ریکارڈ کر لیتے سالار خان۔ جبکہ آپکو معلوم ہے اسکی ذہنی اور قلبی حالت کیا ہے۔ چند دن میں کورٹ ہیرنگ ہے۔ ہمیں اسکا بیان چاہیے ہو گا"

ہادی کو جب تمام حقائق کا علم ہوا تو وہ سالار خان کی اس کوتاہی اور لاپرواہی پر خفگی عیاں کرنے لگا مگر سالار خان کیا بتاتا کہ اس وقت وہ رابعہ وحدی کی

باتوں سے اس قدر ذہنی دباو میں تھا کہ کچھ ریکارڈ کرنے کی مہلت ہی نہ مل سکی تھی۔

"ہو جائے گی، مجھے یقین ہے ہادی۔ بہر حال ہمیں اب ہر چیز ترتیب دینی ہو گی۔ کل روحان وحدی کو عدالت میں پیش کیا جائے گا۔ اس نے اپنا وکیل بھی ہائیر کر لیا ہے اور بہت تگڑا ہے۔ جبکہ کچھ ٹف ٹائم ہارون سکندر کے وکیل کی جانب سے بھی آئے گا۔ چھوٹی سی غلطی بھی ہمارے اس بنے بنائے جال کو نقصان دے سکتی ہے۔ تم خود بھی ان دونوں کیسیز کے اہم گواہ ہو لہذا ان لوگوں کو تمہارے بارے بھنک بھی پڑی تو وہ تمہاری جان لینے کی کوشش کر سکتے ہیں۔ اس لیے اپنی حفاظت اہم رکھنا"

پینسل انگلیوں کے بیچ اضطراری انداز سے گماتے ہادی کو وہ آنے والے سنگین وقت کے لیے ہوشیار کر رہا تھا جس پر ہادی کی نظر سالار خان کی فولڈ ہوئی آستین میں سے دیکھائی دیتے بہت ہلکے نشان پر جمی تھی۔

یہاں ایک سیاہ اور بھورے رنگ کے سانپ کا ٹیٹو تھا مگر آج وہ بہت حد تک مدھم ہو چکا تھا۔

"ٹھیک۔۔۔ سنیں یہ آستین کا سانپ کہاں گیا آپکا، سوٹ کرتا تھا آپ پر"

سالار کی تمام باتیں نظر انداز کیے وہ سالار خان کی بازو پر جمے خون کا دھبہ سا دیکھتا خاصے کریدتے ہوئے بولا جس پر سالار خان بھی سنجیدگی زائل کیے مسکرا دیا۔

"ہاں وہ! لمبی کہانی ہے اسکی۔

دو ہفتے پہلے اتفاقاً جمعہ کی نماز مسجد میں پڑھنے کا موقع ملا تو خطبے کے بعد تمہارے قاری وحید صاحب سے ملاقات ہوئی۔

میرے آستین کے ہیبت ناک چھپے سانپ کے کسی لمحے باہر چھلک آنے کو گہرائی سے دیکھا تو کہنے لگے کہ آستین کا سانپ بھلے سچا ہو یا غائبانہ، اس سے جلد از جلد نجات حاصل کر لینی چاہیے برخوردار، اور مزید بولے کہ صورتِ

مسئولہ میں جسم کے کسی حصہ پر ٹیٹو بنوانا شرعاً حرام اور گناہِ کبیرہ ہے، اور ٹیٹو بنانے اور بنوانے والوں پر اللہ رب العزت کی جانب سے لعنت کی گئی ہے۔

یہ سب انہوں نے بہت سادگی سے یونہی بنا تمہید باندھے کہہ دیا لیکن میرے دل میں گرہ سی پڑ گئی۔ بس پھر واپس آتے ہی ہوسپٹل نکل گیا۔ ساری جمع پونجھی لٹا کر لیزر ٹریٹمنٹ کروائے اس نحوست سے جان چھڑوا آیا۔ لیکن ابھی بھی بازو میں موجود تکلیف اور ٹیس ظالم ہے۔۔۔۔

میں نے سوچا گناہ کا علم ہونے کے باوجود گناہ کرنے سے بہتر ہے کہ انسان اس راستے سے کترا کر گزرنا سیکھ لے۔ نیکیاں کرنا تو بعد کا عمل ہے، پہلے گناہ سے ہر ممکنہ بچنا اہم ہوتا ہے"

ناجانے کیوں مگر سالار خان کی سادہ وضاحت، ہادی سکندر کے لیے نرم سی سرزنش بن گئی۔

اس نے اپنے جسم پر دو جگہ بنوائے جانوروں کی شکل کو کراہت سے سوچا، کیا اس پر بھی اللہ کی لعنت ہے۔

یہ لمحہ ہادی سکندر کے اندر تک ہلچل مچا گیا۔

ہارون سکندر کے لیے خود کو عبرت بناتے بناتے وہ اللہ کو کتنا ناراض کر چکا ہے، آج دل پر بہت سے بوجھ آ گرے تھے۔

"اللہ کی لعنت زیادہ بڑی اذیت اور تکلیف ہے سالار خان، اچھا فیصلہ کیا آپ نے"

وہ کسی گہری سوچ میں فیصلہ کن ہوئے، سالار خان کو سراہ رہا تھا جبکہ مدھم سا تبسم دیتا وہ جاندار آفیسر اب کچھ قانونی معاملات پر ہادی سے گفتگو کر رہا تھا لیکن ہادی سکندر کے ذہن کی ڈوریں 'اللہ کی ناراضگی ہٹانے' کی سمت جا لپٹی تھیں۔

..________________________..

"کچھ بولیں گی نہیں"

مسلسل قربت کی گھڑیاں ضائع کرتی شہزادی، اس نرم سرگوشی پر چونکی اور چہرے پر چھاجاتی سرخی دبائے لاعلمی کا اشارہ دیے یوں ظاہر کر گئی جیسے اسکے سامنے وہ بول ہی نہیں پا رہی۔

"کیا بولوں؟"

شہزادی کی آواز جذبات کی لو سے دہکی پھر لہجہ بھاری ہوا۔

ہادی سکندر سامنے سے اٹھ کر نا جانے کس لمحے منظر سے اوجھل ہو چکا تھا، اسے جانا تھا تبھی رات ماہ کو لینے پہنچ جانے کا کہے وہ ماہ جبین اور عارض سکندر کو سرسری سا انفارم کیے چلا گیا۔

"جو آپ کہنا چاہیں"

سماعت میں اترتی سرگوشی پر نیلم کے ہونٹوں پر تبسم مچلا، دل کی دھک دھک اپنی آواز سماعت تک پہنچانے لگی۔

"اس کے لیے تو زندگی پوری پڑی ہے، ابھی کچھ نہیں کہہ پاوں گی۔ اگر آپ کہنا چاہیں تو سننا ضرور چاہوں گی"

اپنے دائیں ہاتھ کی پشت سے مبین کے ہاتھ کا لمس محسوس کیے وہ دل تک سرسراہٹ محسوس کیے اپنا ہاتھ بلا جھک اسکی چوڑی ہتھیلی میں دے گئی جسے مبین عارض سکندر نے اپنی ہتھیلی سے جوڑے دھیما سا جکڑا۔

دونوں کے ہونٹوں پر تہلکہ مچاتی مسکراہٹ اتری۔

"کوئی دیکھ لے گا، سبکی آنکھیں پہلے ہی ہم پر جمی ہیں"

جلد ہی ہتھیلی سے ہتھیلی تک کی حدت سرائیت ہوتی محسوس کرتی وہ اپنا ہاتھ مبین کے ہاتھ سے غیر ارادی چھڑوا گئی، یہی تو وہ لمحہ تھا جو دلوں کو گدگدا گیا، نیلم کا دل پھر سے چاہا وہ اسکے ہاتھوں کو اپنے ہاتھ میں لے کے یونہی اپنی

مقدس آنکھوں کے حصار میں قید کیے رکھے مگر وہ سبکی خود پر جمی نظروں سے خائف ہوئے پھر سے گھبرا اٹھی تھی۔

"جانے سے پہلے ایک ملاقات چاہتا ہوں، اجازت دیں گی"

خود ہی نیلم کی جھجک اور پریشانی بھانپتا وہ اب سنجیدہ ہوا، کندھے سے کندھا بھی ہٹا لیا تا کہ نیلم بے چینی کا شکار نہ ہو جبکہ نیلم اسکے انداز اور دور ہٹنے کے عمل پر سہمی سی آنکھیں اٹھائے دیکھنے لگی۔

وہ اسکے چہرے کو تکتی گم سم ہوئی، ابھی تو وہ ملا تھا پھر جانے کی بات، نیلم کا دل کپکپا اٹھا۔

اسکی گہری آنکھوں میں اداسی سمٹ آئی۔

"کہاں جانا ہے؟"

وہ اسی گم سم انداز میں بولی، آواز نہایت مدھم تھی۔

"ایک بزنس ٹرپ ہے، چار ماہ کا۔ وہیں جانا ہے۔ اس بیچ آپ رخصتی کے لیے مائینڈ بنا لیجیئے گا۔ عبد اللہ اور امل کے ساتھ ہی ہماری بھی باقاعدہ شادی ہو گی۔ لیکن اتنا لمبا انتظار میرے لیے کاٹنا مشکل ہو گا اس لیے ایک ملاقات چاہتا ہوں۔ جس میں کچھ آپ مجھے جان لیجیئے گا اور کچھ میں آپکو"

وہ سنجیدگی کے ساتھ ساتھ عقیدت اور محبت کے جذبات بھی عیاں کیے بول رہا تھا، اسکی آنکھوں کا مرکز نیلم کا پرنور چہرہ اور کسی ان کہی اداسی میں لپٹی آس زدہ آنکھیں تھیں۔

"مم۔۔میں کیسے مل سکتی ہوں، وہ"

کہتے کہتے وہ الجھن میں لپٹی خاموش سی ہوئی جس پر مبین عارض سکندر نے اسکی دانستہ چپ جانچی جو بہت سے جوابات دے گئی۔

"پریشان مت ہوں نیلم، تنہائی کی ملاقات نہیں مانگ رہا۔ وہی ادھوری ملاقات پوری کر دیں جو ادھار ہے"

جذب سے اٹے لہجے میں وہ نیلم کو اس خوبصورت ملاقات کی یاد دہانی کیے نہ صرف خود مسکرایا بلکہ وہ ارے ارے حواس والی بھی روہانسی ہو گئی، نا جانے کیوں مگر اسکا دل مبین کے ہر انداز پر دھڑک رہا تھا۔

وہ جس طرح نیلم کو دیکھ رہا تھا، جیسے اسکی موجودگی محسوس کر رہا تھا اور اب جس طرح ادھوری ملاقات کی تکمیل مانگ رہا تھا، سبھی نیلم کے اندر کی دنیا تہہ و بالا کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہے، جب آپ چاہیں"

بے دھڑک وہ مبین کی آنکھوں میں تکتی بولی جبکہ لہجہ جذب سے بھاری تھا اور اسکے اقرار پر مبین کا دل بھی مانو سرشار ہو گیا۔

"تھینک یو نیلم، بہت خوبصورت لگ رہی ہیں، نظر نہیں ٹھہر رہی آپکے سراپے پر۔ ہم بھی پسند آئے آپکو یا گزارے لائق ہیں"

ناجانے وہ کس رو میں تھا کہ لمحے میں دل دھڑکا اور جان نکال گیا، نیلم نے پھر سے جھکی پلکیں اٹھا کر مبین عارض سکندر کو دیکھا جو اس دنیا کا سب سے خوبصورت مرد تھا۔ سفید سوٹ پر سیاہ کوٹ پہنے وہ بالوں کو مہذب انداز سے سلجھائے، مہکی مہکی خوشبوئیں لٹاتا، اپنی شخصیت کی دھاک بیٹھاتا، نیلم کے حواس سلب کیے کس سادگی سے یہ پوچھ رہا تھا کہ وہ اسے کیسا لگا۔

وہ اتنا خوبصورت تھا کہ دل اسکی جانب لپکنے لگا، وہ اتنے پیارے دل کا مالک تھا کہ نیلم کو عشق کے ساتھ ساتھ اس روح سے الفت محسوس ہوئی۔

جبکہ وہ گلابی، سرخ آگ سی، سفید گڑیا، جسکا اک اک خدوخال دیوان کے دیوان سلب کر جاتا، وہ اپنے گال تپ اٹھنے پر چمکتی آنکھوں سے مسکرانے لگی۔

"سوچ کر بتاوں گی"

وہ مخمور اترائی، سمٹی سمٹی، جھینپی ہوئی، آخر غرور کیوں نہ ہوتا، محبوب جو ٹھہری۔

اور سوچنے کی مہلت کی فراہمی کے ساتھ ساتھ شہزادی کے ساتھ یہ چند قربت بھرے لمحے بھی اختتام پذیر ہو گئے۔

نکاح کی پر رونق تقریب ختم ہوئی تو ماہ جبین نے مہک صاحبہ اور فیاض صاحب کو اپنی نیلم چار پانچ ماہ کے لیے اس گھر امانت بنا کر سونپ دی۔

نکاح کے بعد مہرو کی مہندی تھی، خاور چٹیل اور پر وقار مرد تھا اور سونے پر سہاگہ کہ وہ مہرو کے ساتھ خوب جچتا تھا۔

چونکہ دونوں کا نکاح پہلے ہی ہو چکا تھا تبھی مہرو اور خاور کی مہندی اکھٹی کی گئی۔

نکاح کے تمام مہمان اب مہرو کی مہندی میں شریک ہوئے جبکہ نیلم بھی اپنا شاہی لباس بدل کر پیلے فراک اور چوڑی دار پاجامے میں لپٹ آئی، ململ کا

آنچل سلیقے سے سر پر جمائے وہ مہندی کے فنکشن کے دوران زرا سمٹی ہی رہی۔

مرد خضرات نے الگ بیٹھک سجائے رات تک انجوائے کیا جبکہ مہکتی چہکتی خواتین نے اپنی محفل جمائے رکھی۔

..________________________..

"بڑا اخرفاتی دماغ پایا ہے آپ نے فراز صاحب، مطلب آپکی سوچ کو سلام کرتا ہوں۔ سزا تو تگڑی ہو گی ناں۔ میرا مطلب ہے کچھ ایسا ہو کہ وہ سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے"

کئی ملاقاتیں، زہریلے دماغوں کی شیطانیت عیاں کر چکی تھیں، منہاس علی بڑے سراہتے انداز میں اس سامنے بیٹھے سادہ سے آدمی کی بڑی شیطانیت پر سراپا حیرت و بے یقینی میں غرق تھا۔

"بالکل اور اسکے بدلے ان لوگوں کو کمزور ذہنیت والے اور بے دین لوگوں کا گروپ درکار ہے۔ آپ سمجھ گئے ہیں ناں"

فراز نامی شخص پر اسراری کے سنگ رازداری بر قرار رکھے دانستہ آنکھ دبائے بولا جس پر منہاس علی کی آنکھوں میں چمک ابھر آئی۔

"واہ واہ، مطلب ایک تیر سے دو شکار۔ پہلا کہ ہم اپنی راہ کے اس کانٹے کو ہٹا دیں گے دوسرا اخضرت کی خوشی اور خوشنودی پانے کے لیے یہ فریضہ انجام دے کر اس کار خیر میں حصہ دار بن جائیں گے۔ تم سوچ بھی نہیں سکتے کہ وہ ہمیں ہماری سوچ سے زیادہ پیسہ دیں گے۔ پھر اسے پیسے سے کئی عبداللہ خرید لوں گا اور تم بھی اپنی زلت کا بدلہ اپنا میڈیا ہاوس کھول کر لینا۔۔۔۔ بیٹھے بیٹھے ہمارے ہاتھ خزانہ لگ گیا ہے فراز"

منہاس علی کی خوشی دیدنی جبکہ آنکھوں سے خباثت اور ہوس ٹپک رہی تھی اور ویسی ہی خوشی اور کمینگی فراز کے چہرے پر تھی۔

"یہی نہیں، روحان وحدی ہمیں ہماری سوچ سے بڑھ کر مراعات دیں گے۔ وہ ایک ایسی جنگجو ٹیم چاہتے ہیں جو انکی بے گناہی ثابت کرنے میں نہ صرف مددگار ہو بلکہ قانون کے پاس موجود جھوٹے ثبوت تلف کر دے۔ بے دین اور بھٹکے لوگوں کو جمع کرنا کونسا مشکل ہے۔ اسی بہانے ہم بھی کوئی اچھا کام کر لیں گے۔ کیا خیال ہے"

فراز اپنی بات اور دلائیل میں مزید وسعت دیے منہاس علی کی لالچی طبعیت نہ صرف بھانپ چکا تھا بلکہ اسے اس مشن کے لیے قائل کرتا نظر آ رہا تھا۔

"بہت نیک خیال ہے فرار، تم نے یہ سب بتا کر طبعیت نہال کر دی۔ میں ایسے کئی لوگوں کو جانتا ہوں جو خوشی خوشی اس ٹیم کا حصہ بن جائیں گے۔ بڑا طبقہ غریب اور نادار لوگوں کا ہے، جبکہ اس کھیل میں ہم چھوٹے موٹے جرائم کر کے جیلوں میں بند سالوں کی سزا جھیلتے مجرموں کو بھی بخوبی استعمال

کر سکتے ہیں۔ جنکی رہائی کی قیمت ہم کچھ پیسے کے عوض اس ٹیم کا حصہ بننا رکھیں گے"

منہاس علی کی ساری منصوبہ بندی سن کر فراز پہلے تو اس قدر ہوشیاری اور چالاکی پر دنگ ہوا پھر منہاس علی جیسے پیچ کی جانب سے ہوتے ان انکشافات پر آنکھوں میں چمک بھرے مسکرایا۔

ساتھ ہی نشست چھوڑے اٹھ کھڑا ہوا اور گرم جوشی سے اپنا ہاتھ منہاس علی کی جانب بڑھایا۔

"تو پھر ڈیل ڈن کریں، پہلی پیمنٹ پانچ لاکھ ہو گی جو ہمیں کل ہی اپنے کام کے لیے کرنی ہو گی کیونکہ قانونی معاملات اور تگڑے خاندان سے ٹکر کی بات ہے۔ جبکہ اسکے بعد آپ معیاری لوگوں کو تلاش کیے جمع کرنا شروع کر دیجئے گا۔ ہمیں یہ سب چند دنوں کے اندر اندر کرنا ہے۔ فی بندہ ہمیں دو لاکھ ملے گا۔ جبکہ ہمیں ہمارے کام کی پوری گارنٹی بھی دی گئی ہے، اس کے

بعد عبداللہ عارض سکندر کا کیئریئر ختم ہو جائے گا سو دو لاکھ میں جبکہ تین آپ دیں گے۔۔۔۔۔"

آنکھوں میں رتن سی چمک اور نجاست بھرے وہ اٹھ کر فراز کا ہاتھ تھامے شاطرانہ قہقہہ لگا گیا اور آنکھوں کے اس استہزایہ ملاپ پر دونوں سوداگروں کے چہرے پر شیطانی ہنسی اتر آئی۔

..________________________..

"بندہ سوری ہی کر لیتا ہے، میں ناراض ہوا تھا تم سے امل"

مہندی کا فنکشن بھی تکمیل جا پہنچا تھا اور سبھی بس اب جانے والے تھے، امل اور مناحل بھی دو دن مزید یہاں تھیں اور مہرو کی شادی اٹینڈ کرتے ہی مناحل مری جبکہ امل واپس اپنی بے حس دنیا میں لوٹ جانے والی تھی۔

مبین، مان اور ماہ نور ایک گاڑی میں نکل چکے تھے جبکہ عبداللہ نے مما اور بابا کو لے کر جانا تھا اور امل کی تھوڑی ہی سہی بے قراری بھانپتا وہ خود ہی اپنی

برہمی ختم کیے صحن میں کرسی پر بیٹھ کر ب جی کھیلتی امل کو دیکھتے، گاڑی کی جانب جانے کے بجائے وہیں صحن میں چلا آیا اور کرسی گھسیٹ کر عین امل والی کرسی سے جوڑے بیٹھتے ہی شکوہ کناں نظروں سے امل کو فوکس کیے بولا جو یہاں ڈیڈ کی کال سننے آئی تھی مگر امل کے باہر آنے تک کال بند ہو گئی۔

اور میڈم اتنی بیزار تھیں کہ جلال پاشا کی کال کا انتظار کرتی وہیں بیٹھی پب جی کھیلنے لگی، یہ نہ زحمت کی کہ کال بیک کر لے۔

جانتی تھی مسٹر جلال کے ضبط کی آخری حد آچکی ہے مگر اپنے موڈ کی بربادی اسے فی الحال گوارا نہ تھی۔

"جانتی ہوں ناراض ہوئے ہو، لیکن مجھے منانا نہیں آتا"

بے نیازی سے کندھے اچکائے وہ توجہ گیم کی جانب ہی رکھے بولی اور اس بے توجہی پر عبداللہ نے اس کے ہاتھوں سے فوری طور پر اسکا فون چھپٹ لیا۔

"زندگی گیم نہیں ہے امل کم از کم اسے تھوڑی توجہ دو، تم ایسا رویہ رکھو گی تو میرے تمہاری طرف بڑھتے قدم ڈگمگا جائیں گے۔ تم میری ہو لیکن خود کو کب بتاو گی یہ بات۔ جب میں بتانے لگتا ہوں تو تم پھر سے سنگدل بننے لگتی ہو"

اس وقت وہ ہر شرارت اک طرف کیے سنجیدہ ہوئے امل کی توجہ طلب کیے نرمی سے سمجھا رہا تھا جبکہ امل کی سوئی جیسے قدموں کی ڈگمگاہٹ پر ہی رک گئی۔

جس طرح وہ ہنسی، عبداللہ کے ماتھے پر پھر سے شکنیں نمودار ہوئیں۔

"بننے نہیں لگتی، میں آل ریڈی سنگدل ہوں یہ بات جتنی جلدی خود کو سمجھا لو بہتر ہے۔ اور اگر تمہارے ابھی سے قدم لڑکھڑا رہے ہیں تو جانے کا راستہ صاف اور واضع ہے۔ میں کبھی تمہیں خود سے نہیں باندھوں گی۔ میں جیسی ہوں ویسی ہی رہوں گی۔ میرے اندر موجود خامیاں بھی جوں کی توں رہیں

گی۔ خوبیاں تو ہیں ہی نہیں۔ یہ فیصلہ ہمیشہ سے تمہارے ہاتھ میں رہے گا کیونکہ اس معاملے سے جڑا ہر نفع و نقصان فی الحال صرف تمہارا ہے"

کس سہولت سے وہ عبداللہ عارض سکندر کی محبت کا امتحان لے گئی تھی، بنا سوچے سمجھے بہت کچھ کہہ دینے والی وہ لڑکی، اپنے ہر لفظ میں ہزاروں معنی چھپائے ہوئے تھی۔

"میں چاہتا ہوں تم مجھے خود سے باندھ لو، کیوں نہیں باندھو گی۔ بولو"

وہ امل کی تمام کڑوی باتیں نظر انداز کیے فقط اس نقطے پر تڑپ اٹھا تھا، بے باکی سے امل کی اکتاہٹ کھوجتا وہ اس سے سوال کر گیا۔

"کیونکہ میں کمزور نہیں پڑنا چاہتی، جو کسی سے دل یا ذہن باندھ لیتا ہے وہ مضبوط نہیں رہتا۔ پھر انسان بیوقوفیاں کر دیتا ہے۔ تمہاری اہمیت سے انکار نہیں ہے لیکن اگر مجھ سے اعترافات کی امید لگاؤ گے تو نا امید رہ جاؤ گے۔

ایک دم سے راستہ بدل کر چلنے والوں میں نہیں ہوں میں، مجھے موڑ کی حقیقت تسلیم کرنے کے لیے وقت درکار ہے"

وہ عبداللہ عارض سکندر کی ناراضگی اس طرح مٹا دے گی یہ وہ خود بھی کہاں جانتی تھی، وہ اسے جس نظر سے یکدم دیکھنے لگی وہ متبرک قسم کی نظر تھی، جو اہمیت کے حامل لوگوں پر ہی ڈالی جاتی ہے۔

"کتنا وقت؟ کچھ دن یا کچھ صدیاں"

وہ واپس اپنی جان لیوا مسکراہٹ اچھالے سنجیدہ ہوئے تجسس سے پوچھنے لگا جس پر امل نے پہلے تو بدلحاضی سے اپنا فون واپس جھپٹا اور پھر چہرے پر غرور سجائے اپنی آنکھیں عبداللہ کی آنکھوں سے ملائیں۔

"کچھ ماہ"

مسکراتی آنکھوں سے کہہ کر وہ عبداللہ عارض سکندر کی وارفتگی اوڑھ لیتی نگاہوں کے حصار سے نکلی اور اٹھ کر اندر چلی گئی جبکہ وہ مسکرا نہ سکا، امل

کے کہے تمام الفاظ سوچنے بیٹھ گیا، اک نیا موضوع سخن پائے وہ اپنی کھوج شروع کر چکا تھا۔

جبکہ دوسری جانب ماہ نور صاحبہ بیک سیٹ پر ہیڈ فون لگائے ہادی کو میسج کرتی لے جانے کی یاد دہانی کرواۓ ساتھ گیم کھیل کر تھکن بھگا رہی تھی جبکہ مبین اور مان آگے بیٹھے خوشگوار سی سنجیدگی میں مبتلا تھے۔

" جانے کا اچانک ہی پلین بنالیا آپ نے مبین، پہلے پتا ہوتا تو میں ارادہ نہ بناتی "

مان کی جھجھکتے ہوئے کہنے کی کوشش پر مبین پہلے تو اسکی بات نہ سمجھا پھر غور کرنے پر وہ منصوعی ناراضگی کے سنگ اسے سرسری سا دیکھ کر اپنی برہمی جتا گیا۔

" تم نے کیوں ارادہ بنایا، کہاں بھاگ رہی ہو مان سکندر ؟ "

توجہ ڈرائیونگ پر ہی رکھے وہ لہجے کو برہم کرتا بولا جس پر مان کو اسکی ناراضگی شدت سے محسوس ہوئی۔ لیکن وہ بولنے کی ہمت جمع کرنے لگی۔

"واپس مما بابا کے پاس، انکی یاد آرہی تھی تو سوچا مل آوں۔ آپکی اور نیلم کی شادی تک لوٹ آوں گی"

اپنے پرسوز لہجے میں ان دو کی اپنی زندگی میں کمی کو محسوس کرتی، یہ بتا کر مبین کو بھی تشویشناک کر گئی، جس طرح مان نے اپنی بھیگی آنکھیں جھکا لیں، وہ مبین کو بالکل بھی پرسکون رہنے نہ دے سکا۔

"ہرگز نہیں، میری غیر موجودگی میں جھیل والی سائیٹ کا سارا کام تم اور شاہ ویر دیکھو گے۔ تم نے کہا تھا تم میرے ساتھ رہو گی تو پھر ایک دم جانے کا خیال سوچا بھی کیسے۔ میں تمہاری یہ بات ہرگز نہیں مان سکتا۔ میری غیر موجودگی میں بزنس کا سارا بوجھ بابا اور ماں پر ہو گا سو وہ اس اضافی کام کو نہیں

دیکھ سکتے۔ تبھی میں نے یہ ذمہ داری تمہارے اور شاہ ویر کے کندھوں پر ڈال دی ہے۔ تم مجھے جانے کا بتا کر پریشان کر رہی ہو مان"

وہ اپنی افسردگی جتاتا، مان کے اس فیصلے سے بالکل رضامند نہ تھا اور وہ کیا بتاتی کہ عجیب سی بے بس ہو چکی ہے۔

"تھوڑی سپیس چاہ رہی تھی، پریشان کرنے کی نیت نہیں تھی"

وہ جواباً کچھ رنجیدہ ہوئی جبکہ ماہ نور بھی اب ان دو کی باتوں کی جانب متوجہ تھی۔

مان اسے آج ویسے بھی کچھ چپ چپ اور سمٹی لگی تھی اور اب مان کے فیصلے پر وہ بھی مبین کی طرح شاکڈ تھی۔

"مجھ سے کوئی غلطی ہوئی ہے تو بتاو، انجانے میں اگر میں نے تمہارا دل دکھایا ہے تب بھی بتاو مان۔ تمہارے لیے بہترین سوچا ہے، تمہاری الجھن کا ہر

ممکن حل تلاش کر رہا ہوں۔ پھر بھی اگر مجھ سے کچھ برا سرزد ہوا ہے تو معذرت چاہتا ہوں"

وہ اس بار گاڑی سڑک کنارے روک کر، مکمل توجہ مان کے بھینچے چہرے کی جانب لگائے دوستانہ انداز سے پوچھ رہا تھا جبکہ ماہ خود اب پریشان سی تھی۔

اور مان کا دل سینے میں بری طرح بے قرار تھا۔

"ایسا تو مت کہیں مبین، آپ یوں معافی مانگ کر میرا دل مزید رنجیدہ کر رہے ہیں۔ آپ کو تو سب پتا ہے، آپ سے کچھ چھپا تھوڑی ہے"

وہ الٹا بھرائی آواز سے مبین کو تکتی بولی، آخر تک آواز گلے میں ہی کسی کرب نے نگل لی تھی۔

"ہمم جانتا ہوں"

گہرا سانس بھرے کسی نے بڑی دقت سے اعتراف کیا تھا اور ماہ نور خاموشی سے دونوں کو تکتی سب سمجھ بھی چکی تھی اور اداس بھی ہو گئی تھی۔

"جانتے ہیں تو میرے لیے دعا کیوں نہیں کرتے۔؟"

وہ مبین کے چہرہ موڑ لینے پر کرب سے بولی جس پر وہ دوبارہ سے گردن موڑے ماں کی اس جذباتی کیفیت پر بجھ کر رہ گیا۔

"کروں گا لیکن اپنے کندھے پر ڈالی گئی ذمہ داری قبول کرو، میرا گھر تم ترتیب دو ماں۔ پلیز"

وہ اسکا ہمدرد تھا، اسے دعا کیسے نہ دیتا، وہی دعا جو بے چین دلوں کو راحت دیتی ہو۔

وہ اس پل بہت مشکل سے رونا روک پائی۔ لیکن مسکرائی، سر کو اثبات میں ہلائے اپنا سارا درد پی گئی۔

"دوسری دعا بھی دیں گے ناں؟ آپکو پتا ہے کونسی"

وہ آواز کا بھیگا پن دبا سکنے پر قادر نہ تھی، اس درخواست پر خود مبین کو لگا اسکا دل بھاری ہوا ہو۔

اسکا بس چلتا تو ماں کے لیے کوئی دوسرا مبین لے آتا، مگر بس ہی تو نہ تھا۔

"دوں گا ماں، لیکن دوبارہ تمہیں اس طرح ٹوٹا ہوا نہ دیکھوں۔ ورنہ خود کو معاف نہیں کر پاوں گا۔ یہ تم پر منحصر ہے کہ میرے دل پر بوجھ لاد دو یا مجھے اس حصار سے آزادی دے کر مطمئین رہنے دو۔ انڈرسٹینڈ؟"

وہ حق جمائے اسے صاف صاف تنبیہہ کر رہا تھا، گو لہجہ نرم اور ماں کے دل کی ڈھارس تھا جبکہ اس کہانی کی چپکے سے خبر پا لیتی ماہ، دونوں کے بیچ سر نکالے جھانکی تو دونوں ہی سنجید گی چھوڑے مسکرا دیے۔

"ماں آپی، میں بھی دعا کروں گی آپکے لیے۔ پلیز میرے بھیا جانو سے اتنا سا بھی خفا نہ ہوئیے گا۔ کیونکہ یہ بہت پیارے ہیں اور سبکا احساس اپنے دل میں

برابر رکھتے ہیں۔۔۔ انکا مقدر نیلم آپا تھیں اور یہ انکا۔ نصیب اللہ کے ہاتھ میں ہے، وہ کچھ اداسی دیتا ہے تو بہت ساری خوشیاں بھی دیتا ہے۔ آپ ہماری جان ہیں اور ہم سب مل کر آپکو آپکی خوشیاں دیں گے۔ اداس سی بالکل اچھی نہیں لگتیں"

چھٹکی پری کی جانب سے اس قدر بڑی باتیں سن کر مبین کو مسرت ہوئی، جبکہ خود ماں اسکی گال سہلائے مدھم سا ہاں میں سر ہلائے مسکرا دی۔

"مجھے بس ان جیسی محبت چاہیے، یہ نہیں۔ کیونکہ یہ نیلم کے تھے، ہیں اور ہمیشہ رہیں گے اور اس خوبصورت اعتراف میں میرا دل دھڑکتا ہے۔ نہ ہی اس معاملے میں ماں ان سے خفا ہوئی ہے، بلکہ یہ تو میرے مسیحا اور آئیڈیل ہیں۔ یہ جانتے ہیں میری اداسی، یہی دعا دیں گے تو ٹلے گی"

ماں نے اپنی آنکھیں، مبین کے مطمئین تاثرات پر ڈالی اور جو بھی کہا وہ مبین کو ہر بوجھ سے آزاد کرنے کو کافی تھا۔

ماہ بھی اس حسین جواب بھی کھکھلا اٹھی۔

" بھئی پھر تو زبردست ہو گیا، چلیں بھیا جانو ہمیں اسی خوشی میں ابھی صرف آئس کریم کھلائیں۔ باقی آپکی جیب یہ بہن گھر جا کر خالی کرے گی"

گویا سچویشن کے سنبھلنے پر ماہ کی فرمائش بھی آگئی اور مبین نے خوشی قبول بھی کی۔

خود آئس کریم پارلر جانے کے بجائے کچھ آگے پہنچ کر اس نے دو عدد آئس کریمز اور اپنے لیے چائے وہیں گاڑی میں ہی منگوالی۔

..________________________..

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

مشکوک سا آدمی، سیاہ ماسک پہنے دبے پیروں ویلوٹ کے ڈریسنگ روم میں داخل ہوا، جسکے ہاتھ میں ایک چھوٹا سا سیاہ دستی بیگ موجود تھا۔

وہاں لگ بھگ چالیس الگ الگ خانے تھے جہاں ہر 'ویلوٹ' کے سپیشل ممبر کا سپیشل ریک نسب تھا، وہ آدمی چھانتے ہوئے منتخب کردہ ڈراتک پہنچا اور اسے کسی چھوٹی سی چابی کی مدد کے رازداری کے سنگ کھولا۔

اپنے ہاتھ میں پکڑے دستی بیگ سے ایک سفید سفوفی پیک نکالا اور اپنے سیاہ کلوز لگے ہاتھوں سے اس نے وہ پیکٹ اس ڈرا میں رکھتے ہی وہاں موجود مگ اور ہئیر برش کو بھی اٹھایا۔

لگ بھگ آدھے گھنٹے بعد اس نے ان دونوں چیزوں کو واپس اسی طرح اس کھلے دراز میں رکھے، اسے بند کیا اور چابی کی مدد سے لاکڈ کر دیا۔

اپنے بیگ کو کندھے پر ڈالے وہ اک شاطرانہ نگاہ اس پورے سیکور کمرے پر ڈالتا، اسی رازداری سے باہر نکل گیا جس کے سنگ وہ رات کے اس پہر بنا کسی کو کان و کان خبر کیے یہاں گھس آیا تھا۔

وہیں دوسری جانب ہادی سکندر اس وقت ہوسپٹل کی بیرونی جانب سے باہر نکل رہا تھا، چہرے پر سوچ کی گہری پرچھائیاں تھیں۔

شاید اپنی چند غلطیاں سدھارنے کی کوشش اسے اب بنجارہ کرنے والی تھی، وہ کچھ دیر وہیں ہوسپٹل سے ملحقہ سڑک پر گاڑی سے ٹیک لگائے کھڑا رہا، دور دور تک نگاہ دوڑاتا وہ آتی جاتی گاڑیوں سے اٹھتے شور اور دھویں سے چند ثانیے بے خبر رہا۔

جبکہ اسی دوران سڑک پر سے گزرتی ایک سیاہ گاڑی نے عین ہادی سکندر سے کچھ فاصلے پر رک کر اس آدمی کا جائزہ لیا جو گہرے خیالات میں ڈوبا، اردگرد سے بے نیاز کھڑا تھا۔

چند ساعتوں بعد اس سیاہ گاڑی کا سیاہ شیشہ تھوڑا سا نیچے سرکا اور اس میں سے ریوالور گن کی نلی باہر نمودار ہوئی۔

اس آدمی کا نشانہ ٹھیک ہادی سکندر کا سر تھا۔

"سب سے پہلے گواہوں کی باری ہے، یہ تو ویسے بھی ہماری آنکھوں میں مدت سے چبھ رہا ہے۔ اس جیسے شاطر، بدماغ اور آوارہ لوگ اکثر گلی کوچوں میں ہی کچلے جاتے ہیں، ان کا نہ کیس چلتا ہے نہ کوئی ان جیسوں کی موت کی تفتیش کرتا ہے"

کرخت مسکراہٹ لیے وہ کرخت لہجے میں ہادی سکندر پر اپنی گن تانے تمسخرانہ ہوئے چہکا مگر اس سے پہلے گولی خاموشی سے ہادی سکندر کا خاتمہ کرتی، عین اس کے سامنے آرکتی کسی گاڑی کے باعث وہ خفیہ غلیظ آدمی جبڑے بھینچ گیا۔

ہو سپٹل کے باہر کمیرہ نسب تھا جسکے باعث وہ گاڑی والا مزید رک کر نظروں میں آنے کا رسک لیے بنا اگلے ہی لمحے اک نفرت اور کینہ توز نگاہ ہادی پر ڈالے نہ صرف وہ گن کی نلی اندر کر گیا بلکہ ساتھ ہی سیاہ شیشے نے اس نجس آدمی کو چھپا دیا۔

یہاں وہ سیاہ گاڑی والا وہاں سے نکلا وہیں مبین عارض سکندر باوقار انداز میں گاڑی کھولے نا صرف باہر نکلا بلکہ مان اور ماہ نور بھی مسکراتی ہوئیں باہر آ گئیں۔

ہادی سکندر کو یوں ہو سپٹل کے باہر دیکھ کر جہاں ماہ نور پریشانی اور فکر مندی سے اسکی جانب لپکی وہیں مان اور مبین بھی اس تک پہنچتے پہنچے کچھ فکر مند ہوئے۔

مبین نے اک نظر مڑ کر اس جانب دیکھا جہاں کچھ قبل پہلے وہ سیاہ گاڑی کھڑی تھی، پھر کسی احساس کے تحت وہ اپنا چہرہ واپس موڑے ہادی سکندر پر آنکھیں مرکوز کر گیا جو ماہ کی فکر اور پریشانی میں اسے مطمئین کر رہا تھا۔

"ایک دوست سے ملنے آیا تھا ماہ، ڈونٹ بی اب سیٹ۔۔۔۔ عارض ولا ہی جا رہا تھا۔ اچھا ہوا تم یہیں مل گئی"

ماہ کی پریشانی کو اپنی جانب سے ہٹاتا وہ مبین کی خود پر گہری جمی نظر سے کچھ خائف ہوا جبکہ ماں بس خاموشی سے سبکو سن رہی تھی۔

"تو گھر چلو، ڈنر ساتھ کریں گے۔ یوں راستے سے ماہ کو لے جاوگے کیا۔ تم سے کچھ حساب بھی باقی وہ بھی اسی بہانے لے لوں گا"

ہادی کو کسی گہری فکر میں مبتلا اور الجھا محسوس کیے مبین نے رسان سے دوستانہ لہجے میں کہا مگر وہ ابھی ہر گز جانے کا موڈ نہیں بنا رہا تھا۔

"نہیں سالے صاحب، حساب کے لیے کوئی اور دن رکھ لیں۔ ڈنر ہم المیرا کے ساتھ کریں گے سو ابھی ہمیں اجازت دیجئے۔ چلو ماہ"

ہادی کی طنزیہ ہو کر نفی میں جواب دہی مبین کو اس وقت بالکل بری نہ لگی بلکہ وہ الٹا ہادی سکندر کی فکر میں مبتلا محسوس ہوا۔

خود ماہ بھی ہادی کے ساتھ جانے کے لیے آمادہ تھی تبھی پھر مبین نے اس وقت انکو نہ روکا مگر جاتے جاتے وہ ہادی کی بازو پکڑے اسکے کان کی اور ضرور جھکا۔

"ہادی، اپنا دھیان رکھنا"

سرگوشی کی صورت اپنی محبت بیان کیے وہ ہادی کی دل جلی سی مسکراہٹ دیکھتا خود بھی مسکرا دیا اور مان اور مبین نے ان دو کو وہاں سے اوجھل ہو جانے تک دیکھا اور وہ خود بھی واپس گاڑی میں آ کر بیٹھ گئے۔

مبین نے بنا کچھ کہے ہی گاڑی سٹارٹ کر دی مگر مان نے بھی مبین کی بے چینی اس بار شدت سے محسوس کی۔

"تجسس معاف کیجئے گا لیکن آپ ہادی بھائی سے ملتے ہی پریشان ہو گئے مبین، سب خیریت ہے؟"

مبین کو مضطرب سا محسوس کیے وہ پوچھے بنا نہ رہ سکی اور مبین اسکے سوال پر ہنوز ڈرائیونگ پر ہی توجہ دیے رہا لیکن جواب دینے کا ارادہ بھی باندھا۔

"مجھے ایسا محسوس ہوا کوئی سیاہ شے اسکے تعاقب میں ہے، سیاہ اندھیرا یا پھر سیاہ غبار"

مبین کی غیر واضح بات پر مان جھنجھلائی۔

"آپکو کیسے پتا چلا؟ کیا آپ آنے والے وقت کی خبر پا لیتے ہیں؟"

مان کی آواز حیرت سے پھٹی وہیں مبین عارض سکندر نے اس بار توجہ مان پر ڈالے نفی میں سر ہلائے واپس سامنے دیکھا۔

"آنے والے وقت کی خبر صرف اللہ کو ہوتی ہے، ہاں انسان سچے یا جھوٹے ابہام ضرور کرتا ہے۔ مگر ہم انسانوں کو لاحق ہوئے وہم اٹھانوے فیصد غلط ثابت ہوتے ہیں۔ اور وہ دو فیصد لوگ تک ہم جیسے عام بندوں کی رسائی میں ہرگز نہیں آتے"

وہ سامنے ڈھلتی رات کی جانب نظریں جمائے مدلل جواب پیش کیے خاموش ہوچکا تھا اور مان کے تجسس کو گویا پر لگ گئے۔

"لیکن وہ دو فیصد لوگ کیا خود بھی نہیں جانتے ہوں گے کہ انکے ابہام سچے ہیں؟"

مان کی دلچسپی محسوس کرتا وہ اس بار مدھم سا مسکرایا، اک جادو تھا جو اسکی مسکراتی آنکھیں طاری کردیتی تھیں۔

"ضروری نہیں ایک انسان نے جو وہم کیا وہ سچا ہو اور اگلی بار پھر سے اسکا وہم سچ نکل آئے۔ یہ سب انسانی شعور میں نا سمجھائی جا سکتی باتیں ہیں۔ انسانی عقل و فہم صرف ظاہر اور وجود رکھتی اشیاء پر یقین کرتی ہے، باقی ہر شے کے لیے اسے وضاحت درکار ہوتی ہے"

وہ پھر سے جامع تفصیل بیان کرتا اس بار لہجہ بھی ہلکا پھلکا کر چکا تھا اور مان نے مبین کے کہے لفظوں کی گہرائی میں اتر کر وہ باتیں محسوس کی تھیں۔

"ہم مسلمان تو پھر بہت خوش قسمت ہیں ناں مبین، کہ ہماری عقل، اللہ اور اسکے پیارے رسول ﷺ پر، انکے تمام احکامات، تعلیمات اور ہر وابستہ معاملے پر پورے یقین سے ایمان رکھتی ہے اور یہی نہیں اسلام ضابطہ حیات اس دین کو مکمل طور پر حق تسلیم کرتی ہے۔ مجھے حیرت ہوتی ہے ان لوگوں پر جو اتنی جامع اور تفصیلی وضاحت کے باوجود اس مذہب سے محروم رہ کر اپنی زندگی سراب کے پیچھے بھٹک کر گزارتے ہیں اور چلے جاتے ہیں۔

حالانکہ اب تو سائنس بھی کتنی تعلیمات اور ارشادات پر سرچ کر کے سائنٹیفکلی ثبوت فراہم کر چکی ہے"

ماں کے مزید پوچھنے اور بتانے پر مبین کے چہرے پر ہلکا سا ہمہ وقت رہتا متبسم سا تاثر ابھرا۔

سفر بس مکمل ہونے کو تھا مگر یہ موضوع ایسا تھا جسکی کوئی انتہا معرض وجود میں نہیں آسکتی تھی۔

"ہر انسان کے لیے اسکا مذہب جان سے پیارا ہوتا ہے یہ ایک حق بات ہے ماں، اپنے مذہب سے کنارہ کشی بھی غیر مذہب لوگوں کے لیے یقیناً ایک حساس معاملہ رہتا ہوگا لیکن بات شعور اور عقل کی ہے۔ اللہ نے ہمارے سامنے دو راستے بچھا دیے ہیں اور ان پر چلنے کا اختیار بھی پورا ہم پر سونپ دیا ہے۔ اب سارا معاملہ انسان کے ہاتھ میں ہے۔ جب تک وہ اپنی ذات کے گم

شدہ حصے کی تلاش شروع نہیں کرے گا، اسکے اندر کا خلاء یا سوالی پن ہر گز ختم نہ ہو گا۔

ایک انسان جس جگہ آنکھ کھولتا ہے، وہ اپنے ارد گرد کے ماحول کے مطابق ہی ڈھلتا ہے۔ اپنی مرضی سے پیدا ہونا نہ اسکے اختیار میں ہے نہ ہی اپنے من پسند مذہب میں شمولیت اسکی مرضی اور منشاء پر منحصر ہے۔ لہذا ساری ذمہ داری اسکی دنیا میں آنے اور اپنے گرد و نواح کا جائزہ لینے کے بعد شروع ہوتی ہے"

مبین عارض سکندر منزل مقصود پر پہنچ چکا تھا، چوکیدار دروازہ کھولے انکی گاڑی کو اندر آنے کا راستہ دیتا ایک طرف ہو گیا جبکہ مان، مبین کے لفظوں سے کچھ الجھن کا شکار ہوئی باہر نکلی تو اسکی بے تاب نظروں کا مفہوم جان کر مبین بھی اسکے روبرو اک مناسب فاصلے پر رک گیا۔

"مبین، آپکی ہر بات درست لیکن سبکو سچی رہنمائی بھی تو نہیں ملتی۔ سب کو کوئی ایسا مسیحا بھی نہیں ملتا جو اسے نیک اور بد راستے کا فرق بتائے۔ تو پھر اس انسان کا کیا قصور جو رہنمائی کے فقدان کے باعث ایک غیر مناسب زندگی جینے پر مجبور ہو جاتا ہے"

مان سے وہ اسی قسم کے اصولی سوال کی توقع کر رہا تھا اور اسکی مسکراہٹ اس بات کا ثبوت تھی کہ مان نے اسکی سوچ پر پورا اترنے کی بھرپور کوشش کی ہے۔

"اس دنیا میں ہر انسان کے لیے ایک نہ ایک رہنما موجود ہے مان سکندر! ہم پر انسان ہونے کے ناطے بس اتنا سا کام عائد ہے کہ ہم اپنے رہنما کو خود تلاش کریں۔ اس معاملے میں وقت، حالات اور موسم اثر انداز ہوتے ہیں لیکن کوئی مددگار تب تک نہیں ہوتا جب تک آپ خود جستجو میں سفر پر گامزن نہ ہوں۔ تم ایسا سمجھ لو کہ وہ رہنما تھوڑا ہٹیلا اور ضدی ہے، جب تک

اسے تلاش نہ کرو وہ ہم سے چھپتا پھرتا ہے اور آخری دم تک سامنے نہیں آتا"

مبین عارض کی امید افزاء باتوں پر ماں کے چہرے کی تروتازگی لوٹ آئی، سکڑا، سمٹا ہوا دل پھر سے پھیل کر دھڑکنے لگا۔

"اس دنیا میں واقعی ہر کسی کا کوئی نہ کوئی رہنما ہوتا ہے، یہ بات، یہ امید اور یہ کرن اندھیرے راستے میں قندیل جیسی ہے مبین۔ جسکے مدھم سویرے نے ایک دن اندھیرے کو اپنے اندر مکمل سمیٹ لینا ہے۔ تھینک یو۔ مجھے آپ سے پہلی بار ایسے موضوع پہ بات کر کے بہت راحت ملی۔ یقین کریں دل نہال ہو گیا"

وہ اپنی خوشی بیان کرتی جذباتی سی ہوئی جبکہ مبین عارض سکندر کو بھی ماں کی خوشی دیکھ کر مسرت محسوس ہوئی۔

وہ اب ساتھ ہی اندرونی سمت روانہ تھے۔

"بائے داوے ایک بات کہوں۔ کبھی کبھی مجھے آپ اللہ والے لگتے بٹ پھر میرے ذہن میں اللہ والوں کا امیج وہ بڑی بڑی داڑھی والوں، پیروں، گدی نشینوں، مزاروں پر بیٹھے چولے پہنے فقیروں اور درگاہوں کے مجاوروں کی صورت بنتا، تو آپ کو دیکھ کر میں۔۔۔ مطلب گڑبڑا سی جاتی ناں۔۔۔ یونو واٹ آئی مین۔

کیا آپ کسی دن فرصت نکال کر مجھے اللہ والوں کی اصل شکل اور تشریح بتائیں گے ؟"

ساتھ ہمقدم چلتی ہوئی وہ جس انداز سے مبین عارض سکندر کے پروقار ماڈرن ظاہری خلیے کو جج کیے اپنے مفروضے بتاتی ہچکچائی، مبین کے ہونٹ بے ساختہ مسکراہٹ میں ڈھلے جبکہ ماں کے اس سوال پر مبین نے خجالت سے سر کھجایا۔

مان کے نزدیک اللہ والے بڑے نرم دل کے ہوتے ہیں، جنکی باتیں دل سے سیدھی روح میں اترتی ہوں، جو نیکی پر جبراً مجبور نہ کریں بلکہ ایسی خوبصورت اور سچی وضاحت دیں کہ انسان سے نیکی خود بخود بہ شوق سرزد ہو جائے، جو دنیا کے ساتھ بھی چلیں مگر دنیا کی گندگی سے اپنے اجلے باطن پر داغ نہ لگنے دیں۔ اور نہ اپنے پیاروں کو لاوارث چھوڑ دیں، بلکہ حقوق اللہ کے ساتھ سبھی جائز حقوق پورے کریں۔

اور وہ یہ ساری خوبیاں مبین عارض سکندر میں بچپن سے دیکھتی آئی تھی، پھر جب اسے عام انسانوں کی طرح جیتا، زندگی گزارتا، بیرون ملک جا کر تعلیم مکمل کرتا، بزنس سنبھالتا، دنیا گھومتا اور ایڈ دی اینڈ عشق تک کرتا دیکھ رہی تھی تو اسے لگا لگے ہاتھوں وہ یہ سوال پر کر ہی ڈالے۔

"اللہ والوں کی اصل شکل آج تک کسی نے نہیں دیکھی اور تشریح ایجاد ہی نہیں ہوئی، کسی قلم نے یہ جسارت کی ہی نہیں۔ جہاں تک میری بات ہے تو بہت گناہ گار ہوں، عام سا انسان ہوں۔ نہ کسی شے میں برتر نہ کسی عمل میں

اعلی۔ہاں اللہ والوں سے ملاقات کی تشنگی میرے اندر بھی پرسوں سے ہے۔اور یہ تلاش جاری ہے، جب مکمل ہو گی تو ممکن ہے پھر تمہیں اللہ والوں کی کوئی ایک خوبی بتا سکوں گا"

بہت خوبصورتی سے اس شخص نے انکساری اور عاجزی سے مان کو لاجواب کیا تھا اور وہ سمجھ گئی تھی کہ اب خود مبین عارض سکندر کے جواب کا انتظار کرنا ہے، دونوں ایک دوسرے کو اخیر حد تک مطمئین کیے اندر بڑھ گئے۔

ہادی صاحب کے ماہ کو راستے سے ہی اچک لینے کی خبر بھی ماں بابا اور عبداللہ کے آتے ہی انھیں دی جبکہ خوبصورت سی گہری رات تا حد نگاہ پر جوش ہوئے دمکتی رہی۔

..________________________..

"تم دو کی وہی حرکتیں شروع ہو گئیں، کیا اب وہیں رشتہ داروں کو پیاری رہنا ہے۔اور تم واپس آو صبح ہی۔"

برہم سے جلال پاشا دوسری بار کال کر رہے تھے اور محترمہ سبھی مہمانوں کے چلے جانے کے بعد اور سبکے اپنے اپنے کمروں میں تشریف لے جانے کے بعد بے وقت بھوک مٹاتی ہوئیں بریانی کی پلیٹ شلیف پر رکھے جھک کر گاہے بگاہے چمچ بھر کر کھا رہی تھیں جبکہ بابا کے پر عتاب جملے پر بسوری شکل سے چمچ واپس رکھے سیدھی ہوئی اور کمر شیلف سے جوڑے کھڑی ہو گئی۔

"ارے مسٹر جلال! پھر سے وہی رعب جمانے کی حرکت۔اب شادی میں شرکت کے لیے آئے ہیں تو بیاہ نمٹا کے ہی لوٹیں گے ناں۔ویسے بھی آپکو فکر ہے کس چیز کی۔ہم دو کی یا بزنس کی؟"

بنازچ ہوئے وہ مزے سے وضاحت دیتی مقابل چڑ کے جذبات ابھار گئی تھی جو ٹیبل پر بکھری فائلیز سمیٹ کر کونے میں دھرے آرام دہ صوفے پر جا بیٹھے۔

"بزنس کی ہے، تمہارے ان غیر ضروری ہر آئے دن شروع ہوتے دورے پر رہاناں تو جلد فاقوں کی نوبت آجائے گی۔ اور تمہاری لاپرواہی سے مجھے شئیر بیچنے پڑ سکتے ہیں"

وہ ہنوز برہم وناراض جبکہ امل خاصے محظوظ تاثرات میں مبتلا تھی۔

"ویسے سائیڈ بزنس ہونے کے باوجود آپکو اپنے شئیرز کے بکنے کی پڑی ہے، ناٹ فیئر اباجان"

وہ جانے کس رو میں تھی کہ جلال پاشا کو اسکا دماغ ہلا ہوا محسوس ہوا، اپنے غضب کو دبائے وہ ضبط کا دامن تھامے رہے۔

"کونسا سائیڈ بزنس؟"

نہایت ناگواری سے پوچھا گیا بلکہ غرایا گیا۔

امل کے چہرے پر شرارت تھی۔

"امل کچن، میری مانیں تو بزنس چھوڑ کر اماں کے ساتھ مری شفٹ ہو جائیں۔ آخر بڑھاپے میں آپ دونے وہی کچن ہی چلانا ہے ہی ہی"

نہایت بے باکی سے وہ بابا کی دکھتی رگ پر سیدھا پیر رکھے ہنسی جبکہ جلال پاشا کے صبر کا پیمانہ لبریز ہوا۔

"شٹ آپ امل، کل بارات کے بعد واپس آو تم۔ مجھے جانا ہے لہذا سارا کام تمہارے سہارے پر چھوڑ رہا ہوں۔ رہی بات تمہاری غیر سنجیدگی کی تو اگر میرے بزنس کو آنچ بھی آئی تو میرے غضب سے تمہیں کوئی نہیں بچا سکے گا۔ تمہاری ماں بھی نہیں۔ اگر میں نے تمہاری بات بلکہ دھمکی مانی ہے تو اسکا یہ مطلب نہیں تم میرے سر پر ناچو۔ سمجھ گئی ہو"

سختی سے وہ جھاڑتے ساتھ ہی رابطہ منقطع کر گئے جبکہ امل ہنوز بسورا منہ بنائے دل ہی دل میں اپنے ابا جان کے اس بزنس کو جھولی بھر بھر بددعائیں دینے لگی۔

"سنبھالنا تو آپ نے اماں کے ساتھ 'امل کچن 'ہی ہے پیارے ابا جان، مجھ معصوم کو جب دل چاہتا جھاڑ دیتے ہیں۔ کاش میں ایلین ہوتی، اس مسی دنیا پر تو نہ اترتی۔ اس گولے سے میرا دل بیزار ہو گیا یار۔۔۔۔"

بھوک مر جانے پر وہ وہیں بریانی سے بھری پلیٹ بے دلی سے پرے کرتی کچن سے نکل گئی جہاں مہک اور مناحل کمرے میں تمام تحائف کھول رہی تھیں، مہر و چائے وغیرہ کے برتن لیے کچن میں چلی گئی جبکہ نیلم بھی نماز پڑھنے کا کہہ کر ابھی کمرے میں گئی تھی جبکہ امل یونہی بے دلی سے فیاض تایا جان کے ساتھ ہی صوفے پر جا بیٹھی۔

وہ سب الویر کے رویے پر بھی سراپا افسوس تھے۔

نیلم کے نکاح پر نورین بہت برہم تھی تبھی وہ نہ آج خود آئی نہ بچوں کو آنے دیا البتہ بس الویر کچھ دیر کے لیے آیا اور فقط پانچ ہزار روپے لفافے میں ڈال

پر نیلم کو پکڑا گیا جبکہ نیلم نے وہ لفافہ بنا کھولے ہی اماں کو تھما دیا کہ اسے اسکی ضرورت نہیں۔

اسے بھائی کے سر پر ہاتھ رکھنے کی اور پیار سے دعا دینے کی ضرورت تھی جو شاہ ویر نے پوری کر دی تھی۔

امل بھی مہک صاحبہ کے دلبر داشتہ ہو کر سسک اٹھنے پر اداس ہوئی جبکہ مناحل اور فیاض صاحب انھیں تسلی دیتے نظر آئے۔

وہیں دوسری طرف نیلم جائے نماز طے کیے اٹھی ہی تھی کہ شاہ ویر کو اندر داخل ہوتا دیکھ کر مسکراتی ہوئی اسکے قریب چلی آئی جو نیلم کے نکاح پر سب سے زیادہ خوش تھا۔

پھر جس طرح جاتے ہوئے مبین اسے رازداری سے اس سائیٹ کی ذمہ داری دے اور گھر بنانے کا فریضہ سونپ گیا اس کے بعد وہ نیلم کے لیے مزید پر سکون تھا۔

"خوش ہو؟"

وہ اسکی تروتازہ اور پاکیزہ آنکھیں تکتا رسان سے پوچھ رہا تھا جو جواباً اثبات میں سر ہلائے شاہ کا سکون دگنا کر گئی۔

"اور آپ؟ آپکو آج مان کے ساتھ کھڑے دیکھا تھا۔ کیا کوئی ایسی بات ہے لالہ جو آپ مجھ سے چھپا رہے ہیں۔ آئی نو امل اور آپ والے اس معاملے سے جتنا وہ متاثر ہوئی اتنے آپ بھی ہوئے۔ امل کے لیے شاید اللہ نے عبداللہ بھائی ہی کو لکھا ہو اور آپکے لیے کسی اور کو۔ اگر مان آپکو اچھی لگیں تو بتائیں۔ ہم آپ کا رشتہ لے جائیں گے۔ میرے علاوہ اماں بابا بھی آپکو آباد دیکھنا چاہتے ہیں"

اپنی خوشی اک طرف کیے وہ شاہ کی اداسی میں لپٹ جاتی آنکھیں گہرائی سے کھوجتی بولی جو جواباً اپنی ہتھیلی نیلم کی گال سے جوڑے طمانیت بخش احساس دیتا مسکرایا اور ساتھ ہی اپنی پسند کا پہلے ہی بابا اور اماں کو باخبر کرنے کا بھی بتا

دیا اور یہ سب جان کر نیلم کی کیفیت ویسی ہی ہونق تھی جیسی امل کے لیے یکدم عبداللہ کو سوچ کر ہوئی تھی۔

بے یقین مگر حیرت سے بھرپور۔

"اور یہ خود مبین کی بھی خواہش ہے، مجھے خود بھی مان اچھی لگی۔ میری طرح حقیقت پسند ہے۔ اور دوسری اہم بات یا مماثلت جسکا ابھی مجھے صرف شبہ ہے وہ راز ہی رہنے دو۔ کبھی مناسب وقت ملا یا موقع آیا تو بتاوں گا۔ فی الحال اہم بات ہے جو وہ سنو"

وہ اپنی بات سے نیلم کو پہلے آسودہ، پھر بے چین اور آخر تک بے تاب کر گیا۔

رنگ بدلتی کیفیت میں نیلم روہانسی سی ہوئی تو شاہ ہنس دیا۔

"چونکہ کل مہرو رخصتی کے بعد شام کی فلائیٹ کے باعث خاور بھائی کے ساتھ سیدھی ائیرپورٹ ہی جائے گی اور اس شادی بیاہ کا ہنگامہ بھی ختم ہو

جائے گا سو پرسوں تمہیں سکول جانا ہے۔واپسی پر تمہیں مبین پک کر کے گھر چھوڑ دیں گے۔مجھے سپیشل پرمیشن کے سنگ انہوں نے یہ تمہیں کہہ دینے کا کہا ہے۔وہ پرسوں رات سعودیہ عرب کسی بزنس ٹور کے سلسلے میں جا رہے ہیں تبھی تم سے ملنا چاہتے ہیں"

شاہ کی تمام ہدایات غور سے سنتی وہ زرا گھبرائی سی لگی،شاہ ویر اسکی گھبراہٹ کا بخوبی احساس کیے مسکرایا۔

"ڈونٹ وری،تم سے ملنا انکا حق ہے اور وہ تم سے تمام تر حق کے باوجود اک ملاقات کی مجھ سے اجازت بھی لے چکے ہیں۔اب سوچو کہ کتنی لکی ہو تم۔اب ریسٹ کرو اور اپنے ان کے پیارے پیارے خواب سجالو"

نیلم کی جھکی پلکیں تکتا وہ جس بردرانہ انداز سے اسکی بوکھلائی کیفیت بحال کیے ساتھ چھیڑ بھی گیا،نیلم کی آنکھیں بھی ہزار جھجک کے مسکرا اٹھیں۔

وہ اسے شب بخیر کہتا اب باقی لاڈ مہرو سے کرنے کچن کی جانب بڑھ گیا جبکہ امل بھی ان سب بڑوں کی باتوں سے جلد بیزار ہوتی اٹھ کر نیلم کے کمرے میں آگئی جہاں وہ اپنا دوپٹہ اتار کر اک طرف رکھے، بیڈ پر سیدھی لیٹی، مسکراتی آنکھوں سے لٹکتے فانوس کے جھومر کو تک رہی تھی۔

امل نے مشکوک نظریں محترمہ پر ثبت کیں اور بے تکلفی کے سنگ نہ صرف ساتھ بیٹھی بلکہ اگلے ہی لمحے اپنا سر نیلم ہی کے تکیے پر رکھے ساتھ ہی لام لیٹ ہوئی۔

امل کی موجودگی کے باعث نیلم اپنے خیالات سے چونکتی ہوئی نکلی۔

"امل! کیا انکو اس بات کا علم ہو سکے گا کبھی کہ میں نے بنا انکو دیکھے انکی تصویر بنالی۔ یہ بھی کہ وہ میرے خواب میں آئے، یہ بھی کہ مجھے انکی خوشبو اپنا دیوانہ بنائے بے قرار کرتی رہی اور یہ کہ میں ان سے انکو بنا دیکھے محبت کر بیٹھی تھی"

امل کو سامع مان کر نیلم اک ٹرانس کی کیفیت میں مبتلا کہتی گئی، کئی دل دہلا دیتے خدشے دامن گیر ہوئے وہیں امل نے نیلم اور مبین کی مسکراتے ہوئے بات کرنے کی ساعت ذہن میں لائے خفگی منہ پر سجائی۔

" سٹیج پر بیٹھ کر چپ چپڑ چپڑ باتیں ہو رہی تھیں تو یہ بھی بتا دیتی ناں، ہنہ "

امل نے ناراضگی سے ہری جھنڈی لہرائی جس پر نیلم نے جھٹکے سے سر ترچھا کیے دیکھا، پھر امل کی ناک پر بیٹھی خفگی بھانپ کر مسکرا دی۔

"ہاہا امل تم بہت پاگل ہو، میری امل جیلس ہو رہی کیا۔ وہ تو میں انکو اپنی آفت کا بتا رہی تھی۔ ایکچولی ان کے پاس بھی امل میل ورژن ہیں جو ان کو مجھ سے باتیں کرنے کا حکم دیے گھور رہا تھا"

نیلم کے اٹھ کر بیٹھنے اور امل کے ہاتھ کو تھام کر بتانے پر وہ بھی چکراتے دماغ کے ساتھ بھنائی سی اٹھ بیٹھی۔

"پہلے یہ ان ان زرا کم کرو، میڈم یہ اٹھارویں صدی نہیں جو اجی سنتے ہو، میرے وہ، کہنے کا زمانہ ہو۔ سیدھا سیدھا مبین کہو۔ اب تو تمہارے ہی ہیں یار۔ رہی بات جیلسی کی تو ہاں ہوں۔ تمہیں ان جیسے پیارے بندے کے ساتھ شئیر کر کے بھی اداس ہوں یار۔۔۔ ڈر ہے کہیں تم اپنے مبین جی کے آتے ہی اپنی امل کو نہ بھول جاو"

پہلے تو وہ چڑتی ہوئی بولی اور پھر سادگی کے نیلم کی گود میں سر رکھے سمٹ کر لیٹ جاتی، نیلم کا ہاتھ دبوچے وہ اپنے خدشات بھی کہہ بیٹھی جس پر نیلم کو اس آفت پر نا صرف ڈھیر سا پیار آیا بلکہ لبوں پر مدھر مسکان بھی ڈھل آئی۔

"محبت ہر صدی اور دور میں ادب و احترام اور جھجک کے سنگ بیان ہو تبھی سجی ہے، سجے گی اور سجتی رہے گی۔ میرا دل خود انکے احترام کو دھڑک اٹھا ہے۔ جب سے نکاح ہوا ویسے بھی میرے دل میں انکا نام اور روح میں انکی

خوشبو مہک رہی ہے۔ جب تمہیں عبداللہ بھائی سے محبت ہو گی ناں امل تو تم بھی احساس کرو گی اس چیز کا۔ مجھے یقین ہے"

اپنی مخروطی لانبی انگلیوں سے امل کے بالوں میں سرسراہٹ کیے وہ کسی اور ہی کیفیت میں گم تھی جبکہ محبت والی بات پر امل کی ناگواری آج کچھ درجے کم محسوس ہوئی مگر وہ بالوں میں چلتی انگلیوں سے یکدم ہر اداسی سے نکل آئی۔

"دوسری بار کوئی پہلی طرح عزیز ہو سکتا ہے کیا؟ دوسری بار پہلے جیسے خواب بُنے جا سکتے ہیں کیا؟ دوسری بار سب ختم ہو جانے کو سہا جا سکتا ہے کیا؟ دوسری بار خود پر نقاب اوڑھنا کس درجہ آسان ہوتا ہے؟ کیا دوسری بار زندگی، پہلی جیسی شوخی سے کٹ سکتی ہے؟"

امل نے بجھے لہجے میں کئی سوال کیے تھے، لیکن وہ اداس نہیں، امید سے بندھی محسوس ہوئی تبھی تو نیلم کے چہرے پر اک پرسکون تاثر تھا۔

"اگر پہلی کوشش ناکام ہو جائے تو سیانے دوسری کوشش کی ترغیب دیتے ہیں جبکہ پاگلوں کی دنیا پہلی کوشش پر ہی ختم ہو جاتی ہے۔ ویسے بھی محبت نامی یہ احساس حقیقت میں جب ہمارے اندر نمودار ہوتا ہے ناں امل تب ہم اپنی شخصیت سے بالکل یکسر انسان میں ڈھل جاتے ہیں۔ محبت تو ڈاٹ یعنی نقطہ پر مکمل ہو جاتی ہے، یعنی اب اسکے بعد کچھ تحریر نہ ہو سکے گا۔ لیکن تم تلاش کرو کہیں تم جسے نقطہ سمجھ رہی ہو وہ کومہ نہ ہو، ابھی مزید لکھنے کی گنجائش باقی ہو"

نیلم کی ڈھارس پہنچاتی آواز امل کے ساتھ ساتھ دروازے میں کھڑے شاہ ویر اور مہرو نے بھی سنی تھی، مہرو اندر جبکہ شاہ ویر وہیں سے پلٹ کر دیوار کی اوٹ میں ہو گیا تھا۔

مہرو پہلے چینج کرنے کی نیت سے واش روم چلی گئی جبکہ امل اب نیلم کا ہاتھ مزید شدت سے جکڑے پر سکون سی مسکراہٹ میں مبتلا، خود پر سایہ فگن نیلم کی قلب کے اطمینان سی آنکھیں کھوجنے لگی۔

"ہمم۔ مجھ سے تمہارے دیور کا احترام ہرگز نہ ہو گا پھر بھی۔ میں اس ٹائپ کی چیز کہاں ہوں یار۔ ہاں تمہارے شاہ ویر بھائی صاحب کا امل احترام کرتی ہے کیونکہ وہ مجھ سے عمر میں اور رتبے دونوں میں بڑے ہیں"

وہ اپنے ازلی لٹھ مار انداز میں واپس لوٹے شگوفہ چھوڑ گئی جبکہ نیلم اسکی منتق پر جی بھر کر مسکرا دی اور باہر کھڑے شاہ ویر کو امل کی باتوں اور 'تھی' کے بجائے 'ہے' کے استعمال نے راحت دی، دل سے مانو بوجھ ہٹا تو وہ بھی وہاں سے دبے پیروں چل دیا۔

جبکہ اب مہرو کو وہ دو پوری رات مل کر خوب چھیڑنے والی تھیں، چھیڑنے سے زیادہ مہرو کے دور دیس چلے جانے کا صدمہ تھا لیکن مہرو خود بھی مطمئین تھی۔ نیلم اور امل کے ایک گھر میں جانے کی جہاں تسکین تھی وہیں اماں بابا کا خیال کرتی اچھی بہو اسے صرف مان ہی لگی۔

بیٹیاں رخصت بھی ہو جائیں ،انکا دل ماں باپ کے آنگن سے ہی بندھا رہ جاتا ہے، اور یہی ہر دور کا سچ ہے۔

..________________________________..

المیرا کے ساتھ دونوں لاڈلوں نے نہ صرف ایک اچھی پر فضا جگہ ڈنر کیا بلکہ پورے دن کا حسین سا احوال بھی سنایا۔ہادی سکندر کی کوشش تھی کہ وہ ماہ کے آجانے کے باوجود المیرا کی تنہائی کا ہم راہی بنا رہے۔

اب تو ماہ بھی آگئی تھی، جس نے المیرا کو آتے ہی ماں اور المیرا نے آتے ہی جان کا ٹکڑا مان لیا تھا۔

لیکن اس سب کے باوجود وہ کسی اور ہی خیال میں مبتلا بس سارا وقت ماہ اور المیرا کی باتیں سنتا رہا اور چھوٹے چھوٹے سر سری سے جواب دیتا رہا۔

تھانے سے نکلتے ہی سالار خان نے اپنے دو بھروسے مند آدمی ہادی کے ساتھ ہی روانہ کیے تھے جسکا ہادی کو بھی علم تھا، دوسرا وہ ان حالات میں سب سے

پہلے اپنی حفاظت عمل میں لاتا تھا، خاص کر رات کے وقت یا سنسان جگہوں پر اسکی گن اسکے ہمراہ جبکہ آنکھیں عقاب کی طرح تیز رہتیں۔

وہ اس سیاہ گاڑی سے نکلتی گن تک دیکھ کر لاپرواہ کھڑا رہا، بس مبین عارض سکندر کی آزمائش کو۔

اور عین موقعے پر مبین کا اس جگہ پہنچ جانا، ہادی سکندر کی سمجھنے، سوچنے اور کچھ کہنے کی تمام حسیں مفلوج کر چکا تھا۔

"کیا وہ واقعی مجھ سے اتنا بے خبر تھا جتنا لگتا ہے؟ کیا وہ واقعی مبین تھا یا اسکے روپ میں کوئی طاقت۔۔۔ کوئی پاور۔۔۔۔ جس طرح المیرا بچپن میں اس دھانسو بھیڑیے کی کہانی سناتی تھیں جو اپنے روپ بدل کر مصیبت زدگان کو بچانے کے لیے انسان بن جایا کرتا تھا۔ حالانکہ اسے انسانوں سے نفرت تھی"

ڈنر کرنے وہ بہت ہی خوبصورت ریسٹورنٹ آئے تھے، جہاں کا ماحول روح افزاء اور کھانا رغبت بڑھاتا ہوا الذیز تھا مگر ہادی سکندر کی سوچیں پاور نامی شے سے گڈ مڈ ہوئیں۔

ڈنر کے بعد ان تینوں نے ساتھ کافی پی اور واپس گھر لوٹ آئے، المیرا کی تنہائی اب بچوں کے ساتھ اچھا وقت گزار کر آسودگی میں بدل گئی جبکہ خود ماہ بھی واپس آتے ہی چینج کرنے بڑھ گئی اور ہادی سکندر سوچوں کا بھاری گھٹا اٹھائے، صوفے پر خود کو لڑھکا کر بیٹھ گیا۔

کمرے میں مدھم سی دل کو راحت بخشتی نیلی روشنی کا پھیلاو تھا، پھر کھلی کھڑکی سے اندر جھانکتی چاندنی کی سفید روشنی۔

یکدم ہی ہادی سکندر کے چہرے پر تکلیف سی براجمان ہوئی، گر مبین نہ آتا تو وہ اس گن کی نلی سے نکلتے لوہے کی کرچیاں خود میں لیے اس وقت ایک لاش بنا ہوا ہوتا۔

کیا اس نے یہ کھیل رچنے سے پہلے المیرا اور ماہ کا بھی نہ سوچا؟ چہرے پر سنگلاخ پتھروں سی سختی اور کرب اٹڈ آیا۔

وہ اسی درد دیتی سوچ میں مبتلا تھا جب وہ سادہ سے روپ میں بھی شیدائی کر دیتی پری چلتی ہوئی ہادی سکندر کے پاس ہی آ بیٹھی، جیسے کوئی روشنی بے دھیانی میں کسی سیاہ کار کے پہلو میں سما جائے۔

"آج آپ کا ایک اور خوبصورت روپ دیکھ لیا، خود کو چھپاتے رہتے ہیں۔ کبھی ظاہر بھی ہونے دیا کریں۔ یو نو ہادی، مجھے لگتا ہے میں ہر لمحے آپکی ذات کی کوئی نئی خوبی دریافت کروں گی"

وہ اسکے روبرو بیٹھی، اپنی آنکھوں میں اٹڈ آتے ستائشی جذبے بیان کرتی ہادی کا ہاتھ تھام گئی جو بس آنکھیں ٹھنڈی کرتا ماہ کے خوبصورت چہرے کو دیکھنے میں مگن تھا۔

"پھر صرف خامیاں رہ جائیں گی، انکا کیا کرو گی"

وہ اسے تکتا، آنچ دیتے لہجے میں بولا۔

"اگنور، اتناتو آپ کے لیے کر ہی سکتی ہوں"

وہ اتراہٹ کے سنگ یہ مہربانی کیے چہکی، تفاخر عیاں کر رہا تھا جیسے وہ ہادی کے پاس بے حد خوش ہو۔

"ہمم دین سوری"

اپنی ناراضگی تو کہیں دور جا بسی، الٹا وہ اپنی بے حسی پر شرمندہ سا، ماہ کی گال سے ہتھیلی کی پشت سہلائے معذرت ذدہ لہجے میں بولا تو ماہ اچنبھے سے اسکی اداس آنکھیں تکتی گہری سانس لے کر رہ گئی۔

"فار واٹ ہادی"

لاڈ اور پیار سے اداسی کا اظہار کیا گیا۔

"منہ دیکھائی لیٹ کرنے پر، جاو وہ ریک پر رکھا باکس اٹھا کر لاو۔ تمہیں تمہاری منہ دیکھائی دیتا ہوں"

فوراً سے بیشتر سنجیدہ ہو جاتے ماحول کو خوشگوار کیے وہ اسے اس خوبصورت سے باکس کو اٹھانے کے لیے بھیجتا بولا جو مسکراتی چہکتی ہوئی نا صرف اٹھی بلکہ لمحوں میں گلاب ہوتے چہرے کے سنگ وہ باکس اٹھا کر پھر سے ہادی تک آئی اور شرمگیں مسکراہٹ کے سنگ اسے تھماتے ہوئے خود بھی بیٹھ کر ہادی کی موہنی صورت دیکھنے لگی۔

"ویسے اس میں سوری کی ضرورت نہیں تھی، آپ نے مجھے ہادی دے دیئے وہ بھی بہت تھا۔ پھر بھی آپ کا یہ تحفہ بنا دیکھے میری جان ہے"

ہادی کو وہ باکس اوپن کرتا دیکھتی وہ اپنی آواز میں سمٹ آتی محبت اور خوش بختی سے خود بھی مسرور ہوئی اور اس الجھے سے جناب کو بھی کر دیا۔

اس باکس کو کھولتے ہادی کے ہاتھ شرارتاً تھمے۔

"اور اگر اس میں لال بیگ یا چھپکلی ہوئی ؟"

بڑے محظوظ ہوتے سوال آیا جبکہ ماہ نور نے سہم کر باقاعدہ چینخ مارتے مارتے اٹھ کر بھاگنے کی تیاری کی جب ہادی ہنستا ہوا اسکی کلائی تھامے واپس بیٹھا گیا۔

"گندے ہادی، ایسا کچھ ہوا تو وہی فرائے کر کے آپکو بریک فاسٹ میں دوں گی"

کراہت محسوس کرتی وہ اس باکس سے پرے پرے سرکتی وارننگ دیتی چمکاری مگر باکس کھلنے پر خوبصورت سی دمکتی گولڈ نوز پن دیکھ کر ماہ کی ساری کراہت اداسی اور مایوسی میں بدل گئی۔

"ہیں، نوز پن۔۔۔ بٹ میری تو نوز ہی نہیں۔۔ میرا مطلب نوز کا ہول ہی نہیں۔ ویسے بھی پینڈو لوگ پہنتے یار۔ کیا بڈھے بابوں جیسا گفٹ لیا ہادی۔ کوئی نہیں یہ میری جان وان"

روٹھ کر وہ باکس پکڑے، اداس سی نظریں اس نوز پن اور اس سے منسلک چھوٹے چھوٹے چار سفید نگوں پر ڈالے وہ اپنی مایوسی بتاتی اس پر اپنی انگلیاں سہلانے لگی اور جیسے ہی اس نے وہ حصہ دبایا، وہ دو حصوں میں بٹ گیا۔

اور وہاں خوبصورت سی گولڈ چین تھی جس میں ماہ کے لفظوں سے سجا سٹار پینڈٹ کی صورت دھرا تھا جس میں ہرے اور سیاہ نگ جڑے تھے، جبکہ باہر دھری نوز پن بھی دو طرح یعنی پینڈٹ کی صورت بھی چین میں یوز ہو سکتی تھی جبکہ دوسری طرح اسے نوز پن کے طور پر بھی استعمال کیا جا سکتا تھا۔

ساری اداسی بھلائے وہ حسین مسکرا اٹھی۔

"ہادی، یہ کتنا خوبصورت ہے۔ میرا نام بھی ہے۔"

اس اچھوتے پینڈٹ کو نکال کر چھوتی وہ نہایت خوشی سے پکاری جبکہ ہادی نے بنا وقت ضائع کیے وہ سٹار نیم پینڈٹ ماہ کی سفید دمکتی گردن کا حصہ بنا دیا۔

جبکہ وہ نوز پن، ویسے ہی اسکی جگہ مقید چھوڑے وہ باکس بند کیے ایک طرف رکھے ساری توجہ ماہ نور پر مرکوز کر گیا۔

"تم ہی تم تو ہو ہر جگہ، تو مجھے یہی پسند آگیا۔مائی ٹوئنکل سٹار"

گلال اوڑھتی گال سہلائے وہ ماہ کی خوشی پر سرشار ہوا مگر وہ اس بند باکس کی جانب دیکھ رہی تھی جو ہادی نے اک طرف رکھ چھوڑا۔

"آپکو نوز پن پسند ہے تو میں اپنے ناک میں ہول بھی کروالوں گی پر پڑھائی کے بعد، یونی میں سب مجھے مائی بلائیں گے۔بٹ آپکے لیے میں یہ بھی پہن لوں گی پکا۔اس لیے وہ بھی دے دیں۔تب تک میں سنبھال لوں گی"

اسے ہادی کی خاموشی سے محسوس ہوا جیسے وہ اسکے دیے تحفے میں چھپی خواہش رد کیے غلط کر گئی ہے تبھی پوری سچائی سے اعتراف کرتی وہ اسکی جانب جھک کر وہ خود ہی باکس اٹھانے لگی جب دونوں کی آنکھیں اک دوجے سے آملیں، ہادی اسکی کلائی پر بے ساختہ ہتھیلی جکڑ گیا۔

"پھر میں مائی بلاوں گا، منظور ہے"

آنکھوں میں سرور بھرے وہ ماہ کی بے حال ہوتی دھڑکن پر چوٹ کرتا جان بوجھ کر اسے یہیں لاک کر گیا جو ابھی پچھلے خواب ناک سحر سے نہیں نکل پائی تھی، پھر سے ہادی سکندر کے مچل اٹھتے انداز اور خاموش جذبات کا احساس کیے خود میں سمٹ کر رہ گئی۔

"آ۔ آپ کچھ بھی بلا لینا، لیکن مجھے دے دیں ہادی"

وہ جذبات بھرے لہجے میں رضا سونپتی اسکی جان لیوا آنکھوں سے اپنی خوفزدہ آنکھیں چرا گئی۔

"نہ دوں تو؟"

وہ پر اسراری کے سنگ ماہ کی حالت زار پر محظوظ ہوئے ستانے پر اتر آیا۔

"میرا ہے تو مجھے دیں ناں"

وہ بھی ضد میں زرا سا مچل گئی۔

"تب بھی نہ دوں؟"

شوخ سلگتا جملہ اچھالا گیا، ماہ کا دل گویا سینے میں ہی کانپ کر رہ گیا۔

"تو وقت رک جائے گا"

وہ سانس سادھے بے اختیار بول پڑی، جبکہ ہادی سکندر ایک اور خسارہ خوشی خوشی دامن میں سمیٹ لینے پر راضی ہوا۔

"وقت رکے گا تبھی یہ تمہیں ملے گا ماہ"

جناب کے اترا کر کیے حکم پر ماہ نے آنکھیں پھیلائے سانس لینے کی کوشش کی اور مقابل کی اس من مائل طبعیت پر فدا ہوتی متذبذب سی تھر تھراتی پلکوں کی باڑ گرائے مسکرا دی۔

جبکہ حکم کی فوری تعمیل کرتے ہادی سکندر کا ماہ کی رخسار سے بے اختیار و بے خود ہوئے ہونٹ مس کرنا، پلوں میں اس پری پیکر کی دنیا دگمگا کر رکھ گیا۔

وہ محبت خفا ہو کر بھی جتانے سے چوکتا کہاں تھا، پھر وہ تمام تر جھجک، حیا، گھبراہٹ اور دل کے دھڑکنے کے سنگ اسے اپنی سمت پلٹ آنے پر خوش آمدید کہنا کیسے بھول جاتی۔

..________________________..

اگلا روشن دن زمین زادوں پر اتر آیا تھا، آج روحان وحدی کی پہلی پیشی تھی، سالار خان نے ہادی کو صبح ہی بلا لیا تھا جبکہ سالار خان اس بڑے دن کی ابتداء رابعہ وحدی سے ملے اقرار کے سنگ کرنا چاہتا تھا تبھی اسکے روبرو آ کر بیٹھا وہ

کب سے اسکی سو جھی متورم آنکھیں دیکھتا اسکو ایک بار پھر اس سوہان روح اعتراف کا حکم سنا چکا تھا۔

جو نم نم آنکھیں جھکائے، پھر سے وہ سب دہرانے پر ہرگز آمادہ محسوس نہ ہو رہی تھی۔

"رابعہ وحدی، آپکی گواہی مطلوب ہے۔ کاپریٹ کیجئے"

بہت دیر سے سن و ساکت بیٹھی رابعہ کو اپنے الفاظ دہرا کر متوجہ کیے وہ اسکی جانب سے اس بار چپ نا چاہتے ہوئے اپنی سرد مہری بھی جملے کی سختی اور اصرار کے ساتھ منسلک کر کے پیش کی۔

"تم کبھی بھی اسے سزا دلوا نہیں سکو گے انسپیکٹر، وہ سارے ثبوت اور گواہ مٹا چکا ہو گا۔ مجھے بھی مار دے گا، میں وہ سب بتا کر پہلے ہی پچھتا رہی ہوں۔ میں تمہیں نہیں بتاؤں گی۔ تم بس مجھے یہاں سے جانے دو"

یوں لگا جیسے رابعہ وحدی پھر سے اسی ابتر حالت میں چلی گئی تھی، جبکہ سالار خان کنپٹی تھامے اپنی لاپرواہی پر سراپا غمگین ہو گیا۔

ہادی سکندر کا خدشہ درست ثابت ہوا تھا، رابعہ وحدی اپنی وحشت اور تکلیف کے اثر سے پھر سمجھ بوجھ اور شعور سے دستبردار ہوئے سالار خان کا ضبط آزما گئی تھی۔

"دیکھو سمجھنے کی کوشش کرو رابعہ وحدی، تمہاری گواہی اشد اہم ہے۔ تم وہ سب مجھے پھر سے بتا دو یا پھر میرے ساتھ چلو۔ عدالت میں وہ سب کہہ دینا"

سالار خان اپنے غصے کو اک طرف کیے رابعہ وحدی کو قائل کرنے کی سعی میں تلملا سا رہا تھا اور باہر بیٹھا ہادی اس انسپیکٹر کی ایک بار پھر غلطی پر ساری محنت پر پانی پھرا محسوس کر رہا تھا۔

"ہرگز نہیں، میں کچھ بھی نہیں کہوں گی۔ اگر تم نے میرے ساتھ زبردستی کی تو میں خود اپنی جان لے لوں گی"

قطعی ناگوارئیت کے سنگ وہ سالار خان کا غضب للکارتی ہوئی ڈھیٹائی سے بولی جبکہ وہ جبڑے بھینچتا پیر پٹخے باہر نکل آیا، آگے ہادی سکندر کی سرد مہر نظریں سالار کو بالکل ہی لاچار سا محسوس کروا گئیں۔

"سالار صاحب، کتنی بار کہا ہے اوور پھرتیلا اور حد سے زیادہ جذباتی ہونا چھوڑ دیں، اب لاڈیاں کریں بیٹھ کر رابعہ وحدی کی۔ آج ہی فیصلہ ہو جاتا مگر اب وکیل کو کہتا ہوں منہ ماری کرے اور ہفتے کا مزید وقت لے کر دے۔ ویسے بھی باقی وڈیوز اور آڈیوز کم از کم آج روحان وحدی کے خلاف کوئی نہ کوئی اہم پیش رفت ضرور بنیں گی۔ کم از کم عدالت اسکے بھائی پر ہاتھ اٹھانے اور تفتیش کی اجازت لازمی دے گی۔ لیکن آپکو میں کیا کہوں یار، بھول جاتے ہیں کہ ہمارے لیے ہر موقع آخری ہوتا ہے"

وہ جو پہلے ہی رابعہ وحدی پر غصہ تھا، رہی سہی کسر ہادی سکندر کی عزت افزائی نے پوری کر دی، جبکہ جناب اپنی غلطی پر آج اس اتھرے گھوڑے کو گھور بھی نہ سکے۔

"اچھا ناں ہو گئی غلطی، مت ماری گئی تھی۔ ریکارڈ کر لیتا تو آج ہی اس مردود کو سزا ہو جاتی۔ خیر اب تمہارے بقول اگر ہفتہ مل جاتا ہے تو میں اپنی پوری کوشش کروں گا۔ تم مجھے یہ ٹھنڈی نظروں سے دیکھنا بند کرو"

اپنی سنگین غلطی پر شرمندہ ہونے کے ساتھ ساتھ وہ ہادی سکندر کی غصیلی منجمد کرتی شکوہ کناں آنکھوں سے بھی گڑبڑائے جبکہ سالار خان کے وہاں سے چلے جانے پر ہادی سے تاسف کے سنگ کلاس وال کے پار بیٹھی خلاوں کو گھورتی رابعہ وحدی کو دیکھا۔

"آہ سالار خان آہ، عورت نامی اس فلسفے نے آپکی بھی سدھ بدھ بھلا دی"

ٹھنڈی آہ بھرتا وہ بھی اک نگاہ رابعہ وحدی پر ڈالے باہر نکل گیا۔

جبکہ دوسری سمت مبین صبح صبح ہی سائیٹ کے لیے نکل گیا تھا، اس نے شاہ ویر کو پہلے ہی بلالیا۔ چند ضروری بریفنگز تھیں جس کے لیے وہ مہرو کی بارات کے فنکشن سے پہلے کچھ وقت نکالے پہنچ آیا، زمین مکمل طور پر آفیشلی مبین عارض سکندر کے نام منتقل ہو گئی تھی اور رات ہی عارض صاحب نے اسے لیگل ڈاکومنٹس تھما کر مکمل اجارہ داری سونپ دی تھی اور وہ جلد از جلد تعمیراتی کام شروع کروانا چاہتا تھا۔

مان اور شاہ ویر پر ایک بڑی ذمہ داری عائد ہونے والی تھی، انھیں مبین عارض سکندر کا گھر بنوانا تھا۔

ویسا جیسا شاید ابھی تک کسی نے بنانے کی خواہش نہ کی تھی، یا پھر ایسا جو اس زمین پر صرف اسی کا ہونے والا تھا۔

اسے واپس لوٹ آتا دیکھ کر وہ سبز اور نیلے پانی کی جھیل مسکرا اٹھی تھی، اسے خبر ہو گئی تھی کوئی ایسا آ گیا ہے جو اسکی بقا کے لیے جنگ لڑنے والا ہے۔

سورج کی نرم کرنیں درختوں کی اوٹ سے اس کھلے میدان پر اپنی ساری رعنائیاں بکھر چکی تھیں، سورج اور چاند اپنے اپنے مداروں میں محو سر مستی تھے، انکو جذب سے دیکھنے والی آنکھیں جلد وہیں، انکے سایے میں آباد ہونے والی تھیں۔

جبکہ مان رات کے بعد سے پر امید ہو چکی تھی، مبین عارض سکندر کے فیصلے نے جہاں تسلی بہم پہنچائی وہیں اب اداسی کا بہت سا غلبہ ہٹائے وہ اپنی اس نئی ذمہ داری پر پر جوش تھی۔

کیا اس سے بڑا شرف ممکن تھا کہ وہ اپنی آنکھوں کے سامنے مبین عارض سکندر کی دنیا ترتیب ہوتی دیکھتی، پھر ہر چپہ اور دیوار اس انسان کے اعلی ذوق و شوق کے سنگ سجاتی۔

عام دل کے لیے ممکن ہے یہ عام سی بات ہو لیکن خاص دل اس منسب کی اہمیت سے واقف تھے۔

پھر شاہ ویر کی کمپنی میں وقت گزارتے وہ لمحے جو اسکے ذہنی انتشار کو حل کرنے میں آگے جا کر مددگار بنتے، پھر شاہ ویر خود بھی تو مرہم کی نوعیت جاننے کا طلب گار تھا۔

ایک مسیحا، زخم اچھا کرنے سے پہلے زخم کی جانچ کرتا ہے، اسے بھی یہی کرنا تھا۔

ان دو کی زندگی کی اک نئی مسافت اسی جگہ سے شروع ہو کر آگے بڑھنے والی تھی، ساتھ کام کر کے، وہ ایک دوسرے کو ہر طرح جان سکنے میں ماہر ہو جاتے۔

مبین عارض سکندر کا آج کا دن اسی سلسلے میں انتہائی مصروف جبکہ کل کا صرف نیلم سے ملاقات اور اپنے سفر کی ابتدا پر مشتمل ہونے والا تھا۔

جبکہ دوسری جانب محبتوں، چاہتوں اور شدتوں بھری دسترس پائے مہرو کا دامن بھر دیا گیا۔

خاور، اسکی بہن اور مہرو کی شام ہی واپسی کی فلائیٹ تھی، خاور کو صرف ہفتے کی ہی چھٹی ملی تھی جو شادی کے فنکشنز کی نظر ہو گئی۔

ولیمہ وہ وہیں جا کر کرنے کا ارادہ رکھتے تھے۔

وہ خوش اور مطمئین سی خاور کے ساتھ رخصت ہو رہی تھی، اماں بابا کو شاہ ویر کے سپرد کیے۔

اپنے دامن میں اس گھر کی بے پناہ یادیں سمیٹ کر، کیونکہ اب اسکا مقدر خاور کے ساتھ آباد ہونا تھا۔

شام تک امل نے بھی واپسی کا ارادہ کیا تھا، مگر مہک صاحبہ کی اداسی کے سبب مناحل نے چند دن مزید رکنے کا فیصلہ لیا۔

انھیں جلال پاشا کی برہمی اب بھی غیر اہم محسوس ہوئی، شاید اب ان دو کے بیچ کی دوریاں مناسب وقت ہی دھو سکتا تھا جو امل کے بقول زیادہ دور نہ تھا۔

عبداللہ کا دن سو کر ہی گزرا تھا جبکہ شام کے لیے اسکے کچھ حسین پلین تھے۔

وہیں عدالت میں دو طرفہ یلغار کے بعد آخر کار عدالت کی جانب سے دس دن کی مہلت مل گئی، یہ مہلت دونوں کیسیز کے لیے تھی۔

چونکہ ہارون سکندر کا تعلق، روحان وحدی سے ثابت ہو چکا تھا تبھی عدالت ٹھیک دس دن بعد اپنا آخری اور حتمی فیصلہ سنانے والی تھی۔

موجودہ عام سے ثبوت اور گواہان کے بیانات کے بعد عدالتی حکم کے مطابق دونوں اسلام دشمنوں کے گرد سنگین شکوک وشبہات کی بنیاد پر گھیرا تنگ کرنے کی کڑی تاکید جاری کی گئی تھی۔

باقی تمام ثبوت اور گواہوں کو اگلی پیشی تک مکمل حاضر کرنے کا حکم بھی صادر کیا گیا تھا اور تب تک ہارون سکندر، روحان وحدی کو پولیس کی سخت گرفت میں رکھا جانا تھا، جبکہ اگلی پیشی تک بقیہ مرتدین کی مکمل شناخت ثبوتوں اور گواہوں کے ساتھ تفصیل کے ساتھ مطلوب کی گئی تھی۔

مخالف وکیل اپنے دلائیل اور جملے بازیوں سے پورا وقت نا صرف ادھر ادھر کی ہانکتا رہا بلکہ عدالت کا قیمتی وقت بھی برباد کیا اور خود روحان وحدی ہر ثبوت اور گواہ پر تلخ اور متنفر لہجے میں نفی اور ممانعت کرتا رہا جس کے بعد ہی جج نے ناگواریت بھرا یہ سخت حکم سنا کر عدالت برخاست کر دی۔

اور روحان وحدی اپنی سنگین حد تک گرنے کا فیصلہ بھی آج ہی لے چکا تھا، اسکی ہیبت ناک شعلہ نما آنکھوں میں لپکتی وحشت اور چیر پھاڑ دیتا انداز بھیانک حد تک ابھرا ہوا تھا، اپنے دل میں لپکتے شعلوں پر قابو پائے وہ عدالت کی جانب سے اپنی تضحیک اور اہانت پر بلبلا اٹھا۔

ہادی سکندر آج کا اہم گواہ نہیں تھا کیونکہ اسکی گواہی صرف آخری پیشی پر بچتی تھی، ویسے بھی سالار خان نہیں چاہتا تھا وہ قبل از وقت میڈیا اور اسلام مخالف تنظیموں کی نظر میں آئے۔

لیکن ہادی سکندر گواہ ہے اسکا ادراک روحان وحدی کی اشاریہ تنظیم کو ہارون سکندر کی کوتاہیوں کے باعث پہلے ہی ہو چکا تھا۔

جبکہ مخالف وکیل کا عجیب زچ و مشتعل کرتا غیر اخلاقی رویہ بھانپ کر خود سالار خان کو بھی ایسا شک گزرا کہ وہ لوگ بھی عدالت کو گمراہ کیے کچھ مہلت کے طالب دیکھائی دے رہے تھے اور اسے دس دن کی مہلت مل

جانے کی جہاں تسلی تھی وہیں وہ روحان وحدی کی فیصلے کے بعد اچھالی غلیظ استہزایہ مسکراہٹ پر بل کھا کر رہ گیا۔

جبکہ حقیقت یہ تھی کہ پورے قانون کا محکمہ، یہاں تک کہ عدالت بھی روحان وحدی کی مکر وچال اور فریب میں گرفتار ہو چکے تھے۔

دس دن میں وہ بہت کچھ کر سکتا تھا، بہت کچھ۔

خدا کی پناہ!

..________________________..

ماہ سارا دن سونے کے بعد کافی دیر سے جاگی تھی اور ہادی اسکے اٹھنے سے پہلے ہی جا چکا تھا، کل کا فنکشن ویسے بھی اسے تھکا چکا تھا، پھر شوہر نامدار کی گزری شب فرمائشیں پوری کرتی وہ ننھی جان ہلکان ہو گئی، المیرا نے خود بھی ماہ کو نہ جگایا بلکہ وہ نازو سے لنچ ریڈی کروائے خود اپنے کام میں مصروف سی اپنے روم میں موجود تھیں۔

ماہ نے تازہ دم ہوئے گلابی اور ہرا ڈیزائنر جوڑا پہنا، سنہری اور سیاہی مائل بال سٹریٹ کیے اور انکو کھلا ہی چھوڑے کمر پر ڈال دیا، کلون چھڑک کر اپنی ہی مہک سے دیوانی ہوئی۔

ہلکا سا میک آپ کیے وہ کمرے کی اجڑی حالت خود ہی سنوار کر باقی کا کام ملازمہ کو دیے خود المیرا کے پاس آئی جو ماہ کے اجازت لینے پر ہلکا سا مسکراتی ہوئیں اپنا لیپ ٹاپ بند کیے ایک طرف رکھے ساری توجہ اپنی پری پر مرکوز کر گئیں۔

دن میں نکل آتا چاند، جسے دیکھ کر وہ خود بخود محبت سے بھر گئیں۔

ماہ بھی اتنا لیٹ اٹھنے پر تھوڑا شرمندہ سی دیکھائی دی، حالانکہ وہ نو بجے کا آلارم بھی لگا کر سوئی تھی مگر شاید ہادی نے جان بوجھ کر آلارم بند کر دیا تاکہ وہ ریسٹ کر سکے۔

آج اس کی یونی کی آخری چھٹی تھی کل سے ماہ نے باقاعدہ یونی جانا تھا، المیرا کے پاس ہی بیٹھتی وہ زرا ہچکچاہٹ میں انکی سمت دیکھنے لگی جیسے خاموشی سے اپنی دیری پر نالاں ہو اور معذرت کر رہی ہو۔

"اداس نہیں ہوتے جان، ہادی مجھے جاتے ہوئے کہہ کر گیا تھا کہ وہ تمہارا آلارم بند کر گیا ہے۔ کل بہت تھکا دینے والا دن تھاناں تو اچھا ہے خوب ریسٹ ہو گیا۔ اب ہم دونوں مل کر مزے دار سا لنچ کرتے ہیں۔ بس دس منٹ۔۔۔ بھوک لگی ہو گی"

المیرا نے بہت نرمی سے ماہ نور کی پشیمانی رد کر دی جس پر وہ بھی سمٹی سی مسکرائی، ہادی کا اسکی فکر کرنا اسے کھلے گلاب سا بنا دیتا تھا۔

"میں گھر میں بھی اتنی دیر تک نہیں سوتی تھی تبھی عجیب لگ رہا، تھینک یو المیرا مما۔ مجھے ایسا لگا ہی نہیں کہ میں اپنے گھر سے دور آئی ہوں۔ ہادی اور آپ بہت اچھے ہیں"

شروع میں وہ المیرا کو اپنی فطری جھجھک بھی کہہ گئی اور پھر اس گھر کے سکون کا اعتراف بھی بہت خوبصورتی سے کیے المیرا کو مسکرانے پر مجبور کر گئی۔

"تم میری اور ہادی کی کل دولت ہو ماہ، میرا ابھی تم دو کے سوا اب کوئی نہیں۔ عورت کا سب سے زیادہ مان اسکے شوہر پر ہوتا ہے، میرا تو پہلے دن ہی ٹوٹ گیا تھا۔ پہلے دن ہی اس شخص کی ذات کے کانٹے میرے اندر تک دھنس گئے تھے۔ تم یقین کرو اگر ہادی میری زندگی میں نہ آتا تو میں تب سروائیو نہ کر سکتی۔ صرف اس کے لیے طوق جیسی زندگی اپنے گلے میں ڈال لی"

ماضی کی دردناک تلخیاں کب پیچھا چھوڑتی ہیں، خود ماہ نور نے المیرا کی تکلیف شدت سے محسوس کی اور انکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں مضبوطی سے تھام لیا۔

"وہ سب برا خواب سمجھ کر بھول جائیں، آپ بہت سٹرونگ ہیں مجھے پتا ہے۔ تبھی آپ کی شخصیت کی مضبوطی ہادی میں بھی موجود ہے۔ ہم آپکو سب

دکھ بھلادیں گے، آپ مجھ سے اور ہادی سے بہت سارا پیار پائیں گی۔ اور سچی بتاوں مجھے تو آپکی صورت بیسٹ فرینڈ مل گئی۔ آپ نے مجھے اپنا اتنا پیارا بیٹا سونپ دیا، اور یہ سچ ہے میرا ان پر ڈھیروں مان قائم ہے"

وہ چھوٹی سی گڑیا، اتنی سمجھدار ہو گی اس کا احساس ہی المیرا کے دل کو نہال کر گیا، ہادی سکندر نے یونہی تھوڑا ماہ کی چاہ کی ہو گی۔

"ان شاء اللہ، بس ایک دوسرے کے ساتھ یونہی خوش رہو۔ تم دونوں کی خوشی میں ہی المیرا کے سارے سکھ موجود ہیں۔ چلو لنچ کرتے ہیں پھر ہم شاپنگ پر چلیں گے۔ نکاح اس قدر اجلت میں ہوا تھا کہ میں اچھی طرح تمہارے لیے کچھ خرید نہیں پائی تھی۔ آج تم اپنی پسند سے خریداری کرنا۔ لٹس گو"

آسودگی کے سنگ ماہ کا ہاتھ چومے وہ اسے آج کے دن کے ڈھیر ساری پلینز کا بتاتیں ساتھ ہی باہر نکلیں، جہاں دیر سے ہی سہی پر دونوں دوشیزاوں کا کھانا لگ چکا تھا۔ نازو بھی مسکراتی ہوئی دونوں کے اصرار پر ساتھ ہی بیٹھی۔

تینوں نے ساتھ کھانا کھایا اور پھر ڈھیر ساری خریداری کرنے دونوں ڈرائیور کے ساتھ روانہ ہو گئیں۔

..__________________________..

"معاملہ بہت مشکل سے سنبھلا ہے سالار خان، خدارا اب کوئی وبال مت مچایئے گا۔ بڑی مشکل سے میں نے اپنا غصہ دبایا ہے۔ یہ جو مہلت ملی ہے ہمیں، دراصل یہ ان تمام مجرموں کو رعایت سونپی جاچکی ہے آپکی مہربانی سے۔ آپکی ایک زرا سی جذباتیت ہمیں کہاں سے کہاں لے آئی، اب میری حفاظت کے ساتھ ساتھ آپ اپنا بھی کوئی انتظام کرلیں۔ جگہ جگہ ان کے پالتو کتے گھوم رہے ہیں"

کورٹ سے وہ لوگ سیدھا آفس ہی آئے تھے، سالار خان پہلے ہی اس سونپی ہوئی مہلت کے بارے پریشانی میں مبتلا تھا اور رہی سہی کسر یہ اتھرا مخبر، ٹھنڈی ٹھار بے عزتی کیے پوری کر رہا تھا۔

وہ اسے اس وقت کچھ کہہ بھی نہیں سکتے تھے، بیٹھے بیٹھائے سارا کھیل وہ خود اپنی بے توجہی سے بگاڑ چکے تھے۔

رابعہ وحدی پر تو اس بندے کو اب حقیقی غضب چڑھا تھا، پر بے بسی ایسی کہ اسے کچھ کہہ بھی نہ سکتا تھا۔

"اچھا اب بس کرو گے یا مجھ معصوم کی اپنے جلے بھنے طعنوں سے جان لو گے، اوہ میرے باپ ہو گئی غلطی۔ بخش دیجیئے۔"

آفس روم میں اضطراری انداز سے چکر کاٹتے سالار خان نے سخت بیچارگی کے سنگ غصہ دلاتے ہادی کو چبا چبا کر سلگتے لفظ کہے جس پر وہ الٹا منہ

بگھاڑے، تیوری چڑھائے، ان پولیس والوں کے غلط فیصلوں پر سراپا تشویش میں مبتلا تھا۔

"چڑنے کے بجائے اب یہ سوچیں کہ رابعہ وحدی سے وہ سب کیسے اگلوانا ہے، چوبیس گھنٹے دے کر جارہاہوں آپکو سالار خان۔ یہ ٹاسک ہر صورت پورا کریں ورنہ آپکو ہادی سکندر کے غضب کا سامنا کرنا پڑے گا۔ کل ٹھیک اسی وقت ملتاہوں۔ فی الحال اہم کام سے جاناہے سو اجازت دیجئے"

ایک جھٹکے سے اٹھ کر عین سالار خان کے روبرو، سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں بلاتمہید باور کروائے وہ اپنی خفگی دیکھاتا، سالار خان کی دکھتی رگ دبائے آفس روم سے نکل گیا جبکہ سالار خان اس وقت مخدوش حال میں اپنی غلطی پر خود کو ملامت کرتا رہ گیا، اسکا بس نہ چلا تو دیوار پر ہی زوردار مکا جڑ دیا۔

"اب کیا کروں میں، تف ہے تیری جذباتیت پر سالار خان۔۔۔ دل تو چاہ رہاہے اس رابعہ کا گلا گھونٹ آوں۔ اوپر سے یہ بھی مجھ پر بگھڑ رہا ہے۔ یار

اس بے بسی کو سہنے سے بہتر ہے بندہ اپنا سر پھوڑ دے یا بے بسی سوپنتی وجہ کو نیست و نابود کر دے"

بے چینی کے سنگ اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسا کر غراتا ہوا وہ بپھری موج بنا آفس سے نکلا اور انویسٹیگیشن روم کی سمت بڑھا، قدموں کی بھاری دھمک پورے کوریڈور میں ہیبت ناکی سے گھونجی، وہیں اس الگ تھلک بنے روم میں لگے واحد روشن دان سے ڈھلتی دوپہر کا لمس پہنچاتیں، اندر جھانکتی روشنی کی کرنیں تکتی وہ گم سم سی اک کونے میں سمٹ کر بیٹھی تھی۔

یہ سیاہ دیواریں اسے مانوسیت سے تک رہی تھیں، اسے دو سال سے قید رہنے اور ہونے کی عادت تھی، بس یہاں قید کی نوعیت میں سکون اضافی تھا۔

روم کا دروازہ بری طرح پٹخ کر کھولا گیا اور وہ اس قدر غائب دماغ تھی کہ تھرتھراہٹ کے باوجود اپنے خیالات سے نہ چونکی جبکہ رابعہ وحدی کو ہنوز پتھر کی مانند جم کر بیٹھا دیکھ کر سالار خان کا غضب ساتویں آسمان تک جا پہنچا۔

"تمہاری وجہ سے ان حرامیوں کو دس دن کی مہلت مل گئی رابعہ وحدی، کیا چاہتی ہو تم ہاں۔ تمہیں زرا احساس ہے کہ ہم کب سے ان درندوں کے خلاف دائرہ تنگ کرنے کی جدوجہد کر رہے ہیں، اپنا آرام سکون غارت کر کے، بھوک پیاس کو چولہے میں جھونک کر اس جنگ کو لڑ رہے ہیں۔ صرف تمہاری وجہ سے ہمیں ان سبکو یہ مہلت دینی پڑی۔ اب جو قیامت آئے گی اسکی قصور وار صرف تم ہو گی۔ میں نے تمہارا ساتھ دینے کی ہامی بھری تھی لیکن تم نے عین موقعے پر مجھے اس قدر بے بس کر دیا کہ ہاتھ لگی جیت، لمحے میں کوسوں دور چلی گئی"

وہ اس وقت کسی رحم کے موڈ میں نہ تھا، اسکی رگیں اشتعال اور تکلیف سے پھول چکی تھیں، مضبوط لہجے میں شکستگی عیاں تھی جبکہ زہر میں بجھے ان سارے لفظوں نے اس دل سوز سراپے میں جنبش بیدار کی۔

وہ کرلاتی نگاہ سالار خان کو بہت کچھ سمجھا بھی گئی اور بتا بھی گئی، وہ اپنے آپ کو لاچار محسوس کرتا وہیں رابعہ وحدی کے ساتھ ہی جا بیٹھا، خود پر از سر نو ملامت کی، بھلا وہ پاگل سی، بار بار حواس کھو بیٹھنے والی لڑکی اس سے کیسے ایک نارمل انداز سے پیش آتی، یہ سب جو رابعہ وحدی پر گزرا تھا، وہ عام انسان کے سہنے کا تھا ہی کب، دماغ بس ایک نازک سے ربط کے سنگ کام کرتا ہے، اور تکالیف اور مصائب ان رابطوں کو کمزور کر دیتے ہیں۔

"میں تم سے وعدہ کرتا ہوں رابعہ وحدی، میں روحان کو سزائے موت دلواوں گا۔ اس نے جو جو کیا، وہ اسکا انجام دیکھے گا۔ اسکو اس ملک کے لیے عبرت بنا دوں گا۔ یہ سالار خان کا وعدہ ہے، خدا کے لیے مجھے اس بے بسی سے نکال دو۔ اس مرتد کی سزائے موت تمہیں بھی تو اذیت سے نکال دے

گی، کیا تم نہیں چاہتی وہ خطرہ ایمان، اپنے انجام کو پہنچے۔ اگر وہ پھر سے ہماری گرفت سے نکل گیا تو وہ اپنے جیسے لاکھوں روحان بنا دے گا۔ یہ زہر بہت تیزی سے ہمیں ختم کر دے گا۔ اسکا تریاق بہت اہم ہے۔ تمہیں کیا ڈر ہے مجھے بتاو؟"

وہ اسکے بالکل ساتھ بیٹھا، اسکی بھیگی سرخ آنکھوں سے بہتے سیل رواں پر اپنی زخمی نگاہ ثبت کیے عاجزی اور نرمی سے اپنی بے بسی کا اعتراف کرنے کے ساتھ ساتھ رابعہ وحدی سے التجاء بھی کر رہا تھا لیکن وہ عجیب کشمکش میں مبتلا بس اکھڑے اکھڑے سانس لے رہی تھی۔

"مجھے بس یہاں سے جانے دو، میں کچھ نہیں بول پا رہی۔ وہ سب کہنا میرے لیے مشکل ہے انسپیکٹر، میری زبان میرا ساتھ نہیں دے گی۔ وہ نا جانے کونسا لمحہ تھا جب میں نے وہ سب تمہیں بتا دیا۔ حالانکہ میں سمجھتی تھی میں کبھی بھی اپنے دکھ بیان نہیں کر سکتی۔ شاید میں نے وہ سب اماں کو کہا تھا، اماں میری رازدان جو ہے۔ تم تو اجنبی ہو، دنیا جیسے۔ میں اجنبیوں کے

سامنے نہیں بولتی۔ مجھے بس چھوڑ دو۔ اس کالے کمرے سے باہر جانے دو، مرنے سے پہلے میں اس دنیا کے وہ رنگ دیکھنا چاہتی جو اماں کی آنکھوں سے دیکھتی تھی۔ اماں کہتی تھیں یہ دنیا بہت خوبصورت ہے، لیکن یہ تو بہت بد صورت ہے۔ بس میری زندگی کا آخری مقصد اماں کی بتائی وہ خوبصورتی تلاش کرنا ہے"

رابعہ یہ سب جان بوجھ کر ہرگز نہیں کر رہی تھی، خود سالار خان کو لگا وہ دم دیتی کیفیت سے گزر رہی ہو، جس حسرت سے وہ اماں کی بات دہرائے رو پڑی وہ سالار خان کے دل تک تپش پہنچا گیا، وہ خود حیران تھا بھلا دنیا بھی خوبصورت ہو سکتی ہے؟

وہ دنیا جو فساد خانے کے سوا کچھ نہیں بچی ہے، وہ دنیا جہاں دین اور مذہب کی لازوال جنگ چھڑی ہے، وہ دنیا جس میں زندہ لوگوں کے گلے کاٹے جا رہے ہیں، وہ دنیا جس میں ظلم، بربریت اور نفسا نفسی کا عالم چھایا ہے۔

وہ خود حیران تھا، دنیا خوبصورت ہے؟ یہ جملہ اسے مضحکہ خیز لگا۔

"میں حقیقت پسند سا آدمی ہوں، دنیا میں خوبصورتی مجھے بھی نہیں دیکھائی دیتی لیکن اگر تم میرا ساتھ دو تو میں تمہاری تلاش میں تمہارا ہم راہی بن سکتا ہوں رابعہ وحدی۔ شاید بزرگوں کی آنکھیں خوبصورت ہوتی ہیں، جنکو ان خوبصورت آنکھوں سے دنیا کی خوبصورتی دیکھائی دیتی ہے۔ لیکن ایسی آنکھیں جن میں جلتے خواب، مری ہوئی لاشوں کے عکس اور ٹوٹے مان کی کرچیاں ہوں، وہ بدصورت آنکھیں کیا خوبصورتی کو دریافت کر سکیں گی؟"

وہ اسکے پاس اسی جیسا اجڑا روپ دھارے بیٹھا، اپنی حقیقت پسندی کی عکاس مثال دیتا کربناک ہوا تو رابعہ نے یونہی بے سبب اپنی جھکی آنکھیں اٹھا کر تڑپتی ہوئی نگاہ سالار خان کے چہرے پر ڈالی۔

"ہاں۔ خوبصورتی دریافت کرنے کے لیے آنکھوں کی بدصورتی کا توڑ کرنا پڑتا ہے، جو صرف امید، نئے روح افزاء خواب اور امنگوں کا جہاں کر سکتا

ہے۔ میں کوشش کروں گا تمہاری آنکھوں کی بدصورتی ختم کرنے کی، ان تھک کوشش لیکن تم اس مشکل وقت اور کڑھے امتحان میں ہمیں اکیلا مت کرو۔ پرسکون ہو کر سوچو۔ ایک بار خود کو میری جگہ رکھ کر دیکھو رابعہ، صرف ایک بار"

وہ اسکے سامنے نہ تو خونخوار جلالی تھا نہ ہی اب رہا نہ ایک دبنگ قانون کا رکھوالا، وہ بس ایک ہمدرد اور دوست رہ گیا، جسکی باتیں سچی اور جسکی موجودگی ڈھارس ہو۔

جو کسی اندھیر نگری کے لاچار کو ہاتھ تھام کر اپنے ساتھ کسی اجالا نگر لے جائے، اسکی ٹوٹی آس بندھائے، اس سے منت کرے، اسکے ساتھ کی حسرت پال لے۔

"تم خود کو میری جگہ رکھ کر سوچ لو تو سب سمجھ جاوگے"

وہ اپنی درد دیتی آنکھیں، انگلیوں سے دباتی چہرہ موڑ گئی جبکہ سالار خان اسے تاسف زدہ تکتا رہ گیا۔

"رابعہ وحدی، میرے غضب کو مت للکارو، میں تم سے ہر درجہ آرام سے بات کر رہا ہوں، کب سے سمجھانے کے جتن کر رہا ہوں اور تم وہی مرغی کی ایک ٹانگ لیے بیٹھی ہو۔۔۔ سمجھ کیوں نہیں رہی کہ میرے لیے یہ زندگی موت کا مسئلہ ہے"

وہ خفت زدہ ہوئے تلملایا، مگر آواز ہر درجہ نرم رکھنے کی سعی کی پھر بھی رابعہ کو وہ جھاڑ ہی محسوس ہوئی۔

"وہ سب دوبارہ کہنا بھی میرے لیے زندگی موت کا مسئلہ ہے، میں تمہارے کسی کام کی نہیں"

ٹکا سا جواب دیتی وہ سالار خان کے اخیر ضبط سے کھیل رہی تھی اور وہ تمام تر نرمی خود میں ختم ہوتی محسوس کیے اک جست اٹھا اور اک خونخوار نگاہ رابعہ پر ڈالے، لمبے لمبے ڈگ بھرتا اس کمرے سے نہ صرف نکلا بلکہ لاک کر گیا۔

جبکہ قید کے تسلسل پر وہ عجیب سی لڑکی سرد سانس بھر کر رہ گئی۔

..________________..

"تم آج ہی جا رہی امل، رک جاوناں جان"

امل کو جانے پر تیار دیکھ کر سب ہی حیران ہوئے مگر ابا جان کی دھمکی اور غصے کی خبر دے کر وہ مہک خالا اور خالو جان کے ساتھ ساتھ مس مناحل کو بھی جواب دے چکی تھی جبکہ نیلم پہلے ہی مہرو کے جانے سے اداس تھی اوپر سے امل کا جانا اسے زیادہ دکھی کر گیا تھا۔

اپنا بیگ والدہ کے ہی ذمے ڈالے وہ بس اک ہینڈ بیگ لیے، ہلکی پھلکی تیاری کے ساتھ باہر صحن میں کھڑی، نیلم کی اداسی دیکھ کر مسکرا رہی تھی۔

رات والی جیلسی اب قدرے کم تھی کیونکہ وہ جانتی تھی اس کے بنا نیلم کی زندگی بہت ادھوری ہے۔

بلو ڈینم پر وائیٹ شارٹ کرتا پہنے، ست رنگی سٹریپڈ چپل، پیروں میں مقید کیے، بالوں کو ڈھیلے ڈھالے مسی جوڑے میں قابو کیے ہلکا سا نیچرل میک آپ کیے وہ نکھری اور ترو تازہ دیکھائی دے رہی تھی، لیکن واپس آبا جان کی بورئینگ بزنس روٹین سوچ کر وہ عجیب گھٹن محسوس کر رہی تھی لیکن خود بھی مزید یہاں رہنے پر دل آمادہ نہ تھا۔

"رک گئی تو میرے ہٹلر ابا جان میری سانس سوکھا دیں گے، ویسے بھی یہاں رہ کر مجھے تمہارے لالہ کی شکل دیکھنی پڑے گی اور خوامخواہ مجھے غصہ چڑھے گا۔ تو اچھا ہے بزنس کا خشک منجن کھا کر سڑتی رہوں۔ ویسے بھی اب انکو دن میں دس بار مان کا سامنا کرنا چاہیے تاکہ اس پیاری سی لڑکی کے لیے محترم کے دل میں جذبات امڈ آئیں"

رات ہی نیلم نے مان کے حوالے سے ساری بات امل کو بتادی تھی توتوقع کے برعکس امل کا ردعمل بھی خاصا حیران کن تھا، اسے مان ناجانے کیوں پہلی ملاقات میں ہی بہت اچھی لگ گئی تھی اور امل جب کسی کے بارے اچھا تاثر بنا لیتی تو وہ آخری سانس تک قائم رہتا۔

خود نیلم بھی امل کے پرسکون تاثرات پر کچھ پریشانی سے نکل آئی اور امل کے مان اور شاہ کے بارے اچھے جذبات سن کر دلی طور پر آسودہ بھی ہوئی۔

لیکن ابھی امل کی بات میں چھپی جلن نیلم نے بھی محسوس کی تبھی آنکھوں میں اداسی بھرے وہ امل کا ہاتھ جکڑ گئی۔

"تم ایسے تو نہیں بولو جان، رات تو تم کہہ رہی تھی مان اچھی ہیں شاہ ویر لالہ کے لیے۔ اب لالہ پر سے اپنا غصہ بھی ختم کر دو امل، شاید یہی مقدر تھا۔ تم تو بہت سٹرونگ ہو ناں"

امل کی اور اداس آنکھیں ٹکائے، نیلم اسکی لفظوں میں دبی تکلیف بھانپے ملتجی لہجے میں بولی اور امل ازلی مسکرا کر بات ہوا میں ٹال گئی۔

"ہاہاپاگل، مجھے کیوں ہو گا غصہ۔ بس میری نیچر ایسی ہے یار۔ اور میں اپنی کہی بات پر اب بھی قائم ہوں۔ دونوں اچھے لگیں گے ساتھ اور پیارے بھی۔ ممکن ہے ایک دوسرے کا بہترین وہی ہوں۔ میں نہیں سوچتی اب کچھ لہذا مسز مبین اب آپ بھی میری فکر چھوڑے کل کے خواب سجالیں۔ پیاری سی تیار ہو کر جانا سکول۔ اور میرا دیا پرفیوم بھی لازمی لگانا۔۔۔ اور موقع ملا تو پیار کا اظہار بھی کر دینا۔ پھر وہ چار ماہ تمہیں دیکھنے کو بھی نہیں ملیں گے سمجھی"

اپنے حوالے سے نیلم کی ہر اداسی رفع کیے وہ دونوں یخ ہتھیلوں کو نیلم کے سرد پڑتے رخساروں سے لگاتی، اسے کل کی ملاقات کے لیے بوسٹ کرنا ہرگز نہ بھولی تھی اور نیلم کو جہاں کل مبین سے ملنے کی خوشی تھی وہیں اس بندے کے چار ماہ نظروں سے اوجھل ہو جانے کا صدمہ بھی تھا۔

"امل، میں کبھی نہیں کہہ سکتی۔ میری تو انکے سامنے زبان نہیں چلنی۔ اور توبہ پیار کا اظہار وہ بھی میں۔۔ اللہ اللہ میرے سے نہیں ہو گا"

سہم کر وہ اپنے جذبات کے اظہار سے کرنٹ کھائے دور ہٹی اور امل نے منصوعی گھوری سے نوازتے ہوئے نیلم کے دونوں شانے تھامے۔

"میڈم تم بھول رہی ہو کہ وہ تمہارے مجازی خدا ہیں، اپنی ملکیت سے کیسی جھجک یار۔ اینڈ آئی ہوپ سو کہ وہ خود ہی پہل کر دیں گے۔ مے بی تھوڑا عملی پیار بھی دیکھا دیں۔ سو دل مضبوط رکھنا یہ نہ ہو بچارے تمہیں ہاتھ لگانے پر پچھتاتے رہ جائیں اور نیلم صاحبہ غش کھائے گری پڑی ہوں"

بے باکی کا مظاہرہ کرتی امل، نیلم کا دل بری طرح کپکا گئی جبکہ عملی پیار کا سوچ کر ہی اور امل کی ذو معنی شرارتی نظروں کا مفہوم سمجھتے ہی نیلم کان کی لو تک سرخ پڑ گئی۔

بے تکلفی اور خفت کی ملی جلی کیفیت کے سنگ امل کی بازو پر تھپڑ دے مارا لیکن نیلم کی شرمگیں مسکراہٹ پر امل تو گوڈے گوڈے فدا ہوئی اور زور دار جپھی دیے اس ہلکان شہزادی کا دم گھوٹے فاصلہ بنائے دور ہوئی۔

"امل تم میری جان لے کر رہو گی"

نیلم کی آواز صدمے سے بھرا گئی مگر وہ آفت تو کل کے لیے ابھی سے ڈھیر سی مناجات مانگنا شروع ہو چکی تھی۔

"جان تو وہ لیں گے کل میری بنو کی، اہمم اہمم اگر تم غش کھائے گری ناں نیلم تو میں نے تمہاری پھینٹی لگانی ہے۔ اور انکے سامنے پرانی فلموں کی ہیروئینز کی طرح وائبریشن پر بھی نہیں لگنا۔ بلکہ ان کے ساتھ سپیشل مومنٹس پر اعتمادی کے سنگ انجوائے کرنا۔ اب میں جارہی۔ کل رات کال کرکے تمہاری خیریت ضرور پوچھے گی امل۔۔ ہی ہی۔۔ بائے میری جان کی ٹوٹی۔۔۔ بیسٹ آف لک فار ٹومارو"

چند اختتامی جان لیوا ہدایات سونپے وہ ہنستی مسکراتی، نیلم کی گال پر بوسہ دیے بہار کے چلے جانے کی طرح نیلم کے گرد اپنی موجودگی کے ڈھیر سے احساس چھوڑے دروازے سے باہر نکل گئی اور نیلم اپنے دل کی بے تاب دھڑکنوں کو قابو کیے اک نظر ڈھلتی سنہری شام پر ڈالے واپس اندر بڑھ گئی۔

امل صاحبہ کے ماتھے پر تب بل پڑے جب گیڈ کے باہر گاڑی کھڑی کیے وہ چوڑا ہو کر کھڑا، محبوب کی راہ تکتا ملا۔

فل بلیک میں آج تو جناب نے لشکارے چھوڑ رکھے تھے، پھر اسکی شخصیت کا الگ ہی چارم تھا جو دیکھنے والے کو لمحہ پر ٹھٹکا چھوڑتا۔

ازلی دانتوں کی نمائش کیے وہ خوش دلی سے گاڑی کا ڈور، دل کی مسند پر فائز اس نک چڑھی لڑکی کے لیے کھولے مسکرایا جو اچٹتی نگاہوں میں اس عاشق ناتواں کو بسائے قریب چلی آئی۔

"بے وقت ٹپکنے کی وجہ؟ تمہیں کس نے بتایا کہ امل جا رہی ہے۔ کالی بلی بن کر میرا راستہ کاٹنے آ گئے ہو، اب تو میرا جہاز لازمی کریش ہو گا"

ازلی کھٹور پن سے کیے استفسار پر جناب کی مخمور آنکھوں کے لمس نے امل کے چہرے کا ہر مغرور خدوخال چھوا، وہ اسے ہمیشہ ہی حسین لگتی تھی، آج نجانے کیوں حسین ترین لگی۔

"بیٹھ جاو پھر بتاتا ہوں کہ کالی بلی ہوں یا بلا"

شرارت آنکھوں میں مٹکائے وہ آنچ دیتے اصرار کے سنگ بولا تو خود امل یوں سڑک کنارے کھڑے ہو کر اسکی درگت بنانے کو معیوب جانے آنکھیں گھماتی ہوئی اپنا بیگ اسے تھمائے جا کر فرنٹ سیٹ پر بیٹھ گئی اور اس ادا پر جناب بھی مہکتے ہوئے دوسری جانب پلٹ کر اپنی جگہ سنبھالتے ہی براجمان ہوئے اور بیگ نامی وہ کباب کی ہڈی، پچھلی طرف پھینکی جس پر امل نے اسے کھا جانے والی سرد نگاہوں سے دیکھا۔

"جہاز کو مارو گولا، لانگ ڈرائیونگ پر چلتے ہیں، تمہیں بنا پیس پیس ہوئے تمہارے گھر پہنچادوں گا۔ اٹس پرامس"

گاڑی میں چلتی مدھم رومانوی موسیقی کا والیوم دانستہ بڑھائے وہ امل کی گھوری کو بنارتی برابر اہمیت دیے اپنی ہی ترنگ میں چہکا جبکہ وہ یکدم ہی تمام غصہ اور خفگی زائل کیے مسکراتی آنکھوں سے باہر بدلتے مناظر اور آہستہ آہستہ پھیل جاتی شام دیکھنے لگی۔

"اور اگر امل کہے کہ اسے گھر نہیں جانا"

وہ ہنوز باہر جھانکے بولی، عبداللہ نے سرسری سی نگاہ اس لڑکی پر ڈالی اور پھر اسکے تقاضے پر مسکرادیا۔

"پھر میں وہ گانا گاوں گا۔۔۔

ہوسکے تو میرا ایک کام کرو۔۔۔

شام کا اک پہر میرے نام کرو۔۔۔۔

ہو سکے تو میرا"

اسی مسکراتے لہجے میں وہ اپنے مدھر آواز میں گنگنائے، بہت خوبصورتی سے امل کی توجہ کھینچ گیا، کیا وہ واقعی اتنی خوبصورت آواز رکھتا تھا۔

امل کی نگاہوں میں آن جمع ہوتی حیرت پر عبداللہ نے بھی آنچ دیتی نگاہ اس پری پیکر سے جاملائی۔

"اور اگر کہوں کے آج کی شام تمہارے نام کر دی تو پھر۔۔۔۔ پاگل ہونے کے علاوہ کیا کرو گے؟"

وہ شاید اپنے رویے میں دانستہ نرمی لے آئی تھی، ناچاہتے ہوئے بھی کسی محبت کرنے والے کی سنگت کی گھڑیاں خود پر فرض کر کے کیا ملتا ہے بھلا؟ وہ اسی تجسس کی کھوج میں تھی۔

"ایسا اس زندگی میں ممکن ہے کیا؟"

گاڑی روک کر وہ اپنی توجہ اس خوشنما چہرے کی رعنائی کی سمت مبذول کیے، جذب سے پوچھ رہا تھا۔

ناجانے کیا تھا اسکی آنکھوں میں کہ امل کو نظریں چرائے، کھڑکی سے باہر ٹھہر جاتے مناظر دیکھنے کی سہولت لینی پڑی۔

"زندگی کا تو علم نہیں، آج کے اس دن میں شاید ممکن ہو جائے"

وہ ہنوز باہر دیکھتی بولی، انداز ایسا تھا جیسے وہ صرف عبداللہ عارض سکندر سے مخاطب ہو، وہ ایسے نرم رویے پر حیران بھی تھا اور خوش بھی۔

وہ اس کھنکھتی اقرار سے اپنی سماعت کو سیراب کیے چاہتا تھا کہ وہ لڑکی اسکی آنکھوں کو بھی مسکراہٹ بخشے، اسے دیکھ کر اسکے وجود کو تسلیم کرے لیکن وہ امل ہی کیا جو اپنی خوشی کا اعتراف کرتی، اسے لگتا تھا خوشی کا اعتراف، خوشی کی عمر گھٹانے کا سبب بن جاتا ہے۔

"تو پھر آج کا دن میرے لیے اب تک کا سب سے خاص دن ٹھہرے گا، اور آج کے بعد سے جب جب تم میرے روبرو آؤ گی میں اسے خاص دنوں میں شمار کروں گا"

اس انسان کے جذبے انمول اور لہجے میں چاہت کا ہر رنگ پوشیدہ تھا، امل آخر مزید کتنا بھاگتی۔

"اور اگر کبھی کوئی ایسا دن آ گیا جب تم میرے سامنے آنے کو خاص ٹھہرانے کی پوزیشن میں نہ ہوئے، میرا مطلب اپنی کسی الجھن میں مبتلا ہوئے اور مجھے اگنور کر دیا۔ پھر اپنا سر پھڑوانے کے لیے ریڈی رہو گے ناں"

اتنی سنجیدہ صورت حال میں وہ جس معصومیت سے اپنے نیک ارادے بتاتی یقین مانگ رہی تھی، نا چاہتے ہوئے بھی عبداللہ کا قہقہہ گاڑی میں گونج اٹھا اور وہ ابرو اچکائے عبداللہ کے بے دم ہو کر ہنسنے پر برا منا گئی۔

"نہایت ہی فضول آدمی ہو تم"

بڑبڑا کر اس سے پہلے وہ بیچ راستے ہی گاڑی سے نکل جاتی، عبداللہ نے بروقت گاڑی لاک کیے محترمہ کی بھاگ نکلنے کی کوشش پر پانی پھیرا۔

"اچھا اچھا سوری، اگر تم گئی تو یہیں دل بند ہو جائے گا۔ غریب مسکین آدمی کو لارا لگا کر بھاگ رہی ہو چلا کو ماسی۔ اچھا ناں لسن"

عبداللہ کے گاڑی لاک کرنے پر امل نے منصوعی حراساں نظروں میں کوفت بھرے عبداللہ کی معذرت سنی مگر پھر بھی منہ پھیر گئی جبکہ دیوانہ تو تڑپ اٹھا، اسکا ہاتھ جکڑ کر سیدھا کیے وہ تمام شرارت زائل کرتا سنجیدہ ہوا۔

جبکہ وہ لاک کرنے کے بعد اب ہاتھ پکڑنے پر بری طرح سٹپٹائی، جبکہ امل کی بے چینی بھانپے وہ فوری نہ صرف لاک اوپن کر گیا بلکہ امل کا ہاتھ بھی فوری چھوڑا جبکہ اس بندے کی جان لیوا سنجید گی برقرار رہی اور امل بھی رعایت دے کر پچھتا رہی تھی۔

"عبداللہ تم یوں بار بار میرا ہاتھ مت پکڑا کرو، مجھے اچھا نہیں لگتا۔ تمہیں برا لگے یا اچھا لیکن امل اپنی لمٹس سے نہ باہر جاتی ہے نہ کسی کو جانے دیتی ہے۔ تمہیں ہاتھ پکڑنے پر تھپڑ نہیں مارتی صرف اس لیے کہ تم اب میرے لیے غیر اہم نہیں ہو۔ مجھے تمہارے معاملے کو لے کر نرمی اختیار کرنی پڑتی ہے سو تم ان چیزوں کا خود خیال رکھا کرو۔ ابھی ہمارے بیچ ہاتھ پکڑنے جیسا کوئی رشتہ استوار نہیں ہوا، آئی ہوپ تم سمجھ گئے ہو"

دانستہ فاصلہ بنا کر بیٹھتی وہ بہت آہستگی اور نرمی کے سنگ یہ سخت اصول کہے، اپنی تمام بات مکمل کیے عبداللہ کے چہرے کی جانب دیکھ رہی تھی جہاں نرم تاثر ہی موجود تھا، جیسے وہ اسکی تمام باتوں پر متاثر کے ساتھ ساتھ امل کے لیے مزید اپنے دل میں پیدا ہوتی گہرائی دریافت کر رہا ہو۔

"میں تمہاری لمٹس کی عزت کرتا ہوں امل، دوبارہ ایسی حرکت نہیں ہو گی۔ بلکہ میں باقاعدہ آپائنٹمنٹ لے لیا کروں گا۔ اب خوش ہو"

پہلی دو باتیں اسی جان لیوا سنجید گی جبکہ آخری ازلی ڈھیٹ پن سے ناک چڑھا کر کی گئیں اور امل جو اتنا سب بول جانے پر خود بھی اداس تھی، مسکرادی۔

"ہاں آپائنٹمنٹ دے دوں گی تمہیں لیکن تب جب تم امل کو سب کے سامنے اپنا بنا کر، اپنی دنیا میں لے جاوگے۔ اب چلو، مجھے میری منزل تک پہنچادو۔ اور میری آج کی شام کے بہت سارے پہر لوٹ لو"

جب عبداللہ نے اسکی جھجھک اور بے چینی کی تعظیم کی تھی تو وہ کیسے پیچھے رہتی، دو گنا لوٹائے، آج کسی اور ہی ترنگ میں لپٹی وہ دنیا کی سب سے خوش مزاج لڑکی میں ڈھلی ہوئی تھی۔

"تمہاری منزل؟ وہ تو عبداللہ عارض سکندر ہے"

وہ اسکی مسکراتی آنکھوں میں بے باکی سے جھانکے چہکا، کیا اعتماد تھا بندہ بشر کا۔

"ہاں ممکن ہے لیکن منزل تک پہنچنے کے لیے بہت سارا راستہ کاٹنا پڑتا ہے،
ابھی میں نے تمہیں آزمانا ہے باولے بندر۔ گر تم آزمائش پر پورے اترے
تو امل سب کے سامنے ڈنکے کی چوٹ پر اعتراف کرے گی کہ اسکی منزل
عبداللہ عارض سکندر ہے"

امل کی روح افزاء بات پر جناب کے لب خود بخود ہی مدھر مسکان میں ڈھل
گئے، بہت دن بعد اتر آتی شام ان دو بنجاروں کو کسی اور سیارے سے چرائی
سہانی شام محسوس ہونے لگی۔

اس دیوانے کی سماعت میں امرت انڈیل کر وہ خود بے نیاز مومی گڑیا، دوبارہ
سے بدلتے، پیچھے چھوٹتے منظروں کو تکنے لگی، وہ جانتی تھی اسکی صرف
موجودگی ہی عبداللہ عارض سکندر کے لیے بہت بڑا خزانہ ہے، اک
دوسرے سے باتیں کرنے کے بجائے خاموشی سے اک دوسرے کی اہمیت
کا اعتراف کئی گنا خوبصورت اور پائیدار تھا۔

..________________________..

"بہت خوب، کل دھماکہ ہو گا۔ کھلبی مچ جائے گی۔ آج آخری خوشنما سورج دیکھ لیا اس نے، کل کے بعد اسے ہر روشنی تیر کی طرح درد دیتی محسوس ہو گی فرار۔ کل یہ کہرام مچتے ہی تین لاکھ لے جانا اور ہاں دس لوگ ڈھونڈ چکا ہوں۔ باقی پر زور و شور سے کام جاری ہے۔ مجھے بس کل کے دن کا انتظار ہے۔ آہا! مزہ آ گیا"

اپنے آفس روم میں بیٹھا وہ کھسیانی ہنسی ہنستا شیطان، مقابل ملتی خبر پر کھکھلا اٹھا، نس نس میں انتقام کی لذت اتر کر گدگدا رہی تھی۔

فون بند کرتے ہی منہاس علی کا چہرہ سامنے آیا، اسکے چہرے پر وہی تاثر تھا جو دشمنوں کے فوجیوں کو ٹھڈے، لاتیں مارے اور تیروں سے لہولہان کرتے سپاہیوں کے چہروں پر درج ہوتا ہے۔

جبکہ وہیں دوسری جانب شام سے رات ڈھلی اور اندھیرے میں ڈوبا ایک خستہ حال بنجر اور اجڑا سا کوارٹر منظر عام پر آیا۔

وہیں کچھ فاصلے پر لگی جھاڑیوں میں غیر محسوس طور پر ہوتی ہلچل اس بات کا امکان لائی کہ ضرور وہاں کوئی چھپ کر بیٹھا، اپنی شیر کی مانند جلتی آنکھوں سے اس کوارٹر کے اندر چلتی گہما گہمی اور بات چیت پر فوکس کیے ہوئے تھا۔

وہاں لگ بھگ بیس کے قریب عام سے سادہ اور مسکین خلیوں میں لپٹے لوگ، ہنسی قہقہے اور ٹھٹھوں میں محو بھنگ، سگریٹ اور اکا دکا نجس اور غنڈے خلیے والے دیسی شراب کے زائقے سے لطف اٹھا رہے تھے۔

وہاں بات بات پر بے ڈھنگی ہنسی بلند ہو رہی تھی، بے تکلفی سے اک دوجے کو جھانپڑ رسید کیے جا رہے تھے، اور پھر کچھ دیر بعد وہاں سکوت سا چھا گیا۔

بھاری بوٹوں کے سنگ ٹھپ ٹھپ کیے کسی آدمی کی وہاں آمد، ان سب لوگوں کو مودب کر چکی تھی۔

وہ سیاہ اوور کوٹ میں، سر پر ہیٹ پہنے، سگار کے کش بھرتا ایک سیاہ داڑھی مونچھ والا ہیبت ناک اور بھاری بھر کم آدمی تھا جسکی آمد سے وہاں ہوتی خاموشی اسکے رعب کا ثبوت پیش کر رہی تھی۔

"بہت خوب، مہمان آئے ہیں۔ رحمت آئی ہے۔ بھئی ہم اس گندی سی جگہ کے لیے معذرت خواہ ہیں۔ آپ سب تو عیش و عشرت سے بھرے محل کے قابل ہیں۔ گستاخی معاف، لیکن وعدہ ہے جیسے ہی حضرت باہر آئیں گے وہ آپ سبکو الگ الگ مراعات سے نوازیں گے۔ یہی نہیں آپ سب جنگجو انکے لیے مقدس سپاہی کہلائیں گے۔ جو چیز چاہیے، جتنے پیسے چاہیں آپ حکم کیجئے۔ ہر چیز آپکو یہیں مہیا کی جائے گی۔ یہ جگہ اس لیے چنی تا کہ کسی کو شک نہ ہو کہ حضرت کی بقا کی جنگ لڑتی بہادر فوج اس جگہ موجود ہے"

وہ آدمی نرم اور مہربان لہجے میں ان سب کی توجہ اور محبت کے ساتھ ساتھ دلچسپی بھی بٹور رہا تھا، وہ سب بھنگ کے نشے میں مبتلا مسکرا کر اس قدموں

میں بچھ بچھ جاتے آدمی کی اچھائی کے گرویدہ ہوتے دیکھائی دے رہے تھے۔

ان کا بس چلتا تو وہ اپنی جان ہتھیلی پر رکھ کر دے دیتے۔

"ہم آپ کے مشکور ہیں سرکار کہ آپ نے جیل سے بھاگنے میں میری مدد کی، جھوٹے قتل کے الزام میں ان قانونی کتوں نے مجھے جیل میں چار سال سے ڈالا ہوا ہے، نہ میری کسی التجاء کو سنا نہ سسکنے پر توجہ دی، میں بھی پھر ہمت نہ ہارا۔ جیل میں رہ کر ہی جھوٹی گواہیاں دیے قانون والوں کو گمراہ کیے اپنی زلت کا بدلا لینے لگ گیا۔ اس دنیا میں کچھ بھی سچ نہیں۔ ہم اپنا ضمیر مار کر ہی یہ جنگ لڑنے نکلے ہیں، صرف اسکا بھلا کریں گے جو ہم پر واری جائے گا۔"

مجمعے میں سے ایک مسکین سا گہری گندمی رنگت والا آدمی نشے میں لہراتا بولا اور اسکی حمایت میں باقی سب بھی تائید کرتے نظر آئے جب کہ اس ہیبت ناک آدمی کی آنکھوں میں شیطانیت چمکی۔

"ارے ہم آپ پر قربان ہیں میرے برادر، یہ دنیا نری غلاظت ہے۔ حق وہی ہے جو آپکو امن فراہم کرے، حق وہی ہے جس کی سمت اب آپ آئے ہیں۔ روحان وحدی سچا انسان ہے تبھی تو اس گندی دنیا سے اسکی ذات برداشت نہیں ہوئی۔ ہر حق کی جنگ لڑنے والے کو یہ ناپاک دنیا ایسے ہی گندا کر کے رکھ دیتی ہے لیکن فکر مند نہ ہوں۔ اب آپ ہماری پناہ میں ہیں۔ ایک ایسے دین میں داخل ہونے والے ہیں جو آپکی زندگی بدل دے گا، جو آپکو جنت تک پہنچائے گا۔ جسکی زیادہ ذمہ داریاں بھی نہیں، جو آپکو مشکل سے دوچار نہ کرے گا۔ جو آپکو اپنا بدلا لینے سے روکنے کے بجائے مزید ابھار کر مرد کی طرح لڑنے کی ترغیب دے گا۔ خود سے زیادتی کرنے والے کو وہاں گاڑ دو جہاں سے اسکی آواز تک نہ بلند ہو۔ وہ کرو جو تمہارا دل

کھے۔ کھاو پیو، مزے کرو۔ لیکن سب سے اہم بات اپنے پیشوا کے لیے جان کی بازی لگادو۔ آپ سبھی کو کل ہی آپکی ذمہ داریاں دے دی جائیں گی۔ ہمارے پاس فقط دس دن ہیں۔ اور ہم سب اس جنگ کو لڑنے کے لیے ساری کشتیاں جلا آئے ہیں۔ سب سے اہم بات اگر کوئی اس لڑائی میں شہید ہو جاتا ہے تو اسکے اہل و عیال کی ساری ذمہ داری ہماری ہو گی۔ اب آپ سب لوگ خود کو متحرک کریں۔ کل ایک بڑا آغاز ہے"

اپنے لہجے میں دنیا بھر کی مٹھاس بھرے وہ ان کمزور ذہنیت کے آدھ مرے لوگوں کو ایک غلط دین کی سمت بآسانی لا رہا تھا، اس شخص کی ذات خود کیچڑ تھی اور وہ اس کیچڑ سے اب ان سب دنیا کے ستائے لوگوں کا دل اور روح بھی گندا کر رہا تھا۔

یہی تو ان لوگوں کا ہتھیار تھا، کہ وہ باتوں کے جال اور لہجے کے چھل سے ایسے بھٹکے اور مر کٹ جانے جیسے جذبات رکھتے لوگوں کو اپنی مکر و چال کا حصہ بنا لیتے تھے۔

جھاڑیوں کی اوٹ میں چھپی وہ دو سرخ سی آنکھیں اب وحشت سے بھر چکی تھیں، اسے خدا کی زمین پر تیزی سے پھیلتی اس گندگی کو جلد از جلد روکنا تھا۔

لیکن اس تاریکی کا کیا کیا جاسکتا تھا جو زور و شور سے عالم جہاں پر پھیل رہی تھی۔

اسے محسوس ہوا جیسے کسی نے اسکی کن پٹی پر اپنی بندوق حقارت اور شدت سے تانی ہو، لمحے میں ہادی سکندر کا دل سکڑ گیا۔

..________________________..

گاڑی گھر کی جانب رواں دواں تھی، حسب توقع دونوں خواتین نے شام سے رات لگادی تھی اور ابھی بھی المیرا کا دل نہیں بھرا تھا اور وہ ماہ کو مزید چیزیں دلانے کی خواہش مند تھیں۔

پھر یکدم دو سیاہ گاڑیوں نے المیرا اور ماہ کی گاڑی کا محاصرہ کچھ یوں کیا کہ انکی گاڑی، آگے پیچھے سے بری طرح پھنس گئی۔

ماہ نور اور المیرا دونوں نے سہم کر اس اچانک عذاب کی مانند ان گاڑیوں سے نکلتے نقاب پوشوں کو دیکھا جو تیزی سے انکی جانب لپکے۔

"م۔۔ مما۔۔۔ یہ ک۔۔ کون؟"

ماہ کی آواز خوف سے کانپی وہیں خود ڈرائیور حراساں ہوئے ان غنڈوں کے گاڑی ٹھوک کر توڑ دیتے انداز پر سہا جبکہ ان سب کی گھناونی چھپی شکلیں اور وحشت بھری آنکھیں دیکھ کر المیرا کے پیروں تلے سے زمین سرک گئی۔

جیسے جیسے وہ لوگ گاڑی پر لاٹھیاں برساتے غرا رہے تھے، ویسے ویسے موت ان تینوں کی آنکھوں میں ناچتی محسوس ہو رہی تھی۔

"چپ چاپ رہنا، چینخنے کی جرت کی تو یہیں تم تینوں کو ابدی نیند سلا دیں گے"

ماہ کی طرف کا شیشہ بری طرح چکنا چور ہونے اور اسکی کلائی میں چبھنے پر وہ درد سے بلبلائی ہی تھی کہ المیرا نے اس کو ہاتھ لگاتے نجس آدمی کے ہاتھ پر پوری قوت سے اپنا بیگ دے مارتے ماہ کو کلائی سے جھٹکا دیے اپنے آپ میں چھپایا اور اس سے پہلے ڈرائیور گن نکالتا، دو آدمی اس سے گن دبوچ دو مکے رسید کیے زخمی کر گئے۔

وہ لوگ یوں تھے جیسے انکو مارنا نہیں چاہتے تھے بلکہ صرف کوئی اہم تقاضا کرنے آئے تھے۔

"منحوسو! کیا چاہتے ہو۔ دفع ہو جاو اپنی گندی شکلیں لے کر۔ ورنہ تم سب کا بھیانک انجام پورا شہر دیکھے گا"

المیرا نے ان سب سے دبنے کے بجائے نفرت کے سنگ ہنکارا بھرا جبکہ وہ سب کسی مزاحمت کے بجائے تحمل سے کھڑے رہے۔

"ہادی سکندر! اگر تم ماں بیٹی اس کی زندگی چاہتی ہو تو اسکا لیپ ٹاپ کل صبح تک ہمارے سپرد کرو۔ وہ ہمارے قبضے میں ہے اور آخری سانسیں لے رہا ہے۔ اور اگر یہ بات تم تینوں نے کسی چوتھے تک پہنچانے کی کوشش کی تو۔۔۔۔"

وہ آدمی نفرت بھری آواز کے سنگ اس سے پہلے اپنی غلیظ دھمکی دے کر مطلوبہ مانگ پوری کرتا، زوردار مکا عین اسکی کن پٹی پر لگا اور دیکھتے ہی دیکھتے وہ اسی ٹوٹی کانچ والی کھڑکی کے اندر جا دہرا ہوا جسے کسی کی چٹانی بازو نے دبوچ کر نیچے سڑک پر پٹخا۔۔

غیض و غضب کے سنگ کوئی ان نجس وجودوں کو درپے درلاتیں، ٹھڈے اور ٹھوکریں مار رہا تھا، فضا میں انکی دھاڑیں اور ہیبت ناک چینخیں بلند ہو کر

اندر بیٹھے ان تینوں نفوس کو کراہٹیں گھونٹ کر سانس دبانے پر اکسا رہی تھیں، گویا جسموں سے اک لمحے میں جان سرکنے لگی۔

جبکہ دیکھتے ہی دیکھتے وہ سارے چھ کے قریب آدمی ڈھیر ہوتے گئے۔

المیرا اور ماہ سخت خوفزدہ ہوئے اک دوسرے میں دبکی ہوئیں تھیں جبکہ ہادی سکندر کے بارے یہ سب جان کر ماہ نور کا دل کانپ اٹھا وہیں المیرا رونا روکے بس باہر ہوتی جھڑپ کو سمجھنے کی کوشش میں تھیں۔

ماہ کی سسکیاں بلند ہونے پر المیرا اسے تسلی دیے، باہر دیکھنے کی کوشش کر رہی تھیں مگر وہاں یکدم خاموشی چھا چکی تھی۔

تبھی خود ہی زخمی ماتھے سے بہتا خون صاف کرتا ڈرائیور، اپنی گن جو اس آدمی کے ہاتھ سے واپس اسی کی گود میں آ گری تھی، مضبوطی سے پکڑ جماتا ڈرتے ڈرتے باہر نکلا، سڑک سنسان تھی اور سڑک کنارے چھ عدد

مسٹنڈے بے سدھ پڑے تھے اور چھٹے مردود کی ٹانگ کے پاس پھڑ پھڑاتا ہوا کاغذ منہ چڑا رہا تھا۔

"مما ہادی۔۔۔و۔

وہ ان لوگوں ک۔۔ے پاس"

سخت روتی، سر تا پیر کانپتی ماہ کی آواز پر المیرا ابھی ہوش کی دنیا میں واپس آئیں، وہ کانچ چبھنے کے درد کو بھلائے بس ہادی سکندر کے بارے ان لوگوں کی بات سوچ تڑپ رہی تھی۔

"پرویز، سب ٹھیک ہے ناں بچے۔ کیا ہوا ہے باہر؟"

المیرا نے ماہ کے آنسو پونچھ پر باہر جھانکتے پوچھا تو پرویز ایک کاغذ انکو تھما رہا تھا جبکہ باہر برپا ہوتی قیامت کے تھم جانے کا اندازہ المیرا اور ماہ کو بھی تھا۔

"بی بی سائیں، باہر چھ مسٹنڈے بے سدھ پڑے ہیں، اسکے علاوہ کسی بندے کا نام ونشان بھی نہیں۔ یہ کاغذ بھی ہے"

پرویز کے ہونق ہو کر بتانے پر وہ دونوں بھی بری طرح چونکیں، ڈر بھی رگ رگ میں اترا۔

المیرا نے کانپتے ہاتھوں کے سنگ پرویز کا بڑھایا کاغذ پکڑا۔

"ہادی سکندر بالکل ٹھیک ہے، پریشان مت ہوں۔ نہ ہی ان لوگوں کے مطالبے کو سنجیدہ لیں۔ کچھ دیر تک وہ خود آپ سے رابطہ کر لے گا۔ بے فکر ہو جائیں اور گھر واپس چلے جائیں"

اس کاغذ پر لکھی تحریر کو پڑھ کر ہچکیاں بھر کر روتی ماہ بھی آنسو پونچھے، آنکھیں رگڑتی سیدھی ہو کر بیٹھی جبکہ المیرا کے ماتھے پر برہمی کے سنگ شکنیں ابھر آئیں۔

"کیا بکواس ہے یہ، پہلے جان نکال لو بعد میں آنکھوں کے نیچے بچا کر غائب ہو جاو۔ حد ہے بھئی۔ چلو پرویز۔ پہلے ہوسپٹل چلو۔ ماہ کی بازو زخمی ہے اور تمہارا ابھی خون بہہ رہا۔ باقی معاملہ میں خود ہادی سے پوچھ لوں گی۔ مجھے تو سمجھ نہیں آرہی کہ ہوا کیا ہے ابھی"

سخت جنجھلاہٹ میں لپٹی المیرا سخت برہمی سے بولیں جبکہ پرویز فرمابرداری سے حکم کی تعمیل کے لیے گاڑی کھولے سیٹ سنبھالتے ہی گاڑی اسٹارٹ کر گیا جبکہ المیرا نے دکھ سے ماہ کی کلائی چھوئی جو بڑا سا کٹ لگنے کے باعث خون آلود تھی۔

خود ماہ بھی کچھ سنبھل گئی مگر اسکا دل ابھی بھی بری طرح کانپ رہا تھا، جب تک ہادی کو دیکھ نہ لیتیں وہ دونوں ہرگز پرسکون ہونے والی نہ تھیں۔

..______________________..

"مہرو آپی کے چلے جانے سے تو گھر سونا ہو گیا ہو گا ناں، لیکن خوشی کی بات ہے وہ اپنے گھر چلی گئیں۔ اللہ انکو آباد رکھے"

مہرو کی رخصتی کے بعد وہ واپس سائیٹ پر آ گیا تھا اور مبین ان دو کو آغازی کام سونپ کر خود شام سے غائب تھا۔

جبکہ آج صرف اس جگہ کی صفائی ستھرائی ترتیب لائی گئی تھی، خاص کر جھیل میں موجود گندگی اور مٹی کا ڈھیر نکالنے پر کئی گھنٹے لگ چکے تھے۔

سبز اور نیلے پانی کو آلودگی کے اجسام سے پاک کرنے کے لیے ایک الیکٹرک مشین نسب کی گئی تھی۔

ابھی آج کا کام تو مکمل ہو گیا تھا مگر وہ دونوں مبین کے منتظر تھے جو ابھی تک نہیں پہنچا تھا، جبکہ اس کھلی جگہ نکل آتے چاند کا روشن عکس جھیل سے منعکس ہوئے مان اور شاہ ویر کی آنکھوں کو چمکا رہا تھا۔

ماں کے پوچھنے پر جہاں شاہ ویر نے سر اثبات میں ہلایا وہیں وہ ماں کی دعائیہ باتوں پر اسے نظر بھر کر دیکھتا رہا۔

تب تک جب تک ماں نے خود جھیل پر جمائی آنکھیں اٹھائے شاہ کی اور نہ جمائیں، وہ رسان سے نظر چراتا، سیاہ آسمان کی وسعت پر چمکتے چاند کو دیکھنے لگا۔

"آمین، جلد نیلم بھی چلی جائے گی پھر تو بالکل ویرانی چھا جائے گی۔ بیٹیاں جتنی پیاری ہوتی ہیں، اتنی ہی سنگین جدائی دے کر اپنے گھر جا بستی ہیں۔ یہی دستور ہے۔

ویسے نیلم کو چلتا کرنے کے بعد یقیناً اب اماں بابا کا پریشر مجھ واحد بچ چکے چھرے پر آ جائے گا۔ میری تو خیر نہیں"

اولین بات وہ کسی ان کہی اداسی میں مبتلا ہو کر بولا تو آخری پر جی بھرے شرارت پر اُمڈتا نظر آیا اور اسکے رک جانے پر ماں بھی مسکراتی ہوئی قدم روکے اس سے کچھ فاصلے پر روبرو آن رکی۔

اب چاند کی روشنی، اکا دکا درختوں کی اوٹ سے ہوتی ہوئی ان دو کے سراپوں پر پڑرہی تھی جبکہ یہاں جگہ جگہ لائٹنگ کا بھی انتظام ہو چکا تھا۔

کیونکہ یہاں کا کام چوبیس گھنٹوں میں صرف چار گھنٹے رکنا تھا، مبین کی خواہش تھی کہ چار ماہ کے اندر اندر اسکا گھر مکمل ہو جائے۔

"اچھی بات ہے ناں، آپ بھی کوئی ہم سخن لا کر گھر کی ویرانی سمیٹ دیجئے گا۔ والدین تو ہر اولاد کا گھر بسا ہوا چاہتے ہیں"

وہ اسے تکتی سادگی سے مشورہ تھما رہی تھی اور وہ ماں کی ذات کی گہرائی جانچتا ہوا مبہوت ہو رہا تھا۔

وہ اپنی شخصیت میں اک سحر رکھتی تھی، اک ٹھہراو تھا اس میں، اک کشش جو شاہ کو اتنا سب کھونے کے باوجود محسوس ہوئے کوئی نیا احساس بخش جاتی تھی۔

"ہم سخن کہاں سے ملے گی مان؟"

وہ اسکی آنکھوں میں تکتا پر اسراری سے بولا، جبکہ مان ابھی کل ہی تو اس کے کہے لفظوں سے بری طرح پریشان ہو گئ تھی، وہ لفظ ابھی ازبر تھے کہ یہ بندہ پھر سے مان سے نیا سوال کر رہا تھا۔

وہ کچھ بول ہی نہ پائی، ہلکے گلابی رنگ میں نہائے ہونٹ ہکلانے پر پھیلے۔

"دنیا بہت بڑی ہے، آپکے معیار کی بھی ضرور کوئی ہو گی"

پھر اپنی حالت کا احساس کیے وہ خود کو کمپوز کرتی توجیہہ دے گئ، جبکہ اس جھنجھلائی، بوکھلائی کیفیت میں تیز تیز دھڑکتے دل کو قابو کرنے میں ہلکان مان، اسکی آنکھوں کے حصار میں مقید ہوئی۔

"میرے خیال میں معیار کا پتا بھی ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار کر چلتا ہے، مجھے اس بات کو پرکھنے میں آپ مددگار ہو سکتی ہیں مان۔ میرا مطلب آپ پرکھیں اور بتائیں کہ میں کس معیار کی ہم سخن کی تلاش میں ہوں"

وہ بنا مان کو براہ راست بہت سے اقرار بخشے، پس پردہ رکھ کر ایک پیشکش کر رہا تھا، جسکی نرم مانگ نے مان کی گھبراہٹ دور کیے حوصلہ بہم پہنچایا۔

"یہ ایک مشکل ٹاسک ہے"

وہ متذبذب ہوئے، بالوں کی لٹ کان کے پیچھے اڑسائے تھوڑی ہچکچائی۔

لیکن بہت پیاری لگی۔

"آسان چیلنجز کا مزہ تھوڑی آتا، چلیں ایک کام کرتے ہیں۔ جب تک ہم ساتھ اس جگہ کو تعمیر کروا رہے ہیں تب تک ایک دوسرے کی جنس فراموش کیے دوست بن جاتے ہیں۔ مطلب جو بھی ایک دوسرے کے بارے سمجھ آئے وہ پوری سچائی سے ایک دوسرے کو بتانا ہے۔۔۔ ممکن

ہے اس جگہ کے تعمیراتی کام کی تکمیل کے ساتھ ہم دو کی تلاش بھی مکمل ہو جائے۔ مسنگ پزل پیس مل جائے"

وہ بہت سادہ مگر پر اثر انداز میں مان کے دل کی دنیا ہلا گیا تھا، وہ تھوڑی بے چین تھی، جو بھی تھا وہ اسکے دل کو مانوس لگتا تھا، شاہ ویر کی ہر بات مان کے لیے بلاوجہ اہمیت کی حامل ہو جاتی تھی۔

اسے مبین کے ان دو کو ساتھ اس کام پر لگانے کی کچھ کچھ سمجھ آ رہی تھی جبکہ شاہ ویر ملک تو چاہتا ہی مان خلیل سکندر کے دل کو تسخیر کرنا۔

جناب کی گہری آنکھوں کا مرکز اب بھی مان کا بوکھلایا چہرہ تھا، وہ گم سم سی نا جانے کیا سوچنے بیٹھ چکی تھی۔

پر اسکی آنکھیں، شاہ ویر کی پر سکون مسکراہٹ کی جانب دل بستگی سے جمی تھیں۔

وہ یہ اعتراض بھی نہیں کر سکتی تھی کہ مرد اور عورت دوست نہیں ہو سکتے، جناب نے مزاحمت کا موقع کہاں دیا تھا، سرے سے جنس ہی فراموش کروا دی۔

"ٹھیک ہے، مجھے یہ چیلنج منظور ہے۔ سنیں شاہ ویر! پیٹ میں چوہے کود رہے ہیں۔ یہ مبین ہمیں ڈنر کروانے کا لارا لگائے خود پتا نہیں کدھر رفو چکر ہو گئے۔ پلیز کھانا کھلا دیں ورنہ گر پڑوں گی"

دن کو مبین ہی اسے کھانا کھلائے واپس چھوڑ کر گیا تھا اور تب سے اب تک وہ یہیں کام دیکھنے میں مصروف تھی اور جس پر اعتمادی سے اس نے چیلنج قبول کیا وہ تو تھا ہی فرحت بخش مگر جیسے وہ شاہ کو پکار کر بے تکلفی سے اس چیلنج کی ابتداء کیے منمنائی، وہ ہنسے بنا کیسے رہ سکتا تھا۔

اور جناب من کی دل لبھاتی مسکراہٹ، مان کو بھی خجل سا ہو جانے اور من ہی من میں مسکانے پر مجبور کر گئی۔

مبین عارض سکندر کہاں تھا آج؟ کچھ تو گڑ بڑ تھی عزیزم!

..________________________..

بیس سیکنڈ کے اندر اندر کن پٹی پر گن رکھنے والے نجس آدمی کو گندگی کا ساکت ڈھیر بنانے کے بعد وہ چہرے پر اخیر دل جلاتی، خون کھولاتی مسکراہٹ لیے محظوظ تاثرات کے سنگ ہادی سکندر کی اڑی ہوائیاں ساتھ چلتا ہوا دیکھ رہا تھا۔

اس ریڈ زون ایریا سے وہ اسے بازو سے جکڑے باہر لا چکا تھا جبکہ ہادی سکندر کا ذہن معاوف اور حسیں اس کچھ قبل پہلے ہوتی بے یقین کاروائی پر مفلوج ہو چکی تھیں۔

"بالکل ہی ڈنگر ہو تم ہادی سکندر، دن کو تو سالار خان کے سامنے بڑکیں مار رہے تھے اور انھیں انکی غلطی پر کوس رہے تھے۔ اور اب خود کیا کر رہے

ہو؟ موت کے منہ میں نہ صرف خود آگئے بلکہ ماں اور بیوی کو بھی جھونک دیا۔ دل کر رہا دو کان کے نیچے لگا ہی دوں"

ابھی وہ مبین عارض سکندر کی نظروں سے تلملایا ہی تھا کہ کچھ پار اندھیرے کی اوٹ سے نمودار ہوتے بلیک ہڈی میں دبکے ہوئے بلاول کو دیکھ کر ہادی سکندر سر تا پیر سلگا، جبکہ عقب سے سختی سے بھرپور آواز سنائی دینے پر ہادی سکندر نے عین سامنے آکر رک جاتے بلاول کو پرے دھکیل کر اس جانب رخ کیا جہاں سے مبین نہ صرف نمودار ہوا بلکہ سرد نظریں سر تا پیر حواس باختہ ہوچکے ہادی سکندر پر ڈالتا عین اسکے روبرو آن جما۔

جبکہ یہ جملے ہادی سکندر کے ذہن پر کوڑے کی مانند برسے۔

سب سے پہلا سوال بلاول کون تھا؟ جس نے ہادی کو اس نجس گن مین سے بچائے، اس ریڈ زون سے باہر نکالا تھا وہ مبین ہی تھا یا کوئی پاور؟ پھر مبین

عارض کیسے بروقت اسے بچانے ایک بار پھر پہنچ گیا؟ اسے سالار خان اور ہادی کی خفیہ باتیں کیسے پتا چلیں۔

ہادی سکندر کے اندر نا سمجھی نے قیامت برپا کی تھی۔

"تم۔۔۔ تم کیا کہہ رہے ہو۔ ماہ اور المیرا کو کیا ہوا۔۔۔ اور تم سالار خان سے میری ہوئی بات کیسے جانتے ہو۔ بولو مبین آخر تم کیسے مجھ تک اور میرے ہر راز تک پہنچ جاتے ہو۔۔۔۔ پلیز ٹیل می"

ہیجانی انداز میں وہ مبین کو شانوں سے جکڑتا، بدحواسی اور بے یقینی کے سنگ غرایا، دل تو ماہ اور المیرا کا سوچ کر ہی پھڑک اٹھا تھا۔

"ماہ نور بہن اور المیرا آنٹی ٹھیک ہیں لیکن ذرا سی دیر ہو جاتی تو ان دونوں کی جان جا سکتی تھی ہادی سکندر"

مبین کے جواب دینے سے پہلے بلاول بول پڑا جبکہ اسے سختی سے گھور کر ہادی سکندر نے خاموش کروایا اور وہ جواب طلبی کے لیے ہنوز مبین عارض سکندر سے جواب دہی کرتے پھنکارا۔

"سن لیا؟ آخر تم کب تک خود سے جڑے لوگوں کو تکلیف پہنچاو گے۔ بولو! خطرہ جاننے اور محسوس کرنے کے باوجود موت کی گھپا میں جانا کہاں کی عقل مندی ہے۔ مجھ سے لاکھ درجے ذہین و فطین ہو کر بھی تم مجھے اپنی بچگانہ حرکتوں سے ہمیشہ مایوس کرتے آئے ہو"

وہ ہادی سکندر کی الجھن مزید بڑھاتا، اسکے سوالوں کو ہر ممکنہ رد کیے افسوس جتا رہا تھا جبکہ ہادی سکندر کے دماغ کی نسیں پھٹنے کے قریب چلی آئیں۔

"میں نے پوچھا تم یہ سب کیسے جانتے ہو مبین عارض سکندر؟"

وہ بنا مبین کی نرمی کی پرواہ کیے دانت نکوس کر غرایا۔

جبکہ بلاول کچھ فاصلے پر کھڑا خاموشی سے دونوں کے تلخ اور سلگتے مکالمے پر غور و فکر کر رہا تھا۔

"یہ اہم نہیں"

وہ سنجیدہ ہوئے ہادی کا سوال دوبارہ رد کر گیا۔

"نہیں چھوڑ سکتا، تمہارے پاس کوئی پاور ہے ناں؟"

بپھرے ریچھ کی طرح نتھنوں کو پھلائے وہ مبین کا گریبان جکڑے دھاڑا تھا۔

"بکواس کر والو بس تم سے، ہٹو پیچھے۔۔۔ہاں پاور ہے لیکن وہ جو ہر انسان کے پاس ہے۔ تم جیسے بے عقل اسے جذبات میں آکر گنوا دیتے ہیں"

الٹا مبین اسکی حرکت پر تپا، اسکے سختی سے جیکٹ کے گلے پر جکڑے ہاتھ پرے جھٹکے۔

"مطلب؟"

وہ زرا بھی اپنی ہٹ دھرمی سے پیچھے نہ ہٹا۔

"اتفاقاً سالار خان سے ملاقات ہوئی تھی کم عقل مینٹل انسان، تمہاری فکر تھی تو سوچا سالار خان سے جا کر کیس کے متعلق بریفینگ لوں۔ لیکن وہاں جا کر اس تھانیدار کی حالت زار بنا بتائے بھانپ گیا۔ یہ بلاول تمہاری طرح ہی سالار خان کا قانونی مخبر ہے لیکن تم جانتے ہو گے کہ تمام مخبر ایک دوسرے کو نہ ملے ہیں نہ جانتے ہیں جسکے باعث تمہارا اور بلاول کا تعارف یا سامنا نہیں ہوا، اسی نے تمہارا پیچھا کیا اور بروقت مجھے خبر پہنچائی۔ نہ صرف یہ بلکہ تمہارے منہ اٹھا کر یہاں آجانے پر یہ لوگ پہلے ہی ایکٹیو تھے اور ماہ اور المیرا آنٹی کو راستے میں روک کر تمہاری نیم مردہ حالت کا بتا کر تمہارے لیپ ٹاپ کو ہتھیانا چاہتے تھے۔ جبکہ سالار خان پر آج کی سماعت کے بعد اتری تمہاری برہمی بھی بلاول ہی نے مجھے بتائی۔ اب تم خود فیصلہ کرو کے میرے پاس کونسی پاور ہے، اور سالار خان کی غلطی بڑی ہے یا تمہاری"

زمانے کی سختی سے بھرپور مبین عارض کی بھوری آنکھیں جن میں حد درجہ افسوس درج تھا، وہ ملامت کرتا ہوا ہادی سکندر کے حواس جنجھوڑ گیا، جبکہ ہادی کی اتنی بڑی غلطی پر مبین سخت غصے میں تھا، پیشانی پر عتاب و دکھ نے نمی لا دھری تھی اور کبھی نہ غصہ ہوتی آنکھیں آج غضبناک ہو رہی تھیں۔

"تو تم میرا یہ راز بھی جان گئے کمینے"

ان سارے ہولناک انکشافات پر ہادی کا بس نہ چلا، اس بندے کا منہ توڑ ڈالے، جبکہ ایسی یاری اور پیار پر تو بچارے بلاول کا دل بھی ہنسنے کا کیا۔

"ظاہر ہے لیکن میرا کہا برقرار ہے کہ میں تمہیں نہیں جانتا، تم کب کس وقت کیا کر گزرو کچھ خبر نہیں۔ لیکن اب تمہارے ساتھ ماہ نور جڑی ہے۔ اپنی بہن کو موت کے منہ میں نہیں چھوڑ سکتا۔ تبھی بلاول کو انکے پیچھے بھیجا تھا، کہا بھی تھا اپنا دھیان رکھنا، گر تم یہ سب مبین عارض سکندر کو آزمانے کے لیے کر رہے ہو تو بہت سنگین طریقہ ہے۔ تم مجھے آزماؤ عبد الہادی

سکندر لیکن خود کو یا کسی پیارے کو اس آزمائش کی بھینٹ مت چڑھاو۔ تمہاری طرح وہ بھی میرے دل کا ٹکڑا ہے۔ میں کہاں تک تم پر چلتے تیروں کی ڈھال بنوں گا۔ تم خود ہوش کے ناخن لو"

وہ اس بد تمیزی کی حد تک بد مزاج ہوتے ہادی سکندر کی ہر کوفت، تکلیف اور بے بسی اپنے نرم لہجے میں ادا لفظوں سے ہلکی کر گیا، مبین عارض سکندر کی اب وہ کونسی آزمائش لیتا بھلا، جس نے ہادی سکندر کو سات پردوں میں چھپا ہو کر بھی ڈھونڈ لیا تھا۔

آٹھ سال بھک سے ہادی سکندر کی زندگی سے اڑ گئے، آٹھ سال کی ساری تکلیف دور ہو گئی۔

آٹھ سالوں بعد اسکا پہلی بار دل چاہا وہ مبین عارض سکندر کے گلے جا لگے مگر خود بینی حاوی تھی، انا قدموں کی زنجیر تھی تو کہاں اتنی جلدی وہ پتھر، موم بن کر پگھلتا۔

آنکھوں میں کرچیاں سی سمیٹ کر نظریں پھیر گیا۔

"تم بہت پہنچی ہوئی شے ہو مبین، میں عاجز آ گیا تم سے۔ میں عاجز آ گیا تم سے اپنی بے فائدہ جنگ لڑتے لڑتے"

بے بسی جتاتے بھی وہ وکھرا شخص دانت کچکچا کر رہ گیا جبکہ دوسری جانب بلاول نے مسکرا کر مبین کی سمت دیکھا اور اجازت طلب کی، مبین کے سر ہلانے اور مشکور نظروں کے سنگ دیکھنے پر بلاول اپنی ایک اور ذمہ داری مکمل کرتا وہاں سے چلا گیا جبکہ اب مبین عارض سکندر کی ساری توجہ رخ موڑ کر نروٹھے پن سے اعتراف کرتے یار کی جانب مبذول ہوئی۔

"ماہ اور المیرا واقعی ٹھیک ہیں ناں؟"

بے چینی کے سنگ وہ خود کو مضبوط کیے پلٹا تو مبین کی مہربان نظروں کے حصار میں یہ جملہ ادا کرنے کے بعد فوراً چہرے پر سختی لے آیا۔

بلاول اسے کال کیے تمام بریفنگ پہلے ہی دے چکا تھا، ماہ اور المیرا کی خیریت کے ساتھ ڈرائیور کے زخمی ہونے کی اطلاع سمیت۔

"ہمم۔۔ماہ کی بازو پر گاڑی کا شیشہ چوٹ لایا تھا ایسا بلاول کو شک پڑا۔ جبکہ وہ تمہارا پرویز نامی ڈرائیور بھی تھوڑا زخمی تھا۔ بلاول وہاں زیادہ نہیں رک سکا، ان لوگوں کی عقل ٹھکانے لگاتے ہی مجھے حالات سے باخبر کرنے وہاں سے نکلتے ہی یہاں واپس آگیا کیونکہ مجھ سے جڑے ہادی کی اسے بھی فکر تھی۔ اب تم جاو گھر۔ اس سے پہلے المیرا جوتا لے کر تمہاری تلاش میں یہیں آجائیں۔۔۔"

ہادی کی کوفت اور بے بسی کا احساس کرتا وہ خود ہی اسکا مزید امتحان لینے کے بجائے بہت نرمی سے گھر واپسی کا مشورہ تھما گیا جس پر ہادی سکندر نے سر جھٹکا، اسے تو آج کہیں اور جانا تھا۔

"مجھے ہوسپٹل جانا تھا، اہم کام کے لیے"

وہ سنجیدگی کے سنگ انکار کرتا مبین کے ماتھے پر بل لے آیا۔

"گویا پہلے ہی ہسپتال میں بستر بک کروار کھا تھا لاٹ صاحب نے، آہ ہادی آہ، مطلب تم چیز کیا ہو۔"

مبین کا جی چاہا اپنا ہی سر پیٹ ڈالے جبکہ مبین کی اس ٹھنڈی جگت پر ہادی نے اسے اپنی زرد آنکھوں سے سلگ کر گھورا۔

"تمہاری ذہنی اذیت ہوں میں سمجھے، اور مزید میرے معاملات میں مت گھسنا ورنہ تمہاری ناک پھوڑ دوں گا"

تلملا کر رعب جھاڑتا وہ مبین کی سلگانے کی زراسی کوشش پر سر تا پیر بھڑک اٹھا جبکہ مبین صاحب اب محظوظ ہو کر ہنستے دیکھائی دیے۔

حالانکہ مقابل کی شعلہ باز نظروں اور سرد مہر لہجے سے اسے کانپ جانا چاہیے تھا۔

"اچھا چلو ہوسپٹل ڈراپ کر دوں تم کو، اس وقت کوئی لفٹ نہیں ملے گی"

بپھر کر آگے بڑھتے، گھنے جنگل سے باہر نکلتے ہی ہادی کے ناک کی سیدھ میں چلنے پر وہ بھی ہمقدم چلتا، پیشکش کرتا بولا، کچھ ہی فاصلے پر مبین کی گاڑی دیکھائی دینے لگی جبکہ ہادی سکندر جبڑے بھینچتا رک کر مڑا اور ابرو آچکا کر مبین عارض سکندر کے سکون کو ملاخظہ کیا، گویا تن من میں انگارے دہک گئے تھے۔

"براہ مہربانی دفعان ہو جایئے مبین عارض صاحب، کیوں اس وقت اپنی عزت کی لسی کروانا چاہتے ہیں۔ مجھے اکیلا رہنا ہے سمجھے۔ تم سے بعد میں حساب چکتا کروں گا۔ یہ تم نے نکاح والا بدلہ لیا ہے ناں۔۔۔ میں نے تم پر حق جمایا تھا اور۔۔۔"

آنکھوں میں تاسف سا بھرے وہ بہت بے اختیار ہوئے ناچاہتے ہوئے بھی تلخ ہوا جبکہ اسکی آخری بات مکمل ہوتے ہی مبین نے بڑے سکون سے جناب کی بات کاٹ دی۔

"اور میں نے تم پر جمالیا، اب کوئی مزید حساب چکتا ہونا باقی نہیں۔مجھے خوشی ہے تم مرتدین کے خلاف جنگ لڑتے سپاہی ہو ہادی، مجھے فخر ہے تم پر لیکن یہ سب مشکلات لاتا ہے۔ کم از کم مجھے جانے سے پہلے یہ گارنٹی دو کے تم اپنی اور ماہ کی حفاظت کروگے۔ تم خود کو خود سنبھال لو گر تو مبین تمہارے کسی معاملے میں دخل نہیں دے گا"

وہ ہادی سکندر کی تڑپ پر خود بھی تکلیف محسوس کر رہا تھا، اور ہادی کا چہرہ ہاتھوں میں تھامے اس سے بس ایک ہی یقین مانگ رہا تھا۔

اور ہادی سکندر کب چاہتا تھا کہ مبین اسے اسکے حال پر چھوڑ دے، اور اسکے کسی معاملے میں دخل نہ دے۔

وہ تو چاہتا تھا اسے سنبھالنے کے لیے ہمیشہ مبین عارض سکندر موجود رہے۔

دونوں کے دل ایک سے کرب زدہ تھے۔

"میں نہیں سنبھالوں گا خود کو، نہ تمہیں کوئی گارنٹی دوں گا۔نہ یہ حق کہ تم کبھی میرے معاملوں سے لاعلم ہو جاو۔ تم کیا جانو ہادی سکندر کی خوشی تمہاری توجہ اور حفاظت ہی ہے"

وہ کہہ نہ سکا، مگر آج شدت سے مبین کی اہمیت جتانے پر بیقرار تھا، لیکن مبین عارض سکندر کے دل کو سب خبر ہو چکی تھی کہ کسی نے اسے دل و جان سے تسلیم کیا ہے۔

درد کی لہر گویا دونوں کے وجودوں میں سرائیت کر رہی تھی۔

"ہادی"

وہ بنا کوئی جواب دیے، مبین کو منتظر ہی چھوڑتا آگے بڑھ گیا جب اسکے پکارنے پر جبر ارکا۔

"اب اپنا خیال رکھنا ہادی سکندر، کل میں جارہا ہوں۔ میری حفاظت تو تمہارے ساتھ رہے گی لیکن میں نہیں ہوں گا۔ کم از کم مجھے خود کی تکلیف مت دیکھانا۔ یہ میرے لیے ناقابل برداشت ہو گا۔ میرا دل تمہاری تکلیف پر سوگوار ہو جائے گا۔ مجھے ایسا سخت مت آزمانا، باقی ہر امتحان میں تم مجھے ثابت قدم پاؤ گے۔ یہ مبین عارض سکندر کا وعدہ ہے"

اس دشمن جان کا وعدہ، اس شخص کی تڑپتی بلکتی روح کی راحت تھی، گہری ہوتی رات کے ساتھ وہ بھی تو گہرائی میں ڈوب گیا تھا۔

اس نے بارہا سر جھٹکا مگر چاہ کر بھی دل نہ جھٹک سکا، تیکھے ابرو اٹھائے مڑ کر دیکھا، اک آخری شکوں کناں نظر مبین پر ڈالی اور واپس پلٹ گیا۔۔

ہادی سکندر کی آنکھوں میں پنپتی بے بسی، یار کا دل چیر گئی، حلق پر چھری سی لگی۔

لیکن اس سب کے بیچ معدوم ہوئی روایت زندہ ہو گئی تھی، مبین عارض سکندر نے دلداری سے پہلے یاری کے سب فرض نبھا دیے تھے۔

وہ پھر بھی چلا گیا، مبین عارض سکندر اسے جاتا، اور گہرے مہیب اندھیرے میں ڈوبتا دیکھتا رہا، لیکن اب مبین کے چہرے پر پہلے سے دگنا سکون براجمان ہو چکا تھا۔

..________________________________..

"مجھے اچھا لگا تمہاری شام کے پہر لوٹ کر، اب وہ حق کب دو گی کہ میں تمہارا ہر لمحہ اپنا بنا کر جی سکوں۔ یا تو میرا ہونے کا دن بتا دو یا آزمائش کا وقت۔۔۔ تمہارے اصولوں کی شان میں گستاخی ہو گی لیکن یہ سچ ہے امل،

میں ہر ممکنہ جلدی تمہارے ساتھ پورے حق سے زندگی گزارنا چاہتا ہوں، میں تم سے دور نہیں رہ سکتا"

خاموشی سے سفر کٹا اور شام کی ملگجی روشنی نے رات کی تاریکی کا دامن تھام لیا، وہ اسے جلال پاشا کے لاہور والے ہی گھر پہنچائے، جانے سے پہلے خوشبو جیسی حسرت اس لڑکی کے دامن سے باندھ دینا چاہتا تھا۔

وہ جلد از جلد امل کو اپنا بنا کر اسکے سارے دکھ بانٹنا چاہتا تھا جو اس لڑکی کے دل پر گراں بوجھ بنے تھے۔

وہ چاہتا تھا امل کے دل کے سارے غبار دور کر دے، وہ اسے ہاتھ پکڑنے کا حق سونپے تو وہ اسے اپنے وجود کی گہرائیوں تک بسا لے، اور بتائے کہ عبداللہ عارض سکندر کی محبتوں کی اکلوتی حق دار صرف وہ ہے۔

اسکا وہ غلط نظریہ درست کرے جو وہ کٹھور زندگی کے سرد تھپیڑوں کی زد میں آئے بنا بیٹھی تھی اور ان پر پہاڑ سی جمی تھی۔

دھیمے جذب سے لبریز لہجے میں وہ یوں بولا کہ وہ افسردگی سے مسکرادی۔

اک بھرپور نگاہ، عبداللہ کی اور جمائی۔

اسے محسوس ہوا وہ شخص اسکے دکھوں سے نا آشنا نہیں، اسکی محرومیوں سے بے خبر نہیں، نہ اسکے بچپن کی اداسی کو فراموش کرتا ہے۔

نہ ماں باپ کے بھرپور پیار کی کمی کے ساتھ پروان چڑھتی امل کے تلخ نظریے جھٹلاتا ہے، بلکہ بند آنکھوں سے امل کے مفروضے مانتا ہے۔

"میں آزمائش بنا وقت تعین کیے لیتی ہوں، تمہاری بھی اچانک کسی بھی لمحے طے ہو جائے گی۔ لیکن مجھ سے روائیتی لڑکیوں جیسے احساسات امید مت کرنا نہ یہ حسرت پالنا کہ امل تمہیں کبھی بھی دیکھ کر شرمائے گی۔ میں دبنگ ٹائپ شے ہوں اس لیے یہ تمہارے اظہار زیادہ تر بیکار جائیں گے۔ بٹ پھر بھی مجھے تمہاری باتوں کو سن کر غرور سا محسوس ہو رہا ہے۔ مجھے جو بھی محسوس ہو گا میں تمہیں ضرور بتایا کروں گی۔ فی الحال مغرور سی امل

برداشت کرو۔۔۔۔اور آزمائے جانے کے لیے بے قرار مت ہو، جب ہوئی تو دہل جاوگے"

گاڑی کا دروازہ کھولے، وہ پچھلی سیٹ پر سے اپنا بیگ اٹھاتی، قدرے تفاخر سے گویا ہوئی، بلکہ اترائی، محبت کی دھیمی دھیمی آگ اس لڑکی تک اپنی تپش بہم پہنچارہی تھی تبھی تو بدلے بدلے سرکار نظر آرہے تھے۔

وہ جیسے مسکراہٹ دباتی عبداللہ کی خود پر گہرائی سے جمی نظروں سے خفیف سی بے چین ہوئی یہ جناب من کو بہت سے خاموش اظہار سونپ گئی۔

اور اس دبنگ شے کو شرمانے پر کیسے مجبور کرنا ہے، یہ اس منجھے کھلاڑی کے دائیں ہاتھ کا کام تھا تبھی تو وہ محترمہ کے بھرم دیکھ کر خوشگوار سی کیفیت میں مبتلا محسوس ہوا۔

"میں چاہتا ہوں تم مجھے دہلا دو، پلیز جلدی"

اس حسین لڑکی کی اور منصوعی پیچارگی کے سنگ اپنی حقیقی خواہش ارسال کیے وہ امل کی ہنسی کی وجہ بن گیا۔

جبکہ اس باولے بندر کی بے اختیاریوں سے نالاں وہ دل ہی دل میں پیچ و تاب کھا گئی۔

"تم میرے ہاتھوں مر جاوگے باولے بندر"

دانت پیس کر وہ بولی، تلملاتی ہوئی۔

"میں تمہارے ہاتھوں مر چکا ہوں نک چڑھی"

جبکہ مقابل ازلی مخصوص فدائی لہجے میں جگمگاتی مسکراہٹ سمیت شرارت بھرا جواب آیا تھا۔

"تبھی تو، تم انسان نہیں بھوت ہو۔۔۔اب کٹو ادھر سے۔"

بروقت سوچتی وہ اسے ہری جھنڈی دیکھائے منہ بگھاڑے پلٹی جبکہ عاشق ناتواں عادت سے مجبور پھر پکار بیھٹے۔

"آئی لوویو امل"

اپنے تیئں ونڈو سے جھک کر اندر جھانکتی امل پر دھماکہ کیے وہ بے باک ہوا جبکہ مسکراہٹ دباتی وہ ہاتھ سے دفع دور کا اشارہ کرتی اس بار نہ صرف پلٹی بلکہ اپنے پیچھے بلند ہوتے عبداللہ کے قہقہے پر خود بھی مسکراتی ہوئی بھاگ کر دروازہ خود ہی کی سے ان لاک کیے اندر بڑھ گئی جبکہ امل کی یہ ادا بھی جناب کا دل دھڑکا گئی۔

وہیں دوسری جانب ڈنر کے لیے خوبصورت سے ڈھابے کا انتحاب حسین تر رہا تھا، یہ بھی شاہ ویر نے مان خلیل سکندر کی نیچر پر کھتے ہی چنا۔

اسے علاقائی رنگ جھلکاتا ہوا عام سا فوڈ پوائیٹ کہنا زیادہ بہتر تھا، جہاں آنے والے لوگ سادہ، جہاں کھانا پروسنے والے لوگ نفیس تھے اور سب سے

اہم اور خوبصورت چیز کہ یہاں دو جنس فراموش کر دیتے ہم نوا ایک ساتھ آ بیٹھے تھے۔

"کیا کھائیں گی؟ یہاں زیادہ بڑی رینج نہیں مگر جو بھی بنتا ہے کمال بنتا ہے۔ انگلیاں چاٹنے کی حد تک لذیز۔ بابا اکثر ہم سبکو یہیں لاتے ہیں۔ یہ جگہ انکی پسندیدہ ہے"

بیرے کو مسکراہٹ کے سنگ بلائے وہ اس سادہ لوح جوان کے خوش دلی سے پاس آکر کھڑے ہونے پر ادھر ادھر طائرانہ نگاہ ڈالتی ماں سے مخاطب ہوا تو وہ چونک کر متوجہ ہوئی۔

"یہ ماحول بہت پر سکون ہے، رات کے اس پل اک خاموشی سی ہے۔ سچی بتاوں تو ایسی جگہیں پسندیدہ جگہوں میں جلد شمار ہو جاتی ہیں۔ رہی بات کھانے کی تو وہ منگوا لیں جو آپکو لگتا ہے یہاں سب سے بہترین بنتا ہے"

اپنے ذہن و دل کو مطمئین محسوس کیے وہ بلا جھجک اپنی بات کہے شاہ کو دیکھنے لگی جو اس چھوٹو نامی لڑکے کو دال مکھنی اور چپلی کباب کے ساتھ زیرے والے نمکین چاول لانے کا کہہ رہا تھا، ساتھ سلاد، دہی اور پودینے کی چٹنی یہاں ہر لکڑی کے میز پر سٹاٹر کی صورت کھانے سے دو منٹ پہلے ہی رکھ دی جاتی تھی۔

"یہ یہاں کا سگنیچر فوڈ ہے، مبین بھائی بھی پہنچنے والے ہیں ابھی میسج آیا انکا۔ دیر کے لیے معذرت کر رہے تھے"

اس سادہ سے مگر بہت مزیدار کھانے کی اہمیت کے ساتھ ساتھ وہ فون پر کچھ قبل پہلے مبین کے پیغام کی وصولی کا بھی ذکر کر گیا جس پر مان مسکرا دی۔

"ضرور کسی اہم کام میں مصروف ہوں گے تبھی دیر کر دی، ورنہ وہ اپنی بات ہمیشہ پوری کرتے ہیں"

مبین کے بارے بات کرتی وہ الگ ہی خوشی میں مبتلا ہوئی جسکو شاہ نے بھی محسوس کیا۔

"ایسا ہی ہے، میں اعتراف کرتا ہوں۔ انسان کو اپنے کہے پر ہمیشہ پورا اترنے کی سر توڑ کوشش کرنی چاہیے۔ یہی چھوٹی چھوٹی چیزیں شخصیت کی خوبصورت تعمیر کرتی ہیں۔ مبین عارض سکندر کی شخصیت رول ماڈل سی ہے، کم از کم میرے لیے تو وہ ایک آئیڈل انسان ضرور ہیں۔ بزنس کے حوالے سے بھی اور اب جب انکو ذاتی طور پر جانا ہوں تب بھی انکے اندر کے خوبصورت اوصاف نے مجھے مایوس نہیں کیا"

وہ نرم اور میٹھے لہجے میں اس بندہ بشر کی شخصیت کے سحر کا معترف ہوا، جبکہ ماں کی مسکراہٹ بھی اس اعتراف پر گہری ہوئی۔

"وہ قابل محبت اور ستائش ہیں، میں خود انکو آئیڈیلز کرتی آئی ہوں۔ زندگی کے بہت سے ایسے مرحلے جب صبر اور حوصلہ کرنا پڑا، میں نے انہی سے

مضبوط ہونا سیکھا۔ مما بابا کی کمی ایک لازوال خسارہ تھی لیکن مجھے سنبھالنے میں جہاں عبداللہ کی کوشش رہی وہیں مبین اک فطری جھجک اور فاصلے پر رہ کر میری رہنمائی بنتے رہے۔ مجھے ہمیشہ اکیلے ہونے کے باوجود ایک پوری فیملی کی تسلی دیتے رہے۔ اور جب سے میں یہاں آئی، ہر دن انکی کوئی نہ کوئی ایسی خوبی دریافت کرتی ہوں جو میری مزید رہنمائی بنتی ہے"

شاہ ویر نے دانستہ ہی ذکر چھیڑ کر مان خلیل سکندر کے دل کی بہت سی ان کہی باتیں جان لی تھیں اور اسے یہ کر کے بہت اچھا لگا۔

"صرف آئیڈیلائز کرتی ہیں یا؟"

خود مان اس ٹرانس میں بنا سوچے ہی سب کہہ بیٹھی جبکہ شاہ ویر کے غیر ارادی کیے سوال پر مان نے بے قرار سی نگاہ شاہ کی جانب گمائی، لمحے میں ساری شوخی اور اعتماد گل ہوا، جبکہ مان کے چہرے کی اڑی ہوائیاں، شاہ ویر جیسے ذہین شخص کو بہت کچھ باور کروا گئیں۔

"کچھ غلط مت سمجھیں مان، میرا مطلب یہ تھا کہ کہیں آپ اپنے ہمسفر میں ان جیسی خوبیاں تو نہیں سوچتیں۔ اکیچولی دو بہنو کا بھائی ہوں اور لڑکیاں اپنے ساتھی کے لیے کس قسم کے بڑے بڑے خواب دیکھتی ہیں اسکا تھوڑا اندازہ ہے۔ ہاہاوہ دو تو خلائی مخلوق جیسے دلہے یعنی جو اس دنیا میں نہ پائے جاتے ہوں، سوچا کرتی تھیں، اور آپس کی بات ہے دونوں کو ملا بھی بہترین ہے۔۔۔ بس اس لیے دوستانہ ہو کر آپ سے یہ پوچھ بیٹھا"

عجیب سی تناوزدہ سچویشن محسوس کرتے ہی وہ سنجیدہ سوال کے اثر کو زائل کرنے اور سچویشن میں بدلاو لانے کے لیے خوشگوار اور شرارت بھرا لہجہ اپنائے مان کے ہونق اور رنجیدہ سے تاثرات یکسر بدل گیا اور وہ شاہ کے خوبصورتی سے بات ٹال جانے پر ارے حواس کے سنگ ہی مسکرادی۔

"میں بھی تو لڑکی ہی ہوں، اور ہر لڑکی کی طرح بڑے خواب سجانے میں کیا مضائقہ ہے۔ بہت زیادہ کی امید رکھو تبھی تو زیادہ ملتا ہے"

مان کے فوراً اپنے چہرے کے بوکھلائے تاثرات ضبط کر کے جواب پر شاہ ویر کے چہرے پر حسین مسکراہٹ تھی، تازہ، نرم اور شگفتہ سا احساس گویا دل کو چپکے سے چھو گیا اور رہی سہی کسر ساحر صاحب کی انٹری نے پوری کی۔

وہ ڈھیر سی معذرت کے سنگ حسب وعدہ ڈنر ساتھ کرنے پہنچ چکا تھا، اور مبین عارض سکندر کی موجودگی نے ماحول کو مزید حسین کر دیا تھا۔

..________________________..

حسب وعدہ وہ بھٹکے راہی کی مانند اپنی صحیح منزل پر پہنچ چکا تھا، کل اس نے ڈاکٹر زکریا سے آج رات کی اپائنٹمنٹ لی تھی، ٹیٹو ریموول، ڈی ایچ اے۔ سکن اینڈ لیزر ڈیپارٹمنٹ ہی اسکی آجکی آخری منزل تھی۔

اور حسب وعدہ ڈاکٹر زکریا اس کے منتظر تھے۔

ڈاکٹر زکریا جلد کی قسم اور ٹیٹو کے رنگ کی بنیاد پر اپنی مرضی کے مطابق علاج کرتے تھے اور جدید ترین اور موثر لیزر ٹیکنالوجیز میں سے کسی بھی موضوع ذریعہ کا انتخاب کرتے تھے۔

وہ ہادی کو کل ہی اس علاج کے بارے مکمل بریفنگ دے چکے تھے، کہ اس سخت علاج کے مخصوص اور مطلوبہ نتائج کی کوئی ضمانت نہیں ہوتی ہے۔ عمر، جنس، جلد کی قسم اور دیگر عوامل کی بنیاد پر نتائج مریض سے مریض میں مختلف بھی ہو سکتے ہیں۔

لیکن تمام تر رسک کے وہ اپنے جسم پر بنے دونوں ٹیٹو ختم کروانے کا فیصلہ لے چکا تھا۔

یہ بھی بتایا کہ ہر ٹیٹو منفرد ہوتا ہے اور اسے ہٹانے کے لیے الگ تکنیک کی ضرورت ہوتی ہے جو ہر انفرادی کیس کے مطابق ہوتی ہے۔ عام طور پر ٹیٹو کو ہٹانے کا بہترین آپشن خصوصی لیزرز جیسے Q-switched

ND:YAG لیزر کے ساتھ علاج ہے جو آہستہ آہستہ ٹیٹو کو بغیر کسی داغ کے ہٹاتا ہے۔

ٹیٹو عام طور پر جلد کو مستقل طور پر سجانے کے ارادے سے لگائے جاتے ہیں، لوگ اکثر مختلف وجوہات کی بنا پر انہیں ہٹانا چاہتے ہیں۔ زیادہ عرصہ نہیں گزرا، ٹیٹو ہٹانا بنیادی طور پر سرجیکل تھا اور اس کے نتیجے میں داغ خراب ہو سکتے تھے، لیکن لیزر ڈرمیٹولوجی میں ترقی اب ناپسندیدہ ٹیٹو کو کامیابی سے ہٹانے کے لیے محفوظ اور موثر لیزر تکنیک پیش کرتی ہے۔

آج ہادی کا پہلا ٹریٹمنٹ تھا جو اس بھٹکے ہوئے راہی کا پہلا درست قدم تھا، برائی سے واپس بھلائی کی جانب ہجرت۔

ڈاکٹر زکریا نے اس سے ٹیٹو ہٹوانے کی نہ کوئی وجہ مانگی نہ اس الجھے ہوئے شخص کو کریدا بلکہ اپنے پروفیشنل انداز میں ایک دو گھنٹے کے اندر اندر وہ ہادی سکندر کے مسیحاوں میں شمار ہو گئے۔

بلاشبہ یہ کچھ ساعتیں درد بھری تھیں مگر ہادی سکندر کو ایک بڑی اذیت سے دور کر گئیں، اسے آج یہیں رہنا تھا، کچھ میڈیکیشن تھی جو تین وقت لازمی تھی جبھی زکریا صاحب نے اسے کل دوپہر تک یہیں سٹے کا مشورہ دیا اور شاید وہ خود بھی ایسی ہی تنہائی کا طلب گار تھا جب آس پاس جاننے والا کوئی نہ ہوتا، اجنبیت بھری فضا میں اسکا ذہن بہتر طریقے سے سوچ بچار کر سکتا تھا۔

وہیں ماہ کا پینڈیج کروائے، پرویز کی مرہم پٹی کروائے المیرا گھر تو پہنچ گئیں مگر ان سبکی فکریں ہادی سکندر سے جڑی تھیں۔

ماہ کو ڈاکٹر نے پین کلر اور نیند کی دوا دی تھی جسکے باعث وہ ہادی کا انتظار کرتی روتی روتی سو گئی اور پرویز کی دیکھ بھال پر المیرا نے عارف بابا کو لگایا جبکہ خود المیرا باغیچے میں اضطراری انداز سے چکر کاٹتی ہوئیں مسلسل ہادی کا نمبر ملا رہی تھیں جو تب سے اب تک سوئیچڈ آف تھا۔

مگر پھر ہوسپٹل کے سپیشل لگژری روم میں بیڈ پر کمر ٹیک کر نقاہت کے سنگ لیٹا اپنا فون آن کرتا ہادی، المیرا کی فوراً سے آتی کال پر گہری سانس بھر کر رہ گیا۔

وہ ان سب پر ٹوٹتی قیامت سے بے خبر تھوڑی تھا بس خود سے خفا اور بیزار تھا۔

ایک دن اور رات کی مہلت لیے وہ اپنی زندگی کے معاملے درست کرنے چلا آیا تھا۔

"المیرا! کیسی ہیں اور ماہ کیسی ہے؟"

فون لگا تو جیسے المیرا کی سانس میں سانس آئی، مگر اب جیسے پریشانی نے آنسوؤں کا روپ بدلا۔

اور وہ دور بیٹھا بھی المیرا کے بہتے آنسو بھانپ گیا۔

"تم نے ہمیں مروانے میں کسر نہیں تھی چھوڑی، کہاں ہو ہادی۔ کیوں تم المیرا پر یوں ستم ڈھاتے ہو۔ زرا احساس ہے کہ ہم کس کرب سے گزر رہے ہیں۔ کہاں ہو میری جان، فوراً سے پہلے گھر آؤ۔ نہیں تو مجھے کچھ ہو جائے گا"

بھرائی، سسکیاں گھوٹتی آواز میں وہ گویا پھٹ ہی تو پڑیں جبکہ وہ ایسے ہی ردعمل کی امید میں تھا تبھی سنجیدگی میں فرق نہ لایا بس چہرے پر بیٹھی تلخی دگنی ہوئی۔

"ٹھیک ہوں المیرا! تھوڑا مصروف ہوں۔ کل رات تک آؤں گا۔ پھر جتنا کوسنا ہوا کوس لیجئے گا۔ میری ماہ آپکے حوالے ہے، اسکے پاس رہیے گا۔ اور خود بھی پریشان مت ہوں"

وہ المیرا کی تمام شکائیات سن کر انکا احترام کیے سارے جواز بھی دے گیا، جبکہ المیرا کی آنکھیں ہنوز نم ہوتی چلی گئیں۔

"ہادی مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم ٹھیک نہیں، آواز بھاری ہو رہی ہے۔ المیرا کو اتنا مت ستاو جان۔ وہ کون لوگ تھے سب، اور ہمیں ان کے قہر سے بچانے والا کون تھا"

ماں تھی ناں، کیسے نہ بھانپتی کہ اسکے جگر کا ٹکڑا کن مشکلات میں گرا ہوا ہے، جبکہ المیرا کے سوالات، ہادی کے مطابق بھرپور جواب کا حق رکھتے تھے۔

"آپکو تو پتا ہے آج کیس کی ہیرنگ تھی المیرا، ہارون سکندر اپنی جان بچانے کے لیے ہر طرح کا حربہ آزمائیں گے۔ انہی کے کارندے تھے جو میرے پاس موجود ثبوت ہتھیانا چاہتے ہیں۔ آپکو بچانے والا جو بھی تھا اسی کی مصلحت نے مجھے بھی بروقت بچا لیا اس لیے اس بات کو بھول جائیں۔ رہی بات آپکی سیکورٹی کی تو دو سول خلیے میں موجود لوگ اب سے گھر کے باہر ہی گھومتے رہیں گے۔ آپ دو بھی گھر سے نکلیں تو انکو انفارم لازمی کیجئے گا۔

اور آخری بات ہادی سکندر کی تو میں ٹھیک ہونے کی کوشش کر رہا ہوں۔ بالکل اچھا ہوں۔ سو روئیں مت۔ یہ آنسو سنبھال لیں"

مکمل وضاحت دیے وہ آخری جملے پر خود بھی دل میں کرب اکٹھا ہوتا محسوس کر چکا تھا، جبکہ المیرا کا دل دہل گیا۔

"مجھے نہیں سنبھالنے آنسو، نہ تم مجھے ایسے حالات میں لا کھڑا کرنا ہادی کہ مجھے رونا پڑے۔ سن رہے ہو ناں۔ سارے ثبوت تم پولیس کو دے چکے اب اس معاملے سے دور رہو۔ وہ انسان درندہ ہے، میں نہیں چاہتی وہ درندہ میری دوسری اولاد بھی نگل لے۔ میرے اندر اب مزید کسی اولاد کو کھونے کا حوصلہ نہیں ہے"

المیرا اپنے اندر کا سارا کرب نوچ کر باہر لے آئیں جبکہ ہادی سکندر کا دل تو کٹ سا گیا۔

وہ ان باتوں سے فرار چاہتا تھا۔

"اب اتنا برا ابھی نہیں ہوں کہ آپکو ایسے دردناک دن دیکھاوں۔۔۔لیوناں المیرا!ماہ کا بتائیں، زخم گہرا تو نہیں ہے۔اور پرویز لالہ ٹھیک ہیں؟"

وہ المیرا کو جان بوجھ کر دوسری سمت لے آیا اور جس طرح وہ سبکے بارے فکر مند تھا، وہ ماں مزید تڑپ کر رہ گئی۔

"پرویز ٹھیک ہے، ماہ کا زخم گہرا نہیں مگر ہے تو زخم۔وہ معصوم تو بہت خوفزدہ ہو گئی ہے، پھر تمہیں ہی یاد کرتے کرتے نیند کی دوا کے اثر سے سو گئی ہے۔جب تک تم گھر نہیں آتے مجھے فکر رہے گی۔باقی ہماری فکر مت کرو، میں ماہ کے پاس ہی رہوں گی"

سبکے بارے فکر سے ہٹائے وہ ناچاہ کر بھی ہادی کو ماہ کا بتا کر بیقرار کر چکی تھیں۔

"اسکا خوف میں آکر ہٹادوں گا المیرا، آپ پلیز اسکے پاس ہی سو جائیے گا۔ایسا نہ ہو رات اٹھ کر روتی رہے۔جاگے تو بتا دیجئے گا کہ میں ٹھیک ہوں"

اپنے اعصاب درد کی ٹیسوں کے باعث ڈھیلے چھوڑتا وہ اپنی بھاری پڑتی آواز سے چند احتتمامی ہدایات کرتا یوں بے بس ہوا کے گردن کے کھنچاو کے باعث ایک ہاتھ سے فون پکڑ کر کان سے لگا کر رکھنا مشکل محسوس ہوا جبکہ دوسری سے تو ویسے ہی ٹیسیں اٹھ رہی تھیں۔

"اور آپ بھی میرے لیے مزید پریشان مت ہونا، سو جائیں۔ شب بخیر"

سر بھاری محسوس ہونے پر وہ اس سے پہلے المیرا کو اپنی نقاہت بھری آواز سے شک میں ڈالتا، اجازت طلب کیے رابطہ منقطع کرنا ہی مناسب سمجھا جبکہ فون بند کر کے اک طرف سائیڈ میز پر رکھے وہ سرد سی سانس کھینچتا اپنی آنکھیں موند گیا جبکہ ہادی کے احکامات پر بے اداسی سے ہی سہی پر عمل کرنے کا سوچتیں المیرا بھی واپس گھر کی اندرونی سمت بڑھ گئیں۔

..________________________..

گہری رات آسمان سے زمین زادوں پر قطرہ قطرہ اتر رہی تھی اور وہ کئی الگ اور منفرد خصوصیات کے حامل لوگ اپنی اپنی گہری سوچوں میں گم تھے۔

جہاں رات کی تاریکیوں میں کئی گھناونی سازشیں ترتیب دی جا رہی تھیں وہیں دو عشاق کل کی حسین ملاقات کے سپنے دیکھ رہے تھے۔

آج کا دن مبین عارض سکندر کے لیے عام دنوں جیسا ہرگز نہ تھا، آج وہ اضافی پر سکون تھا۔

لیکن ماہ کے لیے وہ فکر مند تھا اور صبح جانے سے پہلے اس سے ملنے کا ارادہ بھی باندھ چکا تھا، بلاول کے مطابق وہ ٹھیک تھی تبھی وہ کچھ پر سکون ہو گیا۔

جانے سے پہلے ہادی سکندر کے سامنے اسکی اہمیت کا تھوڑا سہی پر اعتراف کرنے کی خوشی، اپنوں کی حفاظت، پھر کل کے ایک لمبے سفر کی ابتدا سے پہلے نیلم سے ملاقات، وہ ملاقات جو لمبے سفر کی زاد راہ بنتی، دامن سے لپٹے چند الوداعی لمس، سفر کی صعوبتیں جھٹلا دیتے، پھر دیدار یار کی اپنی سرمستی،

یار بھی وہ جو بہت اپنا ہو گیا ہو۔ جس کے دل پر اسکا نام درج تھا، شہزادی تو ہلکان تھی، اس بندے سے اظہار کرے تو کیسے ؟

کیا وہ اپنے جذبات اور احساسات بیان کرنے کی سکت رکھتی ہے ؟ پھر امل کی ہدایات اور جان لیوا پیشنگویاں، وہ تو اس کے دیکھنے پر ہی پگھل گئ تھی، مزید آگے بڑھتے قدم کس طرح پر اعتمادی سے سہے گی۔

پگلی ! بھلا یہ کیسے بھلا گئی کہ خواب میں آنے والا عام تھوڑی ہو گا جسے خبر نہ کی گئی ہو گی نیلم کے عشق کی، جسکی تیسری کوشش مبین کی دعا سے ہی کامیاب ہوئی تھی، جو خود شہزادی کے کینوس پر اتر آنے پر آمادہ ہونے کے بعد ہی نیلم کی آنکھوں کا عکس بنا تھا۔

وہ کیسے بے خبر رہتا ان پھولوں سے، ہنس کے جوڑے سے، ہرے پانی کی جھیل سے، سر پر اپنے بڑے بڑے پنکھ پھیلا کر اڑتے آسمانی پرندوں سے۔

شہزادی کے خوابوں سے۔۔۔۔۔

وہ دو اس دنیا کے باسی ہی نہ تھے، ایک چاند نگر کی روح تھی اور اک شہزادستان کی۔ کیسے دو ارواح نے روح زمین پر اک دوجے کو تسخیر کیا۔

وہ لہریا لیتی پگڈنڈی میں ابھرتا ڈوبتا چاند تھا۔

اور وہ حسن جہاں کی شہزادی تھی جسکا مے ملکوتی تبسم کا شیدائی وہ باولا چاند ہوا، اور دونوں کی آنکھوں میں جلتے روشن دیپوں نے دل کے تار چھیڑ دیے تھے۔

پھر وہیں اپنی زندگی کی آخری آسان شب گزرا تا ہوا عبداللہ عارض سکندر، محبوب کی جانب سے سرشار مگر آہ! کیا خبر رکھتا کہ اسکا امتحان خود کائنات کے زرے زرے نے لینے کی ٹھان لی تھی۔

کیا خبر اسی آزمائش کے بعد اسے امل کے لیے کندن بنایا جانا تھا، ممکن تھا اسی آزمائش کے بعد اس شخص کو زندگی جینے کے مزید ڈھنگ سیکھا دیے جاتے۔

ممکن تھا وہ اس آزمائش کے بعد، امل کے لیے قبول ترین بن جاتا۔

کون جانتا اس ہنس مکھ، سدا کے زندہ دل آدمی کی یہ کیسی باز پرس تھی، یہ کیسی آزمائش تھی مگر اس لمحہ موجود وہ خوش تھا، امل اسکی جانب قدم بڑھا کر بے سکون نہ تھی یہی عبداللہ کی عافیت تھی۔

جبکہ خود امل، اپنے دل کو آہستہ آہستہ رفو ہوتا محسوس کر رہی تھی، گھر کی واحد بالکونی میں پہروں گرد شال اوڑھے کھڑی، دور دور نگاہ دوڑائے بس تسلیم ہی کر رہی تھی۔

اپنے چند سکھ، اپنی چند خوشیاں۔

پھر شاہ ویر جو ماں اور بابا کو بہت سا وقت اور حوصلہ تھمائے جلد بہو کے لیے جانے کا کہہ کر متحرک اور اداسی سے قدرے نکال گیا، وہ سادہ لوح خوشی سے بھر ہی تو گئے۔

جبکہ اسکی سوچیں تومان کے کہے کی جانب محصور تھیں، مبین عارض سکندر کے مزید اوصاف جاننے کا تجسس آج اس میں بڑھ چکا تھا، مرہم بننے کی تگ ودو شروع کرتا وہ اپنی ذات کے انتشار سے نکل رہا تھا۔

خود سے لاحق بر ہمی ممکن تھا جلد اپنا اثر زائل کر دیتی۔

پھر مان! جسے رات خوبصورت لگ رہی تھی، نجانے کیسی خوشی سی تھی جو رگ رگ میں برپا تھی۔

بس یہی سوچ کر کہ شاہ ویر نے اسکی سوچ پڑھ لی، اسے عجیب سی خوش فہمی ہوئی جیسے وہ مان کے لیے ہی یہ سب جتن کر رہا تھا۔

سبھی آج تک خوبصورت تھا، لیکن کل کے سنگدل دن میں کسی بھی لمحے یہ خوبصورتی ختم ہو سکتی تھی۔

اس کھنڈر نما کوارٹر میں اگلی سحر ہی ذمہ داریاں بانٹی جا چکی تھیں جبکہ وہ کمانڈر خود کل ایک بڑا معرکہ سرانجام دینے والا تھا۔

جیل کی سلاخوں میں پڑے ہارون سکندر کا حال ابتر تھا، جیلر اس پر تشدد کیے آہستہ آہستہ سب اگلوا رہے تھے، آہستہ آہستہ دس دن بعد آنے والی قیامت کی تیاری ہونی شروع ہو چکی تھی جبکہ روحان وحدی جیل کے اندر بیٹھ کر بھی چند خفیہ سرگرمیوں میں ملوث تھا۔

آتے جاتے اکا دکا پولیس والوں کو ساتھ ملائے وہ پیغام رسانی کے فریضے نبھاتا دیکھائی دے رہا تھا مگر اسکی ہر حرکت پر سالار خان کی عقابی نظریں جمی تھیں۔

جبکہ سالار خان کو کل ہنگامی بنیاد پر ایک مذہبی جلسے کے لیے سیکورٹی فراہم کرنے کے بھی احکامات جاری تھے، اپنے تھانے سے لگ بھگ آٹھ اہل کاروں کو وہ کل کے اس اہم اجلاس کی ذمہ داری بھی سونپ چکا تھا جبکہ ہادی سکندر کے دیے چوبیس گھنٹے مٹھی میں ریت کی مانند پھسل رہے تھے مگر رابعہ وحدی ہنوز پتھر کا مجسمہ بنی ہوئی سالار خان کے ضبط سے کھیل رہی تھی۔

اک نئی ہولناک قیامت برپا کرتی صبح ہر سمت چھا چکی تھی۔

حسب توقع نیلے فراک اور چوڑی دار پاجامے میں لپٹی گل بدن، اپنی خود کی منفرد خوشبو کے سوا ہر مہک رد کرتی، ململ کا آنچل شانوں پر پھیلائے، تحفے میں ملی وہی چادر اوڑھے، دل کو ہزار ہا دھڑکنے کے ہر ممکنہ سنبھالتی ہوئی مما بابا کو خدا حافظ کہے شاہ ویر ہی کے ساتھ سکول کے لیے نکل جبکہ نیلم کو چند دل دہلاتی چھیڑ خانیوں سے سرخ رو کرتا وہ اسے سکول ڈراپ کرتا خود حسب وعدہ پہلے اپنے آفس گیا، پھر وہاں سے مان کو لینے عارض ولا جبکہ پھر سیدھا سائیٹ پر۔

دوسری سمت عبداللہ بھی توقع کے برعکس نہ صرف صبح جلدی اٹھا بلکہ اسکی تیاری دیکھ کر ماہ جبین، عارض صاحب اور مبین بھی تھوڑے چونکے، جس پر وہ انھیں اہم میٹنگ کا بتائے جلد ہی روانہ ہو گیا۔

جبکہ اپنی غیر ملک روانگی کی تیاری رات ہی مکمل کر لیتا وہ بھی دن نیلم سے ملاقات سے پہلے ایک چکر ہوسپٹل لگانے کے سیدھا ائیر پورٹ جانے والا تھا۔

جبکہ ماہ کے بارے جب مبین نے ماہ جبین اور عارض صاحب کو بتایا تو وہ پریشان ہو گئے اور ناشتے کے بعد ماہ اور المیرا اسے جا کر ملنے کا ارادہ بھی ظاہر کر گئے جبکہ مبین کے اس اہم پراجیکٹ کی اسے بابا نے بہت مبارک اور بیسٹ ویشیز دی تھیں۔

..________________________..

ناشتے کے بعد جب مبین، عارض ولا سے کچھ اہم کام نمٹانے کے بعد سیدھا وہیں سے ائیر پورٹ جانے کا بتائے ماں اور بابا سے مل کر روانہ ہوا تو اسکے کچھ ہی وقت بعد ماہ جبین اور عارض سکندر بھی المیرا بھابھی کی طرف چلے گئے۔

مبین جانے سے پہلے خود بھی ماہ نور اور المیرا سے مل کر گیا تھا، ماہ کو ہادی کے لیے تڑپتا ہوا اداس دیکھ کر اسے ہادی کی سنگدلی پر غضب چڑھا تھا مگر وہ تب تک ہادی پر بے وجہ غضبناک نہیں ہو سکتا تھا جب تک ہوسپٹل جا کر ڈاکٹر سے مل کر ہادی کے بارے تفتیش نہ کر لیتا۔

اپنی طرف سے بردرانہ تسلی پہنچائے وہ ماہ کو بھی ہادی کا خیال رکھنے کی تاکید کیے ماہ نور کی پیشانی چومتا، اور المیرا آنٹی سے اجازت طلب کیے چلا گیا۔

پرویز کی بھی خود اسکے کوارٹر جا کر خیریت دریافت کی، جبکہ اسکے بعد وہ سیدھا ہوسپٹل ہی روانہ ہوا۔

آج چونکہ موصوف آفیشل لک میں تھے تبھی سوبر بزنس مین دیکھائی دے رہے تھے، پروفیشنلزم ہر مو سے عیاں تھی مگر اسکی شخصیت کی کشش، کشش ثقل کو مات دے رہی تھی۔

بلاول نے رات ہادی کا پیچھا کیے ہوسپٹل کی ساری معلومات رات ہی مبین کو پہنچادی تھی۔

تبھی نیلم سے ملاقات کو بعد میں رکھتا وہ پہلے ہوسپٹل روانہ ہوا۔

جب سے اس نے بلاول کے ذریعے ڈاکٹر زکریا کا زکر سنا وہ تب سے ہادی سکندر کے بارے ان حقائق کے متعلق متجسس تھا پھر آخر کار ڈاکٹر زکریا سے پرسنلی ملاقات کیے اس نے تمام چھپے سچ بھی جان ہی لیے۔

مبین کے وہاں آنے سے لگ بھگ تیس منٹ پہلے ہی ہادی ہوسپٹل سے نکلا تھا۔

"وہ ٹیٹو ریموول ٹریٹمنٹ کے لیے آیا تھا، اور علاج کامیاب بھی رہا۔ جب یہاں سے گیا تو کنڈیشن بھی بالکل ٹھیک تھی۔ دوسرے اور آخری ٹریٹمنٹ تک درد رہے گا لیکن دوسرے سیشن کے بعد درد بھی ختم ہو گا

اور زخم بھی قدرے مندمل ہو جائیں گے۔ مدھم سے نشان بھی وقت کے ساتھ منہدم ہو جائیں گے"

اول تو وہ کسی ان نون بندے کو اپنے پیشنٹ کی معلومات نہیں دیتے تھے مگر مبین کو وہ ایک قریبی پہچان کی وجہ سے یہ فیور باخوشی دے گئے جبکہ مبین عارض سکندر جس بھاری دل کے ساتھ یہاں ہادی کا ایک اور سچ ڈھونڈنے آیا تھا، قدرے ہلکے اور مطمئین دل کے ساتھ واپس لوٹا۔

لیکن نا جانے کیوں اسے آج کا یہ دن عجیب خبس بھرا محسوس ہو رہا تھا، ہوسپٹل سے نکل کر وہ جب تک اپنی گاڑی تک پہنچا، دل عجیب سے وسوسے میں لپٹا دیکھائی دیا۔

اور عجیب بات یہ تھی کہ آج اسے عبداللہ کی فکر لاحق تھی، صبح بھی وہ بہت اجلت میں ایک ارجنٹ میٹنگ کے لیے نکلا تھا۔

اور اس پر مزید یہ کہ مبین کو صبح وہ کچھ الجھا اور فکر مند بھی لگا، پوچھنے کی مہلت نہ دی کیونکہ وہ بہت جلدی میں نکل گیا تھا۔

غیر ارادی اپنا فون نکالے بلاول کو کال ملائے، مبین اپنا کوٹ اتار کر گاڑی میں رکھتا، عجیب سی گھٹن پر سفید شرٹ کا اوپری ایک بٹن کھولنے لگا۔

اسے آج کا دن عجیب سی یاسیت اور قنوطیت میں ڈوبا ہوا دیکھائی دے رہا تھا، انہونی کا احساس رگ رگ میں اضطراب سے چٹکیاں کاٹ رہا تھا۔

دوسری ہی بیل پر فون اٹھالیا گیا، وہ آفس میں اپنے کیبن میں موجود کچھ فائلیز کا کام کر رہا تھا۔

مبین کی کال پر لمحے میں مودب ہوا اور کال اٹھا کر فون کان سے لگا گیا۔

"سنو بلاول، چار بجے میری فلائیٹ ہے سعودیہ کی۔ اور یہ سفر میں کسی صورت ملتوی نہیں کر سکتا۔ وعدہ کیا ہے اور وعدے سے پیچھے ہٹنا مجھے زیب نہیں دیتا لیکن ایک وعدہ اپنے پیاروں کی حفاظت کا بھی کیا ہے اس لیے تم

آفس کا کام مینجر کے سپرد کر کے وہاں سے نکلو اور میری اگلی کال تک عبداللہ کے ارد گرد رہنا۔ کچھ بھی غیر مشکوک دیکھائی دے تو سالار خان کو فوری خبر کرنا۔ میری چھٹی حس کسی بڑی گڑبڑ کی خبر دے رہی ہے۔ تم اپنی آنکھیں اور کان کھلی رکھنا۔ وہ ویلوٹ کے آفس گیا ہے۔۔۔۔ سمجھ گئے"

فضا میں محسوس کن حبس سی بڑھنے پر اور ٹھنڈی ٹھار صبح سے دوپہر بنتے لمحوں سے عجیب سی تپش محسوس کیے وہ سینہ مسلتے ہوئے گاڑی کھولے اندر جا بیٹھا اور بلاول کو تاکید کرتے ہوئے گاڑی کا اے سی بھی آن کیا۔

جبکہ بلاول حکم ملتے ہی تمام کام سمیٹ کر وہاں سے روانہ ہو گیا۔

یہ کیفیت بہت لمحاتی سی تھی، اگلی منزل کا سوچ کر ہی مبین عارض سکندر کو سکون سا محسوس ہوا۔

کچھ دیر میں عجیب ہو جاتی طبعیت بحال ہوئی تو جناب نے اسی جگہ کا رخ کیا جہاں وہ آدھی ادھوری ملاقات آج بھی دھڑک رہی تھی۔

جبکہ دوسری جانب مما بابا کے آنے پر ماہ کچھ سنبھل گئی تھی، زخم اتنا گہرا نہیں تھا جتنی دردناک کل رات بھر ہادی سکندر کی غیر موجودگی ظالم تھی۔

کئی بار وہ رات کو ڈر کر جاگی تھی اور ہر بار المیرا نے اسے اپنے ہونے کی تسلی دیے سینے میں بچوں کی طرح چھپایا تھا۔

جبکہ رات و رات اتر آتی اس قیامت نے ماہ جبین اور عارض سکندر کو بھی قدرے رنجیدہ و پریشان کر دیا تھا۔

"ہمارا بچہ، زیادہ درد تو نہیں ہے ناں گڑیا"

ماہ جبین، بہت فکر سے ماہ کی کلائی پر بندھی سفید پٹی دیکھتیں، اسکی گال سہلائے پوچھ رہی تھیں جبکہ المیرا بس اداس سی مسکرائیں اور ماں بیٹی کے لاڈ دیکھے اور عارض صاحب باہر شیخ عارف صاحب کے ساتھ پرویز کی خیریت دریافت کرنے گئے اور سارا معاملہ بھی دریافت کیا جسے سن کر انکا ششدر رہ جانا فطری تھا۔

"مما میں ٹھیک ہوں، المیرا ممانے نا صرف مجھے ان گندے لوگوں سے بچایا بلکہ مجھے بلکل نہ رونے دیا نہ ڈرنے۔ یہاں تک کہ مجھے اپنے پاس سلایا۔ آپ پریشان نہ ہوں۔ ہادی آجائیں گھر تو انکو دیکھ کر میں بالکل فٹ ہو جاوں گی"

جس طرح وہ نازک ہلکان سی پری، ماہ جبین کی اداسی کو ہٹاتی ہوئی المیرا کی محبت اور چاہ کر اعتراف کر رہی تھی یہ المیرا کو بھی محبت سے بھر گیا جبکہ ماہ جبین کا تشکر بھری نظروں سے المیرا بھابھی کو دیکھنا اس سے بھی قدرے حسین لمحہ تھا۔

"تھینک یو بھابھی، آپ نے ہم سے کیا وعدہ پوری ایمانداری سے نبھایا۔ کچھ بھی ہو سکتا تھا۔ اس حادثے کے باوجود ہم مطمئین ہیں کہ ہماری گڑیا اس گھر میں ہے۔ آپکے اور ہادی بچے کے ہوتے اسے کچھ نہیں ہو سکتا"

المیرا کا ٹوٹا حوصلہ بھی تو ایسی ہی ڈھارس کا طلب گار تھا، اور وہ واقعی جی بھی اٹھیں۔

"آگے بھی اپنی جان سے زیادہ میں ماہ کی حفاظت کروں گی ماہ جبین، یہ دو میری زندگی بھر کا سرمایہ ہیں۔ شکریہ کیسا۔ماوں کے یہی تو فرض ہیں کہ وہ اپنے پنکھ تلے اپنے بچوں کو چھپالیں۔اس زخم پر میں پھر بھی شرمندہ ہوں، حالانکہ اسے آنچ آئی ہے لیکن درد مجھے اور ہادی کو ہوا ہے"

گویا المیرا نے دگنا لوٹایا، جبکہ ماہ کی خوش بختی کا آج ماہ جبین کو کامل یقین آگیا تھا۔

المیرا تو تھی ہی پیاری، اور آج تو یہ بھی ثابت ہوا تھا کہ اس عورت نے پوری ایمانداری کے سنگ فرعون کے سائے میں رہ کر بھی ہادی سکندر کی پرورش انتہائی بہترین اور تربیت اعلی کی تھی۔

اور ماہ جبین آج اپنے رہے سہے خدشے بھی مکمل ہٹانے پر مجبور تھیں، انکی ماہ نور اس سے زیادہ کہیں محفوظ نہ تھی اسکا بھی انکو مکمل یقین ہو گیا۔

..___________________..

آج وہ ڈرائیور بابا کو اس ملاقات کا دوسری بار گواہ نہ بنا سکا تھا، ائیر پورٹ سے گاڑی اپنے کسی آفس کے بندے کو لے جانے کا وہ پہلے ہی کہہ چکا تھا جبکہ اسے ہوسپٹل بھی جانا تھا سو وہ اکیلا ہی آج کی مسافت طے کرنے اور ادھوری ملاقات کو پورا کرنے نکلا تھا۔

گاڑی حسب وعدہ ٹھیک بارہ بج کر پچاس منٹ پر نیلم کے سکول کے باہر رک چکی تھی، سیاہ شیشوں والی سفید گاڑی جس سے وہ گہری مقدس آنکھیں پار تکتی ہوئیں دیدار یار کی متلاشی تھیں۔

صبح شاہ ویر اسے ایک کا ہی وقت بتا کر گیا تھا اور چونکہ چھٹی دو بجے ہونی تھی تبھی نیلم نے میڈم سے ایک گھنٹہ پہلے جانے کی پرمیشن لے لی تھی، اپنا بیگ سمیٹ کر پوری کلاس کے آفت بچوں کو مانیٹر کے سپرد کرتی وہ سب کو لاڈ کے سنگ تہذیب دیکھائے رکھنے کی نرم سی تاکید کرتی، ڈھرکتے ہوئے بے تاب دل کو سنبھالے، شانوں پر دھرا آنچل ویسے ہی لیے، سر پر چادر

اوڑھے، وجود کی رعنائی چھپائے مسکرا کر الوداعی نظر بچوں کے مجمعے پر ڈالتی کلاس سے نکل گئی۔

صبح ڈھلی تو ہر جانب سورج نے سنہری شربت سا انڈیل دیا تھا لیکن اکا دکا گھنے بادل پھر بھی گاہے بگاہے، نک چڑھی عجیب سی خبس اوڑھ کر نکلتی دھوپ کے مزاج میں نرمی کا سبب بن جاتے، یہاں سورج بادلوں کی اوٹ میں چھپا اور وہیں نور کی آسمانی کرن کا روپ دھارتی آسمانی پری سکول کے مین گیڈ سے باہر نکلی۔

عین موقعے پر سورج میاں کا بادلوں کی اوٹ میں چھپنا اور نیلم کا باہر نکلنا، یہ حسین اتفاق تھا جس پر مبین عارض سکندر کا دل اش اش کر اٹھا۔

جبکہ سہج سہج کے قدم باہر تک لاتی شہزادی نے غیر ارادی ہی نگاہ اٹھائی تو سامنے اسی گاڑی کو کھڑا دیکھ کر بے ساختہ گھبرائی۔

اس ملاقات کا سوچ کر ہی نیلم کے رونگٹے کھڑے ہوئے پھر نا جانے انہی ڈرائیور بابا کے ہونے کی تسلی سے خود کو مطمئین کرتی وہ سڑک کے دونوں اطراف دھیان سے تکتی ہوئی اس کھڑی گاڑی تک پہنچی ہی تھی جب فرنٹ سیٹ کا دروازہ کھلنے اور مبین عارص سکندر کے باہر نکلنے پر نیلم کا سانس رک سا گیا۔

وہ پچھلی سیٹ کے بجائے آگے سے نکلا تھا، اس بندے کا سحر اک طرف اور صرف اسکے اور اپنے ہونے کی سوچ ایک طرف جان لے گئی۔

"اسلام و علیکم، ہیو آ سیٹ"

نیلم کے لیے گاڑی کا اگلا ہی ملحقہ دروازہ کھولے وہ مزید نیلم کی ہستی فنا کر گیا جواب اپنے چہرے پر اتر آتی زردیوں کو چھپانے پر بھی قادر نہ تھی، سر تاپا عجیب سہمی اور بے کل نیلم کو دیکھ کر جناب نے بھی پس لب مسکراہٹ دابی۔

"وعلیکم السلام، کیا صرف ہم دو ہیں۔۔۔۔ میرا مطلب آپ نے تو کہا تھا تنہائی کی ملاقات نہیں ہے۔ مجھے۔۔۔ مم۔ میرا مطلب۔۔۔۔"

تذبذب کا شکار ہوتی وہ شدید نروس ہو کر بنا مبین کو دیکھ کر منمنائی جبکہ مبین نے سر تا پا بغور جائزہ لیے چہرے کے منصوعی تنے خدوحال بحال کیے۔

"آپ خبر پہنچا دیتیں تو پورا شہر ساتھ لاتا، آئی تھنک تنہائی کی ملاقات یہ اب بھی نہیں ہے۔ بیٹھ تو جائیں، آپکی گھبراہٹ کا بھی توڑ کر دوں گا۔ اور سوالوں کا جواب بھی دوں گا"

نیلم کی بے حال حالت بھانپتا وہ شرارت پر اترا جبکہ نیلم کے معصومیت سے نظریں اٹھا کر تکنے پر جناب کی حس ظرافت بھی غائب ہوئے سنجید گی اور نرمی بنی اور نیلم کا دل مبین کی ان باتوں پر بھی کانپ اٹھا۔

لیکن چار و ناچار وہ سینے میں کہرام مچاتے دل کے شور پر قابو پاتی چادر سے خود کو جکڑے ہنوز سہما سا چہرہ لیے بیٹھی تو مبین نے مسکرا کر دروازہ بند کیا اور پلٹ کر واپس اپنی جگہ سنبھالے بیٹھا۔

نیلم کو محسوس ہوا ساری جھجک، سارا خوف کہیں دور جا مفقود ہوا، رہ گئی تو بس اس شخص کی خوشبو جو اس جگہ رچی بسی تھی۔

اس نے تو اپنی بوکھلائی کیفیت میں نظر بھر کر مبین عارض سکندر کو دیکھا بھی نہ تھا، دیکھ لیتی تو اسکے حسین ہونے پر ہی اظہار دل سونپ ڈالتی، اسکی آنکھوں میں جھانک کر دل سے روح تک کی ساری مسافت طے کر لیتی۔

لیکن وہ تو اس بندے کی موجودگی تک سے اپنی گردش کرتی کائنات تھم جاتی محسوس کر رہی تھی۔

مبین نے نیلم کی جھجک محسوس کیے گاڑی سٹارٹ کر دی، سورج میاں اب تک بادلوں کے حصار میں تھے۔

نیلم کی نظر غیر ارادی مبین کے سٹیرنگ پر جمے ہاتھوں پر گئی، مردوں کے بہت کم ایسے خوبصورت ہاتھ ہوتے ہوں گے جتنے اسکے تھے، یہ ہاتھ تو اس نے مبین کو پہلی بار دیکھنے کی کوشش میں بھی دیکھے تھے، پھر نظر خوبصورت سے سلور اور سیاہ کف لنکس پر گئی تو محترمہ اپنی چوری پر سرخ ہوئیں، خفت کے مارے چہرے پر سرخیاں گھلنے لگیں۔

اسے سے مزید آگے دیکھنے کی ہمت کہاں تھی تبھی وہ رسان سے پلکوں کو گرا کر گود میں رکھ کر اپنے نروسنیس کو کم کرنے کے چکر میں مڑوڑتے ہاتھ تکنے لگی۔

مبین کچھ منٹس تو خاموشی سے نیلم کا یہ خود پر تشدد دیکھتا رہا اور پھر ایک ہاتھ کی مکمل مہارت سے سٹیرنگ پر کنٹرول رکھے وہ دوسرے ہاتھ سے نیلم کی ہتھیلی سے اپنا ہاتھ جوڑے انگلیوں میں انگلیاں اس بے باکی سے جکڑ گیا کہ نیلم کو لگا دل اچھل کر حلق میں آ گیا ہو۔

یہ لمس، یہ پیش رفت بنا کچھ کہے جان پر بن آئی۔

اور وہ بے اختیار سی نگاہیں گما کر جناب کی اس بے باکی پر ہونق بنی دیکھنے لگی۔

"دیکھنے پر ہی اکتفامت کریں، آپ یہ ہاتھ بلا جھجک تھام سکتی ہیں نیلم"

وہ اسکی نظریں بھی پڑھ چکا تھا، نیلم اسکی آنچ دیتی آواز اور دل دہلاتے جملے پر ہاتھ چھڑوانے کے لیے اردا تاً کی جاتی مزاحمت تک روک گئی۔

جبکہ وہ کیسے نیلم سے بے خبر رہ سکتا تھا، وہ اسے جب جب دیکھتی تھی، مبین کو وہاں وہاں سکون کی لہر سرائیت کرتی محسوس ہوتی تھی۔

"ن۔۔نہیں۔۔۔۔وہ"

نیلم سے کچھ بولا نہ گیا، اوپر سے وہ ہاتھ کو شدت سے جکڑ کر شہزادی کا رہا سہا دم نکال رہا تھا پھر گاہے بگاہے ابر کی مانند اسکی نیلم پر پڑتی نظریں۔

وہ اس ٹرانس میں دل رکتا اور سانس پھولتا محسوس کر رہی تھی۔

اس بندے کی بنا کہے بھی محبت محسوس کیے وہ نڈھال تھی، جب وہ اسکا یخ ہاتھ اپنے گرم ہاتھ کے لمس سے محبت کے لمحوں کی گرمی دیے دہکا رہا تھا۔

"جان ہیں آپ مبین عارض سکندر کی، ایسے کر کے جان مت لیں"

شاید یہ لمحہ ہی ایسا تھا کہ وہ نیلم کے گھبرا کر کانپنے پر فیسینیٹ ہوتا ہوا مائل ہو رہا تھا جبکہ ظالم کی اس ادا پر جناب کے ہونٹوں سے اظہار اور شکوہ ایک ساتھ مچلا اور نیلم یکدم ہی بھیگی سی آنکھیں اٹھا کر مبین عارض کی اور تکنے لگی جسکی نظریں راستے کی جانب لگی تھیں۔

جبکہ اپنی جانب نیلم کی توجہ محسوس کیے اور اسکے ہاتھ کی یکدم بڑھتی حدت پر مبین نے گاڑی کی سپیڈ آہستہ کرتے ہی سامنے دیکھائی دیتے ڈھابے پر نظر ڈالے گاڑی روک دی مگر جب نیلم کی جانب دیکھنے کو مڑا تو اس شہزادی کی آنکھیں یکدم ہی جھک گئیں، یہ ایک جملے کا اظہار اس لڑکی کو مقدس ترین کر گیا، اور اپنی خوشی پر وہ آنسو روک نہ سکی۔

"اب یہ آنسو کس لیے، میں تو یہاں آپکو ہنسانے لایا تھا نیلم۔ لک ایٹ می۔
ایسا مت کریں نیلم"

نیلم کے رونے کو وہ کس کیٹگری میں رکھے یہ سمجھنا مشکل تھا تبھی اسکی جانب رخ موڑے آہستگی سے اپنے ہاتھ کو نیلم کی گال سے جوڑے، انگوٹھے کی نرم پور سے رخسار کی نمی جذب کرتا بولا جو اسکے اس چاہت بھرے انداز پر سارے آنسو پی گئی، فدا ہو گئی۔

وہ کتنا پیارا تھا نیلم نے محسوس کیا، اسکی موجودگی کتنی مقدس تھی کہ اس شرف کو پا کر نیلم کی آنکھیں بھیگ گئیں۔

"ی۔۔یہ بہت زیادہ تھا۔۔۔۔م۔۔مم اس قابل نہیں"

نیلم کی ان مقدس آنکھوں میں دیکھ کر افسردہ ہو کر کہنے کی ادا پر مبین کے ہونٹوں پر ہلکی سی مسکراہٹ عود آئی جبکہ وہ بے ساختہ اپنی وارفتگی پر گھبرائی، بھلا اس شخص کو پوری توجہ سے دیکھنا کب آسان تھا۔

اور وہ دنگ بھی تھی، اس انسان کے اتنے قریب ہو کر دیکھنے پر، لگا کائنات کے مصور نے کاربن کاپی کے بجائے اس شہزادی کو اصل تصویر تھما دی ہو۔

رنگوں اور جذبوں سے بھری تصویر۔

" آپ اس سے بہت زیادہ کی مستحق ہیں نیلم، جو آپکو وقت آنے پر اس سے کہیں بڑھ کر خوبصورتی کے سنگ بتانا چاہتا ہوں۔ فی الحال آپکی ان آنکھوں میں اپنے لیے صرف خوشی دیکھنا چاہتا ہوں۔ یہ ملاقات ایک دوسرے کو سمجھنے میں مددگار رہے بس یہ خواہش ہے۔ اور یہ مت سمجھیے گا کہ میں آپ سے یا آپکے کسی بھی احساس سے انجان ہوں۔ مجھے آپکے ہر ڈھنگ سے محبت ہوگی پھر بھلے میرے سامنے حواس کھو بیٹھیں یا وارفتگی اوڑھ لیں۔ سب قبول ہے"

وہ اسکی بہت خوبصورت آنکھیں پورے استحقاق سے تکتا، آخر تک دانستہ شرارت پر اترا تو محترمہ کی پلکیں خود بخود گر گئیں۔

"آپ مجھے رلا دیں گے، ایسے اتنا سارا پیارا پیار امت بولیں ناں۔ پھر اتنے سارے دن میں آپکے انہی لفظوں کو مس کرتی رہوں گی"

بوجھل پلکیں اٹھا کر وہ اسکے سینے پر ڈالتی پھر ذرا ہمت کیے دوبارہ آنکھوں میں آنکھیں ڈالے نم سی آواز میں شکوہ کرتی حسین لگی، دونوں کی آنکھیں مل کر دل دھڑکا گئی تھیں۔

اور مبین عارض سکندر کی مطلوبہ خوشبو تو اسکے دامن سے بندھ گئی، جبکہ نیلم نے مقابل کی بے خود ہوتے زاویے سے لرز کر پلکیں جھکا لیں۔

"دوری مزید جذبات پختہ کرے گی، اور آپ میں بھی سب کہہ دینے کی ہمت استوار ہو جائے گی۔ جب میں واپس آوں گا تو صرف وہی سنوں گا جو سچ ہے، نیلم اور مبین کا سچ"

مبین کی نظریں جس وارفتگی سے نیلم کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں، اسے لگا جسم و جان میں برق سی دوڑی ہو۔

وہ ظالم دل وروح کپکپا رہا تھا، بنا کچھ کیے بھی نیلم کا رواں رواں اپنی خوشبو سے مہکا رہا تھا۔

"ک۔۔ کونسا سچ"

حلق سے تھوک نگلے وہ لاعملی سے منمنائی۔

جبکہ مبین عارض سکندر کا دل اس درجہ معصومیت پر مچل سا گیا۔

"وہ سچ میں نے آپکے دل سے کہہ دیا ہے، وہ آپکو بتا دے گا"

اس اپنائیت بھرے حصار میں شہزادی کا سکون انتہائی بڑھا، بے ارادہ ہی وہ اسکی شرٹ مٹھیوں میں جکڑ لیتی رحم طلب نظریں مبین پر ڈال گئی جیسے اس شخص کے چھونے پر لمحے میں پتھر بن جائے گی۔

یا پھر موم کی طرح پگھل جائے گی۔

لیکن مبین کے لیے مکمل دسترس تک شہزادی کے حسن سے بنا چھیڑ خانی کیے، بنا دل کی دھڑکنیں بے خود کیے، بنا کوئی حق وصول کیے مہربان ہو کر رعایت سونپنا حسین اور اس شرف کا اصولی انتظار کرنا گیف آ گیں تھا۔

"سچ؟"

وہ اسکی اور تکتی معصومیت سے بولی۔

اور کسی دیوانے نے پیشانی پر جھک کر بڑی محبت سے یقین دلایا تھا، شرمگیں سی مسکراہٹ دیتی نیلم تب تھم گئی جب وہ اسکو یہ عام سا شرف بہت خاص طریقے سے سونپتا نہ صرف مسکرا کر دور ہوا بلکہ دیکھتے ہی دیکھتے گاڑی کھولے باہر نکل گیا۔

"جاتے جاتے بندہ ناچیز کے ساتھ کھانا کھائیں گی؟ فی الحال کینڈل لائیٹ ڈنر کی مہلت نہیں لیکن ادھار کر لیں"

دوسری جانب سے گھوم کر آتا وہ نیلم کی جانب کا دروازہ کھولے حق جتاتے بولا جس پر نیلم پوری رضامندی سے مسکرا کر اپنے سر پر لی چادر مزید بہتر طریقے سے ارد گرد اوڑھے باہر نکلی۔

وہ اسکے تعظیم بہم پہنچاتے انداز پر خود کو معتبر محسوس کرتی، مبین کو ہاں کا اشارہ سونپے اسکے پیچھے ہی قدموں کا تعاقب کیے چل پڑی، وہی رات والا سپیشل دھابہ جو مبین کو رات ہی پسند بھی آیا اور پرائیویسی سے بھرے اس ماحول پر اس نے شاہ کی چوائز کو بھرپور سراہا اور نیلم اس جانی مانی من پسند جگہ کو بھلے کیسے بھول سکتی تھی، وہ اکثر یہاں سب کے ساتھ آتی جو رہی تھی۔

وہ اسکے پیچھے چلتی ہوئی مبہم اور مخمور اتراہٹ کے سنگ مسکرا رہی تھی، جبین پر گرم لمس کی حدت اب تک باقی تھی۔

پھر خود سے اس عزیز جان سے جناب کی خوشبو ابھی سے آتی محسوس کیے وہ بدحواس ہوتے ہوتے حیا سے پرنور ہوئے مسکرا دی، گال دہکے تھے جبکہ اپنی اس متاعِ زیست پر وہ جی اٹھی تھی۔

وہ ایک کونے پر سجا سادہ سا ٹیبل چن کر نیلم کو بیٹھنے کا اشارہ کیے خود بھی اپنے ازلی پروقار سحر کی دھاک بیٹھائے مقابل کرسی سنبھالے بیٹھا۔

اسکے ہر مو سے سرشاری جھلک رہی تھی، وہ لڑکی جسے اس نے چاہا، آج پورے حق کے ساتھ اسکی ہو کر اسکے روبرو بیٹھی دھڑک رہی تھی۔ جسکی پاکیزگی، اس اوڑھی ہوئی چادر نے بڑھا دی تھی۔

جسکے چہرے کا لجایا تاثر مبین عارض کو بے خود کر سکتا تھا، جسکے کان میں جھولتے جھمکے تکتا ہوا وہ اپنے دل کی کیفیت سوچ کر مسکرا رہا تھا۔

خود سے لاپرواہ یہ دل کش لڑکی، یہ مقدس روح مبین کی کل دولت تھی۔

"یہ مجھے یونہی دیکھتے رہے تو واقعی گر پڑوں گی، یا اللہ مجھے ہمت دیں"

بیرے کو ہلکا پھلکا کھانا لانے کی تلقین تھمائے وہ بڑی فرصت سے نیلم کے چہرے کی رعنائی تکنے میں محو تھا جبکہ وہ ان نظروں کی تپش سے پگھل رہی تھی۔

انگ انگ میں سرسراتی بے خودی، حواس شل کر رہی تھی۔

"میں نے آپکو اپنی زندگی کا حصہ تو بنالیا نیلم لیکن بنانے کے بعد سوچا کہ ارے مبین میاں! محبوب سے تو پوچھا ہی نہیں کہ ہم انکی نظروں میں اس لائق ہیں بھی یا نہیں۔ یقین کریں آپکو آپکی رضا کے بنا خود سے اس جلدی ہرگز نہ جوڑتا مگر نا جانے اتنی ساری بے خودی و بے اختیاری کہاں سے آگئی۔ لیکن پھر اس چار ماہ کی جدائی کا خیال آیا تو دل زرا سنبھل گیا۔ کیا پتا اس دوری میں میرا احساس آپکو جلد میری روح کا گرویدہ کر دے"

وہ محبتوں کے سارے جذبے سمیٹ کر جذب سے حکایت دل سناتا ہوا توقف کو رکا پھر سنبھل کر نیلم کی بے یقین سی آنکھیں دیکھنے لگا۔

"تو آپ مجھے بتائیں گی ناں نیلم ؟"

نیلم نے تو یہ سوال سنا ہی نہ تھا، وہ تو پہلے ہی اس روح شناس کی گرویدہ ہو چکی تھی۔

"کیا؟"

نیلم کا کیا انتہائی پیارا اور بروقت آیا جس پر جناب تہلکہ مچاتی مسکراہٹ لیے بلش کرتے دیکھائی دیے، اور وہ مبہوت ہو کر رہ گئی۔

"جس لمحے آپکو میری روح اپنا گرویدہ کرے گی؟"

اسی جان لیوا مسکراتے انداز میں سنجید گی ملائے وہ اپنا تقاضا دہرا کر نیلم کے دل کی دھڑکن بھی تیز کر گیا۔

"میں اپنے دل کو کہہ دوں گی وہ آپکو بتا دے گا"

اس سے خوبصورت اظہار شاید ہی اس روح زمین پر ایجاد ہوا تھا، مبین نے چاہت بھری نگاہ نیلم کی مسکراتی آنکھوں پر ڈالی اور دل تک نہال ہوا۔

"میں نے اپنے دل کی افواہ پر بھی یقین کر لینا ہے نیلم"

وہ اس بار اپنی تڑپتی ہوئی نگاہوں میں اس کو مرکوز کیے سنجیدگی سے نیلم کو بہت سے جذبے دان کر گیا اور وہ اک استحقاق سے بھری نظر اس پر ڈالتی رشک سے مسکائی۔

"کر لیجئے گا، نیلم اس افواہ کو بھی سچا بنا دے گی"

اور شاید خوشبو کے ساتھ ساتھ شہزادی کا یہ اعتراف بھی مبین عارض سکندر کے سفر کو مہکانے کا سبب بننے کو تھا۔

کھانا آچکا تھا، نیلم کی سنگت میں وہ یہ آخری طعام پر سکون ہو کر ختم کیے ان سارے لمحوں کو تفصیل سے جیا تھا، کئی خاموشی بھرے اظہار، کئی بار چاہت

کے سات رنگوں میں لپٹی ہوش گنواتی نظریں آن ٹکرائیں، دل گد گدا گئیں۔

پھر اس خوبصورت ملاقات کے ختم ہونے کا وقت پہنچ آیا، نیلم کو اسکے گھر کے باہر تک لائے وہ گاڑی روک چکا تھا، اور پھر نظر بھر کر پہلو نشین شہزادی کی خوشی سے بھری آنکھیں دیکھ کر الوداعی رسم نبھانے لگا۔

الوداع کہنا اسے ہمیشہ سے اداس کرتا تھا اور اس بار تو بچھڑنا بھی نیلم سے تھا۔

"نیلم، آپ میرے لیے بہت قیمتی ہیں۔ آپ سے جڑا ہر معاملہ حد درجہ مقدس ہے۔ میں واپس آکر اس ملاقات کا مزید رہا سہا ادھوراپن دور کرنے کا وعدہ کرتا ہوں۔ تب تک آپ میری امانت ہیں۔ آپکا ہر جذبہ میرے لیے باعث تعظیم اور چاہت ہے۔ اپنا خیال رکھیے گا اور سنیں! مجھے افواہ کا انتظار رہے گا"

نیلم کی جانب جذب سے تکتا وہ جذبات کی آنچ سے بھاری ہو جاتے لہجے میں اسکی سر پر اوڑھی چادر میں سے جھانکتی اکا دکا بالوں کی لٹ چھوئے، اسکی رخسار سہلائے، وعدے کے ساتھ ساتھ دل بھی دھڑکا گیا اور پھر نیلم کے خوشی خوشی اعتراف میں سر ہلانے پر گویا سرشار روح کا سکھ پائے وہ جی سا اٹھا۔

"آپ بھی، میری امانت ہیں۔ اپنا خیال رکھیے گا"

اظہار کی تو نوبت ہی نہ آئی، اسے محسوس ہوا وہ نیلم کے متعلق سب کچھ جانتا ہو، تبھی تو وہ اسکے روبرو اپنے آپ میں لوٹ آئی تھی۔

"رکھوں گا، اب جائیں۔ لیکن یاد رکھیے گا نیلم آپکو جلد لینے آوں گا۔ آپ مبین عارض سکندر کی شہزادی ہیں، عزیز ترین۔۔۔۔ اللہ کی امان میں دیا"

محبتوں بھرے حصار سے اسے رخصت کرتا وہ شہزادی کی اداسی سمیٹ کر اسکا مرمریں ہاتھ اپنے لبوں سے لگائے دروازہ کھول گیا جس پر وہ بہت سی

شدیتیں نچھاور کرتی چاہت سے لبریز نظریں ڈالتی مبین عارض سکندر کے حصار سے نکل گئی۔

بچھڑی نہیں تھی، وہ پھر سے جلد ملنے کے لیے بس دور ہو گئے اور اس روح افزاء ملاقات کے سارے سکھ سمیٹ لیتا وہ بھی اپنے سفر پر روانہ ہو گیا۔

..________________________________..

سنائپر کا نشانہ عین بیچ سڑک پر مرکوز تھا، جہاں چند سفید کڑکتے سوٹوں میں ملبوس جماعت توحید کے ارکان اپنے پیشوا رزاق عالم کے گرد جمگھٹے کی صورت کھڑے تھے، اطراف میں پولیس اہل کار بھی موجود تھے جو سیکورٹی کا فریضہ نبھاتے دیکھائی دے رہے تھے، رزاق عالم صاحب ایک سچے مفکر تھے اور انکے ماننے والوں کا ایک بڑا گروہ تھا۔

دینی تعلیمات کے ساتھ ساتھ یہودیت کی سنگین مذمت کرتے ہوئے دیکھائی دیتے تھے اور اسلام مخالف لوگوں سے انکا وجود برداشت کرنا مشکل

تھا تبھی اپنی گھناونی چال چلتے ہوئے وہ اس شخص سے جان چھڑوانے کے ساتھ ساتھ عبد اللہ عارض سکندر کو حسب وعدہ اک بڑی مکر و چال میں پھنسانے کا پورا بندوبست کر چکے تھے۔

یہی نہیں، ویلوٹ نامی ادارے میں ہوتی آج کی خاص میٹنگ بھی ایک اہم مسئلے کے باعث بلائی گئی کیونکہ عبد اللہ عارض سکندر کی ڈرا سے ایک خطرناک ڈرگ بر آمد ہوئی تھی، جبکہ ویلوٹ کے کسی بھی انچارج کو عبد اللہ پر شک نہ تھا بلکہ وہ جانتے تھے مقبولی کے درجے دن بدن تیزی سے طے کرتے عبد اللہ عارض سکندر کو پھنسانے کے لیے میڈیا کے لوگ کسی بھی حد تک گر سکتے ہیں لہذا چیئرمین نے آج کی میٹنگ انکوائری شروع کروانے کے تحت ارینج کی تھی اور عبد اللہ کو بھی اس معاملے میں اعتماد میں لیا تھا۔

رزاق عالم کچھ دیر پہلے ہی تبلیغی درس دے کر اب ہال سے باہر نکل کر کچھ معروف و مقبول لوگوں سے مصافحہ کیے ان سب ماننے والے معزین کا شکریہ ادا کر رہے تھے۔

بہت بڑی سازش طے پائی جاچکی تھی۔ جس بلڈنگ کی چھت پر وہ ہیبت ناک سایہ موجود تھا وہ 'ویلوٹ' نامی ادارے کی لاہور پرانچ کے اوپر واقع تھی اور ویلوٹ ہی کہ چیئرمین شمیم مرزا نے صبح سے تمام ٹیم کو یکجا کر رکھا تھا، جسکے باعث اس اجلت میں بلائی گئی میٹنگ میں عبداللہ عارض سکندر بھی مدعو ہوئے شامل ہوا تھا۔

جبکہ بلڈنگ کی چھت پر موجود اس نجس وجود کو یقین تھا کئی فٹ دور کی بلڈنگ کے باوجود بھی اس کا نشانہ نہیں چوکے گا۔

بلیک ہڈی میں مکمل لپٹا غلیظ وجود جسکا ہاتھ ٹریگر پر تھا، اور پھر گہرا سناٹا پھٹ کر پھیلا۔ نورانی اور نفیس وضع میں لپٹے جماعت توحید کے پیشوا، سر کے پار ہوجاتی گولی کے باعث سڑک پر گرے اور چند سیکنڈز میں آخری ہچکیاں لیتے لیتے دم توڑ گئے، نشانہ لگتے ہی وہ بلڈنگ کا آدمی وہاں سے غائب ہو چکا تھا۔ سڑک پر بھگدڑ مچ چکی تھی، اتنی سیکورٹی کے باوجود ایک نامور دینی شخصیت اپنے ارکان کے ساتھ ہو کر بھی جان سے ہاتھ دھو بیٹھے۔ ہر کوئی

حراساں تھا۔ بلڈنگ کی بیسمنٹ سے ایک ماسک پہن کر ہاتھ میں بڑا سا بیگ لے کر آتا آدمی تیز رفتاری سے گیراج کی سمت جا چکا تھا۔

مکمل سیاہ میں، وہ توانا و مضبوط آدمی گیراج پہنچتے ہی پہلے سے عبداللہ عارض سکندر کی گاڑی کی نشان دہی کرتا، پہلی ہی صف میں کھڑی گاڑی کا آٹومیٹک کی سے لاک اوپن کر گیا، پھر اسکی گاڑی کی ڈگی کھولتے ہی اپنے گلووز والے ہاتھوں سے وہ سنائپر گن والا بیگ اس ڈگی میں رکھتے ہی بند کرتا دوسری سمت کھڑی اپنی گاڑی کی جانب لپکا۔ سامنے پہنچ کر وہ پشت کر چکا تھا، اسکا چہرہ چھپا تھا لیکن غلاظت سے بھری آنکھیں وحشت سے چمکی تھیں۔ اپنا ماسک اور گلووز اتار کر اپنی گاڑی میں اچھالتے ہوئے وہ وہاں لیبارٹری میں سپیشل تیار کیے گئے عبداللہ عارض سکندر کے فنگر پرنٹس سے بھرے نمونے اک نئے اور صاف گلوز کی جوڑی پر چپکا تا ہوا بڑے پروفیشنل انداز سے انکو

عبداللہ عارض سکندر کی گاڑی کھول کر اندر پھینکتا واپس اپنی اس سپیشل چابی سے گاڑی لاک کرتے ہی اپنی گاڑی کی سمت واپس لپکا۔

اگلے دو سیکنڈز کے اندر اندر گاڑی گیراج سے باہر نکل گئی۔

وہیں عبداللہ اپنے لاکر میں ملتی ڈرگز کے بارے شمیم مرزا سے جان کر خود بھی متوخش حال میں تھا، لیکن کسی ممبر کے ہانپ کر آفس پہنچنے اور باہر برپا ہوئی قیامت کا بتانے پر وہ سب بھی ہڑبڑا اٹھے۔

کچھ ہی دیر میں پولیس اس جائے وقوعہ پر پہنچ چکی تھی، سالار خان ہی اس معاملے کو دیکھنے پہنچا جبکہ رزاق عالم کی ناگہانی موت اسے اپنی ایک اور ناکامی محسوس ہوئی۔

ہر طرف سیکورٹی نافذ کیے پورا ایریا سیل کر دیا گیا تھا، گیراج میں کھڑی تمام گاڑیاں کچھ وقت تک ضبط کر لی گئیں اور گولی لگنے کی سمت کا تعین کرتے

ہوئے تمام مشکوک جگہیں بھی شک وشبہ کی فہرست میں لا کر سیل کر دی گئیں۔

اور پھر عبداللہ عارض سکندر کی گاڑی کی جانچ ہونے پر ملتی سنائپر گن اور گلوز فرانسک ٹیم نے اپنے قبضے میں لی اور فوری طور پر عبداللہ عارض سکندر کو اریسٹ کرنے کے حکم جاری ہوئے۔

خود ویلوٹ کے ارکان بھی ایک مزید دھچکے پر عبداللہ عارض سکندر کا ساتھ چھوڑتے محسوس ہوئے۔

قیامت کسے کہتے ہیں یہ بہت سے لوگوں کو آج پتا چلا۔

..________________________..

"ہمم۔۔۔وہی ہوا جسکا ڈر تھا۔ہادی کہاں ہے؟ کیا وہ تھانے میں ہے؟"

ائیر پورٹ کے بیرونی اطراف کھڑا مبین، بلاول کی کال پر کچھ دیر وہیں رک گیا جبکہ عبداللہ کے بارے ملتی یہ خبر اسکے لیے دھچکے سے کم نہ تھی پھر جس طرح رزاق عالم کو دن دہاڑے قتل کیے سارا الزام عبداللہ پر لگایا جارہا تھا، یہ خبر مزید ذہنی دباؤ اور قلبی کشیدگی کا باعث تھی۔

"جی بھائی، میں نے کل کا سارا معاملہ سالار خان کو بتا دیا تھا۔ حقائق وہ بھی جان چکے ہیں۔ انکا کہنا ہے عبداللہ کو گرفتار کرنا فی الحال انکی مجبوری تھی، جبکہ اس پر انھیں زرا بھی شک نہیں۔ لیکن جائے وقوعہ سے ملتی کڑیاں ابھی تک سارے معاملے کا ذمہ دار عبداللہ کو ٹھہرا رہی ہیں۔ فرانسک ٹیم چوبیس گھنٹوں کے بعد رپورٹ فراہم کرے گی۔ اگر رزاق عالم کو لگتی گولی اسی گن سے نکلی ہوئی جو عبداللہ کی گاڑی سے ملی ہے تب معاملہ پیچیدہ ہو جائے گا۔ گلوز بھی ملے ہیں جن پر موجود فنگر پرنٹس جانچ کے لیے جا چکے ہیں۔ جبکہ ویلوٹ کے چئیر مین شمیم مرزا بھی پورے ادارے کی مخالفت کے باوجود عبداللہ کی سپورٹ میں نظر آرہے ہیں"

بلاول اس وقت تھانے کے باہر ہی کھڑا تمام بریفنگ سے مبین کو باخبر کر رہا تھا جبکہ مبین عارض سکندر کے چہرے پر پریشانی کی شکنیں واضح ہوئیں، یہ ڈھلتا ہوا دن اسے مزید کوفت انگیز محسوس ہوا۔

"اور میڈیا؟ ہمارے گھر سے کوئی پہنچا؟ میں واپس آتا ہوں۔ عبداللہ کو اس مشکل میں چھوڑ کر نہیں جا سکتا بلاول۔ سعودیہ کی کمپنی سے ہمارا یہ پراجیکٹ جتنا بھی اہم ہو، عبداللہ سے ہرگز اوپر نہیں"

چند سوال کیے وہ اک سرد سی نگاہ ائیرپورٹ کے داخلی دروازے کی سمت لگا تا مڑا جبکہ بلاول، سامنے سے اسکی جانب آتے ہادی سکندر کو دیکھتے پہلے ہی مودب ہو چکا تھا مگر ہادی نے اس سے فون لے کر اسے اندر جانے کا اشارہ کیے کان سے لگایا۔

جبکہ مبین کی ساری بات، ہادی ہی نے سنی۔

"جا کر اپنی ذمہ داری نبھاو تم، ہادی سکندر کے ہوتے ہوئے تمہیں فکر کرنے کی ضرورت نہیں۔ عبداللہ کو بچانا اور اسکی بے گناہی ثابت کرنا میرا فرض ہے۔ رزاق عالم کا مڈر جس نے کیا میں اسے اچھے سے جانتا ہوں اور تمہیں یقین دلاتا ہوں کہ اس بار ہادی سکندر تمہیں مایوس نہیں کرے گا۔

میڈیا ٹانگ اڑانے کی کوشش کر رہا ہے لیکن اسے اتنی ہی انفارمیشن دی جائے گی جتنی ضروری ہے۔ آٹھ سال کا سارا قرض ایک ہی بار چکاوں گا لہذا واپس آنے کی ضرورت نہیں۔ عارض چاچو بھی یہیں تھے میں نے تسلی دے کر گھر بجھوا دیا کہ ماہ چچی جان کے ساتھ رہیں۔ اب تم بھی اپنی فلائیٹ پکڑو اور بے فکر ہو جاو"

اور شاید یہ ہادی سکندر کا دوسرا قدم تھا، بھلائی سے اچھائی کی جانب، مبین عارض سکندر کا اداس ملول سا دل گویا اس بندہ بشر نے سہولت کے سنگ سہلا دیا تھا، اک تھکی سی مسکراہٹ مبین کے چہرے کا احاطہ کر گئی۔

"مجھے تم پر اور تمہاری قابلیت پر بھروسہ ہے ہادی، لیکن اپنی حفاظت پہلے کرنا۔ مجھے یہ فرض نبھانے بذات خود جانا ہے کیونکہ کوئی وہاں میرا منتظر ہے۔ عبداللہ کو تنہا مت چھوڑنا۔ اور نہ یہ سب قرض چکانے کی نیت سے کرنا۔ مجھ پر تمہارا کوئی قرض نہیں۔ تم میری زندگی کا ایک اہم حصہ ہو۔ مجھے اگلی خبر اچھی سنانا، اور خود سنانا۔ تمہارے علاوہ کسی کی کال نہیں اٹھاوں گا۔۔۔۔۔ سمجھ گئے ہو"

لہجے کی تکلیف ہر ممکنہ دبائے، مبین عارض سکندر رابطہ توڑ گیا، اک سینے پر بوجھ کی طرح دھری سل زبردستی پرے کیے، بمشکل سانس کھینچتا وہ ائیر پورٹ کی جانب بڑھ چکا تھا جبکہ اس کٹی کال نے کسی کی دنیا کا ربط بگھاڑ دیا تھا۔

ہادی سکندر نے افسوس زدہ مسکراہٹ دیے غیر مرئی نقطے پر نگاہ جمائی اور پھر کچھ سوچتا ہوا تھانے کے اندر بڑھا۔

میڈیا متحرک ہو چکا تھا، رزاق عالم کی ڈیڈ باڈی، رات تک انکے لواحقین کے سپرد کر دی جانی تھی اور پوسٹ مارٹم ہونے کے باعث محترم کو جلد قبر نشین کر دینے کی تجویز بھی دی گئی تھی۔

جبکہ منہاس علی اور فراز نامی وہ شیطان، اپنی جیت کے نشے میں دھت اب صرف روحان وحدی کے سونپے کاموں کو تکمیل دینے میں لگ چکے تھے یہ جانے بنا کہ وہ قیامت جو انکی بقول عبداللہ عارض سکندر پر اترتی محسوس ہو رہی ہے وہ دراصل انہی پر قہر کی مانند ٹوٹنے کو ہے۔

جبکہ عبداللہ کی گرفتاری اور رزاق عالم کے قتل کا اس پر عائد ہوتا الزام ایک ایسا دھچکا تھا جو کئی لوگوں کے پیروں تلے سے زمین سرکا گیا۔

ماہ جبین اور عارض سکندر کی حالت جہاں اس قہر پر بگھڑی لگی وہیں انھیں بھی عبداللہ کی بے گناہی پر سو فیصد یقین نے اک تسلی سونپ دی۔

عارض سکندر جانتے تھے کہ انکے بچے کیسے ہیں تبھی اس روح شگاف جھٹکے کو انہوں نے خود بھی آزمائش کے طور لیا اور دل چھوٹا کر کے آنسو بہاتیں ماہ جبین کو بھی یہی دلاسہ سونپا۔

خودمان اور شاہ ویر بھی اس خبر پر عارض ولا پہنچ چکے تھے، سالار خان کی جانب سے ملی پر امید تسلی گویا سبھی کے لیے دل کی ڈھارس تھیں مگر جیل کی سلاخوں میں یکدم آکر قید ہو جاتے عبداللہ نے ایسی سخت آزمائش ہر گز امید نہیں کی تھی۔

وہ ذہنی دباو کا شکار تھا، قتل جیسا بھیانک الزام اسکی نازک طبعیت پر ستم سے زیادہ کچھ نہ تھا۔

بھلے سالار خان، شمیم مرزا، ہادی سکندر، بلاول کی لاکھ کوششیں ہو رہی تھیں لیکن وہ اپنے دل کا کیا کرتا جو بس امل کے دور ہونے کے خدشوں میں بے حال ہوئے دھڑک رہا تھا۔

"اگر امل نے بھی مجھے ویسا مان لیا جیسا یہ دنیا کہہ رہی ہے تو میرے ہاتھ کیا رہے گا اللہ؟ وہ میری زندگی بھر کی جمع پونجی ہے۔

مجھ سے میرا نام تک چھین لیں مگر امل نہیں۔ وہ تو پہلے ہی میرا سنگدل محبوب ہے"

جیل کی سلاخوں کو اپنے مضبوط ہاتھوں سے جکڑے وہ دم دیتی کیفیت سے گزر رہا تھا، زندگی میں پہلی بار اسے لگا اسکی سانس بند ہو رہی ہے۔

جبکہ دوسری جانب امل کو یہ خبر رات تک ملی، وہ آج آدھا دن آفس کے کچھ ضروری کام دیکھ کر دو تک واپس آگئی اور ابھی بابا کے اٹھانے پر اٹھی جو اہم پراجیکٹ کے لیے اوٹ آف کنٹری جا رہے تھے مگر عبداللہ والی خبر کے بعد وہ نہ صرف اپنا دماغ گھوما محسوس کر رہے تھے بلکہ انکے بے یقین تاثرات پر امل بھی حیرت کا مجسمہ دیکھائی دی۔

پھر وہ دس منٹس تک ریڈی ہوئے سٹنگ ایریا میں پہنچی جہاں جلال پاشا بھی بالکل جانے کے لیے تیار کھڑے تھے۔

"مجھے تھانے ڈراپ کر دیجیئے گا ابا جان"

اجلت میں اپنی جیکٹ پہنے وہ قریب آتے بنا جلال پاشا کے سپاٹ انداز تکتی مصروف سے انداز میں بولی جس پر جلال پاشا کی چھبتی خاموشی محسوس کیے امل کو توجہ دینی پڑی۔

"کوئی ضرورت نہیں تھانے جانے کی، میں اور عارض خود ہینڈل کر لیں گے۔ اب وہ بندہ اتنا اہم ہو گیا کہ ماہرانی صاحبہ سپائیڈر وومین بنی اسکی مدد کو جانا چاہتی ہیں۔ ویسے بھی تھانے کچہری میں لڑکیوں کا کوئی کام نہیں ہوتا"

قطعیت بھرے انداز میں وہ امل کو یکسر نظر انداز کیے باہر لپکے جبکہ وہ فورا سے بیشتر دوڑ کر انکے ہمقدم ہوئی اور ان سے پہلے باہر نکلی۔

"وہاں میرا سب سے زیادہ کام ہے یار، پہلے آپ نے اس باولے بندر کو میرے لیے اہم بنایا اب جب میں جا کر بچارے کی دل جوئی کیے اہمیت جتانا چاہ رہی تو آپ مجھے روک رہے۔ مجھے ڈر ہے بابا کہیں وہ اس سارے الزامات کے بیچ خوامخواہ کے وسوسے پال کر اپنا ہارٹ اٹیک نہ کروا لے۔۔۔ آپ جانتے ہیں میرے لیے وہ کیا سوچتا ہے"

امل کی ان غیر یقین باتوں کو سن کر جلال پاشا حیرت و بے یقینی کے سمندر میں غوطہ زن ہی تو ہو گئے، اچٹتی نگاہ موڑ کر امل کے اداس چہرے کو دیکھا اور پھر فکر کے سنگ اسکا ماتھا چھوا۔

جبکہ بابا کی یہ حرکت، امل کو منہ بسور لینے پر مجبور کر گئی۔

"مجھے تو تمہاری طبعیت خراب لگ رہی ہے امل پاشا، کہیں بھنگ و نگ تو نہیں کھا لی؟ یا کچھ پی کے آئی ہو؟"

بے یقینی اور تشویش کے سنگ وہ بولے جبکہ آخری بات پر جلال پاشا کے چہرے پر غضب چھلکا اور امل اتنی ڈائریکٹ بے عزتی پر اتنا سا منہ لے کر رہ گئی۔

"آپ میری انسلٹ کر رہے ہیں مسٹر جلال، ناٹ فیئر"

روٹھ کر وہ جس طرح بولی، نا چاہتے ہوئے بھی پہلی بار جلال پاشا کو نہ صرف امل پر پیار آیا بلکہ جی چاہا آج اس پیار کو جتا بھی دیں لیکن ازل کی بنائی حدود انھیں آج بھی ایسا کرنے سے روک گئیں۔

"کیا تم نے واقعی دل سے عبداللہ کو قبول کر لیا ہے؟ کیا تم مجھے میری خطا پر معاف کر چکی ہو؟ بتاو امل"

وہ جو مایوس اور اداس سی واپس اندر جانے کو پلٹی تھی، بابا کے پکارنے اور امل کے دونوں ہاتھ پکڑ کر پوچھنے پر ہونق بنی رہ گئی، اڑے حواس کے سنگ کبھی بابا کی حسرت بھری آنکھیں تکتی تو کبھی انکا ہاتھ تھام لینے کا انداز۔

دل میں درد سا اٹھا تھا، جسے وہ دبا بھی نہ پائی۔

"وہ دنیا جیسا نہیں ہے جو ہمیشہ امل کو نظر انداز کر دیتی ہے، نہ وہ مس مناحل کی طرح ہے جو امل کی کوالٹیز کو انڈر اسٹیمیٹ کرتی آئی ہیں، نہ وہ آپکی طرح ہے جو مجھے دل ہی دل میں رکھ کر پیار کرتے رہے لیکن آج تک یہ نہ کہہ سکے کہ امل! میری بیٹی تم میری جان ہو۔۔۔نہ وہ مسٹر شاہ ویر جیسا ہے جو بہتر اور بہترین کی اصولی جنگ لڑنے اور حقیقت پسندی کا لبادہ اوڑھ کر زندگی گزارنے کے حق میں اپنا حاصل قبول کر گئے۔وہ اپنی طرح ہے، سب سے الگ۔۔۔سو میں نے اسکی آزمائش لینے کا فیصلہ ملتوی کر دیا۔بلکہ اب میں اس بڑے امتحان میں اسکے ساتھ کھڑی ہو کر اسے یہ بتانا چاہتی ہوں کہ امل پاشا کی منزل صرف اور صرف عبداللہ عارض سکندر ہے۔۔۔

آپ جائیں، میں خود چلی جاؤں گی"

زمانے بھر کی ساری اداسی امل کی آنکھوں میں اتر آئی اور اسکا اک اک لفظ جلال پاشا کو خون کے آنسو رلا گیا، وہ رسان سے اپنے ہاتھ چھڑوائے بابا کی نظروں سے اوجھل ہوئے واپس اندر چلی گئی اور جلال پاشا کو لگا انکی کائنات تو لمحے میں تھم گئی ہے۔

آج جلال پاشا کو احساس ہوا کہ انہوں نے شہرت اور دنیا تو خوب کمائی لیکن وہ چاہت بھرا آشیانا نہ کما سکے، امل کے اندر پنپتی ساری محرمیوں کا توڑ نہ کر سکے، اپنی خود غرضی اور انا کی بھینٹ اپنی ہی اولاد کو چڑھائے آج بہت بڑے بزنس آئی کن سے ایک خالی ہاتھ کھڑے فقیر بن گئے۔

وہ تو چلی گئی لیکن بابا پر صدیوں کی تھکن لاد گئی۔

..______________________..

"میں ایک چکر گھر لگا کر آتا ہوں سالار خان، ویسے آج کی اس افراتفری میں فائدہ آپکا ہوا۔ بچ گئے میرے عتاب سے۔ لیکن اس معاملے کے ساتھ

ساتھ جلد رابعہ وحدی کا کام نمٹائیں تا کہ مزید یہ سب لمبا نہ لٹکے۔ رہی بات عبداللہ کی تو اسکی بے گناہی ثابت کرنا میرا کام ہے، آپ اس معاملے میں سوچ و چار کر کے ذہن کو ہرگز مت تھکائیں۔۔۔۔ صبح عبداللہ کی کورٹ حاضری سے پہلے پہنچ جاوں گا، دو دن کے اندر اندر میں اپنا کام مکمل کر کے تمام معاملات سلجھا دوں گا۔ آپ کے لیے توجہ طلب صرف رابعہ وحدی ہونی چاہیے"

رات ایک تک ان الجھے بکھرے معاملات پر غور و فکر کرنے کا مرحلہ سرانجام دیے، ہادی سکندر ایک بار پھر سالار خان کے دماغ میں اپنی وارننگ کا گھنٹہ بجائے، اپنی جتاتی نظروں سے بہت کچھ باور کروائے تھانے سے نکل گیا تھا جبکہ سالار خان اس وقت کچھ بھی سمجھنے اور کسی اور کو سمجھانے کی پوزیشن میں نہ تھا۔

روحان وحدی جس چائے والے کے ذریعے خط و کتابت کر رہا تھا، سالار خان اسے پکڑنے میں کامیاب تو ہوا مگر اس مردود نے پکڑے جانے کے دو منٹ

بعد مٹھی میں دبایا زہر نگل لیا اور وہیں پھڑکتا ہوا دم توڑ گیا جبکہ مزید تفتیش پر یہ بات پتا چلی کہ وہ چائے والا نہیں بلکہ روحان وحدی کا ہی کوئی کارندہ تھا، اسے تھانے میں تب سے دیکھا جا رہا تھا جب سے روحان وحدی یہاں آیا تھا۔

جبکہ رابعہ وحدی سے فی الحال وہ کسی بات کو کرنا، اپنے ضبط کی حدیں لبریز کرنے کے مترادف جان رہا تھا، بلاول کے ذریعے اسے مبین کا پیغام بھی موصول ہو چکا تھا اور ہادی سکندر کی تپش بھری باتیں ایک طرف اس تھانیدار کا سر چکرا رہی تھیں۔

عبداللہ کو رات کا کھانا بھی ہادی خود پہنچا کر گیا تھا اور سرسری سی بے فکر رہنے کی ڈھارس بھی پہنچائی اور مبین کا یہ ساری ذمہ داری اسے سونپ کر جانا بھی واضح کیا۔

جبکہ خود عبداللہ بھی جانتا تھا کہ سعودیہ کا یہ ٹور کس قدر اہمیت کا حامل تھا تبھی اسے مبین کے ساتھ نہ ہونے کی کمی، ہادی سکندر کی تسلی سے کم محسوس ہوئی اور پھر بے قصور تھا وہ، اور کسی معاملے میں اسے کوئی فکر نہ تھی سوائے امل کے ردعمل کی جو سوچ سوچ کر اسکی جان جارہی تھی۔

جبکہ ہادی سکندر نے پہلے ہی اپنا ایک آدمی کمانڈر کے پیچھے لگا رکھا تھا، اور گھر جانے کے بجائے وہ پہلے سیدھا جائے وقوعہ پر پہنچا۔

کسی بھی عام بندے کو اس سیل ایریا میں اس کیس کے ختم ہونے تک داخل ہونے کی اجازت نہ تھی، کئی پولیس والے وہاں مٹر گشت کر رہے تھے اور ہادی سکندر کی وہاں آمد گویا ان سبکے لیے بھی تشویشناک تھی۔

اسکا جونئیر عامر نامی ساتھی اسکے ساتھ ہی موجود تھا، وہ دو اس جگہ کھڑے تھے جہاں عبداللہ عارض سکندر کی گاڑی پارک تھی۔

"یہاں پہلے ہی جانچ مکمل ہو گئی ہے بھائی، فارنسک ٹیم تمام ملتے ثبوت لے جا چکی ہے۔ تو ہم یہاں کیوں آئے ہیں"

وہ لڑکا ہادی سکندر کے بغور فرش کو بیٹھ کر تکنے پر تشویش سے بولا جس پر ہادی نے وہاں گیراج کے ابتدائی راستے میں خفیف سے بنے بوٹوں کے نشان دیکھے جو بہت مدھم تھے۔

"میگنفائے گلاس دو عامر"

ہادی کے حکم پر وہ ہاتھ میں پکڑی ٹول کٹ سے اسے مطلوبہ شے نکال کر تھما چکا تھا۔

ہادی نے بھرپور ہمت اور توجہ لگائے اس بوٹ کے نشان پر غور کیا، میگنفائے گلاس کی مدد سے کسی بوٹ تلے لگی مٹی نے وہاں پورا تو نہیں البتہ ایک خاص قسم کا لوگو نما ٹھپہ اس صاف فرش پر چھوڑ دیا تھا۔

جبکہ وہ جانا مانا سا نشان لمحے کے ہزارویں حصے ہادی سکندر کے سارے شکوک دور کر گیا۔

اسکی آنکھوں میں فتحمندانہ مسکراہٹ اتری جس پر عامر بھی حیرت زدہ ہوا۔

"ہر مجرم اپنے پیچھے کوئی نہ کوئی نشان چھوڑتا ہے عامر، بھلے وہ اپنی طرف سے اپنا کام کتنی ہی صفائی سے کیوں نہ کر کے گیا ہو۔ مجھے کچھ شبہات تھے مگر دور ہو گئے۔ یہ نشان اتنا مدھم اور تفتیشی جگہ سے دور آن بنا کہ اسے فارنسک ٹیم بھی نظر انداز کر گئی۔ لیکن میں جان چکا ہوں کہ اس سب گھناونی سازش کے پیچھے کس کا ہاتھ ہے"

غیر واضح انداز لیے ہادی نے میگنفائے گلاس واپس عامر کو تھمایا اور اسی کٹ سے ایک کارڈ نما پیپر نکالا جس پر کیمیکل کی تہہ چڑھی تھی اور پھر اس کارڈ کو اس فرش پر بنے نشان پر یوں رکھا کہ وہ مٹی اور دھول سا بنا لوگو اور وہ

ذرّات فوری طور پر اپنی شکل برقرار رکھتے ہوئے اس چپکو کیمیکل کارڈ کے ساتھ جڑھ گئے اور عامر نے اس پیچ پورے عمل کی فوٹیج اپنے کیمرے میں لی جبکہ یہاں ایک کیمرہ پہلے ہی نسب کیا جاچکا تھا اور اس میں بھی یہ فوٹیج مکمل طور پر قید ہوچکی تھی۔

"سالار صاحب! معذرت لیکن آپکے منع کرنے کے باوجود میں یہاں آیا کیونکہ نہ تو مجھے آپکی کارگردگی پر مزید یقین ہے نہ آپکی فارنسک ٹیم کی کوالٹیز پر بھروسہ۔ دیکھ لیں آپکے ہونہار لوگ کتنا بڑا ثبوت یہیں چھوڑ گئے۔۔۔۔اب آپ اپنی وارننگ کے سخت ہونے کے لیے تیار رہیے گا"

وہ کیمیکل کارڈ، پوری احتاط کے سنگ واپس اسکے بیگ میں رکھے، اٹھ کر کیمرے کی روبرو آئے سختی اور افسوس ملے انداز سے کہتا ہوا مڑا اور عامر کو اپنے ساتھ اس بلڈنگ کی چھت تک چلنے کا اشارہ کیا جبکہ کیمرے کی لائیو ریکارڈنگ تکتے اہل کار نے یہ پیغام فوری سالار خان کو پہنچایا جس پر وہ تلملایا ہوا افسر جل بھن کر رہ گیا۔

یہی نہیں ہادی سکندر کو اس بلڈنگ کی چھت پر سے بھی کچھ شواہد ملے جو سالار خان کے پروفیشنل لوگ یونہی چھوڑ گئے اسکے علاوہ گولی کی سمت کا تعین کیے وہ اپنے مطابق کچھ اندازے لگا تا یہ سارے ثبوت عامر کو تھمائے، سالار خان تک پہنچانے کا کہے خود واپس گھر پہنچا تو فجر کی آذانیں شروع ہو چکی تھیں۔

شیخ عارف ہی نے اسکے آنے پر دروازہ کھولا جس پر وہ سب سے پہلے ڈرائیور کی خیریت دریافت کرنے اسکے کوارٹر پہنچا۔

زخم اب بہتر تھے مگر تکلیف اور ڈر کے باعث پرویز کو تیز بخار ہو گیا تھا اور عارف اسکی ٹھنڈی پٹیاں ہی کر رہے تھے۔

"ٹھیک ہو جائے گا، صدمے میں ہے۔ تم جاو المیرا بیٹی اور ماہ سے ملو۔ میں ہوں یہاں"

پرویز کی حالت جانچتا وہ کسی گہری سوچ میں تھا جب عارف صاحب کی آواز پر خیالات سے چونکا اور پھر رکھائی سے سر اثبات میں ہلائے گھر کے اندر بڑھا، جیکٹ اتار کر ابتدائی سٹنگ ایریا میں دھرے صوفے پر اچھالتا ہوا وہ پہلے المیرا کے کمرے میں ہی جھانکا جو نماز ادا کرتی پائی گئیں۔

وہ چند لمحے وہیں کھڑا رہا اور پھر المیرا کے نماز ختم کر کے اٹھنے اور جائے نماز طے کر کے رکھنے پر اندر داخل ہوا اور خاموشی کے سنگ آ کر المیرا کو بازوؤں میں بھرے حصار گیا جو ابھی ہادی سکندر کے لیے ہی ڈھیر ساری دعائیں کیے اٹھی تھیں۔

آج کی ساری رات کا انتظار کروائے وہ اب لوٹا تھا جس پر المیرا خفا نہ ہو سکیں، عبداللہ والا معاملہ ان تک بھی پہنچ چکا تھا۔

"ہادی، میری جان۔ ٹھیک ہو ناں۔۔۔"

اداس سا مسکرائے وہ کچھ ثانیے بعد اسکی بازو کھولے روبرو ہوئے اسکا تھکن سے الجھا ہوا چہرہ تکتیں، گال چھوئے پوچھ بیٹھیں جو پھر سے المیرا کے گلے جا لگا، شاید تھکن اتارنے کا یہ سب سے خوبصورت طریقہ تھا جو اس الٹے بندے پر جچتا بھی تھا۔

"ایک دم ٹھیک ہوں المیرا! بس مصروفیت بہت آگئی سو وقت پر آکر وعدہ پورا نہ کر سکا۔ آپ ٹھیک ہیں ناں، کوئی خراش تو نہیں آئی۔ مجھے بہت پریشانی تھی، لیکن میں یہ بھی جانتا ہوں المیرا ایک جنگجو ہیں، ہادی سکندر کو اس زمانے سے لڑنا سیکھانے والی بہادر جنگجو۔۔۔ سو پھر آپکے لیے میری پریشانی کم ہو گئی"

ماں کی ساری اداسی رفع کیے وہ بہت فجر جتائے مسکرایا، ہاں اسکی مسکراہٹ ابھی کچھ تھکی سی تھی اور المیرا کی جان تو اسے دیکھ کر ہی واپس جسم میں آگئی تھی۔

ہادی سکندر نے اپنے درد فراموش کیے، آج بھی دوسروں کے درد دور کرنے کا فریضہ چنا تھا۔

اور المیرا کو اس بچے پر مان تھا۔

"بس باتیں کروالو تم سے بڑی بڑی، بس جب تم دور ہوتے ہو تو دل ڈرتا رہتا ہے۔ اب تمہاری المیرا پہلے جیسی مضبوط نہیں رہی جبکہ تم مضبوط بھی ہو گئے اور جنگجو بھی بن گئے۔ اب مجھے پھر سے ہادی چاہیے، جسے میں جنگجو بناوں اور اپنی کھو چکی ہمت واپس لے آوں۔۔۔۔ سو جناب جا کر اپنی زوجہ کو ٹائم دیں، مجھے مکھن نہ لگائیں"

فورا سے پہلے وہ ہادی کی باہیں جھٹک کر مٹیار کی طرح بدک گئیں جبکہ ہادی سکندر تمام تر کوفت اور بیزارگی کے موڈ خوشگوار ہوتا محسوس کیے منصوعی گھوری کے سنگ محترمہ کی اتراہٹ دیکھنے لگا۔

"اب آپ سیدھا سیدھا مجھے ورغلانے کی سعی کر رہی ہیں المیرا! پھر مت کہیے گا یہ کیا کر دیا ہادی سکندر"

منصوعی شرارت کے سنگ شوخ جملہ اچھالتا وہ بہت موہنا لگا جبکہ المیرا اسکی شوخی پر مسکا دیں۔

"نہیں کہتی، جاؤ ماہ کے پاس۔ تمہاری کلاس وہ خود لے گی بچو"

شرارت سی آنکھوں میں لیے وہ ہادی کی مسکراہٹ کا صدقہ اتارے بولیں جبکہ محترم ماہ کا سوچتے ہی المیرا کو اک اجازت طلب نگاہ میں سمیٹے کمرے سے نکل گئے۔

کل تو پھر دوا کے زیر اثر ماہ نور نے تھوڑی نیند لے لی تھی مگر آج تو اسے کسی پل چین میسر نہ تھا۔

عبداللہ بھائی کی پریشانی، ہادی کی فکر، کلائی کا درد، جانے اتنی ساری تکلیف کے وہ آنسو کیسے روکے بیٹھی تھی، شاید اسکے دل کو بھی کہیں نہاں یہ تسلی

ضرور تھی کہ اللہ بے گناہوں کو کبھی سزا ہونے نہیں دیتا نہ ہی وہ بے قصوروں کو اکیلا چھوڑتا ہے۔

ہادی سکندر کو آج پورا دن آرام کا نہ موقع ملا تھا نہ مہلت اور اب وہ گردن اور بازو دونوں میں درد کی لہریں اٹھتی محسوس کر رہا تھا۔

گھر بھی وہ کچھ دیر آرام ہی کی نیت سے آیا تھا تاکہ کل کے اہم دن کے لیے اپنے اندر جسمانی ہمت بھی اکھٹی کر سکے۔

اور پھر مبین عارض سکندر کے کندھے کی پہلی بار ساری ذمہ داری اس نے اپنے ذمے لی تھی جو ہادی سکندر کے لیے موت اور زندگی جیسا معاملہ تھی۔

دروازہ کھولا تو نگاہ صوفے پر بے ڈھنگی ہو کر لیٹی ماہ پر پڑتے ہی سارا درد دیتا اثر کھو گیا، رہ گئی تو وہ چاہ جو اس قیمتی لڑکی سے جڑھی تھی اور ہادی سکندر کے اندر سانس سی دھڑکتی تھی۔

وہ بھی دروازہ کھلنے کی آہٹ پر فوراً سے آنکھیں کھولے اٹھ بیٹھی اور پھر چہرے پر دنیا جہاں کی اداسی سمیٹ کر اٹھتے ہی ہادی سکندر کی پھیلی بازوؤں میں جا سمٹی۔

گویا جلتے ہوئے دل کو قرار ملا ہو۔

رورو کر ماہ کی آنکھیں سوجھی تھیں جبکہ جسم کی لرزش بتا رہی تھی وہ ہادی سکندر کے سامنے باقی کا سارا رونے کا شغل فرما رہی ہے۔

"ہادی آپ ٹھیک ہیں ناں، فون کیوں بند کیا تھا آپ نے یار۔ بہت برے ہیں۔ میں اب بس کوچ کرنے والی تھی، اپکو کچھ ہوا تو نہیں ناں"

رو دھو کر دل ہلکا کیے وہ اسکی حصار میں ہی روبرو آئے بھیگی آنکھوں سے ہادی سکندر کے چہرے کا ہر نقش تکتی بے تابی سے منمنائی جبکہ وہ ماہ کو صیحح سلامت دیکھ کر ہی ہر دکھ درد بھول گیا، لیکن اسکی کلائی پر بندھی سفید پٹی گویا ہادی سکندر کی حفاظت پر سوال اٹھائے اسکا منہ چڑانے لگی۔

"ٹھیک ہوں، بڑے سالے صاحب کی ذمہ داری اپنے ذمے لی ہے تبھی چھوٹے والے کے ساتھ تھا۔ تمام معاملات دیکھ رہا تھا۔ المیرا کو تمہارے ساتھ رہنے کی تاکید کی تھی اور وہ ساتھ ہوں تو سمجھا کرو ہادی ساتھ ہے۔ اور رونے اور ڈرنے کی ہمت کیسے کی تم نے بولو؟"

اس ہلکان پری کے تمام سوالات کا تسلی بخش جواب دیے وہ اسکی پھولی گالوں پر دونوں ہتھیلیاں جمائے آخری سوال زرا رعب سے پوچھتا بولا جبکہ ماہ صاحبہ کا تو رونا پہلے شروع ہوا اور سانس اس نے بعد میں کھینچی۔

"ج۔۔جب ان لوگوں نے کہا کہ ہادی انکے پاس ہے اور۔۔۔۔اور آخ۔۔۔خری سانس لے رہا ہے تو میں واقعی ڈر گئی تھی۔ ایسا لگا کسی نے ماہ کی آخری سانس بھی کھینچ لی ہو۔۔۔مجھے المیرا مما کے ساتھ میرے اصل ہادی بھی تو چاہیں ناں۔۔۔۔ایسا نہیں بولنا دوبارہ، میں کسی کو بھی ہادی نہیں مان سکتی، میں کسی کی بھی آنکھیں اور کسی کے دل کو، ہادی کی آنکھیں اور دل

نہیں جان سکتی، میرے ہادی صرف آپ ہیں اور جب آپ میرے پاس واقعی ہوں بس تبھی میں آپکی موجودگی پر یقین کروں گی۔۔۔۔ سن لیں"

اس شخص کی موجودگی کا دلاسا پائے وہ دونوں ہاتھ، ہادی کے ہاتھوں پر رکھتی، صاف صاف برہمی اور تکلیف سے جتاتی چلی گئی اور آخری ہٹ دھرم تڑی لگانا ہرگز نہ بولی جس پر ہادی کی مسکراہٹ اسکے چہرے کی تروتازگی بحال کر گئی، وہ تھکا اور نڈھال ہونے کے باوجود تازہ دم ہوا۔

"آہاں آئی لائک اٹ، اتنی محبت ہو گئی ہے تمہیں ہادی سکندر سے؟"

اس دل و جان سے پیاری لڑکی کو گھیر کر، آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر تکتے ہوئے بےخودی سے پوچھا گیا تھا جو جواب میں کوئی پر اثر اظہار تلاشتی، چند ثانیے ہادی کو دیکھتی رہی اور پھر اپنے بازو اسکی پشت تک لے جاتے باندھتی ہوئی اسکے سینے جا لگی۔

"اتنی پہلے ہی تھی، اس سے بہت زیادہ اب ہوئی ہے۔ مجھ سے پرامسس کریں ہادی، آپ کبھی بھی دوبارہ مجھے اکیلا چھوڑ کر اتنے وقت کے لیے دور نہیں جائیں گے۔ اگر گئے تو میں روٹھ جاوں گی، کبھی نہیں بولوں گی۔۔۔۔ میں نے کتنی آوازیں دیں لیکن آپ نہیں آئے، مم۔۔ میں نہیں برداشت کر سکتی یہ بے بسی۔ مجھے آپ ہمیشہ اپنے پاس چاہیں"

وہ اسکی زرا سی دوری پر چیخ سی گئی تھی، اور تبھی اسکی اس ضدی ہوتی طبعیت پر ہادی نے بھی اسکی، اپنے بغیر لمحے کاٹنے کی سچویشن کا اندازہ لگایا۔

اپنے بنا اپنے پیاروں کو جیتا ہوا سوچنا، اس پہر منحوس سا لگا، پھر بھلا محبتیں کب اختتام رکھتی ہیں، جو محبت وہ خود سے جڑے ہووں سے کرتا تھا وہ اینڈ لیس تھیں، جنکی کوئی حد نہ تھی۔

اور آج اسے ماہ کی خود سے محبت بھی نہ ختم ہوتا سلسلہ محسوس ہوئی، یہ احساس خوش کن تھا۔

رگ رگ میں بہتی بے قراری اور بیزاریئت کا توڑ تھا، نبض کی تکلیف کے زہر کا تریاق تھا۔

"مائی ٹوئنکل سٹار، وعدہ ہے کبھی دور نہیں جاوں گا، تم سے دور جانے کا ہر راستہ صرف اور صرف ہادی سکندر کے خاتمے پر جا رکتا ہے"

باہوں کے دائرے میں ٹوٹ کر بکھرتی ماہ کو سنبھال کر روبرو لائے وہ اسکی ہر اداسی کو اس وعدے کی خوشی سے بدل چکا تھا، جو تمام تر اداسی کے اس شخص کی ڈھارس بندھاتی پیش رفت پر اداس سا مسکرا دی۔

"عبداللہ بھیا بے قصور ہیں ہادی، پلیز انھیں کچھ مت ہونے دیں۔ مما اور بابا بہت اپ سیٹ ہیں۔ وہاں مبین بھیا بھی اذیت میں مبتلا ہوں گے۔ سب کچھ کتنا اچھا تھا، یکدم مصیبتیں ٹوٹ پڑیں۔ مجھے بہت ڈر لگ رہا ہے، عبداللہ بھیا خود کتنے پریشان ہوں گے۔۔۔ میرے سب سے شرارتی بھیا، انکی ہنسی اور شرارت کو نا جانے کس کی نظر کھا گئی۔۔۔ امل آپیہ پتا نہیں میرے بھیا

کے بارے کیا سوچ رہی ہوں گی۔۔۔۔۔سب الٹی سیدھی باتیں سوچ رہے ہوں گے۔یہ بہت تکلیف دہ ہے"

ہادی کی فکر ہٹی تو ماہ کا دل نئے خدشات اور دکھوں سے لرزا جبکہ اسکا ہاتھ تھام کر پرسکون کرنے کی کوشش میں اسے ساتھ ہی بیٹھا تا وہ آہستگی سے اسے خود میں سمو گیا جبکہ خود ہادی کی سوچیں بہت سے معاملات کے گرد امر بیل سی لپٹی تھیں۔

اسکے چہرے پر سوچ کی پرچھائیاں جمی تھیں۔

" جسے جو سوچنا ہے سوچنے دو ماہ، سب کلئیر ہوتے ہی تمام لوگوں کی سوچیں بھی اپنی درست سمت پا جائیں گی۔کچھ نہیں ہوا کسی کو بھی سو ریلکس۔ٹنشن لینے کی ضرورت نہیں نہ اس سے معاملات سلجھیں گے۔تمہیں کہا ہے ناں سب دو تین دنوں میں ہی سیٹل ہو جائے گا اس لیے سنبھالو خود کو"

ماہ کی رہی سہی اداسی اس بار جناب نے زرارعب کے سنگ دور کرنی چاہی تھی اور ماہ نے اسکے سینے میں چھپایا چہرہ، باہر نکالے ناراضگی کے سنگ ہادی کو دیکھا اور ٹھیک سے بیٹھی۔

"سڑو"

منہ بسور کر ہادی کا سنجیدہ چہرہ تکتی وہ قدرے معصوم لگی جبکہ سنجیدگی ختم کرتا وہ ابرو اچکائے اس محترمہ کا سر تا پا جائزہ لیے مشکوک سا ہوا۔

جبکہ وہ اپنی انگلیوں کی پوروں سے ہادی کی بازو سہلائے تب چونکی جب ہادی نے اس کے ہاتھ سے اپنی بازو غیر ارادی کھینچی۔

"ہادی۔۔۔ہادی یہ کیا ہوا۔۔یہ کیسا سرخ نشان ہے۔۔۔یہاں تو۔۔۔"

فوراسے بیشتر ہادی کی بازو جکڑے وہ اسکی شرٹ آستین سے اوپر کھینچ کر وہاں موجود سرخ نشان دیکھ کر پریشان ہوئی مگر ساتھ ہی دماغ میں اس جگہ موجود ٹیٹو ذہن میں لہرایا۔

"ٹیٹو تھا۔۔۔ ہٹوا دیا"

ماہ کی الجھن دور کرتا وہ اسے سہولت سے بتاتے بولا جبکہ ماہ بے یقین تاثرات کے سنگ اس سرخ چھوٹے چھوٹے نشانات سے بھرے زرا سو جھی بازو پر انگلیاں پھیرنے لگی۔ پھر نظر اٹھا کر ہادی کو دیکھا اور ہاتھ سے اسکا چہرہ پرے کرتی گردن پر بھی ویسا ہی نشان دیکھتی روہانسی ہوئی۔

"آپ نے مبین بھیا کی یہ بات بھی مان لی، انہوں نے کئی سال پہلے آپکو کہا تھا کہ ہٹا دیں لیکن آپ نے ضد میں ایک اور بنوایا تھا۔۔۔ آپ نے بھیا کو معاف کر دیا ہادی؟ تبھی تو انکی ذمہ داری اپنے سر لی۔۔۔ہادی کہیں ناں آپ نے انکو معاف کر دیا"

وہ بمشکل اپنی آواز کو بھرنے سے روکتی، ہادی کی گال سے اپنی مرمریں ہتھیلی جوڑے ہچکی سی بھرے بولی تو ہادی کو وہ دن یاد آیا جب اس نے مبین کے ایک ٹیٹو کے اختلاف پر دوسرا جان بوجھ کر اور ضد میں بنوایا تھا۔

اپنی تب کی بے حسی، اسکی آنکھوں میں اس وقت سرخی سی لے آئی۔

"اس سے کون کافر ناراض رہ سکتا ہے، اور کون بدبخت یہ اعتراف کر سکتا ہے کہ اس سے مبین عارض سکندر نے کبھی کوئی ناانصافی کی ہو۔ یہ میری دوستی کا سنگین انداز تھا بس جو اسے بے گناہ بھی برداشت کرنا پڑا۔ سچ بتاوں تو وہ شخص میرا رہنما ہے۔ جسکا احساس میں نے خود کو جان بوجھ کر دیر سے کروایا۔ اسکی دوستی کو بے جا آزمانے والا ہادی، اسے تسلیم کر چکا ہے۔ اسکی ذات نے میری ذات کا جو جو ادھوراپن مکمل کیا ہے میں اسکی یہ ذمہ داری اپنے ذمے لے کر ایک فیصد بھی لوٹا نہیں سکتا لیکن یہ میری اسکے آگے مشکور ہونے کی ایک بے وقعت سی کوشش ضرور ہے۔

تم دعا کرنا میں بھی اسکی طرح اپنے کہے کا ایک بار سہی پر سو فیصد پاس ضرور نبھا سکوں"

آج ہادی سکندر نے اپنی آٹھ سالا جنگ کا خاتمہ کیے تیسر اقدم بھی اٹھایا تھا، اچھائی سے بڑائی تک کا، ابھی جانے کتنے قدم مزید باقی تھے۔

جبکہ ہادی کا یہ اعتراف، ماہ نور کو سرشار کر گیا۔

وہ بے ساختہ ہادی سکندر کی گال پر ہونٹوں کی نرم مہر ثبت کر گئی جبکہ ہلکی ہلکی اگ آتی بیرڈ ہونٹوں پر چبھنے کے باعث وہ پہلے منہ بنائے گھوری پھر ہنس دی۔

اسکی کھکھلاتی مسکراہٹ، ہادی سکندر کو ہر تکان اور اداسی کے محور سے کھینچ کر نکال لائی۔

"میں ساری کی ساری دعائیں ہادی کے لیے ہی کرتی ہوں، کیونکہ مجھے پتا ہے آپکو ماہ کی دعائیں لگتی ہیں۔ یو آر مائی ہیرو۔۔۔۔ اور آپ اپنے کہے کا ایک سو ایک فیصد پاس نبھائیں گے مجھے اسکا بھی یقین ہے۔ اس سب کے بعد میں وہ

منظر دیکھ پاوں گی جو آٹھ سال سے میری حسرت ہے۔ آپکا اور مبین بھیا کا گلے لگنا۔۔۔۔"

خوشی اور جوش کے سنگ کپکپاتی آواز میں وہ ہادی کا حوصلہ بڑھاتی چہکی جبکہ ہادی سکندر کے دل میں آندھی کا جھکڑ سا چلا۔

"کسی کے سامنے نہیں ملنا میں نے، مجھے شرم آتی ہے"

اپنے دل کی ٹیس دبائے وہ ہنوز مسکراتے ہوئے آنکھ کی ساری افسردگی دبائے معصوم بنتے بولا جبکہ شرم والی بات پر ماہ بے ساختہ ہنس پڑی۔

"آپ تو ایسے کر رہے جیسے وہ آپکی بچھڑی محبوبہ ہوں"

ہنسی روک کر وہ خاصے منصوعی روٹھے لہجے میں جناب کی معصومیت پر چوٹ کر گئی اور وہ کیا بتاتا کہ مبین عارض سکندر کے سامنے اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کس قدر دقت طلب معاملہ ہے۔

"بچھڑا یار تو ہے، یاری ہمیشہ دل داری سے اول ہوتی ہے ماہ۔ بلکہ وہ ہر ذمہ داری سے بھی کہیں درجے اول ہوتی ہے"

وہ بلا تمہید ہی ماہ کو لاجواب کر گیا جبکہ ماہ اسے ستائش بھری نگاہوں سے تکتی رہ گئی۔

"آپ دونوں ایک سا سوچنے کے باوجود مشرق اور مغرب جیسے الگ ہیں قسم سے، بٹ میرے لیے تو دونوں میری جان کے ٹکڑے۔۔۔ آپ تو ایکسٹرا ماہ کا اہیلر بھی ہیں اور روح کا حصہ بھی۔۔۔ ہی ہی"

وہ تو ہادی سے مل کر چہکنے لگی تھی، ہر درد اداسی اور پریشانی سے نکل کر جناب کے دل کو دھڑکا گئی۔

"بہت شوخی نہیں ہو گئی تم، یہ نہیں کہہ سکتی تھی کہ میں تمہارے دل کی دھڑکن ہوں"

ماہ کی زخمی کلائی آہستگی سے جکڑ کر، اسے پھر سے حصارے وہ منصوعی غصہ دیکھاتی آنکھوں سے میڈم کی مسکراتی آنکھیں تکتا غرایا جبکہ وہ ہنوز ہنستی ہی رہی۔

"وہ تو میرا بے بی ہو گا"

بے باک جواب دیے وہ ہادی کا سر ہی چکرا گئی۔

"ہیں، کونسا بے بی؟"

ہادی کوفت سے بڑبڑایا۔ جبکہ ماہ کو ہنسی کا شدید دوڑا پڑا۔

"جو اللہ جی مجھے دیں گے"

اس بار بھی ہادی کی کوفت سے محظوظ ہوئے وہ ہنستی ہوئی بولی جبکہ ہادی نے سہم کر یوں دیکھا جیسے بڑا دھچکا لگا ہو۔

"یا اللہ یہ میں یہ کن خطرناک بہو ساس کے بیچ پھنس گیا یار، کوئی شرم ہوتی ہے اور کوئی حیا ہوتی ہے۔۔۔۔"

ہادی صاحب کے گھبرا کر آنکھیں چرانے پر ماہ نور مزید ہنسی اور جناب کے اڑے حواس دیکھ کر ہنستی ہوئی مزید اسے تپا گئی۔

"ہاہا ہمیں کیا پتا وہ کیا ہوتی ہے۔۔۔ہاہا۔۔۔ہادی لک ایٹ یو۔۔۔میرا اچھا منا ہادی شرما گیا۔۔۔ہی ہی"

جوابا قہقہہ لگاتی وہ اب پیٹ پکڑے ہنس ہنس کر دہری ہو رہی تھی جبکہ ہادی بپھرے سانڈ سی گھوری سے ماہ کی یہ بے قابو ہنسی دیکھ کر مزید جھنجھلا رہا تھا۔

"میں مشرقی دوشیزہ نہیں جو شرما گیا، ہنہ۔۔۔جاؤ کام کرو اپنا۔ پہلے چپ چاپ پڑھائی مکمل کرو پھر بے بی کا سوچنا۔ خود ابھی بچپنا گیا نہیں اور بے بی کی پڑ گئی مہارانی کو۔۔۔بتا رہا ہوں اگر ہنسی اب تم تو مکا پڑ جائے گا"

اس آفت کی دل دہلاتی ہنستی پر اپنا بے قابو دل سنبھالے وہ خفت زدہ ہوئے اٹھ کر بڑبڑایا اور فریش ہونے واش روم میں جا بند ہوا جبکہ اسکے جانے کے بعد بھی ماہ نور بری طرح ہنستی رہی، یہاں تک کہ اپنی اس شرارتی حرکت پر محترمہ کا چہرہ تک سرخیوں میں گھل گیا۔

..________________________________..

"ہمم۔۔ بہت پریشان ہوں گے عبداللہ بھائی۔ جب سے شاہ لالہ نے رات آکر ہمیں یہ سب بتایا ہم خود بہت اپ سیٹ ہیں، اماں تو پوری رات جائے نماز سے نہیں اٹھیں۔ جبکہ میں اور شاہ ویر بھائی بھی ساری رات اسی موضوع پر باتیں کرتے رہے، ان سے ہوتی ملاقات کی ساری خوشی بھی جیسے اس یکدم ٹوٹتی قیامت تلے دب گئی۔ امل۔۔۔ وہ وہاں کتنے غمزدہ ہوں گے۔ ضروری بزنس ٹرپ کے باعث رک بھی نہیں پائے"

امل، عبداللہ سے صبح پہلے ٹائم جا کر ملنے کا ارادہ باندھے وہ تب سے اب تک بیڈ پر لیٹی، بے طلب آرام کرنے میں منہمک تھی۔ رات نیلم بھی بہت اداس تھی اور سبھی نے دعائیں مانگ کر ہی رات کاٹی اور اب فجر کی نماز پڑھنے کے بعد وہ کچن میں آکر ناشتہ بنانے سے پہلے امل کی کیفیت اور خیریت دونوں دریافت کرنے کے لیے اسے کال کر رہی تھی۔

جس پر امل کی افسردگی بنا کہے بھی نیلم تک ارسال ہوئی۔

"یہ مویا بزنس ایسا ہی ہوتا یار، بہت ساری خوشی غمی کی ساعتیں ہاتھ سے چھوٹ جاتیں۔ بہت سے ایسے پل جو قیمتی ہوں، یہ خشک منجن کھا جاتا۔ خیر وہ پھر بھی عبداللہ کے ساتھ ہی ہیں لہذا ٹنشن مت لو۔ بابا بتا رہے تھے کہ ماہ کے ہسبنڈ ہادی سکندر اور سالار خان نامی پولیس آفیسر بھی اس سب میں عبداللہ کی فیور میں ہیں۔ بابا کی رات فلائیٹ تھی مگر اس سے پہلے وہ عبداللہ سے اور عارض انکل سے مل کر گئے تھے اور کال کر کے مجھے انفارم بھی کیا۔ میں بھی رات جانا چاہتی تھی پھر سوچا صبح مناسب رہے گا۔

خیر تم بتاؤ کل سب اوکے رہاناں ؟"

نیلم جو ڈائنگ کی کرسی گھسیٹ کر بیٹھے، افسردگی سے امل کی تمام باتیں سن رہی تھی، اسکے آخری سوال پر افسردہ سا مسکرا دی۔

"ہاں سب بہت خوبصورت تھا، تم ملو گی تو تفصیل سے بتاؤں گی۔ ابھی دل اداس ہے۔ اللہ پاک سے دعا ہے وہ یہ ساری مشکلات دور کر دیں۔ پہلے عبداللہ بھائی اور تمہارا اسکینڈل بنا کر ان کے خلاف چال چلی گئی جب وہ لوگ اس سے ناکام ہوئے تو ایسا گندا منصوبہ گڑھا۔ ایسے شر پسندوں سے اللہ کی پناہ"

نیلم کا دل ابھی بہت سارے دکھ محسوس کیے بجھا تھا جبکہ عبداللہ کے خلاف ہوتی ان تمام سازشوں کو سوچ کر امل پھیکا سا مسکرا دی۔

"زندگی نے ہم دونوں کے ساتھ سوتیلے والا سلوک کیا ہے۔ سچی بتاؤں تو مجھے عبداللہ کے بارے سوچ کر ایسا محسوس ہو رہا ہے جیسے اسکی جگہ اس

وقت جیل میں امل موجود ہے۔ عجیب سی کیفیت ہے۔ تم سب دعائیں مانگتے مانگتے رات گزار آئے جبکہ امل رات بھر اس عجیب کیفیت سے دامن چھڑوانے کی جنگ لڑتی رہی"

امل کے لہجے کی بے بسی اور الجھن جہاں نیلم کے لیے نئ تھی وہیں امل کے دل کی اس الجھن پر وہ اداس ہونے کے بجائے پر سکون ہوئی۔

چہرے پر تشکر بھرا تاثر اُمڈ آیا۔

"فون بند کرو اور جاکر خبر گیری کر آو، ممکن ہے تمہیں مزید کوئی لمحہ اس جنگ کے سپرد نہ کرنا پڑے۔ میں بھی ناشتہ بنالوں۔ بابا اور شاہ نے اپنے دھندوں پر جانا جبکہ میں نے سکول۔۔ گھر رہی تو دن بھر خود کو پریشان کرتی رہوں گی۔ چلو اللہ حافظ "

فوری امل کی پریشانی کا حل بتائے وہ مصروفیت کی فہرست بتائے اس کو کہے کال بند کر گئی جبکہ امل پاشا نے عاشق ناتواں پر اگلا احسان کرنے کا عہد لیے بستر کو خیر آباد کہہ دیا۔

وہیں دوسری طرف سعودیہ ہی کے مشہور شہر جدہ میں بنے مہمان خانے کی مہزبانی سے بنا لطف اندوز ہوئے وہ پہلی فرصت میں بلاول کو کال ملانے کا ارادہ کیے اپنے ہوٹل سے باہر نکل آیا تھا۔

جدہ، بحیرہ احمر پر واقع سعودی عرب کا بندر گاہی شہر، اسلامی مقدس شہروں مکہ اور مدینہ کی زیارت کے لیے ایک جدید تجارتی مرکز اور گیٹ وے سمجھا جاتا ہے۔

اسکے لیے یہ شہر اور یہ پورا ملک ہی دل سے قدرتی طور پر قریب تر آباد تھا۔ یہاں آکر دل کی تمام بے سکونیاں رخصت اور خدشے رد ہو جاتے تھے مگر

اس بار مبین عارض سکندر بہت سے توجہ طلب، حل طلب معاملات اپنے پیچھے چھوڑ آیا تھا۔

"حکم کریں بھائی"

دوسری جانب بلاول آفس کے کچھ ضروری کام نمٹا کر ابھی واپس تھانے پہنچا تھا، رات ہادی کے پہنچائے وہ بقیہ ثبوت اس نے سالار خان کی ہدایت پر رات ہی فارنسک ٹیم کے سپرد کر دیے تھے جو کل سے اب تک تمام شواہد پر کام کر رہی تھی۔

"عبداللہ سے بات کرواو میری"

بلاول کو نرم سی تاکید کیے وہ ارد گرد خاموش تا حد نگاہ پھیلی نرم دھوپ کی سمت دیکھ رہا تھا جب بلاول نے سالار خان کی اجازت کے بعد اپنا فون حوالات کے باہر آکر اندر سلاخوں سے کمر ٹیک کر بیٹھے عبداللہ کو سونپا۔

فون عبداللہ کے حوالے کیے بلاول اسی طرح دبے پیر کوریڈور سے باہر نکل گیا جبکہ عبداللہ خاصا مایوس کن تاثر دیے سانس کھینچے فون کان سے لگا گیا۔

"عبداللہ، ٹھیک ہو ناں؟"

پہلی ہی پکار بے قرار و پریشان ہوئے آئی جس پر عبداللہ کا دل مزید چھوٹا ہوا۔

"نہیں ہوں بھائی، ہاتھ بندھ گئے ہیں میرے۔ آپ بھی چلے گئے، میرا یہاں دم گھٹ رہا ہے۔ پلیز کچھ کریں، مجھے اس مصیبت سے نکالیں یار"

عبداللہ کی ایسی مایوس اور بھاری آواز سن کر مبین خود بھی پریشان ہوا تھا، لیکن ہادی سکندر پر اسے خود سے زیادہ بھروسہ بھی تھا۔

"بی بریو عبداللہ، تم کمزور ہرگز نہیں ہو۔ خود کو مضبوط رکھو۔ تمہارا کوئی بال بھی بیکا نہیں کر سکتا۔ تمہارے ساتھ بہت سے لوگ ہیں سمجھے، ایسا مایوس کم از کم میرا بھائی نہیں ہو سکتا۔ ہادی، سالار خان کا قانونی مخبر ہے لہذا یہ سارا

معاملہ وہی دیکھ رہا ہے۔ اسے پتا ہے اس سب کے پیچھے کون ہے۔ یہ ایک مذہبی جنگ تھی جس میں وہ لوگ نفرت اور کدورت کے باعث تمہیں بھی ذاتی چپقلش کی وجہ سے لپیٹ گئے۔ لیکن بے فکر رہو، نہ تو مجھے تم پر یا تمہاری بے گناہی پر شبہ ہے نہ کسی اور کو۔ بس خود کو مضبوط رکھو۔ میں ہمہ وقت سب کے ساتھ رابطے میں ہوں لہذا خود کو بالکل بھی تنہا نہیں سمجھنا۔ ٹھیک ہے ناں"

یوں دور ہو کر وہ عبداللہ کی ہمت بندھا رہا تھا جیسے وہ بالکل اسکے پاس کندھے پر ہاتھ تھپکائے تسلی سونپ رہا ہو اور عبداللہ کا دل اس ڈھارس سے بہت ساری ہمت بٹور کر قدرے سنبھل گیا مگر کل سے اگلا دن نکل آیا تھا اور امل نے اسے ایک بار بھی نہیں پکارا، یہ وہ تکلیف تھی جو عبداللہ کو اس سیاہ کوٹھری میں مزید کمزور کر رہی تھی۔

"اور امل؟ بھائی اگر وہ اس سب کے بعد مجھ سے دور ہو گئی یا اس نے مجھے چھوڑ دیا تو میں زندہ نہیں رہ سکوں گا۔ یہ خسارہ میری جان لے جائے گا"

جانے وہ کتنا اذیت زدہ تھا کہ مبین کو اسکی آواز گلے میں گھٹتی محسوس ہوئی۔

محبت واقعی انسان کو بعض اوقات کمزور کر دیتی ہے اور پھر یہی انسان کی سب سے بڑی طاقت بھی بن جاتی ہے۔

"امل تمہاری طرح جذباتی اور سر پھری نہیں ہے لڑکے اس لیے فضول مت سوچو، اس میں کچھ گُر اسکی نیلم کے بھی تو ہوں گے جو دریا کی لہروں جیسی پر سکون روح ہے۔ یا شاید تم اسی امتحان کے بیچ ہی دونوں مزید قریب آجاو۔ تم دو کے بیچ کا کھنچاو ختم ہو جائے۔ ماحول منفی ہو تو کم از کم سوچا تو مثبت جا سکتا ہے بچہ، اب ریلکس کرو خود کو ٹھیک ہے ناں۔ جلد تمہیں اس سب سے نکال لیا جائے گا۔ ایسے خود کو پریشان اور تنہا محسوس کرو گے تو میں بھی یہاں بے قرار رہوں گا۔ میں تمہارے ساتھ ہوں عبداللہ"

شاید اس وقت اگر مبین اس کی ڈوبتی ہمت نہ بندھاتا تو واقعی خود کو بکھیر دیتا، بے بسی میں بڑے بڑے سلطان تک ضبط کھو دیتے ہیں، بڑے بڑے

صابروں صبر جواب دے دیتا ہے اور وہ تو تھا ہی نرم دل، جو دل محبت کرنے کے ہنر سے واقف ہو وہ سخت اور سنگدل ہو ہی نہیں سکتا۔

جسے ایک طرح کی محبت پر عبور آجائے، اس بندہ بشر کو رب دنیا کی ساری محبتوں کا سلیقہ سیکھا دیتا ہے۔

"تھینک یوں بھائی، اس مشکل وقت میں مجھے ذہنی سکون دینے کے لیے۔ ورنہ سچ میں میرا دماغ پھٹ رہا تھا۔ میں ٹھیک ہوں آپ میری فکر مت کریں اور اپنے فرائض پر سکون ہو کر نبھائیں"

مبین کی بے قراری کا سوچتا وہ خود بھی اسے پر سکون کر گیا جبکہ مبین کی فکر اس سارے وقت صرف عبداللہ ہی کی طرف رہنے والی تھی۔

فون کاٹ کر اک طرف بے دلی سے رکھتا وہ اپنے بالوں میں انگلیاں پھنسائے، گہری سی سانس کھینچنے لگا تبھی بلاول کے نمودار ہونے پر عبداللہ نے سر ترچھا لیے باہر دیکھا اور پھر فون اٹھا کر اسے تھمایا۔

"آپ کی ملاقات آئی ہے عبداللہ بھائی"

عبداللہ کے ہاتھ سے فون واپس لیتے، بلاول نے نرمی سے آگاہ کیے بنا عبداللہ کے پوچھنے کا انتظار کی اپنے قدم باہر نکالے جبکہ وہ کچھ دیر خالی پڑے سنسان کوریڈور کی سمت دیکھتا رہا اور پھر اسے مزاق سمجھ کر چہرہ واپس موڑ گیا۔

جبکہ عبداللہ نے یہاں چہرہ مایوس ہو کر موڑا ہی تھا کہ ناک چڑھا کر اس اندھیر نگری کی بھیانک تاریکی برے برے منہ بنا کر تکتی وہ دور ہی سے دنیا جہاں ہار کر قفس کی تیلیوں سے کمر ٹیک کر بیٹھے جناب کو تکتی خفیف سا شرارت لیے مسکرائی۔

جبکہ کچھ سوچتے ہوئے اپنے قدم اس بے خبر کی سمت موڑ دیے۔

..________________________..

"ہاہا بہت خوب، سب اپنے کام پر لگ چکے ہیں۔ کل کی دھماکے دار خبروں نے تو جسم و جان میں پھرتی بھر دی اب حضرت کے لیے مر مٹنے کا وقت ہوا

چاہتا ہے۔ ہنہ اپنی سر توڑ کوشش کر لے وہ آزاد مغرور پنچھی لیکن اس بدنامی اور زلت سے وہ کبھی نہیں نکلے گا۔ چچ چچ منور دیلانی بھی ہاتھ مل رہا ہو گا۔۔۔ہاہا"

فراز اور منہاس علی نے کل ہی عشوہ سازی کے سنگ جیت کی دعوت اڑالی تھی، جبکہ عبداللہ کے خلاف میڈیا میں آتی پھیکی سوکھی خبروں میں مرچ مصالحے کی کمی وہ اپنے ذرائع استعمال کیے نجی نیوز پیپرز میں چھپوا کر پوری کر چکے تھے۔

اب انکی ساری توجہ روحان وحدی کو جیل سے چھڑوانے کی جانب تھی، تمام لوگ متحرک تھے۔

پلین بہت بڑا تھا، اگلی پیشی میں روحان وحدی کو عدالت لے کر جاتی گاڑی پر حملہ، بم لاسٹ اور نا جانے اس سے بھی کتنی بڑی سفاک منصوبہ بندیاں۔

جبکہ وہ کمانڈر جو اب تک سب کے پیچھے چھپا تھا، منظر عام پر آ چکا تھا۔

ان ٹوٹے پھوٹے کورٹر میں ان ذہنی ابتری کے حامل لوگوں کو بریف کرنے والا، اس روز ہادی سکندر پر حملے کی نیت سے گن تاننے والا، ولیوٹ کے سٹاف روم میں عبد اللہ کے ریک میں وہ مہنگی اور خطرناک ڈرگ رکھنے والا اور رزاق عالم کا قتل کرنے والا ایک ہی تھا جو در حقیقت روحان وحدی کا دائیاں ہاتھ کہلاتا تھا۔

اسکی پسِ پردہ تمام سرگرمیوں میں اسکا آلہ کار جو بارکن کے نام سے پکارا اور روحان وحدی کے لوگوں میں جانا جاتا تھا۔

روحان وحدی آج تک قانون اور احتساب سے جو بچا ہوا تھا سب کے پیچھے اسی بارکن نامی غلیظ آدمی کا ہاتھ تھا جو در حقیقت
قا۔۔د۔۔ی۔۔ا۔۔ن۔۔۔ی تنظیم اشاریہ کا انچارج ہیڈ بھی تھا۔

وہ بھی اب اپنے اگلے مشن میں مگن دیکھائی دے رہا تھا، اپنے پلین کو تکمیل پہنچانے کے لیے انھیں اسلحہ اور بارود کی ضرورت تھی، جبکہ وہ تمام جنگجو ٹیم اسی ضمن میں متحرک ہو چکی تھی۔

سبھی لوگوں کو انکا کام سونپ کر وہ منہاس اور فراز سے مزید لوگوں کی مانگ بھی کر چکا تھا، جبکہ یہ لوگ ہادی سکندر کو راہ سے ہٹانے کے بھی پلینز بنا چکے تھے لیکن ایک فیصلہ اس کائنات کے مالک نے بھی کر لیا تھا، اسلام مخالف ان نجاست بھرے وجودوں کے خاتمے کا فیصلہ اور اسلام اور اس مذہب کی ناموس کی بقا کے لیے لڑتے مجاہدین کی مدد کا فیصلہ۔

جبکہ قاری وحید انجم بخاری بھی اپنی دعاوں میں مرتدین کی عبرت مانگتے دیکھائی دے رہے تھے، دیکھنا یہ تھا کہ اس بار جیت کس کی ہوتی ہے۔

پھر وہیں رابعہ وحدی ایک لمبی چپ کے بعد اپنے آپ میں ایک نئی ہمت بھرنے کی سعی شروع کر رہی تھی، خود سے اور اپنے اپاہج دماغ سے جنگ

لڑنے میں اسے صرف ایک انسان سے جڑے مختلف احساس مددگار ہو پا رہے تھے۔

سالار خان کی ناراضگی۔۔۔۔ سالار خان کی بے اعتنائی۔۔۔

سالار خان کی نرمی۔۔۔۔ سالار خان کی بے بسی۔۔۔

جبکہ مان اور شاہ ویر کے بیچ بھی آج سائیٹ پر یہی موضوع گفتگو رہا۔

وہ عبداللہ کے لیے پریشان تھی اور شاہ نے اسکی پریشانی، سب ٹھیک ہو جانے کی تسلی دے کر قدرے کم کی تھی لیکن حالات ایسے تھے کہ کوئی چاہ کر بھی نارمل ہوتا دیکھائی ہرگز نہیں دے پا رہا تھا۔

..________________________..

"چمکتی دنیا کے ستارے کو بھی یہ ظالم وقت اندھیر نگری لے ہی آیا، بھئی کیسے ہو باولے بندر"

دبے پیروں اس کے قریب چلی جاتی وہ آہستگی سے بنا آہٹ کیے وہیں عبداللہ ہی کے انداز پر اس سے زرا سا فاصلہ بنائے، جیل کی سلاخوں سے کمر ٹیک کر بیٹھتے ہی تاسف بھرے جملے کہتی بولی تو عبداللہ نے بے یقینی کے سنگ جھٹکے سے جھکی آنکھیں اٹھا کر چہرہ موڑا تو ازلی زچ کرتی ہنسی لے کر تکتی امل اسی کی طرح سب ہار کر بیٹھی دیکھائی دی۔

دونوں کو دیکھ کر فرق کرنا مشکل تھا کہ جیل کے اندر کون ہے اور ملاقاتی کون۔

وہ اسے پریشان اور متفکر محسوس ہوا مگر امل کے یوں کہیں سے بھی آجانے نے عبداللہ کے اندر پل پل گھٹتی ہمت از سر نو بڑھا دی۔

"تم اب بھی نہ آتی تو شاید اپنا حال سنانے کے لیے میں باقی ہی نہ رہتا۔ ایسی لاکھ اندھیر نگریاں تمہاری روشنی سے اجل سکتی ہیں امل"

وہ تو گھر سے سوچ کر آئی تھی نہ خود اداس ہو گی نہ اسے کرے گی مگر عبد اللہ کی درد بھری بات پر امل کا چہرہ بھی اتر گیا، اسے لگا وہ رہی سہی دیر بھی کیوں کر کے آئی ہے، کسی کو اسکی موجودگی نے روشن کرنا تھا، اب وہ اس اندھیرے میں کہاں تک اندھا دھند بھاگے گی۔

"فی الحال یہ والی اجال لو، باقی ادھار کر لیں گے۔ اور یہ مجنوں سے بھی گیا گزرا گھسہ پٹا مایوس جملہ تمہارے منہ سے ویسے ہی لگا جیسے شیر کے منہ سے بکری کی میں میں۔۔۔۔"

اپنے عہد پر پہاڑ کی طرح ڈٹی وہ رخ موڑے، آرام سے آلتی پالتی مارے یوں بیٹھی جیسے اسکی بچپن کی سہیلی ہو یا اسکی کا سایہ جو بس بیچ حائل ہوتی سلاخوں کے فاصلے پر کسی نے سوئی دھاگے سے سی دیا ہو۔

وہ خود بھی ٹیک چھوڑ تا امل کی جانب رخ کیے بیٹھا، دونوں ایک سے پاگل لگے، اک دوسرے کو تکتے، اک دوسرے کی موجودگی سے اپنا اپنا اندھیرا زائل کرتے ہوئے دیے۔

"ہنسی نہیں آئی، تم مجھے وہ کہو جو تہمت اور الزامات کا کرب سہتے ملزم کو زندگی تھما دے۔ ہنسنا نہیں چاہتا، میں زندگی محسوس کرنا چاہتا ہوں"

وہ عبداللہ کی ٹھہری آواز میں دبی تڑپ پر پوری جان سے ٹھٹکی، پہلی بار بیچ کی رکاوٹ پر امل برہم ہوئی۔

پھر ہنسی بھی، بے موقع وہ کب کسی پر مہربان ہوتی ہے جو اس بندے کے لیے اپنا یہ اصول توڑنے کا سوچ بیٹھی۔

خود کی بری طرح سرزنش کی۔

"میں تمہیں آزمانے آئی ہوں، ویسے پہلی بار مجھے ابا جان کا نام یوز کیے کوئی کام نکلوانا پڑا۔ ورنہ وہ انسپیکٹر سالار خان مجھے چلتا کرنے کے چکر میں تھے۔

جب کہا کہ اندر موجود شیر کی شیرنی ہوں تو بڑے مشکوک ہوئے اور انکا منہ بھی حیرت اور میری ہمت پر کھل گیا جبکہ ماتھے پر شکنیں آ گئیں پھر جب کہا کہ جلال پاشا کی بیٹی امل پاشا ہوں تو فوراتم سے ملنے کی اجازت دے دی۔۔۔ہاو بورنگ۔۔۔۔ مطلب شیر اور شیرنی والا ڈائلوگ بھی اس بندے کو متاثر نہ کرسکا۔۔۔۔۔ہک ہاہ!"

بناعبداللہ کی خود پر جمی جان لیوا اٹھتی نگاہوں کے اثر سے دبے وہ اپنے ہی رنگ ڈھنگ لٹاتی چہکی لیکن پھر دل سا بند ہوا تو ساری شرارت پلوں میں سمیٹ گئی۔

"امل!"

وہ اپنی آواز کو ڈوبنے سے بچا نہ سکا۔

"رونا مت پلیز قسم سے نہایت برے لگو گے،

پھر میں نے وہ گانا گانا۔

اک پردیسی میرا دل لے گیا۔

جاتے جاتے میٹھا میٹھا غم دے گیا

جانے انجانے اسے پتا نہ چلا

موٹی موٹی اکھیوں میں آنسو دے گیا۔۔۔"

وہ ہزار ہا خود کو سنبھالے پھر سے اسے تکتی مسکرائی لیکن ستم کہ مسکرا نہ سکی اور امل پاشا کی آنکھیں پہلی بار اس بندے کے روبرو جانے کس کس احساس تلے آکر جھک گئیں۔

"میں تم سے یہ کہنے آئی تھی باولے بندر کہ تم خود کو اکیلا مت سمجھنا، امل تمہارے ساتھ ہے۔ ایکچولی مجھے نہیں پتا ایسی سچویشن میں کیسے ری ایکٹ کرتے ہیں لیکن نظریں ہٹا لینا بہت سی ٹوٹتی ہوئی چیزوں کا پردہ رکھ لیتا ہے۔۔۔میں جانتی ہوں تم بے قصور ہو اور اس سارے معاملے میں صرف

امل کو لے کر اس درجہ تکلیف میں مبتلا ہو۔ سو میری طرف سے دل پر رکھا بہت بہت بہت سا بھاری پتھر ہٹا دو"

وہ اسکے روبرو بیٹھی نظریں جھکائے اپنے ساتھ لائی کافی بوتل سے اس پیچ کافی بنائے اور کھانے کے لیے لائی کوکیز بوتل کیپ میں نفاست سے رکھے پروسنے کا اہتمام کرتی بولی جبکہ عبداللہ عارض سکندر جیسے مضبوط شخص کی آنکھوں میں سرخائی گھل آئی۔

"اب میں آنکھیں اٹھا کر تمہیں دیکھوں گی اس لیے اگر کوئی آنسو وانسو ہے تو پونجھ ڈالو ورنہ امل صاحبہ ادھر سونامی لے آئے گی کیونکہ خواب میں بھی تم جیسے چھچھورے کو روتا دیکھنے کی ہمت مجھ معصوم میں نہیں۔۔۔ اور سنو۔ میں ناشتہ کرنے لگی تھی پھر سوچا اپنے ہاتھ سے بنائی یہ زہریلی کوکیز میں اکیلے کیوں کھاوں، تمہیں بھی تو اس ٹارچر سے گزرنا چاہیے سو ساتھ لے آئی۔ سب کہتے ہیں میں پھوہڑ ہوں اور زہریلی کافی اور کوکیز بناتی ہوں سو پہلے بتا رہی اپنے ذمے پر انکو کھانے اور پینے کی ہامی بھرنا"

امل کی تمام باتیں اس بندہ بشر کی جان ہی تو لے گئیں، اور یہ سچ تھا کہ وہ اپنی ساری تکلیف کا دائرہ یکدم سکڑتا محسوس کیے مسکراتے مسکراتے اپنی سرخ ہوتی نم آنکھیں بڑی مہارت سے رگڑ گیا اور اس پل امل کے لیے محبت نا جانے کون کون سے حسین روپ دھار گئی۔

اور جب وہ وکھری حسینہ اپنی ہدایات سونپ کر کافی کا ایک ڈسپوزیبل کپ آنکھیں اٹھا کر عبداللہ کو دیکھ کر اسکی جانب بڑھا رہی تھی تو پھر سے شرارت لیے مسکرا دی اور وہ جیسے آگر اس پل کو اسکی زندگی کا اگر آخری لمحہ بھی بنا دیا جاتا تو وہ ہنستے ہنستے اپنی جان دے دیتا۔

وہ کتنی مقدس نظر تھی جس میں امل خود کو سر تا پا مرکوز محسوس کیے آسودہ ہوئی، مسیحائی کر کے اسے بھی تو کسی اندرون دہکتے زخم کا مرہم ملا تھا۔

جبکہ عبداللہ عارض سکندر کی سینے میں جمی دھڑکن اس لڑکی کے خوبصورت دل کی حدت سے استوار ہو گئی تھی۔ اور گلے میں اٹکی آخری سانس گویا نئی زندگی کی پہلی سانس کا روپ اختیار کر گئی۔

"اب کوئی زہر مجھ پر اثر نہیں کرے گا امل پاشا۔ آج تمہاری آنکھوں کی سچائی مجھ پر کھل گئی، دل کی مہربان صفت عیاں ہو گئی اور لہجے کا شیریں پن مجھے کسی قسم کی کڑواہٹ کو محسوس کرنے کے قابل ہی نہیں چھوڑ سکا۔ مجھے لوٹانا ہے، تمہارے اس مہربان وصف سے دگنا۔۔۔ عنقریب"

چہرے پر ہنوز حزن وملال کے رنگ تھے مگر واللہ اسکے دل کی کیفیت جو سرشار ہو چکی تھی، وہ اس اہمیت پر مخمور اترایا وہیں اس سے بڑھ کر یہ دل دہلا تا عہد باندھے امل کو دیکھتا رہا اور امل نے بدلے میں اس دیوانے کی جذب بھری حکایات سن کر عجیب سے غرور میں مبتلا ہوئے اسے جوابا مدھم مخمور متبسم انداز سے دیکھا جسکی ہر تان امل سے جڑی محبت پر آن ٹوٹتی تھی۔

کیا یہ شرف کم تھا کہ اسکی محض موجودگی ہی کسی بندہ بشر کو مہیا زہر کا توڑ کر چکی تھی۔

"مجھے یہ سب واپس تھوڑا چاہیے، یہ تو تمہارے لیے سرزد ہو گیا بے دھیانی میں"

وہ اس جان لیوا کشش سے جان چھڑوانے کو دانستہ مسکرا کر بولی۔

حالانکہ اس وقت عبداللہ عارض سکندر کی جذبات سے بھری نظریں سہنا جان جوکھم کا کام تھا، وہ سرسراہٹ سی دل تک اتارنے میں ماہر تھیں۔

پھر محبت سے چور زاویہ نظر جو سایہ فگن ہو تو اتراہٹ ہونے لگے، خوامخواہ پنکھ لگیں اور دل ان جذبوں کے آسمان میں پرواز بھرتا چلا جائے۔

اس سادگی پر مقابل نے نظر بھر کر اس لڑکی کو دیکھا، جی چاہا کبھی یہ منظر بینائی سے اوجھل نہ ہو۔

"یہ امل صرف میرے لیے تھی جو آج مجھ پر کھل گئی"

وہ اب بھی اپنی اہمیت پر فدا تھا، مقابل کی بے خود نگاہیں ساری سنجیدگی اور شوخی کا گلا گھونٹ گئیں، اور وہ سہولت سے نظریں چراتی اس لمحہ عبداللہ کے ناجانے کس کس احساس سے چھیڑ خانی کر گئی۔

"میں ایسا بس محدود مدت کے لیے ہی آفر کرتی ہوں، بار بار امل سے مہربانی سرزد نہیں ہوتی۔ تو سنو! آج کا دن کہیں لکھ لو۔ پھر تو تم نے ترس جانا ہے ایسی امل کے لیے۔ تمہاری قسمت میں زورآور اور دھانسو امل ہے لہذا زیادہ خوش فہمیاں مت پال لینا"

مقابل کی بے نیاز بننے کی کوشش اور جان لیوا نخرے نے جناب کی سوئی ہوئی حسیں بیدار کیں وہیں اس موت جیسی قید میں رگوں تک سرائیت کرتی زندگی کا لمس اس بندے کو بہتر سے بہترین حال تک لے آیا۔

جانے یہ بڑبڑاہٹ اسکے مان بھرے جملے کا سبب تھی یا پھر آنکھوں کی تپش کا اثر، وہ لمحے میں بات بدل دینے کا ہنر جانتی تھی۔

اور وہ امل کے ہر انداز کو دیکھنے کا خواہش مند تھا، وہ کس حد تک ظالم تھی یہ تو اسے علم تھا مگر وہ کس حد تک رحم دل تھی یہ آج عبداللہ عارض سکندر پر کھلا۔

جبکہ عبداللہ نے پہلا سیپ کافی کا بھرا اگر یہ حقیقت بنا کہ اس پیار بھرے مشروب کی کسیلی لہر اس دیوانے کو محسوس ہی نہ ہوئی، اس نے امل کی لاپرواہی سے نگاہیں چرانے پر نگاہ جمائی، وہ اسکو دیکھنے میں اجتناب برت کر اردگرد کی تاریکی یوں جانچ رہی تھی جیسے اس وقت وہی امل کے لیے قابل توجہ شے ہو۔

دیوانے کا دل تو اس بے اعتنائی پر بھی دھڑک اٹھا۔

"تم نے تو امتحان لینا تھا میر ا امل، پھر ارادہ بدل کیسے دیا۔ میں واقعی کچھ وقت پہلے تک صرف تمہارے متوقع ردعمل سے آدھا ہو رہا تھا اور اب تمہارے یوں آجانے کے بعد اپنی خوشی سمیٹ تک نہیں پا رہا"

اسے سب زائقے اس وقت پھیکے لگے، رہ گئی تو بس حسرت کا روپ دھارتے احساسات کی تپش، دل کی بے اختیاری پر بند نہ باندھ سکنے کی جلن، قید کی نمکینی اور مہربان دل کش لڑکی کی خود پر جمی آنکھوں کی مٹھاس، پھر بھی ایسے بھاری پڑتے لہجے سے استفسار کر رہا تھا کہ تمام تر خوشگواری کے بھی امل کی آنکھوں کے سامنے دھند سی چھانے لگی۔

اس سے کچھ بولا جاتا تو وہ چند لفظ کہتی، بس ہونٹ سرسراتے ہی رہ گئے، جواب فی الحال اس لمحے کی شدت پسندی نے نگل لیا۔

"میرا دل تمہارے پھر سے چلے جانے پر ہرگز آمادہ نہیں ہے۔ کیا میری رہائی تک تم یونہی میرے سامنے بیٹھ کر مجھ سے باتیں کر سکتی ہو؟"

وہ بناامل کو مشکل سے دوچار کرنے کا احساس کیے اس کربناکی سے اپنی بات جاری رکھتے بولا کہ ماحول پر اس شخص کی تڑپ نے گھمبیر سناٹا پھیلا دیا۔

اسے کئی ساعتیں اس سحر سے نکلنے میں لگ گئیں۔

"امتحان لوں گی لیکن ایسا جس کی خبر صرف ہم دو کو ہو گی، ایسا امتحان جو جان لیوا نہ ہو گا۔ مزے کا ہو گا، امل کی طرح بے یقین لیکن بہت اہم۔۔۔۔رہی بات یہاں بیٹھ کر تمہاری الٹی سیدھی باتیں سننے کی تو معذرت باولے بندر، اتنا سٹیمنا نہیں ہے۔ تم تو باولے ہو رہے ہو، سنبھالو خود کو۔۔۔۔۔یہ سارا رائتہ جلد سمٹ جائے گا پھر تم آنا میرا سر کھانے اور شاموں کے پہر لوٹنے۔۔یہ بتاو کافی اور کوکیز کیسی ہیں؟"

وہ عبداللہ کی سچویشن بخوبی سمجھ رہی تھی لیکن اپنے اصولوں سے انحراف مر کر بھی نہ کر سکتی تھی، نہ بڑھ کر اس کا ہاتھ تھام سکتی تھی نہ یہ قبل از وقت

غیر مناسب تسلی دے سکتی تھی کہ وہ اسکے لیے بہترین چوائز ثابت ہونے کی بھرپور کوشش کرے گی۔

شاید اتنا نہ لوٹا سکتی جتنا وہ امید کر رہا تھا مگر اپنی ٹوٹی پھوٹی کوشش کے سنگ خود کو میسر ہوتی اس حسین محبت کا تھوڑا حق ضرور ادا کرنے کی کوشش کرنے والی تھی۔

"اب صرف تمہاری شاموں کے پہر نہیں چاہیں، اب امل پوری چاہیے مجھے"

جذبات اور تڑپ کے شدید غلبے نے جس طرح اس انسان کی آواز بھاری کی ویسے ہی امل کا دل بوجھل ہو گیا، اور وہ بس کافی کا کپ وہیں فرش پر رکھتی بازو اک دوسرے میں باندھ کر دونوں ٹانگیں کھڑی کیے، پیروں کو یخ ٹھنڈے فرش سے جوڑے سمیٹ کر ہاتھ کی پشت سے ٹھوڑی ٹیک کر بیٹھی

عبداللہ کو شکوہ کناں ہوئے دیکھنے لگی، وہ جان بوجھ کر اسکی ہمت سے کھیل رہا تھا۔

اور امل کے اس توجہ بھرے انداز پر عبداللہ کا دل پہلے سمٹا پھر پھیل کر دھڑکنے لگا۔

"پوری امل تو خود امل کے پاس بھی نہیں، تمہیں پتا ہے اس دنیا میں کسی کے پاس اپنا مکمل وجود نہیں ہوتا۔ تم اگر یہ تقاضا کرتے کہ مجھے رہی سہی ساری امل چاہیے تو ممکن ہے تمہاری بات قابل قبول بن بھی جاتی۔۔۔ چچ چچ اب تم گئے باولے بندر۔۔۔۔"

ہمت بحال رکھتی وہ سنجیدہ موضوع کو بھی دانستہ شرارت بھرے انداز میں بیان کیے اپنی شکائیت بھی سہولت سے دبالیتی بولی جبکہ عبداللہ کی سرد نگاہوں سے خود پر جمی گھوری محترمہ کو پٹری پر واپس چڑھا گئی۔

وہ اس سے صرف محبت بھری باتیں سننا چاہتا تھا اور وہ حقیقت پسندی کو لا کر یہ خواب پھیکا کر رہی تھی۔

"چھوڑو یہ سب باتیں۔ یہاں سے نکلنے کا کیا سین ہے یہ بتاو"

مقابل کی کمزوریوں پر مزید بات نہ کرنے کا عہد لیتی اس بار وہ زرا اسکی اور جھکے رازداری سے دریافت کرتی بولی جبکہ جناب نے اس لڑکی کے دانستہ بات گول کر جاتے پر ٹھنڈی آہ بھرے واپس کمر سلاخوں سے جوڑے چہرہ اور رخ موڑ لیا۔

کیا بتاتا کہ دل اختیار سے اسے دیکھتے ہی باہر ہو جاتا ہے، دھڑکنیں بے ہنگم اور جذبات سمندر کی طرح ٹھاٹیں مارتی لہروں کا روپ دھار لیتے ہیں۔

"مجھے اور کوئی بات نہیں کرنی سوائے ہماری بات کے، تم میری حالت پر رحم بھی نہیں کھا رہی۔ اوپر سے تمہارے اصول اس وقت مجھے بے بس کر رہے ہیں۔ مجھے کچھ ہو رہا ہے تم ابھی دور ہو جاو"

نا جانے کیا ہوا کہ وہ مرجھا سا گیا، یوں لگا بہت جبر میں یو اور امل اسکی ان غیر یقین، سنسنی خیز باتوں پر سر تا پیر گھوم گئی، وہ نہ صرف منہ پھیر کر بیٹھ چکا تھا بلکہ اسکے الفاظ میں چھپی بے بسی بھی امل کو شدت سے چھبتی اور متاثر کرتی محسوس ہوئی، اسے لگا شاید اسکا فی الحال جانا ہی بہتر ہے۔

"یہ بندہ کیا چیز ہے یار، ایسے کر رہا ہے جیسے دنیا کا مظلوم ترین عاشق یہی ہو۔۔۔۔چپیڑیں کھانی ہیں شاید اس نے"

محترمہ نے بھی منہ بسور کر ظالمانہ سی سوچ سوچی، کافی بوتل کا کیپ واپس اٹھائے بند کیا اور عبداللہ کے پاس ہی اندر سرکا کر رکھ دی جبکہ خود وہ جھٹکے سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

"ٹھیک ہے میں جا رہی ہوں، تم فضول اور بیکار سوچ لو بیٹھ کر۔ ایسے تو تم نکل بھی جاو تو دس بیس کیس امل پاشا تم پر ٹھوک دے گی۔۔"

ہاتھوں سے اپنی جینز اور کرتی کو گرد سے جھاڑتی وہ خاصا سلگ کر جاتے ہوئے بولی جبکہ عبداللہ نے فوراً سے بیشتر نہ صرف چہرہ ترچھا کیا بلکہ کھا جاتی نظروں سے امل کو دیکھنے لگا۔

"کونسے کیس ٹھوکو گی زرا بتاؤ مجھے بھی؟"

وہ بھی لڑنے کے لیے میدان میں اترے اٹھ کھڑا ہوا، دونوں منصوعی برہمی سے ایک دوسرے کو گھور رہے تھے۔

"پہلا میری کافی مفت میں پی کر بل نہ دینے کا، دوسرا کوکیز کھا کر انکی تعریف نہ کرنے کا، تیسرا اپنی باولی حرکتیں دیکھا کر مجھے بے قرار کرنے کا"

پہلے دو جملے محترمہ نے گولی کی طرح بنا سوچے پھینکے جبکہ تیسرا کہتے ہوئے وہ عبداللہ کی مسکراتی آنکھوں سے بوکھلائے خائف ہوتی بدحواس ہوئے بے اختیار بول پڑی اور وہ ہنوز اس سنگدل محبوب کو جلد از جلد دسترس نشین کیے بہت سے ادھار چکانے کے لیے بری طرح مچل اٹھا تھا۔

"تو فائنلی دی گریٹ امل پاشا میری کسی حرکت سے بے قرار تو ہوئیں، اب تم یہ دعا کرو میں یہاں سے جلدی نہ نکلوں۔ جلدی نکل آیا تو تمہیں بذات خود ڈھیر سارے کیس کرنے کے اسباب، وجوہات اور موقعے دوں گا"

بنا امل کی حراساں اور شکوہ کناں آنکھوں کی پرواہ کیے وہ اسکی آنکھوں میں پوری بے باکی سے جھانکے فتحمندانہ سا غرایا، آواز میں ہمکتی خوشی بہت پراسرار اور کئی مفہوم ایک ساتھ اپنے تن من میں سموئے ہوئے تھی۔

جبکہ امل کے حقیقت میں رونگٹے کھڑے ہوئے، شائد پہلی بار۔

"مثلا؟"

خود کو اس شوخے کی دل دہلاتی سازش سے کامیابی کے سنگ نکالے وہ پراعتمادی سے سوال کرتی دونوں بازو سینے پر باندھتی ابرو سکیڑتی بولی جبکہ وہ من ہی من میں میسنی مسکراہٹ دیے بس وہ رنگ بدلتا حسن دیکھتا ہی رہا۔

"مثلاً؟ مثلاً امل پاشا کے سارے اصول توڑنے کا کیس، امل کو شرمانے پر مجبور کرنے پر کیس، امل کی کائنات ہلا دینے کا کیس۔۔۔اور"

شرارت سی آنکھوں میں لیے وہ اس سے پہلے مزید استحقاق کا مظاہرہ کرتا، امل نے سلگ کر اسکی بات کاٹی۔

"بس بس۔۔۔ تم ناں ہو ہی اسی سزا کے قابل۔ میں کہتی ہوں سالار خان کو۔ اگلے پچھلے نامعلوم جرائم کے کیس بھی اس چھچھورے پر ڈال دیں۔ بہت ہی فضول ہو تم، تم ناں ہو ہی باولے بندر۔۔۔۔ جا رہی ہوں۔ سڑو بیٹھ کر"

یہ پہلی بار تھا کہ امل کا چہرہ خفت کے مارے سرخ ہو چکا تھا جبکہ اس سے عبداللہ کو ڈانٹا بھی ٹھیک سے نہ گیا اور جب اپنی بدحواس ہوتی حالت کا احساس ہوا تو محترمہ نے منہ ہی منہ میں بڑبڑاتے ہوئے تھوڑا کوسا اور فوراً سے پہلے وہاں سے دوڑ کر باہر بھاگ گئی جبکہ اس بار عبداللہ کی مسکراہٹ ہر

تھکن اور بوجھ سے آزاد ہوئے جگمگائی جیسے اس سیاہ نشینی میں اس نے اپنا اندھیرا، واقعی امل سے اجال لیا ہو۔

..________________________________..

صبح فریش ہونے کے بعد وہ کچھ گھنٹوں کے لیے سو گیا تھا جبکہ پھر ناشتہ لیٹ ہی سہی پر المیرا اور ماہ کے ساتھ کیے اپنے مصروف دن کا لائحہ عمل ترتیب دیا۔

ماہ کی کلائی کا زخم بہتر تھا تبھی اسے بھی یونی کے لیے ریڈی کروایا، مزید ماہ کو وہ پڑھائی سے فرار کرنے کی بالکل بھی اجازت دینے کے حق میں نہ تھا۔

جبکہ وہ ناشتے پر ہی المیرا اور ماہ کو کچھ دن غیر حاضری کی خبر دے کر افسردہ کر چکا تھا۔

المیرا تو جانتی تھیں کہ ہادی جس چیز کے بارے ایک بار ٹھان لیتا ہے وہ کر کے رہتا ہے تبھی اسکے فیصلے کو چاروناچار مان گئیں جبکہ ماہ اس سنگدل کے اتنے دن جدا ہو جانے کے انکشاف پر افسردہ ہو گئی تھی۔

"ہادی کیا آپ زیادہ دن کے لیے جارہے ہیں؟ میں مس کروں گی ناں"

ماہ نور کو یونی ڈراپ کرنے کے بعد وہ واپس جانے والا تھا اور کچھ دن اسکی گھر سے غیر حاضری بھی متوقع تھی۔

المیرا سے اجازت لیتے وہ دونوں پورچ کی جانب آئے تو ماہ نے بے ساختہ ہادی کا ہاتھ تھامے روہانسی ہو کر روکا، جبکہ جناب زرا سنجیدہ موڈ میں تھے، حصار کر ماہ کا ہلکی ہلکی صبح کی دھوپ سے چمکتا چہرہ ہاتھوں میں بھرے اداسی بھگانے کی خاموش تنبیہہ کی۔

" دیکھو ماہ! مجھے کافی کام کرنے ہیں۔ گھر کی ٹنشن لے کر باہر کے کام مجھ سے نہیں ہوتے۔ تم یونی جاو اور اپنی روٹین پہلے جیسی کرو۔ اور اگر مما بابا سے

ملنے جانا ہے تو عارض چاچو کو خود کہنا وہ تمہیں لے جائیں گے۔ اب چلو، مجھے حماد سے بھی ملنا تھا۔۔۔ اور رہی بات مس کرنے کی تو میں تم سے دور نہیں ہوں ٹوئنکل سٹار، مجھے اپنے کندھے پر لی ذمہ داری نبھانی ہے۔۔۔ مجھے اس میں اپنی ماہ کی فل سپورٹ چاہیے جو میری مجبوریوں کو سمجھتی ہے"

وہ ماہ کے اضطرابی چہرے پر نظریں جما کر بہت نرمی اور پیار بھرے انداز سمجھاتے ہوئے بولا جسکے جواب میں وہ ہادی کے دونوں ہاتھوں کو جکڑے گہرا سانس لے کر رہ گئی۔

جبراً ہی لی دی مسکراہٹ دیتی وہ ہادی کی پیار بھری نگاہوں میں مرکوز گاڑی کی سمت بڑھی جبکہ جناب واپس سنجیدہ ہوتے دوسری طرف لپکے۔

بے دلی سے ہی سہی پر بیٹھتے ہی جگہ سنبھالی تو ہادی بھی دوسری جانب ڈرائیونگ سیٹ کی جانب آکر بیٹھا۔

"عبداللہ بھیا سے ملنے نہیں جا سکتی کیا؟"

ہادی کے گاڑی اسٹارٹ کرنے پر ماہ نے اداسی سے پوچھا جس پر ہادی نے نفی میں سر ہلایا۔

"جلدی آجائے گا وہ، تم سب باری باری اس سے جا کر ملو گے تو وہ مزید ٹینس ہو گا۔ ٹھیک ہے وہ، اور مرد ہے لہذا مرد ایسے چھوٹے موٹے امتحانوں سے نہیں گھبراتے۔ اسے اپنے آپ کو خود سنبھالنے دو"

ہادی کے بقول عبداللہ کو اس وقت گھر والوں کی ملاقات مزید کمزور کر دیتی جسکے باعث وہ رسان سے اپنی بات ماہ کو سمجھا گیا اور وہ خاموش ہوئی گویا اسکی توجیہہ سمجھ گئی ہو۔

یونی تک ماہ کو ڈراپ کرتا وہ سیدھا سٹاف روم ہی کی طرف گیا تھا، کافی دن سے حماد کے ساتھ رابطہ نہیں ہوا تھا جبکہ ہادی کو اپنے غریب خانے آتا دیکھ کر وہ دل سے جی ہی تو اٹھا۔

کرسی سے اٹھ کر جگر کو بغل گیر کیے اتنے دونوں نہ مل پانے کی کسر پوری کی۔

وہ اسکے بعد کیفے ٹیریا کی سمت آگئے، حماد نے اپنے اور اسکے لیے چائے آرڈر کی اور تمام تر توجہ ہادی سکندر پر ثبت کی۔

"تمہاری مدد چاہیے، مجھے کچھ ایسے جاسوس لوگ چاہیں جن کے مدد سے میں بارکن نامی اس آدمی کے گرد گھیر اتنگ کر سکوں۔ اور کسی بھی طرح عبداللہ عارض سکندر کو جسمانی ریمانڈ سے بچانا بھی ہے، کیونکہ آج فارنسک رپورٹ آنے کے بعد فیصلہ اسکے خلاف آئے گا۔ تمہارے بابا کے تعلقات ہیں کافی سو تم میرے یہ دو کام کر دو۔ اور ہاں مجھے دونوں فیکٹریوں کے لیے خریدار چاہیں۔ ہارون سکندر کے انڈر چلتی دونوں فیکٹریاں میں اچھے لوگ دیکھ کر فروحت کرنا چاہتا ہوں۔ میں انکا کام نہیں دیکھ سکتا"

چند رسمی باتوں کے بعد ہادی نے اس سے مدعے کی بات کی جبکہ ہادی سکندر کے ایسے چھوٹے موٹے کام وہ چٹکیوں میں کروادیتا تھا البتہ اسکی دونوں فیکٹریاں وہ خود خریدنے میں دلچسپی رکھتا تھا۔

"ٹھیک ہے کام ہو جائیں گے مگر خریدار یہ بندہ ناچیز ہو تو؟ بھئی کل کو تم اپنی بد دماغی کے باعث ساری نوکریوں کو لات مار آو تو میرے پاس تمہارا یہ سرمایہ تو موجود ہو گا ناں شہزادے"

حماد چوہدری کی سیدھی بات ہادی سکندر کو سمجھ تو آگئی مگر وہ تھوڑا نخریلہ تھا تبھی زرا اچٹتی نگاہوں سے حماد کی بتیسی تکتا گھورا۔

"جس دن میرے پاس ایک روپیہ بھی نہ ہوا ناں حماد چوہدری اس دن باری آئے گی میرے اصلی ہنر کی۔ اب تم مجھے خاصا انڈر اسٹمیٹ کر رہے ہو، ایک بار جو شے میری نظر میں رد ہے وہ کوڑا ہو جاتی ہے۔ یہ فیکٹریاں میرے نزدیک ایک ذہنی اذیت کے سوا کچھ نہیں۔ میں اور المیرا اب اس

شخص کی کسی چیز کو اپنے ارد گرد دیکھنا نہیں چاہتے۔ انکی سزا کے ساتھ ہی ہم دو کا اس انسان سے تعلق بھی ختم ہو جائے گا"

حماد کی پیشکش کو بری طرح جھٹلائے وہ اپنی خوداری کی دھاک بٹھائے غرایا تھا جبکہ چوہدری صاحب جناب کی ہر الٹی رگ سے واقف تھے تبھی مسکرا دیے۔

"پھر بھی مجھے دے دو دونوں، بابا انٹرسٹڈ ہیں۔ میرے لیے تو معلمی ہی میرا اوڑھنا بچھونا ہے لیکن یہ بزنس مین لوگ خسارے کا سودا نہیں کرتے۔ تم فری ہو لو ان معاملات سے پھر مل بیٹھ کر یہ بھی دیکھ لیں گے۔ ابھی تو تمہاری اور ماہ نور کی دعوت بھی ڈیو ہے۔۔۔"

ہادی کی بیزارئیت کے باوجود حماد نے اسے اس پر قائل کر لیا تھا جبکہ ہادی سکندر ٹھنڈی آہ بھرتا ہوا رہ گیا، سوچا نہ تھا کہ کبھی اپنے باپ کے کل اثاثے سے اس درجہ اذیت کے سنگ وہ چھٹکارہ پانا چاہے گا۔

دولت اور پیسے کی ہوس اسے نہیں تھی، اسے بس ایک عام سی زندگی، خاص انداز سے گزارنی تھی۔

وہیں سائیٹ سے واپسی پر مان اور شاہ ویر کافی کے لیے ایک کیفے رک گئے تھے، مبین سکندر کی دی ذمہ داری اپنے ابتدائی مراحل کے سنگ نبھائی جا رہی تھی مگر مان کا دل اداس تھا۔

گاڑی سے نکل کر وہ شاہ ویر کے انتظار کے بنا ہی جب سڑک عبور کرنے بڑھی تو بمشکل تیز ترین آتی کار سے ٹکراتی بچی کیونکہ شاہ اسکی بازو کھینچ کر پیچھے کرنے میں بروقت کامیاب ہوا۔

جہاں مان اپنی غائب دماغی پر افسردہ ہوئی وہیں شاہ نے اسے خاصے مایوس کن انداز سے دیکھا۔

"دھیان کہاں تھا آپکا مان، ابھی گاڑی تلے آجاتیں۔۔۔ بیٹھیں"

کیفے اوپن تھا، زیادہ رش بھی نہ تھا مگر ملحقہ بنی سڑک سے گزرتی ٹریفک اک عجیب ساشور برپا کرنے کا سبب بن رہی تھی۔

کرسی گھسیٹ کر مان کو بیٹھنے کا کہتا وہ خود بھی سامنے والی کرسی سنبھالے خاصے برہم لہجے میں خفا ہوتے بولا جبکہ مان اپنی غائب دماغی پر پشیمان سی لگی۔

"بس دماغ کہیں اور تھا، عبداللہ کے لیے بہت فکر ہو رہی ہے۔ پتا نہیں یہ سب کب ٹھیک ہو گا"

اپنی غائب دماغی کا احساس کیے وہ ٹھیک وجہ پوری صاف گوئی سے بتا رہی تھی جبکہ شاہ ویر ویٹر کو بلانے کا اشارہ کیے پہلے کچھ کھانے کے لیے آرڈر دینے لگا اور پھر مضطرب سی مان کی جانب متفکر نظروں سے متوجہ ہوا۔

"یہ مشکل وقت ہے اور اسے صبر و تحمل سے گزارنا ہو گا مان، جو بھی فیصلہ ہو گا اس میں یقینا بہتری ہو گی۔ آپ ایسا کریں اب گھر جائیں اور کچھ دن کام

کو بھول کر ماہ جبین آنٹی کے ساتھ موجود رہیں۔ یہاں کا کام کچھ دن میں مکمل دیکھ لوں گا۔ انھیں اس وقت آپکی ضرورت ہوگی اور میں خود بھی آپکی اڑی ہوائیاں دیکھ چکا ہوں سو جب تک آپکا دماغ ریلکس نہیں ہوتا آپکو یہاں آنے کی تجویز ہرگز نہیں دوں گا۔ اس پراجیکٹ کے ساتھ ساتھ آپ بھی میری ذمہ داری ہیں"

سمجھاتی، فکر لٹاتی نظریں وہ مان کے الجھے تاثرات پر مرکوز کیے بہت سادگی سے اسکی اہمیت بھی جتا گیا اور مان نے اسے نظریں اٹھائے یوں دیکھا جیسے وہ ایسی اپنائیت کی امید نہیں کر رہی تھی۔

گویا یہ لمحہ ایسا تھا کہ بے تابی سے دونوں کے دل ایک دوسرے کی جانب لپکے تھے، نظریں بہت کچھ جتانے اور بتانے کا فریضہ نبھاتی ہوئیں معلوم ہوئیں۔

مان بس سر ہی ہلا سکی تھی، بے دلی عیاں کیے مگر حقیقت میں وہ کسی پر اسرار کیفیت کے زیر اثر مبتلا ہوتی جا رہی تھی۔

..________________________..

کلاس کے تمام ننھے منھے بچوں کو کام پر لگائے وہ خود کلاس روم میں بنی واحد کھڑکی سے دیکھائی دیتے کشادہ گڑاونڈ کی سمت آنکھیں جمائے دیوار کے ساتھ لگی کھڑی تھی، جہاں سکول کے مالی وہاں لگے پھولوں کے پودے کانٹ چھانٹ کر نفیس بنا رہے تھے۔

"وہ اس مقدس شہر چلے گئے جہاں جانا میری پہلی حسرت تھی، بابا نے کہا تھا اللہ بے قراروں کی دعا ضرور سنتا ہے پھر میری کیوں نہیں سنی گئی۔ کیا میری بیقراری ابھی اس شدت تک نہیں پہنچی جب اللہ خود اپنے گھر بلانے کی دعوت دیتا ہے"

ساری الجھی ہوئی ساعتیں جب دقت سے سمیٹیں تو نیلم کو مبین کے منہ سے اس شہر میں جانے کا ذکر یاد آئے عجیب سی بے قراری میں مبتلا کر گیا تھا۔

تبھی عقب سے میسج ٹون کی آواز پر نیلم نے چونکتے ہوئے پیچھے میز پر رکھے اپنے فون کی جانب دیکھا اور پھر کچھ توقف بعد پلٹ کر کرسی میز تک آئی۔

تمام مصروف بچوں پر اک افسردہ مسکراتی نگاہ ڈالے وہ فون اٹھا کر میسج کھول کر دیکھنے لگی۔

"یہ مبین بھائی کا نیو سعودیہ کا نمبر ہے، سیو کر لو ہو سکتا ہے کال کریں۔ تم دو ایک دوسرے سے دوری میں بہت صابر سہی لیکن شاہ ویر کو تم دو کے بیچ حائل ہوتے چار ماہ کی بہت فکر ہے"

آنکھ ونگ کرتے ایموجی کے سنگ شاہ کا چھیڑتا ہوا میسج پڑھ کر نیلم کے چہرے پر غیر ارادی ہی تبسم پھیلا۔

فورا سے بیشتر نمبر سیو کیے سوچ میں پڑی، اب نام کیا لکھے۔

کچھ دیر کی مشقت کے بعد ہمت کیے 'مبین عارض سکندر' لکھ کر سیو کیا اور پھر فون اک جانب رکھ دیا۔

"وہ وہاں گئے ہیں تو یقیناً اللہ کے گھر بھی تو ضرور جائیں گے، کیا میں انکو کہوں کے میرے لیے وہاں میرا نام لکھ آئیں۔ یا پھر نیلم کے حصے کا بھی طواف کر دیں۔۔۔ یا یہ کہ وہاں اللہ کے گھر کے سامنے یہ دعا کر دیں کہ وہ مجھے بھی بلا لے"

نا جانے کیوں مگر اسکا دل یہ سوچ کر ہی بھر ایا، ہر آتی سانس ڈبونے سی لگی۔

جبکہ جدہ میں ایک بہت بڑے لگژری ہوٹل کے وی آئی پی روم سے وہ دو گھنٹے بعد ہی سائن آوٹ کر چکا تھا۔

جس میٹنگ کے لیے وہ یہاں آیا تھا وہ لوگ خود مبین کے یوں ہوٹل سے سائن اوٹ کرنے پر تشویش زدہ تھے اور میٹنگ جو صبح دس بجے تک ہونی

تھی اس میں بھی مبین کی شمولیت کو غیر یقینی سمجھ بیٹھے تھے مگر وہ حسب وعدہ پہلی میٹنگ میں پورے وقت پر پہنچ چکا تھا۔

تینوں بزنس پارٹنرز کی جانب سے ایک ایک وفد اس اہم پراجیکٹ ڈیل میں شامل ہوا تھا۔

عارض سکندر کی جانب سے مبین، شعیب رضا خود اور تیسرے پارٹنر یعنی جلال پاشا بھی بذات خود شامل ہوئے تھے۔

میٹنگ روم چند اور گنے چنے اہم نفوس سے بھرا تھا، پراجیکٹر پر مبین عارض سکندر کی بنائی ڈیل اسائنمنٹ کا ڈیمو پیش کیا جا رہا تھا جبکہ باقی تمام نفوس ایک دوسرے سے سرسری انداز میں اس پروجیکٹ کے بارے گفتگو میں محو تھے۔

"یہ ہوٹل یہاں کی ٹاپ ریکوائرمنٹس میں شمار ہوتا ہے، حج اور عمرہ کے لیے آئے لوگوں کے لیے مناسب اور کم قیمت پر اچھے ماحول کو یقینی بنانے کی

ہماری اس سوچ کو آپ کی کمپنی عملی جامعہ پہنائے گی۔ جیسا کہ ہمارا اے جے ایس کنسٹرکشن کے ساتھ پرانا تعلق ہے سو ہم چاہتے ہیں ہمارے اس خواب کو تعبیر بھی آپ کا بہترین ساتھ دے۔ میرے خیال میں مبین عارض سکندر کا ترتیب دیا یہ نقشہ ابھی تک جدہ میں موجود تمام نجی اور سرکاری ہوٹلز سے بہترین ہے۔ جب ڈیمو اتنا شاندار ہے تو تین الگ الگ قابل ستائش لوگ اسکی اصل کو تو بہت اونچا لے جائیں گے "

یہ وہاں سے سی ای او شیخ وھاب تھے جنکو مبین عارض سکندر کے اندر پائی جاتی خداداد صلاحتیوں کو پرکھنے کا یہ پہلا موقع ملا تھا، جبکہ عارض سکندر کے ساتھ وہ بہت اچھا کام کرتے آئے تھے۔ انکے بعد انکی فیلڈ میں مبین اورمان کے آنے کی خبر گویا انکے لیے بھی خوشی کی تھی۔

جہاں مبین ایک منجاہوا پروفیشنل بزنس مین بن کر چند سالوں میں ٹاپ لسٹ پر آیا تھا وہیں انکو مان خلیل سے بھی ایسی ہی امید تھی۔

جبکہ جلال پاشا اس فیلڈ میں کسی تعارف کے محتاج نہ تھے، اور انکی کامیابی میں زیادہ حصہ انکی بیٹی امل کا تھا جسکی صلاحتیں انکے کام اور بزنس کو بڑھانے کی وجہ بنی تھیں۔

جبکہ شعیب رضا بھی اس فیلڈ میں ایک منجے کھلاڑی کے طور پر جانے جاتے تھے۔

"مبین کا یہ کام اپنی اہمیت کا خود پرچار کرے گا، اسے جگہ اور ماحول کی اچھی سمجھ ہے۔ اور کنسٹرکشن کے بزنس میں یہ چھوٹی چھوٹی چیزیں ہی مہارت بنتی ہیں۔ آپ سوچ سمجھ لیں، تعمیراتی کام فائنل ایگریمنٹ کے بعد شروع ہو جائے گا۔ تمام انجینئر اور مہارت ہم مہیا کریں گے جو ہمارا موٹو ہے"

اس سنجیدہ اور پرستائش گفتگو میں مزید اضافہ کرتے جلال بھی اپنا موقف دیتے بولے جبکہ مبین کی توجہ ہنوز سبھی قابل احترام لوگوں کی جانب تھی

مگر خود پر آکر جمتی ستائشی رشک آمیز نظریں اسے خائف بھی کر رہی تھیں۔

وہ لوگ سبھی سے باری باری انکا موقف جاننے کے بعد آپس میں محو گفتگو تھے جبکہ مبین سنجیدگی کے سنگ اپنے سامنے دھری فائیل پر ہی نظریں جمائے بیٹھا تھا جب نظر بھٹک کر ساتھ ہی رکھے فون پر گئی۔

فون سائلنٹ ہونے کے بعد اور لاکڈ ہونے کی وجہ سے بنا آواز دیے وہ خاموش سا پیغام، مبین کے فون کی سکرین کی زینت بن گیا۔

وہ گھر آکر بھی الجھی رہی تھی، پھر مناحل خالا کے جانے کا سن کر وہ مزید افسردہ ہوئی۔

لیکن مناحل اپنا کچن مزید فراموش نہیں کر سکتی تھیں تبھی مہک کو ڈھیر سی تسلی اور جلد سب کی شادیوں تک واپس آنے کی ڈھارس دیے واپس مری روانہ ہو گئیں۔

جبکہ دن کا کھانا وہ سب کے ساتھ ہی کھا چکی تھی، پھر مہک صاحبہ نے شادی وغیرہ کے بکھرے کام سمیٹنے میں خود کو مصروف کر لیا اور نیلم نے ہمت یکجا کیے اپنے کمرے میں آکر، تسلی سے بیٹھ کر ایک پیغام لکھا اور پھر اسے مبین کے نمبر پر بھیج دیا۔

"اسلام وعلیکم!

میں نیلم ہوں، کیسے ہیں آپ۔ گھر اور اپنوں سے دور بہت اداس اور فکر مند ہوں گے ناں۔ لیکن اللہ نے چاہا تو آپ کے لوٹنے سے پہلے ہی سب پہلے کی طرح خوبصورت ہو جائے گا۔ آپکا نمبر مجھے شاہ لالہ نے دیا، مجھے آپکی فکر تھی تو پیغام بھیجنے پر مجبور ہو گئی۔ امید ہے آپکے مصروف لمحوں کو ضائع نہیں کیا ہو گا۔ آپ سے ہوتی ملاقات بہت پیاری تھی، میرے خوابوں سے بھی حسین لیکن آپ کا دور چلے جانا مجھے اداس کر رہا ہے۔ چند ملاقاتوں میں ہی آپ نے میرے دل پر دسترس پالی، آپ کو میں نے اپنا مان لیا بس تبھی

ایک چھوٹی سی خواہش کہوں تو کیا پورا کریں گے؟ جانتی ہوں آپ بے اختیار اقرار کر دیں گے سو میں اپنی خواہش بتا دیتی ہوں۔

آپ جہاں گئے ہیں وہاں اللہ جی بہت قریب رہتے ہیں، ہیں تو وہ شہہ رگ سے بھی قریں لیکن وہ اللہ کے شہر ہیں ناں تو وہاں کسی بھی جگہ نیلم لکھ کے آنا۔ یہ بھی کہ وہ مجھے اپنے گھر بلا لیں۔

جب سے آپ میری زندگی میں آئے ہیں، تب سے اللہ کے گھر کی خوشبو مجھے خود سے آتی ہے۔ شاید آپ ہی میری دعا کو وہاں پہنچانے کا وسیلہ بن جائیں۔

بہت وقت لے رہی ہوں لیکن یقین ہے آپ وہاں نیلم کی دعا ضرور پہنچا دیں گے۔

آخر میں یہی کہنا چاہتی ہوں کہ اپنا خیال رکھیے گا، آپ بھلے مجھے ایک بار بھی کال یا میسج مت کرنا لیکن جس دن میری دعا وہاں پہنچا دیں تو مجھے چھوٹے سے پیغام سے باخبر ضرور کیجئے گا۔ مجھے آپکی طرف سے جواب کا انتظار رہے گا۔

پتا نہیں آپ مصروفیت کے سبب میرا پیغام پڑھیں گے بھی یا نہیں لیکن میں نے یہ سب اپنے دل سے بھی کہا ہے، وہ آپکے دل تک بہر حال پہنچا دے گا۔

اللہ کی امان میں، آپکی نیلم"

فون کی سکرین پر خوشبو کی طرح پھیل جاتا پیغام پڑھنے کے بعد اسکے چہرے پر مدھم سی مسکراہٹ عود آئی، جیسے اس پیغام جیسا خوبخو پیغام دل تک بھی ارسال ہوا تھا۔

وہ اپنا میسج بھیج کر مطمئین سی اٹھ کر کمرے سے نکل گئی جبکہ مبین عارض سکندر بھی فون واپس رکھے ساری توجہ پراجیکٹ کی سمت مبذول کر چکا تھا۔

..______________________..

ماہ نور اور المیرا کو ذہنی طور پر ایک بار پھر ایک دوسرے کا محافظ بنائے وہ حماد چوہدری سے ملاقات کے بعد پہلے قاری وحید انجم کی طرف گیا، روزمرہ کا درس جو کہ ظہر کے بعد ہی وہ دے کر فارغ ہوئے، ہادی کو آج جاتے ہوئے دانستہ روک کر اپنے پاس بلا کر کچھ دیر بیٹھنے کی خواہش کی تو ہادی بھی چپ چاپ انکے روبرو آ کر بیٹھ گیا۔

"کچھ دن ممکن ہے وقت نہ دے پاوں، آپ کی آواز اور اس مسجد سے ایک انس ہو گیا ہے۔ لیکن اس بار کندھے پر لی ذمہ داری میری بھرپور توجہ چاہتی ہے"

کچھ دیر خاموشی کے بعد وہ خود ہی اک طویل رخصت کا طلب گار نظر آیا اور قاری وحید کے نورانی چہرے پر مسکراہٹ پھیلی۔

"اور اس ذکر سے جس کے کئی حصے تمہارے دل نے حفظ کر لیے؟ ان لفظوں سے جو تم خود پر لاگو کر رہے ہو؟"

وہ سادگی سے سوال کرتے ہادی سکندر کی جانب دیکھ رہے تھے جو ہر احساس سے عاری ہو کر بھی آج بیزار نہ تھا، نہ ہی اسکے اندر کی وحشت آج اسکی ذات کا اضافی حصہ تھی۔

"وہ ابھی سوائے کشش کے کچھ نہیں، بہت سی پر کشش چیزیں جیسے ہماری آنکھوں کو حفظ ہو جاتیں ہیں ویسے ہی بہت سے پر کشش ذکر دل کو بھی زبانی یاد ہو جاتے ہیں۔ میں چند الفاظ کے بعد ہی خود کو بھرا ہوا محسوس کرتا ہوں اور دنگ ہوں کیسے لوگ اس مقدس کتاب کو سارا ازبر کر لیتے ہوں گے۔ کیسے اک اک لفظ ذہن میں محفوظ رکھتے ہوں گے۔ مجھ سے لاپرواہ ذہن و دل تو سب گڈمڈ کر دیتے ہیں۔ گناہ سرزد ہو جانے کے امکان میں نیکی نہیں کی جاتی مجھ سے، میں عام سا انسان ہوں"

وہ بہت تسلی سے یہ مشکل جواب دیتا کسی متاثر کن خیال میں مبتلا تھا، اسکی حیرانگی اسکی باتوں اور لہجے سے عیاں تھی۔

"نیکی کی نہیں جاتی وہ خود بخود سرزد ہوتی ہے، اور اسکے لیے خاص و عام کی تفریق نہیں ہے بچے"

وہ اسکی الجھن کو سلجھانے کا ہر ڈھنگ جانتے تھے۔

"پھر بھی خود پر چڑھی کالک وقت مانگ رہی ہے، ایک لمبی ریاضت۔ یہ کثافت بڑی قربانی لے کر ہی میرے جسم سے اترے گی"

وہ بنا کسی تاثر کے بولا، ہاں اسکی آنکھوں میں موجود چمک فنا کر دینے جیسی تھی اور یہ پہلی بار تھا کہ قاری وحید انجم نے دانستہ اپنی آنکھیں اس چمک سے چرا لیں۔

وہ انکی دعاوں کے حصار میں وہاں سے رخصت ہو گیا۔

جب تک تھانے پہنچا، فرانسک رپورٹ ٹھیک چوبیس گھنٹوں کی تحقیق کے بعد آچکی تھی جبکہ عبداللہ عارض سکندر کو اسی رپورٹ کے پیش نظر کورٹ کے سامنے پیش کیا گیا تھا۔

رپورٹ کے مطابق رزاق عالم کو لگتی گولی اسی ملی ہوئی سنائپر گن سے چلائی گئی تھی یہی نہیں ان گلوز پر عبداللہ عارض سکندر کی دو انگلیوں کے واضح نشانات کی بھی تصدیق ہو چکی تھی لیکن کہانی میں ٹویسٹ تب آیا جب ان کے علاوہ بھی کئی فنگر پرنٹس ڈھونڈ لیے گئے، سب سے اہم ثبوت وہ بوٹ کا نشان، جس تلے بنا ٹیٹو ایک ایسا ثبوت تھا جسے مناسب وقت تک کے لیے سنبھال لیا گیا۔

فی الحال عدالتی کاروائی میں سختی کا عنصر شامل ہو چکا تھا، عبداللہ کے خلاف ثابت ہوتے الزامات کے جواب میں اسکا جج کے سامنے انکار تہلکہ خیز عمل تھا۔

سیدھے سیدھے کیس میں ملزم کی جانب سے آتی مزاحمت کیس کا رخ زیادہ نہ بدل سکی، اور فی الحال عدالت نے ملزم عبداللہ کو جسمانی ریمانڈ پر بجھوانے کے بجائے اپنی طرف سے آج ہی حکم صادر کیے جوڈیشل ریمانڈ پر جیل منتقل کرنے کا حکم سنا دیا تھا اور اس بیچ اسکی ضمانت کا حق اس سے نہیں لیا گیا تھا۔

جبکہ عبداللہ کے وکیل کی جانب سے جلد از جلد ضمانت کی درخواست بھی دائر کر دی گئی تھی۔

"پریشان مت ہونا، کچھ ہی دن میں تمہارے خلاف ہوتی یہ سازش بے نقاب ہو جائے گی۔ جو آج فیصلہ ہوا وہ جسمانی ریمانڈ سے بہتر ہے۔ تم سے کوئی تفتیش نہیں کرے گا۔ آجکا فیصلہ محض جھوٹے ثبوتوں کے پیش نظر ہوا ہے۔ مجھے یقین ہے تم ہمت نہیں ہارو گے"

فیصلے کے بعد عبد اللہ عارض سکندر کو سپر نٹنڈنٹ جیل کی تحویل میں دیا جانا تھا اور وہی اسے اگلی پیشی تک عدالت میں پیش کرنے اور واپس جیل لے جانے کا بھی ذمہ دار تھا۔

جبکہ ہارون سکندر اور روحان وحدی دونوں کو جسمانی ریمانڈ پر سخت ترین تفتیش سے گزارا جانا تھا تاکہ اگلی پیشی پر ہی ان دونوں کی سزا کے ساتھ ساتھ عبد اللہ عارض سکندر کی بے گناہی ثابت ہو جاتی۔

ہادی سکندر اسے مایوس ہونے نہ دے سکا، جبکہ اب خود بھی عبد اللہ کے اندر اس جنگ کو لڑنے کی ہمت آچکی تھی۔

ہادی سکندر تب تک کمانڈر بارکن کو دبوچنا چاہتا تھا کیونکہ وہی ایک آخری گواہ تھا جو عبد اللہ عارض سکندر کو اس عذاب سے نکال پاتا۔

اس مردود کے اعتراف جرم ہی اس کیس میں بہتری کا سبب بن سکتے تھے۔

"مجھے آپ پر بھروسہ ہے ہادی بھائی، اور میں آپکے وعدے کی پاسداری کا بھی معترف ہوں۔ مجھے انتظار رہے گا"

رتبہ اور عمر دونوں ہی بڑے تھے اور شاید جس طرح ہادی سکندر اس سب میں متحرک تھا، عبداللہ کے دل میں اسکی قدر بڑھ چکی تھی۔

گو آج کے اس بے یقین اور مایوس کن فیصلے نے بظاہر بہت سوں کے دل تڑپا دیے تھے مگر وہ دن دور نہ تھا جب برائی کا اندھیرا، اچھائی کی اک کرن چپکے سے نگل جاتی۔

..________________________..

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس سب ہنگامے کو پانچ دن گزر گئے۔

ہادی سکندر پچھلے پانچ دن سے لگتار کمانڈر بارکن کی کھوج میں مصروف تھا، حماد کی جانب سے فراہم کی گئی مدد اسکے لیے آسانی کا سبب بنی، وہ تمام نجس لوگ منہاس علی اور فراز کے دیے لوگوں کو ایک ٹیم کی شکل دے کر جنگل

کے ابتدائی خفیہ راستے میں موجود رہ کر ٹرین کر رہے تھے تاکہ بروقت عدالت لے جاتے وقت وہ لوگ حملہ کر کے روحان وحدی کو پولیس کی حراست سے نکال کر فرار ہو سکیں۔

جبکہ پانچ دن کی مشقت کے بعد آخر کار بارکن کی تمام سرگرمیوں پر نظر رکھنے اور اسے ٹریک کرنے کے بعد ہادی سکندر کی طرف سے سالار خان کو ریٹ کرنے کی ہدایت سونپی گئی۔

چونکہ بارکن کی گرفتاری اور اسکا اقرار جرم ہی عبداللہ کی بے گناہی ثابت کر سکتا تھا تبھی سالار خان اپنی بارہ رکنی ٹیم کے ساتھ ہادی سکندر کی بتائی جگہ پر ریٹ کرنے نکل چکا تھا۔

جبکہ بارکن آج منہاس علی اور فراز کے ساتھ ہلکی پھلکی جیت کے اعزاز میں ساتھ کھانا کھانے بیٹھا تھا، کیا واقعی یہ اعزازی طعام تھا؟، نہیں عزیزم! وہ اپنی اوقات پر اترنے والا تھا۔

اور برائی کو برائی ہی نگل لے تو یہ خوشی کا لمحہ ہوا کرتا ہے۔

یہ وہی جنگل کے وسط میں موجود جگہ تھی جہاں اس کوارٹر میں غیر معمولی گہما گہمی کا دور دورا تھا۔

باہر چند لوگ لکڑیاں جلا کر آگ بھڑکانے کے بعد ثابت دبنہ بھونتے ہوئے دیکھائی دے رہے تھے، جس پر لگے مصالحہ جات کی خوشبو ناک کے نتھنوں میں گھس کر بھوک بڑھانے کا باعث بن رہی تھی۔

"بس چند مزید دن، پھر تم دو کو بھی تمہاری فرمابرداری کا صلہ ملے گا۔ روحان وحدی اپنا فیصلہ ان عدالتوں کے سپرد ہونے ہر گز نہیں دیں گے۔ حق کا الم لے کر نکلے ہم سے تمام مجاہدین سر پر کفن باندھ کر نکلے ہیں، اور یہی وجہ ہے کہ ہم انکو قانون کے غیر انصاف فیصلے کی پھینٹ ہر گز چڑھنے نہیں دے سکتے۔ تم دونوں نے ہمارے ساتھ ہونے کا حق ادا کیا ہے۔ لہذا تھوڑا انعام تو تم دونوں کو بھی ملنا چاہیے"

بارکن جو لکڑی کی خستہ حال میز پر رکھی اپنی گن میں گولیاں بھر رہا تھا، اپنے لہجے کو ہر ممکنہ عاجز و مشکور رکھے بولتا گیا جبکہ اسکے آخری جملے بے ساختہ ہی مسکراتے ہوئے فراز اور منہاس علی کے چہرے کا رنگ بدل گئے۔

جبکہ اس سے پہلے ہی بقیہ مشکوک مرتدین جو قانون کی نظر میں آچکے تھے اور اسکی تنظیم کے لیے خطرہ تھے وہ ان پانچ دنوں میں خاموشی کے سنگ موت کے گھاٹ اتار دیے گئے تھے جبکہ بارکن نے شاطرانہ سی مسکراہٹ کے سنگ اپنے روبرو بیٹھے ان دو سہمے نفوس پر نگاہ جماتے ہی بنا کوئی مہلت دیے پہلی گولی فراز نامی اس اینکر کے دماغ میں گاڑ ڈالی۔

خون کے چھینٹے تیزی سے منہاس علی کے چہرے پر پھیلے جبکہ وہ ایک لمحے میں پھڑک کر کرسی سے زمین پر گر جاتے فراز کو حراساں نگاہوں سے تکتا حلق سے تھوک نگل کر بارکن نامی اس شیطان کو دیکھنے لگا جو گن سے نکلتے دھوئیں کو پھونک سے اڑاتا ہوا اب منہاس علی کی زرد پڑتی صورت دیکھ کر نجس ہنسا۔

"ی۔۔یہ کیا کر دیا تم نے؟ ہم نے تمہاری مدد کی اور تم نے ہمیں دھوکہ دیا کتے، خدا کی لعنت ہو تجھ پر حرام زادے"

منہاس علی ڈر سمیت ہی اٹھ کر پوری ہمت سے بارکن نامی آدمی پر جھپٹا، اسکا بس نہ چلا وہ اس کی بوٹی بوٹی نوچ ڈالتا مگر نہ تو منہاس علی کو مہلت ملی نہ اس شیطان کو، باہر ہوتی اندھا دھند فائرنگ کی آواز سنتے ہی جہاں بارکن نے چہرہ موڑے باہر دیکھا وہیں منہاس نے پوری ہوشیاری کے سنگ لکڑی کی کرسی اٹھا کر بارکن کے سر پر دے ماری اور اپنی جان بچانے کی غرض سے پچھلی طرف سے باہر لپکا، توازن برقرار نہ رکھ پانے کی وجہ سے زمین پر گرتے بارکن نے گولی تو چلائی مگر وہ صرف منہاس علی کی ٹانگ کو چھو کر نکل گئی، وہ اسکی پہنچ سے نکل تو گیا مگر لڑکھڑانے کے باعث اس سے بھاگنا مشکل ہوا اور سالار خان ہی کے دو آدمیوں کے ہتھے چڑھ گیا جبکہ باہر کے غلیظ لوگوں کو ٹھکانے لگانے کے بعد سالار خان اپنی دس رکنی ٹیم کے سنگ کوارٹر میں

داخل ہوا مگر وہاں پھیلا سناٹا، لاش اور بکھرا ہوا خون سالار خان کو بلبلا اٹھنے پر مجبور کر گیا۔

منہاس علی کے وار سے بارکن کے سر پر گہرا زخم لگا تھا جسکے باعث اس گندے میلے فرش پر لگا تازہ خون تکتا ہوا سالار خان زمین پر بیٹھا۔

دیوار کی اوٹ میں چھپ کر کھڑا بارکن خوفزدہ نگاہوں سے اس انسپیکٹر کو چھپ کر دیکھ رہا تھا جبکہ سر میں اٹھی ٹیسوں کے باعث اس کی آنکھوں کے آگے دھند لکے چھانے لگے۔

سالار خان کو غیر محسوس طور سے اپنے عقب میں کچھ عجیب سی آوازیں محسوس ہوئیں، وہ اس جانب اٹھ کر بڑھا وہیں بارکن نامی اس اشاریہ کے کمانڈر نے ہمت جمع کیے گن پر پکڑ جمائی اور جیسے جیسے سالار خان کے بھاری قدم اس چھپے درندے تک گئے ویسے ویسے وہ اپنی گن پر گرفت بڑھائے دم سادھ گیا۔

سالار خان نے اپنے قدم یکدم روکے اور وہ مڑا جبکہ اسی کا فائدہ اٹھاتا بارکن بھی اس سے پہلے باہر نکل کر سالار خان پر وار کرتا، سالار خان کسی زخمی شیر کی طرح دھاڑتے ہوئے نہ صرف مڑا بلکہ ایک ہی جھٹکے سے اپنا بھاری ہاتھ بارکن کی گردن کے گرد دبوچے دوسرے ہاتھ سے اسکی گن چھبٹ کر اسے پوری قوت سے کھردرے فرش پر دے پٹخا۔

سالار خان کے تمام لوگ فوراسے پہلے گنز تانے دائرے کی صورت زمین پر درد سے تڑپتے بارکن کے ارگرد گھیرا تنگ کرتے چلے گئے۔

وہیں دو اہل کار درد سے کراہتے منہاس علی کو دبوچ کر گھسیٹے ہوئے پولیس موبائیل تک لے جا چکے تھے۔

"تو تُو ہے وہ مردود، جو ان سارے فسادوں کے پیچھے کا ماسٹر مائنڈ ہے۔ ضمیر تو تم جیسے خبیثوں کا پہلے ہی مردہ ہے مگر لعنت تو تم جیسوں کی زندگی پر ہے۔ جو دوسرے معصوم لوگوں کی اذیت بنتی ہے۔ اب تُو اور تیرا وہ روحان

دونوں ہی حوالات میں سزائے موت کے احکامات آنے تک خرافاتی منصوبہ بندیاں کیسے انتظار کرنا۔ ہر ایک کا انجام قریب ہے تیری تنظیم کے ہر رکن کو موت کے گھاٹ نہ اتارا تو میرا نام بدل دینا"

اس نجاست کو دیکھ کر ویسے ہی سالار خان کا خون کھول اٹھا تھا پھر اس کی آنکھیں ایسی وحشی تھیں کہ سالار خان کی آواز کے ساتھ اسکے چہرے کے تاثرات بھی پتھریلے ہوئے، جبکہ زمین کا سہارا لے کر بیٹھنے کی کوشش کرتا بارکن غلیظ قہقہہ لگائے ہنس پڑا۔

"چچ چچ تجھ جیسے ہزار بھی آجائیں تو ہمارے نام کو مٹا نہیں سکیں گے، کتنے بارکن جیل میں ڈالے گا؟ کتنے روحان وحدی موت کی گھاٹ اتارے گا تیرا یہ قانون۔۔۔ ہاہا تو لاکھ کوشش' کر لے لیکن اس قیامت کو نہیں روک پائے گا جو عنقریب آنے والی ہے"

جانے اس وقت سالار خان مٹھیاں بھینچے کتنا ضبط کر رہا تھا کہ چہرہ لال بھبھوکہ ہو گیا جبکہ جھک کر اس قہقہے لگاتے شیطان کو اسکے گریبان سے پکڑے قہرناک ہوئے غراتا سالار خان آج اس گند کا یہیں صفایہ کر ڈالنا چاہتا تھا مگر اس کو اتنی آسان موت دینا بھی موت کی توہین تھی۔

پھر ہادی سکندر کا حکم کہ اسے بار کن زندہ سلامت چاہیے، سالار خان کے ہاتھ بندھ گئے۔

"اپنے کیے پر رتی برابر ندامت نہیں تجھے، یہی اکڑ تیری بربادی بنے گی۔۔۔لے چلو اس گندگی کو تھانے۔ ابھی اس سے بہت سارے حساب باقی ہیں"

پہلے دو جملے بار کن کی شکل دیکھ کر کراہت سے بولے وہ اپنے لوگوں کو ہدایت سونپتا خود بھی باہر نکلا تو منہاس علی کی بچارگی اور پژمردگی پر دانت نکوس کر رہ گیا۔

جبکہ منہاس علی نے آو دیکھا نہ تاو، اہل کاروں کے بارکن کو باہر لاتے ہی اسے گالیوں سے نوازنا شروع کر دیا جبکہ منہاس علی کا یہ مشکوک رویہ سالار خان کو بھی ٹھٹکا گیا۔

منہاس علی کو جتنی گالیاں آتی تھیں وہ سب بارکن کو دیے رہا تھا جبکہ بارکن، آگے سے پاگلوں کی طرح قہقہے لگاتا، پولیس والوں کے ٹھڈے اور لاتیں کھاتا محظوظ ہو رہا تھا لیکن ابھی اسے خبر نہیں تھی کہ اسکے ساتھ تھانے جا کر کیا ہونے والا ہے۔

تھانے پہنچتے ہی منہاس علی نے اپنا صاف گوئی سے بیان ریکارڈ کروا دیا، اسے تو سالار خان کے دو مکے پڑنے کی دیر تھی کہ فراز سے ملی بھگت کے سارے احوال سے لے کر روحان وحدی کی سازش میں آلہ کار بننے کے علاوہ عبداللہ عارض سکندر سے انتقام کی ساری روداد گوش گزار کر دی۔

جبکہ اس خبر کے بعد منور دیلانی اور شمیم مرزا دونوں کو ہنگامی بنیاد پر تھانے بلوایا گیا تھا

یہی نہیں منہاس علی نے بقیہ مرتدین کی پوری لسٹ بھی فراہم کی جن میں بیشتر رات ورات غائب ہو چکے تھے اور اکادکا جنکے نام پولیس کے پاس موجود لسٹ میں نہ تھے وہ اپنی جان بچانے کے لیے ملک سے فرار ہو گئے۔

جبکہ منہاس علی کی گواہی کے بعد ہی سالار خان نے اسکی مرہم پٹی کی اجازت سونپی جبکہ بارکن کو سیدھا انویسٹیگیشن روم میں بڑے آدب سے لے جایا گیا تھا۔

دل دہلاتا قہر ڈھانے کے لیے۔۔۔۔۔۔

..________________________..

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

www.smerwamirzanovels.com

نیلم،فیاض صاحب اور مہک صاحبہ کافی متجسس تھے کیونکہ شاہ ویر نے انھیں ایمرجینسی اکٹھا ہونے کی تاکید کی تھی اور خود بھی وہ کچھ دیر وقت نکال کر اپنا ایک اور اہم فریضہ نبھانے گھر پہنچا۔

نیلم سکول سے واپس آچکی تھی جبکہ فیاض صاحب بھی آج تھوڑی طبعیت بوجھل محسوس کرتے جلدی دفتر سے چھٹی لے کر گھر آچکے تھے۔

وہ سبھی فیاض صاحب کے کمرے میں ہی جمع تھے۔

پچھلے پانچ دنوں سے نیلم افسردہ اور اداس تھی، مبین نے اسکا بھیجا میسج جانے پڑھا یا نہیں اور یہ پریشانی اسے پہروں مضطرب و بے چین کیے ہوئے تھی۔

جب مبین کی خود سے وابستگی سوچتی تو اسکی جانب سے کوئی پیغام نہ آنے پر مزید رنجیدہ ہو جاتی، اور آخر کار پانچ دن میں ہی مبین عارض سکندر نے شہزادی نیلم کی خواہش کو تکمیل کا پیرہن پہنا دیا تھا، وہ تبھی مصروف تھا، ایک تو سعودیہ کی کمپنی سے انکی کمپنی کا کامیاب ایگریمنٹ پھر جلال پاشا اور شعیب رضا کے واپس پاکستان چلے جانے کے بعد وہاں کی ساری ذمہ داری اس پر تھی۔

جدہ میں موجود بابا کا رینٹ پر موجود فلیٹ پہلی فرصت میں اس نے خریدا اور باقی کام شاہ ویر پر ڈالا۔

اس وقت شاہ ویر کے ہاتھ میں ایک بڑا سا خاکی انولیپ تھا جس پر ان تینوں حیران نفوس کی نظریں جمی تھیں۔

"بھئی اب بتا بھی چکو کیا ہوا، میں نے مشین لگانی ہے۔"

سب سے زیادہ بے قرار تو مہک صاحبہ تھیں جبکہ شاہ انکی اس بے چینی پر پہلے تو مسکرایا پھر نیلم کی اڑی ہوائیاں شرارت سے تکتا وہ اپنو لیپ کھول کر تینوں کے پاسپورٹ اور ٹکٹس نکال کر ان تینوں کے سامنے رکھے مسکرایا جبکہ ان تینوں کی آنکھوں میں بے یقینی والا سہاپن شاہ ویر اچھے سے دیکھ سکتا تھا۔

"سارے کام چھوڑیں اور فلائیٹ پکڑنے کی کریں محترمین، آپ سبھی کی کل فجر کے وقت سعودیہ کی فلائیٹ ہے۔ اللہ کے کرم سے اس رب نے آپ تینوں کو اپنے گھر بلا لیا ہے۔۔۔۔جی ہاں عزیزم عمرہ ٹکٹس۔۔۔۔"

ان بے یقین چہروں کو باری باری تکتا وہ میٹھے لہجے میں جو حسین انکشاف کر رہا تھا اس پر جہاں لمحے میں مہک صاحبہ نم آنکھیں لیے دل تھام کر رہ گئیں وہیں فیاض صاحب خود اس اتنی بڑی سعادت پر سراپا شکر ہوئے اور پھر

شہزادی جس نے سانس سادھے یہ خوشخبری سنی، اور پھر نا جانے کیا ہوا کہ دل تک آسودگی اترتی چلی گئی۔

آنکھیں اس شرف پر بھیگیں وہیں شاہ ویر خود ان تینوں کی تڑپ کا معترف رہا تھا اور اب ان تینوں کی شادی مرگ کی سی کیفیت پر خود بھی افسردہ سا مسکرا دیا۔

مہک صاحبہ تو آنسو رگڑتیں فوراً سے بیشتر اٹھ کر شکرانے کے نفل ادا کرنے لپکیں جبکہ نیلم کی بے یقین آنکھیں تکتا شاہ ویر اٹھ کر اپنی ہلکان بہن کے پاس ہی آ کر بیٹھا۔

"کیا ہم تین ہی ہوں گے یا مبین میاں بھی ہوں گے؟"

نا جانے کیوں فیاض صاحب کو اس شرف کی تکمیل کے پیچھے مبین کی کوشش محسوس ہوئی اور جس طرح بابا کے سوال پر نیلم نے بے قراری سے چہرہ اٹھایا اس پر شاہ اسے ساتھ لگاتا لاڈ کیے مسکرا دیا۔

"جناب یہ سب ہماری پیاری نیلم کے وسیلے سے ہوا ہے، مبین بھائی چاہتے تھے وہ نیلم کے ساتھ ہی عمرہ کریں اور چونکہ ابھی وہ صرف انکی منکوحہ ہے تو انھیں صرف نیلم کو بلوانا مناسب نہیں لگا۔ تو ساتھ میں آپکا اور اماں کا بھی انتظام کروادیا۔ پچھلے پانچ دن سے میں مبین بھائی کے اسی کام میں مصروف تھا۔ اور مزے کی بات ہے آپ تینوں کو وہاں کسی ہوٹل میں سٹے کرنا بھی نہیں پڑے گا، جناب وہاں اپنا ذاتی گھر لے چکے ہیں"

شاہ کے مزید انکشافات جہاں فیاض صاحب کو نیلم کی روشن قسمت پر رشک کرنے پر مجبور کر گئے وہیں وہ نازک سی شہزادی اس حیثیت سے کہیں بڑے کرم پر بھی رو دی تھی، اور اسکے یوں رو دینے پر شاہ اور فیاض صاحب کا بھی دل بھر آیا۔

تو گویا نیلم کی دوبار وہاں جانے کی بھرپور تیاری کے باوجود وہ اللہ کے گھر کیوں نہ جا سکی تھی آج اس ادراک نے نیلم کا دل سکون سے بھر دیا تھا، اسکے مقدر میں اللہ کا گھر دیکھنا درج تھا مگر اس انسان کے ساتھ جسے اللہ ہی نے

نیلم کی زندگی میں بہت منفرد طریقے سے شامل کیا، ان دونوں کو ایک دوسرے کا محرم بنا کر اپنے اور اپنے پیارے رسول ﷺ کے گھر کا دیدار بخشنے کا فیصلہ لیا۔

پانچ دن سے مبین کی خاموشی کا سارا دکھ کہیں دور جا مفقود ہوا، رہ گئی تو برتری، مقدس مقام جو وہ سوچ سوچ کر بے حال ہو رہی تھی۔

"ی۔ یہ بہت ز۔۔ زیادہ ہے"

وہ رو رو کر آدھی ہو گئی تھی، دل بار بار بھرا جاتا اور پھر سسکنے تڑپنے کے بعد اسکی آواز کی ٹوٹ پھوٹ نے دونوں کا دل تڑپا دیا تھا۔

"میرا بچہ اس سے زیادہ کا مستحق ہے، میں اس خوشقسمتی پر آخری سانس تک اپنے اللہ کا شکر گزار رہوں تب بھی اس مالک کی عطاوں کے آگے بہت کم ہے۔۔۔ اللہ تمہیں اس نیک روح کے ساتھ یونہی آباد رکھے۔ تم دو کی زندگی جس پاکیزگی سے شروع ہوئی ہے، ویسے ہی آخری سانس تک اپنا

تقدس برقرار رکھے۔ آمین۔۔۔۔ روتے نہیں بچہ، اپنی خوش بختی پر مسکرائیے میرے دل کا ٹکڑا"

نیلم کی دل ڈبوتی حالت پر خود فیاض صاحب بھی اپنی جگہ سے اٹھ کر نیلم تک آئے اور شفقت کے سنگ اسکے سارے آنسو پونچھے ڈھیر سی دعائیں دیے خود بھی شائد رب کے حضور شکر گزاری کی نیت سے اپنی سرخ ہوتی آنکھیں چراتے وہاں سے چلے گئے جبکہ اب شاہ ویر تک نیلم کی جذباتی کیفیت سے دل کٹا محسوس کر رہا تھا۔

"بس ناں نیلم، ایسے روتے تھوڑی ہیں۔ تمہیں تو خوش ہونا چاہیے کہ اللہ نے تمہیں اپنے محرم کے ساتھ یہ شرف پانے کا موقع دیا۔ اس دنیا میں یہ تقدس بہت گنے چنے جوڑوں کے حصے آتا ہے۔ ابھی تو نا جانے وہ بندہ تم پر کیا کیا نثار کرے گا۔ اور تمہیں ان کے لیے اس قدر اہم محسوس کر کے میری خوشی کا تو ٹھکانہ ہی نہیں رہا۔ اب بھی تم روئی تو مبین بھائی کو شکائیت کر دوں

گا۔جناب وہیں تمہیں رخصت کروالیں گے اور اپنے پاس رکھ لیں گے، پھر مجھے مت کہنا"

اول تو شاہ اسکی روتی تڑپتی حالت بہتر کرنے کے لیے اسکے چہرے کو دونوں ہاتھوں میں تھامے اسے اسکی اہمیت کا بتائے رشک آمیز مسکرایا وہیں ازلی شرارت اوڑھ کر آخری جان لیوا شرارت پر نیلم کا رہا سہا دھڑکتا دل بھی ساکت کر گیا۔

"ن۔نہیں لالہ، ایسے نہ کہیں۔۔۔مم۔۔میں اماں بابا کے ساتھ ہی واپس آجاوں گی۔۔۔"

گھبراہٹ کے مارے وہ سرخیوں میں ڈھلتی منمنائی جبکہ شاہ کا قہقہہ پورے روم میں گونج کر نیلم کو مزید بے کل کر گیا۔

محترمہ بس معصوم سا گھور ہی پائیں جبکہ شاہ کی مسکراہٹ تو تھی ہی ایسی جو دل سے نکلے تو دل کی ڈھارس بن جاتی تھی۔

"ہاہااوکے، چلو جاکر تیاری پکڑو۔ دو بجے تک نکلنا ہے ایسا نہ ہو فلائیٹ مس ہو جائے۔ اماں اور بابا کی بھی پیکنگ کر دینا۔ میں رات بارہ تک آجاؤں گا پھر ڈنر کر کے نکل جائیں گے"

نیلم کی کیفیت بہتر ہونے پر وہ اسے تیاریاں پکڑنے کی ہدایات سونپتا بولا جبکہ وہ اٹھ کھڑی ہوئی مگر پھر کچھ سوچ کر پلٹی۔

"لالہ اور آپ؟ مطلب آپ اکیلے رہ لیں گے؟ کھانا کون بنا کر دے گا آپکو اور باقی کام"

نیلم کے فکر مند ہو کر پوچھنے پر شاہ مسکراتا ہوا خود بھی اٹھ کھڑا ہوا۔

"اوہ میڈم! تم شاہ ویر ملک کی کوالٹیز کو انڈر اسٹمیٹ مت کرو۔ بندہ ہر فن مولا ہے۔ اور ویسے بھی میں تھوڑا بزی رہنے والا ہوں کام میں سو ادھر ادھر سے مینج کر لوں گا۔ تم فکر مت کرو"

اپنی طرف سے نیلم کی فکر ہٹائے وہ اسے تو بھیج چکا تھا مگر اس مسٹر خطرناک کے دماغ میں اصل میں کیا چل رہا تھا یہ تھوڑا مشکوک اور تشویشناک تھا۔

نیلم کے جاتے ہی جناب کے لبوں پر تہلکہ مچاتی مسکراہٹ کسی دل دہلاتی منصوبہ بندی کی پیشن گوئی کر رہی تھی۔ خدا خیر کرے۔

..________________________..

منور دیلانی اور شمیم مرزا دونوں ہی عبداللہ عارض سکندر کی بے گناہی ثابت ہونے پر خوشی کا اظہار کرتے پائے گئے تھے، بقول شمیم مرزا کے یہ سارا کیس عبداللہ عارض سکندر کی جس قدر امیج خراب کرتا نظر آرہا تھا، عدالتی فیصلے کے بعد عبداللہ کی بے گناہی ثابت ہوتے ہی اسکی پاپولرٹی میں بہت بڑا اضافہ بھی لائے گا۔

جبکہ منور دیلانی، منہاس علی اور فراز نامی اس صحافی کی اس ملی بھگت کا پہلے ہی اندازہ لگائے بیٹھا تھا، فراز تو اپنے انجام تک پہنچ چکا تھا جبکہ منہاس علی

نے اپنے بیان کو دے کر معافی کی سچی درخواست کیے اپنی سزا میں کمی کی ایک مناسب صورت حال پیدا کی تھی لیکن پھر بھی اس پر رزاق عالم کی موت کا الزام ثابت تھا جسکی اسے کڑی سے کڑی سزا دی جانی تھی۔

جبکہ رہی بات بارکن کی تو اسکی حالت پتلی کرنے کے لیے انویسٹیگیشن روم میں بلاول اور ہادی سکندر موجود تھے جبکہ سالار خان کو ہادی نے ایک بار پھر رابعہ وحدی کے پاس جانے کا حکم سونپ رکھا تھا۔

سیاہ دیواروں والا یہ سیکورٹی روم مجرموں کی بند زبانیں کھولنے کے لیے ایک جلاد خانہ تھا، جسکی تاریکی سے چھلکتی وحشت ہی بھیانک تھی پھر وہاں آواز اس ہیبت ناکی سے گونجتی کہ دل تھرا اٹھتے۔

بارکن نامی وہ غلیظ آدمی اس وقت چہرے پر شیطانی خباثت سجائے، پور پور زخمی بدن اور چہرہ لیے استہزایہ نظروں سے ان دونوں کو دیکھ رہا تھا جو بدلے میں نہایت پرسکون تھے۔

"روحان وحدی کو بچانے کے لیے کیا پلان بنایا ہے تم نے؟ سچ سچ بتاؤ ورنہ تمہاری کھال تن سے ادھیڑ دوں گا اور ستم کہ تمہیں چینخنے اور دھاڑنے کی اجازت بھی نہ ملے گی"

کرسی گھسیٹ کر عین بارکن کے سامنے بیٹھ کر ہادی نے یہ ظالمانہ اور سفاک سا جملہ بنا کسی تاثر کے بولا جبکہ بلاول کچھ فاصلے پر کھڑا بس پینٹ کی جیب میں ہاتھ دیے متوجہ تھا۔

مبین سے اسکا پل پل رابطہ تھا اور اس نے بارکن کی گرفتاری اور منہاس علی کے بیان کا بھی مبین کو بتا دیا تھا جسکے بعد مبین کافی حد تک پر سکون تھا اور اسے اب مکمل یقین تھا کہ ہادی یہ تمام معاملہ اچھے سے سنبھال لے گا۔

"سب سے پہلے تمہیں یہ اختیارات نہیں ہیں کہ تم مجھ سے کوئی سوال کرو، تم جیسے قانون کے پالتو کتے دو کوڑی کی اوقات رکھتے ہیں۔ یقین کرو یہی سالار خان یا اس جیسا کوئی اور آفیسر تمہیں وقت پڑنے پر پولیس مقابلے

میں مروادے گا۔ تمہاری ساری وفاداری بھاڑ میں جھونک دی جائے گی۔ اس لیے بہتر یہی ہے کہ قانون کی مدد کرنا بند کر دو۔ میں تمہیں گارنٹی دیتا ہوں کہ تمہارے باپ کو باعزت بری کرواوں گا۔ جانتا ہوں ناراضگی کے باوجود تم یہ ہرگز نہیں چاہو گے کہ تمہارے مرتد باپ کو پھانسی ہو اور زمانہ تمہیں یتیم بنادے۔۔۔۔ تمہاری خوبصورت ماں اس جوان عمری میں بیوہ ہو جائے گی۔۔۔۔۔ ہوش کے ناخن لو ہادی سکندر"

ہادی سکندر ہزار ہا صابر کیوں نہ ہوتا، بارکن کے ان سارے غلیظ لفظوں پر نہ تو آپے سے باہر آیا نہ مشتعل ہوا بلکہ بس جھپٹ کر پر سکون انداز کے سنگ اپنا بھاری ہاتھ بارکن کی گردن کے گرد اس دردناکی سے لپیٹا کہ دباو پڑنے کی دیر تھی کہ بارکن بن پانی کی مچھلی سا پھڑک کر رہ گیا۔

جبکہ عین اس مردود کے بے جان ہونے سے اک لمحہ پہلے ہادی نے اسکی گردن کے گرد ہاتھ کا دباو زائل کیے اپنا ہاتھ ہوا میں لہرائے اس قدر ظالم

زناٹے دار تھپڑ سے تواضع کی کہ کتنے لمحے بارکن کی سماعت میں گھنٹیاں بجتی رہ گئیں۔

"سب سے پہلے تو اپنی گندی زبان سے میری ماں کا ذکر مت کرنا ورنہ تیری زبان میں ہی گولی گاڑ دوں گا۔ دوسرا! ہارون سکندر کو اس جگہ لانے والا اسی کا خون یعنی ہادی سکندر ہے، تو مجھے یتیم ہونے کا ڈراوا دے رہا ہے جو اسے شرف سمجھتا ہے۔ اور رہی بات قانون کے رکھوالوں کی مدد کرنے کی تو وہ مجھے مار سکتا ہے، میری ایک لرزش یا ایک خطا پر سالار خان کے پاس یہ اختیار موجود ہے کہ وہ مجھے بنا کسی پولیس مقابلے کی آڑ کو استعمال کیے بھی اس دنیا سے روانہ کر سکتا ہے۔ جس دن اس انسپیکٹر کا مخبر بننے کی ہامی بھری تھی یہ شق اس عہد نامے میں اول تھی۔ اور تیرے بقول ہم سے قانون کے کتے ہی تیری بوٹیاں نوچیں گے۔۔۔۔ اب بھونک جلدی کہ کیا پلین ہے تیرا"

ہادی کی کڑی نظر اور ہتک آمیز لہجہ ویسے ہی بارکن کو آگ لگانے کو کافی تھا پھر اس گلے کی ہڈی کو جلد از جلد پھڑ کا نہ سکنے کی پشیمانی گویا بارکن کے انگ

انگ میں انگارے دہکا رہی تھی لیکن نا جانے کیا سوچ کر بارکن کے چہرے پر غلیظ مسکراہٹ پھیل گئی۔

"پلین تو نہیں بتاوں گا، بھلے تو مجھے کاٹ ڈال۔۔۔نہ ہی روحان وحدی کو سزائے موت ہونے دوں گا۔ تیری ناقص عقل سے کہیں بڑی قیامت ہے جو میں یہاں تیری قید میں ہو کر بھی ڈھاوں گا۔بس اتنا جان لے کہ اس قیامت میں ضائع ہوتی پہلی جان تیری ہو گی ہادی سکندر۔تجھے مارے بنا بارکن نہیں مرے گا یہ لکھ کر دیتا ہوں تجھے"

وہ بنا کسی تضحیک کا اثر لیے الٹا ہادی سکندر کو دھمکا رہا تھا جبکہ بلاول اسکی اس دیدہ دلیری پر جہاں خونخوار ہوا وہیں ہادی اسے رک جانے کا اشارہ کیے جبڑے بھینچتا ہوا اپنی جگہ سے اٹھ کر دونوں ہاتھ بارکن کی کرسی کے بازووں پر رکھتا اسکی نجس اور خرافاتی ہنسی تکتا اس پر جھکا۔

بارکن کے ہاتھ ہتھ کڑیوں میں جکڑ کر اسکی کمر پر باندھے گئے تھے ورنہ وہ ہادی کا یہیں گلا کاٹ ڈالتا۔

"ٹھیک ہے مار مجھے، ابھی مارناں۔۔۔۔اسی وقت مار تو مانوں گا"

ہادی الٹا اسکی بے بسی پر تمسخرانہ ہوئے غرایا جبکہ بارکن دانت نکوستا بھڑک اٹھا۔

آنکھوں میں خون اتر آیا۔

"بری موت ماروں گا تجھے، تیری لاش کے چیتھڑے بھی تیرے سگوں کو نہیں ملیں گے"

بارکن اشتعال میں آکر جو کہہ گیا اس پر ہادی نے شاطر مسکراہٹ اچھالے اسے مزید آگ لگائی۔

"مطلب بم بلاسٹ کی پلاننگ ہے تم لوگوں کی، چچ چچ آخر تو نے خود اپنے منہ سے اپنی خرافاتی گیم آشکار کر دی۔ اب یہ ہو گا کہ ہر طرف سیکورٹی نافذ ہو جائے گی۔ پھر تیری یہ منصوبہ بندی دھری کی دھری رہ جائے گی۔ ہاہا ویسے تم جیسوں کے پاس عقل نام کو بھی نہیں۔ اب ایک چیلنج میرا سن، اسی بم سے تجھے اڑائے گا ہادی سکندر۔ تیری جیسی گندگی ایسا ہی انجام ڈیزرو کرتی ہے۔ بلاول! اسے جیل کی سوغات دینا شروع کرو۔ جب اسکی سانس بند ہونے لگے تو اسے ریسکیو کر دینا۔۔۔ بس یہ مرے ناں، باقی اسے موت سے ملواو۔ بہت قریب سے ملوانا تاکہ یہ جیتے جی اپنی آنکھوں سے اپنی دہکتی جہنم دیکھ سکے"

ہادی کی ذہانت کا معترف اس وقت بلاول سمیت وہ نجس بارکن بھی ہوا، اسے لگا پورے جسم میں آگ کے شعلے لپک پڑے ہوں۔ جبکہ بلاول بھی فاتحانہ تبسم دیے ہادی کے احکام پر اپنی آستینیں چڑھا چکا تھا۔

"اور ہاں عبد اللہ کے حق میں آج کے ثبوتوں کی بنیاد پر درخواست دائر کر دی ہے، کورٹ کی طرف سے کل ہیرنگ بلائی گئی ہے۔ عبد اللہ تو کل ہی بری ہو جائے گا اور تمہارے اس منہاس علی نے تمہاری اصلیت دو گھونسوں پر ہی آشکار کر دی۔ اب تم یہاں بیٹھ کر لطف اندروز ہو تب تک میں زرا اپنی اس ذمہ داری سے بری ہو کر آتا ہوں۔ بھئی تم نے تو میرے چیتھڑے اڑانے ہیں ناں تو مرنے سے پہلے عبد اللہ کو بے گناہ ثابت کر لوں"

ہنوز لاپرواہ اور سلگتا لہجہ لیے وہ بارکن کو سر تا پیر آگ لگائے اس مسکراتی نظر بلاول کے خطرناک تیوروں پر ڈالتا روم سے نکل گیا جبکہ ہادی سکندر کے کمرے سے نکلتے ہی دو ہٹے کٹے حوالدار کالے قمیص شلوار پہنے ہاتھوں میں ہنٹر اٹھائے اندر داخل ہوئے جنکی شکلوں پر ہی ایسی نفرت درج تھی کہ بارکن نے خوفزدہ ہوئے تھوک نگلا اور ساتھ ہی انویسٹیگیشن روم سے بلند ہوتی دلخراش چینخوں پر سالار خان کے آفس میں پاوں پسار کر مزے سے

بیٹھا ہادی سکندر یوں مسکرایا جیسے ان ہیبت ناک دھاڑوں سے اسے دلی راحت نصیب ہوئی ہو۔

..______________________________..

وہ اپنی طرف سے اپنے پیارے پیارے اکا دکا جوڑے بیگ میں رکھنے کے بعد اپنا گاؤن نفاست سے رکھ رہی تھی جو اس نے وہاں پہننا تھا جبکہ مبین کی دی چادر بھی اپنے سامان کا حصہ بناتی اور وہ مبین کا سکیچ بھی اک طرف رکھے وہ من ہی من میں مسکرا رہی تھی۔

ایک تو اللہ پاک کے گھر جانے کی خوشی پھر مبین کے ساتھ کا سکھ، ماں بابا کا اس پاک جگہ جانے کا وسیلہ، یہ سب ایسی متاع تھی جسے وہ اپنے دل میں سمیٹ چکی تھی۔

شام ڈھل چکی تھی، اس نے یہ خبر امل کو دینے کا ارادہ تو تبھی باندھ لیا تھا مگر امل پچھلے کچھ دنوں سے بابا کی غیر موجودگی کے باعث بہت مصروف تھی،

بس میسج پر ہی حال احوال بتاتی رہی تھی اور کل جلال پاشا کے واپس آجانے کے باوجود وہ اہم میٹنگز میں مصروف تھی، پھر جلال پاشا بھی سیدھا واپس آنے کے بجائے مری نکل چکے تھے۔

مس مناحل اور جلال پاشا کی ملاقات کا سوچ سوچ وہ ویسے ہی جلی بھنی تھی، کیونکہ ان دو نفوس نے بس ایک دوسرے سے لڑنا ہی تھا۔

جبکہ امل فائنل ورک مکمل کرتی نیلم کے پیغام کو پڑھ کر اسے فارغ ہوتے ہی کال کا ارادہ بنا چکی تھی پھر عبداللہ سے جڑی خبر اسے پچھلے کئی دنوں کی بیزاریت اور اداسی سے نکال لائی۔

جلال اسے ہر اپڈیٹ پہنچا رہے تھے، جبکہ عبداللہ کی دل دہلاتی دھمکی کا اثر اتنے سارے دنوں میں امل پاشا پر سے زائل ہو چکا تھا۔

نیلم اپنا سامان باندھے مسکراتی ہوئی میز پر وائبریٹ کرتے فون پر پلٹی، پھر کسی خوشگوار احساس تلے وہ فوراً اسے بیشتر فون کی جانب بڑھی۔

فون سکرین پر "مبین عارض سکندر" کے الفاظ اسکی جامد دھڑکن مزید سست کر گئے، صرف اس انسان کو سوچنا ہی رگ وپے میں اک سکون آور لہر سرائیت کر رہا تھا پھر وہ لمحے کس قدر اونچے ٹھہرتے جب وہ مبین عارض سکندر کا ہاتھ تھام کر صحن کعبہ میں اپنے قدم رکھتی۔

الوہی سی مسکراہٹ نیلم کے ہونٹوں پر پھیلی وہیں دل کے دھڑکنے کا شور اپنے اندر ہی دباتی وہ فون اٹھا کر کان سے لگا گئی۔

دوسری جانب وہ اپنے ذاتی فلیٹ میں آتے ہی شفٹ ہو گیا تھا اور گھر کا گیسٹ روم فیاض صاحب اور مہک صاحبہ کے لیے ریڈی کروائے اب وہ تھوڑی الجھن میں تھا کیونکہ اس چھوٹے سے گھر میں دو ہی بیڈ رومز تھے، اور نیلم اور اسکا ابھی صرف نکاح ہوا تھا تبھی وہ اس خوبصورت کمرے کو اپنے اور نیلم کے لیے سیٹ کروانے سے پہلے شہزادی کی اجازت کا طلب گار تھا۔

یہاں جدہ میں غیر ملکیوں کو رئیل اسٹیٹ رکھنے کی اجازت میسر تھی، لیکن یہ معاملہ لائسنسنگ اتھارٹی کی منظوری سے مشروط ہوتا ہے۔ غیر ملکی سرمایہ کار تعمیرات اور سرمایہ کاری کے لیے یہاں جائیداد خرید سکتے تھے، لیکن اس کے لیے پیشگی منظوری بھی درکار ہوتی ہے جبکہ مقدس شہروں یعنی مکہ اور مدینہ میں غیر ملکی ملکیت ممکن نہیں ہوتی نہ ہی یہاں حلال سمجھی جاتی تھی۔

"اسلام و علیکم، کیسی ہیں نیلم"

فون لگتے ہی دل دھڑکاتا انداز لیے سوال آیا تھا جبکہ نیلم نے اپنے بے قابو ہوتے جذبات لاکھ دبائے مگر آنکھوں میں خوش بختی کے باعث نمی جھلملا اٹھی، بیڈ کا سہارہ لیے وہ بیٹھی جبکہ توجہ ہنوز اس پار مدھم سانسوں کے ارتعاش کی جانب مبذول رکھی۔

"وعلیکم السلام، ٹھیک ہوں۔ آپ کیسے ہیں؟"

ہمت جمع کیے احوال پوچھنے کی رسم نبھائی گئی۔

"میں بھی بالکل ٹھیک ہوں، آپکی دعا پہنچادی تھی۔ یہ آپکی اس مقدس شہر جانے کی تڑپ ہی تھی کہ دعا قبول ہوئی اور آپکی حاضری کا بلاوا آگیا۔ امید ہے توقع سے زیادہ خوش ہوں گی"

اپنی پر شوق نگاہیں گلاس ونڈو سے دیکھائی دیتے خوبصورت منظر پر مرکوز کیے وہ نیلم کی بھری بھری آواز بھانپ گیا تھا تبھی اس کی کیفیت کا اندازہ لگائے بولا جبکہ وہ تو اپنی خوشی الفاظ میں بیان ہی نہیں کر سکتی تھی۔

"خوشی تو بہت چھوٹا لفظ ہے، آپ نے تو مجھے میری زندگی کا مقصد پورا کرنے کی تدبیر تھمادی ہے۔ یہ سچ ہے میرا دل دوبار وہاں جاتے جاتے نہ جاسکنے پر بہت تکلیف سے گزرا تھا۔ مجھے ایسا لگتا تھا شاید مجھ سے کوئی گناہ سرزد ہو گیا جو اللہ پاک نے مجھے جاتے جاتے روک لیا۔ کتنے دن میں روتی رہی، یہاں تک کہ آنسو ختم ہو گئے۔ اگر مجھے زرا سا بھی اس بات کا احساس ہوتا کہ اللہ

جی نے آپکے ساتھ میرے مقدر میں یہ شرف لکھا ہے تو اتنے آنسو نہ بہاتی۔ میں اپنی خوشی بیاں نہیں کر سکتی، بس ایسا سمجھ لیں کہ میری سب سے بڑی خواہش پوری ہو رہی ہے"

وہ جس جذب سے اپنے دل کی خوشی اور احساسات بتا رہی تھی، مبین عارض سکندر کو فرحت کا احساس ہوا، اسے نیلم کی خوشی میں ہی اپنی راحت ملی۔

"آپ کی وجہ سے میں بھی یہ شرف پالوں گا، یہ میرے لیے بھی باعث تسکین ہے نیلم۔ آپکی خوشی اور سکون سے بڑھ کر میرے لیے کچھ بھی اہم نہیں"

وہ اسے بہت واضح الفاظ میں اسکی اہمیت بتا رہا تھا جو اس بلندی اور رفعت پر سراپا شکر گزار تھی۔

سرشار سی مسکراہٹ اس کے ہونٹوں کو چھوڑنے پر راضی نہ تھی۔

"اماں بابا کے لیے آپ نے جو کیا اسکے لیے شکریہ، وہ دونوں بھی اس معاملے میں بالکل میرے جیسے ہیں۔ آپ ہر لمحہ میرے دل میں اعلی سے اعلی مقام حاصل کرتے جا رہے ہیں، آپکا ہو کر میں خود کو بہت مقدس محسوس کرتی ہوں۔ ایسے جیسے آپکا ہونے کے بعد میں اللہ جی کے لیے بھی مزید پیاری ہو گئی ہوں"

وہ اس بار بھی اپنی آواز کو بھرنے سے روک نہ سکی اور اس لڑکی کی جذبات سے ڈوب جاتی آواز کا قہر اس بندہ بشر نے دل کی آخری تہہ تک محسوس کیا۔

"اللہ کے نزدیک اسکی تخلیق کردہ ہر روح پیاری ہے، اور سنیں! مجھے یہ بتائیں کہ آپ یہاں آ کر میرے ساتھ ایک روم شئیر کر لیں گی یا پھر آپکا اور آپکی اماں کا مشترک روم سیٹ کرواوں۔۔۔۔ جواب دینے سے پہلے ایک بات سن لیں کہ آپکے بابا کے ساتھ روم شئیر کرتے ہوئے مجھے خاصا عجیب لگے گا کیونکہ میرے غریب خانے میں صرف دو ہی بیڈ رومز ہیں، میں زرا ایسا نخریلہ بندہ ہوں کہ آج تک عبداللہ اور بابا تک کے ساتھ ایک روم میں

نہیں سویا۔۔۔ اینڈ ہمارے والے روم میں ایکسٹرا لیونگ ایریا ہے سو بنا کسی جھجھک کے بتائیے گا۔ آپکی پرائیویسی میں بالکل داخل نہیں ہونے والا یہ بندہ"

پہلے تو وہ ایک ہی جملے سے نیلم کی ساری اداسی رفع کر گیا پھر جان لیوا سے تقاضے سے بچاری کی دھڑکن بے ہنگم کیے مزید ستم ڈھا کر اس کے لیے انکار و فرار کی راہیں بھی مسدود کر گیا۔

نیلم کے چہرے پر یکدم سرخی اتری، گھبراہٹ کے سنگ دل بری طرح دھڑک اٹھا۔

"م۔۔میں آپکے ساتھ کیسے ؟ اماں بابا کیا سوچیں گے۔۔۔۔"

وہ یوں جواب دے رہی تھی جیسے خود تو اس نزدیکی کے لیے بیتاب ہو بس پس و پیش اور ماحول کے دبدبے سے بوکھلائی ہو جبکہ اسکا یہ توقع کے برعکس جواب پا کر مبین کی خوشی اسکے چہرے پر سج گئی۔

دل الگ اس لڑکی کے یوں قریب ہونے کا سوچ کر ہی اختیار سے باہر نکلا۔

"سوچنا کیا ہے، یہی کہیں گے کہ دونوں ایک دوسرے کے ہیں سو ایک ساتھ ایک دو دن وہاں سٹے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ اور یہ بھی تو سوچیں کے ایسے ہم مہک آنٹی اور فیاض انکل کو بھی پرائیویسی دے سکیں گے"

مبین کی شرارت واضع اسکے لہجے میں ٹپک رہی تھی تبھی تو نیلم بھی شرمگیں سا مسکرادی۔

"مجھے تو بہت شرم آئے گی"

لجائے لہجے میں محترمہ نے نئی الجھن سامنے دھری جبکہ مبین بے ساختہ ہنس دیا۔

"ٹھیک ہے محترمہ پھر مجھے ہی دل بڑا کیے آپکے باباجان کے ساتھ گزر بسر کرنی پڑے گی، اور کیا چوائز۔۔۔۔

۔۔۔۔"

وہ بھی نیلم کو آکوڈ سچویشن سے گزارنا ہر گز نہیں چاہتا تھا تبھی یہ کڑوا گھونٹ بھی بھر گیا جبکہ نیلم نے فوراً سے پہلے اسکی بات کاٹی۔

"آپ مما بابا سے میری رخصتی کروالیناناں، وہیں۔۔۔ایسے ہمارے ساتھ رہنے میں نہ انکو اعتراض ہو گا نہ مجھے عجیب لگے گا۔ویسے بھی ہماری رخصتی وہاں ہو یہ تو اور خوشی کی بات ہو گی۔میں آپکی بے چینی کا یہی حل سوچ سکی ہوں، باقی آپ دیکھ لیں جو مناسب لگے"

نیلم کی جانب سے یہ اقرار، دیوانے کا انگ انگ سرشار کر گیا تھا، وہ مسکرایا۔حسین تر۔

"سوچ لیں نیلم، پھر آپکی واپسی بھی میرے ساتھ چار ماہ بعد ہو گی۔آپکی جاب کا خدا حافظ"

شوخ لہجے میں نیلم کو مزید بے تاب کر تا وہ اک نیا ستم ڈھا گیا جبکہ اسکے لہجے کی سر سراہٹ پر نیلم اپنے دل پر بے اختیار ہاتھ رکھے روہانسی ہوئی۔

"آپ سے اچھی ہے کیا جاب؟ وہ تو میں خود کو مصروف رکھنے کے لیے کرتی ہوں۔اگر آپ مجھے اپنے پاس روکیں گے تو میں خوشی رک جاوں گی۔کم از کم آپ کے پاس رہ کر آپ کو دیکھنے اور سننے کی ساعتیں تو میسر آئیں گی جو مجھے اس دنیا کے ہر سکھ اور آرام سے کہیں درجے افضل ہیں"

جب وہ انسان نیلم کے لیے اتنا کچھ کر گزرا تھا تو وہ کیوں نہ اس پر واری اور فدا ہو جاتی۔

"صرف دیکھنے اور سننے کی ساعتیں ہی نہیں نیلم، رخصتی کے بعد آپ مکمل طور پر مبین عارض سکندر کی ہو جائیں گی۔لہذا میرے پاس اپنا دل و دماغ مضبوط کر کے آیئے گا"

ایک ہی لمحے میں وہ یہ شدت بھرا حکم سنائے نیلم کی جان ہی تو نکال گیا، کتنے ہی لمحے وہ سن و ساکت سی حواس باختہ اس شخص کے کہے لفظوں سے ہی بے حال ہوتی رہی، بکھڑ جاتے تنفس کو بحال کیے، ترتیب سے ہل جاتی دھڑکتیں ترتیب دیتی وہ اپنے دل کو مبین عارض کے لیے بے تاب محسوس کیے خود بھی تو گھبرا گئی۔

ناجانے اسکے دل میں اتنی شدت کہاں سے عود آئی، جس انسان کا سامنا تک اسکی نازک طبعیت پر گراں تھا وہ کیسے اتنی جلدی مبین عارض سکندر کی محبتوں اور شدتوں کے لیے خود کو تیار کرتی۔

"آپکی اس جان لیوا خاموشی سے کیا جواب اخذ کروں شہزادی؟"

اسے خود کی دھڑکنوں اور سانسوں سے الجھتا محسوس کیے مبین نے اپنا تقاضا پھر دہرایا۔

"آپ کی خواہش شہزادی کے سر آنکھوں پر، اب میں بند کر رہی کال۔۔ مجھے شرم آرہی ہے۔۔۔۔ میں آپکے پاس جلدی آجاوں گی۔۔۔ اللہ حافظ "

ہنسی دبائے، اندر کے کہرام کا شور سن کر بدحواس ہوتی وہ یہ شیریں اظہار کیے رابطہ توڑ گئی اور مبین عارض سکندر پر کھلا کہ حقیقت میں جی اٹھنا کیسا ہوتا ہے۔

یہ کمرہ اس نے اپنے اور نیلم کے لیے سیٹ کرنے کا تہیہ کیا اور پر اسرار سی مسکراہٹ لیے وہ فی الحال اس خوبصورت کمرے سے باہر نکل گیا۔

..________________..

"میم! یہ لیٹر آپکے نام آیا ہے"

امل جو اپنا آج کا تمام کام سمیٹ کر تھکی ہاری بس گھر جا کر لمبی نیند کی غرض سے جانے والی تھی، مینجر کے اجازت لے کر اندر آنے اور ایک انولیپ امل

کی جانب بڑھانے پر وہ حیرت زدہ ہوئے وہ لیٹر لیتی مینجر کو واپس جانے کا اشارہ کیے اپنی توجہ اس لیٹر کی جانب مبذول کر گئی۔

خیر تجسس حاوی تھا تبھی امل نے فوراسے بیشتر وہ لفافہ کھولا اور اسے گلاس میز پر الٹا تو سفید گلاب کے پھول کی تازہ پتیاں شیشے کی میز پر بکھر گئیں ساتھ ہی ایک سفید کاغذ بھی گرا۔

امل نے خوشگوار سی مسکراہٹ کے سنگ پہلے ان تازہ پتیوں کو دھیمے سے چھوا اور پھر مسکراہٹ دباتی وہ اس فولڈ کاغذ کو کھول کر پڑھنے لگی۔

"سنٹرل جیل کا مجبور و بے بس قیدی پوری بے باکی سے اپنی محبوبہ کو پہلا اور آخری خط لکھنے کی جسارت کر رہا ہے، گستاخی معاف بندری!

آخری خط اس لیے کہ اب یہ محبوب جلد میری دسترس میں آجائے گا، اسکے تمام جملہ حقوق ماہ بدولت کے ہوں گے۔ پھر مجھے جذبوں کے اظہار

کے لیے بس اسکی کلائی تھام کر اپنی جانب جھٹکا دینے کی زحمت اٹھانی پڑے گی اور وہ ناچاہتے ہوئے بھی میرے اندر تک اتر جانے کی خواہش کرے گی"

یہ خوشبو بھرا اظہار اور استحقاق بھرا محبت نامہ صرف ایک ہی پاگل لکھ سکتا تھا اور تمام تر بے باک طرز گفتگو کے امل اسکے لکھے لفظوں پر کھکھلا اٹھی۔ یہی نہیں پچھلے تمام دنوں کی بوریئت، تھکن اور بیزاریئت لمحے میں خوشی اور رشک کا روپ دھار گئی۔

"کتنا چھچھورا ہے یہ توبہ"

ہنسی دبائے وہ مسکرائی پھر اس نے دل سنبھالے آگے پڑھنا شروع کیا۔

"میں نے اسکی چاہ کو اپنی اندھیر راتوں میں روشنی بانٹنے والا ستارہ بنایا تو وہیں اسکی مہربانی کو اپنے ڈوبتے دل کی ڈھارس۔ میں مکمل اسکا ہو گیا، رتی برابر بھی اپنا نہ رہا۔ وہ دھانسو اور زور آور سہی میں بھی نئے زمانے میں پیدا ہوتا پرانا ڈھیٹ عاشق بن کر اسکی محبت بن کر دیکھاوں گا۔ ویسا بن جاوں گا جیسا

وہ کہے گی۔ وہ کہے تو میں اپنا دل روک سکتا ہوں، وہ روئے تو میں اسکے ساتھ روسکتا ہوں۔ وہ میری کل حیات کا ثمر ہے، میں نے اس تنہائی میں اس سے جڑا اپنا عشق بھی اسکی طرح زور آور اور دھانسو بنالیا ہے۔ اب تم فقط میری نگاہوں کی تپش سے ہی پگھل جاو گی امل، اور میں چاہتا ہوں کل جب کورٹ مجھے باعزت بری کرے تو میرے باہر نکلتے ہی پہلی نظر تم سے ٹکرائے"

جوں جوں وہ عبداللہ کے لکھے لفظ پڑھ رہی تھی اک کپکپی سی اسے اندر سرائیت کرتی گئی، جبکہ عبداللہ کے جذبوں کی سچائی اس سے بڑھ کر اور کیا ہوتی کہ امل اسکے ہر انداز پر اس لمحہ فدا سی محسوس ہوئی۔

وہ واقعی پرانے ڈھیٹ عاشقوں کی طرح اب خطوں پر اتر آیا تھا، اس لمحہ امل کا دل سرشار تھا وہ مسکرا کر اسکے لکھے لفظوں پر انگلیاں پھیرتی چاہ کر بھی آنکھوں میں امڈ آتی سرخی سے آنکھیں نہ بچا پائی۔

دل نے آگے پڑھنے پر اکسایا تو وہ دم سادھے یہ تسلسل پھر سے جوڑ بیٹھی۔

"تم آو گی ناں امل ؟ تم ہر پل میرے ساتھ تھی۔ مجھے تنہائی محسوس نہیں ہوئی۔ تم اس قید سے نکلتے وقت گر میرے روبرو آجاو تو مجھے لگے گا میں یہ جہنم جیسی قید نہیں بلکہ جنت جیسی خواب ناک سیر کیے لوٹا ہوں۔۔۔ تم آو گی ناں ؟ انکار تمہارا دل کر ہی نہ سکے گا۔ میں نے تمہاری آنکھوں میں وہ کچھ دیکھا ہے جو عبداللہ عارض سکندر کو اس دنیا کا سب سے بڑا خوش فہم بنانے کے لیے کافی ہے"

وہ مزید جان لیتا گیا اور وہ مزید پڑھنے کی ہمت خود میں محسوس نہ کر پائی، دل ڈوب سا گیا۔

لیکن وہ اسکا یہ محبت نامہ ہر صورت پڑھنے پر بضد سی اپنا امتحان لینے کے درپر اتری۔

"میں نے یہ خط بہت مشکل سے تم تک پہنچایا ہے، کیونکہ کل کے اہم فیصلے تک مجھے مجرم ہی میں شمار کیا جائے گا۔ اور ایک مجرم پر اتنی سی بھی رحم کی

بوند نہیں گرائی جاتی۔شاید تم سے جڑھ کر میری قسمت بھی زور آور ہو گئی کہ ہر دقت اور رکاوٹ کو طوفان بن کر پار کر جاتی ہے۔مجھے تمہارا انتظار رہے گا امل، تمہیں دیکھ کر عبداللہ عارض سکندر جی اٹھے گا یہ یاد رکھنا۔

اللہ حافظ۔۔۔۔۔

تمہارا اباولا بندر!"

اور پھر الوداع کے ساتھ ہی آخر میں بنا چھوٹا سا دل، اس دیوانے کے حقیقی دل کا روپ دھاڑے امل کے دل میں دھڑک اٹھا تھا۔

وہ بھرائی آنکھوں سے مسکرائی اور میز پر بکھری سفید پھول کی پتیوں کو احتیاط سے جمع کیے سرسری سی انکی مدھم خوشبو سونگھی اور پھر انھیں واس میں رکھے موسمی پھولوں کے سراپوں پر بکھیر دیا جو کچھ ان پھولوں کے سراپوں پر اٹک گئیں اور کچھ واس کے اندر چلی گئیں۔

جبکہ وہ خط بہت سنبھال کر امل نے اپنے بیگ میں ڈالا اور اٹھنے لگی جب فون پر نیلم کا جگمگاتا نام امل کو اپنی حالت سنوارنے پر اکسا گیا۔

بیگ، گاڑی کی چابی لیے وہ فون کان سے لگائے باہر نکل آئی، جبکہ نیلم کی جانب سے چھوٹتے ہی اتنی بڑی خوشخبری سن کر امل کا دل جھوم اٹھا۔

"مقدس ارواح کا ملن فائنلی قریب ہے، بہت بہت مبارک ہو میرے دل کی ٹوٹی۔۔۔وہاں جا کر میرے لیے بھی دعا کرنا کہ اللہ مجھے بھی ہدایت دے دیں۔باقی مبین بھائی کے پاس جا کر مجھ مسکین کو بھول نہ جانا سمجھی"

گیراج تک پہنچ کر وہ اپنی گاڑی تک آئی اور پھر کھول کر اندر بیٹھی جبکہ فون جیکٹ کی جیب میں دیے وہ بلوٹوتھ ائیر فونز سے کال کنکٹ کیے اندر بیٹھتے ہی اپنی جلن بھی کہتی مسکرائی جبکہ نیلم ابھی نماز ادا کیے کمرے میں داخل ہوئی تھی۔

"میں تمہیں کیسے بھول سکتی ہوں امل، تمہاری دعائیں ہی تو لگی ہیں مجھے اور نیلم جب تک زندہ ہے امل کے لیے دعا کرنا کبھی نہیں بھولے گی۔ میں وہاں جا کر تمہارا نام لکھوں گی۔ اچھا سنو عبداللہ بھائی کا کیا بنا؟ مجھے تو ان سے پوچھنے کی یاد ہی نہیں رہی، اتنی سرپرائزڈ تھی کہ عبداللہ کا پوچھ ہی نہیں پائی"

نیلم نے اول تو ڈھیر سا پیار لٹایا اور پھر عبداللہ کے بارے دریافت کرتی افسردہ ہوئی۔

جبکہ امل ڈرائیونگ سیٹ سنبھال کر سٹارٹ کیے گاڑی گیراج سے نکالے مین روڈ پر لے آئی تھی۔

"ہاں بابا کی کال آئی تھی، کل ہیرنگ ہے اور یہی متوقع ہے کہ عبداللہ کی بے گناہی ثابت ہو جائے گی۔ مطلب کل وہ آزاد ہو جائے گا"

امل کی سنجیدگی اور سپاٹ لہجہ اک طرف مگر اسکے منہ سے عبداللہ سن کر نیلم کا دل جھوم سا گیا۔

"شکر ہے لڑکی تم نے انکو باولے بندر کی جگہ نام سے تو پکارا، واللہ تمہارے منہ سے وہ اپنا نام سن کر کومے میں جاسکتے ہیں"

امل کی اداسی بھانپ کر نیلم بھی شرارت پر اتر آئی جبکہ خود امل بھی پھیکا سا مسکرادی۔

" تبھی اسکے سامنے اسے باولا بندر کہتی ہوں، ویسے وہ کل مجھے رہائی کے بعد دیکھنا چاہتا ہے۔ لمبا سا لوو لیٹر بھیجا ہے پاگل نے۔ جیل میں ہو کر بھی اسے چین نہیں قسم سے"

خفت سے امل کا بڑبڑانا، نیلم کو نا چاہتے ہوئے بھی ہنسا گیا۔

"اوئے ھوئے، مطلب عبداللہ بھائی کی بے قراری کو پر لگ چکے ہیں۔ بس بھئی جلدی ہمیں اپنے ایک ہو جانے کی نیوز سنانا۔ کیا پتا میں ان کے ساتھ چار

ماہ بعد ہی واپس آؤں۔۔۔۔ پھر سبکی خوشیاں دیکھ کر بہت سارا جینا ہے مجھے۔ خاص کر تمہیں اور عبداللہ بھائی کو ایک ساتھ دیکھنے کی بہت تمنا ہے"

نیلم کے چھیڑتے انداز اور دل دہلاتی خواہشیں سن کر امل نے گھبرائے تاثرات دیے جبکہ خود میڈم ہنس کر امل کا اڑے حواس والا چہرہ امیجن کر رہی تھیں۔

"اوہ میڈم، زرا بریک لگائیے۔ اتنی جلدی اس باولے بندر کو امل قبول تھوڑا کرے گی۔ کم از کم چار ماہ تو اسے خوب تڑپانا ہے۔ اور تم ہنس لو بھئی، جب مبین لالہ استحقاق بھرا رعب جمائیں گے پھر دیکھوں گی نیلم کی بتی کیسے گل ہوتی ہے۔ تم ناں اپنی خیر مناو، تمہارے والے تم کو رخصت کرانے کے چکر میں ہیں اور رخصتی کے بعد نو لمٹس نو لحاظ۔۔۔۔ ہی ہی"

بھئی امل صاحبہ ہوں اور جھک یا دب جائیں ایسا تھوڑی ممکن تھا، اسکی اس بے باک گفتگو پر نیلم کے گال تپ اٹھے، چہرہ سرخیاں چھلکانے لگا جبکہ دل بری طرح اپنے مرکز سے ہٹے دھڑکتا ہوا جان لے گیا۔

"امل !امل تم ناں پٹ جاو گی"

اپنی گھبراہٹ دباتی وہ امل کو ڈپٹی منمنائی جبکہ گاڑی ڈرائیو کرتی ہی وہ شدید پیارا ہنس دی۔

"ہاہا میری گائے۔۔۔ ٹھیک ہے ٹھیک ہے نہیں چھیڑتی۔ جاو اب تم تیاری پکڑو واڑنے کی۔ میں بھی گھر ہی جارہی ہوں۔ نیند پوری کروں گی کیونکہ کل کا دن خاصا بورنگ ہو گا۔ اور ہاں اس بار مبین بھیا سے اظہار لازمی کرنا۔ جیسے ہی وہ اکیلے ملیں دبوچ لینا۔ ہاہا بائے۔۔۔ اینڈ یس مس یو سو مچ"

اپنی ہی ازلی ٹون میں وہ مسلسل نیلم کا دل دہلائے اپنے شوخ زندگی سے بھرے لہجے میں اسے الوداعی پیار سونپے کال کاٹ گئی جبکہ نیلم صاحبہ کے چہرے پر ابھی سے سوچ سوچ کر ہی گلال بکھرتا چلا گیا۔

جبکہ دوسری طرف ماہ کو آج یونی کے بعد عارض گھر لے آئے تھے اور کل کی اچھی خبر سے گویا عارض ولا پر چھایا جمود بھی ہٹ چکا تھا۔

اوپر سے مبین کے اس خوبصورت فیصلے پر ماہ جبین اور عارض سکندر کے علاوہ مان اور ماہ نور بھی انتہائی خوش تھیں۔

مان پچھلے چار پانچ دنوں سے سارا وقت ماہ جبین کے ہی ساتھ رہی تھی، اور پھر آج ماہ نور کے آجانے سے گھر میں مزید رونق ہو گئی تھی۔

المیرا نے بھی خوشی خوشی ماہ کو دو دن رہنے کی تاکید کی اور چونکہ کل عبداللہ نے واپس آنا تھا تو کل المیرا ابھی یہیں مدعو تھیں۔

لیکن ایک قیامت ان سب کی سوچوں کے محور سے کہیں دور برپا ہونے کی تیاری میں بھی سرگرم تھی۔

وہیں تیسری جانب خود سے خاصا جبر الٹر جھگڑ کر سالار خان نے اپنی انا اک طرف رکھے ایک آخری کوشش کیے رابعہ وحدی کا سامنا کیا تھا۔

ہادی اسے دو تین بار زبردستی آمادہ کیے اسکے پاس بھجوا چکا تھا اور وہ ہر بار اپنی انا پر ٹیس محسوس کیے واپس آکر ڈھیٹ بنے کبھی بھی دوبارہ اس پتھریلی عورت کے پاس نا جانے کا تہیہ کرتا نظر آیا لیکن ہادی سکندر کا اس پر بہت رعب تھا تبھی تیسری کوشش رنگ لے ہی آئی۔

" آج میں نہ منتوں کے موڈ میں ہوں نہ مجھ سے رحم کی توقع کرنا رابعہ وحدی، صاف صاف مجھے بتاو کہ تم ہماری مدد کرو گی یا نہیں۔ اگر نہیں تو میری طرف سے بھاڑ میں جاو، تمہاری چپ مزید سہنے کا سٹیمنا مجھ میں ہرگز نہیں ہے "

وہ آیا تو نرمی لیے مگر نا جانے کیوں دل بے رحمی پر اترا، ترش لہجے اور کھٹور انداز میں وہ رابعہ وحدی سے استفہامیہ نظروں کے سنگ پوچھتا ہوا کھردرے پن سے بولا جو اپنا سر جھکائے، بازو لپیٹے ٹانگیں سمیٹ کر بیٹھی تھی، اس اجنبیت بھرے سرد لہجے کا سوال سن کر اپنا سر اٹھائے اس شعلہ باز آنکھوں والے سالار خان کو دیکھنے لگی۔

"ایسے مت دیکھو بتا رہا ہوں"

خود پر رابعہ کی معصوم اور اذیت بھری نظریں جمی پائے اس اتھرے تھانیدار نے وارننگ دی تھی۔

اور وہ جسکی دکھتی رگ پر اس سنگدل نے ہاتھ رکھ دیا تھا، کیسے امید کرتا کہ اسکی چٹان جیسی سختی پر بنا روئے رہ پاتی۔

"ہو گیا تمہارا رونا شروع، اسی کی کمی تھی"

سخت تلملائے وہ اس سے پہلے ناراضگی جتا کر باہر لپکتا، کسی بے یقین صدا نے سالار خان کے قدموں میں زنجیر پہنا دی۔

"آپ مجھ سے تنگ آ گئے ناں سالار خان، وہ سب وقتی ہمدردی تھی جس کے تحت آپ نے میرا ساتھ دینے کی ہامی بھری تھی۔ میں سب سچ سچ گواہی دینے کے لیے تیار ہوں بھلے اس کے باعث میں کتنی ہی اذیت سے کیوں نہ گزروں، مزید اپنے ناقابل برداشت وجود کو آپ پر بوجھ نہیں بناؤں گی۔ عدالت کے سامنے جا کر سب سچ سچ بولنے کے بعد میں آپ سے اور آپکی نظروں سے ہمیشہ کے لیے دور چلی جاؤں گی۔ آپ میرے نام کو، مجھے اور میرے ہر زچ کرتے عمل کو ایک برا خواب سمجھ کر بھول جایئے گا۔ بس مجھے یہی کہنا تھا۔ اب آپ جا سکتے ہیں"

وہ جو آج سخت اکتایا ہوا تھا، رابعہ وحدی کے ایک ہی طویل جواب سے پتھر کی طرح اپنی جگہ جم کر رہ گیا۔

کیا کیا نہیں تھا اس بے ضرر لڑکی کے ٹوٹے لہجے اور بھری آواز میں، خود ترسی، خود اذیتی، جان کنی اور ملال کے نا جانے کتنے جذبے تھے جو وہ نظریں جھکائے ایک ہی وار میں لپیٹ کر سالار خان کا دل چھلنی کر گئی۔

"تم۔۔"

وہ مضبوط ہو کر پلٹا اور کچھ کہتے کہتے نا جانے کیا ہوا کہ رک گیا، پر بے بسی کے سنگ سالار نے اپنی مٹھیاں ضرور بھینچ ڈالیں۔

وہ ہنوز اسے دلخراشی کی مورت کی طرح دیکھائی دیتی سر جھکائے کھڑی رہی اور پھر تھک ہار کر اسی سیاہ نشین کونے میں جا کر منہ پھیر لیتی سمٹ گئی۔

وہ بے بسی کی نا جانے کس اسٹیج پر تھی کہ اپنے ہونٹ کچل کر دھندلی اور بھیگی آنکھوں سے گندے میلے گرد آلود فرش کو گھورنے لگی۔

جبکہ اک نامعلوم سی بے چینی نے سالار خان کے پورے وجود کو اپنی لپیٹ میں لے لیا تھا۔

"تم میرا براخواب نہیں ہو رابعہ وحدی، یہ سختی اور سفاکی میرے پیشے کی مانگ ہے۔ مجھے معاف کر دینا۔ مرد کو یہ زیب نہیں دیتا کہ وہ اپنے کہے سے پھرے، میں اپنے گرد محصور حالات کے باعث عجیب سنگدل ہو گیا ہوں۔ حالانکہ میں اب بھی تمہارے ساتھ ہونے کی بات پر پہاڑ ساڈٹا ہوں۔ رو مت، اب یہ تاریکی جلد اجل جائے گی۔ میرے حواسوں پر حاوی ہوا اندھیرا ابھی چھٹ جائے گا اور تمہاری اندر باہر کی وحشت بھی اپنا زور کھو دے گی۔ سالار خان مرتے دم تک اپنے وعدے پر قائم رہے گا یاد رکھنا"

اس لڑکی کی اس اذیت پسند حرکت اور اپنا نچلا ہونٹ زخمی کر دیتی بے رحمی پر سالار خان چپ نہ رہ سکا، بہت صاف گوئی سے وہ یہ الفاظ اس لڑکی کی سماعت میں انڈیلتا ہوا بھاری دل اور بھاری قدموں کے سنگ طوفان بنا اس کمرے سے باہر نکل گیا جبکہ اس شخص کی بے حسی اب بھی اتنی ظالم تھی کہ اس کڑواہٹ کو پیتی رابعہ کو اسکے بعد کے ڈھارس پہنچاتے الفاظ کا سکھ محسوس ہی نہ ہو سکا۔

..________________________..

"مجھے سچی میں اندازہ نہیں تھا کہ ہادی سکندر ایسے چھپے رستم نکلیں گے، یو آر سو لکی۔ جتنے وہ سبکو لاپرواہ اور بے رحم لگتے تھے، مجھے یہ جان کر خوشی ہوئی کہ وہ ویسے ہرگز نہیں ہیں۔ بہت بڑی ذمہ داری ہوتی ہے جب ہم کیچڑ میں کھلا کنول ہوں، بہت بڑی"

ڈنر میں ملازمہ کا ہاتھ بٹاتیں مان اور ماہ ایک دوسرے سے ہادی سکندر کے بارے گفتگو کر رہی تھیں، جب سے ہادی سکندر کے بارے اس کیس سے جڑے ہونے کی سچائی کھلی تھی، ماہ جبین، عارض سکندر سمیت ہر کوئی حیران تھا۔

اس وقت بھی وہ دونوں سیلڈ کے لیے سبزیاں کاٹتے ہوئے ایک دوسرے سے مخاطب تھیں۔

"ہمم، جی مان آپی۔ مجھے تو خود انکے پاس جاکر انکی چھپی خوبیوں کا ادراک ہوا۔ وہ یونہی تھوڑا میرے دل کا حصہ بنے تھے۔ اللہ نے انکو میرے مقدر میں لکھ کر مجھ پر بہت بڑا رحم کیا ہے"

ماہ کی محبت اسکے نرم لہجے سے چھلکی تو مان بھی مسکرا دی۔

"اچھی بات ہے ناں، جسے چاہا جائے وہ ہمیں مل جائے تو یہ بہت بڑا اشرف ہوتا ہے۔ اور میں نے کہیں پڑھا تھا کہ اس دنیا میں کچھ لوگ اپنی ذات میں دفن رہنا پسند کرتے ہیں، اس دنیا میں وہ صرف اپنے من پسند شخص کے روبرو ہی اپنے سخت خول سے باہر آتے ہیں۔ ہادی بھی ایسے ہی تھے، وہ صرف المیرا تائی جان کے سامنے عیاں ہوئے اور اسکے بعد تم پر۔ یہاں تک کہ مبین سے بھی ایک لمبی جنگ لڑ کر اپنے آپ کو چھپانے کا سلسلہ جاری رکھا۔ لیکن اب جب سب تم کو خوش اور آباد دیکھ چکے ہیں اور مبین کی ذمہ داری کو ہادی سکندر کے ذریعہ پوری ہوتا دیکھ رہے ہیں تو سبکو احساس ہو رہا ہے کہ وہ خود سے جڑوں کے لیے کچھ بھی کر سکتے ہیں۔"

مان بھی جو اباہادی سکندر کی لگن اور وابستگی کی معترف ہوئی تھی جس پر ماہ اتراہٹ کے سنگ سر ہلائے مسکرائی۔

"بالکل مان آپی، آپ بتائیں سنا ہے نیلم آپا کے بھائی شاہ ویر کے ساتھ پچھلے دنوں بھیاجانی کے دیے کام میں مصروف تھیں، ویسے وہ ہنڈسم بھی ہیں اور آپ کے ساتھ پیارے بھی لگتے ہیں۔ آپکو کیسے لگے وہ؟"

سلاد کاٹ کر ملازمہ کو پلیٹ تھماتی اس بار وہ زرا پر جوش ہوئے بولی جبکہ ماہ نور کے اس اچانک حوالے اور ذکر نے مان کی لمحہ بھر کے لیے سٹی گم کی، مگر وہ جلد حواس بحال کرتی ماہ کی خود پر جمی شرارت بھری آنکھیں دیکھنے لگی۔

"مجھے کیسے لگ سکتے ہیں؟ میرا مطلب میں نے کبھی سوچا نہیں اس بارے میں"

مان نے ٹالنا چاہا، مگر ماہ کا تجسس لمحے میں بڑھا۔

"تو سوچتی کیوں نہیں ہیں آپی یار، دیکھیں سب پار لگ گئے سوائے آپ دو کے۔ اب جیسا کہ نیلم آپا کی فیملی بھی ہمارے ریلیٹیوز ہیں تو یہ رشتہ تو سبھی خوشی خوشی کرلیں گے۔ اور مجھے آپکی وہ خواہش بھی یاد ہے، میں دعا کروں گی کہ شاہ لالہ آپ سے بہت ساری محبت کریں۔ ویسے ایک سیکرٹ بتاوں"

ماہ بنا مان کے دل کی ابتری بھانپے بس اپنی ہی دھن میں خوشی اور خواہش کا ملا جلا اظہار کرتی آخر تک جس پر اسراری سے خاموش ہوئی اس پر مان نے بے تاب ہو کر ماہ کی صورت دیکھی۔

"کیسا سیکرٹ؟"

مان کا دل شدید لرزا، جبکہ ماہ صاحبہ سارا سسپینس تباہ کرنے کے ارادے کیے گدگداتا تبسم لیے اٹھی اور مان کے گرد باز و حائل کیے اپنا منہ اسکے کان کی سمت لائی۔

"پہلے آپ پرامسس کریں کہ آپ مبین بھیا کو نہیں بتائیں گی کہ یہ میں نے آپکو بتایا"

ماہ کے پیٹ میں گویا اس خبر کو کافی دیر سے سنبھال کر رکھنے پر درد اٹھا اور مان کا تو دل ہی بیٹھا جا رہا تھا۔

مبین نے جانے سے پہلے ماہ جبین سے مان اور شاہ کے رشتے کا سرسری ذکر کیا تھا اور آج جب ماہ نور آئی تھی تو ماہ جبین کے منہ سے باتوں میں یہ ذکر نکل آیا اور تب سے ماہ نور یہ نیوز بڑی مشکل سے پیٹ میں دبائے بیٹھی تھی۔

"نہیں بتاوں گی ماہ نور، جلدی بتاو جان"

مان کا دل صدمے سے کانپا، جبکہ اسکا انداز ملتجی ہوا۔

"ایکچولی مبین بھیا نے مما سے جاتے ہوئے آپکا اور شاہ ویر کا ذکر کیا تھا۔ آپکے لیے مما فکر مند تھیں تبھی بھیا کو یہ راز کھولنا پڑا اور یہ بھی کہا تھا

کہ جلد شاہ ویر اپنے پیرنٹس کو لے کرمان کے لیے رشتہ لینے آئے گا۔ اور شاہ ویر بھائی آپ کے لیے پہلے ہی رضامندی بھی دے چکے ہیں۔ بس وہ نیلم اور مہرو آپی کے فرض سے سبکدوشی کے بعد پر اپر لی رشتہ لے کر آنا چاہتے تھے تبھی تھوڑا وقت لیا تھا"

ماہ نے ساری بات صاف گوئی سے گوش گزار کیے مسکرا کرمان کی ہونق صورت دیکھی جسکے چہرے کا رنگ لمحے میں سفید پڑا تھا، حیرت و بے یقینی میں مبتلا وہ کتنے ہی لمحے سن ہی رہی۔

پھر دماغ میں جیسے جھماکہ سا ہوا، ذہن میں مہرو کے مایوں کی رات جھلملائی، شاہ ویر کی اس رات الگ سی سرشار نظریں، مبین عارض سکندر کی جادوئی مسکراہٹ، اور پھر مان کے لیے بہترین ڈھونڈنے کی تگ و دو، یہ سب سوچ کرمان خلیل سکندر کا دماغ جھنجھلا گیا۔

ماہ تو بری طرح یہ سرپرائز چھوڑے اٹھ کر ملازمہ کے سنگ ڈنر لگوانے جا چکی تھی جبکہ مان سکندر کے اعصاب پر صدیوں کی تھکن اتارتا یہ انکشاف اسے ہلکان سا کر چکا تھا۔

..________________________..

"مجھے لگتا تھا آپ صرف میرے ساتھ سنگدل ہیں، آپ نے تو اپنے خون تک کو نہیں چھوڑا جلال پاشا"

امل کی ساری باتیں جلال پاشا کو اس قدر ذہنی دباؤ میں مبتلا کیے ہوئے تھیں کہ وہ اپنے دل کا غبار ہر صورت کم کرنے کے طلب گار تھے اور شاید یہاں مری آنا اور اس انکشاف کو مناحل کے سامنے کرنا انھیں اپنے بوجھ میں کمی کا واحد ذریعہ لگا تھا۔

اور اس اتنی بڑی دردناک حقیقت کو جاننے کے بعد مناحل کو اس شخص کی بے رحمی پر فقط افسوس ہی ہو پایا ہاں البتہ دل کئی احساسات کے باعث کرچیوں میں ضرور بٹا تھا۔

"میں نے اسکے لیے اپنی طرف سے ایک بہترین فیصلہ لیا تھا، مانتا ہوں میرے مزاج کی کڑواہٹ اور میرے بے رحم اصول تمہیں اور امل کو تپتے صحرا سے گزارنے کا سبب بنے ہیں لیکن یہ بھی تو دیکھو مناحل کہ وہ عبداللہ کس قدر محبت کرتا ہے امل سے۔ کیا اسے یہ محبت، یہ جذبات کہیں اور سے مل سکتے تھے؟"

وہ اس وقت گہری ہوتی رات کے سمے خنک ہواوں کے بے رحم جھونکوں سے بھی جل رہی تھیں، اپنے سامنے بیٹھے جذبات کے سوداگر کو تپش پہنچاتی آنکھوں سے تکتیں انکی توجیہہ پر سلگ گئیں۔

"بات آپکے مزاج کی کڑواہٹ اور بے رحم اصولوں کے سخت ہونے کی ہوتی تو میری زبان سے کبھی شکائیت نہ نکلتی لیکن بات آپکی خودبینی، غرور اور خود پسندی کی تھی جسکے آگے آپ کو اپنے سے نچلے طبقے والے کیڑے مکوڑے لگتے ہیں۔ اگر مڈل کلاس لوگوں سے رشتہ داری آپکو اتنی ہی بری لگتی ہے تو کیوں اسی خاندان کی لڑکی سے شادی کی آپ نے؟ کیوں بابا کے گھر کی دہلیز پر جا بیٹھے تھے۔۔"

مناحل کے لہجے میں محسوس کن سختی اور ناراضگی کے باعث اس بندے کا دل مزید افسردہ ہوا مگر جس طرح وہ ان سے ہنوز دور اور بدگمان تھی اس پر جلال پاشا کا غصہ بھی دہکا۔

اس شخص کو یہ موسم انتہائی خنک ہونے کے ساتھ ساتھ مناحل کی آنکھوں کے درد سے مل کر مزید سرد مہر محسوس ہوا۔

"آپ نے ایک بار بھی نہیں سوچا جلال کے محبت کے معاملے کتنے سنگین ہوتے ہیں، جو انسان خود محبت کی مسافت کا راہی رہا ہو وہ کیسے یہ درد بھرا روگ اپنی اولاد کے مقدر میں لکھ سکتا ہے؟ اور اسے دیکھو کہ اپنے باپ کے اس ستم کی مجھے بھی خبر نہ ہونے دی۔ کتنی بدقسمت ماں نکلی ہے مناحل"

وہ ہنوز کرب سے سسکیں، جبکہ جلال پاشا اسکی جذباتیت سے دل کٹتا محسوس کر رہے تھے۔

"محبت نہیں تھا شاہ اسکی، صرف ایک کشش تھی۔ پسندیدگی تھی۔ میرا یقین کرو مناحل کہ جو جذبہ میں نے امل کی آنکھوں میں شاہ کے لیے دیکھا تھا وہ ویسی محبت ہرگز نہ تھا جس سے میں واقف ہوں۔ لیکن وہ احساس جو اس روز میں نے عبداللہ کے لیے امل کے لہجے، دل اور آنکھوں میں محسوس کیا اس نے میری ساری خطاوں کی تلافی کر دی ہے"

وہ اس بار اپنی نشست سے اٹھ کر مناحل کے ساتھ ہی آ کر بیٹھے، وہ نروٹھے پن سے اپنی بھیگی آنکھیں رگڑ کر اپنا ہاتھ تک اس سنگدل انسان کے ہاتھ سے چھڑوا گئیں جبکہ جلال پاشا آج بھی اپنی کیفیت ٹھیک سے بیاں کر سکنے میں ناکام رہے تھے۔

"آپ محبت کی بات کرتے ہیں تو ہنسی آتی ہے مجھے، اگر محبت وہ ہے جو آپ نے کی تو اس سے سنگدل اور بے رحم دوسرا کوئی جذبہ نہیں۔ محبت وہ ہوتی ہے جو محبوب کی خوشی کو پورے دل سے قبول کرے۔ آپ نے آج تک نہ تو میری خوشی کو قبول کیا نہ میرے کسی عمل کو سراہا، یہاں تک کہ میرے اپنوں کے لیے اپنے کٹھور دل میں بے جا عناد پالے رکھا، میرے شوق کو، میری چھوٹی چھوٹی خوشیوں کو جھٹلاتے رہے۔ اور پھر امل کے اندر کی ساری محرومیاں جو ہم دونوں کے اس کھوکھلے رشتے کے باعث پیدا ہوئیں، وہ وقت کے ساتھ بڑھتی چلی گئیں۔۔۔"

وہ اس وقت جلال پاشا پر سخت غصہ تھیں، انکا لہجہ بھیگا ہوا اور انداز شکوہ کناں تھا اور ابھی جلال پاشا کے دامن میں وضاحت کا سلیقہ بھی موجود نہ تھا۔

وہ ساری زندگی اپنی ادھوری وضاحتوں کے کرب کو اپنے اشتعال اور دبدبے تلے دباتے آئے تھے، اور آج بھی جیسے انھیں لاجواب کرتی وہ عورت سو فیصد درست تھی۔

"جب تم اسے عبداللہ کے ساتھ حقیقی خوش اور ہر محرومی سے آزاد دیکھو گی تو شاید تمہیں جلال پاشا اور اسکے فیصلوں کی تھوڑی سی سمجھ آجائے۔ میں برا ہوں، میں تنگ نظر بھی ہوں۔ میرے اندر بہت سی خامیاں ہیں لیکن کیا یہ سچائی اتنی بھی اہم نہیں کہ میری کوتاہیوں کا پردہ بن سکے؟ تمہارے اور امل کے سوا میری اور کوئی زندگی نہیں ہے۔ مجھے کبھی کبھی خود پر غصہ آتا ہے کہ میں ایسا کیوں ہوں، اور میری بہت ساری سیاہی نے امل کی ذات پر بھی اندھیرا کر دیا ہے۔۔۔۔"

آج مدت بعد وہ شخص بکھرا ہوا محسوس ہوا تھا، چٹان کی طرح سخت لوگ اول تو ٹوٹتے نہیں اور جب کوئی دل پر لگا گہرا وار انھیں توڑتا ہے تو پھر کوئی انکی کرچیاں سمیٹ نہیں پاتا۔

امل کے اندر کی محرومیاں انھیں نوکیلے کانٹے سا چبھ رہی تھیں، وہ یہاں اپنے بھاری دل کو ہلکا کرنے آئے تھے مگر فی الحال دل مزید رنجیدہ محسوس کیے وہ اپنی بات مکمل کرتے چپ چاپ وہاں سے چلے گئے اور شاید مناحل پر بھی آج عجیب سی سوگواری نے شدت سے حملہ کر دیا تھا۔

..________________________..

شاہ کے منع کرنے کے باوجود دونوں سگھڑ ماں بیٹی نے دو تین گھنٹوں میں ہی چار عدد ڈشیز بنائے شاہ ویر کے لیے فریز کر دیں کیونکہ شاہ کو باہر کا کھانا زیادہ سوٹ نہیں کرتا تھا، ماں اور نیلم کی اس ایکسٹرا الٹّی محبت پر وہ انکی سادگی پر کتنی ہی دیر مسکراتا رہا۔

ڈنر شاہ ویر کے گھر لیٹ آنے پر دیر سے ہی کیا گیا اور پھر فائنلی وہ تینوں کو ائیر پورٹ چھوڑنے نکل گیا۔

واپسی پر اسے خاصی دیر ہو گئی تھی، گاڑی میں مدھم سا میوزک پلے کیے وہ اپنی ہی دھن میں گاڑی ڈرائیو کر رہا تھا۔

اب آہستہ آہستہ راتیں اخیر ٹھنڈی اور دن ہر خبس سے پاک ہو کر خوبصورت نرمی اوڑھنے لگے تھے، ہلکی ہلکی دھوپ روح کو سہلاتی وہیں ٹھنڈی اور طویل راتیں آرام و سکون کا لمبا سلسلہ لائے دل و روح کو تھپکانے لگتیں۔

جب سے ماہ نور نے اسے شاہ اور اسکے بارے میں بتایا تھا وہ مضطرب و بے چین تھی، پہلے دیر تک لان میں بے چینی دبانے کو ٹہلتی رہی پھر ٹھنڈ حاوی ہونے پر بے دلی سے ہی سہی کمرے میں آ گئی۔

دل میں عجیب سی ہلچل برپا تھی، خاص نقطہ جومان کے دل کی دنیا تہہ و بالا کر رہا تھا وہ شاہ ویر کا اقرار تھا۔

پچھلے چار پانچ دنوں سے تو وہ نہ سائیٹ پر گئی تھی نہ آفس اور شاہ ویر سے فون پر بھی بات نہ ہوئی تھی، اب اس ہاں اور ناں کی کشمکش میں ڈوبی وہ صبح تک کا انتظار بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

چند ساعتوں بعد دل رہ رہ کر ڈوبنے لگتا تھا۔

"یا اللہ یہ کیسی بے قراری ہے، کیا ہو گیا ہے مجھے۔ مبین یہ آپ نے مجھے کس امتحان میں ڈال دیا ہے۔ خود تو آپ دور چلے گئے، میں کسے بتاوں اپنے دل کی حالت۔ پتا نہیں آپ نے میرے لیے کونسی دعائیں کر دی ہیں، یہ کیسی بے سکونی حاوی ہے"

وہ کمرے میں اضطراری انداز سے ٹہلتی، بگھڑے تنفس کے سنگ سخت منتشر سی خود کلامی کر رہی تھی، کھڑکیوں سے جھانکتی ٹھنڈ پھر چاند کی مدھم روشنی بھی آج مان خلیل کی طرح افسردہ تھی۔

یہ بے تابی اس سے پہلے اسکی جان پر بنتی، توقع کے برعکس مان خلیل کے فون پر آتی کال نے عقب سے آواز بلند کیے مان کی توجہ اپنی جانب مبذول کی۔

وہ فورا سے پلٹ کر فون تک پہنچی مگر اس پر جگمگاتا شاہ ویر ملک کا نام، مان کی رہی سہی دھڑکنیں بھی منجمد کر گیا۔

وہ مدھم مدھم موسیقی کو سنتا چہرے پر بلا کا سکون سجائے، ائیر فون کی جانب سے کال اٹھائے جانے کا منتظر تھا اور ڈرائیونگ کر رہا تھا۔

"سوئی ہوں گی، کیا شاہ ویر ملک! دماغ کام نہیں کر رہا تیرا"

وہ جو ہاتھوں میں فون پکڑ کر پتھر ہوئے اٹھانا بھول چکی تھی، جناب نے جواب نہ آنے پر خود کو ملامتی ہوئے کوسا۔

"لیکن دل کہہ رہا ہے وہ سو نہیں رہی"

پھر جیسے دل میں بلند ہوتی آہٹ پر شاہ نے دوبارہ نمبر ملایا اور اس بار وہ ہوش کی دنیا میں واپس آتی، خود کو سنبھالے کال نہ صرف اٹھا چکی تھی بلکہ خود کو صوفے پر لڑکھا بھی دیا۔

"مان، سو تو نہیں رہی تھیں؟"

پہلا سوال ہی مان کے اندر باہر پھیلے کہرام کو اپنی جگہ ساکت کر گیا، وہ بے اختیار پلکیں جھپکتی ہوئی خود کو کمپوز کرنے لگی۔

"ن۔۔ نہیں، میرا مطلب جی سونے کی کوشش کر رہی تھی"

بے ساختہ سچ اگل دینے پر محترمہ فوراً سے بیشتر گڑبڑائیں جبکہ مان کا سہما سا انداز محسوس کیے شاہ کے چہرے پر دلکش سی مسکراہٹ پھیل گئی۔

"آہاں، میں نے آپکو گھر کیا بھیجا آپ نے تو بندہ ناچیز کی مڑ کر خبر ہی نہ لی۔ ابھی یاد آرہی تھی آپکی تو بے اختیار کال ملادی اور ستم یہ کہ مجھ بے ادب نے کال ملا کر آپکو تنگ کرتے ہوئے اس رات کے آخری پہر کا خیال تک نہ کیا"

وہ لو دیتے لہجے سے بہت سے ذو معنی الفاظ ادا کیے دانستہ آنکھوں میں شرارت لے آیا جبکہ وہ دم سادھے بس شاہ ویر کے ادا کیے جملے ہی سوچتی رہ گئی۔

"ہمم۔۔میں کیوں یاد آرہی تھی آپکو؟"

خود پر اختیار واپس لائے وہ آخر اس بندے کی بے قراری کا جواز مانگ ہی بیٹھی۔

جبکہ مسرت کی تیز لہر نے شاہ کی آنکھیں چمکا دیں۔

"کیونکہ ہم ایک دوسرے کی جنس فراموش کر دیتے دو دوست ہیں۔

دوست تو ہر پل یاد آتے ہیں، ویسے بھی آپ کے ساتھ دن گزارنے کی عادت سی ہو گئی ہے"

شاہ ویر کی اس درجہ بے باک گفتگو پر مان کے چہرے پر لمحہ بھر خوف سا اترا۔

وہ ابھی شاہ سے پوچھنے کی ہمت نہیں رکھتی تھی ورنہ اس سے اسکی رضا مندی کا شدت سے پوچھنا چاہتی تھی۔

"کل شام میں چکر لگاؤں گی، عبداللہ آجائے گا کل۔ پھر پوری توجہ سے مبین کی دی ذمہ داری نبھاؤں گی۔ آپ اس وقت کیوں جاگ رہے ہیں؟"

وہ ان جان لیوا احصار کو توڑتی بات بدل گئی جبکہ شاہ ویر ہنوز مسکرایا۔

"ان شاء اللہ۔ میں اماں بابا اور نیلم کو ائیر پورٹ چھوڑ کر واپس آرہا ہوں، اب ڈرائیونگ کے دوران تو سونے سے رہا۔ بائے داوے آپ کیوں اتنی دیر تک جاگ رہی ہیں؟ اور سونے کی کوشش کیونکر کامیاب نہیں ہو رہی"

وہ اسے الٹا سوال کیے بے کل کر گیا، وہ جس چیز سے بچنے کی کوشش کر رہی تھی وہی اسکا دل ہلکان کرنے ہوا جا رہا تھا۔

"بس یونہی"

وہ بے دلی سے ٹال گئی، البتہ افسردگی بھی یکدم بڑھی۔

"مان"

اور اس بندے کے پکارنے پر وہ چونکی لیکن اس سے پہلے وہ کچھ کہتا، ایک چھناکے کی تیز آواز بلند ہوئی اور پھر گاڑی کے ٹائیرز کے چڑچڑانے کی تیز چبھتی آواز جس پر مان خلیل سکندر کا دل بھی رک گیا۔

جبکہ دوسری طرف سڑک پر سامنے آجاتے کتے کو بچانے کے چکر میں جناب نے گاڑی درخت سے دے ماری تھی، اور گاڑی کے ایک سائیڈ سے درخت سے پٹخنے پر ایک ونڈو کا شیشہ ٹوٹ کر شاہ ویر کی بازو میں گڑھ گیا تھا جبکہ بروقت بریک لگانے کے باعث گاڑی اور وہ زیادہ بڑے نقصان سے بچ گئے ہاں بازو میں سختی سے گڑھ جاتے کانچ کی تکلیف ضرور شاہ کو ہلا کر رکھ گئی۔

فون بھی شاہ کے ہاتھ سے چھوٹ کر گاڑی میں گر جانے کے باعث بند ہو گیا تھا اور دوسری طرف پریشانی سے آدھی ہوتی ماں نے جب دوبارہ فون ملایا تو شاہ کے فون کو آف جان کر اسکی جان پر بن آئی۔

"کتے کے بچے تجھے بھی میری ہی گاڑی ملی تھی، یا اللہ اس ویرانے میں مر کھپ جاتا تو کسی کو خبر بھی نہ ملتی"

کوفت سے بڑبڑاتا شاہ ویر، دم ہلا کر اسکی گاڑی کا طواف کرتے کتے کو تکتا اپنی بازو میں پیوست ہوئے کانچ کو دیکھتا بولا جس سے خون بہہ کر اسکی گرے شرٹ کو رنگ چکی تھی مگر اس میں اتنا حوصلہ نہ تھا کہ وہ اپنی بازو میں دبے اس کانچ کے ٹکڑے کو کھینچ کر باہر نکالتا۔

تبھی ہمت کیے جھک کر اپنا فون اٹھایا مگر بازو میں اٹھتی ٹیسوں کے باعث اسکے منہ سے کراہٹ نکل گئی۔

پھر بھی ہمت کیے فون کو آن کیا اور خود بازو کو زیادہ حرکت نہ دیتے ہوئے گاڑی کا دروازہ کھولے باہر نکل آیا۔

وہ کتا ابھی تک اپنی جان بچانے والے اس بندے کو تشکر بھری نظروں سے دیکھ رہا تھا مگر شاہ ویر کو فی الحال درد کی وجہ سے کتا زہر لگا۔

"یا اللہ شاہ کا فون کیوں بند ہے؟ انھیں اپنی امان میں رکھیے گا"

جبکہ دوسری جانب شاہ کے جواب نہ آنے اور ہنوز فون بند ہونے پر وہ اپنا سانس رکتا محسوس کر رہی تھی۔

پھر جیسے شاہ کی آتی کال پر مان کا ڈوبتا دل سنبھلا۔

"شاہ ویر آپ ٹھیک ہیں ناں؟"

فوراً سے بیشتر ریسو کرتی وہ سخت فکرمندی سے بولی جبکہ مان کی ایسی تڑپ اس بندے کو بازو کا درد بھلا گئی۔

"ٹھیک ہوں مان، دراصل اچانک گاڑی کے سامنے کتا آ گیا تھا۔ اسے بچانے کی کوشش میں گاڑی درخت سے جا ٹکرائی۔۔۔"

بمشکل بات کرتا وہ فون گاڑی پر رکھتا ایک ہاتھ سے دوسری بازو جکڑے بتاتے بولا جبکہ مان کا تو یہ سن کر دل دہل گیا۔

"واٹ ؟ آپ۔۔ آپ کو تو کچھ نہیں ہوا ناں۔۔۔ ٹھیک ہیں ناں۔ آپکی آواز بھاری لگ رہی"

وہ بے اختیاری سے اپنی پریشانی عیاں کرتی بولی جبکہ شاہ نے اک بیچاری نظر اس کانچ کے ٹکڑے پر ڈالی۔

"میری بازو زخمی ہوئی ہے، کانچ اتر گیا ہے۔یہی سوچ رہا ہوں اب اس سنسان جگہ کھڑا ہو کر کسی گاڑی کا انتظار کروں یا یہیں لام لیٹ ہو جاوں۔۔۔ بازو ہل بھی نہیں رہی۔ گاڑی ڈرائیو کرنے کے لیے یہ منحوس کتا ہی ہے اب میرے پاس۔ جس نے مجھ معصوم کی حالت پتلی کر دی۔۔۔ اب دم ہلا ہلا کر میرے طواف کر رہا ہے کو جا کہیں کا"

اپنی بے بسی پر بیچارگی کا اظہار کیے وہ کتے کو گھورتا بتارہا تھا اور تمام تر اداسی اور فکر کے مان کے چہرے پر نا جانے کہاں سے اڑ کر مسکراہٹ کسی تتلی کی طرح آبیٹھی۔

وہ فوراسے بیشتر ڈریسنگ ٹیبل کی سمت بڑھی، کار کی چابی اور بیگ لیا اور گرد چادر اوڑھائے کمرے سے باہر نکل آئی۔

"مجھے اپنی لوکیشن بھیجیں، میں آتی ہوں"

ایک آخری تاکید کیے مان نے جناب کو حیرت کے سمندر میں دھکا دیے کال کاٹ دی۔

باہر پورچ تک آئی تو چوکیدار بابا آہٹ پر ہی جاگ چکے تھے۔

"مجھے ایک دوست کی ارجنٹ مدد کرنے جانا ہے انکل، اندر بتادیجئے گا میرے جانے کا"

چوکیدار انکل کو انفارم کرتی وہ اپنی گاڑی گیڈ سے باہر نکلوائے اندر جا بیٹھی اور ساتھ ہی شاہ ویر کی سینڈ کی لوکیشن پر روانہ ہوئی۔

وہ زیادہ دور نہیں تھا تبھی مان نے گاڑی کی سپیڈ اپنی طرف سے ہر ممکنہ بڑھا لی تھی۔

جبکہ دوسری طرف اپنی بازو سے ہمت کیے کانچ کھینچ کر نکالنے کے بعد وہ اس پر اپنا ہاتھ سختی سے جکڑے خون کو بہنے سے روکتا، گاڑی سے کمر ٹیک کر کھڑا من ہی من میں مسکراتے ہوئے، سامنے کچھ فاصلے پر دم ہلاتے کتے کو دیکھ رہا تھا جو تب سے اب تک شاہ ویر کی اس ویرانے میں حفاظت کر رہا تھا۔

"تمہاری وجہ سے وہ میرے پاس آرہی ہے مسٹر ڈاگ، چلو معاف کیا تمہیں۔ لگ رہا تھا بہت پریشان ہے۔ میرا زخم اسے میری مسیحائی کی جانب لا رہا ہے۔ کیا یہ اچھا سائن ہو سکتا ہے؟"

دل ہی دل میں مان کے یوں اس رات کے پہر بنا سوچے اسکی مدد کے لیے آجانے کا خیال ہی گدگدا رہا تھا، پھر جیسے وہ بچگانہ سے انداز کے سنگ اس

کالے اور سفید کتے کی جانب دیکھ کر پوچھ رہا تھا، وہ بھی سر جھٹک کر اپنی دم ہلائے شاہ ویر کے ارد گرد گھومنے لگا۔

"میں چاہتا ہوں اسے ہمارے رشتے کی خبر تب دوں جب وہ میری جانب تھوڑی سہی پر مائل ہونا شروع ہو جائے، محبت کرنے سے زیادہ قدرت نے ہر دل میں محبت بننے کا سکھ زیادہ آسودہ طرز سے درج کیا ہے۔ تمہارا اس بارے کیا خیال ہے مسٹر ڈاگ؟"

اس وقت وہ پاگل سا دیکھائی دے رہا تھا، خود سے عہد لیتا اور مسٹر ڈاگ سے رائے پوچھتا ہوا جبکہ کچھ فاصلے پر گاڑی روکے وہ ہیڈ لائٹس آن ہی چھوڑتی عجیب سی خوشی اور تجسس میں مبتلا گاڑی کھولے باہر بھی نکل آئی اور جناب کی گہری سوچیں تھیں کہ مان کے قریب آکر رک جانے پر بھی نہ ٹوٹیں۔

یہ تو کتا بھونکا تب شاہ ویر چونک کر مڑا، مان صاحبہ کتے کو دیکھ کر ساری مسکراہٹ بھلائے خوفزدہ ہوتی لمحے میں بھاگ کر شاہ ویر کے پاس آئے اسکے کندھوں سے شرٹ مٹھیوں میں جکڑے اسکے پیچھے دبک گئی۔

جبکہ شاہ ویر کوشش کے باوجود اپنا قہقہہ نہ روک سکا۔

"شاہ پلیز اسے دور کریں، یہ مجھے کاٹ لے گا"

سہمی سی آواز کے سنگ وہ کتے کے پاس پاس آنے پر بری طرح چینخی جبکہ شاہ نے صرف ہاتھ کا اشارہ کیا اور کتا پر سکون ہوئے بھونکنا بند کرتا ویسے ہی کچھ فاصلے پر جا کر نہ صرف شانت ہوا بلکہ وہیں درخت کی اوٹ میں مٹی والی زمین پر بیٹھ گیا۔

"چلا گیا ہے مان، آجائیں یہاں"

اپنے پیچھے چھپی سہمی سے مان کو سامنے آنے کا کہے وہ مسکرایا تو مان اپنے ڈرنے کی حرکت پر پشیمان سی اسکے عقب سے نکل کر سامنے آئی جبکہ ساری

گھبراہٹ نے شاہ ویر کی بازو کو خون آلود دیکھ کر تکلیف ،ڈر اور پریشانی کا روپ دھار لیا۔

"اتنا سارا خون، چلیں ہوسپٹل۔۔۔میں آپکو ہوسپٹل کے بعد گھر بھی ڈراپ کر دوں گی۔۔۔"

شاہ کے زخم کو دیکھ کر جہاں اس لڑکی کی آنکھیں جھلملاتی دیکھائی دیں وہیں وہ اسے فوراسے بیشتر اس زخم کو جانچ سے گزارنے کی طلب گار اور متمنی دیکھائی دی اور شاہ ویر کیسے یہ حسین سے لمحے ان آنکھوں کی تکلیف اور لہجے کی بے قراری سے مزید دلکش نہ کرلیتا۔

"میں ٹھیک ہوں مان، پینک مت ہوں"

وہ جس آنچ دیتے گھمبیر لہجے میں بولا،مان خلیل سکندر کا دل بری طرح کپکپایا۔

وہ متغیر چہرہ لیے، سانسوں کا غیر ہموار ربط لے کر اپنی جھکی آنکھیں اٹھائے شاہ کو تکنے لگی۔

"کیسے پینک نہ ہوں، آپکا اتنا سارا خون نکل چکا ہے۔ چلیں ناں پلیز، انفیکش ہو جائے گا۔۔۔"

وہ اس بار بولتی بولتی روہانسی ہو گئی، اتنے زخم اور خون نکلنے کے باوجود وہ شاہ کے پر سکون انداز پر دلبر داشتہ محسوس ہوئی۔

"آپکو پتا ہے آپ نے اس وقت یہاں آکر کیا کر دیا ہے؟"

بنا مان کی تکلیف دہ گزارش کا مناسب جواب دیے وہ جذب بھرے لہجے میں مان خلیل سکندر کی جانب دیکھ کر بولا تو وہ ہراساں سی ہوئے اسکے بدلتے جان لیوا تیور تکنے لگی۔

"میں نے آپکی مدد کی ناں، آپکو یوں اکیلا کیسے چھوڑ دیتی۔ مجھے پتا ہے میں نے اچھی لڑکیوں والا کام نہیں کیا۔ اچھی لڑکیاں بنا سوچے کہیں بھی نہیں

چل پڑتیں لیکن آئی سوئیر یہ خود بخود ہو گیا۔ میرے ذہن میں نہیں رہا کہ میں کسی کو آپکی مدد کے لیے بھیج دیتی۔۔۔۔ آئی ایم سوری پلیز آپ مجھے غلط مت سمجھیے گا شاہ ویر"

وہ بنا شاہ کی بات کا مفہوم سمجھے الٹا اس سنگین غلطی پر کرب ذدہ ہو گئی، جھکی پلکیں مزید پشیمانی کے سنگ گرائے وہ باقاعدہ کانپتی ہوئی محسوس ہوئی، یہاں تک کہ اس سب کو ٹوٹے لہجے میں بیاں کرتے ہوئے اسکی آنکھوں سے چند بے بس آنسو تک پھسل کر رخساروں تک چلے آئے۔

جبکہ اس بندہ بشر کی تو دنیا ہل چکی تھی، مان کی روتی آنکھیں اسے سرشار کر گئیں اور یہ پشیمانی جس میں لپٹا اظہار اس بندے کی خود سے ناراضگی دور کر گیا، ہلکی سی مسکراہٹ شاہ کے ہونٹوں پر نمودار ہوئی پھر معدوم ہو گئی۔

"آپ صرف اچھی لڑکی ہی نہیں مان خلیل سکندر، بلکہ آپ اب سے شاہ ویر ملک کی پسند بھی ہیں۔ آپکو میرے سامنے شرمندہ ہونے کی ضرورت نہیں،

بلکہ آج آپکا یوں بنا سوچے مجھ تک آنا بہت ضروری تھا۔ آج یہ حادثہ نہ ہوتا تو مجھے کیسے پتا چلتا کہ میں تھوڑا سہی پر مان خلیل سکندر کے لیے اہم ہو چکا ہوں۔ ایسے حادثے میں تب تک چاہتا ہوں جب تک پورے حق کے سنگ مان خلیل سکندر کو اپنی زندگی کا اہم حصہ نہ بنالوں"

وہ اس عمل کو گناہ گردان کر ہلکان ہو جاتی مان کی سہمی، آنسوؤں سے بھیگی آنکھوں میں جھانک کر پوری سچائی سے اعتراف کر کے مان کے دل کی ہر بے سکونی پل بھر میں ختم کر گیا۔

وہ تو کچھ بولنے کے قابل ہی نہ رہی، بس اسکی آنکھیں سرخائی سے بھر گئیں۔

تو گویا وہ بنا مان کے کہے ہی اسکے ہر سوال کا جواب دے گیا۔

"تب تک جنس فراموش کیے ہم فقط دوست ہی رہیں گے اس لیے گھبرانے کی ضرورت نہیں، سچائی بتانے کے لیے مجھے آج کچھ لمحے اپنے آپ میں

واپس لوٹنا پڑا۔ نا جانے کیوں مگر مجھے ایسا محسوس ہوا جیسے یہ بات آپکو بہت سی بے چینی سے نکالنے کا سبب بنے گی۔ میں اس اچھی لڑکی کو صرف دوست ہی نہیں بلکہ ہمسفر بناوں گا، اور یہ بھی کہ آپکے معیار پر پورا اترنے کی کوشش کروں گا"

وہ جو ہتھیلی سے آنکھیں رگڑتی روئی روئی لگ رہی تھی، اپنی جھکی آنکھوں سے حکایت دل گوش گزار کرتے شاہ ویر ملک کی آنکھوں میں کتنے ثانیے تکتی ہی رہی۔

"کیا میں اچھی لگ گئی آپکو؟"

وہ جب دوستانہ لہجہ اختیار کیے مسکرایا تو مان نے بھی بے اختیار پوچھ لیا۔

"اچھی نہیں، بہت خاص"

وہ سادگی سے یہ خوبصورت جواب دیے مان کی مسکراہٹ کا سبب بنا جو حیا کے پیرہن میں لپٹ کر مان کے رخساروں پر آن جمی تھی۔

"چلیں ہوسپٹل پھر"

اسکی بازو سے نکلتے خون کو دیکھ کر وہ پھر سے تھوڑی پریشان تھی جبکہ اس بار جناب من خود بھی درد کی ٹیسیں مزید برداشت کرنے کے متحمل نہ تھے تبھی فوراسے بیشتر اپنی گاڑی لاک کیے مان کی گاڑی کی سمت لپک گئے۔

جبکہ مان نے پہلے ہی آفس کے ہی ایک بندے کو شاہ کی گاڑی اس جگہ سے پک کرکے ورکشاپ چھوڑنے کا کہہ دیا تھا۔

..________________________..

فجر کی آذانیں کچھ دیر پہلے ہی ہوئیں تھیں مگر وہ دورات بھر نا جانے کون کون سی باتیں چھیڑے اک دوسرے کو سنتے رہے تھے، تھانے کی دائیں جانب بنے چھوٹے سے سرسبز باغیچے میں صبح کی مندی مندی کرنوں سے پھیلا نور خوشبو، اوس اور قنوطیت بھری یادوں کے حصار کو رائج کیے ہوئے تھا۔

بہت دنوں بعد دونوں نے کندھوں پر رکھے بوجھ ہلکے محسوس کیے مدت بعد ساتھ بیٹھ کر عیاشی کی حد تک سگریٹ پھونکے تھے۔

"پھر آگے کیا ہوا؟"

ہادی سکندر کا تجسس ابھی بھی قائم تھا، دونوں کے ہاتھ میں پکڑا اسگریٹ دھوئیں کا غبار ہوا کے سپرد کیے جل رہا تھا۔

ہادی پاوں پسار کر میز پر رکھے نیم دراز ہو کر کرسی پر بیٹھا تھا جبکہ سالار خان نے بھی پیر شوز سے آزاد کیے اپنی ٹانگیں، لکڑی کے میز پر رکھے بیٹھے بیٹھے ہی لیٹنے کا انداز اپنا رکھا تھا۔

"آگے زندگی ختم ہو گئی ہادی سکندر، وہ تو مجھ پر بہتان لگائے چلی گئی۔ اسکی ناگہانی موت اسے زلت بھرا بدلا دے گئی لیکن اس قیامت کی تباہ کاری نے مجھ سے میری ماں چھین لی۔ انھیں یقین تھا سالار خان بدکار نہیں ہے لیکن محلے والوں کی باتیں انکو گھوٹ کر مار گئیں۔ وہ عورت بھی زندہ نہ رہی کہ مجھ

پر لگایا بہتان واپس لیتی یا اس گند کی کثافت دھوتی سو میں نے بھی صبر کے گھونٹ پیے بڑے حوصلے سے ماں کو زمین کے حوالے کیا اور پھر دو ماہ بعد وہ اصل مجرم پنچائیت کے سامنے آگیا۔ اس نے نا صرف اپنا جرم قبول کیا بلکہ اس گھناونے کھیل کی وجہ بھی بتائی۔ اسکا چھوٹا بھائی پولیس مقابلے میں میرے ہاتھوں سے مارا گیا تھا، اور اسی کا بدلا لینے کے لیے اس نے اپنی معشوقہ کو استعمال میں لائے میری عزت اچھالی۔۔۔۔ پھر اسے سر پنچ نے سر عام موت کی سزا دے کر مجھے باعزت بری کیا۔ اور پھر وہ لوگ میری ماں کی تعزیت کرنے آئے۔ لیکن کیا فائدہ۔۔۔۔ ماں تو چلی گئی تھی۔۔۔۔ سر پنچ، میرے بابا سائیں کے گہرے دوست تھے۔ تبھی وہ اس معاملے میں اپنا زور لگاتے رہے اور انہی کی کوششوں سے سالار خان پر لگا جھوٹا بہتان مٹ سکا"

اپنی یہ زلت، کرب اور درد بھری داستان سمیٹ کر خاصے بیزاریئت بھرے لہجے میں سگریٹ کا کش لگائے دھواں اڑاتا بولا جس پر ہادی سکندر نے اپنی مشکوک نظریں سالار پر سے ہٹا کر ارد گرد جمائیں۔

"مرد سب برداشت کر سکتا ہے لیکن اپنے کردار پر آئی لرزش یا آنچ نہیں سالار خان، مجھے خوشی ہوئی آپ نے اپنی زندگی کے یہ کسیلے حقائق مجھے بتائے۔امید ہے آپکے لیے بھی اس زیر کا تریاق ضرور بنایا گیا ہو گا"

لب و لہجے میں مقدور بھر افسردگی ملائے وہ ہاتھ میں ادھ جلی سگریٹ گھاس پوش فرش پر پھینک کر پیر نیچے اتار کر بوٹ سے مسلتا ہوا ساتھ میں سالار خان کو امید بھی تھما رہا تھا جس پر اس تھانیدار کا چہرہ کڑوی مسکراہٹ سے سج گیا۔

"تریاق کیسا یار، زمانے کی بے حسی نے میرے اندر کی نرمی نوچ لی ہے۔ماں کے بعد ہر شے سے دل اچاٹ ہو گیا تھا۔پھر جیسے یکدم تپتے دل پر ٹھنڈی

پھوار سی محسوس ہوئی، لیکن دل کی تپش نے اس ٹھنڈے قطرے کو بھی جھسلا دیا"

اس بار سالار خان کا لہجہ یاس سے بھرا تھا، وہ دو بنجاروں کا روپ دھارے ہوئے ایک دوسرے کے بہت اچھے آشنا تھے۔

ہادی جانتا تھا کہ اس خونخوار تھانیدار کا اشارہ رابعہ وحدی جیسی، اسکی کی طرح آدم بیزار عورت کی سمت تھا۔

"یہ محبت نامی پھوار صرف اک قطرے پر مشتمل نہیں ہوتی سالار خان، آہستہ آہستہ یہ بڑھے گی اور جب یہ بہت سے ٹھنڈے قطرے آپکے دل کی تپش کم کر دیں گے تو آپکو احساس ہو گا کہ اس پتھر دل میں جذبات مچل اٹھے ہیں، سنگدل آنکھوں میں کسی کا خواب سانس لے اٹھا ہے، مرے ہوئے جذبات پھڑ پھڑانے لگیں گے۔ جب یہ سرد پھوار ساری تپش نگل لے گی پھر آپکو زندگی کی خوبصورتی نظر آئے گی"

سالار خان یہ سب ہادی سکندر کی زبان سے سن کر صدمے میں تھا، پھر جیسے گھور کر ہادی کی سوندھی سوندھی خوشبو جیسی پر اسرار مسکراہٹ دیکھی تو سالار خان کو اک ڈھارس سی ملی۔

"محبت کیا ایسی ہی ہوتی ہے ہادی سکندر؟"

اس بار سالار خان نے سادگی سے پوچھا جس پر ہادی نے اس باولے ہوتے تھانیدار کی ڈوبتی حالت دیکھے قہقہہ لگایا۔

سالار خان لمحے میں غضبناک ہوئے ہادی سکندر کی بتیسی تکنے لگا۔

"جب لگے ناں سالار خان کہ ہر طرف موت بچ گئی ہے، یا یہ لگے کہ سانس اگلے لمحے بند ہو چلی ہے یا پھر ایسا محسوس ہو کہ کوئی نبض کاٹ رہا ہے، یا ایسا گماں گزرے کہ اب سب ختم ہو گیا ہے تب بھی محبت وہ واحد جذبہ ہے جو آپکو زندگی دیتا ہے، سانس بخش دیتا ہے، نبض کے زخم سی ڈالتا ہے، اور سب کچھ واپس بحال کر دیتا ہے۔ میری مانیں تو محبت کر لیں"

ہوش وخرد گنوائے، وہ اپنی ہی دھن میں محبت کی تعریف بیاں کیے سالار خان کو بھی اک خوشگوار سے تبسم میں مبتلا کر گیا۔

"لیتر تو نہیں پڑیں گے ناں؟"

سالار خان نے جھجھکتے ہوئے دریافت کیا اور اس صبح کی دھیمی دھیمی سحر تک نے ہادی سکندر کے ساتھ مل کر قہقہے لگائے۔

"ہاہا پڑے بھی تو کھا لیجئے گا تھانیدار صاحب، اک عمر سے مسکین غریب مجرموں کو مار بھی تو رہے ہیں آپ۔ ویسے وہ رابعہ وحدی اس قدر خونخوار لگتی نہیں۔ وہ تو بچاری اسی صدمے سے نہ کوچ کر جائے کہ اس کے بارے قانون کا سب سے ڈنگاونگا آفیسر سوچ بیٹھا ہے۔ ویسے محبت پر اختیار نہیں ہوتا، لہذا ہو جائے تو اسے پانے کی کوشش لازمی کرنی چاہیے۔ ورنہ ساری عمر ہاتھ ملنے پڑتے ہیں"

سگریٹوں کے لگاتار کش لگا لگا کر اب ہادی کو غنودگی اور سستی چھا چکی تھی ویسے بھی کورٹ کی ہیرنگ تک اسے فریش ہونا تھا تبھی اب کچھ دیر سونے کی نیت باندھتے ہوئے وہ ساتھ ساتھ سالار خان کے جذبات پر ہنستا ہوا کچھ مشورے دیتا اٹھ کھڑا ہوا اور سالار خان باقی باتیں اک طرف اس شیطان کے عین نماز کے وقت پر سونے کے ارادے بنتے دیکھ کر سیخ پا ہوئے۔

"مجھے محبت کے قصیدے پڑھانے چھوڑو یہ بتاو

نماز پڑھنا کب شروع کرو گے ؟"

سالار خان کا غیر متوقع سوال سن کر ہادی نے ازلی ڈھیٹ مسکراہٹ دی۔

"جب موڈ بنے گا، چلیں جا رہا ہوں آپکے آفس میں سونے۔۔۔ پلیز تین چار گھنٹے مجھے تنگ مت کیجئے گا"

ڈھیٹائی کے سنگ جواب دیتا وہ مزے سے قدم اندر کی سمت بڑھا گیا جبکہ سالار خان اسے جاتا دیکھتا بس افسوس سے سر ہی ہلا سکا۔

..________________________..

"خون کافی بہہ گیا تھا لیکن بروقت پہنچ آنے کے باعث بچت ہو گئی ہے۔ زخم بھی خاصا گہرا تھا لیکن انفیکشن سے بچت ہو گئی ہے شاہ ویر صاحب سو ہفتہ دس دن بازو کو پانی سے اور بے جا حرکت سے بچا کے رکھیے گا"

شاہ کی مرہم پٹی اور ڈرپ ختم ہونے تک کافی وقت لگ گیا، اوپر سے اس بندے کی زخم کو لے کر لاپرواہی ماں کو کسی ان انہونی کے خدشے سے ہنوز ڈرا رہی تھی، خدانخواستہ یہ حادثہ سنگین اور زخم کی نوعیب ابتر بھی ہو سکتی تھی۔

اوپر سے کندھے سے نیچے بازو پر چار سٹیچیز الگ لگے تھے جو جلد کے اندر تک کانچ گھس جانے کے باعث خاصا بڑے بن جاتے زخم کی ریکوری کے لیے ڈاکٹر نے ضروری سمجھے تھے۔

اور چند احتمامی تاکیدیں دیتے وہ روم سے باہر نکل گئے جبکہ مان اب افسردگی کے سنگ شاہ ویر کی طرف دیکھ رہی تھی جو ڈھیٹائی سے ابھی بھی مسکرا رہا تھا۔

عارض تایا جان کی کال کچھ دیر پہلے ہی اسے موصول ہوئی تھی جس پر انہوں نے مان کی جانب سے اس سب کی خبر پائے شاہ ویر کی طبعیت کا بھی پوچھا اور مان کو اس وقت اسکے ساتھ ہونے پر خوشی کا اظہار کیے رہے دہے گلٹ سے بھی نکال دیا۔

شاہ کا اصرار تھا کہ اس حادثے کی خبر کم ازکم ماں بابا اور نیلم کو نہ ہو تبھی پھر عارض سکندر نے بھی اسکا ذکر مبین سے نہ کرنے کی یقین دہانی کروائی تھی۔

"اب آپکا دھیان کون رکھے گا گھر میں، سب تو چلے گئے ہیں"

مان کو رہ رہ کر جو فکر ستا رہی تھی اسکو جان کر شاہ ویر بھی لمحہ بھر حیرت زدہ ہوا۔

ڈرپ ختم ہو چکی تھی تبھی نرس آکر اسے اتار کر میڈیسن کی دوسری ڈوز شاہ کو دینے کے بعد اجازت لے کر روم سے نکل گئی جبکہ شاہ ویر اپنی چڑھائی آستین احتیاط سے نیچے کر تا ٹیک چھوڑے نہ صرف اٹھ بیٹھا بلکہ ساتھ ہی جانے کے لیے تیار ہوئے کھڑا ہو گیا۔

ماں ہنوز اپنے جواب کی منتظر اسکا کوٹ تھماتی ہوئی مضطرب نظروں سے اسے دیکھ رہی تھی۔

"میں خود رکھ لوں گا ڈونٹ وری ماں"

جناب نے گویا سمجھانے کی ادنی سعی کی مگر ماں کی منصوعی ناراضگی پر جناب بھی سنجیدہ ہوتے عین روبرو آکر کھڑے ہو گئے۔

"جب تک مہک آنٹی، فیاض انکل اور نیلم واپس نہیں آتے آپ عارض ولا آجائیں پلیز۔ تایا جان اور تائی جانو بھی یہی چاہ رہے تھے، کم از کم وہاں آپکا خیال تو رکھا جائے گا۔ ورنہ ہمیں آپکی فکر رہے گی"

یکدم ہی مان نے بہت جھجھک کر سہی پر عارض تایا جان کی کہی بات اپنی بھی چاہت بنائے شاہ کے سامنے رکھی جس پر وہ اک لمحہ تو ساکت رہ گیا۔

"ایسا کیسے ہو سکتا ہے مان، میں وہاں نہیں رہ سکتا۔ اور ویسے بھی آپ سب پر بوجھ بننا مجھے خود بھی گوارا نہیں۔ میں ٹھیک ہوں، آپ میری فکر مت کریں بس مجھے گھر ڈراپ کر دیں"

وہ چاہ کر بھی اپنی خفگی دبا نہ سکا اور اپنی طرف سے سہولت اور رسان کے سنگ انکار کیے کمرے سے باہر آیا، مان بھی اسکے پیچھے ہی باہر نکل آئی۔

ہوسپٹل کے مین گیٹ تک دونوں چپ چاپ خاموشی سے چلتے ہوئے آئے، جہاں مان رہ رہ کر اسکے لیے پریشان ہو رہی تھی وہیں وہ مان کی تجویز پر برا منا چکا تھا۔

"آئی ایم سوری اگر آپکو برا لگا شاہ ویر، میں بس دو تین دن کے سٹے کا کہہ رہی تھی۔ آپ ایک ہاتھ سے اپنا دھیان کیسے رکھیں گے، ابھی سٹیچیز لگے ہیں۔ زیادہ بازو کو ہلایا تو انفیکشن بھی ہو سکتا ہے"

شاہ کی خاموشی بھانپ کر وہ اتنا تو سمجھ گئی تھی کہ وہ خفا ہے پر اپنے کہے کو واضع کرنا ہی اس نے مناسب سمجھا۔

"بات برا لگنے کی نہیں ہے مان، لیکن اپنے ہونے والے سسرال جا کر رہنا خاصا عجیب ہے۔ اور آپ کس خوشی میں چھوٹی چھوٹی ہو رہی ہیں محترمہ، ایک بازو سے بھی سب کر سکتا ہوں سو ریلکس۔۔۔ فی الحال اس مسکین کو گھر چھوڑ دیں باقی معاملات ہم بعد میں طے کریں گے"

دانستہ اس سنجیدہ صورت حال کی سختی کم کیے وہ جس مسکراتے لہجے سے گاڑی تک پہنچے بولا، مان نا چاہتے ہوئے بھی افسردہ سا مسکرا دی۔

اس کے لیے گاڑی کا دروازہ کھولا اور 'شاہ ویر کے جگہ سنبھالتے ہی دروازہ بند کرتی خود بھی اپنے گرد لی چادر اچھے سے درست کیے دوسری طرف آکر ڈرائیونگ سیٹ سنبھالے بیٹھی۔

"بہت ضدی ہیں آپ، انسان سب سے پہلے اپنا کمفرٹ دیکھتا ہے"

وہ روٹھی ہوئی پیاری لگی، پھر جیسے خود بخود اسکی زبان پر شکوہ مچلا، اس نے شاہ کو بھی نہال کیا۔

"میں نے آپکا کمفرٹ دیکھا ہے مس مان، کبھی کبھی کا سامنا ہی فی الحال ہمارے حق میں بہتر ہے۔ آئی ہوپ یو انڈرسٹینڈ"

اس درجہ بلا تمہدی جان لیوا حملے پر وہ اسکی جانب دیکھتی دھک سے رہ گئی جو اپنی نظروں کی میٹھی سی تپش سے فوری مان کو محروم کیے کلائی پر بندھی گھڑی پر چھ کا ہندسہ پار کرتی سوئی کو سرسری سا تکتا سر سیٹ سے ٹیک کر باہر دیکھنے لگا۔

جبکہ وہ بھی دل دہل جانے سے چہرے پر اتر آتی زردی پرے کرتی، خود کو کمپوز کیے گاڑی سٹارٹ کر گئی۔

آدھے گھنٹے کی خاموش ڈرائیو کے بعد شاہ ویر کو گھر کے باہر اتارتی وہ اپنے سارے اصرار واپس لیے بس اداس سی ہوئی۔

جو جاتے جاتے ہٹے شیشے والی ونڈو سے اندر جھانکتا ہو امان کی توجہ لمحہ بھر کھینچنے کا سبب بنا۔

"تھینک یومان، امید ہے آپ اس بیمار کی تیمارداری کے لیے ضرور آئیں گی۔ انتظار کروں گا"

جاتے جاتے وہ مان کو اپنی خواہش سے باندھ کر گیا تھا، جو اسکے چلے جانے سے اس گھر کی دہلیز پار کرنے تک اپنی آنکھوں سے اسکے سائے کا تعاقب کرتی رہی۔

اسے محسوس ہوا ساری بے چینی، ساری بے قراری اور تکان نے اسکے دامن کو چھوڑ دیا ہو۔

کھوئے کھوئے انداز میں مسکراتی وہ گاڑی واپس موڑے اک آخری نظر اس خوبصورت مگر چھوٹے سے آشیانے پر ڈالنا نہ بھولی تھی۔

..________________________..

انکا جہاز جدہ کے کنگ عبدالعزیز انٹرنیشنل ائیرپورٹ پر لینڈ کیا تھا، خیر و عافیت سے وہ تینوں اس مقدس ملک میں داخل ہو چکے تھے۔

چونکہ یہاں کا وقت پاکستان سے دو گھنٹے پیچھے تھا تبھی وہ صبح ہی پہنچ چکے تھے، ائیرپورٹ سے نکلتے ہی ہر طرف اس فلائیٹ سے آتے لوگوں کو پک کرنے کے لیے آئے لوگوں کی گہما گہمی تھی پھر یہاں موسم بھی پاکستان کی نسبت تھوڑا سرد تھا۔

وہ جو خود کو حجاب اوڑھے، ارد گرد شال اوڑھ کر کور کیے ہوئے تھی، یکدم بدلتے موسمی تیور دیکھ کر مزید بے حال ہوئی، پہلا یوں پہلی بار جہاز کا سفر، پھر اس مقدس ملک آمد، پھر اس خوبصورت شہر کی کشش، اور سب سے بڑی بات جو نیلم کی جان پر بنی تھی وہ مبین عارض سکندر کا سامنا تھا۔

اسکے پاس آجانے کا دل دہلا تا سکھ تھا، اسے دیکھ اور سن سکنے کی سرشاری تھی، اور پھر اس انسان کے ساتھ اپنی زندگی کی سب سے بڑی خواہش کی تکمیل رہ رہ کر نیلم کو زندگی دے رہی تھی۔

"اماں ادھر تو پاکستان سے زیادہ ٹھنڈ ہے، میری تو قلفی بن جانی ان باریک کپڑوں میں۔ کیا تھا اگر دو اونی سوئٹر بھی رکھ لیتی"

فیاض صاحب جو انکا سامان لیے آگے چل رہے تھے، نیلم کی اس فکر اور پریشانی میں مبتلا ہو کر کہی بات پر مسکرا دیے جبکہ مہک صاحبہ بھی اپنے گرد اوڑھی چادر مضبوطی سے گرد لپیٹے اسکی بات کی تائید میں سر ہلا گئیں۔

جبکہ فیاض صاحب کی شفیق مسکراہٹ تو تب مزید گہری ہوئی جب ناآشنا لوگوں کے ہجوم میں سے نکل کر انکی سمت آتے مبین عارض سکندر کو دیکھا جسکے ساتھ اسکا ڈرائیور بھی تھا جو آتے ہی فیاض صاحب سے انکا سامان لے چکا تھا البتہ فیاض صاحب کا گرم جوشی سے آگے بڑھ کر مبین کو گلے لگا لینا نا جانے کتنے پیارے جذبات کا نچوڑ تھا۔

مبین پر نظر پڑتے ہی نیلم نے بے اختیار دل پر ہاتھ رکھا جو سینے میں مچل کر رہ گیا تھا جبکہ مہک صاحبہ کی کیفیت بھی مبین کے لیے اس وقت فدائی تھی جواب مہک صاحبہ سے پیار اور لاڈ وصول کیے خاصا بے چین محسوس ہوا، اور پھر جب نگاہ نیلم پر گئی تو تھم ہی گئی۔

وہ سرتاپیر مقدس شہزادی بنی اسکا دل دھڑکا چکی تھی جسکے اپنے چہرے کی ہوائیاں اڑی تھیں۔

وہ سفید کلف لگا کڑ کڑاتا ہوا سوٹ پہنے ہوئے نکھرا اور ترو تازہ دیکھائی دے رہا تھا، پیروں میں سوٹ کرتی مردانہ پشاوری چپل، کلائی پر بندھی گھڑی، کندھے پر ڈالی گئی روائیتی چادر جسے ہمیشہ کی طرح اس نے بے ترتیب انداز سے اوڑھا ہوا تھا، چہرے کی ملاحت اور دلکشی اخیر پھر مہذب ادا سے بالوں کا بیٹھایا ہوا انداز، ہونٹوں پر اسیر کرتی مسکراہٹ، شہزادی دل لٹاتی نہ تو کیا کرتی۔

"ریاض! سامان گاڑی میں رکھو ہم آتے ہیں، کیسا رہا آپ سب کا سفر، کوئی پریشانی تو نہیں ہوئی۔۔"

اپنے ساتھ آئے ڈرائیور کو سامان لے جانے کی ہدایت کرتا وہ خود بھی ان تینوں کے ساتھ ائیر پورٹ سے باہر نکلا، فیاض صاحب اور مہک صاحبہ کی تو خوشی دیدنی تھی جو انکے چہرے پر یوں جمی تھی کہ تھکن اور پریشانی کی رمق تک نہ تھی البتہ گاہے بگاہے شہزادی کے دیدار کو مچلتیں وہ مقدس آنکھیں اس جھکی پلکوں والی کو ضرور دیکھ رہی تھیں۔

"بالکل کوئی پریشانی نہیں ہوئی پتر، بلکہ سفر بہت آرام دہ گزرا۔ ہم تمہارا کس منہ سے شکریہ ادا کریں کہ تم ہمیں اس مقدس سفر پر لانے کا وسیلہ بنے۔ اللہ تمہیں بہت رنگ لگائے میرے بیٹے، جیتے رہو"

مہک صاحبہ کا مشکور و ممنون ہونا تو مبین کو بھی اچھا نہ لگا البتہ وہ انکی دعاوں پر ضرور رسان سے مسکرا دیا۔

اور فیاض صاحب کی تو رشک بھری نظریں ہی کافی تھیں جو نیلم کے مقدر پر نہال اور نیلم مبین کے ساتھ پر آسودہ تھیں۔

"بس آپکی دعائیں چاہیں، اور اس میں میرا کوئی کمال نہیں۔ اللہ جسے چاہتا ہے اپنے در پر بلا لیتا ہے۔ ان فیکٹ میں خود بارہا خواہش اور اسباب کے بھی آج تک صحن کعبہ نہیں جا سکا۔ آپ کو سن کر حیرت ہو گی لیکن میری حاضری کا وسیلہ بھی آپ تینوں بنے ہیں۔ پیسے اور مال سے آج تک کوئی بھی

اس کے گھر نہیں جاسکا، یہ ہماری تڑپ اور دعائیں ہی ہیں جو ہمیں اس کے گھر کا مہمان بننے کی سعادت دے سکتی ہیں"

وہ ریاض کے سامان رکھنے پر اس سے چابی لیے اجازت دیتا خود یہ صاف گو جملے بتا کر حیرانگی اور حیرت طاری کر چکا تھا۔

مہک صاحبہ اور فیاض صاحب نے ہونق بنے اک دوجے کو دیکھا تو چپکے سے مبین کی مقدس آنکھوں نے شہزادی کی نمی میں ڈوبتی آنکھیں دیکھ لیں جو مبین کے اس انکشاف پر تڑپ اٹھی تھی۔

گویا وہ اس معاملے میں ایک جیسے تھے۔

مبین پچھلے کئی سالوں سے ہر کوشش کے باوجود کسی نہ کسی عین موقعے پر آتی ایمرجنسی پر خود نا جاسکنے کے باعث اپنی جگہ کسی ایسے کو عمرہ کے لیے بجھوا دیا کرتا جو اسے خود سے زیادہ اس مقدس مکہ مدینہ کی خاضری کا مستحق لگتا، اور اس نے اپنی تشنگی کو ہمیشہ بڑھنے کے لیے چھوڑے رکھا، اس کے

گھر کی زیارت ابھی ہی تو شدت پکڑے مضبوط ہوئی تھی اور یہاں وہ تڑپ بڑھی اور وہیں اللہ نے اسکی شدت قبول کیے بلاوا بھیج دیا۔

"اللہ ہم سبکی خاضری قبول فرمائے گا میرے بچے، مرنے سے پہلے اسکے اور اسکے پیارے حبیب ﷺ کے گھر کا دیدار ہماری تو عمر بھر کی پونجھی بن جائے گا۔ اللہ تمہیں اسکا اجر دے مبین برخوردار"

گویا اس حسین گفتگو میں فیاض صاحب نے بھی حصہ ڈالا اور وہ سب مسکراتے ہوئے گاڑی میں بیٹھے۔

نیلم نے فورا اماں کے ساتھ چپک کر پیچھے بیٹھنے کی خواہش کی جس پر مبین نے بمشکل مسکراہٹ روکے فیاض صاحب کے لیے گاڑی کا فرنٹ ڈور اوپن کیا اور سب کے بیٹھتے ہی وہ خود بھی سیٹ سنبھالے بیٹھا۔

یہاں سے ایک گھنٹے کی ڈرائیور پر اسکا ذاتی اپارٹمنٹ تھا اور آج کا دن انہوں نے یہیں جدہ ہی رہنا تھا جسکے بعد انکی کل شام باقاعدہ عمرہ کے لیے روانگی تھی۔

انکی کل شام سفر کے بعد اپنی پہلی منزل مکہ معظمہ تھی جس کے لیے وہ چاروں بہت پرجوش تھے۔

وہ کل شام تلبیہ پڑھتے ہی احرام باندھ کر مکہ معظمہ سفر شروع کرنے والے تھے، عمرہ کے سلسلہ کا پہلا عمل یہی احرام ہوتا ہے، پھر عمرہ کرنے والے زائرین کو مکہ معظمہ پہنچنے تک کوئی خاص کام کرنا نہیں پڑتا فقط احرام کی پابندیوں کے احترام کے۔

..________________________..

"پتا تھا مجھے انڈیا پاک اکھٹا ہو اتو ضرور طوفان مچے گا، یار آپ دو لڑ لڑ کے تھکتے نہیں۔ اور اب وجہ بھی مجھ معصوم کو بنا لیا۔ میں بتا رہی مس منا حل کے

میں سب بھول بھال چکی ہوں یار، اور پلیز یہ رونا ڈال کر میرا موڈ سپائیل نہ کریں۔ مجھے جانا ہے دیر ہو رہی ہے، اس ٹاپک پر مل کر روشنی ڈالیں گے ابھی اسے کلوز رہنے دیں"

مناحل کے صبح ہی جلال پاشا کے ساتھ ہوئے رات جھگڑے اور امل کے بارے تمام حقائق جاننے کے متعلق خبر کرنے پر امل الٹا بیزاری عیاں کیے سلگ اٹھی، اچھی بھلی وہ عدالت جانے کے لیے تیار ہو رہی تھی اور مس مناحل کے شکوے سن کر بنا ناشتہ کیے ہی باہر پورچ کی سمت آگئی جہاں ملازمہ اسکے لیے فریش ایپل جوس لے کر کھڑی منتظر تھی۔

"تم نے مجھ سے اتنا بڑا دکھ چھپا کر اچھا نہیں کیا امل، مجھے تک خبر نہیں ہونے دی۔ کیسے اس سنگدل شخص کا ستم برداشت کیے چپ رہی۔ آج مجھے ان جیسا غصہ تم پر بھی آرہا ہے سمجھی"

الٹاوہ جو صبح صبح روٹھنا جتائے 'امل کچن' آچکی تھیں، ابر آلود سی اس صبح میں باہر اک کرسی پر بیٹھیں ہنوز ملال اور خفگی سے بڑبڑائیں جبکہ امل مزے سے ملازمہ سے جوس کا گلاس پکڑ کر دو گھونٹ ہی بھرتی گلاس واپس کیے لان میں نکل آئی جہاں سرمئی دھوپ الگ ہی فرحت پہنچاتی زمین پر کرنیں بکھیر رہی تھی۔

"اوہ مس مناحل پلیز کول ڈاون یار، آپ مجھے پھر سے وہ سب یاد دلا کر باولے بندر کا نقصان چاہ رہیں ہیں جو اب میرے زرا سے پیچھے ہٹنے پر پہاڑ سے کود کر جان دے ڈالے گا۔۔ رحم کھائیں اس پر"

مزے سے کرسی سنبھال کر بیٹھتی وہ من ہی من میں آج عبداللہ کی زندگی بڑھانے کا اردہ کیے خاصی خوش دیکھائی دے رہی تھی پھر محترمہ نے آج جینز شرٹس کے بجائے مہذب ڈیزائنر جوڑا پہن کر دوپٹہ بھی کندھے پر ڈال رکھا تھا، منصوعی حسن کے سنگ حقیقی حسن سے چھیڑ خانی بھی غضب ڈھا رہی تھی۔

یعنی اس قید تنہائی سہتے مجرم پر پورے پورے رحم کا ارادہ بنایا گیا تھا۔

اور مناحل اس لڑکی کے ایک بار پھر سب مزاق میں اڑا جانے پر سخت بد مزہ ہوئیں۔

"ہر گز نہیں، عبد اللہ ہی تمہارا مستحق تھا امل۔ اور یقین کرو یہ سب سہنا میرے لیے بہت مشکل رہا، عبد اللہ کی تم سے جڑی محبت مجھے نارمل کرنے کا سبب بنی۔ لیکن تم سے ابھی بھی بہت شکائیت ہے، انسان کو اتنا بھی بے رحم نہیں ہونا چاہیے کہ اپنے ساتھ ہی سفاکیاں کرتا چلا جائے۔ میں تمہاری ایک کلاس ضرور لوں گی یاد رکھنا فی الحال تم جاو اور عبد اللہ کو اس امتحان سے بری ہونے پر مبارک دو۔۔۔ پھر بات ہو گی"

افسردگی کے سنگ اپنی بات مکمل کیے مناحل رابطہ توڑ چکی تھیں جبکہ امل خود پر اتر آتی وقتی تکلیف کا بڑی سہولت سے گلا دبائے موڈ کو بحال کرتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

اور دوسری جانب کورٹ میں جج صاحبان کو تمام ثبوت اور گواہ پیش کرنے کے بعد اب اختتامی فیصلے کا انتظار کیا جا رہا تھا۔

ہادی سکندر سیکورٹی ایشوز کی وجہ سے تھانے ہی رک گیا تھا جبکہ سالار خان اس وقت اپنے لوگوں کے ساتھ کمرہ عدالت میں موجود تھا۔

عارض والا سے عارض سکندر رہیرنگ میں شامل ہوئے تھے۔

کمرہ عدالت میں کچھ لمحوں کی خاموشی چھا چکی تھی۔

"تمام ثبوت اور گواہ جو آج پیش کیے گئے ہیں وہ ملزم عبداللہ عارض سکندر کو بے گناہ ثابت کر رہے ہیں، اسکے علاوہ منہاس علی کے اعتراف جرم کے بعد اور جائے وقوع سے ملتے مارگن نامی مرتد شخص کے خلاف ثبوتوں کو گر مد نظر رکھا جائے تو عبداللہ کے خلاف یہ ایک گھناونی سازش رچائی گئی تھی۔ مجرم مارگن کا فیصلہ ریمانڈ پر ہونے اور اس سے بہت سے چھپے امور جاننے کی جدوجہد کے باعث اگلی پیشی میں ہارون سکندر اور روحان وحدی کے فیصلے

کے ساتھ ہی کیا جائے گا۔ جبکہ آج کے تمام معاملات دیکھنے کے بعد عدالت مجرم منہاس علی کو مذہبی سکالر رزاق عالم کے قتل کی منصوبہ بندی کرنے پر عمر قید اور بیس لاکھ جرمانے کی سزا سناتی ہے۔ جبکہ ملزم عبد اللہ عارض سکندر کو منشیات کی سمگلنگ اور قتل کے دونوں کیسیز سے باعزت بری کرتی ہے۔ عدالت اگلی اور آخری پیشی تک برخاست ہوتی ہے"

گویا یہ فیصلہ وہاں موجود ہر فرد کے دل میں خوشی کی لہر جگا گیا جبکہ منہاس علی اپنی سزا پر بے یارو مددگار دیکھائی دیا تھا، صرف جلن اور حسد کی آگ میں جل کر اس نے اپنی زندگی کے سارے سکھ داؤ پر لگا دیے تھے، مزید کی ہوس نے اسے زندگی کے گرے درجوں پر لا پٹخا تھا۔

اور منہاس علی جیسے بہت سے لوگ اس دنیا میں اپنا قبلہ درست کرنے کے بجائے دوسروں کو تلقین کرتے دیکھائی دیتے ہیں، جن کو اپنی تھالی میں رکھے کھانے کے بجائے سامنے والے کے حصے کی ہوس آن لگتی ہے۔ جو

اس فانی دنیا پر اکیلے جینا چاہتے ہیں اور اس گھناونی جنگ کے بیچ وہ کئی معصوم جانیں پائمال کر گزرتے ہیں۔

آج اسے احساس ہوا کہ کاش وہ اپنے حصے پر صبر کر لیتا تو آج یہ زلت بھری زندگی اسکے گلے کا طوق نہ بنتی، جبکہ اس شخص کی یہ سزا عبداللہ کے جلتے سینے کو ٹھنڈا ضرور کر چکی تھی۔

ویلوٹ کے تمام مین ہیڈز، شمیم مرزا سمیت عبداللہ کی جیت میں خاضر ہوئے اور منور دیلانی بھی اس مشکل وقت عبداللہ کے ساتھ جس طرح کھڑا رہا، یہ اسکی مخلصی کا ثبوت تھا۔

پھر جس طرح ویلوٹ کے سٹاف نے عبداللہ کے کردار کے بارے گواہی دی، اسے یہ سب زندگی کے اتار چڑھاو دیکھ کر اللہ کی غیبی مدد کا یقین بھی میسر آیا۔

وہ رب بے گناہوں کو کبھی سزا کے تختے پر نہیں لاتا اور لے بھی آئے تو یہ ان کی کندن بننے کی تیاری کا اک مرحلہ ہوا کرتا ہے۔

آج عارض سکندر بھی ہر خدشے اور خوف سے آزاد ہوئے، یہ جنگ جیت کر سرخرو ہوتے عبداللہ کو گلے لگاتے ہوئے جذباتی ہو گئے، وہیں سالار خان کا شکریہ ادا کیا اس سے بڑھ کر کئی غائبانہ دعائیں اس کھیل کو منتقی انجام تک پہنچاتے اصل ماسٹر مائینڈ کو ارسال کیں جسکے بارے سالار خان نے اسکی غیر موجودگی کو چند سکیورٹی امور سے جوڑ کر جسٹیفائے کیا۔

چار دن بعد فائنل ہیرنگ تھی اور یہ اگلے چار پانچ دن بہت اہمیت کے حامل تھے۔

بلاول نے یہ خبر پہلی فرصت میں مبین تک بھی ارسال کر دی اور آج جہاں عارض ولا میں جشن تھا وہیں دیوانے کی بیتاب نظریں بھی اپنا جشن تلاشتی ہوئیں باہر نکلتے ہی ارد گرد بھٹکیں۔

عارض سکندر جو اپنے سپوت کی منتشر نظریں بھانپ کر کچھ کچھ سمجھ گئے تھے، دانستہ چہرے پر شرارت سجائے اسکے پاس ہی آکر کھڑے ہوئے۔

"میں جاوں پھر؟"

کان کی اور جھک کر بابا کے سوال پر عبداللہ منہ بگھاڑے انکو دیکھنے لگا جو ہرگز سنجیدہ نہ تھے۔

"کیوں جی، عدالت مجھے بری کر چکی ہے ابا حضور، آپ تو ایسے جان چھڑوا رہے جیسے ابھی بھی آپ کے ساتھ کوئی قاتل کھڑا ہو"

سخت تلملاتا ہوا وہ اس سے پہلے بالوں میں ہاتھ پھیر کر کہتا اپنی بسوری شکل بحال کرتا، عقب سے نمودار ہوتی امل کو دیکھ کر بابا کا کندھا جکڑ کر خود کو سنبھالے آنکھیں پھاڑ کر اس طرف تکنے لگا۔

"تمہاری حسینہ پہنچ آئی ہے تمہاری گھر تک لینڈنگ کروانے سو مجھے اجازت دو، آفس کا ایک چکر لگا کر میں سیدھا گھر ہی نکلوں گا اور تم دو بھی شرافت

سے سیدھے وہیں آنا۔۔۔ اور ہاں سنبھالو خود کو، اسکے جلوے دیکھ کر تمہاری آنکھیں باہر گر گئی ہیں۔۔۔ نادیدہ شخص"

اس وقت بابا کم وہ جگری بڈی بنے بچارے کو لتاڑ زیادہ رہے تھے اور وہ بھی امل کے قریب آکر رک جانے تک اسے بے یقینی سے ہی دیکھتا رہا اور رتی برابر بابا کے شرم دلانے کا احساس نہ کیا۔

خود امل اس چھچھورے کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر بوکھلائی، عارض انکل سے ملی، جو محبت بھری نظریں دونوں دل کے ٹکڑوں پر ڈالتے فوراً سے گاڑی میں بیٹھے اور بھگا لے گئے جبکہ امل اب اس نمونے کے دیکھنے پر خاصی زچ ہوئی۔

"نہ ہی میں چم چم ہوں نہ تم مکھی، اب ہٹا بھی لو نظریں۔ ورنہ میرا مکا اٹھ جائے گا اور تمہارے دانت یہیں سجدہ ریز ہو کر میرے قدموں میں گر جائیں گے۔۔۔"

وہ خاصا تپ کر غراتی ہوئی بولی مگر اس بندہ بشر کا کیا قصور جو جی اٹھنے کی کیفیت میں سرشار خود سے بے خود ہو چکا تھا۔

امل کو اب اسکے وارفتگی کے سنگ دیکھنے سے خوف سا محسوس ہوا تبھی وہ اپنی بے چینی زائل کرنے کو ادھر ادھر آنکھیں گمانا شروع ہو چکی تھی۔

جبکہ عبداللہ عارض سکندر کی آنکھوں کے محصور کن لمس کے حصار میں اس وقت امل ہی تھی یہ اعتراف کرتا اسکا تھکا نڈھال سا دل سینے میں ہی شدت سے دھڑک اٹھا تھا۔

"مجھے یقین نہیں آرہا کہ یہ تم ہو، گویا اس مجرم کا محبت نامہ تمہیں موصول ہو گیا تھا، اب بھی تم کہو کہ تمہیں مجھ سے اور میری ذات سے کوئی سروکار نہیں تو میں اسے امل پاشا کا سب سے بڑا جھوٹ تسلیم کروں گا"

آنکھیں موندتے ہوئے جذب و بے قراری کا عالم لیے وہ امل پاشا کی منتشر توجہ واپس پانے کو بے ساختہ بولا، اور وہ جو ان نظروں کی تپش سے بچنے کو اپنا نظارہ بدل چکی تھی، خفگی دباتی اسے دیکھنے لگی۔

اردگرد لوگوں کی موجودگی کے باعث آہستگی سے اپنی آنکھوں میں شکوہ بھرے احتجاج کرتی وہ عبداللہ عارض سکندر کی ہمت سے کھیل رہی تھی۔

"ہاں تمہیں یقین کر لینا چاہیے، ویسے بھی امل بہت کم یقین دلایا کرتی ہے۔ رہی بات تمہاری اہمیت ماننے کی تو وہ تو میں نے پہلے بھی کہا ہے کہ تم اب میرے لیے اہم ہو۔۔۔۔واٹ آ بگ ڈیل۔۔۔۔بائے دا وے اس شیطان کو رہائی مبارک"

وہ جو آنکھیں چہرے کے خدوخال پر مرکوز کیے اس کے چہرے کا محاصرہ کر رہا تھا، امل کے انسان بن کر سیدھے جواب پر خود بھی وارفتگی سے باہر نکل

آیا، پھر سر تا پا سنوری مشرقی دوشیزہ پر اک سر سراتی نگاہ ڈالی جس پر امل بے بمشکل اپنی پھسلتی مسکراہٹ دبائی۔

"ٹھیک ہے پھر یہ رہائی تم پر قہر بننے والی ہے مس امل پاشا، آر یو ریڈی"

ساری شوخی اور شرارت واپس لائے وہ اس بار ارد گرد نظر دوڑائے زرا اسکی اور جھک کر وارننگ دیے چہکا جبکہ امل پہلے تو اس کی بات نہ سمجھی مگر سمجھ آتے ہی محترمہ کی آنکھیں حیرت سے پھیل گئیں۔

"کیسا قہر؟"

وہ متفکر و پریشان سی ہوئی، ستم کہ اس لمحہ ڈر چھپانے پر قادر بھی نہ تھی اور آج اس فاتح کی آنکھیں ایسی چمک سے منور تھیں کہ دیکھنے والے کو فنا کر دیتیں۔

"جب تم گھبرا جاتی ہو امل تو یقین کرو میں خود پر قابو کھو بیٹھتا ہوں"

وہ اسکے سوال کو یکسر نظر انداز کیے اس سے اک مناسب فاصلے پر کھڑا، امل کو مزید مشکل سے دوچار کر رہا تھا۔

"تم مجھے پریشان کر رہے ہو عبداللہ"

امل نے کوفت زدہ ہونے کے باوجود بھی تھکن اوڑھتے نرم لہجے میں شکائیت کی اور عبداللہ تو بے دھیانی میں اس لڑکی کے ہونٹوں سے اپنے نام کو ادا ہوتے دیکھ کر مبہوت ہو کر رہ گیا تھا۔

"حالانکہ تمہیں اس سچویشن میں میرا سر پھاڑ دینا چاہیے تھا، تم کہیں نہ کہیں میری محبت کو مان چکی ہوناں امل؟ سچ بتاو۔ مجھے تمہارے لہجے میں اپنے لیے محبت جیسا نرم اور گداز پن دیکھائی دیا ہے، اور محبت کرنے والے یہ کہاں دیکھتے ہیں کہ انہیں کم محبت مل رہی ہے یا زیادہ، ان کے لیے تو بس یہی کافی ہوتا ہے کہ من چاہا انسان پیار سے بات کر رہا ہے"

وہ اسکا ہاتھ تھامنا چاہتا تھا مگر امل کے اصول اسے اپنی جان سے بھی عزیز تھے، تبھی اپنے دل کے سارے جذبات بس زبانی ہی کہتا چلا گیا۔

"میں تم سے کوئی پیار ویار سے بات نہیں کر رہی، زیادہ شوخے مت بنو۔
لوگ دیکھ رہے ہیں ہمیں"

امل نے فوراً اسے بیشتر اکا دکا لوگوں کی خود پر توجہ محسوس کیے برا منایا جبکہ عبداللہ صاحب کی خطرناک پلاننگ اس نازک حسینہ کو عنقریب دہلانے والی تھی۔

"اب تم کچھ بھی جھٹلا نہیں سکتی امل، اب تمہیں اسکا حسین اور پیارا انعام ملے گا۔ تم نے کہا تھا تم مجھے ہمیشہ آزاد رکھو گی، تو سنو کہ میں اس آزادی کو ٹھوکر مار کر اپنی من پسند قید با خوشی چننے والا ہوں۔۔۔ ویٹ اینڈ واچ"

عبداللہ کے چیلنجنگ الفاظ امل کے اندر سنسنی سی اتار چکے تھے، وہ اس پر بھاری پڑ رہا تھا جو امل کو نامنظور تھا۔

"بکواس کر والو بس تم سے، شیخ چلی والے خواب دیکھنا اب زرا کم کر دو۔ جیل کی گرمی لگ گئی ہے چلو بیٹھو گاڑی میں اور اے سی چلاو شاباش"

اس آگ کے گولے کی یہ دل کپکپاتی دھمکی، امل کو بات بدل کر بد کنے پر اکسا گئی اور وہ بنا عبداللہ کو دیکھے دوسری طرف جا کر بے تکلفی سے جا بیٹھی جبکہ عبداللہ بھی گدگداتا ہوا تاثر چہرے پر چپکائے فوری نشت سنبھالے اندر بیٹھا۔

"میں سنجیدہ ہوں لیڈی، گھر جا کر میں نے سب کو ایک پسوڑی ڈالنی ہے سچ کہہ رہا ہوں۔ تم دل کو تب تک تسلی دے لو"

امل کے خفت کے سنگ گلابی ہوتے گال تکتا وہ مزید اسکی جان لیتا نئی پھلجھڑی چھوڑے مسینا سا ہنسا جس پر امل نے سانڈ سی گھوری سے نوازتے ہوئے مٹھیاں بھینچ لیں جس پر عبداللہ نے اسکے بعد خاموشی میں ہی عافیت

جانی کیونکہ اگر وہ کچھ مزید ارشاد کرتا تو دونوں ہاتھ کے مکے اسکا تھوبڑا ضرور سیک ڈالتے۔

..________________________..

خوبصورت اور دلکش جگہ پر بنا مبین عارض کا یہ سبز اور میرون بیلوں میں لپٹا سفید آشیانہ دیکھ کر ہی وہ تینوں مبہوت ہو چکے تھے۔ گھر اتنا بڑا نہ تھا نہ ہی پاکستان کے گھروں جیسا روائتی تھا بلکہ جدہ میں موجود رہائشی پلاٹش کی طرز پر تعمیر کیا گیا تھا۔

اس پوری سوسائٹی میں لگ بھگ چالیس ایک جیسے غیر معمولی فرق کے سنگ بنے فلیٹس اور گھر تھے، ہر گھر کے باہر ایک عدد لیٹر باکس اور لکڑی کا زمین میں پیوست ہوا نقش و نگاری سے سجایا گیا واس نسب تھا جس میں موسمی پھول رکھے جاتے تھے۔

پھر ہر گھر کے آغاز میں چھوٹا سا لان تھا جہاں منفرد اور عام ہر طرح کے کچھ پودے لگا کر خوبصورتی میں اضافہ کیا گیا۔ گھر کے داخلی حصے میں تھوڑا سا خالی ایریا تھا اور پھر سٹنگ روم جبکہ دو مین بیڈ رومز جن کے ساتھ اٹیچ باتھ تھے اور ایک روم کے ساتھ اسکا ذاتی سٹنگ ایریا اور بالکونی بھی تھی جو باہر روڈ کی جانب کھلتی تھی اور وہاں بھی خوبصورت رنگ برنگی موسمی بیلیں، مٹی کے چھوٹے چھوٹے گملوں میں لگا کر لٹکائی گئی تھیں۔

"یہ تو بہت پیارا ہے، چھوٹا سا گھر لیکن مکمل خصوصیات کا مسکن"

نیلم نے ابتدائی رہداری میں کھڑے ہو کر گہری سانس کھینچے مسکراتے ہوئے چھوٹے سے لان کو دیکھا جہاں لگے اکلوتے اخروٹ کے درخت کی چھاؤں، وہاں رکھی دو لکڑی کی کرسیوں اور میز پر چھائی ہوئی تھی اور نیلم تب حیرت سے ہنسی جب اسکی نظر لان میں پھدکتی گلہری پر پڑی جس کے منہ میں ایک عدد اخروٹ دبا تھا۔

فیاض صاحب اور مہک تو کب کے اندر جا چکے تھے جبکہ نیلم غیر ارادی اس گلہری کو مزید قریب سے دیکھنے کے لیے اپنے پیر اس ٹھنڈے لان کی سمت بڑھا گئی، لیکن مس گلہری نے جیسے ہی دیکھا کہ کوئی اسکے پاس آرہا ہے وہ دم دبا کر وہاں سے دوڑ کر ملحقہ جڑی باڑ سے نکل کر دوسرے گھر چلی گئی۔

"آپ سفر سے تھک گئے ہوں گے، فریش ہو جائیں تب تک میں اچھے سے لنچ کا انتظام کرتا ہوں"

فیاض صاحب اور مہک کا سامان سامنے مین دیکھائی دیتے بیڈ روم کے دروازے میں رکھتا وہ خود اب مہمان نوازی نبھانے کے لیے اجازت طلب کرتا باہر نکل آیا جبکہ کمرے میں جاتیں جاتیں مہک چھوٹے سے کچن کی اوپن کھڑکی سے نیلم کو لان کا جائزہ لیتا دیکھتیں مسکرائیں اور اندر بڑھیں جبکہ فیاض صاحب تو ستانے کے لیے وہیں چھوٹے سے سٹنگ ایریا میں موجود آرام دہ صوفے پر ہی ٹیک لگائے بیٹھ چکے تھے۔

"لگتا ہے آپ نے یہیں ڈیرا جمانے کا ارادہ باندھ لیا شہزادی، پھول پودے تو ویسے بھی آپکے دوست ہیں اگر میں غلط نہیں تو"

وہ جو روڈ پر کھڑی اپنی گاڑی کی سمت بڑھ رہا تھا، نظر بھٹک کر نارنجی اور میرون گلاب کے پھولوں کی پتیاں چھو کر تکتی، وہیں بیٹھ کر ان پر غور کرتی نیلم پر گئی تو جناب نے اپنے قدم روک کر اس شہزادی کی سمت موڑے، وہ یکدم اسکی آواز پر ڈر کر اٹھ کھڑی ہوئی تو محترم ایک مناسب فاصلہ بنا کر کھڑے گہری نگاہوں سے دیکھنے میں محو تھے۔

اسے دیکھ کر نیلم کا دل بے ہنگم ہوئے دھڑکا۔

"یہ میری زندگی میں دیکھا گیا سب سے چھوٹا لیکن پیارا لان ہے، نہ کچھ کمی نہ کچھ اضافی۔ اور یہ پھول! ایسے پھول تو۔۔۔۔"

وہ اسکے دیکھنے کے بجائے سر پر چھاؤں کرتے درخت کو تکتی پھر زمین پر دھرے چھوٹے سے مٹی کے گملے میں نکھرے سے گلاب کی جانب اشارہ کیے کچھ کہتے کہتے رکی تو مبین نے بغور نیلم کا یکدم خاموش ہونا محسوس کیا۔

"ایسے پھول بھی خواب میں دیکھے کیا؟"

وہ جھٹکے سے سر اٹھا کر ہونق بنی مبین کو دیکھنے لگی، جبکہ وہ یہ سوال کر کے اطمینان کے سنگ سنجیدہ ہوئے اسے دیکھ رہا تھا۔

"خواب! آپکو کیسے پتا کہ پھولوں کا تعلق میرے خواب سے ہے؟"

وہ فوراً سے بیشتر اپنی حیرت کو الفاظ کا روپ دیے پوچھ بیٹھی جبکہ مبین عارض سکندر کے اطمینان میں اب اسکی ازلی سحر انگیز مسکراہٹ بھی شامل ہوئی۔

اور وہ تو یہ تک جانتا تھا کہ اس مجسم انسان کا تعلق بھی شہزادی کے خواب سے بہت گہرا جڑا ہے۔

اس راز کو راز ہی رہنے دینا وقت کا تقاضا تھا۔

"فرصت سے بتاوں گا، پہلے یہ بتائیں آج رات کونسا بہانہ کر کے ہم ایک ساتھ وقت گزاریں۔ رخصتی کی بات تو عمرے کے بعد ہی ہو گی ابھی شاید مناسب نہیں"

زرا سا فاصلہ کم کیے دانستہ پر اسرار ہوئے وہ جو رازداری سے بولا اس پر نیلم نے فوری اپنی آنکھیں جھکا کر بے چینی کا اظہار کیا۔

جبکہ وہ اس لمحہ اپنی ہنستی مسکراہٹ نہ روک سکا۔

نیلم نے فوری آنکھیں اٹھائے معصومیت کے سنگ ناراضی ظاہر کی جس پر جناب نے اپنی مسکراہٹ روک کر تابعداری کا بھرپور مظاہرہ کیا۔

" چلیں ایسا کرتے ہیں آج یہاں بیٹھ کر صرف ایک کپ چائے پی لیں گے، باقی آپ اپنی والدہ کے پاس ہی رہیں مجھے کوئی ایشو نہیں"

مبین بھی نیلم کی گھبراہٹ بھانپ کر اپنے تمام ارادے بدل گیا جبکہ نیلم اس پر زیادہ بے قرار ہوئی۔

"ن۔۔نہیں مجھے آپ کے پاس رہنا ہے"

بے دھیانی اور بے اختیاری میں وہ یہ کہہ تو بیٹھی مگر جب وہ مبین کی دھڑکن بڑھاتی نظروں میں مرکوز ہوئی تو اپنی اس حرکت پر بوکھلا اٹھی۔

"آہاں، لگتا ہے دل و دماغ کافی مضبوط کر کے آئی ہیں میرے پاس۔۔۔۔"

شہزادی کے بے خود انداز بھانپ کر جناب وقتی گنگ تو ہوئے مگر پھر آنچ دیتے جملے کو ادا کیے نیلم کی آنکھیں خود پر جمی محسوس کیے دل کو دھڑکتا محسوس کیا جو اس سرزد ہوئی گستاخی پر سمٹ سمٹ جا رہی تھی۔

اور پھر جیسے اس نے رحم طلب نظروں سے مبین کو اپنی استحقاق بھری نظریں نرم کرنے کا اشارہ کیا، یہ لمحہ دونوں کو حصارنے کا سبب بنا۔

"اہمم اہمم! چلیں کرتے ہیں کچھ، ابھی جائیں اندر اور تھوڑا فریش ہو کر ریسٹ کر لیں۔ میں آتا ہوں لنچ لے کر"

خود ہی اپنی روح تک اترتی نگاہیں اس پری پیکر کے چہرے سے ہٹاتا وہ یہ سرسری مگر نرم ہدایات سونپتا اجازت لیے باہر نکل گیا اور نیلم نے اسے گاڑی میں بیٹھ کر اپنی نظروں کے حصار سے اوجھل ہونے تک دیکھا اور اندر چلی آئی۔

گھر اندر سے بھی شاندار اور نفیس تھا، سنہرے اور سیاہ رنگوں میں نہائے اس چھوٹے سے گھر کی دلکشی اور زیبائش بیان کرنا اسکی شان کا حق تھا۔

فرنیچر سے لے کر دیواروں کے ڈیزائن تک، چھوٹے چھوٹے ڈیکوریشن پیسیز سے لے کر سیاہ اور سنہرے موتیوں سے چمکتے فانوس سمیت، اور یہاں تک کہ کھڑکیوں اور کمروں کے پردے تک سنہری اور سیاہ نقش نگاری والے۔

"لگتا ہے کالا اور سنہری رنگ پسند ہے مبین کو، لو دیکھو تو نل تک سنہرے ہیں"

نیلم جو بابا کو باہر ہی لام لیٹ ہو کر سو جاتا دیکھ کر مسکراتی ہوئی جھک کر انکی گال پر بوسہ دیے، سامنے دیکھائی دیتے کھلے کمرے کی سمت بڑھی تھی، اٹیچ واش روم سے وضو کر کے باہر نکلتیں مہک ان دو رنگوں کو ہر جگہ دیکھ کر اپنی رائے دیتے بولیں تو نیلم جو اپنا حجاب کھول رہی تھی، اماں کے جائزے پر ہنس دی۔

"اماں جانو یہ چھوٹا لیکن لگژری اپارٹمنٹ ہے تو یہاں سبھی گھر ایسے ہی خوبصورت اور یونیک بنائے گئے ہیں۔ ویسے ہم بھی اپنے گھر کو انہی دو رنگوں سے سجائیں گے۔ شاہ لالہ کی شادی سے پہلے گھر میں کچھ نئ چیزیں بھی لانی پڑیں گی۔ مان آپی اور شاہ لالہ کا کمرہ دیکھیے گا نیلم خود سجائے گی"

مہک صاحبہ جو نماز ادا کرنے کے لیے جائے نماز اٹھا کر قبلہ رخ بچھائے، سر پر اوڑھی چادر درست کر رہی تھیں، نیلم کی خواہش اور باتوں دونوں پر سر ہلائے مسکرا دیں۔

"ان شاء اللہ، عمرہ سے واپسی ہو لے خیر سے تو جاتے ساتھ ہم مان کا ہاتھ مانگنے جائیں گے۔ مجھ سے تو صبر نہیں ہو گا۔ کتنی پیاری بچی ہے وہ، ویسے بھی تم تو اب مبین میاں کی ہو اور کب وہ تمہیں لے جائیں کیا پتا سو میں اکیلی بور نہیں ہونا چاہتی۔ بس جاتے ہی شاہ کا نکاح کر دینا پھر رخصتی سب کے ساتھ"

اماں کے ارادے جان کر تو نیلم کی خوشی دگنی ہوئی تبھی تو وہ زور دار جپھی ڈالے مہک صاحبہ کا سانس گھوٹ گئی اور پھر دونوں ہنس دیں۔

"اماں سنیں!"

مہک صاحبہ نماز شروع کرنے ہی لگی تھیں کہ نیلم کے جھجک کر پکارنے پر سر گمائے متوجہ ہوئیں جو زرا ہچکچاتی ہوئی مہک کا ہاتھ تھامے انکو دیکھ رہی تھی۔

"آپ میری رخصتی آج ہی کر دیں ناں پلیز"

ایک لمحے تو مہک کو لگا کہ محترمہ کا دماغ پھر ور گیا ہے، تبھی تو اماں کے منہ پر دوپٹہ رکھ کر ہنسنے پر نیلم غبارے سا منہ پھلائے جا کر نرم سے ڈبل بیڈ پر جا بیٹھی۔

جبکہ مہک صاحبہ نے بمشکل بے لگام ہوتی ہنسی ختم کیے عقیدت کے سنگ نماز ادا کی اور اس سارے وقت وہ منہ پھلائے اٹھ کر پہلے فریش ہونے گئی، کپڑے چینج کیے، سفید فراک والا سپیشل جوڑا پہنا اور وضو کرتی باہر آئی اور پھر سے مہک صاحبہ کے نماز ختم کرنے کا انتظار کرنے لگی۔

نماز ختم کیے وہ دعا مانگ کر اٹھیں تو منہ پھلا کر انہی کو تکتی نیلم کا چہرہ دیکھ کر پھر سے ہنس دیں اور نیلم نے اماں کا یہ رویہ دیکھ اس بار سچ میں رونے والا منہ بنا لیا۔

"کتنا معیوب لگے گا کہ ہم کہیں مبین کو کہ لو ہماری بچی اب تمہاری، اس نے یہ کہہ دیا کہ ناں ساسو ماں ابھی مجھے یہ ذمہ داری نہیں چاہیے تو ہماری تو ہو جائے گی ناں اچھی خاصی۔۔۔ جھلی نہ ہو تو۔ بھلا بیٹی والے کرتے رخصتی کیا؟ جب مبین چاہے گا تبھی ہم تجھے اس کے ساتھ رخصت کریں گے"

نیلم کی اداس آنکھیں تکتیں وہ اسکے پاس آئے، دونوں ہاتھوں میں چہرہ تھامے سمجھاتی بولیں تو نیلم نے فوراسے بیشتر اماں کے دونوں ہاتھ جکڑے۔

"یہی تو اماں، وہ یہی چاہتے ہیں اماں یار۔۔۔ ایکچولی کہہ رہے تھے کہ آج تک اپنے بابا اور عبداللہ بھائی تک سے کمرہ شئیر نہیں کیا تو وہ بابا کے ساتھ کیسے رہیں گے۔۔۔ اور وہ یہ بھی چاہتے کہ میں چار ماہ یہیں ان کے پاس ہی رہوں۔ آپ کچھ کریں ناں پلیز"

اتنی ہمت وہ بس مہک صاحبہ کے سامنے ہی کر سکتی تھی جواب شرمگیں مسکراہٹ دیتیں اس باولی کی کچھ بھی بول دینے کی عادت پر شرارت بھرا مسکرادیں اور نیلم کو اماں جان کی مشکوک سی مسکراہٹ دیکھ کر کرنٹ لگا۔

"اماں پلیز ایسا ویسا کچھ نہ سوچیے گا، یا اللہ یہ میں نے کیا اول فول کہ دیا۔۔۔ امل کا اثر ہو گیا قسم سے مجھ پر بھی"

خفت سے جہاں اسکا چہرہ لال ہوا وہیں وہ اب اماں جان سے نظریں چراتی منمنائی جبکہ مس مناحل کا تھوڑا اثر انکی پیاری بہن مس مہک پر بھی تو لازمی ہونا تھا۔

"شش! تیرے ابا کے بنا میں بھی نہیں رہ اور سو سکتی لہذا میں تو اس سو پونڈ کی کاکی کو اپنے پاس نہیں سلاوں گی۔ یہ جگرا مہرو کا ہی تھا جو تیرے ساتھ کبھی کبھی سو کر صبر کر لیتی تھی۔ ہم تو بھئی اپنے شریف النفس سر تاج کے بنا نہیں رہے کبھی"

مہک صاحبہ کے آنکھ ونگ کرنے پر اس بار نیلم کی بتیسی بھی پھیلی، مہک صاحبہ کا یہ انداز تو خود نیلم پہلی بار دیکھ رہی تھی تبھی فوری اماں کو لاڈ کیے ان سے جا لپٹی۔

"میری دعا ہے آپ اور بابا ہمیشہ ایسے ہی پاس رہیں، آج سچی آپ میں مناحل خالہ کی روح گھس آئی ہاہا۔ تھینک یو مما، میں ناں خود بھی چاہتی کہ ان کے ساتھ تھوڑا وقت گزاروں۔ اور آپ بے فکر رہیں ہم دونوں اپنی حدود جانتے ہیں او کے ناں"

نیلم اپنی خوشی بتاتی باولی سی ہوئی اور مہک صاحبہ بے اختیار ہی اس باولی کی آخری تمہید پر ہنس کر وہاں سے ہٹ کر جا کر کمر سیدھی کرنے لیٹ گئیں۔

"نکاح کے بعد میری سادی سی نیلم بھی کچھ ہوشیار ہو گئی، شکر ہے میرے مالک۔ ورنہ اس گائے کی تو مجھے فکر ہی کھائے جا رہی تھی"

جان بوجھ کر ہاتھ ہوا میں اٹھا کر باآواز بلند بولتیں مہک تب ہنسیں جب نیلم نے حیا سے جھکی پلکیں ٹپٹپائے اماں کا گدگداتا اور چھیڑتا انداز دیکھا۔

"اماں آپ بھی ناں، میں کوئی ہوشیار وشیار نہیں ہوئی۔ چلیں نماز پڑھنے دیں مجھے"

منصوعی معصومیت جھاڑے وہ لجاتے ہوئے بولی اور پھر سر پر لیا آنچل حجاب کی صورت اوڑھے پوری توجہ سے نماز شروع کر گئی جبکہ مہک صاحبہ کے دل کا پور پور اس وقت نہال ہو چکا تھا۔

..________________________..

"آجائیں ناں ہادی، اتنے دن ہو گئے آپ کو دیکھے۔ مس یو سو مچ۔ ویسے بھی سب لنچ پر انوائٹڈ ہیں۔ المیرا مما بھی آگئی ہیں۔ مما اور وہ مل کر لنچ ریڈی کر رہی ہیں۔ اتنی ساری رونق ہے اور اس رونق کی اصل وجہ اتنی ساری دور بیٹھی ہے"

اپنے لیے پیارا سا جوڑا پریس کروا کر بیڈ پر نفاست سے پھیلائے وہ دوسری جانب ہادی سے مخاطب تھی جو تھانے ہی کہ اسی باغیچے میں بیٹھا، کچھ دیر پہلے منگوائی سپیشل نہاری اور نان کے سنگ اپنا لنچ مزے سے کر رہا تھا۔

"ابھی نہیں ماہ، ایک ہی بار فائنل ہیرنگ کے بعد پرسکون ہو کر واپس آؤں گا۔ ویسے بھی تعریفیں بٹورنے کا مجھے نہ ارمان ہے نہ شوق۔ سب خوامخواہ مجھے اچھا اچھا کہیں گے جو میرے مزاج پر گراں گزرے گا"

اہل کار پانی کا جگ اور گلاس ہادی کے سامنے رکھے، مودب ہوئے واپس جا چکا تھا جبکہ وہ کھانے سے کچھ لمحے ہاتھ روک کر ٹیک لگا تا کھردرے اور کڑوے لہجے سے اپنی بات واضح کیے مقابل بھی خفگی پھیلا گیا۔

ماہ کو اسکی بات شدید بری لگی تھی۔

"تو آپ اچھے ہیں ناں، دل جلانے والی بات کیوں کرتے ہیں یار"

ماہ کو ڈانٹنا پڑا جبکہ وہ ایسے ہر ذکر پر اسے یونہی آگے بھی ٹوکنا چاہتی تھی۔

"نہیں کرتا، لیکن میں پانچ چھ دن بعد ہی آوں گا۔ تم ویسے بھی اپنے گھر ہو، انجوائے کرو۔ عبداللہ اور اسکی ہونے والی بیوی کے بارے شادی کی پلاننگ کرو۔ شادیاں زیادہ دور تھوڑی ہیں اور ہمارا ابھی تو ریسیپشن ڈیو ہے۔ مجھے یہاں سالار خان کے ساتھ رہ کر اچھا محسوس ہو رہا ہے۔ وہ کہیں نہ کہیں میرے مزاج جیسا بندہ ہے سو ایسی کمپنی ہادی سکندر بھرپور انجوائے کرنا چاہتا ہے"

ہادی کے ایسے سنگدل جواب پر ماہ کا گلاب چہرہ مرجھا گیا تھا اوپر سے وہ اب اس پیارے جوڑے کو بھی ناراضگی اور بے دلی سے دیکھتی چہرہ موڑ چکی تھی۔

"بس یہی تھی ماہ سے محبت، ایک دن پیار کا دے کر کئی دن جدائی دیتے ہیں ظالم ہادی۔ یہ بھی نہیں سوچتے کہ ماہ کی پوری دنیا ہادی ہے۔ میں بھی پانچ دن بعد ہری جھنڈی دیکھاوں گی آپکو۔ نہ پاس آنے دوں گی نا ٹچ کرنے

دوں گی۔ اور پیار تو ہرگز نہیں کروں گی۔ آپ سالار خان کے پاس ہی رہنا اب ٹھیک ہے ناں۔۔ اور وہ۔ میری سوتن کہیں کا۔۔۔ برفانی ریچھ "

ایک کے بعد ایک جملہ بے اختیار اور بنا سوچے کہتی وہ روئی روئی جس طرح بولی، ہادی سکندر، سالار خان کو ملتے ان القابات پر ضرور مسکرا اٹھا۔

" یہ اس اتھرے تھانیدار نے سنا تو مجھے کھڑے کھڑے اپنی جائیداد سے عاق کر دے گا"

ہادی کو بھی شرارت سوجھی جبکہ ماہ کو مزید رونا آیا۔

" کر دے، ماہ بھی آپکو اپنے پیار کی دولت سے محروم رکھے گی۔ بہت برے ہیں آپ"

یہ اس نرم دکھی ہو جاتے دل نے بنا سوچے ہی کہا تھا لیکن ہادی سکندر کے دل پر جکڑن ضرور ہوئی۔

اسکے چہرے پر بھی تپش لٹاتی سنجید گی چھا گئی۔

"ایسا سوچا بھی تو ہادی سکندر مر جائے گا"

ہادی کی سنگدلی نے لمحے میں ماہ کا دل تڑپا دیا تھا جو ایسے ہی سفاک جواب کی امید کر رہی تھی۔

"ہادی میں رونے لگ جاوں گی بتا رہی ہوں"

اس بار وہ واقعی روتے ہوئے سسکی تھی جبکہ ماہ کی بھیگی آواز نے اس شخص کو ہوش واپس تھمایا۔

"اوکے میں آوں گا اب خوش"

وہ اس جان سے پیاری لڑکی سے بعث کرنا ہی نہ چاہتا تھا، وہ جو سنگار میز پر رکھے اپنے آج پہننے والے گولڈن ٹاپس انگلیاں چھو کر بھرائی آنکھوں سے دیکھ رہی تھی، اپنی ہتھیلی سے بھیگی آنکھیں رگڑ گئی۔

بے ساختہ ہاتھ گلے میں چمکتے اس ستارے پر جا ٹھہرا۔

"المیرا کے ساتھ رات تک واپس گھر آ جانا، میں عارض ولا نہیں آسکتا آئی ہوپ تم سمجھ جاو گی۔ اب روئی تو جان نکال دوں گا۔ ہادی سکندر کی بیوی بنو تم تو کسی گیدڑ کی زوجہ لگ رہی یار۔۔۔ حد ہے۔۔۔"

فوراً سے بیشتر رعب جھاڑے وہ ماہ کی ناراضگی تو دور کر گیا مگر وہ اسے خوب ستا کر ہی ماننے کا ارادہ باندھے ٹھک سے فون بند کر گئی اور ہادی سکندر محترمہ کی اس ڈیجیٹل اگنورنس پر چھوٹا سا منہ لے کر رہ گئے، یہ تو سالار خان کی دبنگ انٹری ہوئی کہ جناب کو بیزاریت ہٹا کے بے تکلفی سے لنچ میں شامل ہوتے اس تھانیدار کی بتیسی برداشت کیے صبر کا مظاہرہ کرنا پڑا۔

..__________________________..

"اس لڑکے کا دماغ چل گیا ہے، سنا آپ نے ماہ کہ یہ کیا تقاضا کر رہا ہے۔ جیل سے چھوٹ کر آیا ہے اور بنا منہ ہاتھ دھوئے سیدھا ہماری دھڑکنیں بڑھانے کے پیچھے پڑ گیا ہے"

لنچ لگنے میں وقت تھا اور امل باہر المیرا آنٹی اور مان ہی کہ ساتھ بیٹھی ادھر ادھر کی باتیں کر رہی تھی اور اندر روم میں وہ جنگلی وحشی مسٹر منہ پھاڑ کر اپنی پسوڑی بیاں کیے عارض سکندر اور ماہ جبین دونوں کو ورطہ حیرت میں ڈبو چکے تھے۔

"کیا بابا! ابھی فریش ہو کر آیا ہوں۔ اب آپ لوگ ہاں کریں تو یہ جنگلی خلیہ درست کر کے تسلی سے اپنی ہاٹ سی سیٹنگ وڈینگ کروں گا۔ رہی بات میرے تقاضے کی تو افریقہ کے جنگل میں جینگالالہ کیے کنسرٹ کرنے کا نہیں کہا، بس یہ کہا کہ مجھے شرافت سے میری امل دے دیں اور آج یا کل میں ہی"

وائیٹ شرٹ اور بلیک پینٹ پہنے وہ بالوں اور بڑی بیرڈ کی جانب اشارہ کیے اس سکون سے یہ بم پھوڑتا بولا کہ ماحول پر اک لمحے گھمبیر سناٹا چھا گیا اور اس بے لگام گھوڑے کی لگام بھی ان دو سہمے ماں باپ کو دیکھائی دینے سے قاصر تھی کہ پکڑ پاتے۔

"لیں سنیں اسکی، اس سے اچھا وہاں جا کر یہی خرافاتی کرتب کر لو تم۔ امل نہ ہو گئی ٹافی ہو گئی جو ابھی تمہاری دیدہ دلیری کے انعام پر تمہاری پاکٹ میں ڈال دی جائے۔ اس نے سن لیا ناں تو کھڑے کھڑے تم پر بارودی حملہ کر دے گی۔ جلال پاشا کی بیٹی ہے اسے ہلکا نہ لینا"

عارض صاحب کو تو ہول اٹھ رہے تھے پھر بھی وہ اسے شرم دلاتے ہوئے لتاڑ بھی رہے تھے البتہ ماہ جبین اب دبی دبی مسکراہٹ کے سنگ باپ بیٹے کی یہ مکالمہ بازی سنے دونوں پر نگاہیں جمائے دیکھنے میں محو تھیں۔

جبکہ بارودی حملے کی دھمکی پر بھی عبداللہ عارض سکندر کو خوف نہ میسر آیا۔

"یار آپ دو کو مجھ پر ترس نہیں آتا، ایک ان مبین میاں کو دیکھو! ایک تو مجھے بھی چار ماہ کے انتظار کی سولی پر لٹکا گئے اور خود کس چالاکی سے اپنی والی کو پاس بلا لیا۔ مجھے نہیں پتا، مجھے بھی امل دیں ورنہ دھرنہ دے دوں گا"

اس بندے کے تو آج انداز ہی جارحانہ اور شکائتی سے تھے اور جس طرح وہ مبین کی چالاکی پر روشنی ڈال چکا تھا اس پر دونوں نفوس دبے دبے مسکراتے دیکھائی دیے جس پر عبداللہ مزید چڑ کر صوفے پر نڑوٹھے پن سے جا بیٹھا۔

"عبداللہ! ہماری بے تاب جان۔ یوں اچانک کیسے ہم آپکو امل دے دیں ۔۔۔ خود سوچیں کہ نکاح کی کتنی ساری تیاریاں ہوتیں۔ جلال پاشا اور مناحل کو پھر سے آنا پڑے گا۔ اور آپ کیسے مبین کے بنا اپنی زندگی کا یہ فیصلہ کریں گے"

اپنے سورج میاں کی چپ اور روٹھی شکل دیکھ کر ماہ جبین اٹھ کر ساڑھی کا پلو اپنے گرد سمیٹ کر اسکے پاس ہی بیٹھے سمجھاتی بولیں مگر وہ ہٹ دھرمی سے ناں کی گردان کیے انکاری ہوا۔

"مبین میاں کی فکر ہے سبکو، میں تو سوتیلا ہوں ناں بھئی میرے ارمان گئے پانی بھرنے۔ وہ وہاں مزے میں ہیں یار، اپنی ساسوماں اور سسر کے پیر چھو کر اچھے اور سگھڑ داماد کے گر دیکھانے میں بزی، انکو کہاں میں مسکین اور میری تڑپ یاد آئے گی۔ آپ دو بھی مجھے نہیں سمجھ رہے۔ اور وہ امل یونہی مجھ سے دور ہو جائے گی۔ اگر پھر سے کوئی نیا حادثہ ہو گیا اور میں نے اسے کھو دیا تو جی نہیں پاوں گا یار"

اس بار عبداللہ کے لہجے کی بے بسی بھانپ کر وہ دونوں بھی شرارت زائل کیے متفکر ہو کر اک دوجے کی سمت دیکھنے لگے پھر ماہ جبین نے عبداللہ کا موڑا چہرہ اپنی سمت پھیرے اسکی اداس سی صورت افسردہ سی مسکراہٹ کے سنگ دیکھی۔

"اتنی محبت کرتے ہیں امل سے ؟"

ماہ جبین کی آواز جذب سے ماند پڑی تو عبداللہ بھی رخ موڑے انکا ہاتھ جکڑ کر بیٹھا۔

اک نظر بابا کے چہرے پر ڈالی۔

"بہت زیادہ محبت، ویسے بھی مجھے کونسی مجبوری ہے کہ اب دور رہوں اس سے، مجھ پر لگے الزامات دھل چکے ہیں۔ وہ بھی میری اہمیت کی قائل ہو چکی ہے تو آپ مجھے کیوں نہیں امل دے رہے یار۔۔۔ میں اسکے بنا نہیں رہ سکتا بس۔۔۔ منگنی ونگنی نہیں اچھی، مجھے اسکا ہاتھ پکڑنے والا حق چاہیے"

وہ تو اک ضدی بچہ بنا اپنی خواہش پوری کرنے کے در پر اتر آیا تھا اور اسکے اس انوکھے جواب پر عارض اور ماہ جبین بھی اس باولے کی بے خودی پر شرارت کے سنگ ہنس پڑے۔

"یہ دونوں سپوت، محبت اور عاشقی میں میرے بھی استاد نکل آئے ماہ، آپ کہتی تھیں عارض سکندر اس دنیا کا سب سے بڑا دیوانہ ہے۔ لیں دیکھ لیں اپنی عشق میں گوڈے گوڈے ڈوبی اولاد"

عبداللہ کی فیلنگز کو انڈر اسٹیمٹ کرتے عارض صاحب کمال بے حسی سے بچارے عبداللہ کا دل جلاتا ہنس کر وہاں سے جا چکے تھے اور وہ منہ پھلا کر ماہ جبین کی طرف دیکھ رہا تھا جو آگے سے فدا ہوتیں اپنے اس پیارے اور دیوانے بچے کی گال چومے ہنس پڑیں۔

جبکہ جناب سمجھ نہ سکے کہ اتنے واویلے اور ایموشنل بلیک میلنگ کے بعد اسکی دال گلی یا نہیں۔

"بولیں ناں ماں؟ امل دے رہی ہیں ناں مجھے؟"

وہ بے کل ہوئے پوچھ رہا تھا اور عبداللہ کی اس حالت زار پر ماہ جبین کو پیار آرہا تھا۔

"امل کو منالیں، ہمیں کوئی اعتراض نہیں۔ کل شام ہی آپ دو کا عقد کر دیتے ہیں۔ پھر آپ جانیں اور آپکی امل۔۔۔ لیکن ان سے پوچھتے وقت سیکورٹی کے لیے ہیلمٹ ضرور پہن لیجئے گا کیونکہ وہ جلال بھائی کی طوفانی صاحبزادی ہیں۔۔۔۔"

ماہ جبین کو بھی شرارت سوجھ رہی تھی لیکن وہ بنابرا منائے اس اجازت پر لاڈو بنا ماہ جبین کو اپنی چٹانی بازووں کے حصار میں بھر گیا، ویسا ہی پیار کیا جیسا ماں نے کچھ دیر پہلے بچے کو سونپا تھا۔

"ہاہا اسے کرنٹ لگانے کا کل عین ٹائم پر جو سواد آئے گا ناں، آئے ہائے۔۔۔ میں ابھی جلال انکل اور مناحل آنٹی سے اجازت لے کر آتا ہوں اور یہ پھلجھڑی زرا مبین صاحب کو بھی سنالوں تب تک آپ لنچ لگوائیں۔ اور سنیں ماں! مان اور ماہ نور کو اس کام پر لگائیں کہ وہ امل کو آج رات یہیں روکنے پر قائل کرلیں۔۔۔ کل تو وہ اہم اہم ویسے بھی جان جگر بن جائے گی ہماری"

فوراً سے بیشتر آفت کا گولہ اپنی بھیانک منصوبہ بندی گوش گزار کرتا، ماہ جبین کو ہنستا چھوڑے کمرے سے نکل چکا تھا جبکہ ہنستیں ہنستیں ماہ جبین آخر تک اک رشک میں مبتلا بھی محسوس ہوئیں۔

..________________________..

"کوئی حال نہیں تمہارا، ایسی بھی کیا جلدی تھی بے شرم۔۔۔ تمہیں ناں دو لاتیں پڑیں گی امل کی تبھی پٹڑی پر واپس آوگے بچو"

لنچ پیک کروائے وہ گھر ہی کی طرف گامزن تھا جب عبداللہ صاحب کے انکشاف پر الٹا اسکی درگت بنانے لگا جبکہ اسے تو جیت کی خماری میں بے عزتی بھی آج تعریف لگ رہی تھی۔

"بس رہنے دیں مبین میاں! میرا منہ نہ کھلوائیں۔ خود بھی تو نیلم آپا کو پاس بلا لیا۔ میسنے پاجی ساڈھے تے ہتھ ہولا رکھو۔۔۔"

جان بوجھ کر منہ بنائے جتاتا وہ مبین کو بھی ہنسنے پر مجبور کر گیا تھا۔

"کھوتا کہیں کا، بڑا بھائی ہوں تھوڑی تو شرم کر لو۔ ویسے بھی ہمارا معاملہ کافی الگ ہے"

مبین کے معصومیت سے صفائی دینی چاہی مگر عبداللہ کا چھت پھاڑ قہقہہ گونج کر معصوم سے جناب کو گڑبڑا گیا۔

"ہاہا عشق کے سارے معاملے ایک سے ہیں مبین میاں!۔۔۔ ویسے بھائی یار مزاق ایک طرف مگر میں آپکو بہت مس کروں گا سچی لیکن آپ فکر مت کریں۔ آپکے آنے کے بعد ہم ایک بار پھر شادی کر لیں گے ٹھیک ہے ناں"

شروع میں ہنستا ہوا وہ آخر تک خاصے شرارت بھرے لہجے میں بتاتا ہوا اچھیلا جبکہ مبین اس بندے کی بے تابیوں پر ابھی تک ہلکان سا تھا۔

"ٹھیک ہے ہادی کا پرسنلی شکریہ ادا کرنا مت بھولنا، اور جس طرح اس نے تمہاری حفاظت کی ہے، میرے آنے تک اسکے محافظ تم ہو۔ نظر رکھنا خاص کر ان پانچ چھ دنوں تک۔۔۔۔ سمجھ گئے ہو ناں"

اس بار مبین کی تاکید پر عبداللہ بھی سنجیدہ ہوا تھا۔

"جو حکم سرکاراں، میں اپنی پوری کوشش کروں گا کہ نظر رکھ سکوں۔ اور آپکو یہاں کی ٹنشن لینے کے بجائے اپنی نیلم پر دھیان دینا
چاہیے۔۔۔۔ چلیں پھر کل آپکو لائیو کورتج دیکھاتا ہوں آگ اور پانی کے ملاپ کی۔۔۔ہاہا۔۔۔ سی یو"

اسی چونچال پن کے سنگ وہ مبین کو جواب دے کر خفت میں مبتلا چھوڑے کال بند کر چکا تھا اور مبین میاں اس بندر کی حرکتوں پر بس مسکرا ہی سکے۔

گھر پہنچا تو فیاض صاحب بھی ہلکی پھلکی تھکن اتار کر تازہ دم ہو چکے تھے اور مہک صاحبہ اور نیلم بھی کپڑے بدل کر تازہ دم ہو گئی تھیں۔

نیلم نے ہی کھانا کچن کے منی ڈائنگ ٹیبل پر لگایا اور سب نے رغبت سے پیٹ پوجا کی۔

اسکے بعد مبین کو جانا تھا تبھی وہ کام کا کہہ کر نکل گیا جبکہ وہ تینوں بھی اپنی رہی سہی تھکن اتارنے کے لیے سونے کا اردہ باندھتے دیکھائی دیے۔

جبکہ عبداللہ کی یہ مانگ سن کر مناحل اور جلال اپنے بیچ کی ناراضگی بھول کر اس اچانک ملتی عجیب سی خوشی پر سمجھ نہ سکے کہ اپنے جذبات کا اظہار کیسے کریں۔

پھر عبداللہ عارض سکندر کا ٹیلنٹ ہی اتنا تھا کہ اسکی اس خواہش پر نہ تو مناحل نے اعتراض کیا نہ جلال پاشا نے بلکہ وہ دونوں امل کے لیے ایسی اچانک ملتی خوشی سے اپنی بیٹی کے مزاج میں بہتری کی امید باندھ چکے تھے۔

..______________________..

" چلیں پھر یہ معاملہ نمٹ گیا، میں زرا گھر شکل دیکھا آوں۔۔۔ لیکن آپ سوچیے گا ضرور میری باتوں پر۔ رابعہ وحدی آخری سماعت کے بعد یہاں سے کہاں جائے گی؟ اسکا سہارہ بن جائیں۔ ہمدردی نہیں بلکہ اس لڑکی سے

محبت کا ارادہ باندھ کر اسکی طرف بڑھیں۔ چار دن کی زندگی ہے یار، آپکی تو دو دن کی رہ گئی ہو گی۔۔۔۔۔"

ساتھ کھانا کھانے کے بعد ہادی سکندر اپنے جانے کی اطلاع کے ساتھ ساتھ اپنے ازلی آگ لگاتے انداز میں چھیڑنا نہ بھولا تھا پھر اسکی دوستانہ تجویزات سن کر وہ اتھرا ساتھا نیدار آج بڑے ٹھہرے ہوئے سمندر کا روپ دھارے پراسرار سا خاموش تھا۔

ہادی کے عمر پر چوٹ کر کے چھیڑنے پر بھی اس نے برا نہ منایا تو اسے تشویش نے گھیرا۔

"دو دن کی زندگی جس میں ایک دن ہادی سکندر کی جلی کٹی، ٹھنڈی جگتیں سن سن کر کٹ جائے گا اور دوسرا اپنے پچھتاوے کی بھینٹ چڑھ جائے گا"

سالار خان پھاڑ کھانے والے انداز میں مخاطب ہوا جس پر بے ساختہ ہادی کے دانت نکلے لیکن اس بندے کی تگڑی گھوری پر بتیسی داب لی گئی۔

"کونسا پچھتاوا خان صاحب"

ہادی کو الجھن سی ہوئی۔ جس پر سالار خان نے اسے سرد آنکھوں سے گھورا۔

"میں نے اس کے ساتھ برا رویہ رکھا، اب وہ مجھے دیکھنے کی بھی روادار نہیں۔ اور اسکی خوداری بہت تگڑی ہے ہادی سکندر، مر جائے گی لیکن مجھ سے سفاک کا بڑھا ہاتھ نہیں تھامے گی"

سالار خان کو خوامخواہ کا وہم کچو کے لگا تا جا رہا تھا اور ہادی کو اس بندے کی عقل پر شبہ گزرا۔

"خود ہی مفروضے قائم کر لیے ہیں آپ نے تو کھے اثر ہو گا آہوں میں، بھئی اپنے اچھے رویے سے ہی آپ برے برتاو کا توڑ کریں۔ اب کیا ہر بات آپکو میں بتاوں۔ اچھے بھلے سمجھدار آدمی ہیں۔ جا کر پہلا قدم اٹھائیں۔ اسے کھانا

کھلا کر آئیں، کب سے بھوکی پیاسی سوگ میں بیٹھی ہے۔ یہ نہ ہو گواہی دینے سے پہلے ہی لڑھک جائے"

اس ذہین وفطین آفیسر کی عقل پر ماتم کرتا وہ دل کے پھپھولے پھوڑتا جانے کے لیے اٹھ کھڑا ہوا تو سالار خان نے حراساں سی صورت لیے آنکھیں اٹھائے ہادی کی جانب اگلے پل غضبناک ہوئے دیکھا۔

"نہایت ہی سنگدل آدمی ہو تم ہادی سکندر، پتا بھی ہے کہ سالار خان کے دل کے ساتھ کیا واردات ہوئی پھر بھی اسکے لڑھک جانے کی بات کر دی۔
دفعان ہو جایئے پلیز ورنہ آپ میرے منہ سے کچھ سن لیں گے"

سر تا پیر تلملاتا ہوا وہ دانت نکوس کر غرایا جبکہ ہادی کا قہقہہ بچارے سالار خان کا تب تک پیچھا کرتا رہا جب تک وہ تھانے سے باہر نہ نکل گیا۔

"چل سالار خان، ہمت کر لے۔۔۔ ابھی بھی دل اس لڑکی کا سامنا کرنے کے لیے مضبوط نہ کیا تو ساری عمر دل کے اجڑنے کا ماتم منانا پڑے گا تجھے"

آخر ہمت جتائے وہ اپنے اہل کار کو کھانا لانے کا اشارہ کیے اس سخت صبر آزما مسافت کی سمت چل ہی پڑا۔

..________________________..

ہادی کے سیدھا گھر جانے کے باعث المیرا اور ماہ کو بھی شام تک اجازت لیے جانا پڑا مگر عبداللہ نے اسے جاتے جاتے نکاح کا بتا کر باقاعدہ ناچ اٹھنے پر مجبور کر دیا تھا اور وہ صبح صبح واپس ٹپک پڑنے کا پرامس کرتی المیرا کے ساتھ گھر چلی گئی جبکہ عبداللہ صاحب کا مشن، ماہ جبین نے مان کو دیا جسے اس ہونہار نے نہ صرف پورا کیا بلکہ بہت سہولت سے امل کو رک جانے پر مجبور کر دیا۔

"مجھے بہت عجیب لگ رہا ہے یہاں رک کر، مطلب کوئی تُک نہیں بنتی تھی۔ آپکی وجہ سے رکی سچی کیونکہ آپ مجھے اچھی لگتی ہیں"

نیلم سے اسکا مسلسل رابطہ تھا مگر اس وقت وہ شام کے پہر مان کے ساتھ لان میں ٹہل رہی تھی، عارض ولا کی سجاوٹ تو پہلے ہی ہوئی تھی لہذا زیادہ تیاری کی ضرورت ہی نہ تھی االبتہ امل کو اپنے رک جانے پر عجیب سی بے چینی ہوئی جسکا اس نے مان سے اظہار بھی کیا۔

"یہ تو میرے لیے اعزاز ہے کہ تم مجھے پسند کرتی ہو، اور عجیب کیوں بھئی۔ یہ تمہارا ہی گھر ہے۔ بس میرا دل چاہا تو میں نے تمہیں رکنے کے لیے کہہ دیا۔ ماہ جبین تائی جانو تو عارض تایا جان کے ساتھ میٹنگ میں چلی گئیں یونو کہ آجکل بزنس کا سارا ورک ان دو پر ہے مبین کی غیر خاضری کے باعث، لیٹ آئیں گے۔ عبداللہ بھی گھر نہیں ہے۔ میں اکیلی بور ہی ہوتی، اچھا ہے تمہیں روک لیا۔ ہم خوب ساری باتیں کریں گے"

مان اپنے میٹھے اور نرم لہجے سے وضاحت دیے امل کی کافی حد تک بے چینی دور کر چکی تھی مگر امل کے کان تو عبداللہ کے غائب ہونے پر کھڑے ہوئے۔

وہ باولا بندر، امل کا اس کے گھر آجانے اور رکنے کے باوجود منظر سے اوجھل کیوں تھا؟ بھئی جناب کل کے لیے دبنگ تیاری جو کر رہے تھے۔

اپنی تیاری کے ساتھ ساتھ ایک اور بڑا دھماکہ تک جناب نے پوری ہوشیاری سے پلین کر رکھا تھا۔

"وہ کہاں ہے؟"

امل نے بے اختیار ہی تجسس کے تحت پوچھا جبکہ مان نے بمشکل اپنی رشک آمیز مسکراہٹ دبائی، کل ان دو کے نکاح کا سبکو پتا تھا سوائے معصوم سی امل کے۔

"اتنے دن سے مسٹر ڈیول قید تھے سو رہائی ملتے ہی نکل گئے اڑان بھر کر، اپنے دوستوں کے ساتھ ہی ہو گا۔ ایکچولی ویلوٹ سٹاف نے بھی عبداللہ کے لیے رات پارٹی رکھی ہے، مسٹر شمیم مرزا عبداللہ کو بہت پسند کرتے ہیں۔ سو آج وہ آزاد پنچھی وہیں رہے گا۔ سو تم ریلکس رہو"

مان اسکے تجسس کا بھرپور جواب دیے خود تو مسکرائی مگر امل عجیب سے اگنور ہونے کے احساس سے دکھی سی ہو گئی۔

اسے عبداللہ کے اپنے گرد منڈلانے کی توقع تھی مگر وہ تو اسے بنا کوئی لفٹ کرائے اپنی چمکتی دنیا میں کھو گیا تھا۔

یہ پہلی بار تھا کہ امل کو عبداللہ کا آس پاس نہ ہونا برا لگا۔

"اچھا ہے، آس پاس ہوتا تو مجھے الجھن ہوتی۔ پورا نمونہ ہے"

یہ شاید محترمہ نے خود کو باور کروایا، مان نے ہنستی آنکھوں سے امل کی افسردگی بھانپی۔

"خیر یہ چھوڑیں، مسٹر شاہ ویر کے متعلق آپ بھی سنجیدہ ہیں یا محبت کی ابھی صرف وہیں آگ دہکی ہے؟"

خود ہی اپنی بات بدلے وہ جس عجیب سلگتے انداز سے رخ موڑ کر مان کو دیکھ کر بولی، خود مان لمحہ بھر حیرت زدہ ہوئی۔

"محبت؟"

مان کو یہ لفظ اور امل کا انداز دونوں سن کر عجیب سا لگا۔

جبکہ امل اپنے لہجے کی سرد مہری کا اندازہ کیے فوری چہرے پر زبردستی کی مسکراہٹ لے آئی۔

"سوری، ایکچولی ان مسٹر سے تھوڑے دور کے مراسم ہیں میرے سو تلخی فطری ہے۔ لیکن آپ کے لیے میں نہایت سنجیدہ ہوں"

امل نے اپنے سخت لہجے کی وضاحت فوری دی جس پر مان کی حیرت، اب اداسی میں بدلی۔

"لیکن وہ تو تمہارے کزن ہیں ناں، مجھے تو لگا تمہاری ان سے بھی نیلم جیسی دوستی ہو گی"

ماں اپنا اندازہ اس درجہ غلط ثابت ہونے پر بے قرار تھی تو امل بھی ہنسی میں یہ سب اڑاتے اچھے سے ماں کی اداسی اور فکر دیکھے مسکرائی۔

"میری ان سے کسی بھی طرح کی کوئی دوستی نہیں، میرے ساتھ وہ ہمیشہ سے خاصے کھڑوس اور اکڑو رہے ہیں۔ لیکن وہ آپکے ساتھ یقینا بہت شائستہ اور خوش اخلاق ہوں گے کیونکہ آپ انکی محبت جو بن گئی ہیں"

امل ایک کے بعد ایک جھٹکا دیے ماں کو حیرتوں کے سمندر میں جھونک رہی تھی جبکہ امل کی ساری باتیں ماں کو بہت کچھ بتا بھی چکی تھیں تبھی تو وہ تشویش میں دیکھائی دی۔

اسے سمجھ نہ آیا امل کیا کہہ رہی ہے۔

"میں انکی محبت نہیں ہاں پسند ضرور ہوں، لیکن تمہارے ساتھ وہ ایسے کیوں ہیں امل ؟ مجھے برا لگا کہ اتنی پیاری امل کے ساتھ انہوں نے ایسا برا رویہ رکھا۔ اس پر الگ سے انکی کلاس لوں گی تم دیکھنا"

مان یکدم ہی امل کو اپنی بہن اور حمایتی ہی لگی پھر جیسے مان نے اترا کر شاہ ویر کی پسند ہونے کا بتایا، وہ لمحہ امل کے اندر تک چبھا لیکن وہ اسکی سخت خاموشی سے مسکراتی ہوئی پی گئی۔

"ارے نہیں بس میرے کھڑوس بابا کی وجہ سے، انھیں میں بھی کھڑوس لگتی تھی سو وہ ویسا ہی پیش آتے تھے۔ یعنی آپ ان سے محبت کے سنگ پیش آئیں تو آپکو محبت ہی بدلے میں ملی، بائے داوے مجھے بہت خوشی ہوئی یہ جان کر کہ آپ دو کے بیچ پسندیدگی کا تعلق بن چکا ہے"

امل نے اپنا رویہ اور انداز بے لچک کیے اس بار اپنی خوشی کا بھرپور اظہار کیے مان کا کندھا سہلایا تھا جبکہ امل کے اس ٹاپک کو ٹالنے پر مان نے بھی اسے مزید نہ کریدا۔

"چلو میں کافی بنا کر لاتی پھر ہم کوئی اچھی سی مووی دیکھتے ہیں"

امل کو خاموش دیکھ کر خود ہی مان نے تجویز دیے کہا اور امل کے رسان سے سر ہلانے پر وہ اسے آنے کا کہے اندرونی سمت بڑھ گئی جبکہ امل نے گہرا سانس کھینچے ہاتھ میں پکڑے فون پر آتے نیلم کے میسج کو دیکھا اور وہیں لان میں لگی کرسی سنبھالے بیٹھی۔

"میری چھٹی حس کہہ رہی ہے کہ کچھ گڑبڑ ہے نیلم، یہاں کی فضا مجھے عجیب مشکوک سی لگ رہی ہے"

اپنے دل کا خدشہ میسج میں لکھ کر ارسال کرتی وہ مشکوک نگاہوں سے ادھر ادھر دیکھ رہی تھی جبکہ اماں کے ساتھ ہی ستانے کے لیے فی الحال لیٹی نیلم میسج پڑھ کر دبے دبے تبسم کے سنگ جواب لکھ رہی تھی۔

"اپنے سسرال جو بیٹھی ہو، ایسا تو ہو گا۔ عبداللہ بھائی کہاں ہیں؟ اور کیا چل رہا وہاں"

نیلم کا میسج فوراً سے کھول کر پڑھتی وہ پھر سے افسردہ ہوئی۔

"وہی تو، مجھے یہاں چھوڑے خود پتا نہیں کہاں دفعان ہو گیا وہ باولا۔ بس بھڑکیں مارتا ہے۔ ہوتا اس سے کچھ نہیں۔ باقی مان سے تمہارے کھڑوس لالہ کی باتیں کر رہی تھی ابھی وہ کافی بنانے گئیں۔ دونوں کے بیچ اتنی جلدی سمتھنگ والا معاملہ بھی ہو گیا۔ ویسے مسٹر شاہ ویر صاحب خاصے فاسٹ نکلے۔۔۔ تم بتاو کوئی قریبی ملاقات ہوئی یا ابھی تک دونوں دور دور سے ہی اک دوسرے کو صبر بھری نگاہوں سے سیک اور دیکھ رہے ہو؟"

عبداللہ کے بارے کوفت زدہ اور بڑے بڑے منہ والے ایموجیز کے سنگ بتائے وہ آخری جملہ ٹائپ کرتی شرارت سے مسکرائی جبکہ نیلم نے من ہی من میں شرمیلا سا مسکرا کر اپنے دل کی دھڑکن سن کر دم سادھا اور جواب لکھنے لگی۔

"امل تم واقعی پٹو گی میرے ہاتھ سے بتا رہی، ابھی اماں پاس سوئی نہ ہوتیں تو میں تمہیں ڈانٹتی کال کر کے۔ ویسے وہ ہمیں مزے دار سا لنچ کروا کے کام پر نکل گئے تھے۔ بابا اور اماں تو مزے سے نیندیں پوری کر رہے جبکہ میرا تو دل بری طرح دھڑک رہا۔ رات کا سوچ سوچ کر۔۔۔۔ بس تم سمجھ جاو"

شرمیلے ایموجیز کے سنگ اپنا پیغام لکھ کر بھیجتی وہ عارضوں پر اترے گلال سے حسین لگی جبکہ امل صاحبہ اکیلے بیٹھ کر کتنی ہی دیر ہنستی چلی گئی۔

"ہاہا اوپس۔ رات۔۔۔۔ او ایم جی۔۔۔۔ تم دونوں ایک ہی روم شئیر کرنا اوکے یا سنو کہیں باہر ڈیٹ پر نکل جانا۔ کچھ ہو نہ ہو یار باتیں تو ہو ہی جائیں گی کھل

کر۔ اور تم اسی بیچ اپنے پیار کا اظہار کر دینا اور وہ سکیچ بھی لگے ہاتھوں دیکھا کر انھیں امپریس کرنا ٹھیک ہے ناں"

ہو گئی تھیں امل میڈم کی دل دہلاتی تجویزیں شروع جبکہ نیلم کی مسکراہٹ اس جھلی کی باتیں پڑھ کر گہری سے گہری ہو گئی وہیں مان کافی بناتی امل کے کہے لفظوں سے ہی الجھی اور پریشان تھی۔

پھر کچھ سوچ کر اپنا ریک سے فون اٹھا کر شاہ کا نمبر ڈائل کیے کان سے لگا گئی۔

وہ جو صبح سے اب تک گدھے گھوڑے بیچ کر آرام کرنے میں مگن تھا، فون کی چنکارتی ٹون پر کسمسایا، بازو میں شدت سے اٹھتے درد پر کراہ اٹھا پھر زخمی بازو کی یاد آتے ہی احتیاط برتتے ہوئے سائیڈ میز پر تھرتھراہٹ میں لپٹے فون تک ہاتھ بڑھایا اور مندی مندی آنکھیں پھیلا کر کھولے مان کا نام دیکھتے ہی کال پک کی۔

"کیسے ہیں شاہ؟طبعیت بہتر ہوئی؟میں نے لنچ بھجوایا تھا آپ کے منع کرنے کے باوجود۔کچھ کھایایا خودداری میں لپٹ کر خود کو بھوکا رکھے ہوئے ہیں اب تک؟"

فون لگتے ہی ماں کی فکروں کا سلسلہ ایسا شروع ہوا کہ شاہ ویر تھکی سی مسکراہٹ دیے کمر بیڈ کی پشت سے ٹیکے سیدھا ہوئے بیٹھا۔

"بالکل ٹھیک ہوں، بس میڈیسن کی غنودگی چھائی ہے۔رات اچھے سے آرام کروں گا تو صبح تک شاہ ویر ملک چھلانگیں مارتا دیکھائی دے گا سو فکر مند نہ ہوں باقی اماں اور نیلم فریج کھانوں سے بھر کر گئی تھیں لیکن میں نے آپکا بھجوایا لنچ ہی کیا ہے اب خوش ہو جائیں"

تفصیلی جواب دیے وہ ماں کی فکر ہٹائے بولا جبکہ ماں کا دل چاہا وہ امل کے بارے شاہ سے پوچھے مگر نا جانے کیوں اسے مناسب نہ لگا تبھی ٹال گئی۔

اسے اپنا خیال رکھنے کی چند مزید ہدایات سونپے، کال بند کرتی، اپنا منتشر دماغ بحال کیے مزیدار سی دو کپ کافی لے کر کچن سے باہر نکل گئ۔

جبکہ شاہ صاحب نے بھی بستر کو واپس پکڑے دوبارہ سونے کی تیاری پکڑی۔

..________________________..

"مجھے کچھ نہیں کھانا، ویسے بھی مجھے بھوک نہیں ہے۔ آپ پلیز نہ کسی کے ہاتھ کھانا بھیجیں نہ دوبارہ خود آنے کی زحمت کیجئے گا"

اپنی درد کرتی سوجھی آنکھیں سختی سے میچتی وہ ٹوٹے مگر سخت لہجے میں سالار خان کی جانب سے منہ موڑے بولی تھی اور سالار خان بنا اسکے انکار کو رتی برابر اہمیت دیے اہل کار کو کھانے کی ٹرے میز پر رکھنے کا اشارہ کرتا باہر بھیج چکا تھا اور خود وہ ایک بار پھر رابعہ وحدی کے ساتھ ہی ٹھنڈے فرش پر جا بیٹھا اور کمر دیوار سے جوڑ لی۔

اس کے یوں قریب آ کر بیٹھنے پر رابعہ دبک کر دیوار کے ساتھ جا جڑی، اور اسکا یہ روٹھا اور ٹوٹا انداز سالار خان پر بہت کچھ واضع کر چکا تھا۔

"تم خود کو ٹارچر کر رہی ہو رابعہ وحدی، اور اپنے جسم کو تکلیف دینا ایک گناہ ہے۔ تمہاری رنجش مجھ سے اور میرے رویے سے ہو گی لیکن رزق سے نہیں ہونی چاہیے۔ کچھ کھالو"

سادہ مگر زور دیتا انداز لیے وہ بنا رابعہ کو دیکھے بولا تھا جو پتھر کی مورتی بنی بیٹھی تھی۔

"مجھے آپ سے بھی کوئی رنجش نہیں، نہ آپکے رویے سے۔ مجھ جیسوں کے ساتھ ایسا ہی سلوک ہونا چاہیے۔ اگر آپ کو میرا یہاں ہونا پریشان کر رہا ہے تو مجھے جانے دیں۔ میں کورٹ میں گواہی دینے کے لیے وقت پر پہنچ جاوں گی۔ ویسے بھی میں مزید یہاں نہیں رہ سکتی میری مجبوری ہے، کہیں ایسا نہ ہو میں یہیں مر جاوں اور آپ اور آپکا محکمہ ایک اہم گواہ سے ہاتھ دھو بیٹھے"

وہ اپنے اندر کا تلخ زہر نکالتی سفاکی سے بولی تھی جبکہ ایسے الفاظ اور ستم ناک انداز پر، سالار خان کے ماتھے کی رگیں پھول گئیں۔

"میں تمہیں نہیں جانے دوں گا یہ بات اپنے دماغ میں بیٹھالو، جو چاہیے تم فی میل کانسٹیبل کو کہہ سکتی ہو۔ ویسے بھی تمہیں جیل میں نہیں ڈال رکھا بلکہ ایک پرسکون ماحول دے کر رکھا ہے۔ تمہاری زندگی اتنی سستی نہیں ہے کہ اسکے زیاں پر فقط ایک اہم گواہ کی موت جتنا دکھ ہو گا سالار خان کو"

وہ سخت اور تلخ لہجے میں رعب کے سنگ جو کہہ گیا اس پر رابعہ وحدی بھی موڑا چہرہ واپس کرتی یوں اس شخص کو دیکھنے لگی جیسے اس نے ابھی کچھ غلط سنا ہو۔

اور اس لڑکی کی سرد مہر، خنجر کی مانند دل کے آر پار ہوتی نظریں، سالار خان کو دکھ سا پہنچا رہی تھیں۔

"جن کے دل پتھر ہوں، وہ نہیں دکھا کرتے۔۔۔ بھلا میری موت پر آپکو اور کونسا دکھ ہوگا سالار خان۔ میں تو ویسے بھی اب تک مر ہی چکی ہوتی اگر روحان کی قید میں ہوتی۔۔۔ دراصل میں حقیقت میں زندہ نہیں ہوں۔ میں نے آپ سے کہا تھا مجھے ایسے سیاہ تاریک کمرے میں گھٹ گھٹ کر نہیں مرنا۔ مجھے ملی اللہ کی طرف سے مہلت، آپ کیوں ضبط کر رہے ہیں۔ آپ کو مجھ پر رحم کھانا چاہیے۔ میں تو کوئی مجرم بھی نہیں جو آپ نے مجھ پر روشنی کو کئی دن سے حرام کر رکھا ہے"

وہ یکدم ہی سسکیوں اور کرلاہٹوں کے سنگ رو دی تھی، ان سیاہ دیواروں کو دیکھ کر اسکا دم گھٹ رہا تھا، وہ مرنے سے پہلے روشنی دیکھنے کی حسرت میں تڑپ رہی تھی۔

جبکہ سالار خان زندگی میں اتنا اذیت زدہ پہلے کبھی نہ ہوا تھا جتنا اس لمحے۔

"میں نے صرف تمہیں اس لیے یہاں رکھا تاکہ تم محفوظ رہو رابعہ، یوں رو کر مجھے مجرم مت بناو۔ ٹھیک ہے تم جانا چاہتی ہو تو چلی جاو۔ لیکن اپنے مستقل ٹھکانے کا پتا دے کر جانا۔ میں ابھی بلاول کو کہتا ہوں وہ تمہیں تمہارے گھر چھوڑ آئے۔ ٹھیک ہے"

سالار خان کے اس رحم کھاتے انداز پر رابعہ نے بے یقینی کے سنگ اپنی جلتی آنکھیں رگڑیں اور لڑکھڑاتی ہوئی دیوار کا سہارا لیے اٹھ کھڑی ہوئی، سالار نے بھی اٹھ کر رابعہ وحدی کے روبرو کھڑے ہوئے اسکا زندھا چہرہ افسردگی سے دیکھا۔

"میں آپکا یہ احسان نہیں بھولوں گی سالار خان، میں گواہی دینے آجاوں گی لیکن آپکو اپنا پتا نہیں دینا چاہتی"

وہ مضبوط قدموں اور سپاٹ چہرے کے سنگ کہہ کر اس سے پہلے آگے بڑھتی، سالار خان نے اسکی راہ میں حائل ہوئے اپنی سیاہ آنکھیں، رابعہ وحدی کی سرخ ہوتی آنکھوں میں گاڑتے دیکھا۔

"یہی رہائی کی شرط ہے رابعہ وحدی"

سالار خان کے لہجے میں حاکمیت تھی اور رابعہ اس کے برعکس خفا اور برہم۔

"جب میں نے کوئی جرم کیا ہی نہیں تو آپ کون ہوتے ہیں میری رہائی یا قید کا فیصلہ کرنے والے؟"

اس لڑکی کے چہرے پر چٹانوں کی سختی تھی جبکہ سالار خان کے پاس کوئی جواب نہ بچا تھا۔

"اور ہاں، گواہی دینے سے پہلے مروں گی نہیں اس لیے بےفکر رہیے گا۔ مجھے بس جانے دیں، میں خود چلی جاوں گی مجھے آپکے کسی آدمی کی رہبری نہیں چاہیے۔ فیصلے تک کسی کی پہچان میں نہیں آوں گی۔ اللہ نگہبان"

اک آخری کرلاتی نگاہ وہ سالار خان کے بھینچے چہرے پر ڈالتی، اسکے سامنے سے نہ صرف ہٹی بلکہ اپنی سیاہ چادر کو نقاب کی صورت چہرے پر ڈالتی وہ اس سیاہ تاریک گوشے کو چھوڑ کر چلی گئی اور سالار خان بکھرتا اور ریزہ ہوتے دیکھائی تو نہ دیا مگر وہ لڑکی اس مضبوط اعصاب والے کو لمحے میں تنکا تنکا بکھیر کر جا چکی تھی، شاید ہمیشہ کے لیے۔

اور سالار خان کے مقدر میں ممکن تھا اب ہاتھ ملنا ہی رہ جاتا۔

..________________________..

"سب انڈر کنٹرول ہے ڈونٹ وری، اور میرے مزاج سے آپ اچھے سے آشنا ہیں المیرا اتب بھی پوچھ رہی ہیں کہ میں عارض والا کیوں نہ گیا، لیو دس یار۔۔۔ آپ بس آزاد ہونے کی تیاری کریں، گن کر پانچ دن۔۔۔۔"

المیرا کے شکوے اور ناراضگی کے جواب میں ہادی کے پاس یہی لفظ تھے جو جہاں المیرا کی ناراضگی کم کر گئے وہیں وہ آخری جملے کی تپش سے جلتی ہوئیں اپنا سر ہادی سکندر کے کندھے پر ٹکا گئیں۔

"مجھے اچھی فیلنگ نہیں آ رہی ہادی، دل گھبرا رہا ہے"

المیرا نے اپنا ڈر کہا تو ہادی نے اسکے گرد پھیلائی بازو جکڑے پر سکون سی سانس بھری۔

"چل کریں المیرا"

وہ اسے پریشان نہ ہونے کا مشورہ تھمائے خود بھی پر سکون نظر آیا۔

ماہ نور اپنے اور ان دونوں کے لیے کافی بنانے ابھی کچن میں گئی تھی مگر ناجانے کیوں سر میں اٹھتی عجیب سی ٹیس پر بمشکل شیلف تھامے لڑکھڑاتی ہوئی اپنا توازن برقرار رکھ سکی، جس پر نازو، اپنے کام چھوڑتی لپک کر ماہ کو پکڑے فکر مند ہوئی۔

ماہ نور کا چہرہ یکدم پیلا پڑ گیا تھا۔

"ماہ باجی آپ ٹھیک ہیں ناں؟"

نازو نے پریشانی کے سنگ ماہ کا زرد چہرہ دیکھے پوچھا تو ماہ نے خود کو نارمل ہوتا محسوس کیے نازو کی جانب رسان سے مسکراتے ہوئے دیکھا جیسے کہہ رہی ہو کہ وہ بالکل ٹھیک ہے۔

"ٹھیک ہوں، ویسے ہی سر گھوم سا گیا۔ پلیز ہادی یا المیرا مما کو مت بتا دینا اب۔ اوکے"

خود کو بہتر محسوس کیے وہ واپس کافی بیٹر سے مگ میں کافی پھیٹتی ہوئی مڑ کر پریشان اور متفکر سی نازو کو ہدایت کیے بولی جو فرمابرداری سے سر ہلائے واپس اپنے کام پر لگ چکی تھی۔

ماہ نے تین مگ کریمی سپیشل کافی کے بنائے اور ٹرے میں رکھ کر لاونج تک آئی تو اماں بچے کے لاڈ تکتی مسکرا دی۔

ماہ کو دیکھ کر ان دونوں نے ایک سی مسکراہٹ دی پھر دونوں نے ماہ کی سپیشل کافی انجوائے کی، ہادی سکندر کی نظریں بار بار ماہ نور کے چہرے کا طواف کر رہی تھیں جبکہ ہادی کی بے خود نظریں کب المیرا کی زیرک نظروں سے اوجھل تھیں جو ماہ اور ہادی کو ایک ساتھ خوش دیکھ کر اپنے سارے کرب فراموش کر دیتی تھیں۔

کچھ دیر تک نازو نے ڈنر بھی لگا دیا، ڈنر بھی تینوں نے ساتھ مل کر کیا پھر المیرا سر درد کا کہے ہادی سکندر کے ساتھ ہی اپنے کمرے میں آگئی، وہ جانتا تھا المیرا کس کس کرب سے گزر رہی ہیں لیکن اسکے پاس کوئی حوصلہ نہ تھا سوائے اپنے ساتھ کے۔

"جب فرعون کی قید سے چھٹکارہ ملے تو خوش ہوتے ہیں المیرا، ہارون سکندر جلد اپنے انجام پر پہنچ جائے گا"

المیرا کو بستر پر بٹھائے وہ اسکی پیشانی چومے بس سلگتے تبسم کے سنگ یہ تاکید کیے فاصلہ بناتا ہوا، کمرے سے نکل گیا جبکہ المیرا کیا بتاتیں کہ انکے دل میں کیسا انجانا خوف اترا ہوا ہے۔

وہیں دوسری جانب ایک بار پھر جیل توڑنے کی کوشش میں آخر کار کامیاب ہوتا ہارون سکندر، رات کا فائدہ اٹھائے تھانے کی پچھلی طرف سے باہر نکل آیا تھا، اسے جیل سے چھوٹنے میں جس نے مدد کی تھی، وہ دراصل ہارون سکندر جیسے گواہ کا خاتمہ چاہتے تھے۔

اور قید کی صعوبتیں سہتا وہ نیم پاگل شخص جیسے ہی ہانپ اور دوڑ کر تھانے سے دور مہیب سناٹے میں ڈوبی روڈ تک آیا، ایک تیز ترین سیاہ گاڑی نے دو سیکنڈ کے اندر اندر ہارون سکندر کے چیتھڑے اڑا دیے۔

اس شخص کے گلے سے بس آخری بار دلخراش چینخ کے سنگ المیرا اور ہادی کا نام نکلا اور دیکھتے ہی دیکھتے سڑک پر خون پھیلتا گیا، پولیس کے اہل کار عجیب سے شور کی آواز سن کر تعاقب کو پیچھے آئے مگر دیر ہو چکی تھی۔

خون میں لت پت ہارون سکندر، اپنے کرموں کا پھل بگھتے، جان کی بازی ہار چکا تھا۔

المیرا جو سونے کی نیت کرتی آنکھیں بند کر رہی تھی، دل میں اٹھتی ٹیس پر دل پر ہاتھ جکڑے اٹھ بیٹھی وہیں اپنے کمرے کی جانب جاتے ہادی سکندر کے قدم، سینے میں بھڑکتے شعلے سے تھمے، اسے لگا جیسے کسی نے اسکے اندر خنجر گاڑا ہو۔

کئی لمحے ہادی سکندر کو اپنے دل میں اٹھتی اس جلن کو برداشت کرنے میں لگ گئے۔

..____________________..

"ہمیں تو پہلے ہی یقین تھا کہ عبداللہ ایسا ہرگز نہیں کر سکتا اور دیکھو سب کیسے سامنے آ گیا، بس پھر ہماری جانب سے نکاح کا ایڈوانس گفٹ سمجھ لو، ایک تو وہاں ہماری نیو پراڈکٹ کی لانچ سرمنی ہے دوسرا تمہارا اور امل کا ہنی مون ہو جائے گا"

بہت نامور اور بڑے بڑے نفوس کے بیچ وہ پروقار اور سلجھی نفیس مورت، اپنے ازلی سحرناک خلیے میں واپس آئے، شمیم مرزا سے ستائش تو بٹور ہی رہا تھا اس سے بڑھ کر یہ یکدم مہربان ہو کر دیا جاتا تحفہ جبراً تھام کر وہ دل ہی دل میں اس ہنی مون جیسی چیز کے بارے اس بارودی میڈم کے ابھرے تاثرات امیجن کرتا مسیبنی مسکراہٹ میں مبتلا تھا جبکہ ہر کوئی آج یہاں عبداللہ عارض سکندر کی جیت کا جشن منانے جمع تھے۔

منور دیلانی تک معززین کی قطار میں بیٹھا دیکھائی دے رہا تھا۔

"ابھی تک تو خود وہ نہیں جانتی اس نکاح عرف شادی کا، ہنی مون کا سن کر تو چیر پھاڑ ڈالے گی"

دانستہ آنکھ چراتا وہ اپنی کولڈ ڈرنک کی سیپ بھرے رسان سے شمیم مرزا کا تحفہ وصول کرتے تب ٹھٹکا جب کسی سرسراتی نظر کی تپش عبداللہ کو خود پر جمی محسوس ہوئی، پہلے تو وہ اپنا وہم سمجھ کر جھٹک گیا مگر پھر سے کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تو وہ شمیم مرزا سے معذرت کرتا پیشہ وارانہ انداز کے سنگ اپنے جیکٹ میں ایک ہاتھ گھسائے وہاں سے اٹھا اور دوسرے ہاتھ سے گلاس تھامے جا کر بیچ راستے میں کھڑا ہوئے ادھر ادھر جانچتی نظروں سے دیکھنے لگا۔

"ضرور یہ ہادی سکندر کے لیے اہم ہے تبھی اس نے اسکی جان اس دیدہ دلیری سے بچائی ہے، ہمیں اس کے ذریعے ہادی سکندر تک اور ہادی سکندر سے رابعہ وحدی تک پہنچنا ہو گا۔ تم اچھے سے اسکی نگرانی کرنا، ہمارے پاس حضرت کو بچانے کا یہ آخری چانس ہے"

مہمانوں ہی کے روپ میں دو مشکوک آدمی، ایک دوسرے سے رازدار نہ ہو کر بولے تھے، ان دو کی ناک کی سیدھ میں عبداللہ کھڑا ارد گرد کا جائزہ لے رہا تھا۔

جبکہ عبداللہ کی چھٹی حس اسے بار بار کسی گڑبڑ کی خبر پہنچا رہی تھی، فون کی ٹون پر عبداللہ کی جاسوسی کا ٹرانس ٹوٹا تو فون پر نمودار ہوتے جان لیوا حوالے پر اس چمکتے دمکتے دیوانے کی آنکھیں خیرہ ہو گئیں۔

وہ جومان کے ساتھ فلم دیکھ کر بور ہو جاتی، اسکے سونے کے بعد باہر لان میں چلی آئی تھی، خود کو اس شوخ کا نمبر ملانے سے روک نہ پائی۔

"مس کر رہی ہو مجھے ؟"

چھوٹتے ہی پھیل کر سوال آیا تو امل نے ناک ٹیڑھا کیے، پیروں سے خوبصورت لان کی گھاس اکھاڑے آگے قدم بڑھایا۔

"اگر کہوں کے ہاں تو"

ناجانے کیوں وہ چاہ کر بھی اپنی بوریئت چھپا نہ سکی، عبد اللہ، مشکوک آدمیوں کی نظر سے ہٹ کر واپس اک طرف چلا آیا جہاں مدھم مدھم رومانوی موسیقی پر سٹاف کے کچھ لوگ رقص کیے عبد اللہ کو بھی آنے کی دعوت دے رہے تھے جو اشارے سے انکو منع کیے رسمی سا مسکرا رہا تھا۔

"کہو پھر بتاتا ہوں اگلی بات"

وہ اس قدر مسرور ہوا کہ غرور میں لپٹا لگا جبکہ امل بھی تھک ہار کر کرسی سنبھالے بیٹھی۔

"مان مووی دیکھتی سو گئیں، عارض انکل اور ماہ آنٹی ابھی تک نہیں لوٹے۔ میں کیا یہاں بیٹھ کر عارض ولا کے مچھر ماروں۔ تم آو اور مجھے میرے گھر ڈراپ کر دو۔ جگہ بدلنے پر ویسے بھی مجھے نیند نہیں آتی"

وہ تھکے تنفس کے زیر و بم کے سنگ بہت اکتائی ہوئی بولی جبکہ عبد اللہ اسکی نیند کا حل لمحے میں سوچتا خمار آلود آنکھوں میں بلا کی شرارت بھر لایا۔

"تم میرے روم میں چلی جاو، شرطیہ نیند آئے گی۔ مجھے کچھ کام ہیں ورنہ تم تو جانتی ہو کہ یہ مکھی کس طرح تم سے یعنی شہد کے چھتے سے جان بوجھ کر دور رہتی۔۔۔ چلو اٹھو میرے روم میں جاو"

وہ اسے اس تسلی سے حل دیتا بولا کہ وہ تھم ہی تو گئی، اسکی بے لوث محبت کے آگے وہ بے بس سی لگی۔

"نہایت گندی تجویز دی ہے، میں کیوں تمہارا بیڈ یوز کروں۔۔۔ امل صرف اپنے بیڈ پر سوتی ہے"

وہ اسکی معصومانہ کراہت اور گریز پر کھل کر جیسے ہنسا، سٹاف کی ساری لڑکیاں تو اس بندے کی ہنسی دیکھ کر ٹھنڈی آہیں بھرتی رہ گئیں۔

"ہاہا امل بی بی، کل تو تم اسی کمرے کی قیدی ہو گی۔۔۔ تمہیں شاکڈ کرنے کے لیے عبداللہ کتنا بے قرار ہے تمہیں اسکی کیا خبر"

من ہی من میں وہ سرشار ہوئے سوچ رہا تھا جبکہ اس بندر کی خاموشی پر امل کا دل بند سا ہوا۔

"اٹھو بھی یار، نہیں ہوتا تمہیں مجھ سے میرے بیڈ پر سونے سے پیار سو ریلکس رہو۔ جاگتی رہو گی کیا الو کی طرح، ان فیوچر بھی تو وہی تمہارا روم بنے گا سو ابھی ٹریلر دیکھ لو"

وہ آخر اس باولے کے اصرار پر اٹھی اور دبے پیروں سے چلتی ہوئی عبداللہ عارض سکندر کے کمرے میں چلی آئی جسکا دروازہ زرا سا دبانے پر ہی کھلا اور آج بھی پہلے کی طرح وہ رنگ برنگی دیواروں پر رینگتی روشنیاں امل کو مسکراہٹ دے گئیں۔

"اب سکون کرو، صبح ملتے ہیں۔ بہت سارے سرپرائزز کے ساتھ"

سماعت میں عبداللہ کی اترتی ذو معنی سرگوشی پر امل نے مسکرا کر آنکھیں موندیں، اور چلتی ہوئی مزید قریب آئی، ہر کونہ خوش آمدیدی مہکار لیے امل کا وجود حصار نے لگا۔

"کیسے سرپرائیز؟"

وہ بے چین ہوئے پوچھ بیٹھی، یہاں اس کمرے سے عبداللہ کی موجودگی چپے چپے سے عیاں ہوئے امل کی بوریئت دور کر چکی تھی۔

"بتادیا تو سرپرائیز تو نہ ہوئے، بائے داوے اب تک جیسے یہ بندہ تمہاری خوشبو پر گزارا کرتا آرہا ہے، آج تم میری خوشبو پر گزارہ کیے میری آخری بار کی غیر موجودگی انجوائے کرو۔ بائے امل، مائی ایوریتھنگ"

جذب کے سنگ آنچ دیتے چاہ سے لبریز لہجے میں کہے عبداللہ نے کال کاٹ دی مگر امل آج چاہ کر بھی خود کو اس حصار سے نکالنے پر قادر نہ رہی، طائرانہ نگاہ چار سو ڈالے مسکرا دی۔

جبکہ عبداللہ نے کال کاٹ کر پھر سے ارد گرد دیکھا لیکن اب اسے کسی مشکوک نظر کا سایہ خود پر محسوس نہ ہوا لیکن اسکی تشویش ہنوز برقرار تھی۔

..________________________..

"بس سیاست سے دور کا ہی تعلق ہے، آپ ایسا سمجھ لیں کہ خالص غیر سیاسی بندہ ہوں"

مبین اور فیاض صاحب ایک ساتھ بیٹھ کر سیاسی خبروں پر تبصرہ کر رہے تھے جبکہ چھوٹے سے کچن میں کھڑی نیلم، ڈنر بنانے میں مہک صاحبہ کی مدد کر رہی تھیں، باہر سے منگوانے کے بجائے مہک صاحبہ نے مبین کو خود کھانا بنانے پر قائل کر لیا تھا تبھی وہ بھی انکی خوشی میں خوش ہوئے مان گیا۔

دونوں سگھڑ خواتین کب سے کچن میں گھسی تھیں اور مزے دار رغبت انگیز اور بھوک بڑھاتی خوشبوئیں پھیلی ہوئی تھیں۔

اور مبین کا خود کو غیر سیاسی کہنا، فیاض صاحب کو حسین مسکراہٹ دے چکا تھا۔

"میں بھی ان حکمرانوں کی منہ ماری دیکھ کر انجوائے کرتا ہوں، اب اس عمر میں یہ ٹی وی بڑا حوصلہ ہے۔ ان لوگوں کے لڑائی جھگڑے دیکھو تو اپنے یاد ہی نہیں رہتے"

متبسم انداز کے سنگ وہ جو کہہ گئے اس پر مبین بھی مسکرایا، پھر فیاض صاحب کے یکدم افسردہ ہونے پر خود بھی سنجیدگی اوڑھے اپنی توجہ فیاض صاحب پر ثبت کی۔

"پریشان کیوں ہو گئے آپ؟"

مبین نے دوستانہ ہوئے پوچھا جس پر فیاض صاحب تلخی سے ہنس دیے۔

"اللہ نے ایک اولاد لی تو تمہاری صورت دوسری لوٹا دی مبین میاں! الویر نے مجھے اور مہک کو بڑے دکھ دیے تھے لیکن ہم نے کبھی اسے برا نہ کہا۔

لیکن اسے اپنی زندگی میں ہم بوڑھوں کی ضرورت نہ رہی، پھر ہم بھی سفید پوش بنے اک طرف ہو گئے۔ شاہ ویر نے اپنی بساط سے بڑھ کر ہمارا خیال رکھا اور اپنی طرف سے ہمارے پھٹے دل بھی سیے لیکن آج ایسا محسوس ہوتا ہے جیسے میرا دوسرا بیٹا تمہاری صورت مجھے مل گیا"

وہ جتنا مبین کو ابھی تک جان پائے تھے، وہ کروڑوں میں ایک روح تھا اور وہ چاہتے تھے اس بچے کی اہمیت بیان کریں۔

مبین انکے یوں دل ہلکا کرنے پر اپنے مضبوط ہاتھوں میں فیاض صاحب کا ہاتھ جکڑے مشکور و ممنون ہونے سے رکنے کا اشارہ کر رہا تھا۔

" آپ مجھے اپنا بیٹا ہی سمجھیں، پھر آپ نے مجھے اپنی فرزندی میں لیا اس پر مبین عارض سکندر آپکا ممنون ہے۔ یہ زندگی کے چھوٹے موٹے تلخ تجربے بھی ضروری ہوتے ہیں، انسانوں کا اصل چہرہ دیکھنے کے لیے بھلے ہمت چاہیے مگر کبھی کبھی پر سکون زندگی گزارنے کے لیے یہ ضروری ہوتا ہے"

وہ امید افزاء لہجہ لیے بہت پر سکون ہوئے بولا جبکہ فیاض صاحب افسردگی بھری مسکراہٹ دیے مبین کا کندھا پدرانہ انداز سے تھپکائے سر ہلا گئے۔

"لگتا ہے دو فلاسفر ساتھ بیٹھ گئے، اب نہیں خیر"

نیلم جو بریانی کو دم لگا رہی تھی، شرارت کے سنک باہر بیٹھے مبین اور بابا کو دیکھتی اماں کو خبر بہم پہنچائے بولی تو مہک صاحبہ بھی کام سے توجہ ہٹائے رخ موڑے باہر دیکھنے لگیں۔

"تم یہ سوچو، کہیں انکی بیٹھک لمبی نہ ہو جائے"

اماں کا چھیڑتا ہوا انداز پہلے تو نیلم کو سمجھ نہ آیا پھر جب وہ بات کا مفہوم سمجھی تو منہ پر اداسی لے آئی۔

"لو گئی بھینس پانی میں۔۔۔۔ ارے ارے یہ مجھے کیا ہو گیا۔ امل کی کمی آج نیلم صاحبہ خود پوری کر رہیں"

محاورہ گولی کی طرح بولے وہ اگلے ہی لمحے دانتوں میں زبان دیتی، خفت سے بڑبڑائی تو مہک ہنس کر واپس کام پر توجہ مرکوز کیے سلاد بنانے لگیں جبکہ نیلم دم دے کر کھڑکی سے جا لگی چھپ چھپ کر مبین کو دیکھنے لگی جو غیر ارادی ہی باورچی کی سمت دیکھ بیٹھا اور پھر کیا تھا کہ دونوں آفت ناک مسکرا دیے، آنکھوں سے کئی اشارے تک ہوئے۔

وہ اسے شاید وقت نکال کر کہیں باہر چلنے کا کہہ رہا تھا اور فیاض صاحب کے خبروں پر تبصرے کا فائدہ اٹھائے، مبین نے اپنا فون نکال کر میسج میں اپنی بات لکھے سینڈ کی۔

کچن کے شلیف پر رکھے نیلم کے فون کی ٹون پر جیسے وہ بے قراری سے پلٹی، مہک صاحبہ کے مشکوک انداز سے دیکھنے پر شرم سے پانی پانی ہوئی۔

پھر بھی فون ہتھیلی میں دباتی واپس کھڑکی کے پاس گئی اور دھڑکتے دل کے ساتھ مبین کا میسج اوپن کیا۔

"آپکے بابا کی کمپنی کافی اچھی ہے"

شرارتی ایموجی کے سنگ بھیجا یہ پیغام پڑھ کر نیلم کا چہرہ اترا، جبکہ نظر مبین پر گئی تو اس بندہ بشر کی شرارت پر آمادہ بے خود نظریں، لمحے میں نیلم کی جان نکال گئیں۔

"ٹھیک ہے پھر انجوائے کریں، بابا اور آپکا بستر لگا دوں کیا؟"

منصوعی منہ پھلا کر جواب لکھتی وہ زرا ناراض لگی، مبین عارض سکندر کو یہ لمحہ حسین لمحوں کا اثاثہ لگا جب وہ روٹھ کر کھڑکی کی اوٹ سے لگی منتظر تھی۔

مبین نے فون پکڑا تھا تبھی سکرین پر نیلم کا ناراضگی اور ہلکی ہلکی جلن والا پیغام پڑھ کر بمشکل اپنی مسکراہٹ، فیاض صاحب کی نظروں سے بچا سکا۔

"ظالم شہزادی"

منصوعی مسکینی پھیلاتا ایموجی اور یہ الزام، نیلم کی دھڑکن بڑھا گیا، اک شرمگیں مسکراہٹ دیتی وہ اوٹ سے ہٹ چکی تھی۔

ڈنر میں مہک صاحبہ نے بریانی، کباب اور سالن میں چکن قورمہ بنایا تھا جبکہ ہر چیز اتنی اتنی مقدار میں تھی جتنی وہ آرام سے کھالیتے جبکہ میٹھے میں نیلم نے خود شاہی موتی چور کی کھیر بنائی تھی۔

ڈنر کے بیچ بھی وہ سب ہلکی پھلکی باتوں میں لگے رہے، فیاض صاحب اپنی جوانی کے قصے سناتے اور ان تینوں کو ہنساتے رہے اور پھر قریب ہی بنی مسجد میں دو دونوں مرد حضرات عشاء کی نماز ادا کرنے نکل گئے، خواتین نے بھی مل کر کچن سمیٹا اور پھر نماز ادا کی۔

اسکے بعد مہک صاحبہ نے کچھ دیر وظیفہ کیا اور نیلم باہر بیٹھ کر ٹی وی لگائے، یہاں لائیو آتی مکہ مدینہ کی کوریج دیکھنے بیٹھ گئی، اسکی آنکھوں میں جلد یہ سب براہ راست دیکھنے کی خوشی جھلملا اٹھی۔

مسجد میں سے واپسی پر جب مبین اور فیاض صاحب لوٹنے لگے تو اتفاقا فیاض صاحب کی ملاقات انکے ایک بہت قریبی دوست سے ہو گئی جو شاید پندرہ سالوں بعد ان سے ملا تھا، بچپن کے یار کو اتنے عرصے بعد دیکھ کر تو وہ خوشی سے پھولے نہ سمائے، وہ انکا دوست بھی کسی کاروباری سلسلہ میں جدہ آیا تھا، یار کے سامنے بھی رشک سے اپنے چھوٹے داماد کا تعارف کرواتے وہ ایسی باتوں میں کھوئے کہ غیر ارادی ہی سہی پر مبین کی بوریئت کا احساس کرتے اس پر بھی مہربان ہوئے۔

" بھئی مبین میاں! میں تو آج یہیں طارق کے ساتھ رہوں گا۔ تم جا کے بھلے آرام کرو کیونکہ کل پھر سے سفر ہے اور خواتین کو بتا دینا کہ فیاض صاحب کو اسکا لنگوٹیا یار طارق مل گیا ہے۔ فجر کے بعد ان شاء اللہ ساتھ گھر جائیں گے "

مبین جو بظاہر دو دوستوں کی باتوں سے ہرگز بور نہ ہو رہا تھا، فیاض صاحب کے کہنے پر فرمابرداری کا مظاہرہ کیے واپس آ گیا، جبکہ دروازہ کھولنے میڈم

نیلم پہنچیں تو مبین کو اکیلا ہی اندر آنے پر ساری بے تابی بھلائے پریشان ہوئی۔

مہک تو پہلے ہی وظیفہ کرنے میں منہمک سی دنیا ومافیا سے بیگانی ہوئے کمرے میں مگن تھیں جبکہ نیلم کی پریشانی دیکھ کر بڑے پر سکون انداز کے سنگ صوبے پر بیٹھ کر ٹی وی پر چلتے مناظر دیکھتا مبین، خود پر سہمی شہزادی کی نظریں بھانپے سر تا پیر اس سفید گڑیا کو دیکھنے لگا جس نے دوپٹہ سر پر حجاب کی صورت لپیٹ رکھا تھا اور پیر جوتے سے بے نیاز تھے کیونکہ وہ اچانک اٹھ کر دروازہ کھولنے چلی گئی تھی۔

"آپکے بابا کو مسجد میں کوئی طارق انکل مل گئے تھے، تبھی وہ گپیں لگانے رک گئے۔ اب مجھے کون کمپنی دے گا، فیلنگ جیلس"

پر اسرار مسکراہٹ دبائے وہ جس آنچ دیتے معصومانہ مسکین انداز سے بولا، نیلم نے دل کو اپنی ڈگر بھلاتے محسوس کیا پھر ان روح تک جھانکتی آنکھوں

سے بچ نکلنا کب سہل تھا، رہی سہی اس شہزادی کی جان تو تب نکلی جب مبین عارض سکندر نے بڑے اطمئیان سے اپنا ہاتھ، سامنے ہونق وبدحواس بن کر کھڑی شہزادی کی سمت بڑھایا۔

یکدم ہی اس سٹنگ ایریا میں لگا انرجی سیور فیوز ہوئے بند ہوا تو ساتھ ہی چھت سے لٹکتے سیاہ اور سنہری فانوس کی سنہری ملگجی خوابناک سی روشنی پھیلی، اور اس مدھم روشنی میں شہزادی کے دودھیا چہرے پر بکھرا اگلال نہایت حسین تھا جو ہچکچائے پہلے تو اس جان لیوا تاریکی کو دیکھنے لگی پر جھجک کے سنگ اپنا مرمریں ہاتھ اس شخص کو تھمایا ہی کہ وہ اسے لمحہ لگائے پہلو نشین کر گیا۔

فانوس کی روشنی کے ساتھ اب سامنے دیوار پر نسب ہوئی ایل سی ڈی پر طواف کعبہ کے مناظر مزید واضح ہوئے وہیں مبین نے اپنی بازو کھول کر نیلم کے گرد حائل کیے اسے خود میں بسا کر بیٹھائے، اپنی نظریں بھی سکرین کی سمت جما دیں۔

تلاوت قرآن پاک خشوع خضوع کے سنگ جاری تھی اور خوش نصیب لوگ کعبے کا طواف کر رہے تھے۔

نیلم نے اتنے قریب بس جانے پر آنکھیں بند کیے اس شخص کی مقدس خوشبو اپنی سانسوں تک اتاری جواب مکمل سامنے متوجہ تھا مگر اسکے ہاتھ کی حدت نیلم کو اپنے گرد لمحہ بہ لمحہ شدید ہوتی محسوس ہوئی جو صرف نیلم کا وہم تھا، وہ تو اپنا دھیان کسی اور سمت کیے اس تلاوت کے شیریں لفظ اور امام کعبہ کی خوش الہان آواز سن رہا تھا۔

"ہم بھی جلد اس طواف کی خوشقسمتی پائیں گے، یہ تلاوت قرآن پاک قریب سے سنیں گے۔ مجھے بہت خوشی ہے نیلم کہ مبین عارض کا یہ سفر آپکے ہمراہ ہو گا۔ آپ خوش ہیں ناں"

وہ دیکھ اور سن وہ مقدس مناظر اور الفاظ رہا تھا مگر اسکے نرم لہجے کا مان بھرا لمس نیلم کو اپنے دل تک اترتا محسوس ہوا جواب اسکے کندھے پر سر رکھے اس بندے کی خوشبو سے بے حال ہو رہی تھی۔

"بہت خوش، اتنی کہ بیاں نہیں کر سکتی"

وہ آنکھیں موندتی جذب سے بولی اور نیلم کی بھاری آواز مبین نے بھی محسوس کی۔

"بیان کرنے کی کوشش بھی نہیں کریں گی؟"

زرا جھک کر شہزادی کی دھڑکنیں بے کل کرتا وہ سادہ سا مگر ظالم سوال کیے نیلم کو سر اٹھانے پر مجبور کر گیا جو اس طرح خود کو آنچل میں مکمل ڈھانپ کر اپنا تقدس خود ہی اس بندے کے روبرو بڑھا چکی تھی۔

اس بندے کے ہر انداز سے شدتیں جھلک رہی تھیں، نیلم کی دھڑکنیں اسکے دل کا ساتھ چھوڑنے لگیں۔

"آپکے کندھے پر سر رکھا تو احساس ہوا، محبت پہ لکھی گئی تمام کہانیاں کس قدر سچ ہیں، زندگی اچھے شاعروں کی نظموں جیسی خوبصورت لگ رہی ہے، اور تقدید مجھ پر ماں کی ممتا کے جیسے مہربان ہو گئی ہے، میرا دل گلاب ہے جس سے آپکی محبت کا عطر پھوٹ رہا ہے،

اے ہم روح!

آپکے کندھے پر سر رکھا تو محسوس ہوا

خدا محبت ہے،

آپ محبت ہیں،

میں محبت ہوں،

سارا جہان محبت ہے"

وہ اپنے دھیان کو بٹتا محسوس کیے عقیدت بھرا یہ اظہار فوری دے بیٹھی، جسکی آنکھیں اس مکالمہ بازی کا حرف بہ حرف حفظ کر گئیں۔

اور ایسی وضاحت کی ادنی کوشش، مبین عارض سکندر کے سوئے جذبات اک انگڑائی سے جگا گئی۔

وہ اس پری پیکر کے گلال سے لدے چہرے سے نظریں دانستہ چرا گیا، دونوں ایک بار پھر ان مناظر میں ڈوب چکے تھے۔

جبکہ نیلم اپنی اس استحقاق بھری گستاخی کا سنگین سا جواب پانے کے لیے خود کو مسکراتی ہوئی تیار کرنے لگی.

..______________________________..

"ہادی!"

کمرے میں آنے کے بجائے وہ دم گھٹنے پر باہر لان میں نکل آیا تھا اور کافی دیر انتظار کرتی ماہ خود ہی گرد شال اوڑھے اسے ڈھونڈتی باہر نکل آئی جو اسکے پکارنے پر رخ موڑے پلٹا۔

"آرہا تھا، یونہی تازہ ہوا کھانے باہر نکل آیا"

ماہ کے پاس آکر رکنے اور متفکر ہو کر دیکھنے پر وہ اپنی نظریں اس کے چہرے پر ٹھہرائے وہ یقین دلاتے ہوئے بولا۔

جس پر ماہ نے اپنی بازوؤں کو ہادی کی پشت پر باندھے سینے سے لگ کر اپنی بے تابی میں فلک کے سارے ستارے گواہ بنائے اور اس سے پہلے وہ بھی اس نرم لمس کو محسوس کرتا بے خود انداز میں اس گداز پری کو محصور کر لیتا، وہ منصوعی خفگی دیکھاتی فوراً سے بیشتر اس دلنشین قید سے نکلی۔

"میں تو ناراض تھی، اوپس"

اپنے بے خود ہو کر ہادی پر رحم کھا جانے کی سنگین غلطی پر معصومیت سے روشنی ڈالتی اور ہادی کی خطرناک مسکراہٹ دیکھتی افسردہ ہوئی جو نا جانے کیا جادو پھونکتا کہ وہ بے بس ہو جاتی۔

وہ اسے پھر سے حصار کر ماتھے پر لمس محبت رکھتا اس کے حواس مختل کر چکا تھا جو ساری اداسی بھلائے دل کی اتھاہ گہرائیوں تک مسکرا اٹھی۔

"ہادی، میں اتنے دن ہو گئے آپ کے پاس آئی ہوں لیکن میں نے کبھی بھی آپکی زندگی کے تلخ تجربات پر آپکی ڈھارس نہیں بندھائی۔ المیرا مما مجھے سب بتاتی رہیں، وہ تک جو صرف آپکا اور انکا سیکرٹ تھا تاکہ اب آپکا پردہ آپکی ماہ بن جائے۔ سچ میں آپ نے بہت مشکل زندگی جی ہے، اذیت بھری لیکن آپ ہمیشہ ثابت قدم رہے۔ مجھے آپ کی مشکل زندگی کی آسانی بنایا گیا، یہ سچ میں میرے لیے ایک بہت بڑا سکھ ہے"

اپنی لمبی پلکیں گرا کر اٹھاتی وہ ہادی کے دیکھنے کو رشک سے دیکھتی، پہلی بار سہی مگر اسکی ہمت اور ڈھارس بندھانے کا فریضہ نبھا رہی تھی، اپنے سکھ بھی بتا رہی تھی جو ہادی سے جڑھ کر اسکے ذہن، دل روح اور وجود کی شادابی بن گئے تھے۔

جبکہ ہادی سکندر کی جان لیوا نظریں، ماہ کے چہرے کا پر شوق ہوئے طواف کر رہی تھیں۔

جبکہ اس لڑکی کو سنجید گی سے یکدم نکالے، وہ اسکی دونوں آنکھیں باری باری چومتا، جی اٹھتے انداز میں مسکرایا تو شرم کی شدت سے تھرتھراتی پلکیں، عارضوں پر سایہ کر گئیں۔

"ہادی ہم لان میں ہیں، سنبھالیے ناں خود کو"

وہ آنکھیں ہنوز بند رکھے شرماتی ہوئی، اگلی پیش رفت سے قبل از ہی منمنا اٹھی جبکہ ہادی تو وارفتگی سے یہ دل موہ لیتی تجویز سنتا کسی اور ہی موڈ میں مبتلا دیکھائی دیا۔

"تو بڑی بڑی باتیں مت کیا کرو، مجھے کچھ ہو جاتا ہے ٹوئنکل سٹار۔ چھوٹی سی ہو تو بچوں سی شراتیں کرتی اتنی جان لیوا نہیں لگتی جتنی میری ڈھارس بندھاتے وقت"

وہ سراسر شرارت پر آمادہ تھا اور ماہ وہ محبت بھری نظریں چہرے پر محسوس کرتی لجا سی گئی۔

"مجھے تو لگتا ہے میں آپ کے پاس آتے ہی بڑی ہو گئی، اسی لمحے کلی سے مہکتا پھول بن گئی جب پہلی بار آپ نے ماہ کو چھوا، اور شاید سہاگن کا اعزاز پانے کے بعد مجھ میں خود ہی بڑا اپن سرائیت کر گیا"

وہ جو یہ کہتے ہوئے حیا کے بوجھ سے بھاری ہوتی پلکیں گرا گئی، مقابل پر سراسیمگی کی کیفیت طاری کر گئی، ہادی نے ہاتھ بڑھا کر ٹھوڑی سے پکڑے اس کا جھکا چہرہ اوپر اٹھایا تو اسکے دل کی دھڑکنیں گڈ مڈ اور سانسیں بے ترتیب ہو گئیں۔

"خیر ہے ناں، ایسا کیوں لگ رہا ہے کہ آج تم ہادی سکندر کو کہیں کا نہیں چھوڑو گی"

وہ اسکے چہرے سے نظر لگ جانے کے خدشے کے سنگ نظریں چراتا جس بے دھڑک طور سے بولا، ماہ کی سانسیں اسکے حلق میں اٹک گئیں۔

اور وہ فوراً سے بیشتر اپنا آپ چھڑواتی اندر کی جانب بھاگ گئی، ہادی سکندر کے دل میں ٹیس برابر اٹھ رہی تھی اور تبھی وہ اپنے اندر لگی آگ کو کچھ راحت بھرے لمحوں سے فراموش کرنے کی طلب میں غیر ارادہ ہی اسکے پیچھے لپکا۔

کمرے تک پہنچ کر دروازہ دھیرے سے کھولا تو وہ کھلتا گیا اور پھر رخ موڑ کر آئینے کے سامنے کھڑی اسے لاج دلاتی ماہ نے دھڑکنوں کے بے ہنگم شور سے گھبرا کر دل جکڑا۔

وہ لمحہ بہ لمحہ اپنے اور ماہ کے بیچ کا فاصلہ کاٹتا اسکے قریب آ کر رکا۔

"ماہ نور!"

وہ اسکا پورا نام صرف جذبات کی شدت میں بے بس ہوئے ہی پکارتا تھا، اپنے گرد بندھ جاتے ہادی سکندر کے ہاتھ اور کانوں میں امرت کی طرح اترتی سرگوشی پر ماہ کی ہارٹ بیٹ مس ہوئی۔

"جی"

سہمی ہوئی ماہ نے جواب دینے کی کوشش میں آواز دبائی تو تو اس ظالم کے ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ پھیلی۔

"مجھے دنیا و مافیا سے بیگانہ کر دو، میں چاہوں بھی تو یہ بے خودی تا دیر مجھ پر سے اپنا سایہ نہ اٹھا سکے، یوں قریب آو جیسے ہم ایک لمبے سفر پر مخالف سمت چلنے سے پہلے آخری بار اک دوسرے میں اپنی روح منتقل کر رہے ہوں۔
ایک دوسرے کو اپنی خوشبو خفظ کروا رہے ہوں"

خمار آلود، گھمبیر، جذبوں سے چور لہجے میں ادا ہوئی بے اختیاری کے بعد اگلا گستاخ مگر دل موہ لیتا تقاضا سن کر اس مومی گڑیا کی جان لبوں تک آئی، وہ بے ساختہ سمٹ کر گلابی ہوتی اسکی جانب رخ پھیرتے ہی باہوں کے دائرے میں مقید ہوتی سینے میں منہ چھپا گئی۔

"ہمارا راستہ مخالف نہیں ہو گا ہادی، ہم جس بھی راستے پر چلیں گے، ہم قدم اور ساتھ چلیں گے"

شرم اور ہادی کے لہجے کی یاس کے باعث حاوی ہوتے خوف کی ملی جلی کیفیت میں وہ سینے میں منہ دبائے ہی بڑبڑائی۔

دھڑکنوں کی دھک دھک، حد سے سوا تھی۔

دل جذبات کی سہلاتی پیش رفت سے، دہک اٹھے تھے، اور سانسیں تھیں کہ اپنی ڈگر چھوڑ رہی تھیں۔

"میری اور ماہ کی منزل ایک ہے، سفر کا کیا۔۔۔۔ جانتا ہوں ماہ کی سانس تب تک چلے گی جب تک ہادی سکندر کے سینے میں دل دھڑکے گا"

وہ شخص کیا کہہ رہا تھا، اسکے لہجے سے دوری کی باس آئی، نا جانے کیوں دل و دماغ کی اذیت کم ہونے کے بجائے بڑھتی گئی۔

وہ اس کے بازو کھولے روبرو ہوئی، آنکھیں تڑپ کر بھیگنے کو تیار۔

"ہ۔۔ہادی! کیوں قریب آتے ہی سنگدل ہو جاتے ہیں"

ہکلاتے ہوئے بمشکل آنسو پی کر بول پائی، ہتھیلوں کو ہادی کے چہرے کے ساتھ تاسف سے جوڑا جسے وہ اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر باری باری ہونٹوں کی حدت سے مہکاتا مسکرایا۔

"تاکہ تم کچھ دن میری دوری پر صبر و شکر کے ساتھ قناعت کر سکو کہ سنگدل سے جان چھوٹی، تم پر کوئی جان لیوا ظلم کیے یہ بھی ممکن ہے کہ ہادی سکندر تمہیں لمبی جدائی دے۔۔۔۔"

وہ اس شخص کے ستم روکنے کو تڑپ کر آگے بڑھی اور اسکے ہونٹوں پر اپنی صندلی ہتھیلی جمادی اور آنکھوں کی ننھی منھی قوت سے خاموش تنبیہہ الگ کی۔

"ماردوں گی آپکو"

وہ بھری آواز ہر ممکنہ غصیلی کیے غرائی تو جھٹکے سے اس حسینہ کو دبوچے گھیر کر قریں لاتاوہ لمحے میں اذیت بھری کیفیت کو سرور میں بدل گیا۔

"مار دو مجھے"

گال سے گال رگڑرے کھلے عام ستم کی اجازت دی گئی جسکے بعد خود ماہ نور کو لگا آنکھوں کے آگے دھند چھا گئی ہو، وہ اسے ایک بار پھر اپنے بس میں کیے، ماہ نور کی ساری حسیں مفلوج اور اختیارات اپنے نام کر چکا تھا۔

بوند بوند گرتی رات نے ذو معنی سرگوشیاں کیں تھیں اور جل ترنگ کی مانند دھڑکتے دلوں کی دھڑکن کو صحیفے میں راز سا دفن کر دیا تھا۔

..________________________..

مہک صاحبہ وظیفہ مکمل کیے سو گئی تھیں، جبکہ نیلم بھی اماں کو اک نظر دیکھتی، جب تک مبین کی فرمائش پر چائے بنائے واپس باہر آئی تو جناب ٹی وی آف کیے، سر صوفے کی پشت سے ٹیکے، بازوؤں کو سینے پر باندھے ہوش وخرد سے بیگانہ نیند کے ظالم جھٹکے کے اسیر ہوئے سو چکے تھے۔

وہ جو اپنے سر پر لیا دوپٹہ اب شانوں پر پھیلائے ہوئے تھی، بے ساختہ چائے کے دونوں کپ کلاس میز پر رکھتی، دھڑکنیں سنبھالے ساتھ ہی بیٹھی۔

وہ سوتا ہوا مزید پیارا لگا، وہ فرصت سے اسکے چہرے کو دیکھنے کا یہ حسین موقع کیسے گنواتی۔

یکدم اٹھ کر کمرے میں گئی اور مبین کا بنایا سکیچ اٹھا کر پھر سے احتیاط کے سنگ واپس بیٹھی تاکہ وہ آہٹ بھی نہ کرے اور مبین کی نیند میں خلل نہ پڑے۔

وہ سکیچ گود میں رکھے وہ زرا مبین کی جانب رخ کیے اب اسکے خدوخال اس تصویر سے ملانے لگی۔

اسے سوچ کر ہی گدگدی سی ہوئی مگر دل کا یہ سکھ وہ پورا کرنا چاہتی تھی۔

شہزادی کی پر شوق استحقاق آمیز نظریں، اس حسین، خوبرو اور دلکش شفاف چہرے کا طواف کر رہی تھیں، پھر کچھ ہوا کہ شرم سی محسوس ہونے پر شہزادی نے پلکوں کی باڑ گرادی۔

سب سے پہلے وہ آنکھیں ملا رہی تھی، اور دنگ تھی کیسے اس نے اک اک رواں، اک اک ترتیب اور رخ بالکل بجا کینوس پر اتارا تھا، اور یہ احساس ایسا فرحت بخش تھا کہ نیلم کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ سج گئی۔

وہ ان بند آنکھوں کو اپنی انگلی کے پوروں سے چھو کر محسوس کرتی بہت خوش اور مسرور تھی۔

"کاش مجھ میں اتنی ہمت آجائے کے آپکی بے خبری کا فائدہ اٹھائے میں ان آنکھوں کو اپنے ہونٹوں سے چھو سکوں، مجھے ڈر ہے آپ کو پتا چل گیا تو نیلم یہیں سانس لیتی لیتی سانس چھوڑ دے گی"

وہ جذبات سے بھاری پڑتی سرگوشی کیے، احتیاط سے اپنا ہاتھ بڑھا کر مبین کی گھنی مگر ایک مکمل قدرتی شیپ رکھتیں سیاہ بھنویں چھونے لگی مگر پھر فورا سے ہاتھ ہٹالیا، اب باری ناک کی تھی جسے ملاتے ہوئے نیلم خود منہ پر ہاتھ رکھے ہنس دی۔

پھر باری ہونٹوں کی آئی تو نیلم اس پر بھی دنگ تھی، وہ خوبصورت سے، ہلکی ہلکی سیاہ اور بھوری بیرڈ اور مونچھ تلے دبے ہونٹ اس نے بہت مہارت سے تصویر کیے کہ یہ سوچ ہی نیلم کو کپکپا گئی۔

شرم سے گال تپ گئے، پھر جب ان ہونٹوں کی مسکراہٹ یاد آئی تو نیلم کا انگ انگ سرشار ہو گیا۔

نظر فوری ہٹاتی وہ اب سکیچ اک طرف رکھتی مبین کے آہستہ آہستہ سانس لینے کو سن رہی تھی جسکی پلکیں ہلکی ہلکی حرکت کر رہی تھیں جسکا شہزادی کو علم ہی نہ ہوا۔

"چائے بن گئی؟"

سر تا پیر لرزا تو تب اترا جب وہ مبین کے پکارنے پر اچھلی، منہ کھلا اور آنکھیں پھٹی کی پھٹی مگر خود پر اس کی نظریں جمی پائے وہ سمجھ نہ پائی کہ پہلے وہ تصویر چھپائے یا اپنی رعنائیاں چھپائے جو ظاہر و عیاں ہو کر نیلم کے حسن کو خراج پیش کر رہی تھیں۔

نا جانے کیا ہوا کہ ہاتھ میز پر غائبانہ پھیرے، ہاتھ میں آتے کاغذ کو جکڑے وہ کرنٹ کھائے اٹھ کھڑی ہوئی، اور اسکے چہرے کی اڑی ہوائیوں پر مبین بھی مندی مندی آنکھیں مکمل کھولتا تفشیش سے نیلم کی یہ پیلی پڑتی صورت دیکھتا اٹھا ہی تھا کہ میڈم بدحواسی میں پیچھے قدم بڑھانے کے چکر میں گر ہی پڑتیں اگر مبین بروقت اسے پکڑ کر گرنے سے نہ بچاتا۔

سکیچ تو صدمے کے سنگ ہی نیلم کی جکڑی ہتھیلی سے گر چکا تھا جبکہ مبین نے اپنی نظریں فوراً سے بیشتر قالین والی زمین پر گر کر الٹے ہو جاتے سکیچ کو دیکھا۔

"نیلم! کیا ہو گیا، بھوت ہوں کیا جو مجھے دیکھتے ہی ڈر کر بھاگ رہی تھیں"

نیلم کے دوبارہ اوسان خطا ہوتے انداز تکتا وہ پریشانی سے دریافت کر رہا تھا، نیلم کا سلپ ہو کر مبین پر پھیل جاتا آنچل، نیلم کے گرد لپیٹ کر وہ اسکی اور مسلسل دیکھے جان نکال رہا تھا۔

"ن۔۔ نہیں۔۔ وہ"

وہ بمشکل منمائی جبکہ سانسیں تو بھانڈا پھوٹنے کا سوچ سوچ کر بے ترتیب و بے کل ہوئیں۔

"اور یہ کیا ہے، زرا دیکھوں تو"

اسے ہوش واپس تھمائے وہ اس سے پہلے جھک کر وہ الٹا کاغذ اٹھاتا، نیلم بجلی کی سپیڈ سے جھکتے مبین کو پکڑے جھکنے سے روک تو گئی البتہ وہ نیلم کی اس حرکت پر اس بار فکر مند ہوئے اسے دیکھ رہا تھا جو مبین کے کندھے تھامے پتھر ہوئی کھڑی تھی۔

"ک۔۔کچھ نہیں ہے وہ۔۔۔اہم نہیں۔پلیز آپ سو جائیں۔۔وہ چائے ٹھنڈی ہو گئی اب صبح نئی بنا دوں گی۔۔۔سونا چاہیے آپکو۔۔۔۔
جائیں۔۔۔م۔۔مجھے بھی نیند نیند آ رہی، مم۔۔میرا مطلب ہے دیکھیں ایک بجنے والا۔۔۔۔۔"

فورا اسے ہاتھ ہٹاتی وہ بنا سوچے جو منہ میں آیا گھبرا کر بڑبڑا گئی مگر مبین کو ہر گز سکون نہ آیا تبھی بجلی کی طرح نا صرف وہ جھکا بلکہ نیلم کو پتھر کا بت کیے نہ صرف وہ سکیچ اٹھا چکا تھا بلکہ اس پر مبین عارض سکندر کا چہرہ دیکھ کر حیرت زدہ ہوا، جبکہ نیلم نے سختی سے آنکھیں میچ کر خوفزدہ ہوئے رخ موڑ لیا۔

"نیلم !"

اپنے عقب سے مبین کی سخت سی آواز سن کر وہ ڈرتی ہوئی پلٹی تو شہزادی کی آنکھیں بھیگ کر اٹھیں اور اگلے ہی لمحے مبین عارض سکندر کی آنکھوں سے مل کر ہر شے جامد کر گئیں۔

"یہ کیسے بنایا آپ نے ؟ اور کب ؟"

وہ اس سے پوچھتا ہوا کب قدم بڑھائے نیلم کے قریب آیا کہ نہ اسے فاصلے کی زیادتی کم کرنے کا علم ہو سکا نہ نیلم کو ہوش تھا کہ وہ اسکے قریب آنے کے ستم پر حلق سے کوئی لفظ نکال پاتی۔

"خواب۔۔۔ خواب میں آئے تھے آپ، میں نے بس خواب کو ترتیب دیا تھا، م۔۔ میں نے آپکو نہیں دیکھا تھا بس یہ چہرہ مجھے دیکھائی دیا تو میں نے اسے بنالیا۔۔۔ آپکو برا۔۔۔ برا تو نہیں لگا"

وہ مبین کی سنجیدگی کے رعب میں سب رٹو طوطے سابیاں کرتی آخر تک اسکی سنجیدگی سے خوف سا کھائے منمنائی تو مبین نے حیرت کے سمندر سے ہوش کی دنیا میں واپس قدم بڑھائے اپنا ہاتھ بڑھا کر نیلم کی رخسار سے ہتھیلی جوڑی جو دم سادھ سا گئی۔

"آپ کیا جانیں کہ آپ نے مبین عارض سکندر کو کتنی بڑی خوشی دی ہے، آپ سچ میں مقدس روح ہیں شہزادی۔ جسے اللہ نے میرے مقدر کا حصہ بنایا، برا لگنے کا تو سوال ہی نہیں، جی چاہ رہا ہے آپکو ابھی اسی وقت ہر حد پرے کیے گلے لگا لوں"

نہایت آہستگی سے دوسرا ہاتھ بھی نیلم کی گال سے ہتھیلی کے سنگ جوڑے وہ پوری شدت سے اسکی جبین پر لمس چھوڑتا، پیچھے ہٹتے ہوئے بے خود انداز سے نیلم کا چہرہ دیکھتے بولا جو اپنی جگہ جامد ہو چکی تھی، اسکی رگوں میں بہتا خون جم چکا تھا، رہ گئی تو نمی جو اس شرف پر عارضوں پر اتری۔

اور وہ کہہ بھی نہ سکی کہ گلے لگانے کے لیے اسے شہزادی کی اجازت ہرگز درکار نہیں لیکن بس خاموشی سے اپنی پلکیں گرا گئی۔

"نیلم!"

ناجانے کیوں اس سے نیلم کی خاموشی سہی نہ گئی، سکیچ فولڈ کیے میز پر رکھی کتاب میں سنبھال کر رکھتا وہ اسکا ہاتھ تھامنے کا طلب گار تھا جو اداسی زائل کیے، مسکراہٹ دیتی اپنا ہاتھ مبین کے ہاتھ میں دے گئی جس پر وہ اس کمرے کی جانب رخ کیے بڑھا تو نیلم نے بے ساختہ مبین کا ہاتھ کھینچے اسے رکنے پر مجبور کیا۔

"مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے"

وہ ساری شرارت ختم کیے کمرے میں جانے کا سوچ کر ہی کانپی جبکہ مبین نے بمشکل مسکراہٹ روکے رک کر پلٹ کر دیکھا۔

"حالانکہ مجھے آپ سے ڈرنا چاہیے خدا کی بندی"

وہ دل کے سارے تار ہلائے، دباو اور من مانی کے سنگ اسکا ہاتھ تھامے اندر بڑھا جو اب واقعی اس ٹھہرے مزاج والے کی شدت بھری من مانی پر سر تا پیر تخ ٹھنڈی پڑی۔

جبکہ اسکا سمٹا ہوا انداز دیکھ کر مبین کو یہی لگا کہ وہ نیلم کو بارڈر تک لایا ہو۔

"ہم ابھی ایک ساتھ نہیں سوئیں گے، میرے دل کو کچھ ہو رہا ہے"

خوف اور شرم کے ملے جلے تاثرات کے سنگ وہ جیسے روہانسی ہوئی، مبین میاں نے فورا مسکراہٹ کو لبوں میں دبایا۔

"میں تو آپکو سونے کے لیے لایا ہی نہیں"

وہ یکدم ہی مبین کے بے خود انداز پر لرزی، اور رحم طلب نظروں سے اپنا ہاتھ مبین کے ہاتھ سے چھڑوانا چاہا۔

"ک۔۔ کیا کہہ رہے ہیں"

نیلم کے آنسو بہنے کو تیار ہوئے تو جناب نے بھی مزاق اک طرف کیے سنجیدگی اختیار کیے فوری نیلم کو اس فضول کے شغل سے روکا۔

"پلیز رونا نہیں، میں مزاق کر رہا تھا۔ میں تو بس آپکو یہ روم دیکھانے لایا تھا، یہ میں نے خود دیکوریٹ کیا تھا۔ باقی آپکو بے چین کیا اسکے لیے سوری"

اپنی غلطی تسلیم کیے وہ نیلم کی بھیگ جاتی آنکھوں سے فکر مند ہوئے معذرت بھی کر گیا مگر وہ کیوں روئی تھی اسکی تو خود نیلم کو بھی سمجھ نہ آئی بس وہ مبین کے سجائے اس کمرے کو مسکرا کر دیکھنے کی کوشش کرتی رہی۔

"مجھے رونا کسی اور بات کا آیا، آپ مزاق ہی کر رہے تھے مجھے پتا ہے۔ آپکو اور آپکے مضبوط دل کو نیلم جانتی ہے"

کمرے کو سراہتی نگاہوں سے تکتی وہ ہمت یکجا کرتی مبین کے روبرو کھڑی ہوئے بولی جو بدلے میں خوشگوار سی حیرت اور دلچسپی کے سنگ نیلم کو دیکھنے لگا۔

"اور وہ کوئی اور بات کونسی ہے؟"

دوستانہ ہوکر سوال کرتا وہ جس حدت آمیز انداز سے نظریں، نیلم کے چہرے پر ثبت کرتا بولا، وہ کچھ بول ہی نہ سکی۔

"یہی کہ آپ نے اپنی اتنی سی حد بھی نہیں توڑی"

وہ انگلیوں کو باہم ملا کر حد کی پیمائش کیے جس معصومیت سے بھرے لہجے کے سنگ بولی، مبین چاہ کر بھی مسکراہٹ دبا نہ پایا۔

"یہ بات تو خوشی کی ہے پھر اس پر روئی کیوں، آپ تو خوش ہوں کہ مضبوط اعصاب والا بندہ ملا ہے جو حسن و کردار کی جان لیوا کشش کے باوجود بہکا نہیں"

وہ اسکے دل کی اصل بات کرید تا ہوا چہکا جس پر نیلم نے بے بسی سے سر جھٹک دیا، وہ اسے چڑا رہا تھا۔

"گلے لگانا، بہکنا ہوتا کیا؟"

وہ یہ سوال خود سے کرنے کے چکر میں زرا با آواز بلند بڑبڑائی تو مبین عارض سکندر کی آنکھیں جہاں بے اختیار مسکرائیں وہیں وہ اس منہ سے نازل ہوتی گستاخی پر اب چھپنے کا کونہ ڈھونڈنے کے لیے اس سے پہلے ہونٹوں کو سختی سے باہم میچ کر باہر بھاگتی، نرم سی گرفت نے کلائی جکڑی، پھر مہلت دیے بنا شہزادی کٹی پتنگ بنی مبین عارض سکندر کے پہاڑ سے مضبوط حصار میں قید ہو گئی۔

"میرے خیال میں نہیں"

شرارت آمیز لہجے کے سنگ وارفتگی اوڑھے مقابل کا دل موہ لیتا روپ دیکھتے ہوئے جذب سے سرگوشی کی گئی۔

جبکہ پہلی بار کسی کی آنکھوں میں اس درجہ محبت کا ٹھاٹیں مارتا سمندر دیکھ کر نیلم کے ہاتھ پیر ٹھنڈے ہو گئے اور ٹھہری ہوئی آنکھیں شرم و حیا سے جھک

گئیں، جبکہ اب بیچ میں فاصلہ تو بنالیا گیا لیکن وہ اب بھی مبین عارض سکندر کی بازوؤں کے حصار میں کھڑی نظریں جھکائے دھڑک رہی تھی۔

"آپ مجھے اس قدر راس کیسے آ گئے؟"

نیلم نے ہمت جمع کیے اپنی تھرتھراتی پلکیں اٹھائے، پٹ سے مبین کی آنکھوں میں ڈالے پوچھا تو جناب نے مسکرا کر کندھے اچکا لیے۔

"یہ تو آپ اپنے دل سے پوچھیں، دل کیا کہتا ہے؟"

سہولت کے سنگ سادہ سا مشورہ دیا گیا تو نیلم نے جذب سے آنکھیں بند کیے کچھ محسوس کیا، دونوں کے چہروں پر مسکراہٹ دوڑ گئی جو شہزادی کے تمام حسن کو گہنا گئی۔

"یہی کہ مجھے آپ سے کوئی عام محبت نہیں ہوئی، اللہ نے میری کوئی ادا پسند کیے میرے نصیب کو آپ سے روشن کر دیا۔ آپکو پتا ہے میں بالکل آپ جیسا

ہمسفر سوچا کرتی تھی۔ جو اللہ کے بہت قریب ہو، جسے محبتیں کرنی اور نبھانی آتی ہوں۔ جو اللہ کی مخلوق پر مہربان ہو"

وہ اسے دیکھ کر روانی سے بولی، جو ٹھہرے سمندر سا پر سکون ہو کر نیلم کے ریشمی بالوں میں نرمی سے ہاتھ پھیرتا ہوا اسکی آواز کا اتار چڑھاو بھانپ کر یہ سمجھ چکا تھا کہ شہزادی اپنے مقدر سے کس قدر راضی ہے۔

وہ گلابی پروں والا پرندہ، یوں لگا اس وقت پھر سے اپنے پر پھیلائے ان دو پر سایہ کرنے لگا ہو، وہ پرندہ تو حقیقت میں مبین عارض سکندر کا سایہ تھا جو اس سے جڑوں پر حفاظت برساتا تھا۔

"اور مجھے تو بچپن کی کہانی والی شہزادی دریافت کرنی پڑی، جسکا آنچل میرے دل کے دھاگوں سے الجھ گیا، جسکی روح کی چمک اور روشنی نے مبین عارض سکندر کی روح کو گرویدہ کیا۔ سچ کہوں تو میں نے کبھی اپنے ہمسفر کا نہیں سوچا تھا۔ آپکے دیدار سے پہلے تک میں ایک اور طرح کا شخص تھا۔ لیکن پھر مجھے

کچھ ہو گیا، وہ روشنی مجھے اپنی ذات کا حصہ محسوس ہوئی۔ اور میں نے دیدار کے ادنی سہارے سے آپ کے عشق کی ابتدا کی اور اپ تک جاتے ہر راستے کو اپنا بنا کر انتہاء کیے، اپنے عشق کو امر کیا"

جذباتیت بھرے لہجے میں حکایت دل سنائی گئی تو شہزادی دم سادھے یہ اظہار سن کر دیوانی ہو گئی، اسکا دل چاہا وہ بنا جنبیش کیے تمام عمران آنکھوں کے سائے میں گزار دے، وجود کی قید سے پرے آباد ان دونوں کے دل فقط ایک دوسرے کو دسترس میں پا کر ہی سیر ہو گئے تھے، تشنگی، تڑپ اور بے قراری بڑھی مگر سلیقے اور مہارت سے دبا لی گئی۔

"آپ کا عشق مجھے میرے اللہ سے دور کرنے کا سبب بھی نہ بنا، یہی اس جذبے کی پاکیزی اور تقدس کی گواہی ہے نیلم۔۔۔ بلکہ جب سے آپ میری زندگی میں آئی ہیں، مجھے اس نے مزید اپنے قریب کیا ہے۔ انسان ہمیشہ اپنے اللہ کے قریب جانے کی کوشش کرتا ہے، لیکن جب اس گناہ گار سے

بندے کی کسی ادا پر رب خوش ہو کر لاکھ درجے اسے قریب کر لیتا ہے تو زندگی جنت بن جاتی ہے"

وہ محبت کا ہر رنگ لہجے میں سموئے، نیلم کی خوشی کی زیادتی سے بھر آتی آنکھیں دیکھتا بولا، شاید یہ نیلم کی سوچ سے کہیں بڑا مقام تھا۔

وہ ایک روح کے دو حصے تھے جو جب جڑے تو اللہ نے ان دو کو اپنے قریب کر لیا تھا۔

"مم۔۔ میں رو دوں گی، یہ بہت زیادہ ہے"

آنکھیں تو شہزادی کی محبتوں کی شدت پر بھی بھیگ جاتیں، اور وہ اسکی سادگی پر دنگ سارہ گیا۔

"روئیں گی تو جو آپکی آنکھوں میں تلاطم برپا ہو گا وہ مجھے بری طرح جنجھوڑ دے گا، سو میری پیاری شہزادی! بہتر ہے آج کی یہ ملاقات یہیں ختم کرتے

ہیں۔ لیکن میں آپکو واپس جانے نہیں دوں گا، آپ چار ماہ میرے ساتھ ہی رہیں گی"

محبت کے تمام سر، گیت اور نغمے، ہولے ہولے ان دو پر اتر کر ایک دوسرے میں مقید کر رہے تھے، وہ اس لمحہ نیلم کی کشش کے آگے بے کل ہوا تو یہیں اس ملاقات کو ختم کرنے کا فیصلہ لیتے ہوئے جبین پر الوداعی لمس بکھیرتا ہوا لمحے میں شہزادی کو آزاد کرتا فاصلہ بنائے کھڑا ہوا جو مبین کی بات کا مفہوم سمجھ کر مسکراتی ہوئی، لاکھ رک جانے کی خواہش دباتی ہوئی اپنی موجودگی کی مہک سے مبین عارض سکندر کا ہر لمحہ مہکاتی باہر نکل گئی جبکہ وہ اسکے جانے کے بعد بھی اسکے ہر سو ہونے کے گماں میں مبتلا رہا۔

..________________________..

فجر کی نماز باجماعت کے بعد قاری وحید انجم جمعہ کے روز حسب معمول قرآن بمعہ ترجمہ پڑھنے میں مگن تھے، وہ پہلی فرصت میں اپنی چند دن کی

غیر حاضری کی تلافی کرنے ایک بار پھر اپنا کونہ سنبھالے خاموشی سے براجمان ہو چکا تھا۔

"كَيْفَ وَإِن يَظْهَرُوا عَلَيْكُمْ لَا يَرْقُبُوا فِيكُمْ إِلًّا وَلَا ذِمَّةً ۚ يُرْضُونَكُم بِأَفْوَاهِهِمْ وَتَأْبَىٰ قُلُوبُهُمْ وَأَكْثَرُهُمْ فَاسِقُونَ ﴿٨﴾

۔(ان سے عہد) کیسے ہو سکتا ہے جب کہ اگر وہ تم پر غلبہ حاصل کر لیں تو وہ نہ تو تمہاری قرابتداری کا لحاظ کریں گے اور نہ عہد کا؟ وہ زبان سے تو تمہیں خوش کر دیتے ہیں مگر ان کے دل انکار پر تلے ہوئے ہیں اور ان میں اکثر لوگ فاسق ہیں۔"

یہ آیات ایک بار پھر ہادی سکندر کے اندر کی وحشت، تکلیف اور اذیت کا حل لائی تھیں، آج نجانے کیوں اسے سکون نہیں مل رہا تھا۔

سالار خان نے پہلی فرصت میں اسے اسکے باپ کی ناگہانی موت کی خبر پہنچا دی تھی۔

شاید یہ تکلیف اسکے اندر گردش کرتے خون کے باعث تھی۔

"اِش ◌ ترَو ◌ ا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ثَمَنًا قَلِی ◌ لًا فَصَدُّ ◌ و ◌ ا عَن ◌ سَبِ ◌ لِہٖ ◌ط اِنَّہُم ◌ سَآءَ
مَا کَانُو ◌ ا یَع ◌ مَلُو ◌ نَ ﴿۹﴾

انہوں نے اللہ کی آیات کے عوض تھوڑی سی قیمت وصول کرلی ہے پس وہ اللہ کے راستے سے ہٹ گئے ہیں یہ لوگ جو کچھ کر رہے ہیں یقیناوہ بہت برا ہے۔

لَا یَر ◌ قُبُو ◌ نَ فِی ◌ مُؤ ◌ مِن اِلًّا وَّلَا ذِمَّۃً ◌ط وَ اُولٰٓئِکَ ہُمُ
ال ◌ مُع ◌ تَدُو ◌ نَ ﴿۱۰﴾

۔نہ تو یہ کسی مومن کے حق میں قرابتداری کالحاظ کرتے ہیں اور نہ عہد کا اور یہی لوگ زیادتی کا ارتکاب کرنے والے ہیں"

وہ مزید دو آیات بمعہ ترجمہ بیان کیے، کچھ توقف کو رکے۔

" فَاِن تَابُو اوَاَقَامُوا الصَّلٰوۃَ وَاٰتَوُاالزَّکٰوۃَ فَاِخ وَانُکُم فِی الدِّی نِ وَ نُفَصِّلُ ال اٰیٰتِ لِقَو مٍ یَّع لَمُو نَ ﴿۱۱﴾

پس اگر یہ لوگ توبہ کر لیں اور نماز قائم کریں اور زکوٰۃ دیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہیں اور علم رکھنے والوں کے لیے ہم آیات کو واضح کر کے بیان کرتے ہیں۔"

ہادی کے اندر تکلیف بڑھتی گئی، اسے ہارون سکندر کی موت نے گہرا دکھ پہنچایا تھا۔

سالار خان نے اسے یہ بھی بتایا تھا کہ ہارون سکندر مرنے سے قبل اپنے مرتد دین کی جانب واپس لوٹ چکا تھا، اس نے توبہ سے مکر کر اپنے لیے رعایت خود ختم کی تھی، وہ چاہتا تھا ہادی اسکی آخری رسومات میں شریک ہو مگر ہادی اتنا بڑا دل کہاں سے لاتا۔

"وَاِن نَّکَثُوْ اای مَا نَہُم مِّن بَع دِعَہ دِہِم وَطَعَنُو ا
فِی دِی نِکُم فَقَاتِلُو اائِمَّۃَ ال کُف رِ ۙ اِنَّہُم لَا
ای مَانَ لَہُم لَعَلَّہُم یَن تَہُو نَ ﴿۱۲﴾

اور اگر عہد کرنے کے بعد یہ لوگ اپنی قسمیں توڑ دیں اور تمہارے دین کی عیب جوئی کرنے لگ جائیں تو کفر کے اماموں سے جنگ کرو، کیونکہ ان کی قسموں کا کوئی اعتبار نہیں شاید وہ باز آ جائیں۔"

لیکن قاری وحید انجم کی آواز میں اس آیت کا مرہم، ہادی کے دل کو تھوڑا سہی پر سکون دینے لگا۔

"اَلَا تُقَاتِلُو نَ قَو مًا نَّکَثُو اای مَانَہُم وَہَمُّو اباِخ رَاجِ
الرَّسُو لِ وَہُم بَدءُو کُم اَوَّلَ مَرَّۃٍ ؕ اَتَخ شَو نَہُم ۚ فَاللّٰہُ اَحَقُّ
اَن تَخ شَو ہُ اِن کُن تُم مُّؤ مِنِی نَ ﴿۱۳﴾

۱۳۔ کیا تم ایسے لوگوں سے نہیں لڑو گے جو اپنی قسمیں توڑ دیتے ہیں اور جنہوں نے رسول کو نکالنے کا ارادہ کیا تھا؟ پہلی بار تم سے زیادتی میں پہل بھی انہوں نے کی تھی کیا تم ان سے ڈرتے ہو؟ اگر تم مومن ہو تو اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ تم اس سے ڈرو۔"

اسے محسوس ہوا کہ اللہ اسے اپنی آیات کے ذریعے صبر اور حوصلہ دے رہا ہو، ہادی کی سرخ آنکھیں، اپنی سرخائی زائل کرنے لگیں۔

"قَاتِلُوْهُمْ يُعَذِّبْهُمُ اللّٰهُ بِاَيْدِيْكُمْ وَيُخْزِهِمْ وَيَنْصُرْكُمْ عَلَيْهِمْ وَيَشْفِ صُدُوْرَ قَوْمٍ مُّؤْمِنِيْنَ ۙ﴿۱۴﴾

ان سے لڑو تا کہ تمہارے ہاتھوں اللہ انہیں عذاب دے اور انہیں رسوا کرے اور ان پر تمہیں فتح دے اور مومنین کے دلوں کو ٹھنڈا کرے۔

وَيُذۡهِبۡ غَيۡظَ قُلُوۡبِهِمۡ ؕ وَيَتُوۡبُ اللّٰهُ عَلٰى مَنۡ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيۡمٌ حَكِيۡمٌ ﴿۱۵﴾

اور ان کے دلوں کا غصہ نکالے اور اللہ جس کی چاہتا ہے توبہ قبول کرتا ہے اور اللہ خوب جاننے والا، حکمت والا ہے۔"

تلاوت قرآن پاک جاری تھی مگر ہادی سکندر کے اندر کا کرب تھم چکا تھا۔

وہ قاری وحید انجم سے اجازت لیے جب تک تھانے پہنچا، ہارون سکندر کا جسد خالی سفید چادر میں ڈھک کر راہداری میں دفنانے کے لیے تیار رکھا ہوا تھا۔

سالار خان کی ہی تجویز تھی کہ اسے منہ اندھیرے ہی دفنا دیا جاتا کیونکہ اسکے جسم کی ایسی حالت تھی کہ وہ آہستہ آہستہ بھربھری مٹی سا مسمار ہو رہا تھا، اس گاڑی نے ہارون سکندر کے جسم کو کچل کر رکھ دیا تھا۔

اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے، ہارون سکندر کو اسکے حصے کی قبر میں دفناتا ہادی سکندر، اپنے اندر کی ساری وحشت، تکلیف، اذیت، کمیاں، خسارے، برائی، ناپاکی بھی چپ چاپ اس قبر میں گاڑ آیا۔

فی الحال تو وہ خالی ہو گیا تھا، جسے ایک بار پھر بھرنے کے لیے قدرت نئے اور آخری امتحان سے گزارنے کا فیصلہ لے چکی تھی۔

..________________________..

"ایک اور گواہ گیا جہنم میں، اب دو رہ گئے، ہادی سکندر اور رابعہ وحدی۔۔۔ وہ رات ہی اپنے آبائی گھر آگئی ہے، زرا اسے پرانی یادیں تازہ کر لینے دیں پھر اس پر بھی روحان وحدی نامی قہر ٹوٹے گا۔ مارگن اور خضرت دونوں کو جیل سے چھڑواؤں گا یہ میرا وعدہ ہے۔ چن چن کر ہر گواہ کو بری موت دوں گا"

اشاریہ تنظیم کوئی چھوٹی سی تنظیم نہ تھی بلکہ اس میں روحان وحدی کی سرپرستی میں کئی خطرہ ایمان، مرتد وجود میں آئے تھے۔

اس وقت میں سیاہ ہڈی میں مکمل چہرہ چھپا کر کسی سے فون پر مخاطب ہوتا یہ آدمی، ساتھ ساتھ اپنے سامنے موجود اس بڑے سے گھر کو خباثت اور نفرت سے دیکھ رہا تھا جہاں رات ہی رابعہ وحدی بنا کسی سیکورٹی کے آچکی تھی، وہ آدمی مکمل چھپا چہرہ لیے بھی اپنی عقابی آنکھوں سے اس گھر کی جانب دیکھ رہا تھا جہاں اس نے پہلے ہی بم نسب کر رکھا تھا جسکا ٹریگر اس وقت اس آدمی کے ہاتھ میں تھا۔

"اگر وہ مان جاتی اور خضرت کا ساتھ دیتی تو ایسی موت نہ مرتی، انتظار کس لیے کر رہے ہو تم۔ اڑا دو وہ گھر اس لڑکی سمیت"

دوسری جانب سے سخت سی تاکید آئی تو اس آدمی کے چہرے پر شیطانی مسکراہٹ اتر آئی۔

"نہیں، ایک مدت اس عورت کو پانے کی طلب کی ہے میں نے، موت تو ہم سبکو آنی ہے لیکن بنا اپنی تڑپ کا توڑ کیے میں رابعہ کو مرنے نہیں دوں گا۔ تم جانتے ہو میں نے دو سال کی اس قید میں رابعہ کو ہر ہوس کے پجاری سے بچایا۔۔۔ صرف اپنے لیے۔۔۔ اسے تو پتا بھی نہیں کہ اسکے جسم کی بوٹیاں تک نوچ دینے کے ارادے بنا کر اس قید خانے میں آتے غلیظ اور پلید لوگوں کی گندگی پر بندھ باندھنے والا میں ہوں۔۔۔۔ اب اسے ان تمام احسانوں کا بدلا چکانا ہے"

یکدم ہی وہ شخص انتقامی اور احسان فراموشی کے جذبات سے دہک سا گیا تو دوسری جانب بھی شاطر سی ہنسی پھیلی۔

"ٹھیک ہے، جو کرنا ہے جلد کرو اور اسے ٹھکانے لگاو۔ ہمارے پاس بہت کم دن ہیں۔ مارگن جاتے ہوئے ہم دو پر اپنی ذمہ داری ڈال کر گیا ہے۔۔۔ میں ہادی سکندر کا معاملہ دیکھ رہا ہوں۔ عبداللہ کا بھی پیچھا جاری ہے۔ جلد

ہادی والا معاملہ بھی نمٹا دوں گا۔ اب رکھتا ہوں۔ جلد اپنی محبوبہ کی موت کی خبر سنانا۔۔۔۔"

وہ آدمی چند ہدایات کیے کال بند کر چکا تھا جبکہ اس سیاہ ہڈی میں لپٹے آدمی کی نظریں اب بھی صبح کی مدھم روشنی میں ڈوبے اس گھر پر جمی تھیں۔

..________________________..

ساری رات آنکھوں میں کاٹ دینے کے بعد بھی وہ نیند کی رتی برابر طلب محسوس نہیں کر رہی تھی، اپنی ضد اور اپنے اصولوں پر پہاڑ سی ڈٹی وہ عبداللہ کے روم سے سورج طلوع ہونے کا منظر بڑی گہرائی سے دیکھنے میں منہمک تھی، ماہ جبین اور عارض سکندر ابھی تک واپس نہ آئے تھے، نہ ہی مان اٹھی تھی، عارض ولا کے وسیع لان میں صبح صبح مالی بابا پانی دیتے دیکھائی دے رہے تھے، صبح کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکے امل کے کھلے ملائم بال اسکے

چہرے پر بار بار پھیلا دیتے، دھیان بٹنے پر آوارہ لٹوں کو کان کے پیچھے اٹکانے کی سعی کرتی پھر سے باہر دیکھنے لگتی۔

تبھی امل کے فون کی ٹون نے اسکے احساسات جنجھوڑے، مڑ کر اک نگاہ بیڈ پر پڑے بجتے فون پر ڈالتی وہ چل کر آئی اور فون پر مس مناحل کی آتی کال پر منہ بسورے فون اٹھا کر کال رسیو کیے کان سے لگا گئی۔

"امل! تمہارے بابا کہہ رہے ہیں کہ واپس گھر مت آنا ابھی۔ میں اور جلال، عارض ولاہی آرہے ہیں۔ عارض بھائی اور ماہ جبین نے کچھ اہم معاملات ڈسکس کرنے ہیں۔ باقی میں چاہ رہی تھی کہ جب تک مہک آپا اور فیاض بھائی واپس نہیں آتے میں شاہ ہی کے پاس رک جاوں گی۔ اکیلا پتا نہیں کیسے مینج کر رہا ہو گا۔ رات آپا نے بھی مجھے تاکید کی تھی"

مس مناحل کی تمام گفتگو سن کر امل نے سر سری سا سر ہلایا، وہ فی الحال ایسی عجیب ہو رہی تھی کہ اسکی چھٹی حس جو انتہائی تیز تھی، آج سوئی پڑی تھی ورنہ بیٹھے بیٹھائے وہ اماں بابا کے عارض ولا آنے پر ضرور مشکوک ہوتی۔

"ٹھیک ہے، ویسے آپ عجیب والدین ہیں یار۔ آپکی بیٹی کسی غیر کے گھر رات رکی اور آپ دونے مجھے غصے سے ڈانٹنا تو دور، ہلکا سا اس حرکت پر برا بھلا تک نہیں کہا"

کچھ اور اس لڑکی کو سمجھ آیا ہو یا نہیں، یہ شکوہ وہ پورے ہوش میں کر رہی تھی جس پر مناحل اداس سا مسکرا دی۔

"غیر نہیں، وہ تمہارا ہونے والا سسرال ہے۔ اور ہمیں پتا ہے امل کے اصول، اسکے دل و دماغ پر ہمیشہ حاوی رہتے ہیں"

مناحل کے لہجے کا رشک محسوس کرتی وہ دل جلا مسکرائی، دل تو بڑا کیا کہ یہ رشک ضد میں ہی سہی پر توڑ ڈالے مگر اس نے اسے بھی جانے دیا۔

"بڑا اہم ہم کر رہی ہیں، لگتا ہے مسٹر جلال سے جڑا عشق جاگ واگ گیا ہے۔ میں ایویں پریشان تھی کہ آپ دونے اک دوجے کا سر پھاڑ دیا ہو گا۔ ادھر تو خوشی اور سکون کے ساتھ پر امن چھائی فضا کا ماحول ہے بھئی"

امل کیسے طنز کرنا بھولتی اور مناحل کیا بتاتیں کہ وہ ایک بار پھر امل کی زندگی میں آتی خوشیوں پر اپنی انا اور ناراضگی قربان کر چکے تھے۔

"ہاہا پاگل، چلو رکھو فون۔۔ ملتے ہیں پھر"

والدہ صاحبہ فوراً سے ٹالے جان چھڑوا گئیں تو امل نے بھی کال آف کیے اس سے پہلے کسی کی نظر میں آجاتی، اس کمرے سے نکلنے کے پر تولتی ابھی دروازے تک ہی پہنچی، کہ آگے سے نمودار ہوتے جناب کی انٹری پر فوراً سے بیشتر اپنے قدم روک گئی۔

وہ جو اپنی رات بہت مصروف سی گزار کر لوٹ آیا تھا، امل سے اپنی دنیا میں ہوتی اس ملاقات پر مبہوت ہو گیا، وہ تھکن سی بھر جاتی آنکھوں سے بنا کسی

تاثر کے عبداللہ کو دیکھ رہی تھی جو خاصا چمکا دھمکا ہوا تھا، کٹنگ و ٹنگ کیے بال تک زرا سیٹ کروا رکھے تھے، گردن تک پھیلے بالوں کا رواں بھی غائب تھا اور آنکھوں کی مستی اور بے خودی بھی حد سے سوا تھی۔

"تم جاگ گئی، میں تو سوچ رہا تھا جا کر پانی کا جگ تم پر انڈیل کر جگاوں گا۔ میرا پلین چوپٹ کر دیا تم نے امل پاشا"

وہ جو دروازہ بند کرتا بے تکلفی سے امل کی راہ میں حائل ہو چکا تھا، اپنی نیک پلاننگ سے آگاہ کیے بڑی دیدہ دلیری سے امل کا چہرہ تکتا بولا جو ابرو اچکائے گھورنے لگی۔

"تمہیں لگتا ہے امل اتنی آسانی سے اپنے اصول توڑ سکتی ہے کہ تم کہو گے اور تمہاری جگہ پر نیند کی لالچ میں سو جائے گی۔۔ ہرگز نہیں، مجھے یہاں بھی نیند نہیں آئی۔ کھڑکی سے لگ کر کھڑی رہی اور لمبی سی رات کٹ گئی۔ باقی

تمہارے پلین تمہاری طرح چھچھورے ہی ہوتے ہیں، اچھا ہے چوپٹ ہو گیا"

اپنی سرد نگاہوں میں ڈھیر سے شکوے بھرے وہ ناجانے اتنی برہم تھی یا عبداللہ کو لگی مگر وہ سنجیدہ ہو چکا تھا۔

"میں کب تمہارے اصول ٹوٹے دیکھ سکتا ہوں پاگل، مجھے تو صرف تمہارے آرام سے سروکار ہے اور شاید اپنے سکون سے بھی۔ آج کے دن میں تم سے کوئی مزاق نہیں کروں گا کیونکہ آج عبداللہ عارض سکندر کی زندگی کا سب سے سنجیدہ دن ہے"

وہ سنجیدہ ہو کر زیادہ دل دھڑکاتا تھا تبھی تو امل بے چین ہو کر اسکے الفاظ کے مفہوم میں ہی الجھ گئی۔

وہ اسکی مسکراتی جتاتی نظریں دیکھنے کی عادی تھی، مگر ایسی نظریں جو روح تک جھانکتی ہوں، وہ امل کو تمام اعتماد کے بھی ڈراتی تھیں۔

"کیوں، آج مرنے والے ہو؟"

وہ خود کو پر اعتماد ثابت کیے، خاصے بے نیاز پن سے بولی تو عبداللہ نے منصوعی ناراضگی سے دیکھا۔

"موت کے علاوہ بھی سنجیدگی کے بڑے تہوار ہیں امل"

وہ ہنوز امل کے اعصاب پر بوجھ لاد چکا تھا، دھیمے مگر لو دیتے لہجے سے امل سہمی، وہیں وہ جذبوں سے چور نگاہیں اسے فرار کرنے پر اکسانے لگیں۔

"ایسے بونگے ڈائیلاگ نہ مارا کرو"

وہ اسے پرے کرتی بھاگ نکلنے کو لپکی مگر وہ دروازے سے باقاعدہ کمر جوڑے، امل کے لیے فرار کی تمام راہیں مسدود کر گیا۔

"تو تم اچھے ڈائیلاگ سیکھا دو، وہ مار لیا کروں گا"

اس لمبے قد و قامت والے پہاڑ کو وہ آگے پیچھے دھکیل بھی نہ سکتی تھی، لیکن بے بسی کے سنگ اس نے عبداللہ کی اس بات پر اپنی غصہ چھلکاتی آنکھیں ضرور پھیلائیں۔

"جانے دو مجھے، کسی نے دیکھ لیا تو برا لگے گا"

وہ اسکی آنکھوں سے اپنی آنکھیں ہٹا لیتی موضوع بدل کر جانے کو بیقرار ہوئی تو عبداللہ نے پوری شرافت آخری بار دیکھا کر دروازے سے کمر ہٹا کر اک طرف ہوئے اجازت دی۔

امل کو اس درجہ شرافت اور تہذیب پر دل کا دوڑا پڑتے پڑتے رہا۔

جبکہ عبداللہ کی شوخ اور خمار کی زیادتی میں ہنستی آنکھیں ضرور امل کے اردگرد گھنٹیاں بجا گئیں۔

"بائے داوے آج میری شادی ہے، تم سے نہیں۔۔۔ایک اپنی دیوانی فین سے کر رہا ہوں۔۔ تم سے دوسری کروں گا۔۔۔اب جیلس اور دکھی ہو کر کہیں چلی نہ جانا، تمہاری شرکت اہم ہے"

اس سے پہلے امل دروازہ کھول کر باہر نکلتی، عبداللہ کی اس گل فشانی پر خونخوار گھوری سے نوازتی پلٹی اور یوں دیکھا جیسے وہ کھڑے کھڑے اسکا خون پی جائے گی۔

"میں کیوں جاوں گی بھلا اتنا اہم ایونٹ چھوڑ کر، اسکی اور تمہاری ہونے والی خوبصورت قبر ایک ساتھ امل پاشاہی تو کھودے گی۔اور ناں جیلس اور دکھی ہوتی ہے میری جوتی۔۔۔سمجھے"

آگ بگولا ہوتی، وہ جن زادی کی طرح بھڑک کر غراتی اک اک لفظ کمال بے مروتی سے ادا کیے نہ صرف باہر نکلی بلکہ دروازہ بھی اس بری طرح پٹخ

کے گئی کہ کتنی دیر عبداللہ عارض سکندر کو اپنے کانوں میں گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئیں۔

جہاں وہ امل کی اس حرکت پر ہوش لوٹتے ہی بے دم ہوتا ہنسا وہیں باہر نکل کر جاتی امل کی آنکھیں نا جانے کیوں تیزی سے نم ہوئیں۔

..________________________..

"ٹھیک ہے بلاول، مجھے لوکیشن بھیج دو۔ میرا دل کہہ رہا ہے کچھ بہت برا ہونے والا ہے"

ہادی سکندر کچھ دیر قبرستان میں رکنا چاہتا تھا تبھی سالار خان دو اہلکاروں کو اسکے پاس چھوڑ کر واپس تھانے پہنچا تو آتے ہی بلاول کا پیغام موصول ہوا، بلاول کو اس نے رابعہ وحدی کے پیچھے بھیجا تھا تاکہ وہ اسکے گھر کا پتا دریافت کیے سالار خان تک پہنچا سکے۔

فون بند کیے چند ساعتوں بعد ہی سالار خان کو ایک گھنٹے کی ڈرائیو پر موجود رابعہ وحدی کے آبائی گھر کی لوکیشن موصول ہوئی۔

اسکی سیاہ آنکھیں سرخی کے سنگ اٹی تھیں، پہلے رابعہ وحدی کا یوں بے حسی سے ہر ناطہ توڑ کر جانا اور اب اسے غیر محفوظ جان کر سالار خان کے دل میں عجیب سا درد ہلکورے لے رہا تھا۔

اگلے دس منٹ وہ اضطراری انداز سے آفس میں چکر کاٹتا رہا اور پھر اہل کار کے اجازت لے کر اندر آنے پر سالار خان نے اسکی جانب توجہ موڑی۔

"سر نفری تیار ہے، دو لوگ میں نے پہلے ہی رابعہ وحدی کے گھر کے آس پاس سول خلیے میں مٹر گشت کرنے کے لیے روانہ کر دیے ہیں۔ اور انہوں نے ہی خبر پہنچائی ہے کہ ایک مشکوک آدمی اس گھر کے آس پاس چکر کاٹتا دیکھائی دیا ہے"

وہ اہل کار پروفیشنل طریقے سے تمام حقائق بہم پہنچاتا، سالار خان کا دل مزید پریشان کر چکا تھا۔

" نفری کی ضرورت نہیں فی الحال، یہ معاملہ میں خود دیکھنا چاہتا ہوں۔ تم لوگ کچھ فاصلے پر موجود رہنا تاکہ ہنگامی صورت حال پر ہمارے پاس بیک آپ موجود ہو۔ میں جا رہا ہوں۔ ہادی سکندر آئے تو اسے انفارم کر دینا اور کہنا کہ وہ تھانے میں ہی رہے "

دل میں کھٹکا سا ہوا جس پر سالار خان مزید مضطرب ہوا، اسے چند ہدایات سونپتا وہ ضروری چیزیں ساتھ لیے، پرسنل جیپ کی چابی لیتا آفس سے باہر نکل گیا وہیں دوسری جانب اچھی خاصی صبح ہو چکی تھی اور اس قنوطیت بھری روشنی نے اس شخص کی آنکھیں جلائی تھیں۔

اکا دکا قبروں پر مشتمل یہ نیا بنا قبرستان تھا جہاں اس وقت قہرناک چپ رائج تھی، قبرستان کے احاطے سے باہر دو پولیس والے گنز لے کر کھڑے، ہمہ تن چوکس اور بیدار تھے۔

انکی عقابی اور تیز نظریں چار سو اور انگلیاں گن کے ٹریگر پر تھیں جبکہ ہادی سکندر خاموشی سے چھوٹی چھوٹی باڑ کی مانند بنائی دیوار پر بیٹھا کب سے ہارون سکندر کی قبر پر نظریں جمائے بیٹھا تھا۔

ماہ نور اور المیرا کو بھی ہارون سکندر کی موت کا معاملہ پتا چل چکا تھا، المیرا تب سے اپنے روم میں چپ اور ساکت سی بیٹھی تھیں اور ماہ کو انکی خاموشی سے ڈر لگ رہا تھا۔

" آپ یوں چپ مت رہیں مما، مجھے اچھا نہیں لگ رہا۔ آپ تو بہت سٹرونگ وومین ہیں۔ اللہ نے ہارون تایا کو انکے کیے کی سزا دی ہے جو ہر کسی نے اپنے برے اعمال کے بدلے ضرور سہنی ہے۔ میں جانتی ہوں آپ اس انسان سے

بھلے جتنی مرضی نفرت کر لیں، لیکن انکی ناگہانی موت نے آپکو گہرا صدمہ پہنچایا ہے"

ماہ اسکا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں جکڑ کر بیٹھی، تاسف اور دکھ کے سنگ المیرا کی زرد پڑتی صورت دیکھے ڈھارس و تسلی پہنچاتی بولی مگر المیرا نے افسردگی کے سنگ نفی میں سر ہلایا۔

" صدمہ کیسا ماہ نور، مجھے تو آزادی دی گئی ہے۔ اس درندے کی زوجیت سے جس نے میری روح کے پرزے پرزے کیے تھے، میں تو اس لیے تکلیف میں ہوں کہ اس انسان کی موت میرے ہادی کے دل کا بوجھ بڑھا جائے گی، وہ ایک اہم گواہ تھا جسے ان گندے لوگوں نے راستے سے ہٹا کر دین کے دشمنوں کی مدد کی ہے۔ اور پھر مجھے اس بات کا افسوس ہے کہ اس شخص کے گناہ اتنے زیادہ تھے کہ اللہ نے اسے توبہ کا موقع بھی نہ دیا"

المیرا کا لہجہ یاس اور اذیت سے بھرا تھا جو ماہ کا بھی دل رنجیدہ کر گیا، اسے رات ہادی کی اندرونی اذیت کا کچھ کچھ تو اندازہ ہوا بھی تھا جیسے وہ ماہ نور کے ساتھ ہو کر بھی کسی آگ میں جل رہا ہو۔

"ہادی کے ساتھ ہم ہیں ناں مما، اور آپکے ساتھ میں اور ہادی۔ سب بھول جائیں۔ انکی موت کا دکھ بھلے ہم سبکو ہوا لیکن ہم اس انسان کی موت کا سوگ نہیں مناسکتے، وہ یہ ڈیزرو نہیں کرتے"

ماہ ہر ممکنہ المیرا کی اداسی دور کرنے کی سعی میں تھی اور المیرا نے اس پری کی ڈھارس پر سنبھلنے کا فیصلہ بھی لے لیا۔

"بالکل سوگ نہیں منائیں گے، تم ریڈی ہو جاو۔ عبداللہ کے لیے آج کا یہ دن بالکل اداس نہیں بنانا۔ میری طرف سے معذرت کر لینا۔ عارض بھائی اور ماہ جبین میری سچویشن سمجھ جائیں گے۔ جاو تم جانے کے لیے تیار ہو جاو"

ماہ کو بہت پیار سے ریڈی ہونے کا کہے وہ خود جانے کا حوصلہ اپنے اندر نہ بنا پا رہی تھیں اور ماہ ہرگز بھی انکے بنا گھر جانا نہیں چاہتی تھی مگر المیرا کے اصرار پر وہ بے دلی سے ہی سہی پر اٹھ کھڑی ہوئی۔

"میں نکاح ہوتے ہی واپس آجاوں گی بابا کے ساتھ، آپ پرامسس کریں خود کو اتنا سا بھی پریشان نہیں کریں گی"

ماہ کا دل نا جانے کیوں بے کل ہوا تو وہ بچوں کی طرح اس ماں سے وعدہ مانگنے لگی۔

"نہیں کروں گی میرا بچہ، جاو تم"

ماہ کی ہتھیلی چومے وہ اسے بے فکر کیے پیار سے جانے کا کہہ رہی تھیں جس پر وہ المیرا مما کی گال پر پیار دیے، بازو گرد باندھے ایک محبت بھرا حصار بنا کر لاڈ کرتی کمرے سے باہر نکل گئی جبکہ اسکے جاتے ہی المیرا نے ایک بار پھر سرد سانس کھینچے سر بیڈ کی پشت سے ٹیک لیا اور آنکھیں موند لیں۔

وہیں عارض ولا میں بھی اس خبر نے بہت ساری خوشی کے رنگ پھیکے کیے تھے، دیر سے کیے جاتے ناشتے کے باعث ڈائننگ میز پر بیٹھے سبھی نفوس خاصے چپ اور سنجیدہ تھے۔

جبکہ امل سر میں درد کا بہانہ کیے باہر لان میں ہی بیٹھی بپ جی کھیلنے میں مصروف تھی، وہ صرف اماں بابا کا انتظار کر رہی تھی تاکہ انکی ضروری ٹاک ہوتے ہی وہ بابا کے ساتھ گھر چلی جائے۔

جبکہ اندر خاصا سوگوار سا خاموش پن چھایا تھا۔

"جو راہ اس انسان نے چنی تھی وہ سراسر ہلاکت کی جانب ہی تھی، اس بندے نے تو اس قابل بھی نہیں چھوڑا کہ ہم اسکے حق میں دعائے خیر کر سکیں۔ جو میرے اللہ اور اسکے حبیب ﷺ سے ساری زندگی دشمنی اور بغض رکھتا آیا ہے اسکے لیے نہ میرے دل میں اس ناگہانی موت پر دکھ ہے نہ

کوئی دعا، اور نہ ہی اس انسان کی موت کا سوگ میں اس گھر کی خوشیوں پر حاوی ہونے دوں گا"

سبھی عارض سکندر کی چپ پر افسردہ تھے مگر آخر کار انہوں نے اپنی چپ توڑ کر جمود کی کیفیت پاش پاش کر دی۔

ماہ جبین اور مان ایک سی اداس تھیں جبکہ عبداللہ صرف سنجیدہ تھا، اسکی توجہ امل کی جانب تھی، ناچاہتے ہوئے بھی وہ سنگین مزاق تو کر گیا تھا اب اسے اپنی حرکت پر خود ہی برا لگ رہا تھا۔

"اگر آپ پھر بھی ڈسٹرب ہیں تو میں نکاح آگے کر دیتا ہوں، آپ اداس ہیں تو میں اپنی خوشی کھل کر کیسے منا سکوں گا؟"

عبداللہ کے استفسار پر عارض صاحب نے فوری نفی میں سر گمایا۔

"کس نے کہا ہے کہ میں اداس ہوں، نکاح ہو تو تم امل کو لے کر بھلے اوٹنگ کے لیے چلے جانا کچھ دن کہیں۔ اس بیکار انسان کے باعث اس گھر کی

خوشیوں کو دیمک نہیں لگے گی، رہی بات ہادی، ماہ اور المیرا کی تو میرا نہیں خیال وہ سب بھی ہارون سکندر کی موت کا سوگ منانے کے حق میں ہوں گے۔لہذا تیاریاں مکمل کر لیں، نکاح اپنے مقررہ وقت پر ہی ہو گا"

عارض سکندر نے سختی سے اپنی بات واضح کیے سب کو اس وقتی افسردگی کے ٹرانس سے نکالا، خود وہ آفس کے لیے نکل گئے، انکا ارادہ جاتے ہوئے ہادی سے ملنے کا تھا۔

عبداللہ بھی ناشتے کے بعد روم میں چلا گیا جبکہ مان نے موقع ملتے ہی ماہ جبین سے اجازت لی۔

"ٹھیک ہے آپ جا کر انکی خیریت پوچھ آئیں، اور یہ باقی چند چیزیں بھی واپسی پر لے آئیے گا مان۔اب نکاح اتنی اجلت میں ہو رہا کہ ہم دل کے ارمان تک پورے نہ کر سکے، لیکن جلدی آجائیے گا"

مان کو شاہ کی فکر تھی تبھی وہ کچھ اہم چیزیں لینے کے ساتھ ساتھ اسکی خیریت جا کر دریافت کرنے کی اجازت لیے ڈرائیور بابا کے ساتھ جانے کا ارادہ باندھ چکی تھی اور اس نے جاتے جاتے لان میں بیٹھ کر جھولا جھلا کر گیم میں گم ہوتی امل کی طرف قدم بڑھائے۔

"امل! میں ایک دو گھنٹے تک آتی ہوں مارکیٹ سے ہو کر، تب تک تم ماہ جبین تائی جانو کے پاس جاؤ وہ تمہیں بلا رہی تھیں۔ پھر ہم مل کر بہت سی باتیں کریں گے۔۔۔۔ تب تک مناحل آنٹی اور جلال انکل بھی آ جائیں گے۔۔۔۔ آئی تھنک کچھ سپیشل ڈسکشن ہونے والی ہے سب کے بیچ"

مان کو تیار دیکھ کر امل نے اسکی تمہید پر مشکوک سی نگاہ اٹھائے دیکھا مگر پھر اپنا شک جھٹک کر وہ مان کو رسان سے سر ہلائے ہاں کہتی اسکے جانے اور روانہ ہو جانے تک وہیں دیکھتی رہی مگر پھر سے اندر جانے کے بجائے خود کو گیم میں مصروف کر دیا جبکہ اپنے کمرے سے نکل کر ملحقہ بالکونی میں کھڑا ہو کر امل کو بغور دیکھتا عبداللہ کسی گہری سوچ میں مبتلا تھا۔

"امل"

فون کی ٹون پر امل نے گیم آف کیے نیلم کی آتی کال فوری پک کی جس پر جنابہ نے پیار سے پکارا ہی تھا کہ امل کو لگا اسکا دل سا بھر آیا ہو۔

" آٹھ مس کالز! کیا ہو گیا میری جان۔۔ میں اور اماں دراصل ان کے ساتھ کچھ کپڑے لینے نکل گئے تھے، ابھی آئی اور پریس کر کے پیک کیے۔ اب لنچ بنانا اسکے بعد ان شاء اللہ ہماری روانگی ہو جائے گی۔۔۔ مصروفیت کے باعث میں فون دیکھ نہ سکی"

نیلم جو اپنا اور اماں کا مشترکہ بیگ پیک کیے ابھی تھک ہار کر آئی اور باہر لاونج میں دھرے صوفے پر بیٹھی تھی، اپنی مصروفیت کی وجوہات کے سنگ اس نے امل کی بے قراری بھی بھانپ لی۔

"میں تمہیں مس کر رہی ہوں، بہت زیادہ۔ آئی فیل سو ہیلپ لیس"

فون کان سے لگائے وہ جس دکھ سے بولی، جیسی افسردگی نیلم پر اتری ویسی ہی بالکونی سے جھانکتے عبداللہ پر جو امل کو پہلی بار ایسا بکھرا ہوا دیکھ رہا تھا۔

"امل! کیا ہوا ہے میری جان۔ بتاؤ مجھے۔ عبدالہ بھائی نے کچھ کہا؟ بولو میرا دل بیٹھا جا رہا"

نیلم کا تو دل ہی دہل اٹھا جبکہ امل کیا بتاتی اسے کیا ہوا ہے، کتنی مدت بعد اسکی پتھر آنکھیں بھیگیں ہیں اور وہ بھی اسکے نزدیک نہایت بے کار اور گندی وجہ پر۔

"جو ہم سے محبت کا سب سے زیادہ دعوی کرتے ہیں، وہی ہمیں وقت پڑنے پر اذیت اور تکلیف بھی دے جاتے ہیں۔ میرے ساتھ ہمیشہ ایسا ہی ہوتا ہے، نیا کچھ نہیں ہوا۔ بس میں تمہیں گلے لگانا مس کر رہی، امل کے پاس اسکی اپنی صرف تم جو ہو۔۔۔"

وہ بہت زیادہ ذہنی دباو میں تھی اور نیلم کو تو خود رونا سا آیا، اسکا بس چلتا تو ابھی اڑ کر امل کے پاس آجاتی۔

جبکہ امل کے یہ الفاظ، عبداللہ عارض سکندر کے دل پر صدیوں کا بوجھ اتار گئے۔

کیا وہ اسے مزاق پر اس قدر برا منا گئی تھی کہ وہ تکلیف اور نا امیدی میں ایک بار پھر مبتلا ہو گئی تھی، وہ خود پر ملامت کرنے لگا۔

"عبداللہ بھائی بھی تو ہیں میری امل کے، ایسے کرو گی تو میں رونے لگ جاوں گی ناں جان۔ میں وہاں جا کر تمہارے لیے بہت ساری دعا کروں گی اور جب عمرے سے واپسی ہو تو تم مجھ سے ملنے آنا"

نیلم اسے بہت پیار سے بہتر کرنے کی کوشش کر رہی تھی، جبکہ امل اسکے پہلے ہی جملے پر تلخی سے مسکرا دی۔

"میرا نیلم کے سوا کوئی نہیں ہے، اور میں ضرور تم سے ملنے آوں گی۔ بس خود کو کمزور فیل کر رہی تھی۔ تم جانتی ہو امل کی کمزوری تم سے بہت سارے دن کی جدائی ہے جو مجھے میری تلخیوں میں جھونک دیتی ہے بس اس لیے تم بہت یاد آرہی ہو"

امل نے خود کو واپس مضبوط تو بنا لیا لیکن اسکے لفظوں کی ٹوٹ پھوٹ نے عبداللہ عارض سکندر کو بہت اذیت پہنچائی جو وہاں سے ہٹ چکا تھا، اسے امل کو سمجھنا چاہیے تھا اور وہ بے دھیانی میں اس لڑکی کے دل کو ٹھیس پہنچا بیٹھا تھا۔

جبکہ امل کے ایسے الفاظ، نیلم کو اب پہروں بے قرار رکھنے والے تھے۔

"میں پاس ہوں اپنی امل کے، بہت پاس۔ یو آر بریو گرل۔ اداسی چھوڑو، تم کو پتا رات انہوں نے سکیچ دیکھ لیا۔۔۔ اف میری کیا حالت ہوئی بتا نہیں

سکتی۔۔۔تم جلدی آنا مجھ سے ملنے کیونکہ نیلم بھی اپنی ساری خوشیاں تم سے شئیر کرنے کے لیے بے تاب ہے"

امل کی ساری اداسی تو نیلم کی محبت اور پھر گھبراہٹ پر مسکراہٹ میں بدل گئی۔

وہ اداس سا مسکرادی۔

"آہاں!مطلب رومینٹک نائٹ ہوئی پھر کل۔۔۔۔گری وری تو نہیں ہو ناں؟"

امل اپنی شرارت لیے واپس نیلم کی جان میں جان لوٹائے ہنسی تو نیلم کو بھی کچھ قرار آیا۔

"ہاہا گرنے لگی تھی بٹ انہوں نے گرنے نہیں دیا۔۔۔اور میں نے تمہاری ہر بات مانی ہے اور مجھے تمہاری کمی ہر پل محسوس ہوئی۔۔ایکچولی آئی مس یو ٹو امل۔۔۔۔"

نیلم کا پر بہار سا جواب، امل کو بھی اداسی سے قدرے نکال لایا۔

"بس یونہی ایک دوسرے کے قریب رہو یہی امل کی دعا ہے، خیر سے جاو عمرے پر۔ اللہ تم سب کا یہ سفر مبارک کرے۔ جب واپس آو تو مجھے بتا دینا میں پہنچ جاوں گی کباب کا ہڈا بن کر۔۔۔"

ایک بار پھر نیلم کو اس خوش بخت سفر پر رخصت کرتی وہ اسے دعاوں کے حصار میں، اپنے جلد ٹپک پڑنے کی پیاری خبر سے نیلم کا بھی دل نہال کر گئی۔

دونوں کا دل صدق سے آمین کا ورد کر اٹھا۔

فون بند کرتے ہی امل کی توجہ عارض ولا کے پورچ میں آ کر رکتی مسٹر جلال پاشا کی گاڑی کی جانب مبذول ہوئی تو وہ لمبا سا سانس کھینچے اٹھ کر ویلکم کے لیے انکی جانب بڑھ گئی جو حسب توقع امل کی خوشیوں میں شریک ہونے پہنچ آئے تھے۔

جبکہ دوسری جانب مبین نے شام ہی گھر آنے کا کہا تھا مگر وہ اس بے وقت ہی آگیا تو نیلم کو لے کر وہ باہر صحن کی جانب بڑھا۔

امل اور عبداللہ کے نکاح کی خبر جب نیلم کو دی تو کتنے ہی لمحے وہ ششدر رہی۔

اور جب مبین نے اسے بتایا کہ اس نکاح کا امل کو نہیں بتایا گیا تو اس پر نیلم کو امل کی فکر مزید ہوئی، وہ بھلے ایک سرپرائز سہی لیکن نیلم نے امل کی موجودہ کیفیت کا اندازہ لگائے اس سرپرائز کو فی الحال امل کے ذہنی دباو میں اضافہ ہی محسوس کیا۔

پھر ہارون سکندر کی ناگہانی موت کی خبر مبین سے پائے وہ مزید افسردہ ہو کر رہ گئی۔

جبکہ قبرستان کے احاطے میں اسے بیٹھے ہوئے کئی گھنٹے بیت چکے تھے، صبح اب ڈھل کر دوپہر سے مل چکی تھی۔

قبرستان سے کچھ فاصلے پر آکر رکتی عارض سکندر کی گاڑی پر دونوں اہل کار چوکنے ہوئے مگر پھر عارض سکندر کو دیکھ کر دونوں نے اپنی اپنی تانی گن ہٹائے، انکو قبرستان کے اندرونی طرف جانے کی اجازت دی۔

ہادی کو وہاں بیٹھا دیکھ کر ایک بار تو عارض سکندر کا کلیجہ کٹا مگر وہ ہمت کرتے ہوئے آگے بڑھے اور ہادی سکندر کے ساتھ ہی خاموشی سے جا کر بیٹھ گئے۔

"ہادی! میرے بچے۔ کیوں اس بے فیض کی قبر پر بیٹھے ہو"

اپنی بازو، ہادی سکندر کے گرد باندھ کر وہ اسے متوجہ کرنے کے ساتھ ساتھ ہادی کی تنہائی میں مخل ہونے کا جرم بھی کیے بولے جو چہرے پر کسی قسم کا کوئی غم لیے نہ بیٹھا تھا بلکہ دیکھنے والا کیا جانتا کہ ہادی سکندر تہہ خاک کا کہرام دیکھ کر ساکت تھا۔

"بس یونہی، خود کو مدت سے سیاہی اور تاریکی میں ڈوبتا محسوس کرتا آیا ہوں، آج جب قدرت نے ہاتھ میں روشنی تھمائی ہے تو اسکی چکا چوند کے باعث میری آنکھیں کھلنے سے قاصر ہیں"

اسکی آواز میں ہوک اور کربناکی ضرور اتڑی جس پر عارض سکندر کا مضبوط دل بھی سہم گیا۔

"میں تمہارے دل کی حالت سمجھ سکتا ہوں"

عارض سکندر نے اسے اپنا کمزور سہارا دینا چاہا تھا جو خود آج حد سے سوا نڈر اور بہادر ہو گیا تھا۔

تبھی چہرہ پھیر کر عجیب سی مسکراہٹ کے سنگ وہ عارض سکندر کو حیرت زدہ کر گیا۔

"میرے دل کی حالت صرف آسمان و زمین کا والی اور اس قبر کا وارث سمجھ سکتا ہے، وہ قبر نشین جسکے کرموں اور اعمال کی آگ شعلے بن کر مجھ تک

لپکتی رہی اور میرے دل کے نا جانے کس کس جذبے کو جلا کر خاکستر کرتی رہی۔ لیکن آج میرے سارے زخم ایک ہی بار پھٹے اور مرہم پا گئے۔ مجھ سے تعزیت مت کریں چاچو، مجھے ایسی کسی شے کی ضرورت نہیں"

وہ خود کو مضبوط کر چکا تھا، جبکہ ہادی کے الفاظ بذات خود عارض سکندر کی ڈھارس بنے تو وہ افسردگی کے سنگ مسکرا اٹھے۔

"مجھے فخر ہے تمہاری ذات کی مضبوطی اور دل کے حوصلے پر، ہادی سکندر کو تم جیسا ہی ہونا چاہیے تھا۔ اندھیرے جس نے کاٹے ہوں وہی روشنی بنانے اور پھیلانے کا ہنر جانتا ہے"

عارض سکندر کی آنکھوں کا رشک، اور یقین دلاتا ہوا لہجہ، ہادی کو بہت کچھ سمجھا اور بتا گیا۔

"آج مبین کو مس کر رہا ہوں"

کچھ دیر وہ دونوں خاموش رہے پھر ہادی کا ضبط زرا جواب دیا بھی تو اس ظالم نے دلخراش مسکراہٹ کے سنگ قبروں پر طائرانہ نگاہ ڈالے جو کہا اس پر عارض سکندر خود بھی تاسف سے بھر گئے۔

"جگری یار دور سہی، یہ دوسرا باپ تو ہے تمہارے ساتھ۔مانا اسکی کمی بندہ ناچیز پوری نہیں کر سکتا لیکن پھر بھی میں کہنا چاہتا ہوں کہ میں تم سے بالکل مبین اور عبداللہ جیسا پیار کرتا ہوں۔اور میری گڑیا کی خوشی ہو تم، سچ کہوں تو مجھے میرے بچوں سے بارہا عزیز ہو جاتے ہو۔میری ماضی کی غلطیوں کو مکمل درگزر کر کے ایک بار اس باپ کو اپنی پدرانہ محبت ثابت کرنے کا موقع دو، تم مایوس نہیں ہو گے"

عارض سکندر کی آنکھیں نم سی تھیں تو ہادی کی کب سرخائی سے خالی تھیں، وہ جب بھی بے بس ہو جاتا تھا تو اسکی بے بسی ہمیشہ مبین دور کرتا آیا تھا تبھی آج اس دشمن جان کی کمی ہادی کو مزید تنہا کر رہی تھی۔

پھر عارض سکندر بھی تو اسکے جذبات سے کھیل رہے تھے، وہ اتنا مضبوط بھی نہیں تھا اب جتنا زمانے نے اسے ظاہری سخت بنا دیا تھا۔

"باپ کو اپنی محبت کا ثبوت نہیں دینا پڑتا اپنی اولاد کو چاچو، اور مجھے بھی کسی کی محبت پر کوئی شک نہیں۔ معذرت چاہوں گا لیکن مبین عارض سکندر کی جگہ میری آخری سانس تک کوئی نہیں لے سکتا۔"

وہ آج اس لمحہ بھی ویسا ہی ضدی اور ٹیڑھے مزاج کا حامل ہادی سکندر تھا اور یہ نارمل سائن دیکھ کر عارض صاحب کو سکون سا میسر آیا۔

"بہت ضدی ہو، لیکن جان ہو۔ آج عبد اللہ اور امل کا نکاح ہے، میں نے رکوایا نہیں۔ سادگی سے فرض نبھا دیں گے۔ اپنا خیال رکھنا اور زیادہ دیر یہاں مت بیٹھنا"

سرسری انداز لیے مگر شفیق لہجے میں وہ کہتے اٹھ کھڑے ہوئے تو ہادی نے رسان سے سر ہلائے انکو جانے کی اجازت سونپی جس پر وہ ہادی کا کندھا

تھپکاتے واپس بڑھے، یہاں عارض سکندر کی گاڑی قبرستان کے احاطے سے نکلی وہیں ہادی کا قریب ہی دھری جیکٹ میں رکھا فون بج اٹھا۔

فون کو جیکٹ کی جیب سے نکالا ہی تھا کہ کسی دشمن جان کا حوالہ، ہادی کو مسکرانے پر مجبور کر گیا۔

..________________________..

"تو گویا انتظار کو ثمر بار کر ہی دیا آپ نے مان"

دروازے پر کھڑی، ہاتھ میں چند لفافے تھام کر منتظر سی مان کو دروازہ کھولتے ہی تکتا وہ خوشی اور حیرت کی ملی جلی کیفیت کے سنگ بولا تھا۔

مان کو اسکے چہرے پر لوٹ آتی تر و تازگی دیکھ کر راحت ملی، وہ اسکے لیے لنچ کے ساتھ ساتھ تازہ پھولوں کا خوشبودار گلدستہ لائی تھی۔

ڈرائیور بابا کو بس دس منٹ کے لیے منتظر چھوڑتی وہ اس بیمار کی عیادت کا وعدہ نبھانے چلی آئی۔

"مجھے سچ میں آپکی فکر تھی شاہ"

ہاتھ میں پکڑے سامان کو احتیاط سے کچن کاونٹر پر رکھتی وہ پھولوں کا بکے اس کی جانب بڑھائے جیسے بولی، وہ تو ساری خوشبوؤں کو چھوڑ کر اس لڑکی کے فکر لوٹاتے موہنے انداز تکتا رہ گیا۔

"اور مجھے یہ فکر کہ ناجانے آپ اس بیمار کی خبر گیری کرنے آئیں گی یا پھر جنس کی تکرار آپکو روک دے گی۔ یہ مان، میری دوست ہے ناں؟"

وہ اس سے مناسب فاصلے پر رک کر جو دل دھڑکاتا انداز اپنائے پوچھ بیٹھا، مان کو لگا کہ بات ٹالنی ضروری ہے۔

"میں بس تھوڑی دیر کے لیے آئی ہوں، گھر میں ایک ایونٹ ہے۔ سرپرائز کہہ لیں تو بس تھوڑی شاپنگ پینڈنگ تھی وہ کی ہے"

وہ سہولت کے سنگ اسکی نظروں کا مفہوم سمجھ کر بات بدل گئی مگر شاہ جو اسکے بات بدلنے کو اسکی فطری جھجک سمجھ کر مسرت محسوس کر رہا تھا، اس اچانک آتے ایونٹ پر حیرت کا اظہار کرنے لگا۔

"آہاں! کیسا ایونٹ"

مان کو کھانا پلیٹ میں نکالتا دیکھ کر وہ فکر مندی سے بولا۔

"امل اور عبداللہ کا نکاح"

اپنی توجہ کھانے پر سے یکسر ہٹائے وہ یہ انکشاف، شاہ کی آنکھوں میں دیکھے کر رہی تھی کیونکہ اسے بہت کچھ جاننے کی جستجو تھی۔

اور یہ جملہ شاہ ویر کی سماعت میں چبھن اتارتا محسوس ہوا، جبکہ مان بغور اسکے سرد تاثرات ہی دیکھتی رہ گئی، وہ خاموش ہوا تھا۔

اس نے مسکراہٹ زائل کی تھی، وہ نظریں چرا کر گہرا سانس بھرنے لگا، یہ سب مان کو بنا کہے بہت کچھ بتا گیا۔

"کسی نے مجھے تو نہیں بتایا"

رخ موڑے آواز کو حیرت والا پیش کیے ناراضگی جتائی گئی تو مان نے بھی یہ ہاں ناں کی کیفیت ختم کرنے کی قسم کھائے، اسکے سامنے آ کر شاہ کا امتحان لیا۔

"امل نہیں جانتی، عبداللہ اسے سرپرائز دینے والا ہے۔ وہ امل کو ایک عجیب سی، غیر متوقع اور بے تابی کے توڑ جیسی خوشی دے کر اپنی محبت کا حق دار اظہار کرنا چاہتا ہے، اسے ڈر ہے وقت کہیں پھر سے اسے امل سے دور نہ کر دے۔ امل کتنی لکی ہے ناں شاہ"

مان نے پوری توجہ شاہ کے تاثرات پر ڈالے یہ خوابناک سا رشک بیان کیے، شاہ ویر کی آنکھوں میں منجمد ہوتی تکلیف محسوس کی تھی۔

اسے اسکی کشمکش سے شاہ کی چپ ہی نکال چکی تھی۔

"ہمم بہت لکی ہے، وہ اس سرپرائز کی حق دار ہے"

شاہ کا جواب اس بار مسکراہٹ کے سنگ آیا لیکن وہ مسکراہٹ مان کے اندر بہت کچھ توڑ گئی۔

"اس نے مجھے بتایا کے آپ اس سے ہمیشہ روڈ رہے؟ حالانکہ وہ تو قابل محبت سی ہے۔ اگر آپکو برا نہ لگے تو کیا میں پوچھ سکتی ہوں کہ آپ کا اور امل کا کزنز ہونے کے باوجود تلخ تعلق کیوں ہے؟"

وہ اپنے آپ کو یکجا کرنے میں محو تھا تبھی یہ سوال کرتے مان کے تاثرات تو نہ دیکھ سکا لیکن اسکے لفظوں میں ہلکورے لیتی شدت نے ضرور شاہ ویر کے دل کو آنچ دی، وہ اسکی جانب پلٹا جو نا جانے کس احساس تلے آنکھیں ویران کیے سوالی بنی منتظر کھڑی تھی۔

"وہ خود بھی روڈ سی رہی ہے شاید تبھی یہ تلخی پیدا ہوئی، ادر وائز مجھے اسکی زندگی میں آتی خوشی بہت عزیز ہے۔"

وہ اسے مستحکم انداز میں یقین دلاتا اور بے یقین کر چکا تھا جو چہرے پر سہولت سے مسکراہٹ مل لیتی شاہ ویر کی آنکھوں میں دھول جھونک چکی تھی لیکن خدا گواہ تھا کہ شاہ کا دل بری طرح لرزا۔

"ہونی بھی چاہیے، میں جاتی ہوں اب۔۔۔ آپ کھانا کھا لیجئے گا۔ اور اپنا خیال بھی رکھیے گا"

مان کے یکدم بوجھل ہو کر واپسی کے ارادے پر شاہ نے اسے پکارا تو وہ جاتے جاتے رک کر پلٹی۔

"مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ آپ اپ سیٹ ہو گئی ہیں"

وہ دو قدم مان کی اور بڑھائے اسے کچن کاونٹر سے پن آپ کیے زرا سا فاصلہ رہ جانے پر رکتا ہوا، اسکے چہرے کے بے حال تاثرات تکتا بولا تو مان نے فورا مسکرا کر نفی میں گردن ہلائی۔

"ہاں میں تب اپ سیٹ ہوئی تھی جب امل نے اداسی کے سنگ اپنا اور آپکا تلخ تعلق ہنسی میں اڑا کر جسٹیفائے کیا تھا، وہ بہت منصوعی پن تھا۔ میں بھلے جتنی بھی سادہ اور کم فہم ہوں لیکن لہجے اور آنکھیں پڑھنے میں بہت ماہر ہوں"

وہ نا جانے کیوں یکدم ٹوٹ سی گئی، اسکی آنکھوں میں سرخائی پھیل آئی جس پر شاہ ویر بھی بے قرار ہوا۔

"مان! کیا کہنا چاہتی ہیں پلیز کھل کر کہیں"

وہ وضاحت کے لیے جیسے مچل اٹھا، جبکہ مان نے سارا کرب ایک بار پھر مسکراہٹ میں دبا لیا۔

"وہی جو آپ سمجھ گئے ہیں"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانک کر جتاتی ہوئی، اسے پرے دھکیل کر کچن سے باہر نکل آئی اور شاہ ویر بھی بے قراری کے سنگ اسکے پیچھے ہی باہر لپکا۔

"مان"

اس شخص کی پکار نے مان کے قدموں کو زنجیر اور آنکھوں کو نم کیا تو وہ ناچاہتے ہوئے بھی رک گئی۔

"مان! پلیز اس طرح مت جائیں۔ ہمیں بات کرنی چاہیے"

وہ منت بھرے انداز میں اسے روکنے لگا تو مان نے رخ موڑ کر دیکھتے ہوئے نفی میں گردن ہلائی۔

"آپ مجھ سے کبھی محبت نہیں کر سکیں گے شاہ ویر، اور میں تو محبت کے بنا جی ہی نہیں سکوں گی۔ تو بہتر ہے ہم یہیں سب ختم کر دیتے ہیں"

وہ اسے اس آسانی سے یہ دھچکا دے گئی کہ کتنے لمحے شاہ ویر کو اپنی سماعت میں اترے ان تلخ الفاظ کی کڑواہٹ محسوس ہوتی رہی، وہ بے یقین نظریں مان پر ڈالتا اسکے قریب چلا آیا جو اپنے عہد پر پہاڑ سی ڈٹی مضبوط بنی کھڑی تھی۔

"میں آپ سے محبت کر سکوں گا یا نہیں یہ میرا سر درد ہے، آپ کو کس نے حق دیا کہ اکیلے ہم دو کے بارے یہ سنگدل فیصلہ لیں۔جی تو چاہ رہا ہے اس بات پر آپکو جنجھوڑ ڈالوں۔ آپ اس وقت اپنے حواس میں نہیں ہیں مان خلیل سکندر"

وہ اس کی اس سنگدل مانگ پر بھڑک اٹھا تھا، یا شاید شاہ ویر کو اس لڑکی کے ستم نے تکلیف پہنچائی تھی۔

"میں اپنے ہوش میں ہوں شاہ ویر، مجھے بالکل دکھ نہیں ہوا وہ سچ جان کر جو مجھ سے چھپا تھا۔ میں تو خود اپنے حصے کی محبت کسی اور پر لٹا چکی ہوں۔ محبت تو

مان بھی نہیں کر سکتی ناں تبھی کہا کہ ہم ایک دوسرے کو زحمت سے بچا لیتے ہیں۔ ورنہ شاید معاملہ لامتناہی تکلیف کے سلسلے تک جا پہنچے"

وہ جس کرب میں لپٹی یہ سچ کہہ کر شاہ ویر کے سارے سوالوں کا جواب دے گئی، وہ اس بندہ بشر کی دنیا میں کہرام مچا گیا۔

دو آنسو ٹوٹ کر مان کی گالوں پر اتر آئے تھے جسے شاہ ویر کے ہاتھ کی انگلیوں نے بہت عقیدت سے اپنی نرم پوروں پر چنا اور شاید یہی لمحہ ان دونوں کی کامل عافیت کا ٹھہرا۔

ایک جیسا دکھ، دونوں طرف۔۔۔

"ساری تکلیفوں کو بھول جائیں خدا کے لیے، میری اور اپنی پرانی محبت تک پر مٹی ڈال دیں۔۔۔۔ مجھے دیکھیں، مجھے سنیں!

سچ جانتی ہیں کیا ہے؟ میں آپ سے محبت کرنا چاہتا ہوں مان اور وہ ساری کمیاں اور کوتاہیاں دور کرنا چاہتا ہوں جو مجھ سے پہلی بار سرزد ہوئیں تھیں۔

اس بار شاہ ویر ملک اپنی جان لگا دے گا لیکن محبت کو خود سے دور جانے نہیں دے گا"

ان دو کا خوشنما اور پختہ تعلق جیسے انہی حالات کا متمنی تھا، مان کو لگا اسکا دل حرکت کرتے کرتے رک گیا ہو اور رگوں میں بہتا خون منجمد ہو گیا ہو۔

"آپ پاگل ہو رہے ہیں شاہ، جذبات سے نہیں حقیقت پسندی سے سوچیں"

وہ حواس باختہ سی باقاعدہ سسک پڑی جبکہ شاہ نے اسکی ایک نہ سنی اور اپنے جان لیوا ارادوں پر پہاڑ سا ڈٹا محسوس ہوا۔

"مجھے محبت میں کمی ملی تو میں مر جاؤں گی، آپ سمجھ کیوں نہیں رہے۔ مجھے اس سب سے آزاد کر دیں۔ میں خاموشی سے اپنی ذمہ داری نبھا کر واپس چلی جاؤں گی۔ میری ذات میں مزید کسی خسارے یا کمی کی جگہ نہیں"

وہ اپنے آپ پر نالاں تھی، اندر ہی اندر اسکی آواز کو آنسو نگل رہے تھے اور شاہ ویر بے بس ہو رہا تھا، اسکا وجود ان تکلیف دہ جملوں پر مٹی کے ڈھیر سا ساکت ہو گیا، لب خاموش اور آنکھیں پتھر۔

"مجھ پر بھروسہ نہیں کریں گی یعنی؟"

وہ بھی بے اختیار بول ہی پڑا، ماں نے جھکی بھیگی پلکیں اٹھا کر شاہ کی آنکھیں دیکھیں جہاں دکھ اور افسوس کا جہاں آباد تھا۔

"ن۔۔ نہیں"

دل پر پتھر رکھے وہ بولی مگر لہجہ لرزا۔

"یعنی آپ مجھ سے زیادتی کریں گی اب؟"

وہ اسکی جانب تکتا تاسف سے بولا، آواز بھاری ہوئی۔

"ہ۔۔ہاں"

اس بار بھی مان کی آواز میں کھارا پن تھا۔

""آپ اتنی ظالم تو نہیں ہیں"

وہ اسے مشکل سے دوچار کرتا دو قدم مزید قریب آیا تو مان کو پیچھے ہٹنے کی ہوش نہ رہی، بس وہ شکوے میں ڈوبی سچی آنکھیں دیکھائی دیں۔

"ظالم تو وہ بے خود جذبے ہیں جو ہم نے بے دھیانی میں بے وقت کسی اور پر وار دیے، دو ٹوٹے ہوئے دل مل بھی جائیں تو بیچ کا خلاء کون پورا کرے گا؟"

وہ اسے اس لمحے حقیقت پسند لگی، بالکل اپنی طرح۔

جبکہ شاہ ویر گہری نگاہوں سے مان کی سوالیہ آنکھیں دیکھ رہا تھا، اسکی آنکھوں کی تپش اور توجہ پر مان حواس واپس لوٹتے ہی مضطرب ہوئے دو قدم دور ہوئی۔

"آپ بس اپنا ٹوٹا دل میرے ٹوٹے دل سے جوڑنے کی ہمت کریں، وہ خلاء بھرنے کی ذمہ داری بھی شاہ ویر ملک کی ہے"

وہ اسکے چہرے پر پل پل بڑھتے کرب کو اس ڈھارس پر آنسو بنتا دیکھ کر پورے یقین سے بولا، وہ یقین جو مان کے دل کو شدت سے درکار تھا۔

اس لڑکی کی زبان گویا اس لاجواب کرتے جواب پر تالو سے چپک گئی، اس تعظیم کے احساس پر وہ اپنی بھیگی پلکیں خاموشی سے جھکا گئی۔

شاہ نے خود کو بہت روکا مگر جانے کس احساس تلے اس نے ہاتھوں کو بڑھا کر مان کے سر سے ڈھلک جاتے دوپٹے کے باعث بکھرے بال دھیرے سے پیچھے کیے، اور دوپٹہ سر پر کروایا، وہ آنکھیں جو بدستور جھکی تھیں، تڑپ لیے اٹھیں تو شاہ نے اپنے ہاتھ جبراً ہٹا لیے۔

"فیصلہ جلدی لیجئے گا، تاکہ میں جلد از جلد وہ خلاء بھر دوں۔ اب آپ جائیں۔ مجھے آپکے جواب کا انتظار رہے گا"

بے وقت کوئی گستاخی یا استحقاق بھرا قدم اٹھ جانے کے خدشے میں وہ اسے جانے کا حکم سنائے عاجزی کے سنگ بولا مگر جاتے جاتے فیصلے کی گرہ اسکے دامن سے لگا دی۔

وہ چلی تو گئی مگر آج کے بعد وہ شاہ ویر ملک کے حواسوں سے کبھی کہیں نہ جانے والی تھی۔

ان دونوں کے دل میں ایک دوسرے کے لیے اک نیا اور پائیدار جذبہ بیدار ہو چکا تھا، جسے اہل دل، چاہت کہتے ہیں۔

اپنے جیسے کی چاہت، یا شاید خود اپنی چاہت۔۔۔

..______________________..

"چھ بار میری کال کاٹ کر کیا ثابت کیا تم نے ہادی"

ساتویں بار بجتے فون کو احسان سمجھ کر اٹھا کر کان سے لگاتا وہ مقابل کے سلگتے استفسار پر مسرور ہوا۔

ہادی قبرستان سے نکل کر واپس گاڑی میں آچکا تھا اور گاڑی اب تھانے کی جانب گامزن تھی، دونوں اہل کار آگے جبکہ ہادی سکندر پچھلی سیٹ پر براجمان، باہر گزرتے منظروں کو دلچسپی سے دیکھ رہا تھا۔

"یہی کہ ہادی سکندر ایک بار پھر بے بس ہوا اور اسکے پاس تم موجود نہیں ہو"

وہ پرسکون ہو کر جواب دیتا، مقابل اک دکھ طاری کر چکا تھا جو اپنے روم میں ابھی آکر کھڑکیوں کے پردے ہٹائے باہر دیکھ رہا تھا، روم روم میں یار کی بے بسی تھکاوٹ بھر گئی۔

"تمہاری اور میری بے بسی الگ تھوڑی ہے ہادی سکندر، میں جلد واپس آجاوں گا۔مجھے ہادی سکندر کے لیے ایک دعا مانگنے جانا ہے، وہ دعا جو صرف مبین عارض سکندر کے ہونٹوں سے نکل کر ہی ہادی کے حق میں قبول ہو گی"

وہ ہادی کی اس وقت کی تکلیف محسوس کیے خود بھی اداس تھا، جبکہ روم کے باہر سے گزرتی نیلم ناچاہتے ہوئے بھی مبین کی افسردہ آواز سن کر رک گئی۔

"اور اگر تمہارے آنے تک ہادی کہیں چلا گیا، پھر اس دعا کو لے کر کہاں کہاں پھرو گے مبین میاں؟"

ہادی سکندر نے یہ سوال بھی بہت سکون سے کیا، لیکن مبین اسکے بے رحم سوال سے دل کو کٹتا محسوس کر رہا تھا، دل نے چیخ کر کہا کہ خدا نہ کرے ایسا دن کبھی مبین عارض سکندر کی زندگی میں آئے۔

"میں تمہاری جان لے لوں گا ہادی سکندر اگر ایسی بکواس کی تو"

یکدم مبین کے غرانے پر باہر کھڑی نیلم تک اچھلی، دل کتنی دیر اس نرم سے بندے کی غصے والی دبنگ انٹری دیکھتا کانپتا رہا۔

"یا اللہ! انکو غصہ بھی آتا ہے"

نیلم نے سہم کر بڑبڑاتے ہوئے سوچا۔

جبکہ ہادی صاحب تو ڈھیٹ بنے قہقہہ لگا چکے تھے۔

"سب ہادی سکندر کی جان لینے کے در پر ہیں، پر میں بڑا ڈھیٹ ہوں۔ سبکو مار کر مروں گا"

وہ ابھی بھی اپنا مزاق اڑاتا ہنسا جبکہ مبین نے غصے سے اپنی مٹھیاں بھینچیں جنکو دیکھ کر نیلم نے حراساں ہوئے تھوک نگلے خشک ہوتا گلا تر کیا۔

"مجھے مرنے کا ہمیشہ شوق رہا ہے، لیکن شوقیہ موت نہیں ملتی۔۔ ایسے زندگی اور بڑھتی ہے۔ لہذا بے فکر رہو، بنا حساب باک کیے ہادی تو قبر میں بھی چین

سے نہ رہ سکے گا، اور تم سے لاکھ محبت سہی شکوے اب بھی اسی مقام پر ہیں۔ اعلی مقام پر۔۔۔"

وہ مبین کی رگ رگ سے واقف تھا تبھی اسے شانت کرنے کے سارے گر جانتا تھا، مبین عارض سکندر اسکی ایسی باتوں پر بہت جلتا تھا۔

"میں تمہارے یہ شکوے کبھی دور کرنے والا نہیں بد دماغ ڈنگر، اور تمہیں اسی لیے ہمیشہ میرے سر پر سوار رہنا پڑے گا۔ بند کر رہا ہوں فون، اب تمہارا معاملہ مبین عارض سکندر صرف روبرو آکر نمٹائے گا"

مبین اس سے زیادہ متحمل نہ ہو سکا تبھی اپنے ضبط کا ہیمانہ لبریز ہوتے ہی اپنی دبنگ دھمکی دیے کال کاٹی تو درد کے دائرے نے اپنی وسعت پکڑنے کے باوجود ہادی کے اندر اک راحت اتاری وہیں مبین جب جھٹکے سے پلٹا تو شہزادی کو سہما ہوا دروازے میں ساکت دیکھ کر پہلے حیران ہوا پھر مسکرایا جو مبین کی آنکھوں کی سرخی دیکھ کر ہی رونے والی ہوتی ہوئی اندر داخل ہوئی۔

"آپ۔۔ آپ کو کیا ہوا؟ آپکی آنکھوں میں۔۔۔۔۔"

وہ اسکی تکلیف سن اور دیکھ کر خود بھی افسردہ سی بے دھیانی میں مبین کے قریب تر آتی رکی اور اپنی مرمریں ہتھیلی کا لمس مبین کے جلتے سینے تک پہنچایا جس کے باعث اس بندہ بشر کے سلگتے دل کو راحت ملی اور شہزادی کا پر بہار سراپا، ساری تکلیف سے وقتی نکال باہر لایا۔

"کچھ نہیں، وہ مجھے اکثر ایسے ہی آزماتا ہے۔۔۔ لیکن میں اسکی جانب سے کوئی بڑی آزمائش برداشت کرنے کا کبھی بھی متحمل نہیں ہو سکتا۔ اسے لگتا ہے اسکا اپنا اس دنیا میں صرف مبین ہے جیسے امل کو آپ کے بارے میں لگتا ہے"

وہ بہت سادگی سے ہادی کا ذکر کیے، آخر تک جس طرح امل کی مثال دیتا بولا، نیلم چاہ کر بھی آنکھوں میں جمع ہوتی نمی کو گالوں پر اتر آنے سے روک نہ سکی، اسے خود بھی امل کی حالت یاد آئے رلا گئی۔

"یعنی ہم دونوں کے پاس دوست جیسی دولت ہے، ایک ایسا دوست جسکی زندگی میں ہمارے جیسا دوسرا کوئی نہیں۔ آپکو پتا ہے، یہ بھی ہم دو کی بہت بڑی خوشقسمتی ہے"

ان دونوں کی آنکھوں میں اپنے اپنے دوست کے بارے محبت اور شدت نظر آرہی تھی، وہ ان دونوں کے حق میں مانگی گئی دعاوں کی قبل از وقت قبولیت کی ترجمان تھی۔

مبین کو نیلم کی اس بات پر دلی مسرت محسوس ہوئی۔

"بیشک، امل کی رہنما آپ ہیں نیلم، اور وہ خود بھی اس بات کی قائل ہو گی۔ آپ امل کی فکر مت کریں، آج کے بعد امل صرف اپنی زندگی میں خوشیاں دیکھے گی۔ جبکہ رہی بات ہادی کی تو اسکی خوشی صرف مجھ سے بعث کرنے اور لڑنے میں ہے"

اول تو جس مستحکم انداز میں مبین نے یقین دلاتے ہوئے نیلم کی فکر ہٹائی وہ خوبصورت تھا جبکہ اسکے منہ پھلا کر بیان کیے آخری جملے پر وہ دونوں ہی بے اختیار ہنس دیے۔

اور ہنستے ہنستے آنکھوں میں ایک دوسرے کی محبت آن ٹھہری، ہنسی نے مسکراہٹ کو اوڑھا اور مبین عارض سکندر نے بنا کسی اجازت لیے اپنا بازو نیلم کے گرد حائل کیے نیلم کی جبین پر محبت کی مہر رکھتے ہی آزاد کیا اور مقابل اس کے چہرے کی بڑھتی ہوئی رعنائیاں مسرور و سرشار ہوئے دیکھیں۔

وہ لوگ کچھ دیر میں اپنے مقدس سفر کے لیے نکلنے والے تھے تبھی نیلم نے آنکھوں ہی آنکھوں کے سنگ اجازت لی اور مبین کی نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

..______________________..

وہ اس گھر کے چپے چپے سے ماں کی یادیں اٹھتی محسوس کیے مزید ذہنی دباو کا شکار ہو رہی تھی، پہلا غم تو سالار خان کے لیے اسکے ادھ مرے دل میں اٹھتی کشش تھی جسے وہ چاہ کر بھی دبانے سے قاصر تھی۔

اس شخص کی نزدیکی جھٹک تو آئی تھی اب یہاں ماں کی آغوش بھی سکون پہنچانے میں ناکام تھی۔

"کیا مجھ دکھوں کی ماری پر مزید کسی ستم کی گنجائش تھی؟ کیوں اس انسان کے لیے آپ نے میرے دل میں امید جگا دی۔ آخر کیوں بچائے گا وہ مجھے، اسے کیا فرق پڑے گا بھلا میرے مر جانے سے"

ماں کی تصویر کب سے جکڑ کر بیڈ کے ساتھ بیٹھی وہ بلک بلک کر روئے جا رہی تھی، اسکی خوبصورت آنکھوں کا گھیرا و کرتی سرخی، اسکی طویل گریہ وزاری کا ثبوت تھی۔

جبکہ ارد گرد وقفے وقفے سے مٹر گشت کرتا وہ آدمی اندھیرا ہونے کا انتظار کرتا ہوا اگلی قیامت ڈھانے کا منتظر تھا اور کچھ دیر کے لیے منظر سے اوجھل ہو گیا تھا، سالار خان اس جگہ پر پہنچ تو چکا تھا مگر وہ اس گھر میں جانے کی ہمت نہیں رکھ رہا تھا، وہ رابعہ وحدی سے نظریں ملانا مشکل جان رہا تھا۔

تبھی اسکے گھر کے سامنے روڈ کے پار لگے درخت کی اوٹ سے لگ کر کھڑا وہ بس اس گھر کو دیکھنے میں منہمک تھا، یہ جانتے بوجھتے کہ وہ اس بڑے سے گھر میں کوئی چھوٹا سا کونہ سنبھالے اذیت و تکلیف سے آنسو بہا رہی ہو گی۔

"چھپ کر اندر گھس جائیں، اگر آپکی انا کو اجازت طلب کیے اندر جانا ٹھیس پہنچا رہا ہے"

یکدم بیپ کرتے فون کو سالار خان نے پینٹ کی جیب سے نکالا تو سلگاتا ہوا پیغام اسکا منہ چڑھاتا حاضر ہوا جبکہ سالار خان کوفت سے سر جھٹک گیا، ناجانے اس بندے کو سالار خان کی بے بسی کیسے معلوم ہو گئی تھی۔

"کتنے سنگدل ہیں آپ سالار خان، محبت ہونے کے باوجود آپ اس لڑکی کو مزید اذیت سے دوچار کرنے پر مصر ہیں۔ درخت سے لگ کر کھڑے ہونے سے کچھ نہ ہوگا"

ایک بار پھر ہادئ سکندر کا پیغام، سالار خان کے ماتھے کی رگیں پھلا گیا۔

اسے پتا چل گیا تھا کہ ہادی سکندر کی اس پر نظر ہے اور شاید اسکے دل پر بھی۔

"گھر کے پچھلی طرف بنی دیوار آپ جیسے شیر کے لیے آسان ٹاسک ہے، لیکن خدارا کسی کے ہاتھوں پکڑے مت جایئے گا۔ مجھے خاصی شرم آئے گی جب یہ خبر ملی کہ سالار خان جیسا جی دار، اپنی محبوبہ کے گھر جاتے وقت دیوار پھلانگتے ہوئے رنگے ہاتھوں پکڑا گیا"

تھانے میں پاؤں پسار کر مزے سے بیٹھ کر میسج لکھتا ہادی خود محظوظ ہو رہا تھا، سالار خان کی بھینچی شکل بنا دیکھے بھی اسے معلوم تھی۔

جبکہ درخت والی یہ اہم خبر اسی کے بھیجے آدمیوں نے چند لمحے اس طرح دی کہ سالار خان گھر کے سامنے کھڑے درخت کے ساتھ چمٹے ہوئے ہیں۔

"بکواس بند کر لیجئے ہادی صاحب ورنہ آپ کی قیمتی جان میرے ہاتھوں ضائع ہو جائے گی"

خاصے سلگتے ہوئے جواب لکھا گیا جو ہادی سکندر کی تمام افسردگی ہٹا گیا۔

جبکہ خود سالار خان نے درخت سے بغل گیری منقطع کیے، سر پر لی ہڈ کی ٹوپی سر پر جمائی اور محبوبہ کے گھر کو پھلانگنے کی نیت پکڑے اپنے قدم بڑھائے، یہ جانے بنا کہ اس گھر میں بم نسب ہے اور وہ اس گھر جا کر رابعہ وحدی کی طرح اپنی جان بھی موت کے منہ میں دینے والا ہے۔

پچھلی دیوار واقعی کچھ پھلانگ سکنے کے قابل تھی مگر بھاری بھرکم اس پولیس والے کے لیے ابھی بھی یہ جان جوکھم کا کام تھا اور عشق بڑے بڑوں کو نچاتا تو

ڈالتا ہے لیکن بھاری بھرکم دیوانے کو اونچی دیواریں پھلانگنے کی ہمت بھی دیتا ہے، یہ آج سالار خان کو دیکھ کر یقین ہوا۔

اسکے پاس فی الحال ایک اپنا فون اور گن موجود تھی، جبکہ باقی بہت سارا احساس، رابعہ وحدی کے لیے فکر اور محبت کی بے شمار دولت سے بھرا ہوا دل بھی تھا۔

یہاں سالار خان اس گھر میں داخل ہوا وہیں وہ دوسرا غلیظ آدمی بھی سامنے آیا جسکی نظریں دوپہر کو شام کی جانب ڈھلتے سورج کی جانب تھیں اور دھوپ کی تمازت کم ہونے اور شام کی زردی پھیلنے پر اس نجس آدمی کی آنکھوں میں خباثت چمک آئی۔

..________________________..

مقدس سفر کا آغاز شروع ہو چکا تھا، ان سب نے عمرہ کی نیت باندھے عمرہ کا احرام باندھا۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیٓ اُرِیدُ الْعُمْرَۃَ فَیَسِّرْھَا لِی وَتَقَبَّلْھَا مِنِّی"

سبھی دو رکعت نماز ادا کر چکے تھے اور مرد خضرات نے سر کھولے نیت باندھی۔

نیت کے بعد مرد خضرات نے بلند آواز جبکہ دونوں خواتین نے پست آواز کے سنگ تلبیہ پڑھنے کی نیند باندھی۔

"لَبَّیکَ اَللّٰھُمَّ لَبَّیک لَبَّیک لاشَرِیکَ لَکَ لَبَّیک، اِنَّ الْحَمْدَ وَالنِّعْمَۃَ لَکَ وَالْمُلْکَ، لاشَرِیکَ لَکَ"

تلبیہ کی بیک وقت ادائیگی کے ساتھ ہی انکا احرام شروع ہو چکا تھا، اور وہ سب مکہ معظمہ کے لیے ایک ساتھ روانہ ہو گئے۔

جبکہ دوسری جانب بھی سورج کی کرنیں الوداع کہتی ہوئیں عارض ولا کی دیواروں سے ڈھل رہی تھیں، امل جب ماہ جبین کے پاس دن کو گئی تو وہ اسے بہت خوبصورت ساخاندانی ہار دیے مزید مشکوک کر چکی تھیں، امل

نے بھی نہ اس وقت اس تحفے کی وجہ پوچھی نہ اسے اس میں کوئی دلچسپی تھی لیکن شام میں ہوتی عارض ولا کی تیاریوں کے بعد اسکی پانچوں حسیں چوکس اور چھٹی بیدار ہو گئی۔

جبکہ ماں اسے روم میں لائے جب پیارا سا لائیٹ پیچ اور وائیٹ کڑھائی والا سنپل اور نفیس فراک دیکھانے لائی، تب امل پاشا کا خون صیح معنوں میں اسکے جسم کی رگوں میں ابلا۔

عارض صاحب واپسی پر قاری وحید انجم کو اپنے ساتھ لے آئے تھے، عبداللہ کی جانب سے اسکے چند احباب اور ویلوٹ کے سٹاف کے لوگ مدعو تھے، جبکہ میڈیا کو آج کے اس اہم ایونٹ میں صرف چند تصویریں کلک کرنے کی پرمیشن دی گئی تھی۔

"یہ کیا ہے سب؟"

کمرے میں داخل ہوتی مناحل تک نے امل کی برہمی اور خفگی کے سنگ اس خاص نکاح کے جوڑے کو دیکھ کر استفسار کرنے کو محسوس کیا جبکہ مان، ماہ نور، مناحل آنٹی کے اشارے پر کوئی جواب نہ دیے روم سے باہر نکل گئیں۔

اب ان توپوں کا رخ مس مناحل کی طرف تھا۔

"یہ سب عبداللہ کا پلین تھا، وہ تمہیں سرپرائز دینا چاہتا تھا"

مناحل نے امل کے غصے کو بھانپ کر زرا پیار اور لاڈ سے بتانا چاہا تو امل نے اجنبیت بھرے انداز میں مناحل کے ہاتھ پرے جھٹکے اور آنکھوں میں سرد مہری سمیٹ لائی۔

"میں تھک چکی ہوں آپ سبکے سرپرائز دیکھ دیکھ کر، یہ کونسا طریقہ ہے مما۔ اور افسوس تو اس بات کا ہے کہ آپ اور بابا بھی اس غیر سنجیدہ معاملے میں شامل ہیں۔ میں جا رہی ہوں اور آپ مجھے نہیں روکیں گی"

امل کے اشتعال امڈتے لہجے کو دیکھتے ہوئے مناحل پہلے تو پریشان ہوئیں پھر مدد طلب نظروں سے روم کے دروازے میں پتھریلے تاثرات سجا کر کھڑے عبداللہ کو دیکھا جو امل کا سخت ری ایکشن پہلے ہی مان سے جان چکا تھا تبھی یہاں آیا۔

"امل، تم عین وقت پر یہاں سے جا کر ہمیں شرمندہ کرنا چاہتی ہو"

مناحل نے ڈوبتی آواز کے سنگ شکوہ کیا تو وہ سر جھٹک کر مڑی تو اس شخص کو دیکھ کر غصہ سوا نیزے پر پہنچا جو آج حد درجہ سنجیدہ معلوم ہو رہا تھا، امل نے اس کی جانب سے چہرہ واپس مناحل کی جانب موڑا جو تاسف سے بھری کھڑی تھیں۔

"میری حسرت ہی رہ گئی کہ آپ اور مسٹر جلال کسی معاملے میں تو نارمل پیرنٹس سا بی ہیو کرتے، دل تو یہی چاہتا ہے کہ میں آج آپ دو کو واقعی

شرمندہ کردوں لیکن وہ کیا ہے ناں کہ امل ابھی انسانیت کے درجے سے اتنا نہیں گری"

وہ سخت ناراضگیٔ بھرے انداز میں شکوہ کرتی ظالم لگی جس پر مناحل نے اترے چہرے کے سنگ اک نظر امل کے بھینچے چہرے پر ڈالی اور پھر آنکھوں میں کرچیاں سمیٹے اک امید افزاء سی نگاہ عبداللہ پر ڈالے کمرے سے نکل گئیں جبکہ عبداللہ نے لپک کر اسے بازو سے دبوچے اپنی جانب موڑا تو وہ اس اچانک بے رحم افتاد پر لہرا کر اس غضیل تاثرات میں بپھرے شخص کے روبرو آتے ہی دم سادھ گئی۔

"تم مجھے اپنے رویے سے تکلیف دینا بند کرو امل، میں یہاں تمہاری خوشیاں بڑھانے کی تگ و دو میں پاگل ہو رہا ہوں اور تم۔۔۔۔ ہنہ محترمہ امل میرے کسی عمل سے سرپرائزڈ یا خوش ہو جائیں بھلا ایسا کب ممکن ہے۔ یہ میں ہی ہوں جو تمہیں اپنا بنانے کے لیے بے قرار ہوں، ہر گزرتا لمحہ مجھے خدشوں

اور واہموں میں جھونک دیتا ہے کہ کہیں آنے والا اگلا سیکنڈ مجھے تم سے دور نہ کر دے۔ لیکن تم مجھے زرا بھی سمجھ نہیں رہی نہ سمجھنے کی کوشش کر رہی ہو"

وہ اسکی دونوں بازو جکڑے، پہلی بار پھٹ پڑا تھا، اور امل پہلی بار کچھ سننے سمجھنے اور بولنے کے قابل نہ رہی تھی، رہ گئی تو عبداللہ عارض سکندر کی آنکھوں میں بلکتی ہوئی خوشی جسے اس شخص نے اپنی سانس سا درجہ دیا تھا۔

"میں سمجھ رہا تھا میرا یہ عمل تمہیں میری محبت کی شدت اور بیقراری کا ادراک کروائے گا، تم میری محبت کا یقین کرو گی۔ میں یہ کر کے امل کی آنکھوں میں بے پناہ سکھ دیکھ سکوں گا لیکن تمہیں تو میرے جذبوں کی شدت ایک پاگل پن لگ رہا ہے، تم تو مزید اذیت پسند ہو رہی ہو۔ کیوں امل؟ کیوں تم میری طرف ایک قدم بڑھا کر دس قدم پیچھے ہٹا کر مجھے تکلیف دے رہی ہو"

وہ بے بسی کے آخری درجے پر تھا، اسکے لہجے میں ہلکی سی تپش تک نمایاں تھی، وہ امل کی خود اذیتی پر بکھرا ہوا لگا اور امل تب بھی خاموش تھی، اس کے اندر کوئی ہلچل نہ تھی۔

"چھوڑو مجھے"

اپنی دونوں بازو جھٹکے سے چھڑوائے وہ دو قدم پیچھے ہٹی اور عبداللہ گہرا سانس کھینچے امل کی اس حرکت پر دل کو کٹتا ہوا محسوس کر رہا تھا۔

"میں نے تم سے کچھ کہا؟ میرا مسئلہ مس مناحل اور مسٹر جلال سے ہے۔ اور تم! ہر کام بندروں کی طرح کرنا ضروری ہے، یہ جانتے ہوئے کہ امل دوسری لڑکیوں جیسا نہیں سوچتی تب بھی تم امید لگائے بیٹھے ہو کہ اس اچانک شادی کی خبر پر امل ناچنے لگے گی"

امل کے غصے پر اوس گری تو وہ سخت اور پتھریلے لفظ ادا کیے دکھ سے بولی جبکہ عبداللہ نے بیچ کا فاصلہ ضد میں مزید بڑھایا۔

"کم از کم میرا دل رکھنے کے لیے خوشی کا ڈرامہ ہی کر لیتی، مدت سے دو چہرے لیے گھوم ہی تو رہی ہو۔ اداکاری کی ماہر امل، کیا جاتا تمہارا اگر تم عبداللہ عارض سکندر کو خوشی خوشی قبول کر لیتی"

وہ تکلیف چھپانے پر قادر نہ تھا اور امل کو اسکی بات سن کر مزید طیش آیا۔

"اپنی زبان کو لگام دو باولے بندر، میں کونسے دو چہرے لیے گھوم رہی ہوں"

وہ اسکی بات پر تڑپ ہی تو اٹھی۔

"ایک وہ جو کبھی مسکراتا نہیں، دوسرا یہ جسکے سات رخ ہیں۔۔۔ جسے مسکرانے سمیت سارے ڈھنگ آتے ہیں"

عبداللہ کی باتیں، امل کو مزید تکلیف دے رہی تھیں۔

"تم اب میری ذاتیات میں گھس رہے ہو"

وہ انگلی ہوا میں لہرائے غرائی جبکہ عبداللہ عارض سکندر نے بیچ کا سارا فاصلہ ختم کیے امل کو دیوار سے باقاعدہ پن آپ کیے، خونخوار غصے بھری آنکھیں لیے دیکھا تو وہ لمحہ بھر سہمی۔

"میں تمہاری ذاتیات میں کچھ دیر بعد پورے حق سے گھسوں گا سمجھی امل، فوراً سے تیار ہو جاؤ ورنہ اسی خلیے میں تمہیں اپنی بیوی بنانے میں عبداللہ عارض سکندر کو کوئی مسئلہ نہیں ہو گا۔ اور دوسری بات، تم نکاح کے بعد رخصت بھی ہو رہی ہو لہذا ہر سزا کے لیے منٹلی اور فزیکلی تیار رہنا۔۔۔"

رعب، استحقاق، وارفتگی، غصہ، بے خودی، اور گستاخی نا جانے کیا کیا تھا اس بپھرے شیر کی آنکھوں، لہجے، انداز اور لفظوں میں کہ وہ اپنی بات کہہ کر جا بھی چکا تھا اور امل پتھر کی بت بنی وہیں دیوار سے لگ کر کھڑی، اس شخص کی تپش دیتی سانسوں کا لمس ہنوز اپنے چہرے پر بکھر کر حدت پھیلاتا محسوس کرتی رہی۔

یہاں تک کہ اسکے جسم کا سارا خون جم گیا، اس بندے کی جرت پر رونگٹے الگ کھڑے ہوئے اور نا جانے اس پاگل کی دھمکی کا اثر تھا کہ اس قدر قریب آئے جان نکال دینے کی سنگین حرکت کا کے وہ بے دلی سے ہی سہی پر قاری وحید صاحب کے نکاح پڑھوانے لے لیے آنے پر اس خوبصورت جوڑے کا بھاری دوپٹہ ضرور گرد لپیٹ چکی تھی جبکہ نکاح ہونے تک اسکے حواس اسکے پاس نہ تھے، پہلی بار اسے عبداللہ کے لفظ خوفزدہ کر گئے تھے۔

اور امل کے شرافت سے نکاح کے دوران عبداللہ کو قبول کرنے پر تمام اہل خانہ تک حیرتوں کے سمندر میں غرق رہے، لیکن آفرین تھا اس دیوانے کا جذبہ شوق، جو آج اپنی سچائی اور محبت کا انعام، اس دشمن جان پر تمام حق پائے، حاصل کرتا ہوآوں میں پرواز بھر چکا تھا۔

امل اسکی ہوگئی تھی، ہمیشہ کے لیے۔

آخری سانس تک کے لیے اور یہ سوچ ہی عبداللہ کی ساری خفگی، ناراضگی اور بے سکونی کا خاتمہ کر گئی۔

..________________________________..

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

وہ اس شاندار گھر میں ہر کونے کھدرے تک اس لڑکی کو تلاش بیٹھا تھا، وہ گھر کم بھول بھلیاں زیادہ تھا، جگہ جگہ رابعہ وحدی کی خوبصورت زندگی کے

عکس دیواروں پر بکھرے تھے، کہیں کینوس تو کہیں کیمرے میں قید ہوئے مناظر کو تصاویر کی شکل میں تحلیل کیے لگایا گیا تھا۔

سورج کی تمتماتی کرنیں، یکدم نرم سالمس پہنچانے لگی تھیں، شام کی رہی سہی منجمد دھوپ کو سورج کے سامنے آتے بادلوں کی نرمی نے حصار لیا تھا۔

یکدم مغربی جانب سے سیاہ بادل حرکت کرتے ہوئے آسمان پر پھیلنے لگ گئے تھے، یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے آج یہ بے وقت کی برسات، نا جانے کس کس کو جل تھل کر ڈالے گی۔

سالار خان کے قدم، یکدم پھیل جاتے اندھیرے پر اوپری منزل کی جانب بڑھے، وہ اپنے بھاری قدموں سے زینے چڑھتا ہوا پل پل رابعہ وحدی کے قریب پہنچ رہا تھا۔

دوسری جانب وہ دوسرا آدمی بھی گہری شام ہوتے ہی کسی کی نظر میں آئے بنا اس گھر کے داخلی دروازے سے اندر داخل ہوا، اسکے ایک ہاتھ میں گن تھی جبکے دوسرے میں بم کاٹریگر۔

اتفاق کی بات تھی کہ جس لمحے وہ نامعلوم آدمی، رابعہ وحدی کے گھر میں داخل ہوا، اس وقت پولیس کے دونوں مٹرگشت کرتے آدمی گھر کے عقب کی جانب کھڑے ایک دوسرے سے بات کرنے میں محو تھے اور یکدم طوفانی موسم ہو جانے پر پریشان و فکر مند دیکھائی دیے۔

اس گھر کے مین گیڈ کی چابی اس آدمی کے پاس موجود تھی تبھی وہ بنا دیوار پھلانگے ہی اس گھر میں گھس چکا تھا۔

اس لمبے قد و قامت والے آدمی نے اک نظر سیاہ آسمان پر ڈالی اور دوسری نظر اس گھر پر اور پھر آنکھوں میں چمک سی بھرتا وہ اس گھر میں داخل ہوا۔

تیز بجلی کڑکنے کی ہولناک آواز کے ساتھ ہی کمرے میں لگی شیشے کی کھڑکیاں زور دار انداز سے پٹخیں تو رابعہ نے حراساں ہوئے گھٹنوں پر رکھا سر اٹھایا، کھڑکی کا پٹ ایک بار پھر بری طرح پٹخا۔

یکدم ہی تیز آندھی کے جھکڑ چلنے لگے، ویسی ہی حالت رابعہ کے دل کی بھی تھی۔

وہ زرا ہمت کیے بیڈ کا سہارا لیے اٹھی اور لپک کر پٹختی ہوئی کھڑکی کو لاک کیا جس کے باعث اب اس کمرے میں موسم کی کسی سختی کا نزول ہونا ممکن نہ رہا۔

خود سالار خان جو آخر کار اس کمرے کے باہر تک پہنچ چکا تھا، یکدم بگھڑتے موسم کے تیور دیکھ کر حیران ہوا، باہر لگے روشندان سے عجیب عجیب آوازیں اندر آرہی تھیں اور وقفے وقفے بعد بجلی کڑکتی جسکے باعث ہوا کے

بے رحم تھپیڑوں سے آوازیں پیدا کرتی چیزیں آپس میں ٹکڑا کر عجیب سا سماں باندھ دیتیں۔

یہ عجیب سا روح جامد کرتا موسم الگ ہی سنسنی پھیلائے کچھ کر گزرنے کے موڈ میں تھا۔

آہستگی سے قدم آگے بڑھاتے سالار خان کو کچھ غلط ہونے کا احساس ہوا تو وہ بگھڑے تاثرات سمیت نظروں کا زاویہ ادھر ادھر پھیرتا ہوا آگے بڑھا، اسکی چھٹی حس نے اسے کسی خطرے کے بارے خبر دار کیا وہیں نچلی طرف سے اوپر کی جانب آتے بھاری قدموں کی دھمک سنتے ہی سالار خان جبڑے بھینچتا ہوا بھاگتے ہوئے اسی کمرے کے باہر رکھے بہت بڑے منصوعی گلدان کی اوٹ میں ہوا جو سالار خان جیسے مضبوط و توانا دو آدمیوں کو اپنے پیچھے باآسانی چھپا سکتا تھا۔

اسکی مشکوک اور شعلہ باز نظر اس طرف تھی جہاں سے بھاری بوٹوں کی سیڑھیاں چڑھنے سے آواز بلند ہو رہی تھی۔

سالار خان کی آنکھیں تب تپش سے بھریں جب ایک آدمی سیاہ ماسک پہن کر اردگرد احتیاط کے سنگ جائزہ لیتا ہوا، اوپر پہنچتے ہی اپنے قدم اس مخصوص کمرے کے باہر روک چکا تھا۔

اسکی آنکھوں میں عجیب سی خوشی تھی جبکہ اسکا ایک ہاتھ اب اس دروازے پر تھا۔

اگلے ہی لمحے وہ آدمی، اردگرد اک نظر ڈالتا اس کمرے کے اندر داخل ہوا جسکے اندر جاتے ہی کمرے سے نسوانی چینخ بلند ہوئی، سالار خان نے فوراً سے بیشتر بنا لمحہ ضائع کیے اپنے قدم بھی اس کمرے کی جانب بڑھائے۔

وہ آدمی اندر جا کر اپنے چہرے سے ماسک ہٹائے، فتحمندانہ تاثرات لیے، رابعہ وحدی کے روبرو کھڑا ہو چکا تھا جو کسی کے اچانک اندر آنے پر تو چینخی

تھی مگر اس آدمی کی منحوس شکل دیکھنے کے بعد وہ اب اسکے سامنے کھڑی، اپنے ذہن پر زور دینے کی کوشش میں تھی کہ اس نے اس بندے کو کہاں دیکھا ہے۔

وہ اپنی کاٹ دار نگاہیں اسکے مکروہنسی والے چہرے پر ڈال چکی تھی، جبکے اس آدمی کے رابعہ کی کلائی پکڑنے پر وہ غراتی ہوئی اپنی کلائی چھڑوائے چینخی۔

سالار خان، دروازے کی اوٹ میں کھڑا ان دونوں پر نظر رکھے، اپنی گن جکڑے انتقامی ہو چکا تھا، وہ چاہتا تو اس نجس آدمی کے دماغ میں لمحہ ضائع کیے بنا سوراخ کر دیتا مگر وہ اس وقت جوش سے نہیں، بلکہ ہوش سے کام لینا چاہتا تھا۔۔

"ہاتھ لگایا تو کاٹ ڈالوں گی، کون ہو اور یہاں تک کیسے آئے"

رابعہ نے اپنے ڈر کو ہر ممکنہ دباتے ہوئے غصہ اور نفرت حاوی کیے، دو قدم پیچھے سرک کر اس آدمی کی شکل یاد کرتے سختی سے چلاتے پوچھا جسکی

آنکھوں میں اس لڑکی کو زندہ سلامت اور اپنے روبرو دیکھ کر اک سرور اُمڈ چکا تھا۔

"میں تمہارا حاکم! دو سال کی اس قید میں شاید تم خود کو بھی بھول گئی ہو رابعہ وحدی کیونکہ تمہاری عزت بچانے کی خاطر تمہیں وہ بے ہوشی کی ادوائیات دینے والا شخص اور ان آتے تماش بینوں کو نشہ آور کیمیکل کا انجکشن لگانے والا میں ہوں۔ جس نے تم سے محبت کے بیچ، اپنے مالک سے غداری کی۔ حالانکہ روحان وحدی اس قید خانے میں آتے ہر آدمی کے ہاتھ تمہیں بیچتا تھا، لیکن ان میں سے کوئی بھی آج تک تمہیں چھو تک نہ سکا۔ اور یہ جو تمہارے جسم پر نشانات ہیں ناں، یہ وہ جھوٹے ثبوت ہیں جو میں روحان وحدی کی آنکھوں میں دھول جھونکنے کے لیے تمہیں دینے پر مجبور ہو جاتا تھا"

وہ آدمی بنا رابعہ کی کینہ توز اور غضبناک آنکھوں کی پرواہ کیے بنا یہ سب روانی سے کہتے ہوئے دو قدم رابعہ وحدی کے قریب ہوا تو سالار خان نے بمشکل

خود کو اندر جانے سے روکا کیونکہ رابعہ وحدی کے چہرے پر لکھی بے پناہ تکلیف نے اس شخص کو زنجیر کیا تھا۔

"کیا بکواس کر رہے ہو تم۔۔۔ جھوٹی کہانی رچی ہے کیا"

وہ صدمے، اور غصے کے سنگ بنا کسی لحاظ کے چینخی، البتہ آواز رندھ گئی جبکہ اسکے چہرے کا رنگ فق ہو چکا تھا، قید میں گزرا اک اک لمحہ جیسے رابعہ وحدی کو از سر نو کاٹنے لگا۔

وہ اتنا تو جانتی تھی کہ ان لوگوں کے آنے کے بعد کچھ تو ایسا ضرور ہوتا تھا جس سے وہ آج تک بے خبر تھی، اب یہ انکشاف اسکے اندر تک ہلچل مچا چکے تھے۔

"سچ ہے، اور ایک سچ یہ بھی ہے کہ روحان وحدی تمہارا بھائی نہیں ہے نہ وہ ماروف وحدی اور حسن آرا کی اولاد ہے۔ بلکہ گوتم راجہ نے تمہاری ماں حسن آرا سے شادی کرنے سے پہلے خاندان کے دباو اور بڑوں کی عزت بچانے

کے لیے خاندان ہی کی ایک لڑکی سے کنٹریکٹ میرج کی تھی جس کے ساتھ ایک ولائتی آدمی نے شادی کا ڈھونگ رچایا تھا، اپنی ہوس پوری کرتے ہی وہ ایک ہفتے بعد فرار ہو گیا تھا۔ اسکے فرار ہو جانے کے بعد، گھر والوں کو پتا چلا کہ وہ شادی نقلی تھی پھر معاملہ گھر کی عزت کا آ چکا تھا جسکی بھینٹ گوتم راجا کو چڑھایا گیا، رو پیٹ کر اور سماج کی لعنتوں سے بچنے کے لیے یہ شادی ہو گئی

۔

کچھ عرصے بعد اس لڑکی کے ہاں دو بیٹے ہوئے تھے، وہ ان کو جنم دے کر مر گئی تھی۔"

وہ آدمی یہ سوہان روح انکشافات کر تا رابعہ کو پتھر کر چکا تھا، یہی کیفیت سالار خان کی تھی۔

"گوتم راجہ نے اپنے باپ دادا کے دباو کے باعث مجبور ہوئے اس عورت سے بیاہ کیے یہ بہت بڑی ذمہ داری اپنے ذمے لے لی اور اسے وہ بچے اس

سارے معاملے میں بے گناہ لگے اور اس دن گوتم راجہ کی اصل سزا شروع ہوئی۔

ایک بچہ تپ دق کی بیماری کی زد میں آکر لاغر اور نیم مردہ ہو گیا تو گوتم راجہ نے اسے وہیں کے حکیم کے سپرد کر دیا کہ اگر بچ جائے تو اسے یتیم خانے جمع کروا دے اگر مر جائے تو اسکا انتم سنسکار کر دے۔

جبکہ دوسرا بچہ انکے ساتھ رہا، جب تمہارے باپ نے مسلمان ہو کر حسن آرا سے شادی کی تو وہ دوسرا بچہ ماروف وحدی اپنے ساتھ لایا اور اسے حسن آرا کی گود میں دے دیا۔ اس بھلی مانس عورت نے اپنی اولاد یعنی تم سے بڑھ کر روحان کو ممتا دی لیکن وہ سانپ تھا اور اس نے تمہاری ماں اور باپ دونوں کو ڈنگ مار کر اپنی فطرت دیکھائی تھی۔"

وہ آدمی ایک کے بعد ایک دل دہلاتی سچائی بتاتا رابعہ سمیت سالار خان کے دماغ کی چولیں بھی ہلا چکا تھا۔

"تم یہ سب ک۔۔۔کیسے جانتے ہو؟"

رابعہ نے ہوش تھامتے ہوئے اس آدمی سے سوال کیا۔

"کیونکہ اسکے ساتھ جنم لینے والا دوسرا لاغر بچہ میں تھا جو مرنے سے بچ گیا، میں گوتم راجا کی تلاش میں یہاں آیا تھا۔روحان وحدی اور ماروف وحدی کے قریب رہ کر انکو پرکھتا رہا اور اسی بیچ مجھ پر ان دو کی گندگی اور تمہاری اچھائی کھلی لیکن افسوس کے میں بھی ایک سانپ تھا۔سانپ کی فطرت میں احسان فراموشی اور ڈنگنا ازل سے درج ہے"

وہ مزید بولتا چند قدم قریب آیا تو اسکا انداز اور آنکھوں سے ٹپکتی وحشت پر رابعہ کی سانس اکھڑی، وہ خوفزدہ ہوتی دیوار سے جا لگی۔

جبکہ سالار خان کا خون تھا کہ اسکی رگوں میں ابلنے لگا، وہ اس آدمی کا اک اک خرف اپنے فون میں ریکارڈ کر چکا تھا۔

"تو تم بھی روحان وحدی کی طرح ثابت کرنے آئے ہو کہ گندا خون ہو، کیا چاہتے ہو تم مجھ سے؟"

وہ اسکی جانب دیکھ کر نفرت کے سنگ چینخی جبکہ اسکے آخری جملے پر آواز خوف سے گھٹ گئی اور اس آدمی نے نجس قہقہہ لگایا۔

"اب میں روحان وحدی کی گندگی کو برداشت کرتے کرتے خاصا یوز ٹو ہو چکا ہوں لہذا مجھے اپنے احسان کا بدلہ مانگتے ہوئے بالکل شرم نہیں آئے گی۔ میں آیا تو یہاں اسکے حکم پر تمہاری سانسیں بند کرنے ہوں لیکن دو سال کے احسان کا بدلہ لیے بنا میں تمہیں مرنے نہیں دوں گا رابعہ"

اس غلیظ آدمی کو اپنی سمت آتا دیکھ کر رابعہ کو موت اپنی سمت آتی محسوس ہوئی، جبکہ سالار خان جسکی آنکھیں دوزخ کی طرح جل رہی تھیں، اور جسم دہک کر انگارہ ہو گیا تھا، نے اپنا فون بند کیے پینٹ کی جیب میں گھسایا اور اپنی

گن ٹھیک اس آدمی کی پشت کی جانب تانی جو رابعہ وحدی کے قریب پہنچ چکا تھا۔

اس آدمی کے ہاتھ اس کی گردن کو چھونے لگے، وہ اسکے چہرے کی ملائمٹ اور نرمی محسوس کرتا غلیظ ہنسا، جبکہ رابعہ وحدی آنکھیں میچے خوف سے پھڑ پھڑاتی ہوئی اسکے گندے ہاتھ پرے جھٹک کر چینخی، جبکہ اس سے پہلے کہ اس آدمی کا لطف بڑھتا، اسے محسوس ہوا اسکی کن پٹی کے ساتھ کسی نے گن کی نلی بری طرح پٹخی ہو۔

وہ آدمی اپنے ہاتھ، رابعہ سے پیچھے ہٹا تا زرد پڑتی صورت کے ساتھ خوفزدہ ہوتے ہوئے اپنے عقب میں دیکھنے کی کوشش کرنے ہی لگا جب سالار خان نے اپنا بھاری ہاتھ مکے کی صورت بنا کر اس آدمی کے دائیں گال پر دے مارا جس سے اس آدمی کا رخسار پھٹ گیا اور وہ درد سے جب بلبلایا تو رابعہ نے بے اختیار اپنی آنکھیں کھولیں اور سامنے سالار خان کی سرد مہر آنکھیں دیکھ کر وہ اپنی جگہ جم گئی۔

اس آدمی کے پھٹے گال پر زناٹے دار تماچہ اس شدت سے مارا گیا کہ اگلے ہی پل وہ زمین پر گرا اور اسکے ہاتھوں سے گن اور ٹریگر دونوں ہی چھوٹے۔

گن لڑھک کر صوفے کے نیچے جبکہ بم کا ٹریگر بھی بیڈ کے نیچے چلا گیا جس پر وہ آدمی اس قہر کی طرح برس پڑتے آدمی پر لعنت بھیجنے لگا۔

"باہر جاو رابعہ، جب تک میں نہ کہوں ہلنا مت وہاں سے"

اپنی پوری قوت سے دھاڑ کر سالار خان نے پتھرائی ہوئی رابعہ وحدی کو باہر جانے کا کہا جس پر وہ اس سے پہلے اپنی جگہ سے ہلتی، زمین پر گر کر بن پانی کی مچھلی کی مانند تڑپتے اس آدمی نے رابعہ وحدی کا پاوں کھینچا جسکے باعث وہ توازن برقرار نہ رکھ پاتی گری اور اسکا سر بیڈ کے کونے سے جا لگا، خون کا فوارا سا رابعہ وحدی کے ماتھے سے پھوٹا مگر وہ درد بھلائے، کسی جن زادی کی طرح اس آدمی پر جھک کر اسکے منہ پر یکے بعد دیگرے تھپڑوں کی برسات

کرنے لگ گئی، جبکہ سالار خان ہونق بنے رابعہ کو دیکھ رہا تھا جو لگتا تھا تھپڑوں سے ہی اس آدمی کو اوپر پہنچانے والی تھی۔

"تم اور تمہارا بھائی روحان، دونوں ہی کسی گٹر کے کیڑے ہو۔ مروگے تم۔ اسے تو نہ مار سکی لیکن تمہیں تمہارے احسان کا بدلا دیتی رکو۔ میں تمہاری کھال اتار کر دیتی بدلا۔ منحوس۔ کتے۔۔۔۔ مجھے چھونے کی کوشش بھی کیسے کی تو نے۔۔۔۔۔"

رابعہ کے ایسے جارحانہ تیور اور انتقامی تھپڑ دیکھ کر تو سالار خان بھی لمحہ بھر خوف کھا بیٹھا، ایسی دبنگ عورت سے عشق وشق اسے ابھی سے تشویشناک کر رہا تھا۔

جبکہ وہ آدمی تو اپنے سارے احسان بھول کر اب منت بھری التجائیں کر رہا تھا، اسکے حلق سے نکلتی دلخراش چینخیں رابعہ کو مزید قوت دے رہی تھیں۔

وہ واقعی اسے مار دیتی اگر سالار خان بیچ میں نہ کودتا۔

"کام ڈاون لیڈی، اٹھو۔۔۔۔۔۔"

دونوں بازو سے رابعہ کو جکڑ کر اس پر سے اٹھائے وہ اسکی اس کیفیت سے نکالتا ہوا پکڑ کر دروازے کی جانب دھکیلتا ہوا خود بازو چڑھائے اس گرے پڑے کو اسکے گریبان سے دبوچ کر کھڑا کر چکا تھا جسکے منہ پر پھیلا خون ناجانے کہاں کہاں سے نکل کر اسے لہولہان کر چکا تھا۔

" بھئی تم نے کچھ کیا ہو یا نہیں، رابعہ کو انوکھے طریقے سے جو بچاتے آئے ہو وہ قابل داد ہے لیکن میں سالار خان تمہیں اسکی داد ضرور دیتا اگر تمہارا اس پیچھے رابعہ کو حاصل کرنے کا گندا مقصد نہ ہوتا۔ اب تمہارا کھیل کسی کورٹ تھانے نہیں جائے گا بلکہ تمہیں باقی کی سزا خود سالار خان دے گا"

سالار خان کا خون یکدم ہی اسکے چہرے پر اتر آیا تو رابعہ نے سرخ ڈوروں سے بھری آنکھوں کے ساتھ سالار خان کے بگھڑے چہرے کو دیکھا۔

جبکہ وہ آدمی صرف ٹریگر تک کسی طرح پہنچنے کی تگ و دو میں تھا۔

وہ چاہتا تھا سالار خان اسے زمین پر پٹخ دے تا کہ وہ ٹریگر حاصل کیے اس کہانی کا خاتمہ کر دے۔

"رابعہ وحدی کو میں نے سب سے بچایا لیکن اسے مجھ سے تجھ جیسا اتھرا تھانیدار بھی نہیں بچا سکے گا، آج مجھ سمیت تم دو بھی راکھ کا ڈھیر بنو گے کیونکہ اس گھر میں بم نسب ہے"

وہ آدمی جس پر اعتمادی سے نجس قہقہہ لگائے بولا، سالار خان کا دماغ لمحے میں چکرا گیا جبکہ رابعہ وحدی کا دل حقیقت میں ڈوب گیا، وہ چھلک جاتی نم آنکھیں کیے بے اختیار سالار خان کی بازو جکڑے ساتھ لپٹ گئی۔

"یہ صرف ہمارا دھیان بھٹکانے کی کوشش کر رہا ہے رابعہ، ڈرو مت۔۔۔ اسکی تو میں بتی گل کرتا ہوں"

سالار خان بنا اس آدمی کی اس سنگین دھمکی کی پرواہ کیے اسے زور دار طریقے سے فرش پر پٹختے ہوئے اسکے منہ پر لگاتار تین گھونسے رسید کرتا ہانپ کر اٹھ کھڑا ہوا تو وہ آدمی تین مکوں سے ہی بے جان ہو گیا تھا۔

رابعہ وحدی اس وقت سر تا پیر خوف سے کانپ رہی تھی جسے دیکھ کر سالار خان نے اک نظر شیشے کی کھڑکی سے پار لمحہ بہ لمحہ تیز ہو کر اچانک تھم جاتی بارش کو دیکھا اور اسکا کانپتا ہاتھ اپنے مضبوط ہاتھ میں لیے اک حقارت بھری نظر اس زمین پر ادھ مرے آدمی پر ڈالے باہر نکلا۔

"کیا پتا واقعی اس حرام زادے نے بم فٹ کر رکھا ہو، ہمیں جلد از جلد نکلنا ہو گا۔"

رابعہ کا ہاتھ ہنوز مضبوطی سے پکڑے وہ تیز تیز قدموں کے سنگ سیڑھیاں اترتے نیچے پہنچے، اب رابعہ آگے تھی کیونکہ اس گھر کے چپے چپے سے اسے خوب واقفیت تھی جبکہ پانچ منٹ کے اندر اندر وہ چوتھی منزل سے آخری

منزل تک پہنچے لیکن جب سالار خان اور رابعہ وحدی کے قدم بیرونی گیٹ تک پہنچے تو بالکونی کی جانب سے نمودار ہوتے اس خون میں لت پت آدمی کی دھاڑ پر ان دونوں کے قدم کیا سانسیں تک رک گئیں۔

"ایک قدم بھی ہلے تو سب یہیں ختم ہو جائے گا"

اپنا ٹریگر والا ہاتھ ہوا میں بلند کیے وہ مکرو مسکراہٹ کے سنگ ان دو پر صور پھونک چکا تھا، سالار خان نے فوراً سے بیشتر اپنی گن بالکونی کی جانب کھڑے اس آدمی کی جانب تانی تو رابعہ دم سادھ کر سانس روکتی ہوئی سالار خان کے عقب میں دبک گئی۔

کیا ان تینوں کی موت لکھ دی گئی تھی؟ کیا خبر لکھ دی گئی ہو۔

..________________________..

"کہاں؟"

وہ جو اس وقت بپھری بلا بنی بے وقت سر پر سوار ہوتے عاشق سے ڈر کر سب کی نظروں میں دھول جھونکے بھاگنے کی کوشش میں عارض ولا کا صحن عبور کرنے والی تھی، ہانپتی ہوئی اس پہاڑ سے جا ٹکرائی جو ہلکی ہلکی آندھی چلتے موسم میں بال بکھرائے، اڑتی دھول سے آنکھیں بچانے کو چھوٹی چھوٹی کیے بھوری بھیانک آنکھوں سے گھور کر امل کی بتی گل کر چکا تھا۔

"ام۔۔مجھے جانے دو"

عبداللہ کو دیکھ کر امل کا چہرہ سفید پڑ چکا تھا جبکہ اسکی اس فرمائش پر عبداللہ نے ماتھے پر تیوریاں چڑھائے اک نظر امل پر ڈالی اور اک اس بے وقت تیور بدلتے موسم پر جو جان لینے پر اتر آیا تھا۔

"کہاں جانے دوں، خود سے دور۔۔۔۔سوچنا بھی مت امل۔۔۔واپس جاو کیونکہ اب یہی تمہارا گھر اور یہی انسان آخری منزل ہے۔۔۔"

اس وقت اس بندے کا غصہ امل کی حرکت پر دہکا تھا اور وہ ساری محبت اک طرف بولا ہی کچھ یوں ناراضگی سے تھا کہ امل کا منہ بن گیا۔

وہ باہر والے دروازے کو حسرت بھری نظر سے دیکھنے لگی پھر ہمت کیے عبداللہ کی آنکھیں دیکھیں۔

آہستہ آہستہ ہوا تیز ہو کر ان دونوں کے غصے کو منجمد کر رہی تھی، وہ اس سے بھاگنا چاہتی تھی، لیکن موسم اور یہ دیوانہ دونوں ہی اسکی راہ کے پتھر بن گئے۔

" دیکھو نکاح ہو گیا ہے لیکن میں مزید تمہیں من مانی کرنے نہیں دوں گی، مجھے جانے دو ابھی "

وہ چڑ کر بولی جبکہ عبداللہ نے بہت سہولت کے سنگ اسکی کلائی جکڑے اندر کی جانب واپس پلٹ جانے کا خاموش اشارہ کیا جس پر امل کی چڑ، لمحے میں غصہ اور جھنجھلاہٹ بنی۔

"آئی سیڈ گو ان سائیڈ امل عبداللہ، مجھے غصہ مت دلاو کیونکہ آج عبداللہ نے تم پر مہربان رہنے کا فیصلہ کیا ہے۔ روم میں جاو۔"

لفظ استحقاق بھرے تھے مگر وہ جو کر رہا تھا وہ نرم سرزنش تھی، جبکہ امل نے اک خونخوار نگاہ ڈالتے ہی دل میں انتقام کا فیصلہ کیے قدم واپس موڑے تو مس مناحل اور جلال پاشا کو آتا دیکھ کر وہ ناراضگی ظاہر کرتی بنا انکے روکنے پر اندر بھاگ گئی جبکہ وہ دو اب فکرمند سے عبداللہ کے پاس آکر رک چکے تھے جسے امل کی یہ حرکت مزید افسردہ کر چکی تھی۔

"اب وہ تمہارے سپرد ہے، ہم اسے منا ہی لیں گے لیکن اہم اسکا تم سے راضی ہونا ہے۔ ہم دونوں کی وجہ سے امل کی ذات میں جو کمیاں اور خسارے ہیں انھیں اب صرف تم دور کر سکتے ہو۔ ہم آج سے اسے تمہارے حوالے کر رہے ہیں، یقین ہے تم پر کہ تم اس سے وہ محبت کرو گے جو اسکی زندگی کے سارے سکھ واپس لوٹا دے گی"

جلال پاشا اور مناحل بھی جانے والے تھے، عارض صاحب پہلے ہی ماہ نور کو گھر چھوڑنے نکل چکے تھے، باقی مہمان بھی رخصت ہو چکے تھے۔

جلال پاشا کے لہجے میں قنوطیت کے ساتھ ساتھ مان بھی تھا جس کی اب عبد اللہ نے لاج نبھانی تھی۔

وہ دونوں کے افسردہ چہرے دیکھ کر امید افزاء مسکرایا۔

"میں اس سے آپکی امیدوں سے بڑھ کر محبت کروں گا، آپ لوگ بے فکر رہیں۔ پریشان مت ہوں، وہ مجھ سے ناراض نہیں ہو سکتی اب کیونکہ مانتی ہے میری اہمیت۔۔۔ آپ لوگ ہر ٹنشن بھول کر جائیں۔"

گویا عبد اللہ کی جانب سے ان دو کو یہ تسلی ملنا بہترین رہا، جلال پاشا نے آگے بڑھ کر عبد اللہ کو گلے لگایا تو مناحل نے بھی پیار بھری نگاہ ڈالے عبد اللہ کو دیکھا اور وہ دو اجازت لیے نکل گئے جبکہ انکو سی آف کرتے ہی وہ موسم کی نخریلی ادائیں دیکھتا ہوا واپس اندر پہنچا، ماہ جبین سٹنگ ایریا میں ہی براجمان

سر صوفے کی پشت سے ٹیکے بیٹھی تھیں اور مان بھی انکے پاس ہی بیٹھی تھی، عبداللہ کے آکر پاس بیٹھنے پر ماہ جبین نے محبت بھری نگاہ عبداللہ پر ڈالی۔

"امل بہت غصے میں آپکے کمرے کی جانب گئیں ہیں ہماری جان، معاملہ فہمی اور نرمی کا مظاہرہ کیجئے گا۔ وہ آپکی جان جیسی ہیں تبھی ہم نے آپکی خواہش پر انکو آپکے سپرد کر دیا۔ لیکن ہمیں آپ سے بڑے پن اور صبر کی امید ہے۔ یقیناً آپ اپنی ماں کی بات سمجھ گئے ہوں گے"

آج کے اس سارے ایونٹ سے خود اب ماہ جبین بھی تھکی لگیں اور جس طرح انہوں نے نرمی سے اپنی فکر عبداللہ کے آگے بیان کی، وہ اور مان ایک سا مسکرائے۔

"آپ کو اپنے سورج میاں پر بھروسہ ہونا چاہیے، میں امل کی ہر کیفیت سے بخوبی واقف ہوں لہذا بے غم ہو جایئے محترمہ۔۔۔مان تم ہی سمجھاو ماں کو کہ میں کتنا کول بندہ ہوں"

اپنی بات خاصے شوخ پن سے کہتا وہ ساتھ میں مسکراتی ماں کی سفارش بھی ڈلوا گیا جو اچھے سے جناب کے بے صبرے پن سے واقف تھی کہ کیسے وہ امل کے لیے جنونی اور دیوانا ہے۔

"جی جی بہت کول ہو تم تبھی تو ہم ایکسٹرا کول ہو کر تمہاری فکر میں مبتلا ہیں"

ماں نے بھی ساری اداسی پرے کیے، شرارت کے سنگ عبداللہ کی دیوانگی پر چوٹ کی جبکہ جناب منصوعی مسکین بن کر دونوں خواتین کو ہنسا گئے۔

"ہائے یہ ظالم موسم کچھ کروادے گا یار، میں جارہا ہوں، بارودی حملے سے بچ گیا تو کل ملتے ہیں۔۔۔بائے۔ آپ بھی ریسٹ کریں"

اک نظر گلاس ونڈو سے دیکھائی دیتی قہرناک شام پر ڈالتا وہ جو بڑبڑائے اٹھا، خودمان اور ماہ جبین نے لڑکے کی بے خودیاں اور بے اختیاریاں بھانپے ہنسی دبائی جبکہ وہ تو بنا منہ سے اس غضب کے سرزد ہونے کا اثر لیتا اپنے روم کی جانب بڑھ گیا۔

"ہمیں تو عبداللہ کی دیوانگی ڈرا رہی ہے مان"

عبداللہ کو جاتا دیکھ کر ماہ جبین نے اپنا ڈر کہا تو مان اٹھ کر انکے پاس بیٹھتی، بازو سے لگ کر اپنا سر ماہ جبین کے کندھے پر رکھے افسردہ سا مسکرادی۔

"لیکن مجھے رشک آرہا ہے، آپکو پتا ہے تائی جانو! ہر لڑکی ایسی ہی گہری اور جنونی محبت چاہتی ہے۔ جو آپکے دونوں صاحبزادوں نے کرلی۔۔۔ جو آپکی ماہ کو میسر آئی"

مان کا لہجہ اداس نہ تھا پر نا جانے کیوں ماہ جبین کو لگا، تبھی تو وہ مان کی گال سہلائے شفیق سا مسکائیں۔

"ہماری مان کو بھی ایسی ہی محبت ملے گی، آپ بھی ہمارے دل کا ٹکڑا ہیں جان اور ہم آپکے لیے بھی جلد محبتوں بھرا فیصلہ لیں گے"

ماہ جبین کا پیار سے کہنا ہی مان کے اندر کی اداسی کا توڑ کر گیا اور وہ انکے گلے بالکل چھوٹی بچی بنی لگ گئی۔

لیکن اب بھی وہ اداس تھی، اسے شاہ کی یاد آرہی تھی اور وہ اسے یاد کرنے میں آج بے حد بے اختیار محسوس ہوئی تبھی ماہ جبین کے روم میں جاتے ہی خود بھی اس نے شاہ کو کال کرنے کا ارادہ کیے اپنے قدم اپنے کمرے کی جانب بڑھا دیے۔

..______________________..

"کیوں آپ نے میری خاطر اپنی جان خطرے میں ڈالی سالار خان، ابھی ہمارے چیتھڑے اڑنے والے ہیں"

وہ سخت تکلیف اور کرب سے سسکی مگر سالار خان کے ہاتھ زرا بھی گن کے گرد ڈھیلے نہ پڑے، ہاں البتہ اس بندے کا دل اس تڑپتی سرگوشی پر ضرور کٹا۔

"میں نے کہا تھا کہ مرد اپنے کہے سے پیچھے نہیں ہٹتے، جب ثابت کرنے کا وقت آیا تو کیا میں پیچھے ہٹ جاتا۔ رہی بات اس مردود کی تو آج اسکی موت میرے ہاتھوں میں ہی لکھی ہے"

اس ٹریگر ہاتھ میں پکڑ کر نجس اور استہزایہ قہقہے لگاتے جانور کو دانت نکوس کر تکتا سالار خان، مخاطب اس عقب میں دبکی لڑکی سے تھا جس نے اسکی دونوں بازو شدت سے جکڑے سانس روک رکھی تھی۔

جسکے آنسو پل پل اسکے چہرے پر بڑھتے اور کرب میں اضافہ کر رہے تھے۔

"کیا تو بھی رابعہ کا عاشق ہے؟ مجھے تو لگتا تھا اس لڑکی سے صرف میں ہی پیار کر سکتا ہوں۔ اس لڑکی کی ایک جھلک دیکھنے کے لیے میں پہروں جتن کرتا تھا، اس پر صرف میرا حق ہے اس لیے آفر دیتا ہوں کہ ہٹ جا۔ اس لڑکی کو میرے حوالے کر دے گا تو تیری جان بخش دوں گا"

اس آدمی کی نظریں تک سالار خان اس وقت رابعہ پر برداشت نہ کر پا رہا تھا، لیکن اندر سے اس لڑکی پر آتی تکلیف نے سالار خان کے مضبوط دل کو لرزایا ضرور تھا، وہ اس آدمی کی پیشکش پر کراہت سے اسکے منحوس منہ کو دیکھ رہا تھا جہاں ہر جانب خون تھا اور اس شدت کو بھی محسوس کر رہا تھا جس کے سنگ وہ سہمی سی لڑکی سالار خان کی پشت سے لگی ہچکیاں بھرے رو رہی تھی۔

سالار خان کو لگا اسکا دماغ معاوف ہو جائے گا، پھر پل پل سیاہ ہوتی شام نے الگ سالار خان کے اندر اذیت گاڑ دی۔

"تیرا گندا سایہ تک اگر میں رابعہ پر پڑنے دوں تو لعنت ہو میرے جذبوں پر، اسے تیرے حوالے کر کے خود سالار خان اپنے لیے بھی موت ہی چنے گا تو بہتر ہے آج تیرے ہاتھوں ہی فنا ہو جاوں۔ کم از کم یہ تسلی تو ہو گی کہ یہ لڑکی میرے ساتھ فنا ہوئی ہے، یہ تکلیف تو نہ ہو گی کہ میں اسے تیری ہوس کا لقمہ بننے کے لیے بے آسرہ چھوڑ گیا"

وہ پوری جان سے دھاڑا تھا کہ اسکی آواز اس کڑکتی بجلی کی مانند چمکی، جبکہ رابعہ وحدی کے آنسو تھے کہ پل پل بڑھتے گئے۔

"آہاں۔۔۔ بڑا ڈائیلاگ مارا ہے۔۔۔۔ یہ جذبے وزبے کچھ نہیں ہوتے، دل کی آگ صرف دسترس ٹھنڈی کر پاتی ہے، میری آگ بھی اس عورت کا ان چھوا جسم ٹھنڈی کرے گا، جو صرف میری وجہ سے محفوظ ہے۔ یہ میری ہے میں اسے کسی اور کے لیے نہیں چھوڑوں گا۔ آج اگر فنا ہونا ہی قسمت میں ہے تو دو نہیں تین لوگ ہوں گے۔ مرنے اور اس قہرناک شام کے اندر دفن ہونے کے لیے تیار ہو جاو تم دونوں"

وہ جس طرح اپنے اندر کی غلاظت اگل رہا تھا، سالار خان کا دل چاہا اس کی سوچ پر تھوک ڈالے، لیکن رابعہ کی جان ضرور اسکے جسم سے سرک رہی تھی۔

اسکی آنکھوں کے آگے اندھیرا چھا رہا تھا۔

"م۔۔مجھے ن۔ نہیں مرنا سالار خان، مجھے آپکے ساتھ جینا ہے۔۔۔۔مجھے بچالیں میں آپ سے بچھڑنا ن۔۔ نہیں چاہتی۔۔۔ خدا کے لیے میں مرنا نہیں چاہتی"

وہ جس اذیت سے سسک اٹھی اسکے لفظ، لہجہ اور انداز سبھی نے سالار خان کے جسم سے سرکتی جان واپس اس فولادی جسم میں لوٹائی اور اس سے پہلے وہ پاگل آدمی ٹریگر دبا کر اس پورے گھر کو بم سے اڑا ڈالتا، تین چار ہوائی گولیوں کی آواز گونجی اور بالکونی میں کھڑے اس آدمی کا سینہ، سر، اور پیٹ چیڑ گئیں، اور اس پر حملہ اس قدر زور آور تھا کہ بم ٹریگر اس آدمی کے ہاتھ سے چھوٹ کر نیچے گرا، سالار خان نے حلق تک دھاڑے رابعہ کا ہاتھ پکڑے باہر کی سمت دوڑ تو لگائی لیکن اس ٹریگر کے گرتے ہی پورا گھر ہولناک دھماکے کی صورت لرزا اور دیکھتے ہی دیکھتے آگ کا دیو ہیکل شعلہ سیاہ آسمان کی جانب اٹھا، چونکہ اس بم کا مرکز گھر اور رینج گھر کے اطراف تک تھی تبھی سالار خان اور رابعہ وحدی اس کپکپاہٹ سے زمین پر گرے

ضرور لیکن اس آفت سے بچ گئے، سالار خان اپنے سر، چہرے اور گھٹنوں پر آئی خراشیں بھولے، رابعہ کی سمت لپکا جو ہوش و ہواس سے بیگانی ہو چکی تھی۔

وہ اسکے سر کے نیچے بازو رکھے، حراساں ہوتا اسکی گال تھپکنے کی کوشش کر رہا تھا تبھی بلاول اپنی ٹیم کے ساتھ اسکے سر پر پہنچا، وہ آگ جو اس گھر کو اپنی لپیٹ میں لے کر لمحے میں خاکستر کر چکی تھی اب تیز آندھی سے بھڑکی تو وہیں آہستہ آہستہ گرتی پھوار کے باعث ہر سو دھواں پھیلنے لگا۔

"سر آپ ٹھیک ہیں ناں"

بلاول نے سالار خان کے ماتھے سے خون نکلتا دیکھ پوچھا جسے اس وقت صرف اس لڑکی کی آخری خواہش خون کے آنسو رلا رہی تھی، رابعہ کا بے جان وجود اپنی بازوؤں میں اٹھائے وہ گاڑیوں کی سمت لپکا۔

"ہوسپٹل چلو، فورا۔۔۔۔اسے کچھ نہیں ہونا چاہیے"

وہ جن زاد کی طرح دھاڑا تھا، کہ اسکی آواز کا کرب اور تکلیف اس بھیانک رات کی تابنا کی دگنی کر گئی۔۔

یہاں کا معاملہ چند اہل کاروں کے سپرد کیے خود بلاول مین گاڑی لیے سالار خان کے ساتھ ہوسپٹل روانہ ہو گیا۔

وہ سارا رستہ دم دیتی اذیت سے گزرتا رہا، گردن اور ہاتھ پر لگا رابعہ کا خون جم چکا تھا پھر سالار خان کا دل مسلسل اذیت سے بھیگتا گیا۔

سرخ آنکھیں، چہرے پر ویرانی کے سائے، بکھرے بال، آج کوئی سالار خان کی حالت دیکھتا تو واقعی دل تھام لیتا جسکی زندگی، موت کے دہانے پر آچکی تھی۔

جسے رابعہ وحدی کا کہا آخری جملہ پل پل درد کی بھٹی سے گزار رہا تھا۔

..________________________..

اس عجیب وغریب قہرناک موسم کے آتے ہی سڑکیں ویران اور خاموش ہوگئی تھیں، یکدم آسمان کالے سیاہ بادلوں سے اٹ گیا تھا، شام کے چھ بجے ہی یوں لگ رہا تھا کہ گہری سیاہ رات چھاگئی ہے، سردیوں کی پہلی بارش، اسکے اندر باہر کی گرد اتارنے بے موقع بسر بار برسنے والی تھی۔

وہ گھر رہ کر اب خود بھی تھک گیا تھا، کندھے کا زخم قدرے بہتر تھا مگر آج درد تو سینے میں تھا، دل میں تھا، یا شاید ایسی حالت فطری ہو۔

جب کسی وائرس کا اینٹی نوڈ ہمارے جسم میں داخل ہوتا ہے تو وہ اس بیماری کو بہت شدت سے دبوچتا ہے، باہر درد آئے نہ آئے، اندر اذیت کی لہریں ضرور اٹھتی ہیں۔

وہ گاڑی سے ٹیک لگا کر کھڑا، ویران سڑک پر لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی بوندوں کو گرتا اور اس پیاسی زمین میں جذب ہوتا دیکھ رہا تھا، یہ شغل اسے دلچسپ لگا۔

اسکے نزدیک شاید ایک بار پھر محبت کرنا بھی ان مدت بعد موسم کی نوعیت بدل دیتی بوندوں سا تھا، جو دل کی پیاسی، تشنہ زمین پر گر کر جذب ہو رہی تھیں۔

دیکھتے ہی دیکھتے ان گرتی یخ بوندوں کی شدت بڑھنے لگی، اب یہ تھا کہ وہ بارش کے نم قطرے اس پیاسی زمین کو سیر اب کیے اب سڑک کو گیلا کر رہے تھے۔

"کیا میں مان سے واقعی محبت کر سکوں گا؟ کیا میں وہ خلاء بھرنے کی استطاعت رکھتا ہوں۔ آپ بتائیں، سنا ہے اس موسم میں آپ سے مشاورت قدرے آسان ہو جاتی ہے"

اپنا چہرہ اوپر اٹھائے، وہ تیز ترین گرتی بوندوں کے باعث اپنی پلکیں بھیگتی محسوس کرتا، اس نیلی سے سیاہ رنگ اوڑھتی چھتری کے مالک سے ہمکلام تھا،

بچپن میں اماں سے سنتا تھا کہ بارش کے وقت دعائیں قبول اور مشاورت آسان ہو جاتی ہے۔

وہ بس اسی پر عمل کر رہا تھا، دور آسمان پر بجلی چمک رہی تھی، یا شاید تیز آندھی کا موسم بن رہا تھا، جل تھل کرتے موسم کے ارادے قہرناک تھے پھر اسکا زخم بھی بھیگ رہا تھا، لیکن اسے بات کرنی تھی۔

"امل کی زندگی اب پرسکون ہو جائے گی، خوش ہوں۔ لیکن اسکے دل میں بھی سکون اتار دیں، بابا نے کہا تھا اس کے لیے دعا مانگوں۔ مجھے سمجھ نہیں آتی، اسے تکلیف پہنچانے والے انسان کی دعا اس کے لیے کیسے قبول ہو گی یا شاید میری ہی دعا کا منتظر ہو اسکا سکون۔۔۔۔ خیر یہ خوش فہمی سے زیادہ کچھ نہیں شاہ ویر صاحب، اسکے اور میرے الگ راستوں کے بیچ کی تکرار بنتا پتھر میں تھا، وہ تو ہر جذبہ شفاف اور سچا رکھتی آئی ہے اور بدلے میں اسے سچا ہی ملا"

دل میں مچی ہوئی عجیب کڑلاہٹوں پر ہی تو وہ حصار جان سے نکل کر قہرناک برستے موسم میں آنکلا تھا، اسکا دل چاہا وہ ساری رات اسی ویران سڑک پر پیدل چلتا جائے، اسے گھر جا کر کرنا بھی کیا تھا۔

پھر یکدم شاہ ویر کے ہونٹوں پر مسکراہٹ اتر آئی، سڑک کی دوسری جانب وہی کتا بھیگتا ہوا اپنی دم ہلائے عین شاہ کی ٹانگوں کی جانب آکر کھڑا ہوا اور وہ شاہ کو آج بھی عجیب احسان مندی کے سنگ دیکھنے لگا۔

"اوہ یار! تم میری جان نہیں چھوڑو گے۔ دیکھو پہلے ہی بازو ملنے سے قاصر ہے مزید اب تم میری ٹانگ مت کاٹ لینا۔۔ میں زخمی بازو کے ساتھ اب انجیکشن کے ستم نہیں سہہ سکتا۔

ویسے اس دن تو تمہارے چکر میں وہ آگئی تھی، آج کہاں آئے گی۔ آج تو اسے شاہ ویر نے بہت بڑے امتحان میں ڈال دیا ہے"

شاہ ویر نے وہیں بیٹھ کر اس بھاری بھر کم نسلی کتے کا سر سہلائے جس طرح باتیں کیں، وہ بھی آگے سے یوں تھا جیسے مدتوں مالک کی کمی محسوس کرنے کا دکھ بھلائے، ایک مسیحا پا گیا ہو۔

شاہ کو اپنی زخمی بازو کا احساس واقعی نہ تھا کیونکہ وہ مکمل بھیگ چکا تھا اور اب سٹیچیز پر درد بھی ہو رہا تھا جبکہ اس بے موسمی طوفانی، گرد و مٹی سے اٹی بارش سے اسکے ہونٹ الگ جامنی ہونا شروع ہو گئے تھے۔

دوسری جانب وہ بھی کمرے میں آئی، باہر یکدم نخریلے اور دل دہلاتے موسم کی شدت کے باعث اس نے فوری شاہ کا نمبر ملایا۔

جبکہ گاڑی کے اندر بج اٹھتے فون کو اٹھ کر اندر جھانک کر دیکھنے پر شاہ نے وہاں لکھے نام کو دیکھے بے یقینی سے آنکھیں رگڑیں۔

پھر حیرت سے دم اٹھا کر یہاں وہاں چکر کاٹتے اس کتے کو دیکھا۔

"لو! بھئی مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ تم ہماری لو وسٹوری میں ایک اہم حصہ دار ہو۔ آگئی اسکی کال جسکے میسج تک کی امید نہ تھی"

وہ اس وقت واقعی پاگل لگ رہا تھا، خوشی کے سنگ گاڑی کا دروازہ کھولے، اندر بیٹھتے ہی گاڑی کا شیشہ ہٹا دیا تاکہ باہر گھومتے اس عجیب سے حصے کو حوصلہ رہ سکے۔

کال پک کرتے ہی شاہ نے چہرے پر مسکراہٹ سجائی۔

"مجھے آپکی فکر ہو رہی تھی، ٹھیک ہیں ناں"

مان نے ہچکچاتے ہوئے بیڈ پر بیٹھے پوچھا تو شاہ کو شرارت سوجھی، مقصد دن والی ملاقات کی تلخی کو زائل کرنا بھی تھا۔

"بندہ کونسا شاپر ہے جو تیز آندھی میں اڑ جائے گا محترمہ، نہ ہی کاغذ جو بارش سے بھیگ کر فنا ہو جائے۔ ہٹا کٹا ہوں، دنکو دیکھ کر تو گئی تھیں"

وہ باہر دیکھتا ہوا ایکدم تیز ہوتی بارش کے شور سے شیشہ واپس چڑھانے لگا مگر ماں اس شور کو سن چکی تھی۔

"ویری فنی ! آپ سچ بتائیں، آپ بارش میں بھیگ رہے ہیں ناں۔ مجھے فورا اپنی پکچر سینڈ کریں ابھی والی، جھوٹی پک بھیجی تو مجھے پتا چل جائے گا"

ماں نے فوری حکم سنائے کال کاٹی اور جناب اس درجہ رعب اور حق جمانے پر حیران ہی تو رہ گئے، اب اس لڑکی سے کبھی بھی کچھ نہ چھپانے کی تو شاہ صاحب قسم اٹھا چکے تھے تبھی بھیگی بھیگی حالت میں ہی سچی سیلفی لیے، سینڈ کی ساتھ سیڈ منہ والے ایموجی کے سنگ سوری کیا۔

یہاں میسج سین ہوا وہیں ماں کی کال دوبارہ آئی۔

شاہ نے ہونٹوں پر آکر تہلکہ مچاتی مسکراہٹ دبائے ایک لمبے لیکچر کے لیے خود کو ریڈی کیا۔

"آپ کی بازو پر سٹیچیز لگے ہیں، زخم میں انفیکشن کرنے کا ارادہ ہے کیا۔ وہ بھی اس ایسیڈک رین میں۔۔۔ خدا کے لیے، کیوں آپ اپنے زخم کو ناسور بنانا چاہ رہے ہیں شاہ۔ فوری گھر جائیں اور کپڑے چینج کیے بستر میں گھس جائیں"

سختی اور فکر میں ڈوبی مان کی ہدایت پر شاہ کا سارا اداس موڈ، خوشگوار ہوا، تمام تر بیزاری ختم ہوئی۔

"بیوی والی فیلنگ مت دلائیں، بندہ ایسی حسرتیں افورڈ نہیں کر سکے گا"

شرارت کے سنگ جملہ اچھالا تو مان کی آنکھیں خفت کے مارے جھکیں۔

"بی سیریس پلیز"

وہ جھنجھلائی، دل الگ دھڑکا۔

"سیریس ہی تو ہو گیا ہوں، آج بارش بھی جلا رہی ہے۔ ایسا رومینٹک موسم بنا کسی سے محبت بھری باتیں کیے گزر رہا ہے"

وہ ہنوز دن والی کڑواہٹ اور تکلیف کم کیے، مان کو تنگ کرتا بولا تو اس بار وہ اس طرز کی بے باک گفتگو پر مضطرب ہوئی۔

"اگر آپ ابھی کے ابھی گھر نہ گئے تو میں آپکے لیے فیصلہ لینے میں بہت وقت لگاؤں گی، سمجھ لیں آپکو سزا دوں گی"

سزا سنانے والی اس حسینہ کا لہجہ نرم اور پیارا تھا تبھی تو شاہ کو اسی دھمکی پر بھی پیار آیا۔

"آپ سزا دے نہیں سکیں گی مان، اب ہمارے بیچ کچھ بھی چھپا نہیں رہا۔ آپ نے مجھ کھلی کتاب کو پڑھ لیا محترمہ تو میں اپنی اس رازدان کو کہیں جانے نہیں دوں گا۔ سو دل کی مانیں اور جلد بندہ ناچیز کے سکون کا بھی سوچیں جو مجھ سے رخصت ہو چکا ہے"

وہ اک آخری الوداعی نظر اس کتے پر ڈالتا اسے کسی بڈی کی مانند ہائے فائے کیے گاڑی سٹارٹ کر چکا تھا جبکہ مقابل اس درجہ بے خوف انداز میں دل سے چھیڑ چھاڑ کرتے شاہ کے لفظوں سے وہ کان کی لو تک سرخ ہوئی۔

"آپ کچھ زیادہ بے باک نہیں ہو رہے، گھر جا کر سو جائیں۔ سکون مل جائے گا۔ بائے"

وہ اس طرز کی گفتگو کو بڑھنے نہ دے پائی اور فوراً اپنے ڈولتے لفظوں کی شدت کے سنگ تاکید ارسال کیے فون کاٹ گئی جبکہ شاہ ویر صاحب تیز ترین برستی اس رات میں اب یقیناً گاڑی چلاتے ہوئے لانگ ڈرائیونگ کا مزہ لیتے محسوس ہوئے تھے۔

..________________________..

وہ پچھلے آدھے گھنٹے سے امل کے انتظار میں کمرے کے بیچ چکر کاٹ رہا تھا جو اسے زچ کرنے کی ٹھان بیٹھی تھی، اس نے اور بارش نے اسکا فرار تو ناکام بنا

دیا تھا مگر وہ اپنا غصہ عبداللہ کے لگژری باتھ روم میں رکھے رنگ رنگ کے پرفیومز، باڈی سپرے اور نا جانے کون کون سے برینڈ کے لوشنز اور کریمز کو ایک ایک کر کے زمین پر پھینک کر نکال رہی تھی۔

"امل باہر آرہی ہو یا میں خود آوں، پھر مت کہنا کہ میں کچھ زیادہ ذاتیات میں گھس گیا کیونکہ میں آگیا تو نہ خود باہر نکلوں گا نا تمہیں نکلنے دوں گا"

ایک اور پرفیوم کی بوتل کا زمین پر گر کر پاش پاش ہونا بڑے تحمل سے برداشت کیے وہ بپھری موج کی طرح بند دروازے تک آیا اور دانستہ دھیمی آواز رکھے یہ بھیانک دھمکی دی جس پر ایک لمحے امل نے ہونق بنے دروازے کو گھورا۔

دل یہی کیا کہ آج اس بند واش روم کی کوئی دیوار توڑ کر باہر نکل جائے مگر اس بندے کا سامنا نہ کرے۔

"تم ہو ہی ازل کے چھچھورے، میری شرط وہی ہے۔ روم سے نکلو اور باہر لان میں جا کر مجھے وڈیو کال کیے ثبوت دو بس تبھی میں تمہارے اس کرچی کرچی واش روم سے باہر آوں گی اور بھاگ سکوں گی"

سہم کر واش بیسن کے ساتھ لگے، وہ زرا آواز بلند کیے بڑبڑائی، جبکہ عبداللہ تو اس خوش فہمی کے مینار پر بیٹھی محترمہ کی شرط سن کر ہی اش اش کر اٹھا۔

بچارا آج اتنا پیارا سفید کڑھائی کا کرتا سفید ہی شلوار کے ساتھ پہنے، آفت ناک حد تک جچ رہا تھا اور اس لڑکی نے بچارے کی ساری شوخی ختم اور اچھا بھلا موڈ پہلے بھاگنے کی کوشش کیے اور اب خود کو اس سے بچانے کے لیے لاک کر کے برباد کر دیا تھا۔

"آج تم میری لاش پر سے گزر کر ہی اس کمرے سے نکلو گی امل، دیکھتا ہوں تم کیسے بھاگتی ہو اب مجھ سے۔ ویسے بھی صبح نو بجے ہماری پیرس کے لیے

فلائیٹ ہے لہذا یہ خوبصورت سا وقت شرافت سے میرے سپرد کر دو ورنہ تم میرے اندر کے بیسٹ کو للکارنے کی پوری غلطی کر چکی ہو"

باہر بالوں میں طیش کے سنگ ہاتھ پھیر کر ہٹ دھرمی سے بیڈ پر جا بیٹھتا وہ سراسر اندر دبک کر بیٹھی امل کی حالت ناساز کر رہا تھا جسکا اب واقعی دم گھٹ رہا تھا اوپر سے وہ جہاں کھڑی تھی وہاں فرش بھی اب پرفیومز کی بوتلوں کے شیشے کی کرچیوں سے بھر چکا تھا جبکہ تیز مردانہ خوشبوئیں بھی ہر سو بکھر کر امل کا سانس متاثر کر رہی تھی۔

"میں نہیں آوں گی سن لو، اگر تم نے زبردستی دروازہ کھول کر اندر گھسنے کی کوشش کی تو میں ان شیشے کی کرچیوں پر اپنے پیر رکھ دوں گی۔ کم از کم تم امل کو تکلیف میں نہیں دیکھ سکتے"

اپنا بکھرا تنفس بحال کیے وہ اپنی ضد پر برابر ڈٹی غرائی جبکہ عبداللہ نے اس بار واقعی میں مٹھیاں بھینچ ڈالیں، یہ لڑکی اسکی ہمت سے بڑا کھیل رہی تھی۔

مناحل توکب کی جلال کے ساتھ جاچکی تھیں، وہ انکوشاہ کی طرف ڈراپ کیے خود واپس گھر جانے والے تھے جبکہ باقی سب بھی فنکشن سے تھک گئے تھے تبھی اپنے اپنے کمروں میں جلدی ہی جا چکے تھے۔

"اور تم اسی کا ناجائز فائدہ اٹھا رہی ہو، تمہیں احساس بھی ہے کہ تمہاری مجھ سے گریز برتنے کی یہ ظالم حرکتیں مجھے کتنا ہرٹ کر رہی ہیں۔ میں تمہیں کھا تھوڑی جاوں گا جو تم یوں خود کو اس ٹھنڈ میں اندر بند کیے بیٹھی ہو۔ باہر آجاو امل، میرا ضبط جواب دے رہا ہے"

وہ ہنوز اس لڑکی کی زچ کرتی حرکت پر سراپا احتجاج ہوا، آواز دانستہ اتنی ہلکی ہی رکھی جتنی باہر نہ جاتے ہوئے باآسانی اس دشمن جان تک پہنچ جاتی۔

جبکہ امل پیلی پڑتی رنگت کے سنگ دروازے کی جانب حراساں ہوئے دیکھ رہی تھی، کوئی امل جیسی شیرنی کی آج حالت دیکھتا تو اسے یقین نہ آتا۔

جو صرف عبداللہ کی محبت اور شدت سے خوف کھا رہی تھی، اور اسے عبداللہ کی وہ دھمکی الگ کپکپا رہی تھی کہ وہ اسکے سارے اصول توڑ دے گا۔

اوپر سے کھڑکیوں پر چھم چھم گرتی بارش کی پھواریں، مزید دل دہلا تیں تو کڑکتی بجلی اک پل خوفزدہ اور حراساں کر دیتی۔

"تم یا پھر نیند کی پانچ گولیاں کھانے کی وڈیو سینڈ کرو مجھے، میں بس تبھی باہر آوں گی"

تھوک نگل کر گلا تر کیے وہ اس وقت واقعی سدھ بدھ بھلائے ہوئے تھی تبھی تو امل کی اس فرمائش پر ناچاہتے ہوئے بھی وہ اتھرا گھوڑا، مسکرا دیا۔

"نیند کی پانچ گولیاں کیا، دس بھی کھالوں گا مگر شرط یہ ہے کہ تم کھلاو۔ اگر کہتی ہو تو جا کر زہر لے آتا ہوں، ایک ہی بار باہر آنا اور مجھے کھلا کر ہمیشہ کے لیے مجھ سے جان چھڑوا لینا"

سخت چڑ اور کوفت زدہ ساوہ وہیں گر پڑتا، سر گرائے اپنے ارمانوں پر آنسو بہائے ترچھا ہو کر لیٹ گیا، نظریں فانوس پر تھیں، جسکی مدھم روشنی نے کمرے کی رنگ برنگی سیلنگ کو مزید رنگ عطا کیے پھر کمرے میں وقفے وقفے سے گردش کرتی قمقموں کی جھلمل کرتی روشیاں دیکھ کر عبداللہ کی اپنی روشنی اب ماند پڑ رہی تھی جبکہ امل نے اسکی اس بات میں چھپا درد شدت سے محسوس کیا۔

"دیکھو تم سینٹی مت ہو اب، مارنا نہیں چاہتی تمہیں"

امل نے گویا منمنا کر اپنی صفائی پیش کی جس پر عبداللہ نے افسردگی سے سر جھٹکا۔

"تو پانچ نیند کی گولیاں کھلا کر کونسا تم مجھے زندہ چھوڑنے والی ہو؟ میں مسکین تو لڑھک جاوں گا ناں۔ میرا امیون سسٹم تمہارے دل کی طرح پتھر نہیں ہے بی بی"

وہ ہنوز دل جلے کی طرح شکوہ کیے سلگا جبکہ امل نے اس دیوانے کے لیے دل میں اٹھتے اپنے پن پر اک نظر ارد گرد بکھرے کانچ پر ڈالی، اپنے دھڑکتے دل اور بدلتی کیفیت پر قابو پاتی وہ بچ بچائے پلٹی، اک نظر اپنے سراپے پر ڈالی، نکاح کا جوڑا بہت ہی ہلکا تھا، اور وہ امل پر پرفیکٹلی فٹ بھی آیا تھا، وہ اسے پہن کر با آسانی کمفرٹ کے ساتھ سو بھی سکتی تھی کیونکہ ایک تو وہ فلی کورڈ تھا دوسرا ہیوی صرف اسکا دوپٹہ تھا جسے امل باہر ہی پھینک کر آئی تھی۔

"میں پتھر دل نہیں ہوں"

وہ آئینے میں اپنی خوبصورتی دیکھتی بڑبڑائی، نیچرل میک اور اس نے منہ پر پانی کے چھپکے مارے اتارا مگر پھر بھی وہ اپنی نظر میں عبداللہ پر حاوی ہونے کے تمام رنگ لیے ہوئے تھی۔

وہ باہر لیٹا، منہ ہی منہ میں بڑبڑائے اپنے کرموں کو کوس رہا تھا اور بہت ہی پیارا لگ رہا تھا۔

"اور کیا ہو ؟ اپنے شوہر پر اول دن ہی ظلم ڈھاتی چڑیل بیوی"

وہ ہنوز مسکین تاثرات کے سنگ شکائیتیں کرتا بولا۔

امل نے گہرا سانس کھینچے خود کو کمپوز کیا اور کانچ کے ٹکڑوں سے لاکھ بچ بچاتی ہوئی نکلی مگر اسکے پیر اکا دکا کانچ چبھنے پر جلن سی محسوس کیے زخمی ہوئے مگر وہ انکی پرواہ کیے بنا دروازے تک آئی۔

اپنے زخمی پیر، ٹشو پیر کے سنگ صاف کیے اور دروازہ کھولے، باہر نکلی۔

دروازہ کھلتے ہی عبداللہ جھٹکے سے اٹھا اور اس سے پہلے امل اسکے کچھ دور ہونے کا فائدہ اٹھاتی، کمرے سے سرک کر نکل پاتی، وہ گولی کی طرح اٹھا اور بھاگتی ہوئی امل کی کلائی جکڑے بنا لمحہ ضائع کیے اسے گھیر کر دبوچتا ہوا قریب لایا جس کا دل عبداللہ کے اس درجہ بے باک انداز سے جکڑ لینے پر کئی لمحے تیز تیز دھڑکتا رہا اور وہ اتنی ہمت نہ رکھتی تھی کہ پہلے کہ طرح

آنکھیں اٹھا کر اس بندے کے شکوے سن پاتی یا جذبوں کے طوفان کو اپنے اندر بمشکل سمیٹ کر باندھ سکنے میں کامیاب ہوتی آنکھیں دیکھ پاتی۔

"دیکھا! برف کی طرح ٹھنڈی ہو رہی ہو۔ اور کرو یہ ٹارزن والے کرتب۔ جب پتا ہے کہ اب تم مجھ سے نہیں بچ سکتی تو اس فضول ڈرامے کا کیا مطلب تھا امل؟ بولو۔ کبوتر کی طرح آنکھیں بند کر لو گی تو کیا تمہاری جان کی خلاصی ہو جائے گی۔ پہلے تو میں نے سوچا تھا تمہیں اچھی خاصی رعایت دوں گا لیکن اب تمہاری اس سنگین غلطی پر میں تمہارے چودہ طبق روشن کر دوں گا۔ تاکہ آئیندہ تم میری انا کو اس درجہ مجروع نہ کر پاو"

اس بندے کی جان لیوا دھمکی، پھر یکدم مدہوشی اور سرور کی جگہ جس طرح اشتعال اور جنون نے لی، امل تو اسکی جرت اور بے خوفی پر برف کا واقعی مجسمہ بن گئی، نظریں اٹھا کر یوں عبداللہ کو دیکھا جیسے اس بچاری پر صدمے کے پہاڑ ٹوٹ گرے ہوں۔

"اب گھور کیوں رہی ہو، بولو! جان لینی ہے"

لمحے میں اپنا غصہ ختم کیے وہ اسے خود کی جانب جھٹکا دیے، ہنوز امل کے غصے اور حیرت والے تاثرات دیکھ کر شوخا ہوا جبکہ امل کا دل بھلے سوکھے پتے سا کانپ اٹھا لیکن اس نے پوری جان لگائے اس لرزش کو جسم پر اترنے سے روک لیا۔

"دیکھو باولے بندر، تم نے بس ہاتھ پکڑنا تھا۔ اس سے زیادہ کچھ کرو گے تو مجبوراً مجھے اس لیٹری سے نکلے شوہر کی ہڈیاں توڑنی پڑیں گی۔ اور یہ ہاتھ ہٹاؤ، مجھے گدگدی ہو رہی ہے"

وہ اس بے شرم کی بہکی بے خود نگاہوں سے نظریں چراتی بولی تو دبنگ تھی پر بیچ میں منمنائی جبکہ آخری جملہ ادا کیے زور لگائے اپنی کمر پر جکڑے عبداللہ کے ہاتھ کو اسکی انگلیاں بری طرح جکڑ کر ہٹائے زرا اسکے حصار سے نکلی ہی تھی کہ پھر سے نظر عبداللہ کے چہرے سے آنکھوں تک جا پہنچی۔

اک بار تو حقیقت میں امل کا دل دھڑک کر رکا۔

"ہاتھ والا آپشن ان پبلک ہے ڈئیر وائف، یہ عبداللہ کی دنیا ہے سو یہاں میں اپنی مرضی سے رہتا ہوں۔ رہی بات شوہر کی تو لیٹری سے نہیں نکلا ہوں، تمیز سے بات کرو"

وہ اپنی اس درجہ غیر اہمیت پر بلبلایا اور اب کی بار دونوں بازو لے جا کر اسکے کندھے پر ٹکائیں جسکے باعث وہ پھر سے عبداللہ کے حصار میں بے بس ہوئے قید ہو گئی۔

"عبداللہ اوور ہو رہے ہو اب تم؟"

وہ احتجاج کیے بولی، لہجہ خود ہی بے بسی اور منت بھرا ہو تو عبداللہ نے اپنے دونوں ہاتھ اسکے سر کے پیچھے لے جائے باندھے جسکے باعث وہ مزید قریب آ گئے لیکن یہ نزدیکی امل کو سراسر جلانے میں پیش پیش ہوئی تو اس لڑکی کے چہرے پر درد کے زاویے درج ہوئے۔

"اوور تو تم ہو رہی ہو، فضول میں دور رہ کر۔ میں نے پوری دنیا کے سامنے تمہیں اپنا بنایا ہے، ہاں زرا سادگی سے اور جلدی بنالیا لیکن تم اس بات کو جان بوجھ کر جھٹلا رہی ہو، تمہیں اس بات کا اقرار کرنا تھا کہ میں تمہاری منزل ہوں"

وہ اسکے چہرے پر پھیلتی تکلیف پر خود بھی سنجیدہ ہوا تھا، جبکہ امل اپنے کہے سے اس پل نجانے کیوں فرار کرنے کی کوشش میں تھی۔

اس بندے کی قربت کا لمس، امل کے جسم و جان کو ابھی جلا سا رہا تھا، اور وہ بے جاسی اس قربت پر اپنے دھڑکتے دل کے شور سے بدحواس ہو رہی تھی۔

"ہمم، تم مجھے ایموشنل بلیک میل مت کرو، میں پہلے ہی اداس ہوں۔ مطلب ایسے شادی ہوتی ہے کیا؟ نہ میں مینٹلی تیار تھی نا ایموشنلی، مطلب حد ہوتی ہے جلد بازی کی۔ باولے بندر سے شوہر تک کا سفر تم نے تو آسانی

طے کر لیا لیکن میں امل پاشا سے تمہاری امل ایک دم سے نہیں بن سکتی۔ اوپر سے تمہاری باتیں، نظریں اور حرکتیں مجھے کمزور کر رہی ہیں۔ اور تمہارا پتا نہیں لیکن میں خود کو اپنے سوا کسی کے سامنے کمزور پڑنے نہیں دے سکتی اس سے میری انا بھی مجروح ہوتی ہے"

وہ اس کے سامنے کم از کم اپنی کیفیت پر اعتمادی سے ضرور کھول چکی تھی، وہ کیا محسوس کر رہی ہے اس نے پوری سچائی سے عبداللہ کو بتایا اور یہ اس بندہ بشر کے لیے راحت بنا، وہ امل کے دل کی ہر بات سننے کا تمنائی تھا، اسکی کمیاں اور خسارے جاننا چاہتا تھا، اور اسے امل کی زندگی کو آسان بنانا تھا نا کہ وہ اس کو مزید مشکل بنا دیتا۔

"میں تمہیں کمزور پڑنے دوں گا کیا امل؟ خود تمہارے قدموں میں فنا ہو جاوں گا۔ تم میرے لیے بیوی تو اب بنی ہو، تم میرے لیے میری سانسوں کی وجہ اور دھڑکنوں کا سبب پہلے ہو۔ میں تو بس ان سارے جبر ادل میں دبا

لیتے جذبوں کا اظہار کرنا چاہتا ہوں جو مجھے اپنی زندگی کے دن بڑھانے کے لیے لازمی کرنے ہیں"

وہ اپنے ہاتھ کھولے، نرم ہتھیلیوں میں امل کے دونوں نازک ہاتھ جکڑے اسے قریب کرتا، جس بے اختیاری اور بے قراری کے سنگ بولا، آواز جذبوں نے بھاری کر دی تھی، امل کو لگا وہ اب اس شدت پر انکار کرتی ہے تو یہ عبداللہ کے ساتھ ناانصافی ہوگی۔

"اچھا، مثلاً"

وہ اسکے چہرے کو تکتی افسردہ سی مسکراہٹ کے سنگ آنکھیں دیکھتی بولی تو جناب کا دل ہاتھ سے پھسلا، اس لڑکی سے ہر حق کے باوجود دور رہنا بڑا مشکل تھا اور ستم کہ وہ اس مشکل سے دوچار کر دیا گیا تھا۔

"اس دن جب تم جیل آئی، جب تم نے مجھے کہا کہ تم میرے ساتھ ہو۔ جب تم نے نظریں جھکا کر میرے حوصلے پر وار کیا تھا، تب میرا دل چاہا کاش یہ بیچ

میں حائل ہوئی جیل کی سلاخیں ہٹ جائیں تو میں تمہیں گلے لگالوں۔ اتنی دیر تک کہ تمہارے دل کی دھڑکن، میرے دل کی دھڑکن بن جائے"

وہ عبداللہ کی بات جس غور سے اسکی بازووں مے نرم حصار میں مقید ہوئے پر سکون ہو کر سن رہی تھی، اس شخص کی آخری خواہش پر وہ یوں محسوس کر رہی تھی جیسے جان سمٹ کر آنکھوں میں آگئی ہو جن سے وہ ہمت کے سنگ عبداللہ کو دیکھ رہی تھی۔

امل کا دل چاہا وہ اس شخص کی حسرت مٹادے، بنا کوئی جذبہ لیے بھی وہ عبداللہ کی تڑپ پر اداس ہوئی۔

"باولے ہی ہو تم، ویسے یو نو آج تک میں صرف نیلم کے گلے پورے دل سے لگی ہوں، اور صرف اسی نے امل کو پورے دل سے گلے لگایا ہے۔۔۔ تبھی ہم دونوں کے دل ساتھ دھڑکتے ہیں، میں بھی تمہاری تھیوری پر یقین رکھتی کہ ایسے کرنے سے دھڑکنیں ایک دوسرے سے واقعی تبدیل ہو جاتی ہیں"

وہ دانستہ ہلکا پھلکا انداز اپناتی ہوئی جس مسکراتے لہجے کے سنگ بتا رہی تھی، عبداللہ بھی دھیما مگر روح تک اترتا ہوا مسکرایا۔

"تو پھر یہ لین دین آج کے بعد تم صرف مجھ سے کرنا، ہمیں دھڑکنیں ایکسچینج کرنے کی سب سے زیادہ ضرورت ہے"

وہ ہر گز سنجیدہ نہ تھا مگر امل اسکی بات پر سرخ چہرہ لیے خفت سے تکتی ضرور گھوری جو آگے سے دانت دیکھانے لگا۔

"تم آدمی ہو"

امل نے ناک بھوں چڑھائے کیڑا نکالا، ہاٹ لونڈے کو سیدھا سیدھا آدمی کہہ دیا۔

"تمہارا آدمی ہوں"

وہ آنچ دیتے لہجے میں بولا اور ساتھ ہاتھوں کو دباو بھی دیا جو امل کے لیے دل دہلاتا خاموش پیغام تھا۔

"یار! تم اس کے بعد پھیل جاو گے۔ مجھے تمہاری رگ رگ سے واقفیت ہے، تمہاری ڈیمانڈ بڑھ جائے گی کیونکہ امل کے قریب آکر اس سے دور جانا تمہارے بس میں نہیں"

حسینہ تو اتراتی بھی تھیں، عبداللہ کا دل واقعی چاہا وہ ہنستا رہے، امل کے اسقدر راس آجاتے انداز پر۔

"تمہیں میری رگ رگ سے واقفیت ہے تو مجھے بھی اجازت دو اپنی ذاتیات میں گھسنے کی"

وہ ایک بار پھر پٹڑی سے اتر رہا تھا جبکہ امل کو اب واقعی ارد گرد خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئیں۔

"مجھے آج کے دن نے تھکا دیا ہے، سونا چاہتی ہوں پلیز"

وہ اسکی بے خود نظروں سے آنکھیں چراتی منمنائی تھی، لیکن عبداللہ نے فاصلہ سوچ سے کہیں درجے گھٹا کر اسے اس نظر جھکاتے ستم سے حسین طریقے سے روک کر پھر سے دیکھنے پر مجبور کیا جو ابھی اسے دیکھنے کی ہمت بھی نہیں کر پا رہی تھی۔

"کل فلائیٹ میں سو جانا، ابھی میرے سوئے مقدر جگاؤ جو میرے ارمانوں اور جذبات کی طرح جاگنے کے طلب گار ہیں۔ تم جانتی ہو مجھے امل کہ میں خود پر قابو رکھنے والا انسان نہیں ہوں، اور اگر مجھ میں یہ کوالٹی ہوتی تو نکاح پر ہی صبر نہ کر جاتا۔ کیا ضرورت تھی تمہیں اپنے پاس لانے کی۔۔۔۔ مجھے اب دور دور کی محبت نہیں کرنی، مجھے وہ سب کرنا ہے جو عبداللہ عارض سکندر پر سوٹ کرے"

وہ بظاہر سنجیدگی سے بات سمجھاتا ہوا ہر خمار اور بے خودی سے نکل آیا تھا مگر اسکی اس درجہ بے لچک اور کھلی گفتگو پر امل کے چہرے پر ضرور خون سمٹ آیا تھا جسے عبداللہ کے ارادے بہت بھیانک معلوم ہو رہے تھے۔

"تم مجھے سمجھ نہیں رہے، مطلب یہ سب میں، یعنی مجھ جیسی لڑکی ایک دم ۔۔۔ ہر گز نہیں۔۔۔ ہٹو پیچھے"

اپنی بات ہزار ہا سمجھانے کے جتن کیے وہ ناکام سی ہوتی اسے پرے دھکیل کر ایک بار پھر عبداللہ کے صبر سے کھیل گئی تھی جو اسے واپس کلائی جکڑے اسکی شایان شان جگہ لائے لاک کر چکا تھا۔

"امل! جب پتا ہے کہ یہ منہ زور جذبے آج تمہیں ہر صورت برداشت کرنے ہیں تو بار بار مجھ سے دور ہو کر میرا دماغ مت گماو۔ دوبارہ اگر تم مجھ سے دور ہوئی تو اس شدت پر اتر آوں گا جس کو آج خود پر ممنوع کر رکھا ہے۔ تم شاید نہیں جانتی مگر تمہارا گریز آج مجھے مزید فیسینیٹ کر رہا ہے"

وہ اسکے دانستہ نرم مگر شدت بھرے انداز پر اپنی بوجھل پلکیں اٹھائے اسکے ہونٹوں کی حرکت دیکھتی ہوئی مزید عبداللہ کا دل بے تاب کر رہی تھی جس نے اپنی طرف سے اس ظالم کی آنکھوں سے گریز کیا تھا، شاید اس سچویشن

میں وہ خود نظریں ملانا افورڈ نہیں کر پا رہی تھی جب وہ اس پر ہر طرح حاوی ہو چکا تھا۔

"اجازت دے رہی ہو یا نہیں؟"

اس لڑکی کی نرم مزاجی کا ناجائز فائدہ اٹھائے وہ اب کچھ زیادہ ہی شوخا ہوا، وارفتگی کے سنگ تکتے ہوئے رعب جھاڑنے لگا جبکہ امل جس نے اسکی آنکھوں میں نہ دیکھنے کا تہیہ کیا تھا، بے اختیار ہی شکوہ کناں ہوئے دیکھ بیٹھی جہاں ہلکورے لیتی شدت اسکا سانس روکنے پر مصر ہوئی۔

یہ تو وہ بھی محسوس کر رہی تھی کہ اس اپنائیت بھرے حصار میں اسکی ساری بے چینی، بے سکونی اور تھکن ختم ہو گئی تھی لیکن اپنے اصولوں کا کیا کرتی جو امل کو چیخ چیخ کر اجازت نہ دینے پر قائل کر رہے تھے۔

وہ آگے کیسے بڑھ جاتی جب قدموں میں سکت ہی نہ تھی، پھر احساس ہوا جیسے پیروں کے تلووں میں جلن ناقابل برداشت ہو گئی ہو۔

وہ درد سے کراہتی ہوئی لڑکھڑائی تو عبداللہ بھی ہوش میں لوٹا، وہ فکرمند ہوئے اسے پکڑ کر بیٹھاتا خود اسکے پیر کی جانب اشارہ کرنے پر اسکے قدموں میں بیٹھا تو امل کے دونوں پیروں سے خون نکل کر تلووں میں جم اور سوکھ چکا تھا۔

اس بھیگی آنکھوں کے ساتھ دل میں اترتی لڑکی کو بے رحم غصے سے تکتا وہ اس درجہ لاپرواہی پر سلگ ہی تو اٹھا۔

"رونا مت، ورنہ سہی معنوں میں آج تمہیں رلاوں گا امل"

اسکی آنکھوں میں جمع ہوتی نمی پر وہ وارننگ دیتا بے حسی سے غرایا اور فورا سے بیشتر اٹھ کر پلٹا اور کمرے کا دروازہ کھولے باہر نکل گیا۔

امل نے بہت کوشش کی کہ اپنی پتھر آنکھیں آج بھی پتھر رہنے دے لیکن ناجانے کیوں اسکا دل چیخ چیخ کر رونے کو چاہا۔

مگر ستم گر بنی ہتھیلی سے بھیگی آنکھیں رگڑ گئی، وہ واپس آیا اور دروازہ بند کیے اگلے ہی لمحے واپس امل کے قدموں میں بیٹھا، اسکے پاس فسٹ ایڈ باکس تھا جس میں سے کاٹن اور سپرٹ نکالے وہ پوری احتیاط اور نرمی سے اسکے پیروں میں جم جاتے خون کو صاف کیے دونوں پیر اوپر بیڈ پر رکھے، اس جھکی پلکوں سے گہرے سانس بھرتی امل کو دیکھنے لگا جو اپنے پیر خود کی جانب کھینچے مزید عبداللہ کو ستا رہی تھی۔

"نہایت ہی سنگدل ہو تم، کوئی ایسا کرتا ہے بھلا، ٹھیک ہے تکلیف دینی ہے تو مجھے دو لیکن آج کے بعد اگر تمہیں ایک آنچ بھی آئی تو مجھ سے برا کوئی نہیں ہو گا امل۔ کیا حشر کر دیا پیروں کا اور اوپر سے ڈھیٹ بنی کب سے ننگے پیر کھڑی تھی۔ بہت دکھ ہوا کہ تم نے مجھ سے جان چھڑوانے کے لیے خود کو اذیت دی"

وہ جنونی کیفیت میں لپٹا امل کو غلط سمجھ رہا تھا، اور وہ اس وقت اس درجہ کمزور پڑ چکی تھی کہ اپنی صفائی دینے کی ہمت بھی نہ رہی بس اپنے پیر کو

چھوتے عبد اللہ کے ہاتھ کو اس نے ضرور بے اختیار جکڑا تھا اور جب دونوں کی نظریں ملیں تو نہ صفائی کی ضرورت بچی نہ ہی مزید عبد اللہ کے پاس بے رحم حرف بچا۔

"پھر کیوں؟ بولو"

وہ جیسے اسکی خاموش نظر کی تڑپ جان گیا تھا، اسکا پیر اپنی گود میں رکھے، آہستگی سے سہلائے جیسے پوچھا تو بھاری آواز میں بھی سلوٹ پڑی۔

"باہر نکلتے ہوئے بے دھیانی میں زخمی ہو گئے۔۔۔۔ امل جھوٹ نہیں بولتی اتنا تو تم جانتے ہی ہو۔"

وہ اپنا پیر واپس کھینچے، ٹیک چھوڑے بیٹھی اسکی بازو جکڑ کر نرمی سے بولی جو رخ موڑے اب ناراضگی جتاتا ہوا وحید مراد بنا بیٹھا تھا۔

"مجھے بس یہ پتا ہے کہ امل مجھ سے محبت نہیں کر پائی، تھوڑی سی بھی نہیں۔۔۔۔ میری محبت کی کوئی شدت اس پر اثر انداز نہیں ہوئی۔ میں خود کو بڑا منجھا ہوا عاشق سمجھ بیٹھا تھا، کھے اور مٹی ہوں میں منجھا ہوا۔۔۔۔"

وہ اسکا ہاتھ جھٹک کر اپنی آنکھیں ہنوز چرائے اب زرا نوٹنکی کیے ایمو شنل بلیک میلنگ پر اتر آیا تھا جو اس میسنے کو اپنا قرار لوٹنے کا آخری سہارہ دیکھائی دیا۔

جبکہ امل اسکے ڈرامے میں سر تا پیر آچکی تھی۔

"اب ایسے تو مت بولو باولے بندر، تم امل کے لیے بہت اہم ہو۔۔۔ دیکھو تو میری طرف، منہ تو مت پھیرو۔ مجھے اچھا نہیں لگ رہا"

وہ امل کی بے حسی اور لاتعلقی کو اسکے سکھوں کے بیچ رکاوٹ ہونے پر مورد الزام ٹھہرائے روٹھ گیا تھا، یہ الگ بات کے نوٹنکی الگ لیکن وہ واقعی ہرٹ سا بھی تھا۔

امل کو اب اسکے ناراض ہونے پر برا محسوس ہوا۔

ایسا لگا کہ صرف وہ نہیں روٹھا بلکہ ساری رہی سہی دنیا روٹھ گئی ہے۔

"تم سے منہ پھیر نا ہی تمہاری عافیت ہے، تمہیں دیکھوں گا تو خود کو سنبھال نہیں سکوں گا۔ تم نے تو میرے اور اپنے بیچ ماونٹ ایوریسٹ کو کھڑا کر دیا۔ اب کم از کم مجھے اپنا نظارہ تو بدلنے دو"

عبداللہ کے اذیت بھرے جواب پر امل افسردہ ہوئی، وہ ناراضگی سے بول کر اس سے پہلے اٹھ جاتا، امل نے اس بار اسکی کلائی جکڑی جو اسکے نازک ہاتھ میں پوری تو نہ آسکی لیکن عبداللہ کا دل یہ انداز دیکھے مسرت سے بھر گیا۔

"امل اب تم اپنی دشمن بن رہی ہو مجھے روک کر"

اپنے آپ کو ہنوز لاپرواہ ثابت کیے وہ بنا اسکی جانب دیکھے غرایا اور امل کا دل اس جملے پر مزید بجھ گیا۔

اسے لگا وہ اس سے شدید ناراض ہو گیا ہے۔

"تم مجھے یوں تکلیف میں چھوڑ کر جا سکتے ہو؟ میرے پیروں میں درد ہے۔
یہی محبت تھی؟"

وہ اب خود بھی شکوہ کرتی روہانسی ہوئی جبکہ وہ چہرے پر بلا کی سنجید گی لیے

مڑا۔

"محبت کو چیلنج مت کرنا امل بی بی یہ نہ ہو یہی پیروں کا درد پھیل کر تمہارے
ہر طرف ہونا شروع ہو جائے"

وہ جس رفتار کے سنگ یہ بے باکی پیش کیے غرایا، امل نے بے یقین نظروں
سے اس درجہ بے لگام زبان پر خفت کے سنگ سرخ چہرہ کیے عبد اللہ کو دیکھا
جو مغرور ناک لیے اپنی بات پر ہرگز پشیمان نہ تھا۔

"نہایت ہی فضول آدمی ہو تم"

وہ اس بار واقعی خفا ہوئی جبکہ امل کے رخ موڑ کر کروٹ پر لیٹنے سے پہلے ہی جناب پہلو نشین ہو کر امل کی ڈوبتی دھڑکن بحال کرتے مسکرا دیے۔

وہ ہنوز اسے کھا جانے والی نظروں سے دیکھ رہی تھی۔

"ہاں ہوں اور تمہارے لیے بہت پاگل ہوں امل۔مجھے خود سے دور رہنے کی سزا تو مت دو۔پہلے ہی بہت مشکل سے تمہاری دوری سہتا آیا ہوں، تم عبداللہ عارض سکندر کے لیے سانس جیسی اہم ہو۔مجھے خود کو یقین دلانے دو کہ تم میری ہو گئی ہو"

وہ اس کے چہرے کی جانب جھکے، دونوں ہاتھ امل کے تکیے پر رکھتا جو گستاخ انداز لیے بولا اس پر امل نے سہم کر ناں میں گردن ہلائی۔

"میرے پیروں میں درد ہے"

وہ گھٹی آواز سے منمنائی جس پر عبداللہ نے بسوری شکل کے سنگ اسے گھورا۔

"میں نے رومانس تمہارے پیروں سے نہیں کرنا"

وہ حاضر جوابی میں ماسٹر تھا، امل کا دل بری طرح خوف کھائے پھڑ پھڑا رہا تھا۔

"عبداللہ پلیز"

وہ اسکے ارادے بھانپ کر بے اختیار تڑپ کر اسکے کندھوں پر ہاتھ رکھتی بولی تو خود عبداللہ بنا کچھ کہے اس پر سے واپس اٹھا اور جانے کے لیے اٹھنے ہی لگا جب امل نے واپس اسکا ہاتھ جکڑ لیا۔

"کیا ہے یار، نہ پاس آنے دے رہی ہو نا دور جانے دیتی ہو۔ مارنا چاہتی ہو میرے صبر سے کھیل کر۔۔۔ میں جا کر برستی بارش میں بھیگ لیتا ہوں۔۔۔ اپنے جذبوں کو مجھے ایسے ہی ٹھنڈا کرنا پڑے گا"

وہ اسکا ہاتھ جبراً چھڑوائے خاصا سلگ کر جو بولا اس پر امل اس خطرناک سچویشن کے باوجود مسکرا دی۔

"سستے عاشق"

زرا سا اٹھ کر ٹیک لگاتی وہ خود کی جانب ابرو اچکا کر گھوریاں ڈالتے عبداللہ کو یہ کہہ کر مزید آگ لگا چکی تھی۔

"اب تم میری ذاتیات میں گھس رہی ہو امل"

تڑختے ہوئے انگلی ہوا میں لہرائی گئی تھی جبکہ امل ہنستی ہوئی اٹھ بیٹھی، وہ بھی جیسے اسکے مسکراتا دیکھ کر ہر شے بھول بیٹھا۔

"اس وقت امل کو ہنسانا کسی مائی کے لال کے بس کی بات نہیں تھی لیکن تم نے یہ کیا، تھینک یو۔ میری اداسی کو مسکراہٹ میں بدلنے کے لیے"

وہ ساری اداسی بھلائے، عبداللہ کے خطرناک ہو جانے کی پرواہ تک چھوڑے، اسکا ہاتھ جکڑ کر یہ اعتراف کرتی، شاید دنیا کی حسین لڑکی لگی جس نے نیلم کے سوا ابھی کسی اہم کے سامنے اعتراف کی پہل کی تھی۔

"اب تم جب مسکرا ہی دی ہو تو تھوڑا شرما بھی لو"

وہ اسکی جانب رخ موڑے، یہ سر سراتا جملہ ادا کرتے ہی امل کے حواس جھنجھوڑ گیا جو اس اچانک دل کے تار چھیڑتے لمس پر آنکھیں پھیلائے عبداللہ کی اس جرت پر اپنی جگہ جم گئی جو اپنا استحقاق بھرا انداز لٹائے اپنی بے تابی کا ٹریلر دیکھائے مسرور آنکھوں سے امل کے چہرے پر جمع ہوتی الگ سی سرخی دیکھ کر نہال ہی تو ہو گیا، دل چاہا اسی لمحے قطرے کو سمندر بنا دے۔

"شرماتی ہوئی اس دنیا کی سب سے حسین لڑکی صرف امل ہے، اب شرافت سے اپنے سارے اختیارات میرے حوالے کر دو ورنہ اس بندے کو تمہاری اجازت لینی ہے یہ یاد ہی نہیں رہے گا۔ کیونکہ میں اب واقعی مزید قریب تو آسکتا ہوں لیکن تم سے دور نہیں جا سکتا"

وہ اسکی دہکتی گالیں، حیا سے جھکی پلکیں اور بگھڑتی سانسیں دیکھتا ہوا اسکی جانب جھک کر اسکی جبین چومے، اپنا ہاتھ بڑھا کر اسکی سرخ گال کو انگلیوں کی سہلاہٹ سے چھوئے یہ حکم دے کر خود ہی امل کے سارے اختیارات چھین چکا تھا۔

جو لمحہ بھر خود بے بس ہوتی یہی محسوس کر رہی تھی کہ آج وہ ان بے اختیار لمحوں میں کسی بھی وقت سانس لیتی لیتی، سانس چھوڑ دے گی۔

اسے آخری ہوش کے لمحوں میں بس عبداللہ کے ہونٹوں کا نرم سا لمس اپنی گال پر محسوس ہوا تھا، اسکے بعد وہ اس جادوگر کے محبت نامی اسم پھونک دینے پر پتھر کی ہو گئی تھی۔

..________________________..

شاہ ویر نے مناحل خالہ کو بھرپور خوش آمدید کہا جو حسب توقع جلال کے باہر ہی ڈراپ کر کے چلے جانے پر تپی سی تھیں اور رہی سہی کسر شاہ ویر کے

زخم کے بارے جان کر پوری ہوئی اور پھر شاہ ویر کے بہت اصرار پر مناحل کسی کو بھی یہ نہ بتانے پر تو راضی ہو گئیں مگر شاہ صاحب کی تیمارداری، خالا جان نے پوری جان لگا کر کی۔

جبکہ دوسری جانب زندگی واپس تھما دی گئی تھی۔

"یہی بہتر ہے سالار خان، اب تو لڑکی اظہار بھی دے بیٹھی ہے۔۔۔"

رابعہ وحدی کی مرہم پٹی کیے ڈاکٹر نے جلد اسکے ٹھیک ہونے اور ہوش میں آتے ہی سالار خان سے ملنے کی خواہش کرنے کا بتا کر اس تکلیف سے گزرتے شخص کو جس قدر سکون پہنچایا اس سے بڑھ کر تسلی ہادی سکندر کو ملی جو اب سالار خان کو جس اہم فیصلے کے لیے قائل کر رہا تھا، اس میں اخیر بہتری تھی۔

"وقت مناسب نہیں ہے ہادی"

ہوسپٹل کے کوریڈور میں رات کے وقت اضطرابی چکر کاٹتا سالار، جھٹکے سے مڑا اور پر سکون ہو کر وہاں لگی ایک آرام دہ کرسی سنبھال کر بیٹھے ہادی کو دیکھتے بولا جہاں ایک بار پھر انکار پر شکنیں نمودار ہوئیں۔

"مناسب سارے وقت ہوتے ہیں، آپ بسم اللہ تو کریں۔۔۔لیں وہ بھی آگئے"

ہادی اول جملہ تو بڑے سکون و اطمئیان سے بولا جبکہ آخری ادا کرتے سمے اسکے چہرے پر مسکراہٹ تھی کیونکہ قاری وحید انجم، اپنے ایک ساتھی اور بلاول کے ہمراہ داخلی دروازے سے کوریڈور کے اندر داخل ہوتے دیکھائی دیے تھے۔

قاری وحید صاحب نے آتے ہی شفقت بھری نگاہ دونوں بچوں پر ڈالی اور سالار خان نے ہادی کی اس درجہ اجلت پر مزاحمت تک کا اختیار کھو دیا۔

پھر جو ہوا اس پر سالار خان حیران، جبکہ ہادی سکندر بلا کا مطمئین و آسودہ دیکھائی دیا۔

رابعہ کی مکمل رضامندی کے بعد دونوں کا نکاح پڑھوا کر قاری صاحب نے دلی راحت محسوس کی اور جاتے جاتے ہادی سکندر پر خاص نظریں مرکوز کیے گئے، جیسے وہ بزرگ، نظریں کم بلکہ اس پیارے اور عزیز بچے کے گرد امام ضامن کا حصار باندھ گئے ہوں۔

سالار خان کی نیا پار لگنے کی زیادہ خوشی ہادی سکندر کو تھی جو اپنا یہ فرض نبھائے واپس تھانے روانہ ہو گیا جبکہ سالار خان، رابعہ کو کسی محفوظ جگہ پہنچانے کے بعد ہی اس آخری جنگ کو لڑنا چاہتا تھا۔

ڈاکٹر نے فجر تک رابعہ کو چھٹی دے دی تھی، بس آرام کرنے اور ذہنی دباو سے دور رہنے کی تلقین کی تھی۔

جبکہ سالار خان کی زندگی میں شامل ہونے کا یہ فیصلہ، رابعہ وحدی کے اندر نئی زندہ دل روح پھونک چکا تھا، وہ جانتی تھی اب اسکی آنکھوں کی بدصورتی، اس انسان کے باعث جلد خوبصورتی میں بدل جائے گی۔

نرس اسکی ڈرپ اتارے، نکاح کی مسکرا کر مبارک دیے رسمی انداز میں خدا حافظ کہے روم سے باہر نکلی تو اسی لمحے سالار خان، کمرے کا دروازہ دستک دینے کے بعد کھولے اندر داخل ہوا تو دونوں کی نظریں بے اختیار ملیں۔

سالار خان کے ماتھے پر ہلکا سا بینڈج تھا جبکہ گال پر بڑھی سیاہ گنجان داڑھی کے اندر چھپی خراش تھی جسکی ڈریسنگ کی گئی تھی باقی اسے سلامت دیکھ کر رابعہ نے اللہ کا شکر ادا کیا۔

جبکہ دونوں کی آنکھوں کے احساسات ہلچل مچانے والے تھے، وہ خود اس سچویشن میں سمجھ نہ پا رہا تھا کہ اس لڑکی سے بات کیسے شروع کرے، یا پھر یہ

انکے مابین یکدم بن جاتے دنیا کے سب سے خوبصورت تعلق کا اثر تھا کہ اب دلوں کی زبان زیادہ حاوی تھی۔

رابعہ کے سر، ماتھے گال اور بازو پر چوٹیں آئی تھیں جبکہ بیہوش وہ صدمے سے ہوئی تھی، زندہ ہوتے ہوئے زندگی کو ہاتھوں سے پھسلتی ریت سا تکنا اس کے لیے ناقابل برداشت تھا۔

"چھٹی مل گئی ہے، مجھے امید ہے اب جنھیں سالار خان تمہارا محافظ بنائے گا وہ صحیح معنوں میں سالار خان کی زندگی کی حفاظت کریں گے۔ اگر تم تیار ہو تو ہمیں نکلنا چاہیے"

وہ بنا کوئی تمہید باندھے، کوئی محبت بھری بات کیے، صرف اسے سنگدلی سے جدائی کا حکم صادر کر رہا تھا اور وہ اب اک لمحہ بھی سالار خان سے دور نہیں رہنا چاہتی تھی تبھی اپنے پیر ہمت کیے بستر سے فرش پر اتارے وہ کھڑی ہونے لگی تو سالار خان نے بنا سوچے ہی آگے بڑھ کر اسے تھامے کھڑا

ہونے میں مدد تو کی مگر وہ رابعہ کے خود کو دیکھنے پر ہی تھم گیا جسکی آنکھیں انتہائی سوجن کا شکار اور شکوے کی اذیت سے بھری تھیں۔

جدائی کا سوچ کر وہ یہ تک فراموش کر گئی کہ سالار خان نے کچھ قبل از وقت اسے زندگی کہا تھا۔

"کیا آپ مجھے اپنے ساتھ نہیں رکھیں گے؟"

وہ اپنی آس ٹوٹ جانے پر لہجہ کھارا کیے اسے دیکھ کر بولی جو سنجیدہ ترین تاثرات کے سنگ اسے نرم سا حصارے کھڑا، بس رابعہ کی بھرتی آنکھیں دیکھ کر ہی رہ گیا۔

"نہیں، ابھی مناسب وقت نہیں ہے۔ فی الحال میں تمہیں اپنے پاس رکھ بھی لوں تو تمہاری جان کو خطرہ رہے گا لہذا دو تین دن تمہیں وہیں رہنا ہے جہاں ہم جا رہے ہیں۔ ہیرنگ والے دن میں تمہیں لے آوں گا، اسکے بعد تم میرے ساتھ رہو گی"

وہ اسے بہت نرمی مگر سنجیدگی کے سنگ سمجھاتا ہوا بولا، جس پر رابعہ کے دل کو تسلی اور قرار پہنچا، پھر جیسے وہ دونوں ہی ایک دوسرے سے نظریں چراتے محسوس ہوئے۔

رابعہ کو اپنے کہے آخری جملے مضطرب کر رہے تھے اور سالار خان کو اس لڑکی کے ان بے بس لمحوں میں سچ کہہ بیٹھنے کی کمزور خطا پر درگزر کرنے کا فیصلہ کرنا تھا۔

"کیا تم چل سکتی ہو؟"

کچھ قبل رابعہ کی لڑکھڑاہٹ یاد آنے پر سالار خان نے اس ذو معنی خاموشی کو توڑا تو وہ فوری سر اثبات میں ہلا گئی۔

"دو تین دن اپنا مکمل دھیان رکھنا، تم جانتی ہو روحان وحدی کا فیصلہ قریب ہے۔ یہ جنگ اگر میں ہار گیا تو تم سے کیا، اپنے آپ سے بھی نظریں ملا نہیں سکوں گا۔ اس جنگ میں جیتنے کے لیے سالار خان کی جان بھی جا سکتی ہے سو

اگر مجھے کچھ ہو بھی گیا تو میں تمہیں جنکے سپرد کرنے جا رہا ہوں، تم انکی بیٹی بن کر وہیں رہائش پذیر ہو جانا۔ کیونکہ سالار خان کے بعد اور پہلے تم وہاں مکمل محفوظ رہو گی"

کچھ دیر وہ رابعہ کی جھکی آنکھیں دیکھتا رہا اور پھر یہ جان لیوا سی تمہید باندھے، خود پر ان آنکھوں کو جما پائے اس لڑکی کے بے پناہ شکوے بھرے تاثرات دیکھنے لگا جو اس انسان کے اس درجہ ستم ڈھا کر دور ہونے کے اندیشے بیان کرنے پر اسے تاسف سے دیکھ رہی تھی۔

وہ یہی سوچ رہی تھی کہ اسکی آنکھوں کی بدصورتی ہٹانے اگر یہ انسان باقی نہ رہا تو وہ بھی چپ چاپ خود پر مزید ایک بھی سانس حلال نہ کرتے ہوئے اس دنیا سے ناطہ توڑ دے گی۔

وہ ماں کی موت پر نہ مرنے والی رابعہ، سالار خان کے کہیں روپوش ہونے کے خیال سے ہی مر رہی تھی۔

"جیسا آپ کہیں"

وہ جواب بہت مضبوط ہوئے دے رہی تھی لیکن اسکی آواز ڈوب سی گئی، اس سادگی پر مقابل نے نظر بھر کر دیکھا اور شاید دیکھنے میں جتنا آج لطف تھا ویسا سکون خود سالار خان پر بہت عرصے بعد اترا تھا۔

لیکن بے وقت وہ اسکی جانب مائل ہونے سے گریز کر رہا تھا، ابھی اس نے لڑنا جھگڑنا اور ایک بڑے فساد سے نمٹنا تھا، وہ محبتوں میں امیدیں اور آس بندھانے کا قائل نہ تھا۔

وہ ذرا فاصلہ گھٹائے اس کے قریب ہوا جو آنکھیں جھکائے، سالار خان کے حکم پر سر ہلائے یاسیت میں ڈوبی، دھندلائی آنکھوں سے فرش گھور رہی تھی۔

"چلیں رابعہ؟"

ٹھوڑی کی جانب ہاتھ بڑھائے، چھو کر اسکا چہرہ اوپر اٹھائے، اسکی اوپر اٹھتی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے وہ اجازت طلب ہوا اور رابعہ کی بے دل سی ہاں، فیصلہ کن ٹھہری۔

وہ اپنے جذبات کے بے وقت مچلنے پر ان پر جبراً بند باندھتا ہوا، اس لڑکی کی تمام ترکشش سے نظریں چراتا ہوا باہر کی جانب بڑھا تو رابعہ نے بھی اسکا اپنی جانب بڑھایا ہاتھ، فوری تھاما۔

وہ دونوں ایک ساتھ وہاں سے روانگی کے لیے نکل آئے۔

..________________________..

"کہیں پڑھا تھا کہ آدھا وصل جان لیوا ہوتا ہے، آج محسوس بھی کر لیا۔ جو تم میں باقی ہے میرا وہ حصہ لوٹا دو؟"

کمرے میں پھیلا سرور آور سناٹا، دلوں کے تار چھیڑتی خاموشی، بیتی شب کے بہت سے ٹوٹے، ادکا دکا سلامت لمحے، وہ سب سمیٹ لیتا مسرور تھا،

کھڑکیوں پر گرے پردوں کو جھٹکے سے اٹھانے کے بجائے آہستہ آہستہ سنہری صبح کی دھوپ کو اندر آنے کا راستہ دینے لگا، رات طوفانی، جل تھل بارش نے بہت سوں کے مان بچائے تھے، اب ہر شے پر جمی گرد دھل گئی تھی، ہر منظر کثافت سے پاک، اور ہر دل، بے اختیاری کے ٹرانس سے نکل چکا تھا۔

وہ جو رات اک لمحہ بھی سو نہ پائی تھی، اب سر تک کمبل اوڑھے خود کو نئی طرز سے چھپانے کے جتن کرنے میں منہمک تھی، صبح کے سات بج چکے تھے اور دو گھنٹے میں انکو نکلنا تھا تبھی جانے سے پہلے اپنا ایک اہم کام نمٹانے کا ارادہ باندھے وہ خوشبوؤں میں بسا، پینٹ شرٹ اور جیکٹ جمائے نک سک تیار اس جاگی سوئی لڑکی سے پھر تقاضے شروع کر رہا تھا جسکی جان پہلے ہی دبی اور دھڑکنیں سراپا احتجاج تھیں۔

"اب تمہیں چھت سے دھکا ہی دے گی امل، سچی بہت غصہ آ رہا مجھے"

میڈم کے ناز اور بھرم ایک بار پھر ستم گرانہ ہوئے تو عبداللہ رات والی اس موم گڑیا کو یاد کرتا آفت ناک مسکرا اٹھا جو اسکی آنچ سے موم بن کر پگھل گئی تھی، بے تکلفی سے پاس ہی بیٹھے وہ کروٹ پر لیٹ کر سر تا پیر خود کو چھپائے، قطعی اور جارحانہ تیوروں کے سنگ بڑبڑا کر دیوانے کے دل کو ایک بار پھر چارج کر چکی تھی، عبداللہ اسکی جانب دانستہ جھک کر اپنے ہونٹوں کی گھری بے تاب چھاپ، فوری اسکے ہاتھ سے کمبل کھینچے اسکی گال پر لگا چکا تھا جو اس درجہ حکمرانی اور زبردستی کرنے پر اب واقعی سرخ سرخ گوشوں والی آنکھوں سے خود پر جھکے عبداللہ کو گھوری جسے ابھی بھی سکون نہ تھا، اور وہ اک لمحہ سونہ پانے پر تھکی اور مرجھائی لگی۔

"وہ تو تم دوگی ہی لیکن میرے سوال کا جواب کون دے گا امل؟"

وہ اس کے دونوں ہاتھ جکڑے، اسکے سیدھے ہونے پر دائیں بائیں، ہاتھوں میں لاک کیے قید کرتا، اسکی روٹھی آنکھیں دیکھتا جذب اور سنجیدگی سے بولا جسکے پورے وجود میں اس درجہ شدت پر سرسراہٹ پھیلی۔

اس بندے کی شدتیں، بے تابیاں، بے قراریاں وہ دیکھ چکی تھی تبھی مزید سہنے اور اس بندے کے قربان ہوتے انداز وہ اس وقت ہرگز نہیں چاہتی تھی، مگر اس بندے کے پھر سے بنتے ارادے، آنکھوں کی بے خودی، دل کش سنجیدگی نے امل کے لفظ چھین لیے۔

"دل نہیں بھرا تمہارا چھچھورے، اب تمہاری بے تابیاں امل کو سب کے سامنے شرمندہ کروائیں گی۔ دور ہو جاو ورنہ پیرس اکیلے ہی جانا"

امل اسکے ہاتھوں سے اپنے ہاتھ مزاحمت کے سنگ چھڑوائے، چہرے پر گھلتی سرخیوں کی جانب اشارہ کیے جھنجھلائی اور جناب اس معنی خیز سی ڈپٹ پر بغور امل کے چہرے کی سرخیاں دیکھنے لگے جو امل کو شرمانے پر مجبور کر کر کے وہ اس حسینہ کے چہرے کا حصہ بنانے میں کامیاب ہو چکا تھا۔

اس بندے کے دل کی دھڑکن، اسے اپنے وجود میں اترتی محسوس ہو رہی تھی تو وہ زیادہ پریشان ہوتی بولی، آنکھیں تو پہلے ہی شکوے سے بھری تھیں۔

"میک آپ کس دن کام آئے گا جان من، ویسے بھی سبکو پتا ہے تم عبد اللہ عارض سکندر جیسے بے تاب بندے کی بیوی ہو تو اول کسی کو تمہارے چہرے کے بدلتے رنگ دیکھنے کی ہمت نہیں کرنی چاہیے، کیونکہ یہ صرف میرے ہیں۔ اور اگر کوئی غور کر بھی لیتا ہے تو کم از کم تمہیں شرمندہ نہیں کرے گا ۔اٹس نیچرل سائن آف ہیپی میرڈ گرل"

وہ زرا بھی اس لڑکی کی گھبراہٹ، پریشانی اور گلٹ کو اہمیت دیے بنا اسکی جبین کو ہونٹوں سے چھوئے شایان شان جواب دیتا اس پر سے اٹھتا، جکڑے مرمریں ہاتھوں کو اپنی انگلیوں سے الگ کیے اسے آزاد کر چکا تھا جو خود بھی ابتر ہوجاتی دھڑکنیں سنبھالتی اٹھ بیٹھی۔

وہ اسکی بوکھلائی حالت دیکھ کر اسکے مقابل ہی بیٹھا جان لیوا مسکرایا، وہ گزرے تمام لمحے عبداللہ عارض سکندر کے لیے نشاط انگیز تھے جب اس نے بنا امل کی انا مجروع کیے بھی اس میں محبت سے بھری سرشار روح پھونکی تھی، کیسے اس شخص نے اپنا کھویا سکون، امل کی نرم روح جھنجھوڑتی سنگت میں سہولت سے پالیا تھا، کیسے وہ ایک دوسرے کو قبول کر چکے تھے، کیسے ان دو کے قریب آنے پر فسوں خیز ماحول نے دل دہلائے تھے۔

وہ اسکے خود کو وارفتگی سے تکنے پر افسردہ ہوئے آنکھیں جھکا بیٹھی، گویا اس نے عبداللہ کے پرسکون ہوتے جذبوں میں تلاطم برپا کیا تھا۔

"مجھ سے ناراض ہو؟"

ساری بے خودی پرے کرتا وہ امل کو گھیرے قریب ہو کر بیٹھا اور اپنے ہاتھ کی پشت کو امل کی گال کے سنگ لگائے سہلایا تو وہ دلربا بنی دھڑکتی ہوئی اپنی

آنکھیں پٹ سے اس دیوانے کی آنکھوں میں ڈال گئی جہاں اسے صرف امل اور امل سے جڑی شدت بھری چاہت دیکھائی دی۔

"کیا نہیں ہونا چاہیے تھا؟"

وہ الٹا اڑی رنگت لیے منمنائی، اسکا لہجہ آج اس بندے کی شدتیں اور محبتیں دیکھ کر دھیما اور نرم تھا، لاڈ بھرا۔

"تمہیں تو عبداللہ کا دیوانہ ہو جانا چاہیے تھا امل، اتنی محبت تو اس دنیا میں اگیزیسٹ ہی نہیں کرتی جتنی میں نے تمہیں پہلے ہی دن دے دی۔۔۔"

جذبوں سے بھاری ہوتی آواز لیے وہ امل کی آنکھیں، گال اور ہونٹوں پر نگاہ دوڑائے، جو بولا اس پر امل کی خفا نظریں یکدم ہی بوجھل ہوئیں، اس بندے کی اتنی محبت اسے درد کی گہرائی تک لے گئی تھی۔

"انسان کو اعتدال رکھنا چاہیے، جیسے امل رکھتی ہے۔ میں نہیں چاہتی تم سارا کچھ ایک ہی بار لٹا کر امل کو اپنی عادت ڈال دو اور پھر میں وہ انداز اور شدت

ڈھونڈتی رہ جاؤں۔ تمہیں پتا ہونا چاہیے کہ امل ان معاملات میں بہت خودار ہے۔ میں نے تو آج تک ان دو سے خواہش کے باوجود محبت نہیں مانگی جنہوں نے مجھے اس دنیا میں لایا۔۔۔ تم تو بہت دور کہیں آتے ہو"

وہ آس اور دکھ سے یہ سب کہتی چلی گئی جس نے عبداللہ کو عجیب سی افسردگی عطا کی۔

بھلا ایسا کب ممکن تھا کہ وہ شدت کم کرتا، امل پر ہر سانس اپنی محبت کا سکھ اور اپنے ساتھ کا سکون لٹانا اسے اب اپنی اولین آرزو اور پہلا فریضہ لگ رہا تھا۔

"میں اب بھی دور کہیں ہوں؟"

امل نے اپنی آنکھیں بھرتیں محسوس کیں تو جھکا لیں اور وہ اسے بہتر ہو جانے تک خاموشی سے اپنے سینے لگائے رہا اور جب وہ اس بندے کا دبنگ

ہمت سے سامنا کرنے کے قابل ہوئی، تو دانستہ دوری بنائے سوال کر بیٹھا جو اس سوال پر مرجھا گئی۔

نفی میں گردن ہلائے، امل نے اپنے ہی کہے کی تردید کیے، عبداللہ کا دل جکڑ لیا۔

"پھر تمہیں اب میرے علاوہ کسی کی محبت مانگنے کی ضرورت نہیں، انکی بھی نہیں جو تمہیں اس دنیا میں لائے۔ پاگل! ماں باپ کی محبت تو ہم بچوں پر پتھر پر لکیر سی فرض اور سایہ فگن ہوتی ہے۔ لیکن میاں بیوی کا رشتہ ایسا ہے کہ عورت کتنی ہی محبتوں کے خسارے یا کمیاں دل میں لیے کیوں نہ بیٹھی ہو، گر اسکا شوہر اس پر اپنی ساری محبت لٹا دے تو وہ بھر جاتی ہے۔ کیا میں یہ امید کر سکتا ہوں کہ میری محبت نے میری امل کو تھوڑا سہی پر بھرا ہے؟"

نہ تو وہ اسے جاننے کا دعوی کر رہا تھا نہ یہ کہ اس نے امل کو سر تا پیر سمجھ لیا، نہ یہ کہ وہ اسکے دل کی ساری کمیاں جانتا ہے، اس نے تو امل کو اپنے بس میں

کرلیا تھا، آج اس لڑکی کا دل واقعی میں دکھی تھا، اوپر سے یہ بندہ پل پل جس رفتار سے دل میں بستا جارہا تھا، وہ بھی تو امل کو ہلکان کر رہا تھا۔

"تم ایسی باتیں نہیں کرو، میں خود کو اچھا فیل نہیں کر رہی۔۔۔رو دوں گی"

وہ اس کو دیکھنے سے اجتناب برتے، اسکا بازو جکڑے ساتھ لپٹ گئی، اور وہ کب دیکھ سکتا تھا کہ امل اسکی محبت کے خوبصورت بوجھ تلے دب جاتی یا کمزور پڑتی، وہ اسکے ہر ہر عمل سے جان چکا تھا کہ وہ واقعی بھر رہی ہے۔

"میں ہر بار تم پر پہلے سے زیادہ محبت لٹاوں گا، میں تمہارے دل کی ساری اداسیاں ختم کر دوں گا۔ میں تمہارے پورے دل پر حاکم بن جاوں گا، کبھی تمہیں تنہا یا کمزور پڑنے نہیں دوں گا۔ تم جیسی ہو ویسی رہو، میری محبت کو اپنی مضبوطی بنا کر پہلے سے زیادہ نک چڑھی اور دبنگ امل بن جاو نہ کہ میرے جذبوں کی شدت سے ہلکان ہوتی چڑیا، جسکی آنکھوں میں پیار پر بھی

آنسو امڈ آئیں۔ ایسی امل کبھی کبھی صرف میرے لیے جب میں بہت جنونی ہو گیا، یا جب کبھی تمہیں مجھ پر بہت سارا پیار آیا تو۔۔۔۔ ٹھیک ہے چڑیا"

وہ اسکو اپنے سینے کا حصہ بنالیتا بھینچ کر یہ محبت بھری سرگوشیاں کرتا انتہائی پیارا لگا جو اس وقت اپنی خوشی ظاہر کرتی بھی تو رو دیتی تبھی اس نے آنکھیں موند کر بس عبداللہ کی سانسوں، دھڑکنوں اور اس احساس سکون بہم پہنچاتے حصار کو مدنظر رکھا۔

"تم جتنے لگتے ہو اس سے کہیں درجے پیارے ہو، مجھے تم سے ایک لمحہ بھی ڈر محسوس نہیں ہوا۔ نہ ایسا محسوس ہوا کہ مجھے میسر آتے لمس غیر محفوظ یا بے طلب ہوں، نہ ایسا کہ میری آنکھیں پڑھنے والی آنکھیں اسی شوخ، لاپرواہ اور پاگل عبداللہ کی ہیں، نہ ایسا لگا کہ میرے اندر کے بدنما شور کو قہقہوں، مستیوں اور بے خودیوں سے دبانے والا کوئی چھچھورا باولا بندر ہے۔۔۔۔ مجھے تو صرف عبداللہ عارض سکندر دیکھائی دیا، جو دنیا سے یکسر الگ ہے۔

بہت سیانا، بہت ماہر، سلیقے سے محبت دینے والا اور محبت بٹورنے پر اسی کمال مہارت سے قائل کرنے والا"

وہ اسکے روبرو، ہمت کرتی ایک بار پھر پوری سچائی سے بولی تھی، اک اک حرف میں عبداللہ کے لیے زندگی تھی، وہ جی اٹھا تھا، اتنے سے پر ہی، بھلا سیر ہونا کون چاہتا ہے، یہ تعلق، یہ ناطہ تو تشنگی کے ساتھ جچتا تھا، پھر یہ اظہار اسے امل نے دیا تھا، وہ لڑکی جو اسے دور رکھنے پر بضد تھی، وہ لڑکی جسے عبداللہ نے بہت جلد قریب کیے، دوری کی ضد سے بہت آرام سے ہٹا لیا تھا۔

وہ کیا جانتی کہ اس نے فرحت، سرور، شادمانی اور خوشی کا لمحہ، چپکے سے عبداللہ کی ہتھیلی میں لا دھرا تھا اور وہ اس سے زیادہ اظہار ابھی چاہتا ہی کہاں تھا۔

"اس سے زیادہ بولو گی تو پیرس کی فلائیٹ کینسل کرنی پڑ جائے گی میری جان، اور یہ کیا۔۔۔ اگلے کئی دن بندہ کسی اور کام یا ٹرپ جوگا نہ رہے گا۔۔۔ یو نو واٹ آئی مین"

اس وقت مناسب یہی تھا کہ وہ اپنے جذبات دبا لیتا اور وہی ہوا، اسکی معنی خیز بے باک بات نے امل کے چہرے پر خون چھلکا ڈالا جو پوری قوت سے اسکے سینے پر مکا مارتی، فوراً سے بیشتر اسکے حصار سے نکلتی بھاگی اور خود کو واش روم میں قید کر دیا جبکہ عبداللہ مسکراتا ہوا آسودہ سانس کھینچے خود بھی فون لیے بالکونی میں چلا آیا جہاں اسے مبین کا جوابی میسج موصول ہوا تھا۔

اس نے اپنی پیرس کی فلائیٹ کا بتایا تھا جس پر مبین نے اسے جانے سے پہلے ہادی سے ملنے کی تاکید کی تھی۔

جب تک امل ریڈی ہونے والی تھی، اسکا ارادہ سالار خان اور ہادی سکندر سے ملنے، تھانے جانے کا تھا۔

اپنے فون سے امل کے نمبر پر پیغام بھیجتا وہ اگلے ہی لمحے گاڑی کی چابی لیے تھانے کے لیے روانہ ہو گیا۔

تقریبا پچیس منٹس کی تیز ترین ڈرائیو پر وہ سنٹرل تھانے پہنچا اور اسے خبر نہ ہوئی کہ اس بیچ ایک مشکوک گاڑی اسکا مسلسل پیچھا کرتی رہی۔

روحان وحدی کے لوگ تیسرے گواہ یعنی ہادی سکندر کی موت کا پلین بنا رہے تھے اور انکی معلومات کے مطابق وہ اپنے گھر نہیں تھا اور آج عبداللہ کا پیچھا کرنے پر انھیں ہادی سکندر کے آجکل کے ٹھکانے کا بھی علم ہو گیا تھا جو ایک بری خبر تھی۔

وہ جب پہنچا تو ہادی پہلے ہی باغیچے کی سمت موجود تھا، فون پر کسی سے گفتگو میں مصروف۔

اہل کار کے متوجہ کرنے پر وہ پلٹا تو عبداللہ کو لش پش چمکا دھمکا تیار دیکھ کر ہادی نے نہ صرف فون رکھا بلکہ خوشگوار سی مسکراہٹ دیے عبداللہ کے خود گرم جوشی سے قریب آنے پر گلے لگا۔

دونوں کافی پر سکون تھے۔

"خوشی ہوئی تمہیں اتنا تر و تازہ دیکھ کر، رہائی کو اچھا کیش کروایا ہے پھر اس سخت لونڈے نے"

ہادی کا لہجہ شرارت بھرا اور بڑے بھائی کے جیسے لتاڑنے والا تھا جسکی ویسے بھی مبین کی غیر موجودگی کے باعث کمی تھی۔

لیکن عبداللہ کو ہادی سکندر کی مسکراہٹ نے متاثر کیا جو باپ کی موت کو واقعی سوگ بنانے کے بجائے کچھ اور بنا چکا تھا، شاید اپنی مضبوطی۔

"جی ہادی بھائی، کیا کریں عشق نے نکما کر دیا۔۔

آپ سے بہتر کون جان سکتا ہے ان بے تابیوں کو۔۔۔"

وہ بھی بدلے میں ساری جھجک اور عمروں کے بیچ کا فرق بھلائے پھیلا۔

"ہاہا خوب، یونہی مسکراو"

ہادی کی دعا اسے لگا سیدھی عرش کو چھوئی ہو، تبھی تو عبداللہ کی آنکھیں منمون ہوئیں۔

"مجھے پتا ہے یہ لفظ آپکی محبت اور شفقت کے آگے بہت حقیر ہے لیکن آپکا شکریہ ہادی بھائی۔ مجھے اتنی بڑی سازش سے چھٹکیوں میں نکالنے والے صرف آپ ہیں۔ میں ساری زندگی آپکا احسان نہیں اتار سکتا۔ اور یہ سچ ہے کہ آپ جس طرح میرے ساتھ رہے، مجھے مبین لالہ کی واقعی کمی محسوس نہیں ہوئی۔ ان فیکٹ آپ نے ان سے بڑھ کر مجھے سپورٹ کیا۔۔۔ آج میں پورے فخر سے کہتا ہوں کہ ہماری ماہ کو آپکی صورت اس دنیا کا سب سے

خوبصورت ساتھی ملا ہے۔ میرے پاس لفظ کم ہیں پھر بھی آپ میرے احساسات سمجھ چکے ہوں گے"

وہ جن مشکور و ممنون نگاہوں سے آج ہادی سکندر کو دیکھ رہا تھا، وہ مرد جاہ بدلے میں بے چین ہوا، بھلا اسے کب کریڈٹ لینا پسند تھا، اسے کب پسند تھا کہ اسکے اعمال کی اس درجہ ستائش کی جاتی۔

وہ تو ایک سیدھے راستے کا طلب گار تھا، تبھی آج تک بھٹکا تھا، لیکن اسکی سیدھی منزل خود اسکے اندر کے اوصاف دیکھے لپک آئی تھی، ہادی سکندر سے اسکا رب اب ناراض نہیں رہا تھا، وہ بندوں پر، اللہ کی مخلوق پر مہربان سا ہادی، جلد صلہ گاروں میں سے ہونے کو تھا۔

"مجھے شرمندہ کر رہے ہو، یہ میرا فرض تھا عبداللہ اور شاید خود کو بہتری کی جانب گامزن کرنے کا طریقہ بھی۔۔۔ بڑے بھائی، چھوٹے بھائیوں کی حفاظت کے لیے ہوتے ہیں۔ یہی منسب ان پر جچتا ہے۔ اور میرا تو یہ پیشہ تھا،

میں صرف مجرموں کی سزا ہونے کے حق میں ہوں اور بے گناہوں کو بچانا میری ہمیشہ اولین کوشش رہے گی"

وہ یہ سارا کریڈٹ لینے سے انکاری، بہت سلیقے سے بات سمجھا چکا تھا جس سے عبداللہ کو اسکی سوچ جان کر مزید مسرت ہوئی۔

"مبین لالہ نے مجھے کہا تھا کہ جب تک وہ غیر حاضر ہیں، میں آپکی حفاظت پر معمور رہوں لیکن اچانک ایک کمرشل کا شوٹ آگیا ہے پیرس میں۔ کچھ دیر میں میری اور امل کی فلائیٹ ہے۔۔۔ سو آپ پلیز اپنا دھیان رکھیے گا، اگر اس سب فساد کے بیچ آپکو خراش بھی آگئی تو نہ لالہ مجھے معاف کریں گے نہ میں خود کو۔ آپ نہیں جانتے لیکن ہم جانتے ہیں کہ آپکو آتا ایک زخم کیسے مبین عارض سکندر کی جان کھینچ لیتا ہے"

اصل مدعے پر لوٹتے ہوئے عبداللہ نے یہ ساری بات ہچکچاتے ہوئے کہی اور وہ معذرت خواہ بھی ہو رہا تھا مگر ہادی اسکے کندھے پر ہاتھ رکھے اس ٹنشن سے نکلنے کا اشارہ کرتے ہی عبداللہ کی فکریں ختم کر چکا تھا۔

البتہ خود ہادی سکندر کے چہرے پر پراسرار سی مسکراہٹ تھی۔

"بے فکر ہو کر جاو، اپنی حفاظت خود کر لوں گا۔ اسے تو عادت ہے میرے گرد محافظوں کی فوج تعینات کرنے کی۔۔۔ پتا نہیں اسے ہادی سکندر اتنا کمزور کیوں لگتا ہے"

ہادی کے یقین مستحکم کروانے کے ساتھ ساتھ اسکا یہ شکوہ سن کر خود عبداللہ بھی مسکرا دیا۔

"یہ آپ دو کا ذاتی مسئلہ ہے بھئی، بس میرا ان کے ہاتھوں بینڈ نہ بجوائیے گا۔ کیونکہ آپکا ایک بال بیکا ہوا تو جناب نے اپنے ویر کو گنجا کر دینا۔ سو گنجا عبداللہ

کتنا بھیانک لگے گا یہ سوچ لیجیئے گا یار۔۔۔اب مجھے اجازت دیں، ایک ہفتے بعد ملتے ہیں اچھی اچھی خبروں کے ساتھ اور آپکی جیت کے جشن کے ہمراہ"

بچارگی کے سنگ کہتا وہ ساتھ ہی اجازت لیتا، ہادی کو مسکراہٹ دیتا چلا گیا جبکہ ہادی سکندر کے خرافاتی دماغ میں کچھ تو چل رہا تھا۔

اسکا دماغ اسی جملے میں اٹکا تھا۔

"آپکو آتا ایک زخم کیسے مبین عارض سکندر کی جان کھینچ لیتا ہے"

اور اس جملے کو زیر لب دہرائے وہ عجیب سا پر اسرار ہوا۔

آنکھیں چمک اٹھیں۔

"ایک آخری بار لیکن تمہیں برا آزمانے کا جی چاہتا ہے مبین، پچھلی دو بار میں نہیں دیکھ پایا تھا کہ کیسے میری تکلیف نے تمہاری جان کھینچی تھی۔ میں اس

بار پورے ہوش و ہواس میں یہ منظر دیکھنا چاہتا ہوں۔ باخدا اسکے بعد ہادی سکندر نے تمہیں گلے نہ لگایا تو کہنا"

وہ اپنے دل ہی دل میں یہ بھیانک منصوبہ بنائے تکلیف اور درد کے سنگ مسکرایا، اسکی آنکھیں کسی غیر مرئی نقطے پر پتھر سی جمیں تھیں۔

..________________________..

شاید زندگی نے اسے بہت اچانک ہی رابعہ وحدی کے لیے سنجیدہ کیا تھا، تبھی تو اس لڑکی کو ہوش آتے ہی اس اتھرے تھانیدار نے ہادی سکندر کی ایک اور بات مانے، بنا رابعہ سے اجازت لیے اسکے تمام جملہ حقوق اپنے نام کر لیے۔

یہ نکاح بہت جلدی میں ہوا جسکے گواہان بھی فوری تیار کیے گئے، زندگی بڑی تلخ اور ستم گر تھی جسکی جانب سے ملی اس آخری مہلت کو سالار خان ہر گز فراموش کرنے کے حق میں نہ تھا، وہ تو رابعہ وحدی کی آنکھیں بند ہونے

سے پہلے کیے اظہار پر اس لڑکی کو اپنا بنانے پر مجبور ہو گیا، اور پھر ہادی سکندر پر اک مشکور نگاہ نکاح کے بعد اس تھانیدار نے بھی ڈالی تھی جو ان دو کو ایک کرنے پر مسرور تھا، محبت پانا اسکے نزدیک اس دنیا میں جنتی لمس تھا، وہ سالار خان پر یہ جنتی خوشبو لٹانے میں پیش پیش رہ کر اپنے دل کے بوجھ اتارے ہلکا پھلکا ہو گیا۔

"آپ مجھے کہاں لائے ہیں؟"

اسکے سر پر گہری چوٹ آئی تھی، ایک بازو اور ٹانگ بھی بری طرح زخمی ہوئی تھی مگر فجر تک ڈاکٹر نے اسکی مرہم پٹی کیے چھٹی دے دی، صدمے اور ڈر کے باعث وہ بیہوش ہوئی تھی اور سارا رستہ نیم بیہوش سی رہنے کے بعد اب جب دواوں کی غنودگی ہٹی تو سالار خان کے گاڑی چھوٹے سے گھر کے باہر روکنے پر وہ بھاری آواز کے سنگ ہمت کیے منمنائی، جس نے سالار خان سے نظریں ملانے کو سفر کی ابتدا سے اب تک منقطع کر رکھا تھا اور رابعہ کو تو اپنا آپ پہلی بار اس قدر مقدس محسوس ہوا اور اسکے اندر اتنی

ہمت نہ تھی کہ وہ اس یکدم اپنے ہو جاتے انسان سے وہ اظہار پھر سے کر پاتی جو اس کربناک لمحے کر بیٹھی تھی جب اسے زندگی ہاتھوں سے دور سرکتی محسوس ہوئی۔

"اپنے آبائی محلے اور گھر جو اب تمہارا بھی ہے، جب تک ہیر نگ ہے تم یہیں رہو گی۔ میرا یہ گھر کسی کی پہچان میں نہیں ہے نہ ہی زیادہ آباد اور گنجان جگہ پر تعمیر ہے، روحان وحدی کے کارندے مزید تمہیں نقصان دینے کے لیے اس سے بھی گرے درجے تک اتر سکتے ہیں"

بنا رابعہ کی جانب دیکھے وہ اسے اپنی بات واضح کیے اس سے پہلے گاڑی سے اتر جاتا، وہ آنکھوں میں ڈھیر سے آنسو لیے غیر ارادہ ہی سالار خان کا مضبوط ہاتھ جکڑ بیٹھی جو اس لڑکی سے یوں کرنے کی توقع نہ رکھتا تھا تبھی چہرہ موڑ کر رابعہ کی طرف دیکھنے لگا جسکی آنکھوں کی ساری ناراضگی اور بے اعتنائی کسی تڑپ کا رخ دھار چکی تھی، وہ اسے کہنا چاہتی تھی کہ وہ اسے یہ دو دن بہت یاد کرے گی مگر نا جانے کیوں بات بدل گئی۔

"میں نے آپکو بہت تنگ کیا سالار خان، ہو سکے تو مجھے معاف کر دیجئے گا۔ میں نے آپکے لفظوں پر اعتبار نہیں کیا تھا کیونکہ یہ میرے بس میں نہیں تھا، لیکن اب میں آپ پر اور آپکے ہر کہے لفظ پر بند آنکھوں سے بھی یقین کروں گی"

شاید یہ حادثہ ان دو کے بیچ کی تلخی اور کڑواہٹ بھی کم کر چکا تھا، سالار خان بھرپور کوشش میں تھا کہ وہ اس لڑکی اور اسکی ذات سے فی الحال ہر ممکنہ دوری بنا کر رکھے، یہ کیس حل ہونے تک کم از کم وہ اسے خود سے کوسوں دور رکھنے کو ہی بہتر جان چکا تھا جو آج اس شخص کے احسان تلے دبی مشکور تھی، جسکی آنکھوں میں ہلکورے لیتی سرخیاں اور درد، سالار خان کو کہیں کا نہیں چھوڑ رہے تھے۔

"مجھے تم سے یہی امید ہے، گھر میں ضرورت کی ہر چیز ہے لہذا تم بھرپور آرام کرنا۔ میں وقت نکال کر چکر لگا لوں گا۔ گھر زیادہ بڑا نہیں سو تمہیں ڈر

لگے ایسا ممکن نہیں۔اور کوشش کرنا کہ اس چھوٹے سے گھر میں ایڈجیسٹ ہونے کی عادت ڈال لو"

گاڑی کا دروازہ کھولے وہ رابعہ کی جانب پلٹ کر اسکی طرف کا دروازہ کھولے اسے باہر آنے کا اشارہ کیے سمجھاتے بولا تو وہ فرمابرداری سے سر ہلاتی اسکے ساتھ چلنے لگی۔

محلے ہی کہ ایک بزرگ جو اسی سمت آرہے تھے، سالار خان کو مدت بعد کسی کے ساتھ اور وہ بھی عورت کے ساتھ دیکھ کر خوشگوار سی حیرت کے سنگ اسکی جانب لپکے جو انکو دیکھتے رک چکا تھا جبکہ رابعہ ڈر کر سالار خان کے پیچھے چھپ گئی۔

اسے سالار خان کے علاوہ اب ہر مرد سے نفرت ہو رہی تھی۔

"بڑے عرصے بعد گھر لوٹی ہے خاناں، یہ کون ہے؟"

سالار خان اس بزرگ سے گلے ملے اور ساتھ ہی انکے محبت اور تجسس سے پوچھنے پر وہ رابعہ کا ہاتھ جکڑے سامنے لایا اور اک نظر اس سہمی لڑکی پر ڈالی۔

"یہ سالار خان کی زندگی ہے صغیر چچا۔۔میری بیوی، آپکے خاناں کا سب کچھ۔امید ہے میری غیر موجودگی میں آپ اور خالہ ہاجرہ اسکا پورا دھیان رکھیں گے"

سالار خان کے منہ سے اپنا ایسا تعارف، نہ چاہتے ہوئے بھی رابعہ کا دل بھرا گیا، وہ بہت مشکل سے رونا روک سکی وہ بھی اس لیے کہ سالار خان اسکا ہاتھ مضبوطی سے جکڑ کر اسے خاموش تسلی تھما چکا تھا۔

صغیر خان تو یہ سن کر شادی مرگ کی سی کیفیت میں اتر گئے، پیچھے پیچھے لکڑیوں کا گھٹا اٹھا کر آتیں خالا ہاجرہ تو لکڑیاں وہیں پھینکتیں لپک کر پہلے سالار خان کو پیار سو نپتیں مسکرائیں پھر خاناں کی اس جان کو شفقت سے

گلے لگایا اور اجازت لیتیں، رابعہ کو لیے زنان خانے کی جانب بڑھیں جو سالار خان کی جانب مڑ کر بے قرار تڑپتی نگاہیں ڈالتی روہانسی تو ہوئی مگر سالار خان کے مضبوط اشارے پر فوری سنبھل بھی گئی۔

"تم کدھر جاتی خاناں، اندر آو"

صغیر چچا نے اسکو اجلت کے گھوڑے پر سوار پائے اندر آنے کی پیشکش کی جسے سالار خان فی الحال رسان سے ٹال گیا بس رابعہ وحدی کو اپنے منہ بھولے ماں باپ کے سپرد کیے جیسے اسکی ساری فکریں ثانوی ہو گئیں۔

"مجھے جانا ہے ابھی چچا، اسکی حفاظت آپکے ذمے ہے۔ تھوڑی زخمی ہے۔ میں وقت نکال کر جلد چکر لگاوں گا۔ خالہ کو کہیے گا اسکا دھیان رکھیں۔ آپکے خاناں کی جان اس میں ہے، میں اسے اپنے بعد صرف آپ دو کے پاس محفوظ جان پایا ہوں"

وہ یہ نہ بھی کہتا تب بھی وہ سادہ لوح سے بزرگ اپنی جان سے بڑھ کر اس بچی کی حفاظت کرتے، وہ سالار خان کی اجلت جانتے تھے کہ وہ آج بھی حق اور سچ کی جنگ لڑنے میں گوتاہی نہیں برتتا۔

جبکہ خود سالار خان کے چہرے پر اکا دکا خراشوں سے وہ جان چکے تھے کہ سالار خان نے کس درجہ سخت حفاظت کی ذمہ داری سونپی ہے۔

"تم بے غم ہو کے جاو خاناں، ہم اسکا حفاظت کرنے کا وعدہ کرتی۔۔۔ اللہ تم کو سرخرو کرے، اسکی فکر مت کرنا، وہ ہاجرہ اور صغیر کے پاس سب سے زیادہ محفوظ ہے"

سالار خان کی فکر ہٹائے وہ اسے ایک بار پھر گلے ملے اور رخصت کیا جو جاتے جاتے اک نظر اپنے گھر پر ڈالتا، بھاری دل کو بے شمار ہلکا محسوس کرتا واپسی کے لیے پلٹ گیا، اور رابعہ اسکے سونپے انتظار کو چپ چاپ کاٹنے پر راضی ہو گئی تھی۔

کیونکہ اسے سالار خان کے کہے پر اب اپنی سانسوں سے زیادہ یقین حاصل ہو چکا تھا۔

دوسری جانب وہ چاروں اللہ کے فضل و کرم سے مکہ مکرمہ کی مقدس زمین پر پہنچ چکے تھے، قریبی ہی بنے رہائشی ہوٹل میں دو کمرے لے کر اپنا مال و اسباب وہاں محفوظ کیے، وہ فجر کے فورا بعد ہی مسجد حرام میں داخل ہوئے۔

کیسا دل کش اور دل لبھاتا احساس تھا جو اس مقدس، پاک اور متبرک مکان میں پہنچتے ہی ان چاروں کی روح چھو چکا تھا۔

چاروں خوش نصیب دل مسرور اور آنکھیں ٹھنڈی کرتے تلبیہ پڑھتے ہوئے نہایت خشوع و خضوع کے ساتھ دربار الٰہی کی عظمت و جلال کا لحاظ کرتے ہوئے مسجد حرام میں دعا پڑھ کر داخل ہو رہے تھے، اور ہر قدم پر دل میں سکون اور خوشی کی انتہائیں اتر رہی تھیں، آنکھیں تھیں کہ تعظیماً جھک رہی تھیں۔

چاروں نظریں جھکائے ہوئے آگے بڑھ رہے تھے، کیونکہ آنکو کعبۃ اللہ تک جانا تھا، تقریباً دو سو قدم چلنے کے بعد بر آمدوں سے گزر کر حرم شریف کے صحن میں پہنچ کر دل بھرنے لگے، اس وقت نیلم کو محسوس ہوا یہ لمحہ ساری زندگی کے سکھوں کو اپنے اندر جذب کر گیا ہو، اور یہی کیفیت مبین عارض سکندر کی تھی۔

پھر جب دھڑکتے دلوں نے ہمت باندھتے ہوئے جب یہ زندگی کا خوبصورت لمحہ پایا تو آنکھیں اس شرف پر بھیگنے لگیں، جب نظر اٹھائی تو وہ بیقرار نظر سیدھی کعبۃ اللہ پر پڑی، واللہ وہ لمحہ زیست کا حاصل ٹھہرا۔

یوں لگا وہ چار ہی اس دنیا کے خوش نصیب نفوس رہ گئے ہوں، یہاں کی خوشبو، یہاں کا ہر اک منظر، یہاں کی ہر ایک چیز کڑوربار محسوس کرنے اور دیکھنے کے لائق تھی مگر دل تھا کہ سیر نہ ہو پاتا۔

کعبۃ اللہ پر پڑنے والی یہ پہلی نظر جو دعا کی قبولیت کی گھڑی تھی، اس میں شہزادی نے اس دنیا اور اس دنیا دونوں میں مبین عارض سکندر کا ساتھ مانگا تھا۔

جہاں فیاض صاحب اور مہک صاحبہ کی آنکھیں آبدیدہ تھیں وہیں نیلم کی آنکھیں چھلکیں تو مبین نے اسکا ہاتھ تھامے بتایا کہ وہ ہمیشہ اسکے پاس اور ساتھ ہے۔

وہ چاروں اپنی نظریں وہیں جما چکے تھے جس مقدس گھر سے نظریں ہٹنے پر راضی نہ ہوئیں اور پھر ان چاروں کے آسودہ دل، جی بھر کر بصد آداب و شکر اپنی خوش قسمتی پر نازاں، نہایت عجز و نیاز سے دین و دنیا کی ساری جائز اور نیک خواہشات کی دعا کرنے لگے۔ اس جگہ یوں محسوس ہوا جیسے اللہ آس پاس ہی دعائیں غور سے سن رہا ہے، دل کو قبولیت کا سو فیصد یقین تھا۔

وہ چاروں بھول چکے تھے کہ ایک دنیا وہ بھی ہے جسے وہ چھوڑ آئے ہیں۔

"کعبے کی رونق، کعبے کا منظر

اللہ اکبر! اللہ اکبر

دیکھوں تو دیکھے جاوں برابر

اللہ اکبر! اللہ اکبر"

..________________________..

"اگر آپکی طبعیت زیادہ خراب ہے تو مجھے بتانے دیں ناں المیر اباجی کو،
دیکھیں اب تو آپکا چہرہ بھی پیلا پڑ گیا"

آج دوسری بار ماہ کو چکر آیا تھا، وہ آج بوجھل طبعیت کے باعث یونی بھی نہیں تھی حالانکہ چھٹی کے باوجود اسے اہم اسائنمنٹ سبمنٹ کروانے جانا تھا ،یہی نہیں وہ جب نازو کے ساتھ مل کر اپنی کبرڈ ٹھیک کر رہی تھی تو اس اچانک ہوتی ناسازی سے باعث وہ ایک بار پھر گر پڑتی اگر نازو اسے سنبھالتی

ناں، اب دوسری بار تو خود نازو کو تشویش تھی مگر ماہ نہیں چاہتی تھی کہ وہ خوامخواہ مما کو پریشان کر دے۔

"ارے نازو کچھ بھی نہیں ہوا، خوامخواہ پینک نہیں ہو۔ شاید لنچ نہیں کیا ابھی اس لیے کمزوری سے چکر آ گیا۔ مما کا ویٹ کر رہی تا کہ ساتھ کریں لنچ"

وہ ہنوز لاپرواہی کے سنگ نازو کو رسان سے منع کر چکی تھی جس پر نازو بھی فرمابرداری سے سر تو ہلا گئی مگر اس نے سوچ لیا تھا کہ وہ آج المیرا کو لازمی بتائے گی۔

دوسری جانب المیرا، کچھ دیر قبرستان گئی تھیں، وہ ہارون سکندر کی قبر پر جانا تو نہیں چاہتی تھی مگر بعض اوقات کچھ لوگوں کی عبرت دیکھنے کی خواہش میں ہمارے قدم ہمارا ساتھ چھوڑ دیتے ہیں، اور ہمیں اس جانب لے جاتے ہیں جہاں جانا ناممکن اور ناپسند ہوتا ہے۔۔

جب گارڈ نے ہادی کو باخبر کیا کہ المیرا قبرستان آئی ہیں تو وہ بھی ان سخت اور خطرناک حالات میں تھانے سے نکلنے کا رسک نہ صرف لے بیٹھا بلکہ اپنے تاک میں بیٹھے درندوں کو بھی چوکس کر دیا جو ایک مخصوص فاصلے پر رہ کر ہادی کا تھانے سے قبرستان تک پیچھا کرتے آئے تھے۔

قبرستان کے حدود میں داخل ہوتے ہی اسے ہارون سکندر کی قبر سے مناسب فاصلے پر سنجیدہ اور سپید پڑتے چہرے اور سرد مہر آنکھوں سے قبر کو دیکھتی المیرا دیکھائی دی۔

ہادی سکندر کا دل نا چاہتے ہوئے بھی کٹا۔

وہ کب چلتا ہوا المیرا کے قریب جا کھڑا ہوا کہ اس سیاہ حجاب سے سر ڈھک کر کھڑی المیرا کو چند لمحے کسی کے پاس آکر کھڑے ہونے کی خبر تک نہ ہوئی۔

دیکھتے ہی دیکھتے ہادی سکندر کی آنکھوں میں ریت چبھنے لگی، وہ المیرا کے یہاں آنے کی امید نہیں کر رہا تھا۔

"مجھے مایوس کیا آپ نے المیرا! کیوں آئی ہیں یہاں۔ وہ بھی ان کشیدہ حالات میں جب ہوا بھی مشکوک ہے"

ہادی کے تلخی سے پوچھنے پر اس پتھر وجود میں جنبیش ہوئی، وہ چہرہ موڑ کر ہادی کا شکنوں بھرا چہرہ دیکھے اسکی جانب پلٹی۔

"اس شخص کو یہ بتانے کہ ہر عروج کو زوال ہے، لوگ طاقت اور ہوس میں فرعون بن جاتے ہیں۔ لیکن وہ اپنی دو گز قبر کو بھول جاتے ہیں۔ یہ بھی بھول گیا تھا، میری ہر سانس جس نے گھوٹی تھی آج وہ اپنی عبرت پا چکا ہے۔ میں آنا نہیں چاہتی تھی مگر میرے حلق میں کچھ آنسو پھنسے تھے جو صرف اسکی قبر دیکھ کر ہی نکل سکتے تھے۔ میں نہیں چاہتی کہ اب قطرہ قطرہ جیوں۔ میں تمہارے اور ماہ کے ساتھ بھرپور زندگی جینے کی تمنائی ہوں"

المیرا کا رندھا چہرہ، کربناک لہجہ اور درد بھری آواز تینوں نے ہی ہادی سکندر کے چہرے پر افسردگی پھیلائی تھی، وہ اپنی ہتھیلی میں اس ماں کے سارے آنسو چن کر اسے گلے لگا گیا، دونوں کے بے قرار دل آسودہ ہوئے۔

"کچھ لوگ ہمارے آنسوؤں کے لائق نہیں ہوتے، یہ انسان جو اپنے اللہ کا نہیں بن سکا وہ ہمارا سگا کیا بنتا۔ بھول جائیں اس جگہ کو اور اس قبر کو۔ چلیں المیرا گھر۔۔۔میں یہ برداشت نہیں کروں گا کہ آپکی آنکھ میں مرنے کے بعد بھی یہ شخص آنسو لائے۔۔۔اس سے جڑی ہر رہی سہی ہمدردی بھی آج یہیں دفن کر دیں۔"

وہ اسکا ہاتھ پکڑے قبرستان کے احاطے سے نکال لایا جو محبت بھری اداس نگاہ، ہادی پر ڈالے پھیکا سا سہی پر گاڑی تک پہنچتے مسکرائی۔

"گھر چلو کچھ دیر، پھر چلے جانا واپس"

ہادی کا ہاتھ تھامے المیرا نے بہت پیار سے کہا تو وہ پھیکا سا مسکرایا، اور اک نظر ارد گرد ڈالے وہ المیرا کو واپس ڈراپ کرنے خود گھر گیا، اور وہ مشکوک گاڑی گھر تک بھی ہادی کا پیچھا کرتی گئی۔

جبکہ دوسری جانب سالار خان تھانے پہنچ تو گیا لیکن اپنا دل، احساسات، رابعہ کے گرد محصور کر آیا۔

اسے اب سارے محسوسات یکجا کیے جنگ کی تیاری کرنی تھی۔

پھر وہیں اپنی کبرڈ ٹھیک کیے اب وہ المیرا کی درست کر رہی تھی، کچھ اور کرنے کو دل نہ تھا تبھی اسکا دل پڑھائی پر بھی آمادہ نہ ہوا، عجیب بیزار سی طبعیت تھی کہ جان بوجھ کر خود کو ادھر ادھر کی ایکٹیویٹی میں مصروف کیے وقت گزار رہی تھی۔

"ڈرا دیا آپ نے"

دھیرے سے عقب کی جانب نمودار ہوتے سائے نے جب ماہ کو باہوں میں سمویا تو وہ پہلے سہمی پھر اس شخص کے منفرد کلون کی مہک بھانپ کر مسکرا دی، جو المیرا کو لنچ کے لیے باہر بیھائے، محترمہ کو لینے آیا تھا۔

نازو نے جب بتایا کہ ماہ نے ابھی تک دن کا کھانا نہیں کھایا اور اسکے باعث اسے چکر آیا تو المیرا کو اپنی لاپرواہی پر پشیمانی ہوئی، تبھی وہ ہادی کو بھی کھانے کے لیے روک چکی تھیں۔

"اوہ تو میری بیوی ڈرتی بھی ہے"

اسے حصار کر اپنا سکون بٹورتا وہ جس مخمور لہجے میں سرگوشی کیے بولا، ماہ نور کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آکر معدوم ہوئی۔

"صرف تب جب آپ پاس نہیں ہوتے ہادی، میں آپکو مس کر رہی تھی بہت زیادہ"

وہ اسکے حصار میں ہی لپٹی گھوم کر روبرو ہوئی تو اک لمحہ خود بھی ہادی اسکے چہرے کی بدلی رنگت دیکھ کر تشویش زدہ ہوا، یوں بھی اسے ماہ کو ہمیشہ نکھرا اور تروتازہ دیکھنے کی عادت تھی اور اس لمحہ وہ مرجھائی ہوئی لگی۔

"مجھے نہیں تھا پتا میری دوری تمہیں مرجھا کر رکھ دے گی ماہ، بس دو دن مزید۔۔پرسوں ختمی فیصلہ ہے۔ پھر تم کہو گی تب بھی ہادی تم سے دور نہیں جائے گا"

وہ بھلے بہتر ہونے کی کوشش میں تھی مگر مقابل کے اسکے مرجھائے پن پر چوٹ کرنے پر پہلے تو اداس ہوئی پھر مسکرانے کی کوشش کرنے لگی جبکہ ان مقابل گہری آنکھوں کا مرکز اب بھی وہ مرجھایا عزیز چہرہ تھا، حالانکہ مرجھانا تو ہادی کو چاہیے تھا۔

ناگہانی موت تو ہادی سکندر کے باپ کی ہوئی تھی۔

"ہادی مجھے ڈر لگ رہا ہے، ایسا لگ رہا کچھ بہت برا ہونے والا ہے"

وہ یکدم ہی بوجھل ہوئی، لہجہ یہ جتانے لگا جیسے وہ واقعی غائبانہ احساسات سے سہم گئی ہے۔

"ہو گئی پھر سے تم شروع، ناٹ فیئر ٹو ئٹکل سٹار!

ہادی ہے پاس تو ایسی فضول سوچوں کو کمرے سے باہر دھکیل دیا کرو۔ اور نازو بتا رہی تھی تم کھانا نہیں کھا رہی وقت پر۔ دیکھ لو ماہ، تم اپنی سختی کے دن لانے کے خود وسیلے بنا رہی ہو۔ ایسا نہ ہو مجھے بذات خود تمہیں تینوں وقت زبردستی کھانا کھلانا پڑے"

اول تو وہ منصوعی ناراضگی جتاتا بولا اور آخری جملوں پر جس رعب اور استحقاق سے اسے دیکھ کر ڈانٹ رہا تھا، ماہ کے ہونٹوں پر بے ارادہ ہی مسکراہٹ در آئی جسے دیکھ کر ہادی کے دل نے بمشکل خود کو سنبھالا۔

"اب کھاؤں گی پرامسس"

وہ فوری کھل اٹھی تھی، جبکہ ہادی سکندر اسے آخری سانس تک یونہی گلاب کی طرح مہکتا ہوا دیکھنے کا طلب گار تھا۔

"کھانا ہی پڑے گا ورنہ تم ہادی سکندر جیسے پہاڑ کا مقابلہ نہیں کر سکو گی، اپنی ننھی منھی جان پر مزید کوئی ستم نہیں۔

ویسے بھی تمہارا ایک پاو وزن بھی کم ہوا تو تمہارے دونوں بھائی یعنی میرے سالے، جینا دو بھر کر دیں گے مجھ غریب مسکین کا۔

جاتے ہوئے المیرا کو کہہ کر جاوں گا کہ اسے زبردستی سارا کھانا ٹھسوایا کریں۔۔۔اور تم نے ابھی انکا لاڈ ہی دیکھا ہے، جس دن وہ ہٹلر المیرا بنیں تو تمہیں سیدھا کر دیں گی"

اس بار ہادی کی بسوری شکل پر وہ کھلکھلا کر ہنسی بھی اور اس مسٹر کے اسے المیرا کے دبنگ انداز سے ڈرانے کی سازش پر الٹا میدان میں اتری۔

"ہاہا آپ میرے اور المیرا امما کے رشتے کو جانتے نہیں جناب، وہ مجھے آپ سے زیادہ پیار کرتی ہیں"

جناب کی بہو ساس میں پھوٹ ڈلوانے کی سازش، محترمہ نے تفاخر کے سنگ اترا کر ناکام کی تو وہ ماہ کو واپس مہکتا چمکتا دیکھ کر جی ہی اٹھا۔

"ہنہ! میں تو ہوں ہی سوتیلا۔۔۔ میری بیوی اور ماں ایک دوسرے کی جند جان بن گئیں تو میں معصوم کس طرف کٹوں۔۔۔؟"

وہ اسے گھیر کر معنی خیز لہجے میں، ماہ کی ہنستی آنکھیں، مسکراتے ہونٹ اور سرخ رنگ اوڑھتے رخسار پر نگاہیں بھٹکاتے بولا جو اک لمحہ دم سادھ سا بیٹھی۔

"آپ ماہ نور کا ان ہیلر جو ہیں، کیا اتنی اہمیت کم ہے مسٹر عبد الہادی سکندر؟"

اپنی نرم گلابی لبوں پر بکھری مسکراہٹ کے سنگ وہ اسکے ناک سے ناک سہلاتی خود بھی خطرناک ہوئی اور جناب کے ہونٹوں پر تہلکہ مچاتا سرور اتر آیا۔

"بہت کم ہے، مجھے اور چاہیے اہمیت"

وہ ماحول اور پش وپیش کو اک لمحہ فراموش کیے ماہ کی دونوں آنکھیں لبوں سے چھوئے، اسکی جبین پر حدت بھر لمس بکھیرتا ذرا پیچھے ہٹا تو وہ اسکے اپنے بس میں کرتے انداز پر لجا گئی۔

"اور کتنی؟"

وہ نچلے ہونٹ کا کونا دانت تلے دبائے، شرمگیں مسکراہٹ کے سنگ بولی، جناب کے سرور میں پل پل اضافہ ہوا۔

وہ اپنے ہاتھ کو بڑھائے، اس خوبصورت لڑکی کے سفید گال چھوئے اسکی نرمی محسوس کرتا جب ان جذبوں سے چور آنکھوں میں جھانکا تو وہاں صرف چاہت کی طلب اور فدائی لمس کی تشنگی مچلتی دیکھائی دی۔

"بہت ہی تیز ہو تم ماہ نور، میں کس کام آیا اور تم نے مجھے کہاں پھنسا دیا۔۔ چلو المیرا کھانے پر ویٹ کر رہی ہیں"

وہ جانتا تھا تھوڑی سی محبت، تھوڑی سی قربت صرف دل کو بہلائے گی اور ہزار ہا تشنگی بڑھا دے گی تبھی اپنے مائل ہوتے موڈ کو فوری بدلتا وہ نہ صرف خود شرارت بھرا مسکرایا بلکہ ،ماہ کا ہاتھ جکڑے جس طرح اسے لیے باہر نکلا، وہ بھی کھکھلا اٹھی۔

دونوں کو مسکراتا ہوا ایک ساتھ آتا دیکھ کر المیرا نے اس ڈر سے نظر ہٹالی کہ کہیں انہی کی نظر انکے گلشن کو نہ لگ جائے۔

..________________..

وہ چاروں عمرہ کا باقاعدہ آغاز کر چکے تھے جو عموماً احرام باندھنے کے بعد تین فرائض پر مشتمل تھا۔

چاروں کے دل وجد کی کیفیت سے سرشار تھے، دنیا ومافیہا سے بے گانگی لیے اس وقت صرف رب برتر کے گھر خاضری کا زوق وشوق حاوی تھا۔

آنکھیں اس تقدس پر بھری بھری، سرشار، دل دھڑکتے ہوئے بے قرار اور ایک ایسا سکون لاحق تھا جو ان چاروں نے پہلے کبھی محسوس نہ کیا تھا۔

سب سے پہلا خانہ کعبہ کا طواف کرنا تھا جو عمرے کا اہم رکن اور فرض کہلاتا ہے۔

شہزادی ہر ہر قدم پر اپنے دل کو بھرتا محسوس کرتی تو وہیں مبین عارض سکندر کی موجودگی، نیلم کے دل کو سرشار کر دیتی، وہ اسے ان مقدس نظاروں میں محو دیکھے دھیما سا مسکرایا۔

"طواف کے معنی بیت اللہ کے چاروں طرف ایک خاص طریقے سے سات چکر یعنی سات مرتبہ گھومنا ہے، آیئے شہزادی"

اپنے ساتھ عمرہ کے آغاز کے لیے تیار کرتا وہ جس طرح کر رہا تھا، وہ تینوں اسکی پیروی کرنے لگے۔

انکے اس مقدس طواف کی ابتدا حجرِ اسود سے ہوئی تھی، اس لیے کعبۃ اللہ کے جس کونہ میں حجراسود لگا ہوا ہے، وہاں کی حکومت نے اس جانب کالے پتھر کی ایک لمبی لکیر بنادی ہے، تاکہ طواف کے آغاز میں آسانی ہو سکے۔

وہ چاروں چلتے ہوئے اس لکیر کے قریب پہنچے تو مبین عارض سکندر کی پیروی کرتے اس لکیر سے آدھا فٹ قبل بائیں طرف بیت اللہ کی جانب منہ کر کے کھڑے ہو گئے، اس کے بعد دونوں مرد خضرات نے اضطباع کیا یعنی

داہنے کندھے کے نیچے سے اپنے احرام کی سفید چادر نکال کر بائیں کندھے پر ڈال دی، اس کے بعد طواف کی نیت کی گئی۔

"اس طواف میں یہ نیت فرض ہوتی ہے، بغیر نیت کے طواف ادا نہیں ہو گا۔ نیت کے الفاظ یہ ہیں:

اَللّٰھُمَّ اِنِّی اُرِیدُ طَوَافَ بَیتِکَ الحَرَامِ، سَبعۃَ اَشوَاطٍ لِلّٰہِ تَعَالٰی، فَیَسِّرہُ لِی، وَتَقَبَّلہُ مِنِّی۔ "

وہ باآواز بلند ان تینوں سے مخاطب تھا جو مشکور و سرشار مسکراہٹ کے سنگ سر اثبات میں ہلائے، مبین کے نیت کرنے پر اسکے پیچھے دہرا رہے تھے۔

اب وہ سب داہنی طرف اتنا ہٹے کہ آنکے پاوں سیاہ لکیر پر آگئے اور حجرِ اسود ٹھیک آنکے سامنے ھو گیا۔

یہ منظر ان چاروں کے دل کی عافیت بڑھا گیا۔

رگ رگ میں سکون اترتا گیا، اس آسودگی، چین، قرار اور شادمانی کا لفظوں کا پیرہن دینا ناممکن تھا۔

اس کے بعد مبین نے اگلی دعا پڑھائی۔

"بِسمِ اللّٰہِ، اللّٰہُ اکبَر، وَلِلّٰہِ الحمَد "

وہ تینوں پوری لگن، محبت اور خشوع و خضوع کے سنگ مبین کے بتائے پر عمل پیرا ہوئے۔

مذکورہ دعا کے ساتھ ہی مبین نے دونوں ہاتھ اس طرح اٹھائے جس طرح نماز میں کانوں تک اٹھاتے ہیں جبکہ فیاض صاحب نے اسکی پیروی کی اور دونوں خواتین نے بھی مبین کو فالو کیا۔

اسکے بعد ہاتھ چھوڑ دیے اور حجر اسود کو بوسہ دیکر داہنی طرف گھوم کر طواف شروع کر دیا۔

"مرد پہلے تین چکروں میں رمل کرتا ہے یعنی جھپٹ کر تیزی کے ساتھ چلے، زور سے قدم اٹھائے، قدم نزدیک نزدیک رکھتے ہوئے مونڈھوں کو پہلوانوں کی طرح خوب ہلاتا ہوا چلے"

وہ اپنے ہم قدم چلتے فیاض صاحب کی رہنمائی کیے، خواتین کو اپنی عام نرم چال چلنے کی ترغیب دیتا آگے بڑھ گیا، اور بقیہ چار چکر اپنی اصلی رفتار سے پورے کیے۔

بیت اللہ کے گرد گھوم کر سات چکر پورے کیے گئے، ہر چکر حجر اسود والے کونے سے شروع ہوا اور وہیں آکر پورا ہوا۔

ہر چکر پورا ھونے پر وہ دعا بِسمِ اللّٰہِ، اللّٰہُ اکبَر، وَلِلّٰہِ الحَمدُ با آواز بلند پڑھ کر حجر اسود کو بوسہ کرکے نیا چکر شروع کرتا تھا اور فیاض صاحب اسکی رہنمائی میں ویسا ہی کرتے رہے۔

چاروں کے طواف مکمل کرتے ہوئے جب جب باری رکن یمانی کی جانب بڑھنے کی آئی تو وہ جب جب رکن یمانی پر پہنچے تو مبین نے اس کو دونوں ہاتھوں سے فقط چھوا کیونکہ یہ سنت تھی جبکہ اس کو بوسہ دینا خلاف سنت سمجھا جاتا ہے،

ہاں مگر اس بات کا خیال رکھا کہ سینہ بیت اللہ کی طرف مڑنے نہ پائے، اگر رکن یمانی پر ہاتھ لگانے کا موقع نہ ملے تو بغیر ہاتھ لگائے گذر جانے میں کوئی حرج نہیں ہوتا۔

اس طرح جب سات چکر پورے کر کے ساتویں چکر کے اختتام پر حجر اسود کو بوسہ دیا گیا تو یہ اس طواف کا آٹھواں بوسہ کہلایا، ایک بوسہ وہ جو طواف شروع کرتے وقت لیا تھا اور سات بوسے، سات چکروں کے۔ اس طرح مجموعی آٹھ بوسے ہو چکے تھے۔

"یا اللہ میرے اہل و عیال کی حفاظت اور نگہداشت صرف تیرے سپرد ہے، مجھ سمیت انکا رازق صرف تو ہے۔ مجھے اپنے پیاروں کے لیے باعث راحت بنا دے۔

سب سے بڑھ کر مجھے نیلم کے ساتھ آخری سانس تک جینے کی مہلت دینا، میرے سب سے قریبی ہادی سکندر کو اپنی امان میں رکھنا"

دوران طواف مبین کا دل دعا میں مشغول رہا جس پر وہ تین بھی اپنے لیے دعائیں مانگتے رہے۔

"سُبحَانَ اللّٰہِ، وَالحَمدُ لِلّٰہِ، وَلا اِلٰہَ اِلّا اللّٰہُ، وَاللّٰہُ اَکبَر، وَلا حَو ْلَ وَلا قُوَّۃَ اِلاّ بِاللّٰہِ العَلِیّ العَظِیم۔ "

جبکہ ساتوں چکروں میں حجر اسود سے رکن یمانی کے درمیان مبین دعا بلند آواز میں پڑھتا رہا۔

"رَبّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنیَا حَسَنَۃً وَفِی الآخِرَۃِ حَسَنَۃً وَقِنَا عَذَابَ النَّار"

جبکہ رکن یمانی سے حجر اسود کے درمیان یہ دعا پڑھی گئی۔

ساتوں طواف مکمل ہوئے تو عمرہ کی اگلی مقدس گھڑی آن پہنچی، چاروں کے دل نہال کرتے سکھ اور خوش بختی سے بھر گئے۔

اس طواف کے بعد مبین اور فیاض صاحب نے طواف کی دو رکعت نماز مقام ابراہیم کے پاس کندھا ڈھانک کر ادا کی اور خواتین نے بھی ان سے کچھ فاصلے پر اس نماز کو قائم کیا۔

"باب کعبہ اور حجر اسود کے درمیان بیت اللہ کی دیوار کا یہ حصہ **ملتزم** کہلاتا ہے۔ بیت اللہ کے وہ مقامات جہاں دعائیں قبول ہوتی ہیں، ان میں **ملتزم** کو خصوصی اہمیت حاصل ہے"

نماز کے بعد مبین ان تینوں کو اس مقدس دیوار تک لایا اور اسکی اہمیت و افادیت بتائی جس پر ان چاروں نے اس دیوار کو چھوا اور بوسہ دیے اک

خوبصورت سا سکون پائے اپنے اور اک دوجے کے لیے دنیا کی ہر راحت مانگ لی۔

"ملتزم لزم سے ہے جس کے معنی ہے لازم رہنا' چمٹے رہنا۔ ملتزم کو اس لیے ملتزم کہتے ہیں کہ لوگ اس سے لپٹ لپٹ اور چمٹ چمٹ کر دعائیں مانگتے ہیں۔"

وہ انھیں مزید بتانے لگا، اور وہ تینوں حیرت میں تھے کہ مبین کو اس گھر میں آنے کے سارے اداب کس خوبصورتی سے ازبر ہیں، شہزادی کی تو نظریں ہی نہ ٹھہر رہی تھیں، اسے تو لگا وہ کسی اور دنیا میں آ گئی ہے، شاید نہیں حقیقی جنت جہاں سے واپسی پر کسی بشر کا دل نہ چاہتا ہو۔

"آپ نے کیا مانگا نیلم ؟"

مبین نے دونوں سینئر کپل کو زرا آگے جا کر دیوار سے لپٹتا دیکھتے ہوئے زرا گردن پیچھے کیے دھڑکتی شہزادی سے پوچھا جو ابھی بھی ہاتھ پھیلائے، آنکھیں مو ندے دعا میں مشغول تھی۔

مبین کے پوچھنے پر وہ آنکھیں کھولے مسکرائی۔

"آپ کو، اس دنیا میں بھی اور وہاں بھی جب اللہ ہم سبکو دائمی حیات سے نوازے گا۔ میری خواہش ہے کہ میں آپکو مرنے کے بعد بھی اپنا محرم پاؤں۔ آپ نے مجھے بھر دیا ہے، آپ نے نیلم کو اپنا دیوانہ کر دیا ہے"

وہ جذب سے یہ جواب دیتی، اپنی آنکھوں اور آواز کو بھرنے سے بچا نہ سکی جو یہی سننے کا طلب گار تھا۔

جسے شہزادی کی ایسی ہی والہانہ چاہ چاہیے تھی۔

دیکھتے ہی دیکھتے وہ اپنی ڈھیر سی دعائیں کرتے اب آب زم زم کا شرف پانے بڑھے۔

وہ چاروں دعا کر کے زم زم شریف پر آئے اور قبلہ رو ہو کر بسم اللہ پڑھ کے تین سانس میں خوب ڈٹ کر آب زم زم پیا۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۤ اَسۡئَلُکَ عِلۡمًا نَافِعًا، وَرِزۡقًا وَّاسِعًا، وَشِفَاءً مِنۡ کُلِّ دَاءٍ"

آبِ زم زم پی کر الحمد اللہ کہہ کر مبین کی رہنمائی میں تینوں نے دعا پڑھی۔

اب اگلا مرحلہ صفا و مروہ کے درمیان سعی کا تھا۔

"صفا و مروہ کے درمیان مخصوص طریقہ پر سات چکر لگانے کو سعی کہتے ہیں، حج اور عمرہ کرنے والے پر سعی کرنا واجب ہے۔ جس طرح طواف، حجر اسود کو چھونے سے شروع ہوتا ہے اسی طرح سعی بھی حجر اسود کو چھونے سے شروع کرنا ہمارے پیارے حضرت محمد ﷺ کی سنت ہے"

وہ لوگ صفا و مروہ تک پہنچے تو مبین نے یہاں کے فرض پر روشنی ڈالتے ہوئے تینوں کی جانب دیکھ کر بتایا۔

جس کے بعد وہ چاروں حجر اسود کا استلام یعنی اسے چھونے کے بعد باب الصفا کی جانب بڑھ چکے تھے۔

حجر اسود کی اسی نشانی والی کالی پٹی کی سیدھ میں چلتے ہوئے، اسی جانب آگے صفا پہاڑی کا مقام موجود تھا اور وہاں عربی و انگریزی میں "الصفا" کا بورڈ بھی لگا ہوا تھا جس سے عمرہ کرتے نفوس کو رہنمائی اور راہ فراہم ہو جاتی تھی۔

وہاں سے تھوڑا آگے بڑھنے کے بعد پہاڑ کی علامت شروع ہوئی۔

"اَللّٰھُمَّ اِنِّیۡ اُرِیۡدُ السَّعۡیَ بَیۡنَ الصَّفَا وَالۡمَرۡوَۃَ سَبۡعَۃَ اَشۡوَاطٍ لِوَجۡھِکَ الۡکَرِیۡمِ، فَیَسِّرۡہ لِیۡ وَ تَقَبَّلۡہُ مِنِّیۡ۔ "

جس تک پہنچتے ہی مبین نے ایک بار پھر تینوں کو

سعی کی نیت کرنے کا کہا اور زبان سے اِس نیت کو با آواز بند ادا کیا۔

پھر دونوں ہاتھ اس طرح اٹھا لیے جیسے دعامیں اٹھائے جاتے ہیں، مبین کے دعامیں اٹھتے ہاتھ تکتی نیلم بھی مبہوت ہوئے مسکرائی اور اپنے ہاتھ بھی بلند کیے۔

چاروں خوش نصیبوں نے خوب دعائیں مانگیں، تقریباً دس منٹ وہیں کھڑے رہ کر اپنی رفتار سے ذکر کرتے ہوئے، دعا مانگتے ہوئے پھر چاروں نے مروہ پہاڑی کی طرف سفر شروع کیا گیا۔

"رَبِّ اغفِر،وَارحَم ، اَنتَ الاعزُّ الاکرَم "

صفامروہ کے بیچ بھی دل کی گہرائیوں سے دعائیں مانگیں اور مبین کے پیچھے یہ دعا پڑھتے رہے۔

صفامروہ کے درمیان جب وہ جگہ آئی جہاں دیوار میں سبز رنگ کے ستون لگائے گئے تھے اور وہ جگہ جب لگ بھگ چھ ہاتھ کے دوری پر تھی تو انہوں نے درمیانی چال سے دوڑنا شروع کیا۔

دوسرے سبز ستونوں کے بعد بھی چھ ہاتھ تک دوڑے، پھر اپنی مخصوص ڈھیلی چال چلنے لگے۔

آگے مروہ پہاڑی آچکی تھی، وہ اس پر چڑھے اور بیت اللہ کی جانب رخ کر کے کھڑے ہو کر جس طرح صفا پہاڑی پر ذکر و شکر اور دعائیں کی تھیں اسی طرح یہاں بھی خشوع خضوع کے ساتھ کی گئیں۔

اب آنکا ایک چکر مکمل ہو گیا، اس کے بعد مروہ سے صفا یہ آنکا دوسرا چکر ختم ہوا تھا، بس اسی طرح سات چکر مکمل کیے گئے۔

انکا ساتواں چکر مروہ پہاڑی پر ختم ہو چکا تھا، اسکے بعد مطاف میں آکر سب نے دو رکعت نماز پڑھی۔

انکے عمرہ کے تمام اعمال پورے ہو گئے تھے اس لیے آخری فرض مسجد سے باہر نکل کر مرد خضرات نے سر کا حلق یا قصر کروانا تھا۔

عمرہ کے بعد جب تمام فرائض (ارکان عمرہ) سے فارغ ہو جائیں تو آخر پر مرد اپنے پورے سر کے بال مُونڈاتے ہیں یا سر کے ایک چوتھائی حصے کے بال کم از کم ایک پور (ایک انچ جتنا) کٹواتے ہیں۔ یہ ہر مرد پر واجب ہے۔ خواتین کے لیے صرف تقصیر کا حکم ہے، وہ طرف سر کے ایک چوتھائی حصے کے بال کم از کم ایک پور (ایک انچ جتنا) کٹواتی ہیں۔

انکا عمرہ پورا ہو گیا اور اسکے ساتھ انکا احرام بھی ختم ہو گیا تھا اور اب احرام کی کوئی پابندی ان پر عائد نہیں رہی تھی مگر ان چاروں نے ابھی دو دن لگا کر زیارتیں کرنی تھیں، اور نیلم کی خواہش کے مطابق مدینہ منورہ بھی خاضری دینی تھی۔

..________________________..

امل اور عبداللہ نو بجے ہی سرسری سا ناشتہ کیے پیرس کی فلائیٹ کے لیے نکل گئے تھے جبکہ سارا دن مناحل نے شاہ ویر کے لیے خوب فکر بھی لٹائی لیکن وہ ایک بار سارے معاملے پر شاہ سے بات کرنے کی خواہش مند تھی۔

"چھوڑیں یار آپ انکو، خوامخواہ دل اداس مت کریں۔ جو ہونا تھا وہ ہو گیا ہے، اللہ سے دعا ہے کہ وہ ماضی میں کی غلطیوں کا کوئی برا اثر ہم سبکے مستقبل پر نہ ڈالیں"

مناحل کو شاہ ویر سے بھی کئی گلے اور شکائیتیں تھیں مگر وہ اسکی طبعیت کی خرابی پر قدرے رعایت دے چکی تھیں جس پر وہ انکے جلال پاشا کے مغرور انداز اور سنگدل اصول یاد کیے دل جلانے پر دانستہ ہلکے پھلکے انداز میں سمجھا رہا تھا۔

"ان سے زیادہ تو مجھے تم سے گلہ ہے شاہ ویر، جو بھی ہے لیکن تم نے امل کے دل کے ساتھ برا کیا۔ مجھے زرا بھی اس معاملے کی سنگینی کا علم ہوتا تو میں خود

آ کر تمہارے کان کھینچتی۔ یہ تو امل کے نصیب میں عبداللہ لکھا ہے جس پر مجھے صبر آ گیا ورنہ میں تم سے ناراض ہو جاتی"

وہ اسکے لیے کھانا بنانے کچن میں تھیں جبکہ خود شاہ بھی ریک سے لگ کر کھڑا خالا کی مدد کر رہا تھا، دنکو تو شاہ نے باہر سے کچھ آرڈر کر لیا تھا مگر رات میں مناحل کا دل تھا کہ وہ اسے خود اچھا سا ڈنر بنا کر دے۔

"جو ہوتا ہے بہتر ہوتا ہے خالا جان، ویسے بھی مسٹر جلال پاشا نے جو فاصلہ اپنے کڑوے الفاظ سے ہمارے بیچ حائل کیا تھا اسے ہم دو کبھی طے نہ کر پاتے۔ میں امل کے لیے وہ سب کبھی نہ کر پاتا جو عبداللہ کر سکتا ہے۔ دوسرا جب آپ اپنی بیٹی کو خوش اور آباد دیکھیں گی تو مجھ ناچیز سے جڑے آپکے تمام شکوے بھی دور ہو جائیں گے۔ اس لیے یوں روٹھی روٹھی ہو کر بات نہ کریں یار، مجھے اچھا نہیں لگ رہا"

وہ بھی جیسے مناحل کے روٹھنے پر تڑپ اٹھا، مناحل کو گھیر کر گرد بازو حائل کیے لاڈ کے سنگ کندھے پر ٹھوڑی اٹکائے آخری جملے کہے تو مناحل نہ چاہتے ہوئے بھی افسردہ سی مسکرا دی۔

"نہیں روٹھی تم سے شاہ ویر، میں نے ہمیشہ سے امل کی طرح ہی تم چاروں بہن بھائیوں کو پیار کیا ہے، تم سے اور نیلم سے زیادہ پیار کرتی تھی کیونکہ تم دو امل کے ہمیشہ قریب رہے ہو۔ جہاں تک امل کی بات ہے تو وہ عبداللہ جیسا ہمسفر ہی ڈیزرو کرتی تھی اور مجھے یقین ہے وہ خوش اور آباد رہے گی لیکن میرے دل میں جو جلال اور تمہارے رویے نے گرہ لگائی ہے وہ کبھی نہیں کھلے گی"

مناحل نے بہت صاف گوئی سے جواب دیا جس پر شاہ نے نہ تو کوئی شکائیت کی نہ اسے ایسا لگتا تھا کہ وہ اس معاملے میں کبھی اپنی پوزیشن کلئیر کر پائے گا۔

"میں سمجھ سکتا ہوں خالا جان، لیکن کیا کرتا آپ خود بتائیں۔ مسٹر جلال نے مجھے دھمکی دی تھی کہ وہ مجھ سے موجودہ جاب نا صرف چھین لیں گے بلکہ کہیں بھی جاب کرنے نہیں دیں گے۔ کیا میں الویر کی طرح اماں بابا کو بے آسرہ کر دیتا؟ کیا میں ناکارہ ہونا افورڈ کر سکتا تھا؟ کیا میں محبت کے بارے ضد لگا کر اپنے والدین کی امیدیں توڑ دیتا۔ میرے ایسے حالات کب تھے کہ میں محبت کے لیے کوئی جنگ لڑتا یا جیت پاتا۔ میں نے اسے کسی بہتر کے لیے چھوڑ دیا اور اپنے مقدر میں لکھی ذمہ داریاں قبول کیں۔۔۔ حالانکہ آپ جانتی ہیں یہ کتنا مشکل رہا ہو گا"

وہ بھی اپنی مجبوریاں بیاں کرتا زرا تلخ ہوا تو منا حل بھی اسکے حصار سے نکلے روبرو آئیں تو انکے چہرے پر تاسف درج تھا۔

"وہ انسان بہت بے حس ہے، پتا نہیں کیوں میں نے اس شخص سے محبت کی تھی۔ مجھے نہیں تھا پتا کہ اس بندے نے تمہیں اس درجہ مجبور کیا تھا۔۔۔ سوری جان، اپنی خالا کو معاف کر دو، میں نے تمہیں غلط سمجھا"

اپنے شکوے دور کیے وہ ساری ناراضگی ہٹائے الٹا شرمندہ ہوئی تو شاہ نے انکو یہ کرنے سے آنکھوں کی قوت کے اشارے سے روکا۔

"میں آپکو بھی یہ نہ بتاتا اگر آپ مجھ سے یوں ناراض نہ ہوتیں، اور پلیز اسے ہمارے بیچ ہی رہنے دیجئے گا خالا جان۔ میں نہیں چاہتا کہ یہ آگ جو مصلحت کی ہوا سے بجھ گئی، پھر کسی چنگاری سے بھڑک اٹھے۔ اب امل بھی اپنا بہترین مقدر پا چکی ہے اور میں بھی مان کے لیے سنجیدہ ہو چکا ہوں کیونکہ وہ لڑکی میرے لیے خاص احساسات رکھتی ہے۔۔۔ ہوپ سو وقت رہی سہی تمام خلش اور رنجش بھی ختم کر دے گا"

شاہ کی امید افزاء باتیں، اسکی آنے والے وقت کے لیے اچھی سوچ اور مناحل کو حقیقت پسندی سے اس سب کے لیے قائل کرنا کافی تسلی بخش تھا اور مناحل کے چہرے پر جمی افسردگی زائل ہوئی تو شاہ ویر کو بھی مسرت محسوس ہوئی۔

..________________________..

رات تک فیاض اور مہک صاحبہ تمام زیارتیں کیے واپس ہوٹل جا چکے تھے، جبکہ مبین عارض سکندر اور نیلم کی اگلی منزل مدینہ منورہ تھی۔

"مدینہ منورہ مغربی سعودی عرب کے خطہ حجاز کا شہر، جہاں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ مبارک ہے۔ یہ شہر اسلام کا دوسرا مقدس ترین شہر ہے۔ اس شہر کا پرانا نام یثرب تھا لیکن حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہجرت مبارکہ کے بعد اس کا نام مدینۃ النبی رکھ دیا گیا جو بعد ازاں مدینہ بن گیا۔ اس کی بنیاد اسلام پر ہے"

اپنی زندگی کا ایک اور مبارک و مقدس سفر اور قیام جو ہر عاشق رسول ﷺ کے لیے دنیا میں جنت سے کم نہ تھا، وہ دو ساتھ شروع کر چکے تھے۔

سفید کڑکتے کلف لگے سوٹ پر سیاہ چادر نفاست سے اوڑھے وہ بھی مقدس دیکھائی دیا اور اسکی دی وضاحت بھی جو اس نے سیاہ گاون اور حجاب میں

مکمل ملبوس دمکتی، مسکراتی سی شہزادی کو دی جس پر دونوں سرشار سا مسکرا دیے۔

وہ مسجد نبوی میں داخل ہونے سے پہلے کچھ دیر رک چکے تھے، مسجد نبوی، سے پہلے مدینہ کا تا حد نگاہ پھیلا نیلا آسمان دیکھتے ہوئے، جہاں سامنے بنی قبا مسجد، اور پہاڑ احد کی بلندیاں ان دو کی نظروں کے سامنے تھیں۔

"میں نے پڑھا تھا یہاں ہر طرف فرشتے ہوتے ہیں اور دجال تک نہیں آسکے گا؟"

وہ اب آہستہ آہستہ ایک ساتھ آگے بڑھ رہے تھے جب نیلم کے پوچھنے پر مبین نے سر اثبات میں ہلایا۔

"جی بالکل شہزادی۔

اس شہر کی بہت سی خصوصیات ہیں۔ شہر کی سب سے اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہاں مسجد نبوی اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا روضہ

مبارک ہے۔ جس کی زیارت کے لیے ہر سال لاکھوں فرزندان توحید یہاں پہنچتے ہیں۔ تاریخ اسلام کی پہلی مسجد، مسجد قباء بھی مدینہ میں قائم ہے۔ مکہ مکرمہ کی طرح مدینہ منورہ میں بھی صرف مسلمانوں کو داخل ہونے کی اجازت ہے۔ دونوں شہروں میں قائم مختلف مساجد میں ہر سال حج کی مناسبت سے لاکھوں مسلمان عبادت کرتے ہیں۔ اس کی ایک اور بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مدینہ منورہ کے چاروں طرف فرشتے ہیں اور دجال یہاں کبھی نہیں آسکے گا"

وہ اسے جامع وضاحت دیتا اسکے ساتھ ہی اندر بڑھا، اک تقدس ان دونوں کے لہجے، انداز اور آنکھوں سے جھلک رہا تھا۔

"اور کچھ بتائیں ناں اس مقدس شہر کے بارے میں"

نیلم کو اسکی باتوں کو سن کر مزید جاننے کا زوق ہوا تو جناب بھی اپنے قدم اندر کی جانب بڑھاتے ہوئے مسکرائے۔

"جب میں پڑھنے باہر گیا تھا تو میری ملاقات وہاں ایک مذہبی سکالر سر جمشید سے ہوئی تھی، وہ ہر جمعے کو اپنی لائبریری میں ایک مذہبی ورک شاپ کا انعقاد کیا کرتے تھے، اسی دوران مجھے اسلامی تاریخ پڑھنے کا اتفاق ہوا اور یہی نہیں وہ ایک کورس کرواتے تھے جس میں چار اسلامک بکس شامل ہوتیں۔ ان دنوں فراغت کے باعث میں نے بھی ان کی صحبت میں کئی دن گزارے تھے۔ وہ وقت آج بھی مجھے اپنا راہنما لگتا ہے اور وہ خود بھی جو ایک مذہبی گھرانے سے تعلق رکھتے تھے، لیکن پھر وہ اچانک غائب ہو گئے"

نیلم کی خواہش سن کر نجانے کیوں مبین کو اپنا وہ خوبصورت ماضی یاد آ گیا، اس ماضی کے ساتھ اپنا راہنما بھی جو مبین عارض سکندر کے نزدیک اللہ والا انسان بھی تھا اور اسکا راہنما بھی۔

نیلم خود الگ ہی ٹرانس میں اتری اس انسان کی یہ ساری باتیں سن رہی تھی۔

"غائب مطلب"

شہزادی کے سوال پر مبین عارض سکندر کی آنکھوں میں وہ سیاہ دن لہرایا، جب وہ پڑھائی کے بیچ ایک ہفتے کے لیے سب چھوڑ کر پاکستان لوٹا تھا، ہادی سکندر کے لیے۔

"ہادی نے سوسائیڈ اٹیمنٹ کی تھی جسکے باعث مجھے ارجنٹ پاکستان جانا پڑا، گیا تو میں دو دن کے لیے تھا مگر ہادی کے پہلی بار بچ جانے پر اسکے دوسری بار خودکشی کرنے نے مجھے پورا ایک ماہ وہاں باندھ دیا، یہ ایک لمبی کہانی تھی۔ میں جب پاکستان سے وہاں واپس آیا تھا تو بہت تکلیف اور اذیت میں تھا، کیونکہ میں ہادی سے ناراض ہو کر آیا تھا۔ واپس آکر جب اپنے رہنما کو ڈھونڈا تو وہ بھی مجھ سے پردہ کر گئے، وہ وہاں اپنا پیغام پہنچا کر اللہ کے حکم سے کسی دوسری جگہ ہجرت کر گئے"

مبین کی یہ ساری باتیں، نیلم کو حقیقی دھچکا دینے سی تھیں، اسے مبین بھی یکدم افسردہ دیکھائی دیا۔

"اوہ۔۔۔ کیا وہ پھر آپکو کبھی نہیں ملے؟"

نیلم کا چہرہ افسردہ اور لہجہ یاسیت سے بھرا ہوا لگا۔

"نہیں"

وہ کچھ سنجیدہ ہوا تھا۔

"شاید وہ آپکو کسی اور کا رہنما بنا کر اپنے اگلے پڑاو تک ہجرت کر گئے ہوں"

یہ بات نیلم نے کہہ تو دی لیکن مبین نے اسکی جانب اک لمحہ حیرت کے سنگ دیکھا، وہ تھوڑا جھنجھلایا۔

"شاید۔۔۔ لیکن میں آج تک کئی ملک صرف اس آس پر بھی گھوما ہوں کہ شاید وہ مجھے کہیں مل جائیں۔ اپنے رہنما کو کھونا آسان نہیں ہوتا"

وہ اپنی بے بسی عیاں کیے بولا، نیلم نے آس بھری نظروں سے مبین کی سمت دیکھا جیسے اسکی بے بسی میں وہ بھی شامل ہوئی ہو۔

وہ اب آگے بڑھ چکے تھے، زندگی یکدم خوبصورت ہوئی جب آنکھوں نے گنبد خضری کا دیدار کیا۔

مسجد نبوی کی روح سرشار کرتی فضا، گنبد خضری کی روشنی، اسکا احترام خودبخود آنکھوں میں سمٹ آیا۔

"مسجد نبوی کا عظیم الشان سبز گنبد ہے جو پیغمبر اسلام حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم، حضرت ابو بکر صدیق اور حضرت عمر کی قبورہائے مبارکہ پر واقع ہے۔ یہ گنبد اپنی قدامت کے باوجود اپنی خوشنمائی اور اپنے منفرد انداز تعمیر کے سبب اسلامی فن تعمیر کا انوکھا شاہکار ہے۔ گنبد خضریٰ مسلمانوں کے لیے باعث عقیدت واحترام ہے۔"

اسکے بعد مدینہ منورہ کے محلہ بنو سلمہ میں واقع ایک مسجد سامنے آئی جہاں 2ھ میں نماز کے دوران تحویل قبلہ کا حکم آیا اور حضرت محمد صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم اور صحابہ کرام نے نماز کے دوران اپنا رخ بیت

المقدس سے کعبے کی جانب پھیرا۔ کیونکہ ایک نماز دو مختلف قبلوں کی جانب رخ کرکے پڑھی گئی اس لیے اس مسجد کو "مسجد قبلتین" یعنی دو قبلوں والی مسجد کہا جاتا ہے۔ یہ مسجد بئر رومہ کے قریب واقع ہے۔ مسجد کا داخلی حصہ قبہ دار ہے جبکہ خارجی حصے کی محراب شمال کی طرف ہے۔

اس مسجد کا نام **مسجد قبلتین** ہے جس کے لفظی معنی دو قبلوں والی مسجد کے ہیں۔

"یہ نام اس مسجد کو اس لیے دیا گیا ہے کہ اس مسجد میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز پڑھا رہے تھے، اُس وقت مسلمانوں کا قبلہ مسجد اقصیٰ ہوا کرتا تھا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نماز پڑھا ہی رہے تھے کہ قرآن مجید کی یہ آیت نازل ہوئی:

قَدۡ نَرٰی تَقَلُّبَ وَجۡهِكَ فِی السَّمَآءِ ۚ فَلَنُوَلِّيَنَّكَ قِبۡلَةً تَرۡضٰىهَا ۪ فَوَلِّ وَجۡهَكَ شَطۡرَ الۡمَسۡجِدِ الۡحَرَامِ ؕ وَحَيۡثُ مَا كُنۡتُمۡ فَوَلُّوۡا وُجُوۡهَكُمۡ شَطۡرَهٗ ؕ وَاِنَّ الَّذِيۡنَ اُوۡتُوا الۡكِتٰبَ لَيَعۡلَمُوۡنَ اَنَّهُ الۡحَـقُّ مِنۡ رَّبِّهِمۡ ؕ وَمَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعۡمَلُوۡنَ

ترجمہ: (اے پیارے نبی !) تمہارے منہ کا بار بار آسمان کی طرف اٹھنا ہم دیکھ رہے ہیں لو، ہم اُسی قبلے کی طرف تمہیں پھیرے دیتے ہیں، جسے تم پسند کرتے ہو مسجد حرام کی طرف رُخ پھیر دو اب جہاں کہیں تم ہو، اُسی کی طرف منہ کر کے نماز پڑھا کرو یہ لوگ جنہیں کتاب دی گئی تھی، خوب جانتے ہیں کہ (تحویل قبلہ کا) یہ حکم ان کے رب ہی کی طرف سے ہے اور بر حق ہے، مگر اس کے باوجود جو کچھ یہ کر رہے ہیں، اللہ اس سے غافل نہیں ہے۔"

وہ اسے بتاتے ہوئے خوبصورت مسکراہٹ کے سنگ شہزادی کو مبہوت کیے مزید بولا۔

"اسی آیت کے نازل ہونے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ و آلہ وسلم نے حالتِ نماز میں ہی چہرہ مبارک مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام کی طرف پھیر لیا۔اسی طرح نماز میں پیچھے کھڑے صحابہ نے بھی رسول ﷺ کی طرح منہ مسجد اقصیٰ سے مسجد حرام پھیر لیا۔یہیں وجہ ہے کہ اس مسجد کو مسجد قبلتین (دو قبلوں والا مسجد) کہا جاتا ہے۔"

وہ لوگ اب جنت البقیع کی جانب گامزن تھے جہاں بے شمار قبروں پر مشتمل بہت بڑا قبرستان موجود تھے۔

یہاں پہنچ کر دلوں کو ڈر کے ساتھ ساتھ اک سکون بھی میسر آیا، یہ وہ جگہ تھی جہاں کئی مقدس اور برگزیدہ ہستیاں مدفون تھیں۔

"**جنت البقیع**، مدینہ منورہ میں موجود یہ قبرستان ہے۔یہاں اصحابِ رسول، اہلِ بیتِ رسول اور کئی معزز شخصیات مدفون ہیں۔بقیع اس جگہ کو کہتے ہیں جہاں جنگلی پیڑ پودے بکثرت پائے جاتے ہوں اور چونکہ بقیع قبرستان کی

جگہ میں پہلے جھاڑ جھنکاڑ اور کانٹے عوسج یعنی غرقد کے پیڑ بکثرت تھے اس لیے اس قبرستان کا نام بھی بقیع غرقد پڑ گیا۔"

وہ قبرستان کے احاطے میں داخل ہوئے تو مبین نے اسے اس بہت بڑے رقبے پر پھیلے سادہ سے قبرستان کی فضیلت بیان کرتے بتایا، دونوں ان دیکھائی دیتی بے شمار قبروں کو دیکھ کر نظروں میں اک تعظیم سمائے رک گئے۔

"اس کا محل وقوع یہ ہے کہ یہ قبرستان مدینہ منورہ کی آبادی سے باہر مسجد نبوی شریف کے مشرقی سمت میں واقع ہے، اس کے ارد گرد مکانات اور باغات تھے اور تیسری صدی میں جو مدینہ منورہ کی فصیلی دیوار تعمیر ہوئی اس سے یہ ملا ہوا تھا، اس فصیل کی تجدیدات متعدد بار ہوئی ہے، جن میں آخری تجدید عثمانی ترکی دور میں سلطان سلیمان قانونی کے زمانہ میں ہوئی، پھر اس ملک میں امن قائم ہو جانے کے بعد اس فصیلی دیوار کو منہدم کر دیا گیا، پھر مسجد نبوی شریف کی آخری توسیع میں اس قبرستان اور مسجد نبوی

شریف کے درمیان جو مکانات تھے ان سب کو منہدم کر دیا گیا، ان دنوں کے درمیان جو محلہ آباد تھا، وہ اغوات کے نام سے مشہور تھا، مسجد نبوی شریف کے مشرقی سمت میں اب یہ بقیع قبرستان مسجد نبوی شریف کے خارجی صحن سے مل چکا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور حضرات مہاجرین رضوان اللہ اجمعین نے جب مدینہ منورہ کو ہجرت کر کے اپنا مسکن و وطن بنایا، تو اس شہر مبارک میں مزید تعمیری و تمدنی ترقی ہونے لگی"

وہ اس درجہ معلومات رکھتا تھا کہ نیلم کو شبہ گزرا جیسے وہ انہی پاک فضاوں میں آزادانہ گھومتی روح تھا یا پھر انہی گلیوں کا مسافر، وہ اک رشک لیے مبین کو دیکھنے لگی، اسے وہ ہر لمحہ اپنے دل کے قریں محسوس ہو رہا تھا، جس کے ہونٹوں سے نکلا ہر لفظ، نیلم کے لیے سننے اور سمجھنے کے علاوہ محبت کرنے کے قابل بھی ہوتا تھا۔

وہ تو اپنی ہی دھن میں بول رہا تھا، اور شہزادی اسے محبت سے دیکھ اور توجہ سے سن رہی تھی۔

"اس وقت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارادہ فرمایا کہ کوئی مناسب جگہ مسلمانوں کی اموات کی تدفین کے لیے متعین ہو جائے، اسی مقصد کے پیش نظر آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس (بقیع کی) جگہ تشریف لائے، تو ارشاد فرمایا؛

مجھے اس جگہ (یعنی بقیع) کا حکم (قبرستان کے لیے) دیا گیا ہے۔

اس روایت سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول سیدنا حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اس (بقیع کی) جگہ مسلمانوں کا قبرستان بنانے کا حکم فرمایا تھا اور یہیں سے اس جگہ یعنی بقیع قبرستان کی فضیلت کی ابتدا ہوتی ہے۔"

یہ جگہ اس قدر مقدس اور پیاری تھی کہ یہاں آکر ان دونوں کو بہت سکون ملا، پھر پیارے محمد ﷺ کے قدم نا جانے اس زمین پر کہاں کہاں لگے ہوں، عاشقان رسول تو پیارے نبی کے قدموں کی خاک پا لینے کو بھی شفا

جانتے ہیں پھر اس فضا میں سانس لینا کتنا خوبصورت ہے جہاں ہمارے نبی کریم ﷺ نے سانس لیا ہو۔

وہ توقف کو رکا پھر تمام قبروں پر اک نگاہ ڈالے مزید بولا۔

"اس قبرستان میں تقریباً دس ہزار صحابہ ،نو امہات المؤمنین، اولاد محمد، اہل بیت، اولیاء اللہ، صوفیا، علماء، محدثین اور دیگر مدفون ہیں۔"

وہ مفصل اور جامع وضاحت دیے اب ساتھ ساتھ شہدائے احد دیکھنے کے بعد وادی خضرہ کی جانب گامزن ہوئے۔

یہ انکے اس مقدس سفر کا آخری پراو تھا۔

"نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف سے نام تبدیل کرنے سے قبل اس وادی کو 'وادی غبرہ' یا 'وادی عفرۃ' کہا جاتا تھا۔جب اس وادی کا نام 'خضرۃ' رکھا گیا تو وہاں پانی کا نام ونشان تک نہ تھا مگر آج اس میں میٹھے پانی کے نو چشمے ابلتے ہیں۔یہ وادی پورا پورا سال سرسبز رہتی ہے۔وادی میں چار سو بچھے

سبزے فرش اور دوسرے ہرے بھرے درختوں کے بیچ کھجور کے درختوں کی وافر مقدار موجود ہے۔ یہاں پر آبادی برائے نام ہے۔ مقامی شہریوں کا کہنا ہے کہ یہ وادی خود بہ خود سرسبز رہتی ہے۔ اس میں کھجوریں اگانے کے لیے کوئی خاص اہتمام اور توجہ نہیں دی گئی مگر اس کے باوجود یہاں کھجور کے درختوں کی بہتات ہے۔"

وہ لگ بھگ ایک گھنٹہ وہاں رکے اور پھر اس عقیدت بھرے سفر کو مکمل کیے، دل کو بہت سی مقدس یادوں سے بھرے واپسی کے لیے روانہ ہو گئے۔

چونکہ عمرہ مکمل ہو گیا تھا تبھی دو دن بعد مہک صاحبہ اور فیاض صاحب کی واپس پاکستان روانگی تھی جبکہ مبین نے سوچا تھا کہ وہ آج ہی نیلم کو یہاں پاس رکھنے کی بات دونوں محترمین سے کر لے گا۔

..________________________..

اگلے دو دن طوفان سے پہلے والی خاموشی کے سنگ بیتے تھے، مبین عارض سکندر کے سپرد اپنی نیلم بخوشی اور پوری رضا سے سونپے، عمرہ کا مقدس فریضہ نبھا کر فیاض صاحب اور مہک صاحبہ واپس پاکستان آچکے تھے، جبکہ عبداللہ بھی پیرس میں اپنے شوٹ پر آدھا دن لگا کر باقی کا سارا وقت امل کے نام لگائے گھومنے اور گھمانے میں مصروف تھا وہیں آج آخری رات تھی قیامت سے پہلے کی، آج کا سورج ڈوب گیا تھا، کل کچھ بھی متوقع تھا، کل کا سورج کوئی سا بھی قہر ڈھانے والا تھا۔

اس روز ہادی کا پیچھا کرنے والے ناکام ہو چکے تھے کیونکہ سالار خان نے خود رات تک اسکے گھر سے ہادی سکندر کو پک کیا تھا، اس رات وہ دونوں کافی دیر ایک ساتھ وقت گزراے، ایک دوسرے سے اپنے دل کے درد بانٹتے رہے تھے۔

فیاض صاحب اور مہک صاحبہ کو آکر جب شاہ کے ایکسیڈنٹ کی خبر ہوئی تو وہ بھی پریشان ہو گئے تھے مگر اسے سلامت و عافیت سے دیکھ کر دونوں کے مضطرب دل قدرے سکون پا گئے۔

وہیں پھر مناحل کی موجودگی میں ہی مہک صاحبہ نے کل ہی شاہ ویر کے رشتے کا ارادہ ظاہر کیے گویا سبھی کو حیران کر دیا۔

چونکہ شاہ ویر کی رضامندی پہلے ہی اس میں شامل تھی تبھی اس فیصلے کو نہ کرنے کا کوئی جواز باقی نہ رہا اور یوں رات ہی مہک صاحبہ نے ماہ جبین کو کل اپنے آنے کی خبر دے کر خوشگوار سی حیرت میں مبتلا کر دیا۔

وہ تو خود ابھی آکر دونوں کو عمرہ کی مبارک باد دینا چاہتے تھے مگر مہک صاحبہ نے اس تکلف کو کل کی ملاقات میں ہی سمیٹنے کا کہا اور کل باقاعدہ شاہ ویر کے لیے مان کا رشتہ مانگنے جانے کی ہامی بھرے بہت پر جوش ہوئیں۔

لیکن کون جانتا تھا کہ کل کس طرز کی ہیبت ناک ہونے کو ہے، جیل کی سلاخوں میں بند بارکن اور روحان وحدی جنکی آنکھوں میں وحشت اور غلاظت ٹپک رہی تھی، ان دو کے وجود بے حس، روحیں سیاہ جبکہ اعمال اس قدر گندے تھے کہ انکو موت کی تکلیف جلا رہی تھی، لیکن کل جو قیامت وہ امید کر رہے تھے، اگر وہ واقعی برپا ہو جاتی تو بارکن اور روحان وحدی ایک بار پھر جیت جاتے۔

وہ آخری بچا ہوا شخص جسکے ہاتھ میں اب ساری قیامت کا ٹریگر تھا، اس سیاہ رات میں لکڑیاں جلائے، اس سے اگلتے دھوئیں کے پار بیٹھا بس کل کے دن کی منصوبہ بندی کر رہا تھا۔

اسکا اہم ساتھی تو رابعہ وحدی کے پیچھے اس گھر کی خاک بن گیا اور اسے یہ لگ رہا تھا کہ رابعہ وحدی بھی اس گھر کے ساتھ جل گئی ہے۔

تبھی وہ مطمئین ہو کر کل تیسرے گواہ کا اینڈ کرنے والا تھا۔

"ہادی سکندر کو راہ سے ہٹانے کے لیے سالار خان پر بھی وار کرنا ہو گا، وہ دونوں ہی خطرہ ہیں"

وہ اپنے ساتھ بیٹھے اپنے دو مزید ساتھیوں سے مخاطب تھا جو دو دن سے ہادی سکندر کو مارنے کی کوششوں میں لگتار ناکام ہوتے آرہے تھے۔

ہر بار کسی نہ کسی وجہ سے ہادی بچ رہا تھا، اس بار تو اسکی حفاظت سالار خان نے کی تھی۔

"اگر ان دونوں کا کام تمام کر دیا جائے تو عدالت گواہان کے بنا حتمی فیصلہ نہیں دے سکے گی، یہ بھی ضروری نہیں کہ ان دو کو مارا جائے۔ فیصلے تک انکو کڈنیپ بھی تو کیا جا سکتا ہے۔۔۔ جب گواہ ہی نہ ہوں گے تو وہ جج بھی روحان وحدی اور بار کن کے خلاف کوئی فیصلہ نہیں دے گا اور یوں ہمیں مہلت مل جائے گی اور اس بیچ ہم وہ سارے ثبوت بھی ہتھیا لیں گے جو ان دو کی سزا بن سکتے ہیں"

سیاہ کپڑوں والے بھدے مگر شاطر نقوش والا آدمی بروقت سوچتا بولا تھا جس پر اس راجن نامی بارکن کے اہم ساتھی کی آنکھیں چمک اٹھیں۔

"سالار خان کو اٹھوالو یا دھمکی دے کر اسکا منہ بند کروادو لیکن اس ہادی کو مارنے کے سخت آرڈرز ہیں۔ ہم نہیں جانتے لیکن بارکن نے کہا تھا جب تک وہ زندہ ہے، یہ سزا نہیں ٹل سکتی۔ تم جانتے ہو وہ ہارون سکندر کا وہ بیٹا ہے جس نے اپنے ہی باپ کو مجرم ثابت کیا، جب وہ اپنے باپ کے ساتھ یہ سلوک کر چکا ہے تو سوچو ہمارے لیے وہ کس قدر مضر ہو گا"

راجن نے فوری دماغ لڑاتے ہوئے ذہانت کے سنگ اس شخص کی موت کو ضروری قرار دیے وضاحت دی جس پر وہ دو بھی اب تشویش میں تھے۔

"سالار خان بہت ایماندار آفیسر ہے، پچھلے کئی سالوں سے اسکی کارگردگی دبنگ اور خالص رہی ہے۔ میرا نہیں خیال کہ وہ کسی دھمکی میں آئے گا۔ ہاں اسکی کوئی کمزوری ہوتی تو ہم ضرور اسے استعمال کر لیتے"

اسکے دو ساتھیوں میں سے اب دوسرے نے اپنی معلومات دی تھیں، جس پر راجن بھی اب سنجیدہ اور تشویش ذدہ ہوا۔

آگ لمحہ بہ لمحہ بھڑک کر لکڑیوں کو خاکستر کرتی جارہی تھی، ارد گرد اکا دکا گن مینز سخت اور کڑی پہرہ داری کرتے بھی دیکھائی دے رہے تھے جبکہ تین عدد جنگلی کتے بھی ارد گرد منڈلا رہے تھے۔

"اس بار ہمارا پالا بہت برے دشمنوں سے پڑا ہے، ٹھیک ہے تو سالار خان والا آپشن فی الحال ہم ہٹاتے ہیں۔ اپنی ٹیم کو خبر پہنچا دو کہ ہم کل پلین بی پر عمل کریں گے، جیل لے جاتے ہوئے گاڑیوں پر حملہ جبکہ ہادی سکندر کی اٹل موت۔۔۔۔ باقی دیکھتے ہیں جج کو فیصلے کی مہلت ملتی ہے یا وہ بھی ہادی سکندر کے ساتھ ہی اگلے سفر پر رخصت ہوتا ہے"

راجن نے اپنا سفاکانہ حتمی فیصلہ سنائے گویا یہ گفتگو ختم کی جس پر وہ دو فرمابرداری سے سر ہلائے اٹھ کر گھنے جنگل کی سمت جا کر اندھیرے میں

غائب ہو گئے اور وہ انکے جاتے ہی کل کی قیامت کا کاونٹ ڈاون شروع کرتا خباثت سے مسکرا دیا تھا۔

..____________________________..

گھڑی کے ہندسے نے یہاں آٹھ بجائے وہیں کبرڈ میں مبین عارض سکندر کے نفاست سے ترتیب دیے خود کے لیے خریدے بہت سے خوبصورت جوڑوں میں سے نیلم نے سفید اور گرے امتزاج کا دمکتا ہوا جوڑا نکالا، نہا کر کپڑے بدلے اور گیلے بال ٹاول سے رگڑتی ہوئی سنگار میز کے روبرو آتی شرمگیں مسکراہٹ لیے خود کا دہکتا حسن دیکھنے لگی، آج وہ مبین کے کمرے میں آچکی تھی، رخصتی کی مسند پائے تو کیوں نہ اس پہلی ملاقات میں وہ خود کو اس شخص کے لیے سجاتی جو اسے مقدس ترین کر چکا تھا۔

کمرے کی دھیمی سجاوٹ الگ سحر ناک تھی پھر اس پر خوابناک اثر چھوڑتی، سیاہ اور سنہرے فانوس سے گرتی روشنی جس نے سفید بستر پر سنہری اور سیاہ برقی قمقموں کی عکس دار روشنی سایہ فگن کر رکھی تھی۔

اپنے لمبے گھنے سیاہ بال ڈرائے کیے، برش پھیر کر کمر پر کھلے چھوڑ کر، آگے سے بال گما کر پن آپ کیے، پھر تر تر نکھرے روح افزاء چہرے کو موئچرائز کیے ہلکا ہلکا منصوعی حسن چھڑکا، آنکھوں کو لائنر اور مسکارے سے مزید قاتلانہ بنائے، لبوں کو یاقوتی جان لیوا رنگ بخشا، پھر اپنے پورے وجود پر مبین کی فیورٹ ہیوک پرفیوم چھڑکی، اک لمحہ تو وہ خود سٹپٹا گئی، یوں لگا اس جادوگر نے بنا چھوئے حصار لیا ہو۔

کب وہ Hot Blad Men کمرے میں داخل ہوا اور کب اس حسن کی ملکہ کی جھلک دیکھے بے خودی سے اسکی اور لپکا کہ وہ مبین عارض سکندر کے قریب آ کر شانے تھام کر آئینے سے اسکی آنکھیں دیکھنے پر تھم گئی۔

آسمانی شرٹ، وائیٹ پینٹ پہنے، ریپ ہیڈ کوور سے سر ڈھانپے، اخیر خوبرو لگتا وہ اسی پروفیشنل خیلے میں ہی آج ابتدائی کام دیکھنے گیا تھا، اسکی لک ان مغربی کپڑوں میں مغربی ہی لگتی پھر جس طرح وہ سرخ و سفید رنگت کا مالک تھا، ملاحت اور دلکشی لیے مسکرایا، نیلم کو لگا جان لبوں پر آگئی ہے۔

جناب بالوں کے بنا بھی سمارٹ تھے، جبکہ نیلم اک لمحہ مبین کو دیکھے شرارت سے مسکراتی پکڑی گئی، ان محترم کو خود کہاں ادراک تھا کہ وہ اپنا ہئر اسٹائیل گنوا کر بھی حسین لگ سکتے ہیں۔

"یوں ستم ڈھائیں گی تو کیسے بندہ صبر کا پلو تھام کر آپ کے ساتھ یہ چار ماہ گزارے گا نیلم، یوں میرے لیے سجتی رہیں تو مبین عارض سکندر، آپکو آپ سے چرانے میں لمحہ نہ لگائے گا"

جذب سے اٹا گھمبیر لہجہ لیے وہ نیلم کی پشت کو اپنے سینے سے جوڑے، اسکو حصار کر بازو پھیلائے آگے ہاتھ باندھے، جس طرح اسکے کان کی اور جھک کر بولا، شہزادی کے دل کی دھڑکنیں ابتر ہونے لگیں۔

"وہ مم۔ میں تھوڑا سا تیار ہوئی تھی بس، میرا دل چاہ رہا تھا"

وہ جو اس حصار میں دھڑک رہی تھی، مزاحمت کر کے نکلنے کی سعی کیے منمنائی تو جناب نے زیادہ مضبوطی کے سنگ پیچھے سے بازوؤں میں قید کیے، شہزادی کے فرار کا ارادہ بری طرح ناکام کیا۔

"لیکن آپ جانتی ہیں ناں ہمارے بیچ جو رشتہ ہے اسکی کشش بہت زیادہ ہے، تھوڑا سا بھی بہت زیادہ ہوتا ہے"

وہ معنی خیز لہجے کو اپنے شوخ اور خوبصورت لہجے اور شرارت سے دبائے ایک بار پھر نیلم کو مشکل سے دوچار کیے بولا جواب آئینے سے مبین کو دیکھے متذبذب سی دیکھائی دی۔

"میں نے اللہ کے گھر کے سامنے ایک دعا یہ بھی مانگی تھی کہ میں آپکی محبت اور رضا کے آگے ہمیشہ راضی رہوں، آپکے ساتھ وقت گزارنا آپکی شہزادی کی سب سے بڑی خواہش ہے۔ میں سب جانتی ہوں لیکن یہ آپکا حق ہے کہ میں آپکے لیے سنوروں۔ میں آپکی راحت بنوں، میں آپکے ساتھ ہمارا یہ رشتہ آہستہ آہستہ شروع کروں۔ آپ کی محبت، محبت کا عملی اور زبانی اظہار مجھے ہمیشہ قبول رہے گا"

وہ اتنی باہمت کبھی نہ تھی جتنی اسے اس شخص کی دسترس نے بنایا تھا، وہ یہ اظہار سن کر مسکرایا، راحت تو اسے شہزادی کے محض چند لفظ ہی دے گئے۔

"مجھے آپ سے اس درجہ بہادری کی امید نہیں تھی، آپ جانتی ہیں آپ نے یہ کہہ کر مبین عارض سکندر کے اندر کا بے تاب شخص بیدار کر دیا ہے"

وہ اسے حصارے ہوئے روبرو لایا تو نیلم جھکی پلکیں لیے پلٹی اور پھر سانس روکے مبین کے ان جملوں کو سنے، نظریں اٹھائے منتظر و بے قرار سی دیکھنے لگی۔

"لیکن۔۔۔ ہم اپنی زندگی کا آغاز اس جگہ کریں گے جس جگہ سے شاید ہم دو کی مٹی لی گئی ہے"

وہ جو دم سادھے اسے دیکھ رہی تھی اچانک سے مبین کے اس جملے پر حیرت و فکر میں لپٹی افسردہ ہوگئی۔

نیلم کو پتا تھا کہ انسان اس جگہ دفن ہوتا ہے جہاں سے اسکی مٹی لی جاتی ہے، تبھی وہ مبین کے جواب پر دکھی ہوگئی۔

"کیا کہہ رہے ہیں آپ؟"

وہ اسکے سینے سے شرٹ مٹھیوں میں جکڑے باقاعدہ روہانسی ہوئی جبکہ مبین عارض سکندر اس لڑکی کی نازک مزاجی کے بعد چہرے پر پھیلی ان گنت

سرخیاں دیکھنے میں محو تھا جو نیلم کے حساس، گداز اور نرم چہرے پر ہمہ وقت موجود رہتیں۔

"یہ کوئی دکھ دیتی بات تو نہیں تھی میری جان، آپ افسردہ کیوں ہوئیں"

دونوں ہاتھوں میں نیلم کا چہرہ تھامے وہ اسکے سوال کو نظر انداز کیے، الٹا اسکی آنکھ سے بہتی نمی پر متفکر ہوا۔

"میں نے پڑھا تھا کہ ایسی جگہ صرف قبر ہوتی، آپ مجھے یہ کہہ کر تکلیف دے گئے ہیں۔ ابھی تو میں نے اس دنیا میں آپ کے ساتھ بہت سارا جینا ہے۔ہاں میں نے آپکے ساتھ اس دنیا میں ہمیشہ ساتھ رہنے اور جینے کی دعا کی ہے لیکن نیلم کو سب چاہیے۔"

وہ بھیگی پلکیں جھپک جھپک کر بتاتی، اس بندہ بشر کے دل کو اپنے بس میں کر چکی تھی، اسکی معصوم آنکھیں مبین کے اندر تک اتر رہی تھیں۔

"پاگل شہزادی! آپ تو مبین عارض سکندر سے بھی فاسٹ ہیں یار۔۔۔جب سے آپ ملی ہیں میں تو خود چاہتا ہوں طویل العمر ہو جاوں، کئی عمریں بھی ملیں تو آپکے ساتھ گزارنے کے لیے کم پڑ جائیں۔ ہم جس جگہ اپنی زندگی کا آغاز کریں گے، وصیت کر جائیں گے کہ ہمیں مرنے کے بعد اسی جگہ ایک ساتھ مدفون کر دینا۔ ایک دوسرے کے پاس، تا کہ ہم دو کے بیچ کسی قسم کی دوری نہ آئے۔ یہ مطلب تھا میرا"

وہ نیلم کی یخ پڑتی گالوں کو اپنے حدت پہنچاتے ہاتھوں کے لمس سے گرمائش پہنچائے اسکی بھرائی آنکھوں میں جھانکے بولا تو محترمہ کو سانس آیا۔

ورنہ وہ تو دہل اٹھی تھی۔

"میں ڈر گئی تھی، آپ نے تو ابھی اپنی شہزادی کو بہت سے تقدس دینے ہیں ناں۔۔۔ سوری الٹا سمجھنے کے لیے"

وہ تھوڑی افسردہ اور پشیمان تھی، اپنے جکڑے ہاتھ اس سے پہلے ڈھیلے کرتی، مبین اسے لاک کیے اپنی خوشبو کے لمس بہم پہنچائے جان لیوا حد تک قریب آگیا، وہ دونوں ایک دوسرے کو نظر لگ جانے کی حد تک حسین محسوس کیے نظریں ہٹانا چاہتے تھے پر نا جانے کیوں بس میں کچھ رہا ہی نہیں تھا۔

"اٹس اوکے،

کچھ دیر یہیں رکیں شہزادی، دیکھنے دیں مجھے خود کو۔ میرے لیے سجتی ہوئی نیلم کیسی لگ رہی ہے"

وہ اسے مضطرب محسوس کیے جس مان سے خواہش کرتا بولا، نیلم کی مزاحمت کیا اسکی دھڑکنیں تک تھم گئیں۔

چہرے پر خون چھلکا وہیں گال تپنے لگے، وہ اسکی نظروں میں جمع ہوتی بے اختیاری، محبت اور چاہ کے آگے بے جان ہو رہی تھی۔

"ک۔۔ کھانا"

اس سے پہلے کہ مبین، اسکے خوشنما خدوخال کی جانب بڑھے کوئی حق دار لمس عنایت کرتا، نیلم تمام تر ہمت ہوا ہوتی محسوس کرتی گھبرا کر اسکی مضبوط پناہوں میں چھپے منمنائی جبکہ شہزادی کا اک طرف کی راحت سے گریز کیے دوسری جانب مبین کے سینے لگ کر سکون پہنچانا دل دھڑکاتا ہوا عمل، دیوانے کے چہرے پر تہلکہ مچاتی مسکراہٹ اتار گیا۔

مگر وہ اب کیونکر اپنے حقوق سے دستبردار ہوتا، احساس سکون حاصل کیے وہ اسے خود سے الگ کرتا اپنے ہونٹوں کی ہلکی سی وارفتگی بھری دستک، نیلم کے کندھے پر دیے روبرو ہوا جو اسکے ہونٹوں کا حدت بھرا لمس محسوس کیے، سانس روکے، مومی گڑیا کی مانند آنکھیں سختی سے بند کیے ہوئے تیز تیز رکا سانس بحال کرنے لگی تھی۔

ملی جلی سانسوں سے خوشنما ساز بجے تھے، وہ اس لمحہ بے خودی میں دل ہاتھوں سے چھوٹا محسوس کیے، پربہار ہونٹوں کی شرمگیں مسکراہٹ کی اور

لپکا، پھر شہزادی کے دل کو سرشار کیے فاصلہ بنا کر رنگ بدلتے اس حسن کو تفصیلا دیکھا۔

نیلم کی تھرتھراتی پلکوں کا رقص دیکھ کر مبین عارض سکندر کی سنہری آنکھوں میں معنی خیز سا سرور امڈا جسے اس ماہر نے فوری دبائے، نیلم کی جھکی آنکھیں خود کی جانب اٹھنے پر تپش دیتی نگاہوں سے دیکھا جو خود کو ان آنکھوں میں مرکوز محسوس کیے سر تا پیر کانپی۔

"اب آپ جا کر کھانا لگا سکتی ہیں، میں فریش ہو کر آتا ہوں"

شوخ سرگوشی کرتا وہ اسے دھڑکتا چھوڑے، نظروں سے اوجھل ہوا تو نیلم نے تیز تیز دھڑکتے دل پر بے ساختہ ہاتھ رکھے اس ٹرانس سے نکلتے ہی باہر دوڑ لگائی۔

اسے محسوس ہوا پورا وجود برف بن گیا ہو، کچن میں پھیلی حدت میں آکر نیلم کو کئی منٹس خود کو بہتر کرنے میں لگے اور وہ لمحے میں اس ساحر کی قربت کے بیچ اپنی ہمت اور بے باکی ختم ہونے پر اب بوکھلائی تھی۔

لگ بھگ بیس منٹس تک مبین تازہ دم ہوئے کچن ہی کی طرف آیا تو نیلم نے اسے آتے دیکھا، وہ براون کرتے اور سفید شلوار میں ملبوس تھا جبکہ چادر کو بے ترتیبی کے سنگ کندھوں پر ڈال رکھا تھا، شہزادی یکدم نظریں چرائے واپس پلٹی تو جناب نے بھی کرسی گھسیٹے جگہ سنبھالنے کا ارادہ باندھا۔

"بابا کی کال آئی تھی، وہ خیر سے پہنچ گئے پاکستان۔۔۔"

کچن کاونٹر پر رکھی پلیٹس کو ڈائنگ پر نفاست سے رکھے وہ بتاتی پلٹی تو جناب بھی تروتازہ مسکراہٹ کے سنگ میز پر سجے مزے مزے کے کھانے دیکھ کر حسین مسکرائے، یہاں جدہ میں انکا کام بھی آج باقاعدہ شروع ہو چکا تھا اور

مبین یہاں رہ کر دونوں دوسرے پارٹنرز کے بیہاف پر بھی یہ سارا کام مینج کر رہا تھا۔

صبح فیاض صاحب اور مہک صاحبہ کو ائیر پورٹ ڈراپ کیے وہ آفس ہی چلا گیا تھا اور نیلم کو اس نے انفارم بھی کر دیا تھا۔

محترمہ سارا دن خود کو مبین عارض سکندر کے کھلے ڈھلے اظہارات کے لیے ایک طرف من ہی من میں تیار کرتی رہیں دوسرا اس نے مبین کے لیے سپیشل ڈنر بھی خود اکیلے ارینج کیا۔

خود کو ایک ہی استحقاق بھری پھوار سے بھرا محسوس کیے وہ اپنے پہلے ٹاسک میں تو ناکام ہو گئی تھی البتہ اسکے بنائے رنگ برنگے کھانے ضرور جناب کو متاثر کن اور خوشگوار مسرت سے نواز گئے۔

"الحمد اللہ، آپ بھی پہنچ گئیں اپنے مجازی خدا کے پاس۔۔۔۔ بائے داوے اتنا سب کھلا کر آپ مجھے موٹا کرنا چاہ رہی ہیں"

پہلا جملہ جان بوجھ کر سر سراتی نگاہیں نیلم کے ارے حواس کی جانب ٹکائے وہ آخری والا کہہ کر بات بھی خوبصورتی سے ٹال گیا جبکہ نیلم بھی ساتھ ہی کرسی سنبھالے بیٹھی مگر ہنوز اس شخص سے نظریں ملانے سے گریز برتا۔

" تھوڑا تھوڑا بنایا ہے، اماں کہہ کر گئی تھیں کہ جب تک یہاں ہوں۔ آپکو خود کھانا بنا کر کھلاوں۔۔۔ ویسے بھی یہ بہت لائیٹ ہے سب سو آپ بلکل موٹے نہیں ہوں گے "

دال مکھنی کے ساتھ کباب سرو کیے وہ مبین کو املی اور پودینے والی چٹنی دیے نظریں جھکائے ہی بولی جبکہ جناب کی رغبت تو سرخ رنگت اوڑھتے رخساروں نے کھینچی جو کسی بھی مضبوط اعصاب والے کو ڈگمگا سکنے کی طاقت رکھتے تھے پھر وہ قاتلانہ اداوں میں دانت تلے دبائے جاتے عنابی ہونٹ جن پر اتر آتی گھبرائی مسکراہٹ نے مبین کی ہر بھوک پیاس ختم کر دی تھی۔

"زحمت نہیں ہو گی آپکو؟ آئی مین تھک جائیں گی اتنا کام کر کے۔ یہاں کوئی میڈ بھی نہیں ملتی جسے میں آپکا ہیلپر بنا دوں"

وہ ہنوز اس حسینہ کی جھکی پلکوں کی جانب دیکھے بولا جس پر نیلم نے تمام تر بوکھلاہٹ دور کیے ہمت جمع کیے مبین کی جانب دیکھا۔

"مجھے خوشی ہو گی آپ کے سارے کام کر کے، مجھ سے یہ حق مت چھینیے گا پلیز۔ آپ ایسا سمجھ لیں کے یہ میری خوشیاں ہیں۔ میں بالکل نہیں تھکوں گی، آئی پرامسس"

وہ فکر و پریشانی کے سنگ وضاحت دیتی فورا بول اٹھی جبکہ مبین پس لب مسکراہٹ دباتا محسوس ہوا۔

اپنا ہاتھ بڑھائے، نیلم کا مرمریں ہاتھ اپنے ہاتھ میں مقید کیے اسکی صورت تکنے لگا۔

"آپکو اپنے کام کرنے کے لیے تھوڑی یہاں روکا تھا نیلم، اپنے لیے روکا۔ تا کہ آپ میرے پاس رہیں۔ مجھے محسوس کرنا ہے کہ آپ مبین عارض سکندر کی ملکیت بن کر مجھے سونپ دی گئی ہیں۔ ایسے تو آپ مجھ سے زیادہ میرے کاموں کی ہو جائیں گی یار جو مجھے جیلس کرے گا"

وہ سادہ مگر پر اثر جذبوں سے چور لہجے میں جو بولا وہ الگ سحر انگیز پھر جس طرح شہزادی کے ہاتھ کی پشت پر بوسہ دیا، ان دہکتے لبوں کی نرمی اور شیو کی چبھن نے اسکے حواسوں کو اک بار پھر سہلایا۔

"آپ کی قربت میں رہنے کے لیے ہمت درکار ہے سو آپ کے کاموں میں مصروف رہ کر ہی میں خود میں وہ قوت بحال کر پاوں گی"

اپنی آنکھیں مبین کی آنکھوں میں ڈالے وہ یہ اعتراف سہولت سے کر رہی تھی، جبکہ جناب کی نظروں کو اس کی جھکی جھکی پلکوں نے اپنی جانب جکڑا۔

"چلیں جیسا آپکی خوشی، کھانا کھالینا چاہیے اس سے پہلے دھیان کسی اور طرف بھٹک جائے"

خود بھی مصلحتا مائل ہوتی طبعیت ضبط کرتا وہ اب کھانے کی طرف متوجہ ہوا جبکہ نیلم بھی اسکی طرف دیکھے مبہم سا مسکرا کر کھانا شروع کر چکی تھی۔

..______________________..

"کب سے کالز پر کالز کیے جا رہا ہوں اور آپ میرا ضبط آزمائے جا رہی ہیں۔ پک آپ دا فون مان"

پچھلے ایک گھنٹے سے وہ آفس تھی، سائیڈ پر ہوتا کام شاہ اور اسکی غیر موجودگی سے کافی ڈسٹرب ہو چکا تھا تبھی وہ آج ہر کام پس پشت ڈالے آفس وومین بنی کام میں منہمک تھی جب سائیلنٹ پر کافی دیر سے رکھا فون، پیغام کو آویزاں کیے مان کی توجہ کھینچ گیا۔

مان نے اپنے سامنے کھلی فائیل بند کیے فوری فون اٹھایا اور اٹھ کر ونڈو کے قریب آتی باہر سڑک پر گزرتی گاڑیوں پر نگاہ دوڑائے کال پک کیے فون کان سے لگائے اپنی ساری توجہ مقابل ان سانسوں اور دھڑکنوں کی سمت لگا گئی جہاں اسکا شدت سے کوئی منتظر تھا۔

وہ صحن میں رکھی آرام دہ کرسی پر آکر بیٹھا اور چہرے پر منصوعی تڑپ اور خفگی سجالی۔

"میں آفس آئی تھی، فون سائلنٹ پر تھا شاہ۔۔۔ بتایئے کیا ہوا؟ طبعیت ٹھیک ہے ناں آپکی؟"

دو دن سے اسکا شاہ سے رابطہ نہ ہوا تھا کیونکہ مناحل اسکے پاس تھیں تو مان کو شاہ کی فکر نہیں تھی مگر اسکے اس پیغام میں بہت سے ایسے جذبے تھے جو مان کو از سر نو پریشان اور مضطرب کر گئے۔

"کونسی طبعیت کا پوچھ رہی ہیں؟ ابھی آپ فون نہ اٹھاتیں تو میرا ذہنی توازن ضرور بگھڑ جاتا۔ فون کو سائلنٹ پر دوبارہ مت ڈالیے گا"

وہ خود بھی نہ سمجھ پایا کہ وہ کس طرح رعب جما گیا ہے جبکہ سنجیدہ سی مان اسکے حکم پر ضرور پہلے خوشگوار سی حیرت میں ڈوبی اور پھر مسکرا دی۔

جناب خاصے تپے معلوم ہوئے تھے۔

"اوکے اوکے نہیں ڈالوں گی، ہوا کیا ہے۔ اگر آپ اس لیے ناراض ہیں کہ میں نے دو دن حال نہ پوچھا تو پہلے بتا دوں کے بزی تھی۔ سائیٹ پر رہی۔ مبین کی دی ذمہ داری انکی واپسی تک پوری جو کرنی ہے۔ ویسے بھی منا حل آنٹی اور انکی سروسز تھیں آپکے پاس سو میں بھی بے فکر رہی"

بناشاہ کے دل کا حال جانے وہ اپنی صفائی پیش کیے بنا رکے بولی جبکہ مقابل منہ بن گیا، ناجانے کس کس احساس کے تلے شاہ ویر ملک کے ماتھے پر شکنیں نمودار ہوئیں۔

"آپ کی جگہ ہنوز خالی پڑی ہے اور میرا حال احوال پوچھنا بھی اب آپ کی اولین ذمہ داری ہے مان، کوئی اور آپکی جگہ نہیں لے سکتا اس بات کو سمجھ لیں۔ کیا آپ ابھی بھی نہیں سمجھیں کہ میں آپکے لیے کس قسم کا سنجیدہ ہوں۔ یہاں ایک ایک پل آپکے جواب کے انتظار میں کٹ رہا ہے اور ایک آپ ہیں کہ پورے دو دن مجھے میرے حال پر چھوڑے بے فکر ہو گئیں"

اس بار اس بندے کی ناراضگی پر مان کے ہونٹوں سے مسکراہٹ لمحے میں اڑی، الٹا وہ متفکر و پریشان ہو گئی جبکہ وہ تو تھا ہی الجھا ہوا، عجیب سا، بوریئت سے بھرا پڑا۔

"آئی ایم سوری شاہ، مجھے بالکل اندازہ نہیں تھا کہ آپ مجھ سے اتنے خفا ہو جائیں گے۔ پلیز ایسے روڈ تو مت ہوں۔ اگر آپ کہتے ہیں تو ابھی آجاتی ہوں مگر مناحل آنٹی کو آپ خود میری آمد جسٹیفائے کرنا پھر"

وہ سخت بے چینی سے بولی، ہر مو سے بے تابی چھلکی تو مقابل بھی اک غرور سا امڈا۔

"ضرورت نہیں آنے کی، اماں بابا بھی واپس آچکے ہیں۔ اب آپکو سزا کل میں خود آکر دوں گا وہ بھی عمر قید کی۔ ویٹ اینڈ واچ"

سارا چڑ چڑا پن ختم ہوئے فتحمندانہ احساس میں بدلا وہیں شاہ کی معنی خیز دھمکی پر مان نے اپنا دل تھاما۔

"آپ مجھے ڈرا رہے ہیں شاہ، ایسا تو مت کریں"

مان باقاعدہ اس شدت بھرے لہجے سے گھبرائے منمنائی جبکہ دوسری جانب تو بس سرشار مسکراہٹ تھی جو ہونٹوں کو چھو گئی۔

"آپ مجھے پورے دو دن بھول جائیں اور میں سزا بھی نہ دوں۔ یہ تو نہیں ہو گا۔ حالانکہ اس دن بارش میں بھیگ کر مجھے سخت فیور ہو گیا تھا، گلا درد، سر درد، پیٹ میں درد، لیکن آپ نے مجھے بھگا دیا اور مڑ کر خبر بھی نہ لی۔ اب

بدلے کے لیے تیار رہیے گامان صاحبہ،وہ بھی شدت بھرے بدلے کے لیے"

سر سراتے ہوئے جملوں کے سنگ وہ مان کو پریشان کرتا اسکی جان لینے پر اتر چکا تھا جو اتنا سب سن کر اب واقعی افسردہ اور رنجیدہ ہوئی،اپنی لاپرواہی پر خود کو ملامت تک کر ڈالی اور وہ میسنا،زیر لب غضبناک مسکراہٹ دباتا،غائبانہ بھی مان خلیل سکندر کا چہرہ امیجن کر سکتا تھا۔

"میرا جواب ہاں ہے،پلیز اب تو مجھے معاف کر دیں۔میں نے آپکو جواب کے لیے ابھی مہینوں ستانا تھا مگر دیا جواب۔۔۔پلیز شاہ مجھے آپکے ارادوں سے خوف آرہا ہے۔ایسا ویسا کچھ مت کیجئے گا جو میرے لیے بے چینی کا باعث بنے۔۔۔"

غیر ارادی ہی وہ یہ اظہار دیے الٹا اس شخص کی ناراضگی سے خوف کھا بیٹھی تھی اور شاہ ویر ملک کی آنکھیں یوں چمکیں جیسے آسمان کے روشن ستارے ان گہری آنکھوں سے مستعار لے لیے ہوں۔

"اب تو آپکی سزا کے بعد آپکو انعام بھی دیا جائے گا محترمہ، اب مجھے اچھی نیند آئے گی۔ کل میرے آرام کا بھی آخری دن ہو گا جو یادگار بنائے ہم پرسوں سے مبین بھائی کی دی ذمہ داری واپس نبھانے کا کام شروع کریں گے۔۔۔تب تک کے لیے بائے"

چالاکی دیکھائے فوری اپنے غیر واضع مگر دل دہلاتے جملے ادا کرتا وہ بنامان کو سنے کال بند کر چکا تھا اور وہ جو پہلے ہی جھنجھلا گئی تھی، اس بندے کے کال کٹ کرنے پر گہرا سانس بھر کر رہ گئی۔

اب وہ کیسے کل تک چین پائے، یہ مان خلیل سکندر کا ٹاسک تھا۔

..________________________..

"کیا آپ دونوں نے پالا ہے سالار خان کو؟"

ہاجرہ صاحبہ، آملے اور سرسوں کے ملے تیل سے رابعہ کے سیاہ بھاری اور خوبصورت بالوں کا مساج کر رہیں تھیں جب رابعہ نے سامنے دیوار پر نسب ان دو کی سالار خان کے ساتھ تصویر دیکھے پوچھا، پچھلے دو دونوں سے وہ ان دونوں میاں بیوی کے ساتھ رہی تھی، وہ یہ سوال کب سے پوچھنا چاہتی تھی مگر زیادہ بات کرنا اسے آتا ہی نہ تھا اور آج جب ہاجرہ چچی نے نہانے کے بعد اسکے بال دیکھے تو پہلے تو انکی تعریف کی پھر ان کا روکھا پن ختم کرنے کے لیے خود ہی تیل لائے اسے بیٹھا کر مساج کرنے لگیں۔

ماں اسکے بالوں کا مساج کرتی تھی تبھی رابعہ چاہ کر بھی ان کو منع نہ کر پائی۔

رابعہ کے سوال پر ہاجرہ صاحبہ متشکر سا مسکرائیں اور نگاہ اس فوٹو فریم پر ڈالی۔

"ناں، اس نے ہمارا کفالت کیا پتر۔ لوگ بے آسرہ بچہ کو پالتا ہے پر اس نے ہم بے آسرہ بوڑھا بوڑھی کو پالا۔ ہمارا بچہ فوج میں شہید ہوا، سالار اور وہ بچپن کا دوست تھا، اسکے بعد اپنے یار کے اماں بابا کو خاناں نے تنہا نہ چھوڑا۔ اپنا گھر میں ہم کو لے آئی۔ اب تو ہماری خاناں کی جانم بھی آگیا ہے۔ اب چھوٹے چھوٹے بچہ لوگ سے اس گھر کا اداسی ختم ہو جائے گا"

ہاجرہ صاحبہ مونث مذکر کو اخیر بگھاڑے، سادہ اور پیارے لہجے میں جس طرح وضاحت دے رہی تھیں، اس پر پہلے رابعہ مبہم سا مسکرائی اور پھر ہاجرہ چچی کی آخری بات سمجھتے ہی کان کی لو تک سرخ ہوئی۔

جبکہ رابعہ کے چہرے پر اڈتی فطری سرخی بھانپ لیتیں ہاجرہ تک شرمگیں سا مسکرائیے، واپس اسکے بالوں پر تیل سے مساج کرنے لگیں۔

"پورے چار بچہ کرنا تم دو، دو کو ہم پالے گا پہلے بتا دیتا ہے۔۔۔ ویسے بھی پٹھانوں میں چار سے کم بچہ معیوب سمجھا جاتا"

رابعہ جو پہلے والے ذکر سے ہی متذبذب تھی، ہاجرہ صاحبہ کی اگلی گل فشانی پر تھم ہی تو گئی، دل چاہ اٹھ کر کہیں بھاگ نکلے، وہ ہاجرہ صاحبہ کی ایسی باتیں سن کر یہ تو جان چکی تھی کہ پٹھانوں میں آکر اس نے اپنی گردن ضرور طوق میں پھنسالی ہے۔

"نہیں! سالار خان ایسے روائیتی پٹھان نہیں لگتے۔ وہ تو بہت تحمل والے ہیں۔
یہ ہاجرہ چچی بھی نجانے کیا کیا سوچے بیٹھی ہیں"

خود کو تسلی دیتی وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی تو ہاجرہ صاحبہ نے اسکا کندھا ہلایا جیسے پوچھ رہی ہوں کہ وہ کیا بولی۔

فوری سرناں میں ہلائے وہ اپنی مسکراہٹ تب دبا گئی جب کمرے میں صغیر چچا، سالار خان کو بغل گیر کرتے اندر داخل ہوئے تو جہاں خاناں کی اچانک آمد پر ہاجرہ صاحبہ خوشی سے کھل اٹھیں وہیں وہ بھی فوراً سے بیشتر کھلے بال چھپا کر دوپٹہ سر پر ڈالے، سر ڈھانپتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

دو دن کے انتظار کے بعد وہ آ گیا تھا، غیر ارادہ ہی ان دو کی منتظر وہ بے اختیار آنکھیں ملیں۔

ہاجرہ صاحبہ نے لپٹ کر سالار خان کو کلیجے لگایا اور بیٹھائے خود بھی بیٹھیں تو وہ بھی سمٹ کر پلنگ کے اک کنارے ٹک گئی۔

"کل ہیر نگ ہے، لینے آیا ہوں رابعہ کو۔ صبح دیر ہو جاتی تو اس وقت آنا ہی مناسب لگا۔ امید ہے اس نے آپکو تنگ نہیں کیا ہو گا"

بول وہ صغیر چچا اور ہاجرہ چچی سے رہا تھا مگر اسکی بیتاب نظریں تو رابعہ پر تھیں جو اسکے آخری جملے پر شکوہ کناں آنکھیں اٹھائے سالار کے محظوظ تاثرات دیکھنے لگی تو تبھی ہاجرہ نے اسے خود سے لپٹا کر یہ ٹرانس توڑا۔

جبکہ سالار خان بمشکل اپنی آفت انگیز مسکراہٹ دبا پایا۔

"کیوں تنگ کرے گا یہ خاناں، یہ تو ہمارا جان بن گیا۔ اور ہم پہلے بتائے دیتا ہے کہ اب جلدی واپس لے آنا ہمارے بچہ کو۔ اور تم بھی اب ادھر آتی

جاتی رہنا، اب تو تمہارا جانم ہو گا ناں ہمارے پاس۔۔اسی بہانے تم بھی ہماری آنکھوں کو ٹھنڈک دینے آتا رہے گا۔۔"

ہاجرہ صاحبہ کے شریں لاڈ اور انداز پر جہاں رابعہ رسان سے مسکرائی وہیں سالار خان کی پراسرار آنکھوں کا مرکز وہ اداس آنکھیں تھیں۔

جن پر سے دھیان ہٹنے پر آمادہ نہ تھا۔

"ان شاء اللہ"

وہ فقط اتنا ہی بولا۔

"ہاجرہ، کھانا لگاو خاناں کے واسطے۔اس سے بس باتیں کروالے تم"

باتیں تو ہوتی رہیتیں مگر صغیر چچا کے کھانا لگانے کی تاکید پر اس سے پہلے ہاجرہ اٹھتیں، وہ انھیں منع کیے واپس بیٹھا چکا تھا۔

"نہیں اسکی ضرورت نہیں، میں نے راستے میں کھالیا تھا۔ بس ہم فجر ہوتے ہی نکل جائیں گے۔ دس تک وہاں پہنچنا ہے۔۔۔۔ بس دعا کریے گا کل کا دن خیر و عافیت کے سنگ گزرے اور ہمارے حق میں بہترین ہو"

بھوک کی رتی برابر بھی طلب محسوس نہ کرنے پر وہ انھیں سہولت سے ٹالتا بولا، وہ لوگ تورات کا کھانا کافی دیر پہلے کھا چکے تھے۔

"ان شاء اللہ، کل کا دن تمہارے حق میں اچھا ہو گا خاناں۔۔۔۔"

صغیر چچا نے بھرپور یقین دلاتے لہجے میں کہا جس پر ہاجرہ صاحبہ بھی ہاتھ بلند کیے دعا کرتیں سر ہلا گئیں۔

"اچھا پھر تم بچہ لوگ آرام کرو، کسی چیز کی ضرورت ہو اتو ہم کو آواز لگا دینا۔ نماز پڑھ کر ہم تمہارا جیت کی بہت دعا کرے گا"

کچھ دیر رسمی سی باتوں کے بعد ہاجرہ صاحبہ نے دونوں کو پرائیویسی دینے کی نیت سے اٹھ کھڑے ہوتے کہا اور صغیر صاحب کو آنکھ کے اشارے سے

باہر نکلنے کا کہتیں کمرے سے باہر گئیں تو وہ بھی بیگم کے حکم کی تعمیل کرتے شفقت بھری نظر دونوں پر ڈالتے باہر نکلے تو سامنے ہی کھڑی بیگم کے قریب چلے آئے۔

"ساتھ کتنا حسین لگ رہا ہے ناں دونوں خان صاحب، اللہ سائیں نے چاہا تو دونوں میں آج ہی قربت ہو جائے گا۔ ہمیں تو اس گھر میں ننھا ننھا سالار خان دیکھنی ہے۔"

باروچی میں جا کر جوش ہمکتی آواز کو دانستہ مدہم کر کے وہ اپنے ارمان بتاتیں ،بچارے صغیر چچا کو بھی مسکرانے پر مجبور کر گئیں۔

"چھری تلے سانس لو ہاجرہ خانم، کیا بات کرتا ہے۔ چلو چلو چائے چڑھاو اور کمرے میں دے جاو۔ میں تب تک کمر سیدھا کرتی۔۔۔۔ اللہ سائیں ان عورتوں سے بچانا ہم معصوم مردوں کو"

خفت کے سنگ وہ مسکراہٹ دبا کر بڑبڑاتے ہوئے باورچی خانے سے نکل کر کمرے کی طرف بڑھے تو ہاجرہ بھی منہ پر دوپٹہ رکھے شرمگیں مسکراہٹ لیے قہقہہ لگا گئیں۔

جبکہ دوسری جانب وہ ہنوز وہیں بہت سا فاصلہ بنا کر خاموشی سے بیٹھی فرش کو گھورنے میں منہمک تھی جبکہ سالار خان، ٹانگ پر ٹانگ چڑھائے نخوت کے سنگ سر تا پیر اس لڑکی کو نظروں میں مرکوز کیے پرسکون ہو کر بیٹھا تھا۔

"کیسی ہو؟"

بہت سارے لمحے گنوانے کے بعد جناب کے سپاٹ و سنجیدہ تاثرات نرم پڑے تو زبان نے لفظ ادا کیے جنکی اپنائیت، ہر جھجھک کے باوجود رابعہ کو نظریں اٹھانے پر اکسا گئی۔

وہ اسے بہت گہرائی سے دیکھنے میں منہمک تھا۔

"ٹھیک ہوں اب"

وہ دیکھ رہا تھا کہ اسکے زخم قدرے مندمل تھے جبکہ ماتھے پر بنا گہرا زخم بھی پٹی سے چھوٹے سے بینڈیج کی مسیحائی تک پہنچ آیا تھا۔

جبکہ سالار خان تو ویسے ہی دبنگ تھا، چھوٹی موٹی چوٹیں اسے اثر انداز نہیں ہوتیں تھیں۔

"کل کے لیے تیار ہو تم؟ گواہی دینے کے لیے۔ وہ سب دہرانے کے لیے جو تمہارے لیے تکلیف کا باعث ہوگا"

وہ اس بار بھی سنجیدہ مگر نرم لہجے میں استفسار کرتا، رابعہ کو اپنی پر حدت نظروں میں لیے بولا تھا۔

جو اسکی آنکھوں میں آنکھیں ڈالے سر ہلا رہی تھی۔

"مجھے یہی امید تھی تم سے، تم ایک بہادر لڑکی ہو۔ چھوٹے موٹے دکھ اور زخم تمہارا کچھ نہیں بگھاڑ سکتے"

وہ اسکی حوصلے کی تعریف کرتا اسے اپنا اپنا لگا تو وہ چند ثانیے اسے پلکیں گرائے بنا، آنکھیں جھپکائے بنا دیکھتی رہی، اور اس بے دھیانی میں رابعہ کے سر پر لیا آنچل ڈھلک کر اسکے شانوں پر آگیا اور سیاہ بالوں کی اکادکا لٹیں لہرا کر باہر نکل آئیں جو پہلے ہی کھلے تھے اور آبشار کی مانند اسکی کمر پر بکھرے تھے۔

"دو دن ٹھیک گزرے"

وہ اسے مزید پر اسرار نگاہوں کی تپش پہنچاتا کرید تا ہوا بولا جو اسکے سوال پر چونکی اور پھر بے ارادہ ہی سر ہلائے آنکھیں جھکا گئی۔

جبکہ سالار خان، اچھے بھلے صبر والا، یہاں پگھلنے لگا۔

نجانے کیوں یہ اسے زندگی میں پہلی بار احساس ہوا کہ وہ عورت نامی اس کڑی کے بنا اب تک واقعی ادھورا تھا۔

عورت بھی رابعہ جیسی، اور پھر اپنی ملکیت اور یہ احساس، استحقاق، سکھ، انسانی فطرت کے لیے کسی بھی پہل کے لیے بہترین سبب تھا۔

" یہاں ایڈجسٹ ہو جاو گی؟ کوئی مسئلہ تو نہیں اس گھر میں یا یہاں کے ماحول میں "

وہ اسکی جھکی آنکھیں واپس خود پر جمانے کی غرض سے مزید بولا تو وہ پھر سے آنکھیں اٹھا کر سالار کو دیکھنے لگی۔

" نہیں ہے، لیکن کیا آپ بہت دنوں بعد یہاں آیا کریں گے۔ میرا مطلب ہفتوں یا مہینوں بعد؟"

خود کو سر تا پیر سالار خان کی نگاہوں کے حصار میں محسوس کرتی وہ بہت ہمت کیے یہ سوال کر رہی تھی جس پر جناب نے پہلے تو پر سکون ہو کر اک سانس کھینچی اور پھر اپنی جگہ سے اٹھا۔

اسے اپنی جگہ سے اٹھتا اور اپنے پاس آتا دیکھ کر رابعہ کا حلق سوکھا، سوال تو اسے یاد نہ رہا، ہاں اس شخص کے قریب آکر رکنے اور سہمی سی رابعہ کا ہاتھ استحقاق بھرے جھٹکے سے تھام کر اٹھائے روبرو کھڑا کرنے پر وہ ضرور سن پڑ گئی۔

چہرے کی رنگت زرد جبکہ مقابل اس قدر قریب آجاتے سالار خان کو دیکھ کر چہرے اور ماتھے پر گھبراہٹ سے نمی چھوٹ پڑی۔

"میرا ارادہ تو تین دن بعد آنے کا ہے، اگر تمہیں مسئلہ ہے تو آگے پیچھے کر سکتا ہوں۔"

وہ آنچ دیتے گھمبیر لہجے میں رابعہ کی بوکھلائی صورت تکتا بولا تو وہ سمٹ کر زرا پیچھے سرکی۔

"ہر روز بھی آسکتا ہوں اگر میرا دل بے قرار ہوا تو"

وہ مزید اسکی اور قدم سرکائے ایک بار پھر بھاری جذب سے بھری سرگوشی کیے بولا تو رابعہ کو اپنا آپ مزید کھڑا رکھنے میں دشواری ہوئی۔

اسے محسوس ہوا وہ یہیں دم توڑ بیٹھے گی۔

"تین دن ٹھ۔۔ ٹھیک ہیں۔۔۔ مجھے کوئی مسئلہ نہیں"

وہ خود کو کمپوز کرتی، آنکھیں جھکائے منمنائی جبکہ جناب بڑی دلچسپی سے رابعہ کے چہرے پر اترے رنگ دیکھنے میں مصروف دلکش سنجیدگی اوڑھے ہوئے تھا۔

"یعنی روز میری شکل دیکھنے میں تمہیں مسئلہ ہوگا"

منصوعی خفگی کے سنگ بولتے ہوئے وہ من ہی من میں محظوظ بھی ہوا جب وہ صدمات سے بھری آنکھیں اٹھائے سالار خان کو دیکھتی نفی میں گردن ہلانے لگی۔

"م۔۔میں نے ایسا تو نہیں کہا، روز روز اتنا لمبا سفر کرنا مشکل ہوتا ہے اور آپ تھک جائیں گے اس لیے کہا"

وہ سہم کر صفائی دیتی گھبرائی، سالار خان کے خفا ہونے کا خوف اسکی رگ رگ میں اتر کر سالار خان کو مزہ دے گیا۔

"مجھے کوئی سفر نہیں تھکا سکتا، اپنی تو ساری عمر مسافت کی بھینٹ چڑھی ہے۔ مجھے تو آرام تھکا دے گا"

وہ ایک قدم مزید بڑھا تو دونوں کے بیچ چند انچ کا فاصلہ، رابعہ کے اندر ہلچل مچا گیا۔

"پھر جیسا آپ کو اچھا لگے"

وہ اب دیوار میں نسب ہوئی لکڑی کی کبرڈ کے ساتھ جڑے، مقابل کھڑی اس ساحر شخصیت کے رعب تلے ہار مانے منمنائی جسکی نظریں اسکی ہڈیوں سے آر پار ہوتی آنچ دے رہی تھیں۔

"مجھے کسی بھی وقت، کچھ بھی اچھا لگ سکتا ہے۔ جیسے اس بے وقت تم"

وہ اسکی بڑھتی الفاظی بے باکی پر خود میں سمٹنے لگی، اپنے کپکپاتے لبوں کو سختی سے آپس میں جوڑے، نظریں جھکا بیٹھی تو سالار خان کو رہا سہا مزید ان جھکی پلکوں نے اپنی جانب جکڑا۔

"میں اچھی نہیں ہوں، خوامخواہ سی ہوں۔۔۔ آپ کی پر سکون زندگی میں یکدم بھونچال لانے والی"

نم نم آنکھیں جھپکتی وہ دل پر بوجھ سا لیے سسک پڑی، کبھی ماں کے علاوہ کسی نے اس درجہ محبت سے بات جو نہ کی تھی، تبھی اسکی آنکھیں اور دل بھر سا آیا۔

"یہ بھونچال ضروری تھا، ایک ہی تسلسل سے میں بھی عاجز آگیا تھا۔ مجھے کیا خبر تھی کہ عورت کو اللہ نے مرد کا نصف بہتر بنایا ہے، تمہیں دیکھا، سمجھا، پرکھا اور اپنا محسوس کیا تو سمجھ آئی کہ میں تو اس جنتی سکھ سے بنا فیض یاب ہوئے ہی مر کھپ کر کتنا کچھ بنا تسخیر کیے ہی فنا ہو جاتا، مجھے خبر ہی نہ ہو پاتی اس ذائقے کی جو امرت کو مات دیتا ہے۔ اس نشے کی جو واحد حلال نشہ ہے"

اس بھاری آواز، اور ملائم لہجے میں حکایت دل نے رابعہ کا زخموں سے چور دل سہلایا تو جس طرح وہ پہاڑ مرد اسے پکڑ کر اپنے سینے میں سمو گیا، اس پر رابعہ نے سانس روک کر یہ لمحہ جیا، جیسے سانس لینے سے وہ اس لمحے کے سکھ گھٹا دے گی۔

وہ نا چاہتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں چھلکنے سے روک نہ پائی، وہ اسے سینے میں بھینچ چکا تھا، ہر لفظ نے چپکے سے احساس اوڑھا اور دونوں اس نئی نوعیت کے سکھ کو دریافت کیے اک پل دو بچھڑی ارواح ہی لگے۔

مگر دروازے پر ہوتی اچانک آہٹ نے دونوں کو مزید قریب آنے سے روک دیا۔

..________________________..

وہ دونوں اس وقت چیمپ ڈی مارس((Field of Mars پیرس کے قریب موجود تھے، جو فرانس میں ایک بڑی عوامی سبز جگہ تھی، جو شمال مغرب میں ایفل ٹاور اور میلیٹا کے درمیان واقع ساتویں آرونڈیسمنٹ میں واقع تھی۔

عبداللہ کی ابتدائی شوٹنگ ایفل ٹاور کے قریب تھی جس میں وہ تقریبا پچھلے دو دن انتہائی مصروف رہا تھا اور اس نے امل کو بھی اپنے ساتھ رکھا، ویلوٹ ٹیم کے تمام سٹاف کے ساتھ مل کر عبداللہ اور امل کی ویڈنگ کا کیک کٹ کیا گیا، جبکہ ویلوٹ میگزین میں ٹاپ کوور کے لیے کل امل اور عبداللہ کا سپیشل

ویڈنگ کوڈ فوٹو شوٹ بھی ہوا اور یہ سارا کچھ دونوں کو گزشتہ دو دن قدرے تھکانے کے ساتھ ساتھ ایک دوسرے کی کمپنی انجوائے کرنے کا بھرپور موقع دے چکا تھا۔

یہاں کا وقت پاکستان سے تین گھنٹے پیچھے تھا تبھی اس وقت نو بجنے کے باوجود یہ شہر خوشبو سے معطر اور روشنیوں سے چمک رہا تھا۔

اور وہ دونوں یکسر الگ دنیا میں آکر ایک دوسرے کے ساتھ وقت گزار کر خوش تھے، یہاں سے تھوڑا دور ہی lil Gem نامی لگژری ہوٹل میں وہ دو دن پہلے ہی اپنا بوریا بستر چھوڑ آئے تھے، ہاں وہاں جانے کا موقع آج کام سے فراغت پانے کے بعد ملنے کو تھا، یہاں اس طرز کے ہوم تھیم ہوٹل میں انکی رہائش بھی ویلوٹ کی طرف سے انکا ویڈنگ گفٹ تھی۔

جسکا ماحول ان دونوں کے لیے پر سکون اور طمانیت بخش تھا۔

"میری بیوی تھک گئی؟ بس تھوڑی دور ریسٹورنٹ ہے۔ ہمارا شاندار ڈنر ریڈی ہے۔ میں نے سوچا پیدل چلتے ہوئے جائیں اور تھوڑی باتیں کر لیں۔ آج کا آگین دن تو بہت سوشل گزرا، رات تو کم از کم پرائیوٹ ہونی چاہیے"

وہ امل کا ہاتھ جکڑے اسکی رفتار سے چل رہا تھا، سر پر سیاہ آسمان اور سیاہ ہی بادل عود رہے تھے، یہاں کا موسم محبت کرنے والوں کے لیے سازگار تھا، اور امل اسکی آخری معنی خیز بات پر آنکھیں گمائے گھوری۔

"میں پہلے ہی بزنس لائف سے تنگ تھی اب تمہاری اس سوشل لائف میں بھی گھسنا پڑ رہا ہے، مجھے نہیں لگتا اب کچھ پرائیوٹ رہنے والا ہے۔ ہاں لیکن یہاں آکر میرا موڈ ضرور فریش ہوا ہے"

وہ سنجیدہ شکل کے سنگ سامنے مین روڈ پر کھلے عام محبتیں نچھاور کرتے اکا دکا کپلز کو دیکھتی، خود اپنے آخری خوشی بھرے جملے کی تردید کرتی منہ بسور گئی

جبکہ عبداللہ اسکی نظروں کے تعاقب میں اس سے پہلے دیکھتا، امل نے اسکی بازو زور سے کھینچے اسکی توجہ اپنے اوپر مرکوز کی، جبکہ عبداللہ اس اچانک افتاد اور زوجہ کی جلتی بھنتی حالت پر قہقہہ لگائے، جھٹکے اور ماحول دونوں کا فائدہ اٹھائے، امل کو گھیر چکا تھا جسکے چہرے پر لمحے میں زردی بکھری۔

"فضول آدمی"

وہ اسکے اپنی کمر کے گرد بندھے ہاتھ کھولتی غرائی مگر اثر کسے تھا۔

"یہاں کوئی کسی دوسرے کو محبت کرتے نہیں دیکھتا میری جان، سب اپنے معاملوں میں گم ہیں۔ ویسے بھی اب تم نے مجھے فضول کہا ہے تو تھوڑی فضولیات کرنے دو"

امل کو مزید زچ کرتا وہ اسکی گال چھونے کی کوششوں میں سرور سے چہکا جبکہ امل نے گردن پر اس زور سے دباو ڈالا کہ جناب کا ہاتھ نہ صرف ڈھیلا پڑا بلکہ اسکی گرفت ہٹتے ہی امل پدک کر اس سے دور ہوئی۔

"اگر تم مزید پھیلے تو ایفل ٹاور سے ہی دھکا دوں گی تا کہ تمہارے بچنے کے چانس ہی نہ رہیں۔ انھیں تو مسئلہ نہیں کیونکہ یہ ان لوگوں کی عادات ہیں لیکن ہمیں اپنے مذہب اور روایات کا خود ہی خیال کرنا ہے۔ ویسے بھی تنہائی کا یہ شوہر حضرات کافی فائدہ اٹھاتے ہیں سو ہم معصوم بیویوں کا اولین حق ہے کہ انھیں پبلک میں تو اس حاکمیت سے نجات دی جائے"

محترمہ کا تو رنگ ڈھنگ ہی بدل گیا تھا، جس اتراہٹ کے سنگ وہ اس سے کچھ فاصلے پر الٹی چلتی جارہی تھی، عبداللہ دھیمی مسکراہٹ کے سنگ میڈم کے بھرم تکتا پینٹ کی پاکٹوں میں ہاتھ دیے اسکی جانب چل رہا تھا۔

"اچھا! کونسا فائدہ اٹھایا ہے میں نے ؟"

گہری دلچسپی کے سنگ وہ زرا بڑے قدم اٹھاتا باقاعدہ چند انچ کے فاصلے تک پہنچے بولا تو امل پہلے اسکی آنکھوں کی شدت پر بوکھلائی اور پھر جناب کے ابرو اچکا کر گھورنے پر بولنے لگی۔

"یہی کہ اپنے بس میں کر لیا تھا"

وہ جانتی تھی یوں پبلک میں وہ اسے اس جملے کے جواب میں کم از کم اب دبوچ نہیں پائے گا تبھی بے باکی سے بولی، ہاں امل کی آنکھوں میں ایسی چمک ضرور تھی جو عبداللہ عارض سکندر کو فنا کر سکتی تھی۔

"میں تمہیں بس میں کروں گا جب تو تم میرے بنا سانس تک نہیں لے سکو گی امل عبداللہ! میں نے تو تم پر ابھی صرف محبت کا اسم پھونکا ہے۔۔۔"

وہ اسکی خود کو مائل کرتی نظروں کو تکتا گھمبیر لہجے میں سر سرایا تو امل کو لگا پل میں آس پاس کا سارا شور سمٹ گیا ہو اور دل کی دھڑکن کان میں آ کر ناچنے لگی ہو۔

"تم نے مجھے آزاد رکھا ہے ناں، تو عبداللہ بھی تمہیں آزاد ہی رکھے گا۔ جب چاہو میرے اختیار میں آ کر وصل مکمل کر دینا۔ ہم تو دیوانے ہیں میری جان اور دیوانوں پر وصل و قربت کے تقاضے کہاں جچتے ہیں"

وہ اسے ایک بار پھر بے جان کرتا یہ دل دھڑکاتے جملے دہرائے اسکے قریب آکر رکا کیونکہ وہ بھی رک چکی تھی، بلیک جینز، ریڈ ٹاپ اور بلیک لیدر جیکٹ پہنے، بال کھولے، ہائی ہیل پیروں میں جمائے، آفت ناک اپسراہ اوپر سے بوکھلائی ہوئی۔

دل نہ دھڑکاتی تو جان لے جاتی۔

جناب بھی بلیک اینڈ میرون میں دمکتے ہوئے حسین وجمیل دیکھائی دے رہے تھے پھر ان دو کے بیچ کی کشش، ہمیشہ ان دو کے درمیان اک دوسرے کی جانب بڑھتا کھنچاو لے آتی۔

"تم نے اس شخص کے بارے کیوں نہیں پوچھا؟ کیا صرف اس لیے کہ میں نے بتانا نہیں تھا یا اس لیے کہ تمہیں واقعی اس انسان کی پرواہ نہیں ہوئی کبھی۔ مطلب رقابت جیسی کوئی شے؟ کوئی معمولی سی جیلسی تک نہیں ہوئی وائے؟"

وہ اسکے جان لیوا انداز سے بچنے کے لیے بات ٹال گئی، گہرے تاسف کے سنگ عبداللہ کی آنکھیں کھوجتی استفسار کیے سرتاپا منتظر ہوئی۔

"کیونکہ مجھے خود پر یقین تھا کہ ایک بار اگر میں نے تم پر خود کو کھول دیا تو مس امل اچھے اچھوں کو بھول جائے گی۔ خود بتاؤ؟ کیا تم بھول نہیں گئی تھی اس وقت میرے علاوہ سب کچھ"

ایک بار پھر وہ سلگتے جذب لٹاتے لہجے میں کہتا ہوا ذرا قریب ہوا تو دونوں کے بیچ چند انچ کا فاصلہ رہ گیا، دونوں ایک دوسرے کی آنکھیں کھوج رہے تھے۔

اک طرف حسرت تھی تو دوسری طرف فتحمندانہ جوش۔

"وہ ایک قدرتی کیفیت ہوتی ہے عبداللہ، جو اللہ نے ہر جوڑے کے بیچ رکھی ہے۔ جو نکاح کے بعد فطری ہوتی ہے۔ میں تم سے کچھ اور پوچھ رہی ہوں"

وہ اپنے دونوں ہاتھ بڑھائے، عبداللہ کے ہاتھ جکڑے اس بار ناچاہتے ہوئے بھی افسردہ ہوئے بولی تو جناب کے دل نے اک بیٹ مس کی۔

وہ یوں کر کے اس بندے کی جان لے رہی تھی۔

"مجھے کچھ اور نہیں پتا، مجھے بس یہ پتا ہے تم نے مجھے مکمل قبول کیا ہے میری بے جا شدت پسندی کے باوجود اور یہ سب با خوشی برداشت اور قبول کرنا صرف اسی عورت کے بس میں ہے جو آپ سے دل لگانا جان چکی ہو"

وہ اسکے چہرے کے خدوخال پر بھٹکی نظر جمائے، وہاں بیٹھی اداسی پر نگاہ دوڑائے ایک بار پھر امل کو لاجواب کر چکا تھا۔

"عورت کے بارے بڑا نالج ہے تمہیں؟"

منہ پھلا کر وہ اسکے خمار آلود موڈ کو یکسر برباد کیے سلگی جو کھانا سکپ کیے سیدھا ہوٹل جانے اور نا جانے کیا کیا کر گزرنے کے ارمان تک سجا بیٹھا تھا۔

پر بھول گیا تھا، اسکا پالا کھڑوس امل سے پڑا ہے۔

اور اب تو امل کے ساتھ بد دماغ جناب کا نام بھی جڑھ چکا تھا۔

"ہاں سوچا تھا امل ملی تو کام آئے گا"

جناب کی رگ ایک بار پھڑ پھڑ کی تو امل اس بار مسکراہٹ دباتی چہرہ پھیر گئی۔

"میں عورت نہیں، لڑکی ہوں۔۔۔"

وہ ایک بار پھر اسکے ساتھ چلنے لگی، مخمور مسکراہٹ بنا چھپائے۔

" تبھی تو کام نہیں آ رہا نا لچ"

وہ بھی ہر بات کا جواب دے کر سلگانا جانتا تھا۔

"بڑھاپے میں شاید آ جائے جب امل ایک عورت بن جائے گی"

وہ اسکا بڑھایا ہاتھ تھام کر چلتی زرا معلومات میں اضافہ کیے بولی تو عبداللہ نے ناامیدی سے کندھے اچکائے۔

"حالانکہ میرے چھوتے ہی تمہیں عورت بن جانا چاہیے تھا، تم ہو ہی ڈھنگی شے"

ایک بار پھر عبداللہ کی بے باک حاضر جوابی پر امل کا چہرہ سرخ پڑا، وہ ضرور گڑبڑا جاتی مگر شمیم مرزا کو اپنی جانب آتا دیکھ کر وہ بھی ہاتھ چھوڑے رسمی مسکراہٹ چہروں پر سجائے ریسٹورنٹ کی جانب بڑھ گئے۔

ڈنر واقعی وی آئی پی تھا، پھر وہ آج کے شوٹ کی پارٹی بھی تھا اور امل، عبداللہ کے ایک ساتھ ہونے کی خوشی کا جشن بھی۔

ایک دن اسکے مزید شوٹس تھے اور پھر باقی تین چار دن وہ دونوں گھومنے کے بعد فائنلی واپس پاکستان جانے والے تھے۔

انکا ہفتے کا ہی ٹور تھا جو کہ مزید ارترین ہونے والا تھا۔

ڈنر سے وہ لوگ دس تک فری ہوئے اور ساڑھے دس تک ہوٹل واپس پہنچ آئے، ویلوٹ کے کافی سٹاف نے بھی یہیں کے ہوم روم چوز کر رکھے تھے۔

جو ہوم روم عبد اللہ اور امل کا تھا وہ دو بیڈ رومز، ایک کچن، ایک باتھ روم پر مشتمل تھا۔ باتھ لگژری باتھ ٹب اور شاور کمبو پر مشتمل تھا جبکہ دونوں رومز کوئین بیڈ پر مشتمل تھے۔

امل تو آتے ہی فریش ہونے بڑھ چکی تھی جبکہ عبد اللہ بعد میں روم میں آیا۔

کمرہ نیولی ویڈ کپلز کی تھیم پر لائیٹ سا ڈیکوریٹ تھا، بس کہیں کہیں ریڈ روز بکٹ رکھا گیا تھا اور خوشبو اگلتی موم بتیاں جل رہی تھیں۔

پر اتنی سی سجاوٹ بھی عبد اللہ پر بھاری پڑ چکی تھی، یہ سجاوٹ بھی شمیم مرزا کے کہنے پر ہوئی تھی اور جس طرح کا آگ پانی سا اس کپل کا مزاج تھا، دوسرا بیڈ روم تک کسی سٹاف ممبر نے شئیر نہ کیا۔ جس پر عبد اللہ اس وقت بھی اکیلا ہی مسکرا دیا۔

جبکہ امل اپنے کرلی بال نہانے کے بعد اب برش پھیر کر ڈرائے کرتی ہوئی سادہ سے ٹراوزر شرٹ میں ملبوس تھی۔

آئینے میں اپنا میک آپ سے عاری چہرہ دیکھ کر وہ پھر سے گھبرا رہی تھی کیونکہ چھپائی ہوئی سرخیاں پوری آب و تاب سے عیاں ہو رہی تھیں اور وہ اس طرح عبداللہ کی نظروں میں آنے کا ایک بار پھر رسک بھی نہیں لے سکتی تھی تبھی بال ڈرائے کرنے کے بعد موئسچرائز میں تھوڑی سی بیس ملا کر چہرے پر لگانے لگی، اس سے یہ ہوا کہ اسکا چہرہ نیچرل غلاف اوڑھ چکا تھا۔

پھر فیس پاوڈر کا ہلکا سا ٹچ دیے، خالی خالی آنکھوں کو لائنر اور مسکارے کی تہہ چڑھائی تو دل چاہا اپنا ہی سر پیٹ ڈالے۔

"یہ میں نے وہ حساب کیا کہ آ بیل مجھے مار۔۔ کوئی حال نہیں تیرا امل۔۔۔"

منہ ہی منہ میں بڑبڑائے وہ ساری محنت رائگاں کرتی واپس پانی کے چھپکے مارے منہ دھو چکی تھی، پھر سے چہرے کی رعنائیاں عیاں ہوئیں تو نائیٹ کریم لگائے آخری نگاہ خود پر ڈالی اور بالوں کا میسی سا جوڑا بنائے، خود کو حسین فقیرنی بنائے وہ گہرا سانس بھرتی ڈور ناب گمائے باہر نکلی تو جناب بازو

سر کے نیچے سرہانے سا رکھے، ایک ٹانگ پر دوسری ٹانگ رکھ کر بیڈ پر نیم دراز نا جانے کونسے خطرناک منصوبے بنانے میں مصروف تھے۔

جیکٹ صوفے پر، دونوں جاگرز شوز الگ الگ سمتوں میں پڑے، موزے تیسری جانب اور خود وہ میرون شرٹ کے اوپری دو بٹنز کھولے، کف فولڈ کر کے آستینیں چڑھائے، حسینہ کے نکلتے ہی آنکھوں میں شرارت لیے اسکی جانب رخ کیے لیٹا جو عبداللہ کے تاڑنے کی پرواہ کیے بنا جا کر صوفے پر بیٹھ کر اپنا فون اٹھا چکی تھی۔

"سنو! یہ ریڈ ریڈ کیوں ہو رہی ہو جان من"

جان بوجھ کر گلابی گالوں والی بظاہر بے نیاز بنی حسینہ کو ہانک لگا کر متوجہ کیے وہ قدرے سنجیدگی سے بولا جو نظریں گمائے اسے برہم گھور چکی تھی۔

"باز آجاو عبداللہ، مجھے گیم کھیلنے دو۔"

سختی سے کہے وہ پب جی اون کرتی با قاعدہ غرائی اور جناب کیسے برداشت کرتے کہ انکے حصے کا وقت وہ اس گیم کو دیتی۔

Dual Squad"لگائیں"

جناب اپنا فون ہاتھ میں پکڑ کر نہ صرف اٹھے بلکہ بے تکلفی سے صوفے پر بیٹھتے ہی سیدھا امل کی گود میں سر رکھے دانت دیکھاتا آفر کیے بولا تو امل نے خشمگیں نظروں سے اسکی مسکراہٹ ٹٹولی۔

"تمہیں آتی ہے کھیلنی؟ یا مجھے امپریس کرنے کی کوشش کر رہے ہو"

وہ اسے گیم اوپن کرتا دیکھتی زرا متاثر لگی جبکہ عبداللہ نے تفاخر سے کالر جھاڑے قہقہہ لگایا۔

"پروپلئیر ہوں محترمہ،لوگ آپن کے آگے جھک جھک کر سلام کرتے ہیں۔ اور اب تو اینمی ناچ بھی رہا ہو تو عبداللہ عارض سکندر کے نشانے سے بچ نہیں سکتا"

وہ خود کو اس گیم کا ماہر ثابت کیے واقعی امل کو حیران کر چکا تھا۔

"اچھا! چلو دیکھ لیتے ہیں۔ کتنے پانی میں ہو"

امل کو اسکا اعتماد اچھا لگا اور پھر اس گیم کو کھیلنے میں اسے ہمیشہ مزہ آتا تھا اور اسکی بورئیت اور خوف دور ہوتا۔

"لیکن شرط لگے گی، جو جیتا وہ آج دوسرے پر حاکم"

جبکہ امل کا سارا اعتماد تب گل ہوا جب وہ اس سے یہ منفرد سا تقاضا کیے خود کی جانب نظر جمانے پر مجبور کرتا مسکرایا، امل کو ڈر تو لگا مگر اسے پتا تھا اس جیسا عبداللہ ماہر نہیں ہو سکتا تبھی اندر ہی اندر خوف دبائے وہ بظاہر بے خوفی سے عبداللہ کی شرط مان چکی تھی۔

"اگر تم نے مجھ سے زیادہ لوگ مار دیے تو آج تم جو کہو گی وہی ہو گا اور اگر میں بازی لے گیا تو تم سمجھ گئی ہو گی کہ کیا کیا ہو سکتا ہے۔۔۔"

ہنوز امل کی گود میں سر رکھے وہ آنکھیں اٹھا کر معنی خیز دل دہلاتے انداز میں اپنی بات بتاتا امل کا دل دھڑکائے واپس اٹھ بیٹھا تو دونوں نے ایک ساتھ گیم کا آغاز کیا۔

وہ جو اسے اناڑی نمبر ون سمجھ رہی تھی، چند منٹس میں ہی تمام دشمنوں کا خاتمہ کیے نہ صرف خود کو جتوا گیا بلکہ امل کے چہرے کی تمام تر ہوائیاں بھی اڑا بیٹھا جس کے ہاتھ فون کے گرد پکڑ جمانے پر کپکپا گئے۔

امل نے بیچارگی کے سنگ رخ موڑا تو جناب کی شاطر مسکراہٹ دیکھ کر سر تا پیر سہمی اور پھر مکا سیدھا عبداللہ کے سینے پر ٹھوک کر بھاگنے ہی لگی جب جناب نے کلائی پر پکڑ جمائے، ایک جھٹکا دیا اور محترمہ توزان برقرار نہ رکھتے ہوئے سیدھا عبداللہ پر آن گری۔

جبکہ ہوش لوٹتے ہی وہ سنبھل کر عبداللہ کو رحم طلب نظروں سے دیکھنے لگی جسکے ارادے، جسکی آنکھوں کا خمار، جسکی فتحمندانہ مسکراہٹ دیکھ کر امل کو اپنے چاروں سو خطرے کی گھنٹیاں بجتی محسوس ہوئیں۔

"ہاہا آئی بڑی پروپلئیر۔۔۔۔اب کیا ہو گا تمہارا امل۔۔ آج تو تم اصولا میرے شکنجے میں آ جکڑی ہو جان۔اور شرط سے پیچھے ہٹنا یقینا امل کے اصولوں پر چوٹ ہو گی۔تو اپنی کوئی آخری خواہش ہے تو بتا دو کیا پتا تمہیں اگلا سانس آئے نہ آئے"

وہ جو پہلے ہی خوف سے زرد پڑ گئی تھی، مزید اس چھچھورے کی دھمکی اور بے باکی پر کان کی لو تک سرخ پڑی اور آخری ظالمانہ سا استحقاق بھرا مظاہرہ سن کر تو امل کو غش پڑ گئے۔

اسے واقعی محسوس ہوا کہ وہ اسکی قربت میں پہلی بار تو بچ نکلی مگر اس بار حقیقتا سانس لینا بھول جائے گی۔

"ت۔۔ تم مجھے بلیک میل کرو گے کیا؟ دیکھو میرے احسان یاد کرو۔ میں تمہیں نہ ملتی تو تمہارا ک۔۔ کیا ہوتا۔ کیا تم اب مجھے یوں کمزور کر کے خوشی حاصل کرو گے۔ میں مان گئی تم مجھ سے بڑے پروپلیئر ہو پلیز"

وہ اسکے حصار میں گرفتار، پر پھڑپھڑاتی ننھی نازک سی چڑیا بنی منمنائی تو جناب کا دل ٹھاٹیں مارتے سمندر کی طرح لرزا، کیوں تھی وہ اس قدر قاتلانہ کہ وہ ناچاہ کر بھی ہوش کھو دینا چاہتا تھا، اس لڑکی کو ہر لمحہ اپنے قریب تر رکھنے کی خواہش کرنے لگا تھا۔

"تم صرف ایک شرط پر مجھ سے بچ سکتی ہو"

وہ اسکے زرا جکڑ کر لاک کیے اسکی ناک سے ناک رب کرتا سرگوشی میں بولا تو امل کی سانس میں گویا اس رعایت پر سانس آئی۔

"ہاں مجھے منظور ہے، سب منظور ہے"

بنا سوچے ہی وہ بروقت بولی تو عبداللہ کی آنکھوں میں سرور سا ہمکا جسے دیکھ کر امل کے دماغ کی رگ پھڑکی۔

"پوچھ تو لو وہ شرط"

عبداللہ نے اس بار جذب سے سرگوشی کیے اپنا چہرہ اسکے مسی جوڑے کے قریب لے جائے، دانت سے ہیر بینڈ کھینچ کر بال بکھیرتے کہا تو وہ کھل کر عبداللہ پر بکھر گئے اور کچھ امل کے چہرے پر۔

امل جواب کیا دیتی کہ اسکی حرکت پر متذبذب ہو کر رہ گئی۔

"بولو"

وہ اس سے دور ہونے کی کوشش کرتی پرے سرک کر بیٹھتے بولی تو جناب بھی بیٹھ تو گئے مگر اک توانا بازو ہنوز اس نے امل کے گرد حائل کیے رکھی۔

"سچ کہو، ڈو یو لو می؟"

عبداللہ کے اس غیر متوقع سوال پر امل ساری گھبراہٹ، جھجھک بھلائے چونک کر اسے دیکھنے لگی جہاں دنیا بھر کی سنجیدگی امڈ چکی تھی۔

عبداللہ خود کو یہ یقین نہیں دلا پا رہا تھا کہ امل اب بھی اس سے محبت نہیں کرتی حالانکہ ان دو کے بیچ اس قدر جلد گھٹ جاتے فاصلے تو کچھ اور ہی داستان سنا رہے تھے۔

کئی لمحے وہ کچھ بول نہ پائی، بولتی بھی کیسے جب سب لفظ رہن ہو چکے تھے۔

"کیا تم مجھ سے محبت کرنے لگی ہو امل؟"

اس بار وہ اسکا ہاتھ پکڑ کر اپنے سینے پر دل کی جگہ رکھے سوال دہرا رہا تھا اور وہ سن و ساکت سی جواب تراشنے کی تگ و دو میں غرق بس غائب دماغی سے اس انسان کی ٹھہری آنکھیں، ہلتے ہونٹ تکتی اور ہتھیلی تلے دھڑکتی دھڑکن محسوس کرتی پتھر بنی تھی۔

"ٹیل می فاسٹ مائی لوو، یوں چپ رہی تو باخدا اپنی رعایت خود ہی چھین بیٹھوں گا"

وہ خود پر بندھ باندھے یہ بے لگام شدت، جملے میں ڈھالے بولا تو امل نے خود پر حاوی ہوتے سحر کو توڑا۔

کیا وہ اس سے جھوٹ بول سکتی ہے؟ وہ تھا ہی ایسا کہ اس سے جھوٹ بولنا مشکل ہو رہا تھا، اور کیا وہ سچ سننے کے بعد خود کے بے لگام جذبے سنبھال سکتا ہے؟ امل کو اس سوچ پر خود ہی ہنسی سی آئی۔

لیکن وہ عبداللہ عارض سکندر تھا، ایک مضبوط انسان۔

ایک شوہر سے پہلے ایک دیوانہ۔

"اور اگر کچھ بول دیا تو تمہاری شرافت کی گارنٹی کون دے گا؟"

اور پھر وہ امل ہی کیا جو لاجواب نہ کرتی۔

جناب نے گہرا سانس کھینچے، سنجید گی زائل کی۔

سینے پر امل کا جما ہاتھ اٹھا کر ہتھیلی چومی تو گدھداہٹ بھرا تبسم امل کے ہونٹوں پر مچلا۔

"میری شرافت کی گارنٹی صرف میں دے سکتا ہوں، آج تمہیں دی۔۔۔اب بولو"

وہ اسے اس لمحے واقعی بہت پیارا لگا۔

وہ خود بھی چاہنے لگی کہ اسے اسکی تھوڑی اہمیت بتائے۔

"کیا بولوں"

وہ اسکے سحر میں لاجواب ہوئی، جواب چڑ سا گیا۔

"یہی کہ آلو اور ٹماٹر کا کیا ریٹ ہے"

منہ بسور کر وہ لفظ چباتا سلگا تو امل بے ساختہ مسکرائی مگر جناب کی دبنگ گھوری پر فوری دانت اندر کر لیے گئے۔

"اگر تم واقعی پچھلے دو دن کی طرح مجھے آج بھی رعایت دیتے ہو تو میں تمہیں سچ بتاوں گی، اور تم سچ کو قبول کرو گے بھلے وہ جیسا بھی ہوا"

وہ ساری شرارت اک طرف کرتی اس بار خود عبداللہ کا ہاتھ پکڑ کر اسکی آنکھوں میں جھانکے تمہید باندھے بولی تو عبداللہ نے سر خم تسلیم کیے بس سچ سننے کی خواہش کی۔

"اگر مجھے اسے قبول کرنا ہی ہے تو وہ سچ ہی ہونا چاہیے امل، نہ ہی جھوٹ ہو نہ میرا دل رکھنے کی کوشش۔۔۔ سمجھی"

وہ انگلیوں کی پوروں کے سنگ اسکی رخسار مس کرتا، آنکھوں میں شدت سے دیکھ کر رعب سے بولا تو امل اک لمحہ اسکے الفاظ کی شدت پر بوکھلائی پر پھر سنبھل گئی۔

"میں نہیں جانتی تھی محبت وحبت، حتی کہ میں نے جو کی تھی وہ بھی اک ناسمجھ سی خطاء کی تھی، جیسے آسمان پر چمکتے چاند کو دیکھ کر کوئی زمین زاد ٹوٹا ستارہ، اس تک رسائی کی بے دھیانی میں خواہش کرے۔۔۔ مجھ سے زمین پر چلنے والوں کی نظر ہمیشہ آسمان پر ہوتی ہے۔ میری ذات میں جو کمیاں تھیں، میں انھیں اپنے ارد گرد کے لوگوں میں جب دیکھتی تھی تو مجھے ان سے انسیت ہوتی تھی۔ کہ شاید میں انکے قریب جا کر اپنی ذات کی ادھوری پزل مکمل کرلوں۔۔۔ شاید مجھے وہ محبت اسی انسان سے ملے جو میرے اندر کو سکون بخش دے"

وہ نظر جھکائے بولتی گئی اور جب رکی تو نظر اٹھا کر عبداللہ سے ملائی جو اسے توجہ سے دیکھ اور سن رہا تھا۔

"لیکن محبت کیا ہوتی ہے وہ شاید تمہاری طرف دیکھنے اور آنے کے بعد سمجھ آنے لگے، میں یہ دعوی تو نہیں کرسکتی نہ کروں گی کہ مجھے تم سے محبت ہے لیکن میں اتنا ضرور کہنا چاہتی ہوں کہ تم نے میرے اندر کی بہت سی کمیاں

پوری کر دیں۔ خاص کر بنا کسی بناوٹ اور لگاوٹ کے تم نے امل کو خاص بنایا۔ میں تمہارے ساتھ خوش اور پر سکون ہو رہی ہوں اور میرے نزدیک تمہاری اہمیت اس سے بہتر بیان نہیں ہو سکتی"

وہ یہ باقی کے جملے پوری ہمت اور سچائی سے عبداللہ کی آنکھوں میں دیکھ کر بولی جو اسکے ایسے اعتراف کی ہر گز امید نہیں رکھ رہا تھا، وہ کچھ بولا تو نہیں بس مسکرا کر امل کو پکڑے خود میں سمو ضرور گیا، جو خود بھی افسردہ سا مسکراتی اپنی بازو اسکے گرد پھیلائے پر سکون ہو کر آنکھیں موند گئی۔

"مجھے اپنی شرافت کی گارنٹی نہیں لینی چاہیے تھی یار، امل تم مجھے کیوں بے بس کر دیتی ہو۔ کسی دن میں نے واقعی اپنی جان کی خود جان لے لینی ہے۔۔۔۔"

وہ اسے خود میں شدت سے بھینچے یہ تھکی تھکی سرگوشیاں کرتا خاصا مسکین لگا مگر امل ہنوز شرارت سے مسکرا دی۔

"اب سکون سے سونا چاہیے، دو دن سے زرا بھی آرام کرنے کا موقع نہیں ملا۔۔۔ ویسے بھی یہاں ہم گھومنے آئے ہیں، رومینس تو تم سا بولڈ بندہ کہیں بھی کر سکتا ہے"

وہ اسکو پرے زبردستی جھٹکتی، اتراہٹ کے سنگ اٹھی اور ہری جھنڈی دیکھائے بڑے مزے سے جا کر لحاف پرے سرکائے، بستر میں لیٹے ہی اندر گھسی جبکہ وہ آنکھیں گمائے منہ بگھاڑتا خود بھی اٹھا اور مین لائیٹ آف کیے شرافت کے سنگ امل کے برابر آکر لیٹا تو امل نے اس پر بھی لحاف اوڑھائے مسکراتی آنکھیں ڈالے کروٹ عبداللہ کی جانب پلٹی۔

"اچھا پاس تو آجاو تھوڑی"

مسکینی کی حد کرتا وہ حسرت سے بازو کھول کر امل کو قریب آنے کا کہتا منمنایا تو امل نے ستم چھوڑنے کا فیصلہ کیے اپنا سر اسکی بازو پر رکھا اور قریب ہوئے

سرک کر لیٹی جبکہ جناب کے چہرے کی حسین مسکراہٹ نے امل کو شرمانے پر مجبور کیا۔

"آئی لوو یو امل، آئی ریلی بلیسڈ ٹو ہیو یو۔۔۔۔"

وہ اسکی جبین چومتا جذب سے بولا تو محترمہ کو اتراہٹ ہوئی، اور مسکراتے مسکراتے وہ اپنی آنکھیں بند کر گئی۔

"سو جاو عبداللہ"

نرم کی سرزنش کیے وہ اسکے سینے میں چھپ چکی تھی اور اب اتنا سکون اسے بھی کافی تھا کہ وہ خوشی خوشی اک پر سکون نیند میں اتر جاتا۔

..________________________..

سالار کے لیے رات میں پہننے والا شلوار قمیص دینے جب صغیر چچا کمرے میں آئے تو اس بندے کی قربت کا سوچتی وہ کب آنکھ بچا کر نماز پڑھنے کا بہانہ

کیے کمرے سے نکلی تھی کہ جناب اسکی تیزی اور چالا کی پر اش اش کر اٹھے، پھر صغیر چچا کچھ دیر سالار خان کے ساتھ بیٹھے اور دونوں نے چائے پی تو وہ بھی چلے گئے، کمرے میں ٹہل کر وہ کافی دیر اس فرار کرتی دوشیزہ کا منتظر رہا پھر تھکن سی محسوس کیے وہ بستر تک پہنچے تکیے دونوں ایک ساتھ پشت سے ٹیکے آکر لیٹ گیا۔

اب انتظار میں جمائیاں تک لینے لگا مگر رابعہ کا ایک دو گھنٹے سے اتا پتا ہی نہ تھا۔

وہ نماز پڑھنے کے بعد کب سے ٹھٹھرتی رات میں گھر کی پچھلی طرف بنے صحن میں دبکی بیٹھی تھی، وہ تو پانی پینے ہاجرہ اٹھیں تو اسے وہیں سرد لہر میں تحت پر بیٹھے بیٹھے سوتے دیکھا تو اچنبھے کے سنگ اس کی جانب پلٹیں اور کندھا ہلایا۔

"بھلا ہو گیا ہے کیا بچہ، ادھر کا ہے کو سو رہا ہے۔ اٹھو شاباشے۔۔۔ جاو اندر، دیکھو کیسے ٹھنڈ اتر رہا۔۔ یا مالکا یہ بچہ کیا کرتا ہے"

ہول اٹھتیں ہاجرہ کی آواز پر وہ ہڑبڑا کر اٹھی تو خود کو یہاں سویا پائے اور ہاجرہ چچی کی برہمی محسوس کیے شرمندہ سی اٹھ کھڑی ہوئی۔

"وہ میری آنکھ لگ گئی تھی"

مندی مندی آنکھیں ملے وہ منمنائی تو ہاجرہ صاحبہ ہنوز ناراض سی اسے لیے واپس برامدہ پار کیے کمرے تک آئیں اور رابعہ کو وہیں دروازے کے پاس جما دیکھ کر باقاعدہ گھوریں تو وہ فورا سہم کر کمرے میں داخل ہوئی اور اسکے پورے دو ڈھائی گھنٹوں بعد تشریف لانے پر جمائیاں لے کر اونگتا سالار خان بھی چونکا جو دروازہ بند کرتی شرمندہ سی جھکی بھرائی آنکھوں سے فرش دیکھنے میں مصروف تھی۔

پہلے تو خود سالار خان کو اپنی سوئی سوئی توجہ واپس لانی پڑی اور پھر جب غور کرنے پر پتا چلا کہ محترمہ رونے کی کوشش میں ہیں تو جھٹکے سے اٹھا اور چلتا ہوا عین رابعہ کے سامنے آن کھڑا ہوا۔

"کیا ہو گیا؟ رونے کی کوشش کس لیے؟ اور یہ تم کدھر بھاگ گئی تھی"

بغور رابعہ کا سر تا پیر جائزہ لیتا وہ بھاری آواز میں تفتیش کیے بولا جو گہری جامنی قمیص اور میرون شلوار میں ملبوس تھی، پھر ارد گرد چادر کی طرح میرون دوپٹہ اوڑھ رکھا تھا، بال اب گندھی ہوئی چٹیا میں بندھے تھے، جبکہ سالار خان کے رعب سے پوچھے سوال پر رابعہ نے سر اٹھائے اسے دیکھا۔

"آپ سے ڈر کر بھاگ گئی تھی مگر ہاجرہ چچی نے مجھے باہر صحن میں بیٹھے بیٹھے سو جانے پر رنگے ہاتھوں پکڑ لیا اور کیا بتاؤں مجھے کتنی شرمندگی ہوئی"

نہ تو وہ جھوٹ کہہ سکی نہ سالار خان کا سوال رد کر سکی جو اسکا اس درجہ غیر متوقع جواب سن کر قہقہہ لگائے نا صرف ہنسا بلکہ ہنستے ہوئے یکدم اس لڑکی کے اترے چہرے کو دیکھ کر اپنی ہنسی روک گیا۔

اور رابعہ اسکے اس طرح ہنسنے پر اداسی سے بھر گئی۔

"مجھ سے ڈر کر بھاگی ہی کیوں؟ سیریسلی۔۔۔۔ میں تمہیں کھانے لگا تھا کیا یا تمہیں یہ ڈر تھا کہیں خان میں جلاد جن نہ آجائے"

سالار خان کے سوال پر رابعہ کا وجود کپکپایا، اور پھر اسکی آنکھوں میں حیرت اور بے یقینی امڈ آئی۔

وہ چند ثانیے چپ رہی جیسے کوئی پر اثر لفظ ڈھونڈ رہی ہو، مگر سالار خان کی شخصیت کا رعب اس وقت اس پر حاوی تھا پھر وہ اسکے پاس بہت قریبی رشتے میں بدل کر موجود تھی، اور اسے سالار خان کا گلے لگانا الگ بے جان کر رہا تھا۔

"پٹھان بہت اصول پسند ہوتے ہیں اس لیے ڈر رہی تھی، موقع محل نہیں دیکھتے بس کر گزرتے ہیں۔ میں آپکا غصیلا اور ضدی روپ بھولی تھوڑا ہوں جو مجھے دیکھا کر رلایا تھا آپ نے"

ناجانے کیوں مگر وہ جو کل تک خود میں سمٹی ہوئی، کم گو، ڈبو اور ڈرپوک سی تھی آج شکائیت بھی اس استحقاق سے کر گئی کہ سالار خان کو دلی مسرت ہوئی، رابعہ کے یوں صاف گوئی سے سب کہہ دینے پر۔

"اور تم نے جس طرح میری مٹی رول دی تھی؟ یہ میرا ہی حوصلہ تھا کہ تمہیں دو چار ٹھوکی نہیں تھیں ورنہ سالار خان بات بعد میں کرتا ہے، اسکا بھاری ہاتھ پہلے اٹھتا ہے"

جب وہ شکووں پر اتری تو جناب نے بھی حساب باک کیے سفاکانہ سی گل فشانی کیے رابعہ کو اک پل ساکت کیا جو اس طرز کے ظالمانہ جواب پر تاسف سے بھر گئی۔

"کیا آپ مجھ پر ہاتھ اٹھانا چاہتے تھے؟ اتنی بری لگ رہی تھی میں آپکو؟"

وہ بولی تو مگر اسکی آواز کے بعد اسکی آنکھوں میں بھی سرخائی گھل گئی جبکہ سالار خان نے اپنے بے لگام زبان کو ملامت کیے کوسا، بھلا وہ ایسی بکواس کیسے کر گزرا تھا۔

"نہیں، میں نے تم سے مقابلہ بازی میں بس اک بے کار اور جھوٹی بکواس کی ہے۔۔۔"

وہ جبڑے بھینچ کر بولا تھا، اسے خود پر غصہ تھا یہ اسکے سرخ پڑتے غصیل چہرے سے عیاں تھا اور رابعہ اسکے جملے کی سختی پر مزید سہمی۔

"ب۔۔بات کیسے کر رہے ہیں"

وہ اسکے غصے سے ایک بار پھر حراساں ہوئی منمنائی تو سالار خان بچاری نظر اس نازک اندام پر ڈالتا رہ گیا۔

ناجانے کیا شے تھی یہ لڑکی۔

"میں ایسا ہی فضول ہوں، سو جاو آ کر۔۔۔ میٹر شارٹ نہ کرو"

سالار خان کی چڑ، رابعہ کو اس بار واقعی چبھی مگر وہ بولا ہی اس بیزاریت سے تھا کہ وہ ناچاہتے ہوئے بھی چپ چاپ حکم کی تعمیل کیے کانپتے ہاتھ بڑھا کر تکیہ اٹھاتی آہستگی سے آرام دہ پرانے طرز کے بنے صوفے کی جانب بڑھی تو سالار خان نے اچٹتی نگاہوں سے رابعہ کو دیکھا جسکے ہاتھ سے اس انسپیکٹر کی گھوری کے باعث تکیہ چھوٹ کر زمین پر گرا۔

"اب یہ کیا ہے؟ یاد دلانا پڑے گا کہ بیوی ہو تم میری۔ یہ الگ سونے والا چونچلا کم از کم سالار خان نہیں برداشت کرے گا۔ اٹھاو تکیہ اور واپس رکھو"

اس بار جناب تیوریاں چڑھائے، تھے تو غصہ مگر لہجہ ہر ممکنہ نرم رکھے حکم سونپا جس پر وہ فوراً سے بیشتر تکیہ اٹھاتی واپس مڑی اور سالار خان اسکی

حرکات و سکنات سے یکدم موڈ بدلتا محسوس کیے جاندار مسکرایا مگر رابعہ کی نظریں پڑنے سے پہلے ہی اس جواں مرد نے مہارت سے مسکراہٹ دبالی۔

"کیا ہو گیا انکو، کیوں جان لینے کے درپر اتر رہے ہیں خدایا"

دل ہی دل میں خوفزدہ ہو کر سوچتی وہ گردمائیوں کی طرح لپیٹا دوپٹہ جھجکتے ہوئے اتارتی اک طرف رکھے بیٹھی اور ساتھ ہی سر تک رضائی اوڑھ لی، چونکہ پہاڑی علاقہ ہونے کے باعث یہاں زیادہ ٹھنڈ تھی تبھی ابھی سے گرم بسترے استعمال کیے جانے لگے تھے اور سالار خان اک ٹھنڈی سانس بھرتا رابعہ کے آنکھیں سختی سے بند کرنے کو دیکھتا بازو سینے پر لپیٹے وہیں کھڑا رہا اور بغور رابعہ کی تھرتھراتی پلکیں دیکھنے لگا۔

وہ جوارد گرد خاموشی محسوس کیے، کچھ لمحوں بعد آنکھیں کھولنے کی کوشش میں تھی، عین سامنے تنے جناب کو دیکھ کر ہڑبڑاتی اٹھ بیٹھی۔

"کیا ہے آپکو؟ مزید پریشان تو مت کریں۔۔۔۔"

نہایت مسکین بن کر وہ منمنائی، لبوں پر مچل اٹھتا یہ شکوہ سن کر سالار خان بھی اپنی جگہ چھوڑتا ساتھ ہی آکر بیٹھا جو اسکے بیٹھتے ہی زرا پرے سرک کر مزید سالار خان کو طیش دلا گئی تھی۔

وہ جبڑے بھینچ کر تلملاتی نگاہ سے غضبناک خاموش وارننگ دے کر رابعہ کی جان آدھی کر چکا تھا۔

"مجھے ایک بات بتاو، کیا ہر رات یہی ڈرامہ چلے گا ہمارے بیچ؟ نہیں میرا مطلب یہ سڑی اور تھکی لو وسٹوری ہو گی ہماری؟ کوئی فیلنگز نامی شے نہیں ہے ہمارے بیچ جو ہم بچگانہ آنکھ مچولی کا نبا نبی تماشا کریں۔۔۔ میرا خیال ہے نہ تم چنی کاکی اور نازک چھوئی موئی ہو نہ میں دل پھینک آوارہ نوجوان عاشق"

وہ ایک دم پلٹا اور رابعہ کی بازو جکڑ کر زرا اپنی سمت دھکیلے، سنجیدہ اور جلے بھنے لہجے میں جو بولا، وہ اس سخت اور خطرناک سچویشن میں بھی رابعہ کی

ہوائیاں اڑانے کے ساتھ اڑی اڑی ہنسی سے نواز گیا جو سالار خان کے عتاب پر نمک سا کام دیکھا چکا تھا۔

وہ فوری مسکراہٹ دباتی نظریں چرا گئی تو سالار خان بھی غصہ پرے کرتا، اس لڑکی کی گلابی ہوتی گالیں دیکھنے لگا، پھر وہ جیسے بدحواس سا مسکراتی اور کبھی سہما سا تاثر دینے لگتی، وہ جناب کے دل کو چھیڑ گیا۔

"آپ مجھ سے کیا امید کر رہے ہیں؟ میری حالت آپ سے بہتر کوئی جان نہیں سکتا سالار خان۔۔۔ اور ویسے بھی جب آپ شوہر کی طرح ساتھ رہیں گے تبھی مجھے بھی بیوی والے احساسات آئیں گے ناں۔۔۔یوں پہلے اچانک نکاح اور اب آپ کے ساتھ یہ غیر متوقع تنہائی، مجھے نہیں لگتا کہ میں توقع کے برعکس برتاو کر رہی ہوں۔۔۔"

وہ اسے بنا دیکھے بولی تو سالار خان اسکے ایسے جواب پر حیران بھی ہوا اور متاثر بھی جسے مسکرانے کے ساتھ ساتھ بہت کچھ اور بھی آ گیا تھا۔

"ہاں سہی کہا میں ہی کچھ فاسٹ چل رہا ہوں، اور رہی بات ساتھ مستقل رہنے کی تو وہ تو اب میں ضد میں ناممکن بناوں گا۔۔۔۔ ہفتے بعد ایک چکر لگایا کروں گا اور پھر ہم یہ والا ڈرامہ کیا کریں گے۔۔۔۔ مجھے فجر کے وقت جگا دینا۔۔۔۔۔"

تمام تر مسرت دبائے وہ اخیر سنگین بنا، خوامخواہ کی ناراضگی جتاتا، اسکور ہا کرتا نہ صرف منہ موڑ گیا بلکہ اپنی برہمی جتاتا تکیہ درست کیے لیٹا اور بازو چہرے پر رکھ لی جبکہ رابعہ کا دل اداسی سے بھر گیا۔

اسے سمجھ نہ آئی کہ وہ اب سالار خان کا پہاڑ غصہ اور ناراضگی کیسے ہٹائے۔

"آپ مجھے گناہ گار کر رہے ہیں سالار خان، فرشتے مجھ پر لعنت بھیجیں گے اگر میں نے آپکو ناراض کر دیا"

کچھ دیر وہ آواز کو مضبوط کرتی رہی اور پھر دھیرے سے اپنا ہاتھ بڑھا کر سالار کی بازو ہلائے رندھی آواز سے سسکی جو ایسی بات سن کر صدمے والا تاثر دیے، آنکھوں پر دھری بازو ہٹائے ششدر سا اسے دیکھنے لگا۔

"ہیں"

سالار خان کے منہ سے بے اختیار پھسلا تو محترمہ نے تصدیق میں سر کو زور سے ہلائے، ہتھیلی سے آنکھیں رگڑیں۔

"جی، آپ مجھ سے ناراض نہ ہو کر سوئیں"

وہ اپنی بات پر زور دیتی، قدرے دکھ سے بولی۔

سالار خان کا تھوڑا سا دماغ از سر نو گھوما مگر آفرین تھا وہ جان دار بندہ جو سر کسی دیوار سے دے مارنے کی چاہت کیے دانت پیس کر رہ گیا۔

"تمہیں پتا نہیں ہے مگر سالار خان کو منانا اس قدر خطرناک ہو سکتا ہے یہ تم سوچ بھی نہیں سکتی، پھر بھی چاہتی ہو میں ناراضگی چھوڑ دوں؟"

وہ اس بار اسکے چہرے کی اور زرا عاشقانہ نگاہ بھٹکائے، معنی خیزی سے بولا، مونچھ تلے دیکھائی دیتے بھرے بھرے ہونٹ عجیب پر سرور مسکراہٹ میں ڈھلے مگر رابعہ ضرور اسکے ذو معنی انداز پر سٹپٹائی۔

"کیا کرنا پڑے گا مجھے؟"

حلق تر کیے وہ ہمت کیے پوچھ بیٹھی، اور جناب اس درجہ حوصلے پر متاثر کن مسکرائے۔

"زیادہ کچھ نہیں بس اس فضول اور اریٹیٹنگ ڈرامے کو زرا سائیڈ پر کر دو، اپنے کہے کو ثابت کرو جو تم نے اس روز کہا تھا۔ کہ تم میرے ساتھ جینا چاہتی ہو"

وہ اسکی کلائی تھامے انگلیوں کی پوروں سے سہلائے بنا اسکی صورت تکتا بولا جو اک لمحہ یوں تھی جیسے اسکا دل اچھل کر حلق میں آن اٹکا ہو۔

"وہ کہنے کی حد تک آسان تھا بس سالار خان"

وہ اسکے ہاتھ کو اپنی بازو کی جانب حرکت کرتا دیکھ کر دم سادھے اس قدر مدھم بولی کہ سالار خان بمشکل سن پایا، اسکی ہونٹوں پر اک جاندار مسکراہٹ ضرور اتری۔

"ثابت کرنے میں کیسی مشکل درپیش ہے تمہیں؟"

وہ اب اسکے جھکے چہرے کی جانب تکتا، ہاتھ بڑھا کر اسکے تپتے گال چھوئے گھمبیر لہجے میں استفسار کر رہا تھا جواب اتنی ہمت بھی نہ رکھ رہی تھی کہ نظر اٹھا کر اسے دیکھ پاتی۔

"بہت ساری دوریاں حائل ہیں، جن میں ایک اپنی اوقات سے بڑا خواب سجانا بھی ہے۔ اور پھر دل کو سمجھانے میں بھی تو وقت لگتا ہے، اور کسی ایسے کی جانب بڑھنا جو آپکی طرح نا مکمل اور عیب دار نہ ہو، ناممکن لگنے لگتا ہے"

وہ اس بار اداس اور غمگین تھی، اس نے خود کو جس اذیت بھرے انداز میں نا مکمل اور عیب دار کہا وہ سالار خان کے سینے پر آتش دہکا گیا، وہ اسے اس طرح بات کرتے ہوئے نہیں دیکھنا چاہتا تھا، خاص کر اب جب وہ اسکی تھی۔

"یہ فضولیات سوچنے سے بہتر ہے تم اپنا ننھا دماغ مجھ پر لگاؤ سمجھی، اور دل بھی۔۔۔ زیادہ بڑے دل کا مالک نہیں ہوں جو تمہاری ناز برداریوں کے چکر میں دوریوں پر صبر کے گھونٹ بھرے ٹھنڈی آہیں بھروں۔۔۔ اپنا حق چھین لینے والا سالار خان ہوں، اور تم وہ واحد ہو جس پر حق جتانے میں لمحہ نہیں لگاؤں گا۔ بات سمجھی ہو یا دوسری زبان میں سمجھاوں"

وہ اسکے تمام خود ترس جذبات اور الفاظ سن کر منصوعی طیش میں آیا اور خاص روائیتی حاکم بنے کھری کھری سنائے، کھڑوس بن کر اسکی بازو جکڑے جھٹکا دیا اور اگلے ہی پل رابعہ اسکے پہلو میں آن سمٹی مگر تمام تر گھبراہٹ کے وہ اس درجہ رعب جماتے اور حق جتاتے انداز پر مسکراہٹ نہ روک پائی اور اپنے چہرے کے تمام رنگ چھپانے کو چہرہ، سالار خان کے چوڑے سینے میں چھپا گئی، جناب بھی اکڑ اور کڑواہٹ ترک کیے زرا جی دار مسکرائے اور اسے اتنا قریب محسوس کیے اک پر سکون نیند لینے کی تیاری پکڑی۔

کیونکہ کل کا دن بھیانک ہونے والا تھا۔

..______________________..

رات کھانے کے بعد وہ دونوں نماز ادا کرنے کے بعد بیچ کا فاصلہ برقرار رکھنے کی کوششوں میں رہے، نیلم نماز کے بعد مبین کو روم میں نماز ادا کرتا دیکھ کر واپس باہر آئے کچھ دیر ٹی وی دیکھنے کے بعد وہیں سو گئی تو مبین بھی

تھکن کے باعث نماز پڑھنے کے بعد اک نظر باہر آکر سوجاتی نیلم پر ڈالے، اس پر لحاف اوڑھاتا واپس روم میں جا کر سو گیا، تہجد کے لیے وہ آلارم لگا کر سوئی تھی تبھی آلارم پر آنکھ کھلی تو خود کو یہیں سٹنگ ایریا میں سویا پا کر ہڑبڑا کر اٹھی اور آہستہ آواز میں چلتا ایل سی ڈی آف کیا۔

"کتنی بری ہوں میں، انکے لیے سج دھج کر یہاں آکر سو گئی۔ اف نیلم اف۔۔۔ کیا سوچ رہے ہوں گے کہ کیسی بے فیض بیوی ملی ہے"

خود کو ملامت کیے وہ اٹھ کر کمرے کی طرف لپکی تو دروازہ آہستگی سے کھولے اندر جھانکا جہاں وہ Hot Blad Men مزے کی نیند میں منہمک تھا، سر پر جناب نے Head Wrap scarf باندھ رکھا تھا اور تکیے پر سر رکھے، ایک بازو تکیے کے نیچے جبکہ لحاف کمر سے نیچے تھا جس پر نیلم مسکراتی ہوئی اندر آئی اور احتیاط کے سنگ جناب پر کمبل کروایا اور پھر وضو کے لیے بڑھی۔

تہجد ادا کیے وہ جائے نماز واپس فولڈ کر کے رکھتی، سر پر لی چادر کھول کر وہیں صوفے کی پشت پر رکھے گھڑی پر نگاہ ڈالے چلتی ہوئی بیڈ تک آئی جو اب ایک بازو کھولے جبکہ دوسری فولڈ کیے، ہاتھ سینے پر رکھے سو رہا تھا۔

"کیوں ہیں اتنے پیارے آپ مبین، آپکا تو پتا نہیں لیکن اتنے سارے دن ساتھ رہی تو آپکو نیلم آپ سے خود چرا لے گی۔ ایک اس امل کی بچی کو دیکھو زرا! عبداللہ بھائی کیا ملے، مجھ مسکین کو خود بھول گئی۔۔۔ کل کرتی ہوں کال اور خوب خبر لوں گی"

وہ زرا احتیاط کے سنگ بیڈ پر چڑھ کر بیٹھی آہستگی سے اس جان لیوا بندے کو دیکھے بولی پھر امل کی یاد آنے پر محترمہ کا دل اس طرف مائل ہوا۔

"اور ان موصوف کو دیکھو زرا، آج کل کے دور میں کون خود پر اتنا کنٹرول کر سکتا ہے؟ میں کیسے کہا کروں گی انکو کہ مجھے اپنی قربت کے کچھ لمحے دے دیں۔۔۔۔"

وہ اسکے پاس بیٹھی ہاتھ کو دھیرے سے حرکت دیے آگے بڑھا کر مبین کی بے خبری کا فائدہ اٹھائے، اسکی پلکوں کو چھوئے افسردگی سے بولی اور پھر ہاتھ اس احتیاط سے پیچھے ہٹا لیا کہ کہیں وہ جاگ نہ جائے، مگر نا جانے یہ شہزادی کے پاس آکر فدا ہونے کی ادا کا اثر تھا یا اسکی موجودگی کا سکون، وہ گہری نیند سے نکل کر اپنے آس پاس پھیلی خوشبو محسوس کرنے لگا۔

"میں آپکے ساتھ یہ رات خوبصورت بنا سکتی تھی مگر میری یہ بے وقت نشئیوں جیسی نیند! مجھے آپ سے دور کر گئی۔۔۔اور آپ؟ مجھے باہر سے اٹھا کر پاس نہیں لا سکتے تھے کیا؟ میں آپکے پہلو میں جاگتی تو کتنی خوش ہوتی۔۔۔آپ ایسے ہیں کہ آپ سے دور گزرتا ایک بھی لمحہ مجھے خسارہ لگنے لگا ہے مبین، میرا کیا ہو گا۔ آپکی شہزادی تو اس سفید پوشی میں ہی ماری جائے گی"

وہ اسکے چہرے کی اور جھک کر اسکی آہستہ آہستہ سانس لینے کی خوشبو، دیوانگی کے سنگ سونگتی، مدھم سا بولی اور مبین عارض سکندر نے پورے

ہوش وحواس میں نیلم کے ہونٹوں سے نکلتے یہ موتی سنے بھی اور ان گلاب سی پنکھڑیوں کو اپنی گال کے ساتھ مس ہوتے محسوس بھی کیا مگر وہ آنکھیں کھول کر نیلم کو بے قرار نہیں کرنا چاہتا تھا۔

وہ اس کی ایسی ہی بے تاب سرگوشیاں سننے کا تمنائی تھا۔

" آپکو پتا ہے، آپ کی خوشبو میرے اندر باہر رچ بس چکی ہے۔ دل دھڑکتا ہے تو آپکا نام لیتا ہے صاحب! سانس چلتی ہے تو آپکی خوشبو بکھیرتی ہے، پہلے دسترس سے باہر رہ کر ستایا اور اب نیلم کے ہو کر ستانے پر اتر آئے ہیں۔۔۔ امل کو بتاوں گی، وہ ضرور میری بے قراری کا حل نکال لے گی۔۔۔ اب تو میں واقعی اسکی بے باک باتیں مس کر رہی جو مجھے اس وقت درکار ہیں۔۔۔ امل! میری جان تم سکون میں ہو یہ میرا دل کہہ رہا ہے۔۔۔۔۔ بٹ آئی مس یو"

وہ اس بندے کا دل دھڑکاتی یکدم ہی دوبارہ امل کو یاد کرتے اداس ہوئی اور اب مبین عارض سکندر سے سہانہ گیا کہ اسکی شہزادی اسکے ہوتے ہوئے اداس ہو۔

کب وہ اپنا پھیلا بازو سمیٹ کر نیلم کے گرد حائل کیے اسے جھٹکے سے خود پر گرائے بند آنکھوں سے مسکرایا کہ وہ جو اس پر زرا جھکی ہوئی کسی افسردہ سوچ میں تھی، اچانک سے اس پر گرتی بوکھلائی پھر جب مبین کی بند آنکھیں کھلیں تو نیلم کا دل سینے میں پھڑپھڑا کر رہ گیا۔

"امل سے کہنے کے بجائے آپ اگر مجھ سے دل کا حال کہہ کر مشورہ لیں تو مجھے بہت خوشی ہوگی میری جان"

ایک بازو بڑے سکون سے شہزادی کے گرد حائل کرتا وہ خود پر جھکی، ہونق شہزادی کو تکتا آنچ دیتے لہجے میں مسکرایا جبکہ اس جھٹکے کے باعث نیلم کے

بال مبین کے سینے پر بکھر گئے جسے وہ دوسرے ہاتھ سے چھو کر پکڑے نیلم کی کمر کی جانب اچھال رہا تھا۔

جبکہ مبین سب سن چکا ہے یہ سوچ ہی نیلم کا پورا جسم لرزا گئی۔

خوف کے مارے نیلم کا چہرہ سرخ پڑا۔

"آ۔۔ آپ جاگ رہے تھے؟ ناٹ فیئر"

وہ باقاعدہ اس درجہ روح سہلاتی گرفت میں منمنا اٹھی۔

"آپ میرے قریب آئیں اور مجھے خبر نہ ہو ایسا ممکن ہی کب ہے، کیا واقعی میری قربت آپکی اس درجہ چاہت ہے نیلم؟"

وہ سب کچھ بھول چکا تھا، یاد تھے تو وہ اظہار جو نیلم نے اسے بے خبر سمجھ کر دیے تھے جبکہ مبین کا لہجہ جس طرح بے قرار ہوا، نیلم کو لگا دل ابھی رک جائے گا۔

جبکہ حصار اس ذو معنی خاموشی کے بیچ جس قدر بڑھا، تشنگی کو بھی پر لگے۔

"آپ۔۔۔ آپ ایسے سوال نہ کریں۔۔۔۔ م۔۔ مجھے کچھ ہو جائے گا۔۔۔۔"

وہ اس کے اوپر جھکی تھی، اس جان لیوا نزدیکی سے بچنے کو واپس اٹھے سر تکیے پر رکھے اسکے ساتھ ہی لیٹ گئی مگر بیچ میں چند انچ کا فاصلہ تھا، جسے اس مرد جاہ نے اس دلفریبی سے عبور کیا کہ بنا فرار کی مہلت دیے وہ اب زرا نیلم کی اور زرا سی کروٹ بدل گیا جو خود پر اسکی نگاہوں کی تپش محسوس کرتی خود کو مضبوط ثابت کیے فانوس کی جانب نظریں جمائے رہی۔

"ٹھیک ہے میں واپس سو جاتا ہوں پھر۔۔۔۔"

وہ مزے سے جملہ ادا کرتے آنکھیں بند کیے بولا تو نیلم نے اداسی کے سنگ چہرہ موڑے اسکی بند آنکھیں دیکھیں اور بے تاب ہوئے خود بھی کروٹ مبین کی سمت بدل گئی۔

"بندہ تھوڑا تو اصرار کرتا ہے"

وہ من ہی من میں سلگی، جبکہ مبین ہنوز پر سکون ہوئے آنکھیں موندے رہا۔

"آپ واقعی سو گئے"

ایک بار پھر نیلم کا دل تڑپا، وہ باقاعدہ رونے والی ہوئی مگر جناب کی آنکھیں کھلیں وہیں نیلم نے روٹھ کر چہرہ اور کروٹ واپس سیدھی کرلی۔

"اب یعنی آپ مجھ معصوم سے خفا بھی ہوں گی، مجھے میرا جرم تو بتائیں شہزادی۔۔۔"

اپنا ایک ہاتھ سر کے نیچے دہرا کیے وہ دوسرے کو بڑھا کر نیلم کی رخسار دباتا شرارتی چڑاتے لہجے میں معصومیت جھاڑے بولا تو وہ مزید روٹھی۔

"آپ نے مجھے اگنور کیا، جاننے کے باوجود کے آپکی قربت میری چاہت ہے۔۔۔ سونے کی کوشش میں ہیں۔۔ جائیں میں آپ سے نہیں بولتی ۔۔بس نیلم ناراض ہو گئی"

وہ اسکی جانب چاہ کر بھی کمر کر کے نہیں سو سکتی تھی تبھی بس چہرہ موڑا تھا جو جناب کو سوئی سوئی حالت سے نکال کر تمام احساسات بیدار کیے جگا گیا۔

"نیلم خود کیوں نہیں آجاتی میرے قریب؟"

کمال مروتی سے سوال کرتا وہ بھی کروٹ واپس سیدھی کیے لیٹا جبکہ اسکے سوال پر نیلم نے منہ پھلائے گردن موڑ کر مبین کی سمت تاسف سے دیکھا۔

پر پھر نا جانے کیا ہوا کہ لپک کر قریب ہوئی اور اپنا سر مبین کے سینے پر رکھے بازو کھولے ساتھ جا لگی اور اسکے یوں جان لے جانے پر مبین کی مسکراہٹ اسکے نرم ہونٹوں کا احاطہ کر گئی۔

وہ بھی اسکے گرد سر کے نیچے گزرتی بازو والا ہاتھ باندھے دوسرے ہاتھ سے چہرہ چھپانے کی کوششوں میں ملوث شہزادی کے ملائم بال سہلاتا مسکرایا جو کچھ دیر بعد ہمت یکجا کیے اسے سر اٹھائے دیکھنے لگی۔

"اب حکم کریں، آپکی کون کونسی خواہش کا احترام کروں"

اسکے چہرے پر سے بالوں کی لٹیں ہٹاتا وہ ایک بات پھر نیلم کا دل دھڑکا گیا، اسکے لفظ نیلم کے اندر تک ہلچل مچاتے اترے۔

"کیوں ہیں آپ اتنے جان لیوا؟"

وہ کہنا نہیں چاہتی تھی پر اسکی آنکھوں میں دیکھ کر بے اختیار کہہ بیٹھی، جہاں جذبوں کا سمندر موجزن تھا۔

پھر جیسے وہ اسکے پاس تھی، دل تک بے ایمان ہوا جا رہا تھا۔

"خود پر کیوں نگاہ نہیں ڈالتیں بشام جان! کبھی خود سے یہی سوال کریں تو میرا ابھی بھلا ہو جائے"

وہ گویا خاصے عاجز لہجے میں شکوہ کیے مسکرایا، جبکہ نیلم کے احساسات تو بازو کی بڑھتی گرفت جگا رہے تھے، کمر پر سرسراتی انگلیوں کی دھیمی حرکت، پھر سانسوں کی خوشبو، دھڑکنوں کا سنگم، سبھی جان لیوا ہوا۔

"مبین"

وہ رحم طلب ہوئے بے اختیار اسے پکاری تو مبین عارض سکندر کا دل شدت سے دھڑکا۔

"نام مت لیں میرا، وہ بھی اس طرح"

وہ اسکی سرزنش کیے سنجیدہ ہوا، جبکہ نیلم تو اسکی چرائی نگاہوں پر ہی مر مٹی۔

"سنیں!"

وہ اسکے جذباتی ہو کر چہرہ جھکا کر سینے میں چھپ جانے پر سرگوشی کیے بولا تو نیلم نے فوراً سر اٹھائے دیکھا۔

"اس قدر جلدی سننا ضروری تھا کیا"

وہ اسے خود کی سمت بے تاب نظروں سے دیکھتا پائے پھر سے شکوہ کناں ہوا جواب واقعی منہ پھلا گئی۔

"مجھے ستا رہے ہیں ناں، غلط بات ہے"

وہ بھی تو نیلم تھی، فوری اداس ہوئے منمنائی۔

"ستا تو آپ رہی ہیں، مبین عارض سکندر کی ہمت آزما کر"

وہ اس بار اسکی آنکھوں کو تکتا، گرفت میں شدت ملائے نرمی مگر شدت کے سنگ نیلم کی جبین چومتا بولا جو اسکے قریب آنے کے ارادے جان کر اپنے آپ میں سمٹنے لگی۔

"آپ اپنی شہزادی کے ہاتھوں ستائے جا رہے ہیں؟میری جان لینی ہے کیا؟
"

وہ اسکے اس الزام پر تڑپ کر سسکی جبکہ جناب تو بے خود مسکرائے۔

"جی تھوڑی سی"

بے نیاز بن کر کہے وہ اسے خاموشی سے اپنے شدت بھرے اظہار سونپ کر ،نرمی سے جان لینے کی بات پر عمل پیرا ہو کر دیکھا چکا تھا جو بس ابھی تک سوچ کر ہی کپکپا رہی تھی،جب وہ قربت میسر آئی تو شہزادی کی جان لبوں پر آگئی، مگر مبین عارض سکندر کے لیے یہ لمحے اخیر خوبصورت ضرور بن گئے۔

ناقابل فراموش سے۔۔۔

..________________________..

اگلی صبح زمین زادوں پر اتر چکی تھی، ماحول میں آج عجب سی یاسیت رچی تھی، سالار خان اور رابعہ فجر کے وقت ہی واپسی کے لیے روانہ ہو گئے تھے وہیں ہادی سکندر بھی آج کے اس دن اپنی جنگ کی جیت کی امید لیے متحرک ہو چکا تھا، یہ جانتے ہوئے بھی کہ آج کا دن اسکے لیے کسی قسم کی خیر وعافیت ساتھ نہیں لائے گا۔

وہ آفس میں ہی سالار خان کا منتظر تھا، چہرہ سپید تاثرات سے مزین جبکہ آج کے اس دن کی سختی کم کرنے کی نیت سے وہ کورٹ روانگی سے پہلے ماہ سے بات کرنا چاہتا تھا تبھی اسے کال کرنے کی نیت سے آفس سے باہر نکل آیا۔

ماہ کی طبعیت صبح اٹھتے ہی مزید عجیب اور ناساز تھی، سر بھاری ہونے کے ساتھ ساتھ اسے عجیب سی سستی اور پیٹ میں ہوتے درد نے نڈھال کر دیا تھا۔

اب تو اسے بھی لگا جیسے اپنی طبعیت کے بارے وہ المیر اممّا کو نہ بتا کر غلط کر رہی ہے تبھی فریش ہو کر واش روم سے باہر نکلتے ہی بیڈ پر دھرا اپنا دوپٹہ اٹھا کر کندھے کی اک جانب پھیلائے وہ اس سے پہلے المیر اممّا کے پاس جاتی، فون پر آتی کال نے ماہ کی توجہ کھینچی۔

وہ جاتے جاتے پلٹی اور فون تک پہنچی جہاں ہادی کا جگمگاتا نام دیکھ کر اسکا ویسے ہی دل بھر آیا۔

"ہادی، یاد رکھیے گا یہ کل آخری رات تھی آپکے بنا، اب اگر آپ مجھ سے مزید دور رہے تو میں خود نہیں جانتی کہ مجھے کیا کیا ہو جائے گا"

کال اٹھاتے ہی وہ جس تکلیف اور اداسی کے سنگ یہ تنبیہہ کیے بولی، ہادی مسکرایا بھی اور ساتھ اسکے لیے متفکر بھی ہوا۔

"پھر سے رو تو چڑیا بننے کی کوشش مت کرو ماہ، کہا تھا ناں آج تمہارے پاس آجاوں گا تو اتنا افسردہ ہونے کی کیا ضرورت ہے۔ ٹھیک تو ہو؟"

کرسی سنبھالے بیٹھتا وہ ہلکی ہلکی پھیلتی صبح پر نگاہ دوڑائے اسے سمجھانے کے ساتھ ساتھ اسکی کمزور پڑتی کیفیت پر پریشان بھی ہوا جو خود نہیں جانتی تھی کہ اسکا دل کیوں آج اس قدر بھرے جا رہا ہے۔

"ہ۔۔ہادی۔۔ مم۔۔ میں ٹھیک نہیں، میں آپکو مس کرتے کرتے آدھی ہو رہی ہوں۔ مجھے آپکے بنا نہیں رہنا یار مجھے سمجھتے کیوں نہیں۔ آپ کی دوری مجھے آہستہ آہستہ کھا دے گی اور آپکو پتا بھی نہیں چلے گا"

وہ ہر ممکنہ کوشش کیے اپنی حالت سنبھالنے کی تگ و دو میں تھی مگر کیا کرتی کہ وہ نہ تو اتنی بہادر تھی نہ باہمت، اسے تو یہ تک علم نہ تھا کہ قدرت نے اس پر چپکے سے کیسا انعام کر دیا ہے، تو پھر بھلا جب جیت اتنی قریب ہو، صلہ اس قدر پاس ہو تو کیونکر ہار اور ناکامی مل سکتی تھی۔

جبکہ ماہ کا پہلی بار اس درجہ کمزور انداز اور لہجہ، خود ہادی سکندر کے لیے باعث تشویش تھا۔

وہ رو تو نہیں رہی تھی مگر وہ بہت بے بس محسوس ہو رہی تھی۔

"کیوں کر رہی ہو ایسی باتیں ماہ، میری جان کہا ہے ناں میں تمہارے پاس رہوں گا اب۔ یہ کیس اور یہ جنگ آج اختتام پذیر ہو جائے گی۔ آج یونی مت جانا، طبعیت سیٹ نہیں ہے تو المیرا کے پاس ہی رہو اور آرام کرنا۔ اور دوبارہ اگر تم نے ایسی مایوس کن بات کی تو مجھے بہت دکھ ہو گا۔ میں اب آخر وقت میں سالار خان کو اکیلا تھوڑی چھوڑ سکتا ہوں۔۔۔ اس بندے کی ساری زندگی اس جنگ کو لڑنے میں صرف ہوئی ہے۔ میں چاہتا ہوں ہادی مر بھی جائے تو کوئی اسے اچھے لفظوں میں ایک مدد گار کے طور پر ضرور یاد رکھے، ممکن ہے یہی میری بخشیش کا وسیلہ بن جائے"

وہ اداس ہوا تھا، لیکن ماہ کیا بتاتی کہ وہ کس مشکل سے اس کو دور برداشت کیے سانسیں بھر رہی ہے، وہ ہادی کی ہر بات سمجھتی تھی پر جو اس کی اس وقت حالت زار تھی وہ کچھ اور ہی داستان سنا رہی تھی، تبھی تو وہ باولی ہو رہی تھی۔

ہادی کی تمام باتیں ماہ کو مزید افسردہ کر چکی تھیں۔

"ہادی۔۔۔پلیز جلدی آیئے گا۔ میں خود نہیں جانتی مجھے کیا ہوا ہے پر بات بات پر رونا آرہا ہے اور طبعیت لگتار کئی دن سے بوجھل ہے۔ اگر آج بھی آپ نہ آئے تو سن لیں میں رو رو کر سارا گھر سر پر اٹھالوں گی پھر چاہے میرا دم ہی کیوں نہ نکل جائے۔۔۔۔ نہیں چاہیے مجھے خود سے دور بیٹھے آپ۔۔۔۔بس۔۔۔"

وہ اسکے لاکھ سمجھانے کے باوجود بھری آواز میں لاتعداد شکوے کہتی فون ہی کاٹ گئی اور وہ جو اسکے انداز اور حالت پر متفکر تھا، آج تو کچھ پراسرار سی فکر میں مبتلا لگا۔

جبکہ وہ خود کو کچھ دیر کمپوز کرتی، کمرے سے نکل کر المیرا مما کے روم کی طرف بڑھ گئی۔

"کیوں ری ایکٹ کر رہی ہے یہ ایسا، کہیں۔۔۔۔۔؟"

وہ جو کنپٹی سہلائے باغیچے میں چکر کاٹنے لگا تھا، یکدم کسی سوچ پر رکا، چہرے پر اضطراب امڈ چکا تھا اور ہادی کی ساری فکر لمحے میں پریشانی کا روپ دھار چکی تھی۔

جبکہ دوسری طرف حسب توقع، مہک صاحبہ، مناحل اور فیاض صاحب دس تک عارض ولا پہنچ چکے تھے، چونکہ انکی آمد کا مقصد سبھی کو پتا تھا تبھی ماہ جبین نے مان کو بھی آفس سے روک لیا تھا۔

وہ بہت پیار اور محبت کے سنگ مان کو اپنے شاہ ویر کے لیے مانگنے آئے تھے اور انکی محبت، شفقت، اور مان سے والہانہ انسیت نے ماہ جبین اور عارض سکندر کے دل کی تمام فکریں ہٹا دیں جو اپنے تینوں بچوں کی طرح اپنی مان کے لیے بھی فکر مند تھے۔

مہک صاحبہ تو آج ہی مان کو شاہ کی امانت بنانے پر مصر تھیں جبکہ انکی محبت اور چاہ کے آگے ماہ جبین اور عارض سکندر بھی پوری رضا کے سنگ اپنی مان کو شاہ کے حوالے کرنے پر راضی ہو گئے۔

"ان شاء اللہ باقاعدہ دھوم دھام سے شادی تو سب بچوں کی واپسی کے بعد ہی ہو گی، میری خواہش ہے کہ میں مان کو اپنے شاہ ویر کی امانت بنا دوں"

حسب توقع وہ بہت پیاری سی گولڈ رنگ ساتھ لائی تھیں جسے سب کی اجازت کے بعد انھوں نے مان کی انگلی کا حصہ بنائے اس پور پور سنوری سی مان خلیل سکندر کو اپنے سینے لگائے پیار لٹایا۔

سب کے چہرے اس خوبصورت رشتے پر کھل اٹھے، شاہ خود نہیں آیا تھا کیونکہ والدہ نے اسے آنے کی لفٹ ہی نہ کرائی تبھی جناب اپنے آرام کو خیر آباد کیے واپس ذمہ داری سنبھالنے روانہ ہو گئے مگر اب وہ خوش تھا کہ اس نے سب کے سامنے مان کو اپنا بنانے کی سمت پہلا قدم بڑھا دیا تھا۔

چونکہ نیلم، مبین، امل، عبداللہ سب غیر حاضر تھے تبھی فی الحال نکاح کی رسم انھیں مناسب نہ لگی تو مہک صاحبہ نے ہی منگنی کی تجویز دی۔

اور پھر مان کے دل کی خوشی آج حد سے سوا تھی، شاہ ویر کے نام لگنا اسکے اندر کے ہر انتشار اور الجھاو کو حل کر چکا تھا۔

مگر آج قیامت کا دن بھی تھا۔

ایسی قیامت جو کچھ پل سبکو ہلا کر رکھنے والی تھی۔

..________________________..

"تم سمجھ گئے ہو ناں بلاول؟"

وہ فون پر مصروف ہوئے باہر چھوٹے سے لان میں کھڑا تھا، جس کے جواب میں کورٹ ہیرنگ کے لیے ہادی کے ساتھ نکلنے کے لیے تیار بلاول بھی کال سننے کی نیت سے ایک طرف آگیا۔

"جی بھائی، آپ بے فکر رہیں"

بلاول نے فرمابرداری سے جواب دیا جس پر مبین نے سر ہلائے کال کاٹی اور اسی لمحے کچن میں بنی ونڈو سے نگاہ نیلم پر گئی جو مزے سے بریک فاسٹ بنانے میں مصروف تھی۔

آج مبین نے اپنا کام ایک طرف کیے نیلم کے ساتھ لنچ اور ڈنر باہر کرنے کے ساتھ ساتھ گھومنے کا پلین کیا تھا تبھی وہ بھی سارا دن مبین کے ساتھ گزارنے کی خوشی میں ایکسائٹڈ تھی۔

"کیا ہوا؟ طبعیت ٹھیک ہے"

وہ جو ناشتہ بنا کر ڈائنگ پر لگا رہی تھی، مبین کو کسی گہری سوچ میں مبتلا ہو کر وہیں آتا دیکھے وہ فکر مندی سے پوچھتی اسکی جانب چلی آئی جو واقعی کچھ اپ سیٹ تھا۔

"ہمم۔۔ہادی کے لیے فکر مند ہوں۔پتا نہیں وہ الٹی کھوپڑی کا مالک کب کیا کر دے۔۔۔ ویسے بھی آج کا دن ہے بھی کچھ ایسا کہ دل عجیب وسوسوں میں گرا ہے"

وہ جو نیلم کی فکر کے جواب میں کرسی سنبھالتا ڈھیلا ہوئے بیٹھا، نیلم کے لبوں پر اس بندے کی ہادی کے لیے فکر مسکراہٹ دوڑا گئی۔

"وہ آپکو ہمیشہ کی طرح حیران ہی کریں گے سو ڈونٹ وری، آپ نے کہا تھا آپ کچھ دیر کے لیے آفس جائیں گے۔۔۔ناشتہ کر کے آپ وزٹ کر آنا میں بھی تب تک امل سے بات کر لوں گی۔کافی دن ہو گئے آفت کی خبر نہیں لی۔پتا نہیں عبداللہ بھائی نے میری امل کو کتنا تنگ کیا ہو گا"

مفنز جو نیلم نے خود بیک کیے تھے، ساتھ میں کافی اور چیز آمیلیٹ بھی تھا جبکہ نیلم کی اتنی ساری فکر مندی کے سنگ کرسی سنبھال کر بیٹھنے پر جناب کے چہرے پر بھی سنجیدگی نے نرم تاثر کا روپ بدلا۔

"وہ یقیناسیٹ ہو چکے ہوں گے، عبد اللہ مجھ سے ہزار درجے فاسٹ ہے۔۔ سو آپ اپنی امل کی فکر مت کریں"

ازلی مخصوص نرم لہجے کو قدرے شوخ کیے جناب نے جو بات کہہ دی اس پر نیلم کی آنکھوں میں مسکراہٹ جگمگائی جس پر دونوں ہی مسکرا دیے۔

"لیکن امل ایک مشکل لڑکی ہے، اسے ہر چیز اپنے مطابق چاہیے۔ وہ بہت حساس ہے، اگر واقعی عبد اللہ بھائی نے اسے اسی کی طرح ہینڈل کیا ہو گا تو وہ اپنی جان بھی لٹا دے گی اور اگر بے جانا انصافی کی ہو گی تو بھئی آپ اپنے بھائی کی انشورنس کروالیں کیونکہ وہ نہیں بچتے پھر امل کے ہاتھوں سے"

محترمہ کی اگلی پیشن گوئی سن کر مبین بھی خاصا متاثر کن دیکھائی دیا، جہاں تک اسے عبد اللہ کا پتا تھا وہ صرف دیکھائی غیر ذمہ دار دیتا تھا جبکہ مبین عارض سکندر جانتا تھا کہ سمجھداری اور معاملہ فہمی میں عبد اللہ کبھی بھی مات نہیں کھا سکتا۔

"آئی ہوپ سو عبداللہ نے سمجھداری کا ہی مظاہرہ کیا ہو گا، بائے داوے کل ماں بتا رہی تھیں کہ آج مان اور شاہ ویر کی بات طے ہو جائے گی۔ مے بی منگنی کی کوئی معقول رسم کر دی جائے۔ یہ بھی بہترین ہو جائے گا، مان کے لیے شاہ ویر سے بہتر کوئی نہیں ہو سکتا تھا"

وہ مزید بتاتے بولا، اسکی نظریں نیلم کی جانب ہی تھیں جو اس خبر پر کھل سی اٹھی، امل کے ساتھ ساتھ اسے لالہ کے آباد ہونے کی بھی اسی شدت سے تمنا تھی اور مان اسکے گھر، مما بابا اور خود شاہ لالہ کے لیے اسکے مطابق بہترین آپشن تھی۔

"ان شاءاللہ یہ رشتہ سب کے لیے خیر کا سبب بنے، مان واقعی بہت اچھی ہیں۔ مجھے تو پہلی ملاقات میں ہی وہ بہت پیاری لگی تھیں"

نیلم کی مسکراہٹ گہری ہوئی وہیں نیلم کے مان کو لے کر پسندیدگی کے جذبات جان کر مبین کو بہت اچھا لگا۔

"ان شاء اللہ، میں نکلتا ہوں پھر۔ آپ ریڈی ہو جانا میرے آنے تک۔۔۔۔"

ناشتہ مبین نے تھوڑا سا ہی کیا اور اٹھ کھڑا ہوا تو نیلم بھی فکر مندی سے اٹھی اور مبین کا ہاتھ تھامے واپس موڑا اور جناب نے چہرہ واپس پھیرتے ہی اداس زوجہ کی شکائیت بھری نظر بھانپے نرم سا بازو لپیٹ کر حصار بنایا۔

"آپ ناشتہ تو کر لیں، چکھا ہے بس؟ کیا اچھا نہیں بنا بریک فاسٹ۔ اتنا سب میں نے آپ کے لیے بنایا تھا"

ناشتہ جوں کا توں پڑا دیکھ کر نیلم نے برا مناتے ہوئے شکوہ کیا جس پر مبین نے اک سرسری سی نگاہ سجی میز پر ڈالی اور پھر نیلم کے چہرے کی جانب۔

"آپ نے میرے قریب آکر مجھے ہر اضافی رنگ اور زائقے سے بیزار کر دیا ہے شہزادی، اب بھگتیں۔۔۔۔ میری خواہشیں اور دلچسپیاں اب یہ سجی ناشتے، لنچ اور ڈنر کی میزیں نہیں رہیں۔۔۔۔"

وہ نیلم کی اداسی کو لمحے میں گھبراہٹ بنائے، شرارت پر کیا اترا کہ محترمہ کی پلکیں خود بخود جھک گئیں۔

وہ اسکی بات کا مفہوم سمجھ کر شرما گئی تھی۔

لیکن وہ چاہتا تھا وہ جب اس سے بات کرے تو وہ ساری ہمت سمیٹ کر مبین کو دیکھا کرے۔

مگر بے ساختہ گھبرا اٹھتی نیلم، ان آنکھوں میں کیسے دیکھ پاتی، جن میں دیکھنا ہرگز آسان نہ تھا۔

"پیار سے پیٹ نہیں بھرتا مبین، یہ مت بھولیں"

وہ اسکے حصار میں لپٹی یہ مشورہ بڑی سوچ کے بعد دیتے بولی تو جناب نے اس نایاب معلومات پر بمشکل مسکراہٹ دبائی۔

"ہم زرا الگ نوعیت کے ہیں، ہمارا بھر جاتا ہے"

معنی خیز سرگوشی کیے وہ الوداعی بوسہ دیتا، شرارت کے سنگ نیلم کی ہونق شکل دیکھے باہر نکل گیا اور وہ من ہی من میں لجائی مگر پھر سبھی میز پر دھرے لوزامات دیکھ کر محترمہ کو اپنی اتنی محنت کے رائگاں جانے کا صدمہ از سر نو لگ گیا۔

جبکہ دوسری جانب سالار خان اور رابعہ ایک گاڑی میں جبکہ بلاول اور ہادی دوسری میں جانے کے لیے تیار تھے مگر سالار خان اور رابعہ کے جاتے ہی بلاول نے نا جانے ہادی کو کیا کہا کہ وہ کچھ لمحے سنجیدہ ہوا اور پھر سر ہلائے مان گیا۔

جبکہ سالار خان نے بارکن اور روحان وحدی کو لے جانے کی ذمہ داری اپنے چھ رکنی چوکس آدمیوں کے سپرد کی تھی۔

لیکن چونکہ وہ لوگ جانتے تھے کہ راستے میں کچھ بھی ممکن ہے تبھی پہلے سے کئی خفیہ پلانز بنا رکھے تھے۔

راجن نامی، بارکن کا آدمی اپنے لوگوں کے ساتھ جنگل میں پہلے ہی موجود تھا، جنگل سے گزرتی وہ سنسان سڑک ہی حملے کے لیے ٹارگٹ پوائنٹ تھی۔

"تم لوگ ہادی سکندر پر نظر رکھو گے، وہ جس گاڑی میں ہے اسکا نمبر میں نے تمہیں سینڈ کر دیا ہے۔ باقی بارکن اور روحان کو کیسے وہاں سے نکالنا ہے یہ میری ذمہ داری ہے"

فون پر وہ اپنے آدمی کو ہادی سکندر کی گاڑی کا نمبر اور تمام معلومات فراہم کیے، بریف کرتا خود اس جگہ پر پہنچ چکا تھا جبکہ ہر طرف اسکے کارندے بھوکے کتوں کی طرح نتھنے پھیلائے پھنکار رہے تھے۔ زیادہ تر آس پاس چھپے تھے تاکہ اپنے منصوبے کو بروقت اور ٹھیک طریقے سے سرانجام دیا جاتا۔

سالار خان نے کورٹ پہنچ کر رابعہ کو حفاظتی ٹیم کے سپرد کیا اور خود وہ واپس باہر نکل آیا، بلاول اور ہادی سے اسکا رابطہ تھا اور اپنی اس ٹیم سے بھی جو دونوں خطرناک مجرموں کو لانے کا فریضہ سونپ چکا تھا۔

صبح تیزی سے دن میں بدل رہی تھی وہیں غیر محسوس طور پر ماحول میں حاسیت حاوی ہو رہی تھی۔

ہادی سکندر کی گاڑی تیز رفتاری کے سنگ اپنے سفر پر گامزن تھی، وہ لوگ اس بڑی گاڑی سے زرا فاصلے پر آگے تھے تاکہ کسی کو شک نہ ہو سکے مگر جنگل کا ابھی ابتدائی راستہ شروع ہوا تھا کہ ہادی سکندر کی گاڑی اس سنسان جگہ پر رکی اور لگ بھگ چھ سات منٹس گزرتے ہی دونوں مجرموں والی پولیس وین بھی اسکی گاڑی کے پیچھے رکی اور پھر وہ دونوں ایک ساتھ اگلے دس منٹس تک رکے پھر دوبارہ سے ہادی سکندر کی نہ صرف گاڑی سٹارٹ ہو کر آگے روانہ ہوئی بلکہ اگلے دس منٹس بعد وہ پولیس وین بھی اپنے سفر پر گامزن ہو گئی۔

ہر طرف اخیر سناٹا تھا، ہادی کی گاڑی مکمل بلیک تھی جسکے شیشے بھی سیاہ تھے، جبکہ اس مطلوبہ گاڑی کو اپنی رینج میں آتا دیکھتے ہی راجن کے پالتو کتے ایکٹیو

ہوئے اور ساتھ ہی دو چھپے لوگوں نے راکٹ لانچرز سنبھالے اور دور بین کی مدد سے ٹھیک ہادی سکندر کی گاڑی کا نشانہ بنایا۔

راجن کی جانب سے اشارہ ملتے ہی دونوں راکٹ لانچر نے ایک ساتھ اس تیز ترین بھاگتی گاڑی پر فائر کیے اور اگلے ہی لمحے ہادی سکندر کی گاڑی، دھما کے سے پھٹی، اور حملہ اسقدر شدید تھا کہ گاڑی کے چیتھڑے اڑ گئے اور سیاہ دھواں بہت اونچائی تک آسمان پر پھیلا، سڑک پر ہوتے اس حملے کے باعث اس گاڑی کے بہت سے جلے آگ اوڑھ لیتے ٹکڑے ملحقہ درختوں سے ٹکرائے اور دیکھتے ہی دیکھتے وہاں آہستہ آہستہ آگ بھڑکنے لگی۔

راجن نے تمسخرانہ قہقہہ لگائے ہادی سکندر کو لمحوں میں ختم کرنے کی خوشی منائی اور اپنے تمام لوگوں کو ایکٹیو کیا کیونکہ اب باری پولیس وین کی تھی۔

"فائنلی سارے گواہ گئے بھاڑ میں، اب عدالتی کاروائی بھی جہنم میں ہو گی"

وہ اپنی گن لوڈ کرتا خباثت سے ہنسا، کیونکہ کورٹ میں پہنچنے سے پہلے ہی جج کو خاموشی سے مارنے کا حکم وہ پہلے ہی اپنے لوگوں کو دے چکا تھا جو خلیہ بدل کر بظاہر کورٹ ہیرنگ کا حصہ بنے تھے مگر انکا ٹارگٹ جج تھا۔

جبکہ سالار خان جو کورٹ کے باہر اضطرابی انداز سے چکر کاٹ رہا تھا، کسی ایمر جنسی کال پر فون پک کیے سنجیدہ ہوا۔

"جج کی جان کو خطرہ ہے"

کوئی فقط اتنا کہہ کر کال کاٹ چکا تھا جس پر سالار خان، اپنے دو لوگوں کو اشارہ کیے واپس اندر بھاگا۔

وہیں دوسری طرف سڑک پر عین راستے میں کانٹے، مٹی کی بوریاں اور بڑے بڑے اکا دکا پتھر لگا دیے گئے تھے، پولیس وین کچھ ہی لمحوں میں پہنچنے والی تھی۔

ایک طرف آگ لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی، اور ایک طرف چال چلنے والے خود چال کا شکار ہونے والے تھے۔

..________________________________..

جب ماہ نے اپنی طبعیت کا المیرا کو بتایا تو وہ بہت پریشان ہو گئیں اور اپنی ہی ایک دوست کو گھر بلالیا، ہادی سے بات کرنے کے بعد وہ کافی دیر روئی جسکے باعث اسے ٹمپریچر بھی ہو گیا۔

یہ تو ڈاکٹر زینب آئیں تو المیرا کے اصرار پر زراماہ نے اپنے آنسو روکے۔

"بس ناں میرا بچہ، دیکھنے دو زینب کو۔۔۔ کیوں طبعیت خراب ہے۔۔۔ ہادی نے تمھیں یوں رو رو کر آدھا ہوتے دیکھ لیا تو بہت پریشان ہو جائے گا"

المیرا اسکے پاس ہی فکر مندی اور پریشانی کے سنگ بیٹھیں دلاسا دے رہی تھی مگر ماہ کا دل تھا کہ ڈوبتا ہی جا رہا تھا، اب تو خود ڈاکٹر زینب نے ماہ کی حالت دیکھے تشویش سے دیکھا۔

"م۔مم۔۔ا۔۔مجھے سانس نہیں آرہا۔۔۔ہادی کو بلائیں پلیز۔۔۔۔"

وہ خود کو سنبھال سکنے میں مکمل بے بس ہوتی الٹا المیرا کا دل بھی ڈرا گئی جو اسے پیار کرتیں اسے زینب کے سپرد کیے اپنا فون لیے کمرے سے باہر نکل آئیں۔

باہر آتے ہی ہادی کا نمبر ملایا تو فون بند تھا۔

"کیا کروں میں، اب تو میرا دل بھی سہم رہا ہے"

ہادی کا نمبر کبھی آف نہیں ہوتا تھا اور کام کے بیچ تو وہ کوشش کرتا کہ آن رکھے اور اب جب وہ آف تھا تو المیرا کا خود دل بیٹھا تبھی ہادی کے ایک بار سالار خان کے نمبر دینے پر یاد آتے ہی وہ گھٹن کا سا احساس ہوئے باہر لان میں نکل آئیں اور سالار خان کا نمبر ملایا۔

جہاں بیل تو جا رہی تھی مگر کوئی کال اٹھا نہیں رہا تھا۔

المیرا نے فون کرنا لمحے کو روکا تو اسی نمبر سے انھیں مسیج موصول ہوا۔

"ہادی آپ سے جلد رابطہ کر لے گا المیرا میم، فی الحال بات کرنی ناممکن ہے"

سالار خان کے نمبر سے آیا میسج پڑھ کر المیرا کی فکر جیسے مزید بڑھی، وہ کچھ دیر وہیں گہرے سانس بھرتی رہیں اور پھر ماہ کا خیال آتے ہی واپس اندر بڑھیں۔

المیرا کمرے کے باہر پہنچیں ہی تھیں کہ زینب روم سے باہر نکلتی دیکھائی دی تو المیرا بے تابی سے اسکی جانب لپکی۔

"کیا ہوا ہے ماہ کو زینی؟ وہ ٹھیک ہے ناں"

المیرا کی پریشانی اسکے لہجے سے چھلکی وہیں زینب بھی قدرے فکر مند دیکھائی دی۔

"ٹھیک ہے بھی اور نہیں بھی، میرے خیال میں وہ امید سے ہے۔ کنفرم تو بلڈ ٹیسٹ کی رپورٹ سے ہی ہو گا مگر وہ انتہائی ذہنی دباو میں ہے۔ ایسی حالت رہی تو اسکی طبعیت بگھڑ سکتی ہے۔ میں تمہیں جلد کنفرم بتاتی ہوں ہوسپٹل پہنچ کر۔۔۔ بس اسکا رونا روکو اور اسے بتاو کہ یوں وہ اپنے بے بی کو نقصان دے رہی ہے"

زینب کی جانب سے ملتی اس اتنی بڑی نیوز کو سن کر جہاں خوشی سے المیرا کی آنکھوں میں نمی جھلملائی وہیں ماہ کی ذہنی ابتری جان کر وہ خوشی آدھی ہو گئی۔

"پریشان مت ہو، مجھے لگتا ہے وہ ہادی سے بہت زیادہ اٹیچ ہو گئی ہے اور اسے شدید مس کر رہی ہے۔ اسکے پاس رہو، اللہ اس خوشی کو تمہارے لیے مبارک کرے میری جان۔۔۔ میں پہنچ کر تمہیں کنفرم بتاتی ویسے مجھے 90 پرسنٹ یقین ہے۔۔۔۔"

زینی اسے مسکرا کر تسلی دیتی گلے لگائے، باہر نکلی تو وہیں المیرا نے پر سکون سی سانس کھینچے دروازہ کھولے اندر جھانکا جہاں وہ ابھی بھی بیٹھی رونے میں مشغول تھی، المیرا لپک کر ماہ تک پہنچیں اور پاس بیٹھتے ہی افسردہ مگر آسودہ سی نگاہ ماہ پر ڈالے اسکا نازک ہاتھ چومے دیکھا جس پر ماہ نے دوسری ہتھیلی سے اپنی آنکھیں رگڑیں۔

"کیوں رو رہا ہے میرا بچہ، ہادی کو اب ہر صورت آنا پڑے گا کیونکہ بات ہی اتنی سپیشل ہو گئی ہے۔پہلے یہ آنسو رو کو پھر بتاوں گی"

ماہ کو ہلکان ہوتا دیکھ کر جہاں المیرا کا دل دکھا وہیں ماہ کی ہادی سے یہ انسیت کہیں نہ کہیں المیرا کو نہال بھی کر گئی پھر وہ دو اس قدر جلد اپنے بیچ کا رشتہ بھی شروع کر چکے ہیں، یہ سکھ شاید المیرا کو اپنے سارے دکھوں کی تلافی لگا۔

خود ماہ، پیٹ اور سر کے درد کے علاوہ اپنی نڈھال طبعیت بھولے، دم سادھ کر المیرا کی طرف دیکھنے لگی جو اب زرا قریب ہو کر اسکی گال پر بوسہ دیے مسکرائیں مگر نا چاہتے ہوئے بھی انکی آنکھیں بھیگ آئیں۔

"بتائیں ناں مما"

وہ رونا رو کے منمنائی تھی۔

"یہی کہ تم بھی مما بننے والی ہو، ہادی اور تم پیرنٹس بنو گے۔۔۔ یہ جو تمہاری اتنی ساری طبعیت خراب تھی ناں یہ اسی وجہ سے تھی، جو اتنی خراب نہ ہوتی اگر تم ہادی کو مس کیے اتنا نہ روتی"

المیرا مما کے منہ سے یہ غیر یقین انکشاف، ماہ کا دل روک چکا تھا، کتنے ہی لمحے تو وہ کچھ کہنے کی پوزیشن میں ہی نہ رہی، بس اس اچانک ملتی خوشی نے ماہ کے آنسوؤں کو خوشی اور خوش بختی میں بدلا۔

وہ سمجھ نہ پائی کہ مسکرائے یا رو دے۔

لیکن ماں نے سینے لگا کر رونے اور ہنسنے کا خوب موقع دیا۔

"ہا۔۔ہادی کہیں گے یہ کیا کر دیا۔۔۔"

زرا سنبھلی تو یہ کہتے خود ہی افسردہ سا مسکرادی، جبکہ المیرا کے چہرے پر بھی مسکراہٹ بکھری۔

"حالانکہ یہ کارنامہ اسکا ہے، آلے زرا کان کھینچوں گی۔میری ننھی منھی جان پر پہاڑ لاد کر اچھا نہیں کیا اس نے۔ تمہیں یوں دیکھ کر مجھے تو بہت فکر ہے کہ میرا نازک سا بچہ کیسے اس بچے کو دنیا میں لائے گا۔۔۔۔"

الٹا المیرا شرارت دبائے ہادی پر بگھڑیں جبکہ انکی فکر دیکھ کر شرمگیں مسکراہٹ سمیٹ کر وہ بھی مما کی گود میں سر رکھے لیٹ گئی۔یوں لگا ہر درد سے نجات مل گئی ہو۔

"مما! ہادی کے لیے دل ڈر رہا ہے۔۔۔وہ آج آئیں گے ناں، یہ نیوز سن کر وہ کیساری ایکٹ کریں گے؟ آپ انکے کان مت کھینچنا۔۔۔مجھے تو اس نیوز کا

کب سے ویٹ تھا۔۔۔۔مجھے اس دنیا میں کوئی چیز کمزور نہیں کر سکتی سوائے ہادی کی دوری کے۔۔۔۔"

وہ سمٹ کر آنکھوں میں ان کہا سا درد سموئے جو کہہ رہی تھی اس پر المیرا کا دل بھی لمحہ بھر ڈوب کر ابھرا، ان دونوں کے دل کو عجیب سا خوف لاحق ہوا۔

وہ ماہ کے بالوں میں انگلیاں سہلائے کوئی جواب ڈھونڈنے میں مصروف تھیں مگر جواب مل نہ سکا۔

اور کب دیکھتے ہی دیکھتے ماہ وہیں آنکھیں موند گئی کہ اسے پر سکون ہو کر سوتا دیکھ کر المیرا کے چہرے پر بھی سکون سا اتر آیا۔

مگر انکا دل تو ماہ کے کہے جملوں کے گرد ہی اٹکا رہ گیا۔

..____________________..

"مجھے آج آخری شوٹ ڈن کرنا ہے، دو گھنٹے کا کام ہے۔ چلو گی یا میں اکیلے نمٹا آوں ؟"

ڈریسنگ کے سامنے وہ نک سک سا تیار ہوئے، اک آخری بار بیڈ پر مزے سے لیٹ کر فون یوز کرتی امل سے پوچھنے کو پلٹا جسکا جواب اب بھی ناں تھا، وہ تھوڑا مزید سونا چاہتی تھی دوسرا مناحل، مسٹر جلال پاشا اور نیلم کی کافی ساری مس کالز دیکھ کر اسکا ارادہ ان سبھی کی خیریت دریافت کرنے کا بھی تھا تبھی وہ تھوڑی لیزی ہو رہی تھی۔

"خود چلے جاو یار، مجھے ابھی شاور لینا ہے۔۔۔ پھر تم کھو گے میں نے دیر کروا دی۔ بریک فاسٹ بھی رہتا ہے۔۔۔ جلدی آنا پھر گھومنے چلیں گے"

لیٹے لیٹے مزید نیم دراز ہوئے محترمہ نے ٹکا سا جواب دیے عبداللہ کو اپنا جائزہ لینے سے روکا جو مڑ کر نا صرف پلٹا بلکہ ایک ہی لمحے میں تقریبا بیٹھتے ہی امل کی اور جھک آیا جو اس بندے کے ان اچانک حملوں سے سہم جاتی تھی۔

"دیکھو اب تم مجھے بہکا رہی ہو"

پہلے تو امل اسکی بات کا مفہوم نہ سمجھی اور جب اسکے بے باک ارادے سمجھی تو باقاعدہ خود پر جھک آتے عبداللہ کو پرے کرتی مکمل بیدار ہوئے اٹھ بیٹھی۔

"مس مناحل اور مسٹر جلال پاشا نے کل کافی مس کالز کیں ہیں عبداللہ، مجھے لگتا ہے ان دو سے ناراضگی مناسب نہیں۔مجھے تھوڑی تنہائی دو تا کہ میں بات کر لوں اور نیلم کی بھی تو خبر لوں کہیں تمہارے لالہ کی کوئی پیش رفت ہونے پر بچاری کوچ وچ تو نہیں کر گئی۔۔۔۔رہی بات تمہارے بے وقت بہکنے کی تو ایسا نہ ہو کھڑوس امل واپس بیدار ہو جائے پھر تم مجھے دیکھنے سے بھی خوف کھاو گے۔۔سو سنبھل جاو"

اول تو وہ زرا افسردہ ہوئی جس پر عبداللہ نے اسکا ہاتھ شدت سے اپنے ہاتھ میں تھاما مگر آخر تک وہ خود کو ان نظروں میں مرکوز محسوس کیے گڑبڑائی مگر

منصوعی رعب حاوی کیے، اس شخص کے سامنے کمزور پڑنے کا پردہ رکھ لیا جس سے وہ مسرور ہوا۔

اور وہ کیا بتاتا کہ اسکے معمول پر دھڑکتے دل کی رفتار بڑھی تھی۔

"اچھے فیصلہ لیے ہیں مگر آخری کو چھوڑ کر، کیا اب مجھ پر ظلم کرو گی جو تمہارے لیے اس قدر دیوانہ ہے۔ خود بتاو کہ ان سارے اختیارات کو میں اپنے ہاتھ سے ریت کی طرح پھسلنے سے کیسے روکوں جو تمہیں فقط دیکھنے سے بے اختیار ہو جاتے ہیں"

وہ اسکی نازک کمر کو زرا سا حصار کر اس لمحہ بھی خود میں سمونے کی کوشش میں تھا جو بمشکل خود کو عبداللہ کے حصار سے نکالنے میں کامیاب ہوئی تھی۔

"لیکن مجھے دوسرے معاملات دیکھنے کی مہلت بھی تو دو یار، نیلم کیا سوچے گی کہ امل جو اسکے دور ہونے کے خدشوں سے سہم جاتی تھی اب خود پرائی ہو گئی ہے۔ ایک بات کلئیر سن لو، وہ میری زندگی کا بہت اہم حصہ ہے۔۔۔ مجھے

اس سے بات کرنی ہے اور تمہارے ساتھ نا جانے کی وجہ بھی یہی ہے کہ تمہاری موجودگی میں مجھے کسی دوسرے کی یاد نہیں رہتی اور یہ انتہائی خود غرضی ہے میرے نزدیک"

اداسی اور افسردگی کے سنگ وہ جو کہہ بیٹھی، اسکا احساس بھی تب ہوا جب عبداللہ عارض سکندر کو اسکا من پسند اظہار دیا گیا، خود امل یہ سب کہہ کر خود ہی تھم چکی تھی، آخر سچ زبان پر آیا اور ایسا آیا کہ عبداللہ کی دھڑکن بڑھا گیا۔

وہ ذرا قریب چہرہ لائے امل کی اڑی ہوائیاں تکتا مسکرایا تو اسے محسوس ہوا، دل کی دھڑکن گھڑی کی سوئیوں سی سست ہو گئی ہو۔

وہ ایسی ہرگز نہیں تھی جیسی وہ عبداللہ کے سامنے روپ دھار چکی تھی۔

"بس یہی، ایسے ہی کئی جملے۔۔۔ مجھے روز کہتی رہا کرو امل تو میں تمہیں ہر معاملہ دیکھنے کی مہلت دوں گا۔ تم سوچ بھی نہیں سکتی کہ جب تم مجھے اتنا سا

بھی اہم کہتی ہو تو میرے اندر کس قدر زندگی کے دن بڑھ جاتے ہیں۔۔۔۔

"

وہ اسکو اپنے جذب سے اٹے لفظوں کے سنگ سراسیمگی کی کیفیت میں مبتلا چھوڑے لمحے کو رکا، دھڑکنیں زیر کرنے میں تو اسے ویسے بھی عروج تھا، مگر امل تو دم سادھے اسکے اگلے جملے کی منتظر تھی۔

جس طرح عبداللہ نے انگلیوں کے بیچ فاصلہ قائم کر کے اس 'اتنے سے' کو ظاہر کیا، اس پر امل کا دل بے تاب ہوا۔

وہ اسکے لیے واقعی پرفیکٹ ہے، امل نے دھک دھک بھول جاتے دل کے ساتھ سوچا۔

جو آنکھیں بند کیے امل کی پیشانی پر الوداعی لمس تحریر کیے اسکی گال سہلائے اٹھا تو امل نے اسکا جکڑا ہاتھ مزید جکڑ کر آنکھیں اٹھائے محبت سے دیکھا۔

"تم اتنے سے نہیں، تم بہت ساری اہمیت کے مستحق ہو یار"

وہ اسکا ہاتھ جکڑ کر دوسرے ہاتھ سے 'اتنے سے 'کا اشارہ کیے ساتھ اپنا سارا دھیان عبداللہ کی نظروں کی اور لگائے بولی تو جناب سے اپنا آپ سنبھالنا کھٹن ہوا۔

"فی الحال نو یار، پلیز میرا شوٹ ہونے دو پھر جو مرضی ستم ڈھانا۔۔۔میں واپس آوں تو مجھے ریڈی ملو۔۔۔۔بائے"

گہرا سانس کھینچے اس دلربا کے جال سے بروقت اور مہارت سے بچتا وہ منصوعی مسکینی اوڑھ کر بولتا جس طرح بھاگا، امل کتنی ہی دیر اسکو سوچتی مسکراتی رہی اور پھر خود بھی اٹھ کر باہر لاونج میں آئی اور آتے ہی نیلم کا نمبر ملایا۔

نیلم ہلکا سا میک اور کیے، اپنا آخری جائزہ لیتی آئینے میں اپنا عکس دیکھتے دیکھتے، فون کی بیل پر پلٹی تو امل کا نام اسکے چہرے پر مسکراہٹ لے آیا۔

جگمگاتی مسکراہٹ کے ساتھ فون پک کیا۔

"امل! میری جان کیسی ہو۔۔۔۔ ٹھیک ہو ناں۔۔۔ مس یو سو مچ، کب آ و گی میرے پاس۔۔۔۔ تم سے ملنے کو بہت بیقرار ہوں"

فون لگتے ہی جگمگاتی مسکراہٹ کے سنگ خوشی کے آنسو بھی لہرائے تو خود امل اسکے لہجے کی محبت اور شدت پر افسردہ سا مسکرادی۔

"بہت بڑی سازش کا شکار ہو گئی ہوں یار، اب تو خود سے ملنا بھی مشکل لگ رہا ہے۔۔۔ سوری اتنے دن سے تمہیں کال نہیں کی نہ پک کر سکی، آئی مس یو ٹو۔۔۔۔"

اول جملے تو امل نے کمال افسردگی سے ادا کیے جنکے اندر ہلکورے لیتی بیقراری اور بے اختیاری نے نیلم کا دل سکون سے بھر ا وہیں امل کی معذرت پر نیلم کو ڈھیر سا پیار آیا۔

"نو سوری، بس یہ بتادو کہ تم ٹھیک ہو ناں۔۔۔ یہ نکاح، عبداللہ بھائی کے ساتھ رخصتی؟ امل سچ بتانا، ویسے تو مجھے میرا دل بتا چکا ہے کہ میری امل پہلی بار انتہائی خوش اور پر سکون ہے مگر میں تبھی قرار پاوں گی جب یہ تمہارے منہ سے سنوں گی"

نیلم کا سوال نہ چاہتے ہوئے بھی امل کے دل کو بھیگا گیا، شاید یہ سوچ سے بڑھ کر ملے سکھ تھے جو امل کو ابھی تک ہلکان کیے تھے اور پھر کیسے نیلم کو اسکی کیفیت بنا کہے پہنچی، یہ امل کے دل میں نیلم کی محبت کو نا جانے کس حد تک بڑھا گئی کہ اسکو ناپنے کا کوئی پیمانہ نہ رہا۔

"مجھے بالکل امید نہیں تھی اس سے کہ وہ مجھے سنبھال سکتا ہے، لیکن اس نے مجھے بنا خبر کیے یوں مکمل کیا کہ میں اب تک دنگ بیٹھی ہوں۔ وہ سب جو میں نے محبت کے نام پر کبھی خواب سا سجایا تھا ناں نیلم، وہ تو عبداللہ کی محبت کے آگے کچھ نہیں نکلا۔۔۔ تمہارے دل نے تمہیں سچ بتایا ہے۔ میں اسکے ساتھ خوش بھی تھی اور بہت پر سکون بھی"

وہ یہ بتاتے ہوئے بہت زیادہ تکلیف میں تھی مگر ایسی تکلیف جو اس افسوس پر مبنی تھی کہ کاش وہ اپنی مکمل محبت عبداللہ کے لیے سنبھال لیتی، خود سے شکوہ تھا کہ اس نے عبداللہ کی محبت سے کہیں نہ کہیں خیانت کی تھی۔

جبکہ نیلم کی آنکھیں بھر آئیں، اک دو آنسو تک رخسار پر گرے اور گال بگھو گئے۔

اسے سمجھ نہ آیا وہ امل کے سکھوں کے لیے کس طرح اللہ سے شکریہ کہے۔

"میری دعا ہے تم اپنا یہ سرمایہ کبھی مت گنواو، عبداللہ بھائی کی محبت ہر لمحہ میری امل سے بڑھتی رہے۔ تم سکون میں ہو امل اور میں تمہارے اس سکون کے لیے آخری سانس تک دعا گو رہوں گی۔ میری جان ہو تم، الحمداللہ کہ تم کو اس شخص نے مزید نہیں بکھیریا۔۔۔"

نیلم سے بات کرنا مشکل تھا مگر وہ بولی، اور امل اس جذباتی کیفیت سے اب جلد از جلد نکلنے کا سوچ چکی تھی، وہ کیسے برداشت کرتی کہ نیلم کی آنکھ اسکی وجہ سے نم ہو۔

"میری چھوڑو محترمہ! اپنی بتاو زرا۔۔۔ کوئی پیار ویار بھی ہو رہا ہے یا دور دور سے دیدار اور ہلکے پھلکے ٹچ سے ہی گزارہ ہو رہا ہے۔۔۔ میں نے سنا ہے محترمہ رخصت بھی ہو گئیں۔۔۔ جلدی سے بتاو کیا اپڈیٹ ہے۔۔۔ میں خالا بننے کی امید لگاوں یا نہیں"

اور وہی ہوا، امل کی جن باتوں کو نیلم مس کر رہی تھی وہی سنیں تو شہزادی شرمگیں مسکراہٹ کے ساتھ کھکھلا اٹھی۔

"پاگل! ابھی خالا والہ نہیں بنانا میں نے۔۔۔ ابھی بس ہم ایک دوسرے کے قریب آنے کی کوششوں میں ہیں۔ ویسے بھی پہلے خالا تم بناو کیونکہ رخصت تم ہوئی ہو پہلے۔۔۔"

آج تو شہزادی نہ سہمی نہ بوکھلائی بلکہ اعتماد اور بے باکی سے امل کو حیران کر گئی جو نیلم کے تقاضے پر واقعی تھوڑی شاکڈ ہوئی۔

"یار تم بڑی ہو پلیز، میری عزت رکھ لینا۔۔مجھے خالا بنادو جلدی سے"

امل نے بلش کرتے جو مسکین گزارش کی اس پر نیلم کی ہنسی نے امل کو بھی شرمانے پر اکسا دیا۔

"ہاہا مطلب تمہاری طرف معاملہ خاصا سنگین ہے، اوئے ہوئے"

آج نیلم اسے چھیڑ رہی تھی اور امل بچاری خود میں ہی سمٹ رہی تھی۔

لیکن دونوں ان نئے سہاگن روپوں میں بہت پیاری لگ رہی تھیں۔

"بہت بتمیز ہو گئی ہو نیلم، لگتا ہے مبین لالہ نے چند ملاقاتوں میں ہی ساری جھجک ختم کروادی تبھی تو تمہاری بولتی سٹارٹ ہو گئی ہے۔ کوئی نہیں، بند بھی ہو جائے گی جب مبین بھیامیں جن آیا پھر تم بچ کر دیکھانا۔۔۔ میں تو آج

سے دعا کرنا شروع ہونے والی کہ مجھے خالا بنادیں پیارے اللہ جی۔۔۔ہی ہی"

پر وہ امل ہی کیا جو دب جاتی، اس بار واقعی نیلم گھبر ائی پھر لجایا سا مسکرادی۔

"ہاہا امل تم پٹ مت جانا"

نیلم کے بے اختیار ڈپنے پر دونوں ایک ساہنس پڑیں۔

..________________________..

"پولیس وین آرہی ہے، ایکٹیو ہو جاو۔ ہمیں بارکن اور روحان صاحب زندہ سلامت چاہیں۔ غلطی سے بھی کوئی بھول نہیں ہونی چاہیے"

راجن کی دبنگ آواز ائیر فون سے بلند ہو رہی تھی، اسکے تمام لوگ دونوں اطراف میں چھپ چکے تھے اور انکی نظریں پولیس وین کی جانب تھیں جو نارمل رفتار کے سنگ پل پل انکے قریب آرہی تھی۔

وہیں دوسری جانب ہتھ کڑیوں اور بیڑیوں میں جکڑا ہوا روحان وحدی منظر عام پر آیا تھا، جسکے چہرے پر جگہ جگہ نیل اور گہرے ہیبت ناک زخموں کے نشان ابھرے تھے جبکہ اسکی ناک کے نتھنے شکاری کتے کی طرح پھول چکے تھے۔

فرنٹ سیٹ پر ایک اہل کار کے ساتھ بلاول براجمان تھا جو کچھ فاصلے پر سڑک کے بیچ رکھی گئی ڈھیر سی رکاوٹوں سے جان چکا تھا کہ معاملہ گڑبڑ ہے تبھی اپنے فون سے فوری ایک میسج ٹائپ کیے سگنل پہنچایا جو وہیں بھڑکتی آگ کے گردونواح میں موجود ایک سیاہ ہڈ میں چھپے وجود کے ہاتھ میں پکڑے فون پر ابھرا تھا جہاں کاروائی کرنے کا سگنل آیا تھا۔

اس آدمی نے ہاتھ کا اشارہ کیا تو عقب سے لگ بھگ چار گن مینز نمودار ہوئے۔

وہیں دوسری جانب پولیس وین، عین بیچ راستے میں ٹھیک ان رکاوٹوں کے قریب آئے رک چکی تھی۔

"سر، ہادی نے میری بات نہیں مانی تھی۔ آئی ایم سوری، وہ لوگ اسکی گاڑی کچھ دیر پہلے تباہ کر چکے ہیں"

وہیں بلاول نے ایک اور میسج مبین عارض سکندر کو ارسال کیا جو اس وقت آفس سے واپس گھر جا رہا تھا، بلاول کا یہ پیغام دیکھتے ہی جھٹکے سے گاڑی روکے وہ سیٹ بیلڈ کھولتا باہر نکلا۔

مبین کو محسوس ہوا اسکا جسم لمحے میں اس فضا میں منتشر ہو گیا ہو۔

وہیں سڑک پر موجود رکاوٹوں کو ہٹانے کے لیے کچھ منٹس بعد پولیس وین میں سے دو پولیس والے نکلے جبکہ انکے ہاتھ میں گنز اور انداز میں حد درجہ احتیاط تھی۔

بلاول اپنی دونوں گنز پہلے ہی لوڈ کر چکا تھا، اسکی نظر اپنے دونوں ساتھیوں پر تھی۔

وہیں مبین کی مسلسل کالز آنے پر اس نے مجبوراً کچھ دیر کے لیے فون سائلنٹ پر ڈالا۔

"سوری سر، لیکن آپکو پریشان کرنے کے لیے مجبور کر دیا گیا ہوں"

اک تاسف بھری نگاہ وہ مبین کی آتی کال پر ڈالے، فون سامنے سٹیرنگ کے پاس رکھتا خود بھی باہر نکلا۔

مگر ابھی ان تینوں کو باہر نکلے چند لمحے ہی گزرے تھے کہ اڑتی ہوائی فائرنگ کے باعث وہ دونوں پولیس کے لوگ وہیں گولیوں سے بھون جانے پر لہو لہان ہوتے گر پڑے تو اس اندھا دھند ہوتی یلغار پر بلاول بھی فوری گاڑی کی اک طرف ہوا۔

وہ لوگ لگتار فائرنگ کرتے اب سامنے آ چکے تھے۔

بلاول نے یکدم تھم جاتی گولیوں کی آواز پر اور کسی مردانہ رعب دار دھاڑ پر گاڑی کی اوٹ سے باہر نکلتے دیکھا تو راجن نامی وہ آدمی خباثت سے قہقہہ لگائے، بلاول پر گن تانے اسے گھیرتا قریب آیا۔

بلاول نے منصوعی ڈراتاثر دیا جو انکے پلین کا حصہ تھا۔

"ناکارہ پولیس والے، نکالو ہمارے محترم ساتھیوں کو۔۔۔ اور ان سب کو ایک ایک کر کے بھون ڈالو"

راجن نے لہرا کر مڑتے ہی اپنے آدمیوں کو پولیس وین کی جانب جانے کا حکم دیا ساتھ تنفر بھری نظر، بظاہر سہمے دیکھائی دیتے بلاول پر ڈالی مگر اس سے پہلے راجن کے وہ دو لوگ، پولیس وین پر گرائے پردے کو ہٹا کر اندر جاتے، تین فائر ایک ساتھ ہوئے اور وہ دونوں موقع پر وہیں پولیس وین کے پاس پھڑکتے ہوئے گر پڑے، جس کے باعث راجن کے ہاتھ بھی گن کے گرد کپکپائے مگر اس کی پشت پر کھڑے سیاہ ہیولے نے اسے مڑنے کی

مہلت ہی نہ دی اور گولی سیدھی راجن کا سر چیرتی ہوئی اسے جہنم واصل کر گئی۔

یہی نہیں بلاول کو پولیس وین لے جانے کا حکم سونپتا وہ آدمی خود بھی راجن کے تمام لوگوں کا صفایا کرتا ہوا واپس لڑکھڑاتا ہوا گھنے جنگل میں اپنے دونوں ساتھوں کے ساتھ گم ہو گیا۔

جبکہ بلاول نے دو پولیس والوں کو رکاوٹیں ہٹانے پر لگایا اور راستہ صاف ہوتے ہی وہ اپنے دونوں شہید ہوتے اہل کاروں کی ذمہ داری دو اور اہل کاروں کو سونپتا خود وین لیے کورٹ کی جانب روانہ ہو گیا۔

روحان وحدی کی آنکھوں میں جتنی خباثت تھی وہ اس بڑی ناکامی کے بعد خوف کا روپ دھار چکی تھی۔

وہیں ہادی سکندر کی گاڑی اڑنے کی خبر اور ان اہم مجرموں کو چھڑوانے کی گھناونی سازش کا بے نقاب ہونا، چند گھنٹوں میں میڈیا کی بریکنگ نیوز بن چکا تھا۔

ہر کوئی اب فیصلے کا منتظر تھا، جہاں رزاق عالم کے لوگ آج انکی موت کا انتقام چاہتے تھے وہیں باقی عوام مرتد، ق ادی ان ی خبیث روحان وحدی کی عبرتناک سزا چاہتی تھی مگر ہادی سکندر زندہ تھا یا مر گیا، یہ خبر معمہ بن کر رہ گئی تھی۔

خود مبین عارض سکندر کی جان سولی پر ٹنگ چکی تھی، وہ گھر تو پہنچ آیا مگر جب نیلم کو یہ بتایا کہ وہ شام ہی پاکستان جا رہے ہیں تو وہ حالات کی سنگینی محسوس کیے اس سے دگنی پریشان ہو چکی تھی۔

..________________________..

سیکورٹی روم میں سیاہ ہڈ میں سر تا پا ملبوس آدمی اندر داخل ہوا تو رابعہ لمحہ بھر اس جانب دیکھ کر زرا خوفزدہ ہوئی کیونکہ وہ عدالت میں گواہی دینے تک یہاں موجود رہنے والی تھی مگر نا جانے وہ کون تھا کہ اسکا چہرہ دیکھتے ہی رابعہ کا سارا ڈر ختم ہوا اور الٹا اس میں ہمت آئی مگر وہ اس آنے والے کو زخمی دیکھ کر کچھ پریشان ضرور تھی۔

"کیا ہوا ہے آپکو؟"

وہ اب اسکے سامنے آکر بیٹھ چکا تھا اور اپنا زخمی بازو اور ٹانگ تشویشناک ہوئے ملاخطہ کر رہا تھا مگر رابعہ نے محسوس کیا کہ وہ اتنا زخمی ہونے کے باوجود پرسکون تھا۔

وہ کچھ نہ بولا بس اپنے زخمی بازو سے نکلتے خون کو صاف کرنے لگا، اس نے رابعہ کے سامنے جب اپنا پاوں، بوٹ سے آزاد کیا تو وہ بھی خون آلود تھا۔

"آپ کو ہوسپٹل جانا چاہیے، انفیکشن ہو جائے گا"

وہ ڈرتی سہمی ایک بار پھر اپنے سامنے بیٹھے اس سر پھرے سے مخاطب ہوئی جس نے ایک بار پھر یقینا رابعہ کو انکار کیا تھا تبھی وہ اب مایوس ہو کر خاموش ہو چکی تھی۔

"یا اللہ! یہ سالار خان اور انکا پارٹ ٹو دونوں ایک سے سر پھرے ہیں"

جب مقابل رابعہ کی فکر مندی اور پریشانی کا کوئی اثر نہ ہوا تو وہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی، مگر اس وجود میں کوئی مزاحمتی جنبش نہ ہوئی بلکہ وہ بڑے سکون سے فسٹ ایڈ باکس کھولے اپنے زخم خود ہی جانچ رہا تھا۔

وہیں دوسری طرف جج صاحب کو مارنے کے لیے آتے دو خفیہ لوگوں کا پیچھا کرتا سالار خان اپنے دو لوگوں کے ساتھ ریسٹ روم کی جانب تیزی سے گامزن تھا، دونوں جج صاحبان ہیرنگ سے پہلے تمام ثبوت اور پہنچائی گئی معلومات کو سٹڈی کر رہے تھے، جبکہ اچانک کمرہ کھلنے اور دو مشکوک آدمیوں سے گنز لے کر اندر داخل ہونے پر وہاں کھلبلی مچی مگر اس سے پہلے

کہ وہ دو نجس وجود، کسی کو کوئی نقصان پہنچاتے، بر وقت سالار خان، ملتی اطلاع کے باعث اسی کمرے میں پہنچا اور بنا مہلت دیے دونوں آدمیوں کے سر اڑائے جسکے باعث وہ اپنی ناپاک سازش میں نا صرف ناکام ہوئے بلکہ دونوں جج صاحبان سارا معاملہ اور سچائی جان کر بھونچکارہ گئے، سالار خان کا دونوں نے شکریہ ادا کیا اور ساتھ ہی سالار خان نے ان دونوں کو سیکورٹی فراہم کیے کمرہ عدالت کی سمت بھیجا، جبکہ خود سالار خان کی منزل اب وہ کمرہ تھا جہاں اس نے رابعہ کو چھوڑا مگر جب سالار خان وہاں پہنچا تو اس مشکوک اور بے نام آدمی کو دیکھ کر اور اسکے لہولہان وجود پر نگاہ ڈالے، وہ مضبوط اعصاب والا انسپیکٹر اپنی جگہ تھم چکا تھا۔

اسکی آنکھوں میں حیرت اور تکلیف تھی جو کسی کی زہر خند سلگاتی مسکراہٹ سے اگلے ہی لمحے افسوس کا روپ دھار چکی تھی۔

..________________..

میڈیا کے لوگ کورٹ کے باہر جمگھٹے بنائے کھڑے تھے اور عوام تک اک اک خبر پہنچا رہے تھے، اندر عدالتی کاروائی شروع ہو چکی تھی اور تمام سرکاری اور نجی چینلز آج کے متوقع فیصلے کے بارے اپنی اپنی رائے میں لپٹے بیانات نشر کر رہے تھے۔

وہیں دوسری جانب زینب نے ماہ کے امید سے ہونے کی کنفرمیشن کر دی تھی، ماہ کو ایک پر سکون نیند لیتا چھوڑے خود المیرا یہ خوشی کی خبر ماہ جبین کو سنانے باہر لاونج میں آئیں، نازو کو ماہ کے لیے ہیلتھی سا لنچ بنانے کی تاکید کی اور یہ خبر سب سے پہلے ماہ جبین کو سنائی۔

اور شاید وہ ماں، اپنی زندگی میں شامل ہوتی ایک اور بڑی خوشی پر نہال ہو گئی تھی، وہ سب رات میں آنے کا پروگرام بنا چکے تھے مگر المیرا نے جب ماہ جبین کو ماہ کی حالت بتائی کہ وہ ابھی ڈاؤن ہے اور ہادی کو مس کر رہی ہے تو ماہ جبین نے رات کے بجائے ابھی آنے کی تیاری پکڑ لی، مان تو مہمانوں کے جاتے ہی سائیٹ پر نکل گئی تبھی ماہ جبین اکیلی ہی روانہ ہو گئیں، کال آف

کیسے المیرا نے یونہی ٹی وی آن کیا تو جو خبر انکی نظروں سے گزری وہ انکے وجود تلے سے زمین سرکا چکی تھی۔

"ہادی سکندر جو اس کیس میں اہم گواہ تھے، بتایا جا رہا ہے کہ انکی گاڑی کو اڑا دیا گیا ہے۔ ابھی انکی موت کی کنفرم خبر نہیں آئی مگر حالات واضع کر رہے ہیں کہ کوئی قیامت ضرور آنے کو ہے۔ ہماری دعا ہے انھیں کچھ نہ ہوا ہو۔۔۔۔ مگر آپ سکرین پر دیکھائے مناظر دیکھ سکتے ہیں، انکی گاڑی ٹکڑے ٹکڑے ہو چکی ہے اور جنگل میں جو آگ بھڑکی تھی اس پر قابو پانے کے ساتھ ساتھ ایک جلی لاش ملی ہے مگر ابھی یہ معلوم نہیں کہ اس گاڑی میں موجود انسان ہادی سکندر ہی تھا یا کوئی اور۔۔۔۔ لاش کو فرانسک ٹیم اپنے قبضے میں لے چکی ہے، جلد آپکو حتمی تنائج سے آگاہ کیا جائے گا"

المیرا نے بمشکل صوفے کا سہارا لیے خود کو لڑکھایا، انکی سانس اٹک چکی تھی، آنکھوں میں تکلیف کا قہر اتر چکا تھا۔

وہ جلی لاش سکرین پر ایمبولینس میں ڈالی جاتی دیکھائی جا رہی تھی، اور فوٹیج میں وہاں ارد گرد لگی آگ کے واضع اثرات دیکھے جا سکتے تھے۔

"یا اللہ! مجھے میرے ہادی کا غم نہ دینا۔ ایک اولاد پر صبر کیا تھا مگر دوسری پر نہیں کروں گی۔۔۔۔ م۔۔ میری سانسیں لے لیجئے پر میرے ہادی کو کہیں سے لا دیں۔۔۔۔۔ ن۔۔ نہیں میرے اللہ یہ می۔۔ میرا ہادی نہیں ہو سکتا۔ میرا ہادی ایسی موت کا حق د۔۔ ار نہیں۔۔۔۔"

سسکیاں اور کڑلاہٹیں دباتی المیرا، اپنے رب سے اپنی اولاد کی عافیت مانگ رہی تھیں، پھر جیسے المیرا کے ذہن میں جھماکہ ہوا، سالار خان کا پیغام بے اختیار فون کھولے دوبارہ پڑھا۔

اور کئی حقیقتیں یکدم ہی المیرا پر کھل گئیں۔ جنکے باوجود اس عورت کے آنسو اسکے چہرے کو بگھوتے چلے گئے۔

..______________________..

"ٹھیک ہے اسے ڈن کریں، اور مجھ سے باقی فائلز لے جائیے گا کچھ دیر تک۔۔۔"

مان، جھیل سے کچھ فاصلے پر کھڑی انجینئر سے مخاطب تھی جو آگے سے فرمابرداری کے سنگ سر ہلاتا واپس چلا گیا جبکہ مان کی نظریں خوبصورت سی جھیل پر تھیں جو دن بدن اپنی دلکشی واپس پائے، حفاظت اور دیکھ بھال سے پہلے جیسی ہو رہی تھی، موسم آج ہلکی ہلکی دھوپ کے سنگ الگ ہی تمازت بکھیرتا جارہا تھا، صبح کب کی دن میں ڈھل آئی تھی۔

پھر بے دھیانی میں مان کی نظریں اپنے ہاتھ کی ہارٹ ٹچ فنگر میں موجود خوبصورت سی گولڈ رنگ پر گئی تو موسم جیسا نرم پن مان خلیل کی آنکھوں میں بھی اتر آیا۔

جبکہ دوسری طرف، شاہ یہاں آنے سے پہلے آفس چلا گیا تھا جہاں اسکی شعیب رضا کے ساتھ ایک اہم میٹنگ تھی۔

وہ انکے روبرو بیٹھا خاصے حیران تاثرات لیے ہوئے تھا جبکہ شعیب رضا پرسکون ہو کر رولنگ چیئر پر براجمان، مسکراتی آنکھوں سے شاہ ویر ملک کے تاثرات جانچنے میں محو تھے۔

"لیکن سر! یہ سب کس لیے؟"

کافی دیر کی متذبذب چپ کے بعد وہ آخر اپنے سامنے رکھی فائیل سے نظریں اٹھائے خاموشی توڑے بے قرار ہوئے بولا وہیں شعیب رضا کے پرسکون ثاثرات ہنوز برقرار رہے۔

"یہ سب میں خود بھی نہیں جانتا کہ کس لیے شاہ ویر مگر یہ کر کے مجھے خوشی ہو گی، تم جانتے ہو میری اولاد نہیں ہے، اور جب سے تم آئے ہو، میں نے تم میں ہمیشہ ایک فرزند کی جھلک محسوس کی۔ تمہاری قابلیت اور ذہانت کا تو میں تمہارے یہاں جاب کرنے کے ایک ماہ میں ہی معترف ہو گیا تھا۔ لہذا

میں اپنی زندگی میں ہی تمہیں تمہارا حق دے کر دل پر دھرا بوجھ اور کندھوں پر لی ذمہ داری بانٹنا چاہتا ہوں"

شاہ کی بے چینی اور بے قراری محسوس کیے، شعیب رضا نے جس طرح شفقت اور محبت سے جواب دیا اس پر شاہ حقیقی بے بس ہوا۔

یہ سب وہ ہرگز نہیں لے سکتا تھا نہ وہ خود کو اتنی بڑی ذمہ داری کا اہل جانتا تھا۔

مگر جو مان اس وقت اس انسان کی آنکھوں اور لہجے میں تھا، وہ واقعی ویسا پدرانہ تھا جیسا ایک اولاد اور باپ کے بیچ ہوا کرتا ہے۔

ایس مروہ مرزا کے ناولز پڑھنے کے لیے ہماری ویب سائیٹ لازمی وزٹ کریں۔

"لیکن سر! یہ سب میں کیسے لے سکتا ہوں۔ آپ اگر مجھے اتنا سمجھ چکے ہیں تو میرے مزاج کو بھی بھانپ لیا ہوگا، یہ محض مجھ پر بوجھ کے سوا کچھ نہیں ہے"

وہ ایک آخری بار اتنی بڑی ذمہ داری سے بے چین ہوئے بولا مگر شعیب رضا نے فیصلہ کرنے کے بعد شاہ کو اپنے پاس، اپنا فیصلہ سنانے کے لیے بلوایا تھا۔

"تم اس بزنس میں چھٹے شئیر ہولڈر ہوگے، اور میں نے یہ سب بہت سوچ سمجھ کر کیا ہے شاہ ویر۔ میں اب اس بزنس سے فراغت چاہتا ہوں تبھی اپنی ذمہ داری تم پر ڈال کر بری الذمہ ہونا چاہتا ہوں۔ اب سے بزنس کا سارا

اختیار ہم نئے تین پارٹنرز کے حوالے کرنا چاہتے ہیں جن میں امل، مبین اور تم شامل ہو گے"

شعیب رضا اسے یہ سب بتا کر ششدر ہی تو کر چکے تھے، شاہ کا دماغ ہم پر ہی اٹک چکا تھا۔

"آپکے اس فیصلے میں کیا آپکے دونوں پارٹنر بھی شامل ہیں؟"

شاہ کے ماتھے پر پڑتی شکنوں سے شعیب صاحب اتنا تو بھانپ گئے کہ ان سے کوئی غلطی سرزد ہوئی ہے اور اب وہ اسے کوور کیسے کریں، یہی انکی اگلی سوچ تھی۔

"بالکل نہیں شاہ ویر، میرا مطلب تھا کہ وہ دونوں بھی اب اپنی مکمل ذمہ داریاں اپنے اپنے بچوں کو سونپ رہے ہیں، تو میں اپنی ذمہ داری اپنے بیٹے یعنی تمہیں دے رہا ہوں۔۔۔ تین دن بعد بورڈ آف آنر کی میٹنگ ارینج کی

گئی ہے، میں چاہتا ہوں اس دن میں تمہیں سب کے سامنے نیو شئیر ہولڈر نامینیٹ کر دوں"

شعیب رضا نے اپنی بات اس بار سنجیدگی کے سنگ دہرائی مگر شاہ کافی الجھا لگا۔

"مجھے یقین ہے تم پر بھروسہ کر کے میں ہرگز نہیں پچھتاوں گا شاہ ویر، اور رہی بات بوجھ کی تو تم خود نہیں جانتے کہ تمہارے آنے کے بعد میں نے کتنے شئیرز مزید خریدے صرف تمہاری محنت سے حاصل ہوتے سرمائے سے۔ ابھی بھی سب سے زیادہ شئیرز میرے ہیں، تمہیں ویسے بھی بونس تو دینا تھا میں نے تم یہی سمجھنا کہ یہ ذمہ داری، تمہاری محنت کا صلہ ہے جسے تم نے یونہی اپنی صلاحیتوں کو دکھا کر نبھانا ہے"

وہ اسے اصرار کیے تقریباً قائل کرتے دیکھائی دیے مگر شاہ کا دل عجیب بھاری تھا، بظاہر تو وہ انکی اس دی ذمہ داری کو قبول کرنے کی ہامی بھر چکا تھا مگر اسکو کچھ تو غلط ہونے کا احساس ضرور لاحق ہوا۔

وہ الجھن میں ہی تمام امور دیکھنے کے بعد آفس سے اجازت لیے نکلا وہیں شعیب رضا نے اپنا فون اٹھائے جلال پاشا کا نمبر ملایا جو اس وقت اپنے گھر کے سٹنگ ایریا میں گھر کا لباس زیب تن کیے، ہاتھ میں بھاپ اڑاتا مگ پکڑ کر کھڑے، گلاس وال سے باہر صحن میں کام کرتے مالیوں کو دیکھ رہے تھے، انھیں امل کی کال بیک کا ویٹ تھا فون کی بیل بجنے پر شعیب رضا کا نام پڑھ کر جلال پاشا نے تنی پیشانی بحال کیے کال پک کی اور فون کان سے لگایا۔

"تمہارا کام ہو گیا ہے جلال"

شعیب رضا کی جانب سے کہے اس جملے پر جلال اک لمحہ حیرت میں ڈوبے اور پھر جیسے بے سکونی نے سکون اوڑھا۔

"یہ مت کہو کہ میرا کام کر دیا، یہ کہو کہ تم نے مجھے برباد ہونے سے بروقت بچالیا شعیب۔ وقت ریت کی مانند ہماری مٹھی سے پھسل جاتا ہے اور ہمیں خبر نہیں ہوتی۔ نعمت ہیں تمہارے اور عارض جیسے دوست جنکی نصیحتیں ہم جیسے بد دماغوں کو خساروں اور نقصانات سے بچالیتی ہیں"

آج جلال پاشا کے لہجے میں اک درد تھا، دکھ تھا، شاید وہ اپنی کوتاہیوں اور برائیوں کو پہچان کر بروقت سدھارنے کا فیصلہ لے چکے تھے، جبکہ شعیب رضا کے چہرے پر آسودہ مسکراہٹ تھی جو اپنے بد دماغ یار کے بدلے لہجے پر اور درویش لفظوں پر گہری ہوئی۔

"مجھے خوشی ہے جلال، کہ تم نے مکافات عمل سے پہلے ہی توبہ کرلی۔ یقین کرو دل دکھانے کی سزا کبھی نہیں ٹل سکتی۔ یہ بہت گنے چنے لوگ ہوتے ہیں جنکو سچی توبہ کا شرف ملتا ہے اور وہ اپنے اللہ سے بخشیش لوٹ لیتے ہیں"

شعیب کا انداز تعریفی اور ستائشی تھا مگر جلال پاشا دل جلا سا مسکرائے۔

وہ اتنا سب بکھیر چکے تھے کہ اک طرف سدھار لے بھی آتے تو تیز ہوا دوسری طرف بکھیر ڈالتی۔

"میں نے اس وقت صرف ایک باپ بن کر سوچا تھا شعیب، لیکن انسان ہوں یہ فراموش کر گیا۔ اب جب غرور اور تکبر کی پٹی کو آنکھوں سے ہٹایا تو مجھے احساس ہوا میں نے شاہ ویر ملک کے ساتھ بہت بڑا ظلم کیا تھا۔ میں نہیں سمجھتا کہ میں معافی کے لائق ہوں سو اس لیے اپنا سب کچھ امل اور باقی شاہ ویر کے نام کر دیا تاکہ بنا اسے خبر کیے میں کم از کم اللہ کے سامنے سر اٹھانے کے لائق ہو سکوں۔ کیونکہ وہ واقعی دل توڑنے کی سزا نہیں ٹالتا"

جلال پاشا کا لہجہ تاسف سے بھرا مگر اسکے لفظ سچے تھے جنکو سن کر شعیب رضا کو مسرت ہوئی۔ جلال پاشا نے اپنے نام پر موجود تمام شئیرز، خاموشی سے شعیب رضا کے حوالے کر دیے تھے تاکہ وہ خود یہ شاہ ویر کو سونپ دے جبکہ ان تینوں پارٹنرز میں سب سے زیادہ شئیرز اور مستحکم پوزیشن جلال پاشا کی تھی، جسکی مضبوطی کا اسی سے اندازہ لگایا جا سکتا تھا کہ اب بھی

بزنس میں سب سے زیادہ شئیر زامل کے نام تھے جبکہ دوسرے پر مبین اور اب تیسرے پر شاہ ویر آچکا تھا۔

وہ جانتے تھے جو انہوں نے شاہ کے ساتھ کیا، وہ ان سے ہر گز یہ سب نہیں لے گا تبھی شعیب رضا کو اس سب میں شامل کیا جسکا علم عارض سکندر کو بھی تھا اور یہ سب تینوں نے باہمی مشاورت سے کیا تھا۔

"تم برے انسان نہیں ہو جلال نہ کبھی تھے، انسان اپنے مزاج اور فطرت سے الگ نہیں ہو سکتا۔ تم نے بروقت خود کی غلطیاں ڈھونڈ لی ہیں یہی سب سے بڑی جیت ہے۔ رہی بات امل کی تو اسے بھی بہترین مل چکا ہے اور شاہ ویر کو بھی اسکا بہترین نصیب عنقریب مل جائے گا۔ بس اب سدھرنے کی کوشش کر رہی رہے ہو تو میرا حقیر سا مشورہ ہے کہ مناحل بھابھی سے بھی سچی والی صلح کر لو۔۔۔ میں اور عارض اچھے سے جانتے ہیں کہ تم مناحل کو دیکھ کر جیتے آئے ہو، ہٹ دھرم، انا پرست، گھمنڈی سا جلال پاشا، آخر مہربان ہو ہی گیا۔ یہ سب محبت کرتی ہے، کبھی اولاد کی محبت تو کبھی ہمسفر

کی، کبھی اپنے سکون کی محبت تو کبھی ہم سب کو پیدا کرنے والے کی محبت۔۔۔۔"

شعیب رضا کی امید افزاء باتیں اک طرف یاری کا فرض نبھاتی دیکھائی دیں تو وہیں انکا حقیر سا مشورہ، جلال پاشا کا دل دھڑکا گیا۔

پھر جب امل کا 'سائیڈ بزنس' والا حوالہ یاد آیا تو جلال یونہی بے دھیانی میں مسکرا دیے، نجانے یہ خود سے جڑی محبتیں انسان کو اتنا کیسے بدل دیتی ہیں

شعیب صاحب کی کال کٹی تو فون پر امل کا جگمگاتا نام، انکی ساری تھکاوٹ اتار گیا۔

"دیکھیں میں ناراضگی مکمل تو نہیں ہٹا رہی مسٹر جلال مگر آپکو ایک اچھے فیصلے کے لیے سیونٹی پرسنٹ معاف کرتی ہوں۔ مسٹر جلال نہیں، ابا جان۔۔۔"

فون لگتے ہی بال ڈریسنگ کے سامنے کھڑے ہو کر ڈرائے کرتی وہ ابھی فریش ہو کر نکلی تھی، فون ڈریسنگ پر رکھ کر سپیکر پر ڈال رکھا تھا جبکہ امل کے لہجے کی خوشی، اس باپ کا رہا سہا پچھتاوا بھی ختم کر گئی۔

وہ زندگی میں پہلی بار اخیر ایموشنل ہوئے مگر بنا امل کو خبر کیے، آنکھوں میں امڈتی سرخی دبالی۔

"اور ہاں مجھے اپنے اب تک کہ اس سارے رویے کہ لیے سوری کہنا ہے جو میں نے آپ سے رکھا تو حق بجانب تھا مگر کہیں نہ کہیں روڈ اور بے حس تھا۔ مس مناحل کو بتا دیجئے گا، اور ہاں میرے کھڑوس ابا جان بن کر نہیں بلکہ انکے جلال بن کر تا کہ اس غریبنی کو بھی مسرت حاصل ہو۔ مما تو لگتا ہے اپنی بہن کے ساتھ بزی ہیں، فون پک کرنا تو انکو بہن صاحبہ کے ساتھ یاد نہیں رہنا۔۔ میں بھی اب گھومنے میں بزی رہوں گی سو آکر ہی آپ دو پاک انڈیا کی سچی صلح دیکھوں گی"

وہ اپنی دھن میں لگتار کئی احساسات لیے بولی اور پھر اپنے ازلی شرارت بھرے لہجے میں اک نئی ذمہ داری بھی بابا کو سونپ ڈالی جس پر جلال پاشا، صوفے پر آرام سے آ کر بیٹھے اور ساری توجہ امل کی آواز میں ہمکتی خوشی کی جانب مبذول کی۔

"اینڈ فائنل بات، اگر امل کو اس بیچ کوئی بھائی بہن بھی مل گیا سو نو ایشو۔۔۔۔وہ کیا ہے ناں، میں تو گئی آپ دونوں کے ہاتھوں سے اب نیو کی تیاری پکڑیں۔۔۔۔ہی ہی بائے۔۔۔سن لیا آج، بول تب لیجئے گا جب امل روبرو ہوئی۔۔۔۔۔"

وہ اس بار آفت ناک ہنستی، یہ دل دہلاتا چھیڑ تا ہوا تقاضا کیے، جلال پاشا کے چہرے پر حسین اور پر سکون مسکراہٹ چھوڑے فون کاٹ گئی مگر جلال پاشا کا دل ضرور ہلکا ہو گیا تھا۔

جب سب ٹھیک ہو رہا تھا تو یہ نشانی تھی کہ انکی پشیمانی، اللہ نے قبول کی تھی۔

..________________..

کمرہ عدالت سج چکا تھا، دونوں جج صاحبان اس بڑے فیصلے کو آج حتمی رنگ دینے اپنی مسند پر براجمان ہو چکے تھے، کمرہ عدالت کئی لوگوں سے بھرا تھا جن میں ان دونوں کیسیز سے جڑے گواہان اور لوگ آج شامل تھے، عارض سکندر بھی موجود تھے اسکے علاوہ خاص دو گواہان کو فی الحال پس پردہ رکھا گیا تھا۔

روحان وحدی اور بارکن کا وکیل، شر دبار نظروں سے اپنے مخالف منجھے ہوئے وکیل کو دیکھ رہا تھا جو آج وکیل استغاثہ کو بچھاڑنے کے ارادے بنائے، مسرور دیکھائی دے رہا تھا۔

سالار خان بھی سامعین اور خاضرین میں موجود تھا جبکہ بلاول کے ساتھ ایک دوسرا پولیس اہلکار، کٹہرے سے کچھ فاصلے پر کھڑے تھے جہاں غلیظ شکل اور تاثرات والا روحان وحدی بیڑیوں میں جکڑا کھڑا تھا، اسکی نظریں

صرف بارکن کو تلاش رہی تھیں، وہ سمجھ نہ پا رہا تھا کہ کیسے وہ آخر کار اپنے زوال تک پہنچ آیا، حالانکہ اس کی پاور اور طاقت کسی تعریف کی محتاج نہ رہی تھی۔

خاضرین عدالت، نفرت بھری نظروں سے روحان وحدی کو دیکھ رہے تھے، انکا بس چلتا تو اسلام دشمن اس گند کو بھڑکتی بھٹی میں جھونک دیتے مگر آج سبکو یقین تھا کہ جیت صرف حق کی ہو گی۔

"بارکن کہاں ہے؟ اسے بھی پیش کیا جائے"

سینئیر جج نے ساتھ والے ساتھی سے مشاورت کیے پولیس کی جانب دیکھ کر کہا جس پر خود سالار خان اپنی جگہ سے اجازت لیے اٹھا اور ایک خاکی لفافہ، بڑے مودب طریقے سے جج کی سمت ارسال کیا جس پر مخالف وکیل کی متنفر نظریں تھیں مگر اس لفافے میں سے نکلتے سفید کاغذ کو دیکھنے اور پڑھنے کے

بعد جج صاحبان کے چہرے پر سکون درج ہوا مگر مخالف وکیل کو ضرور آگ لگی۔

"عدالت کی کاروائی شروع کی جائے، روحان وحدی کے خلاف جتنے بھی ثبوت اور گواہ ہیں انھیں باری باری پیش کیا جائے"

جج صاحبان نے باہمی رضامندی کے سنگ کیس کی شروعات کی جس پر سالار خان کئی لوگ باری باری بلواتا گیا جو دوسرے کٹہرے میں باری باری آتے رہے اور روحان وحدی کی اصلیت آشکار کرتے رہے، جن کے پاس مخالف سلگے وکیل کے بے تکے سوالوں کے سارے جوابات بھی تھے اور اپنے بیان کی سچائی ثابت کرتے ثبوت بھی، یہ وہ تمام لوگ تھے جو روحان وحدی کے جاننے والے تھے، یا پھر وہ جو اسکی مکر و صحبت میں خراب ہونے کے بعد توبہ کیے سدھر گئے تھے، بارکن تو پہلے ہی مجرم ثابت تھا اس لیے موجودہ کاروائی صرف روحان وحدی کے لیے ہو رہی تھی۔

سالار خان کے پیش کیے گواہان اور ثبوتوں کے ساتھ مخالف وکیل بھی بے تکے اور بیکار جھوٹے گواہ پیش کرتا رہا جنکو جج صاحبان انکی شکلیں دیکھ کر ہی چلتا کرتے رہے۔

اور پھر روحان وحدی کے اسلام مخالف بیانات کی وڈیو بھی بڑی سکرین پر چلائی گئیں جو اسکی سزا نافذ کرنے میں سب سے بڑا ہتھیار تھیں۔

اور پھر سالار خان کا پیش کیا سب سے بڑا اور پہلا گواہ رابعہ وحدی جس نے اپنی زندگی کا سارا خلاصہ ایک آخری اذیت بھرا گھونٹ بھر کر سناتے ہی روحان وحدی کی سزا پر مہر لگا دی۔

یہی نہیں، اگلا گواہ کمرہ عدالت میں سکتہ طاری کرنے کا باعث بنا، ہادی سکندر صحیح سلامت، چند زخموں کے ساتھ سب کے سامنے آیا، جسے دیکھ کر سبکے چہروں پر سکون تھا۔

ہارون سکندر کی موت کے پیچھے بارکن تھا، اسکے تمام ثبوت اور جیل میں روحان وحدی کے پیغام بارکن تک پہنچانے والے اس آدمی سے ملتی انفارمیشن اس بات کا ثبوت بنی کہ ہارون سکندر نا صرف روحان وحدی کا اول آلہ کار رہا بلکہ وقت آخر اس نے تمام گواہوں سے چھٹکارے کے لیے اسے بھی موت کے گھاٹ اتار دیا، یہی نہیں خود پر اور رابعہ پر ہوتے جان لیوا حملوں کی پوری سچائی بھی ہادی نے ڈنکے کی چوٹ پر بیان کی اور پھر بارکن نامی غلیظ کو جہنم واصل کرنے کا اعتراف کیے اس نے پورے کمرہ عدالت پر سناٹا پھیلا دیا۔

ہادی نے اپنی گاڑی میں اپنے ساتھ بارکن نامی آدمی کو مکمل رسیوں اور زنجیروں میں جکڑ کر بیٹھائے، خود گاڑی وہاں تک بھگائی جہاں تک راجن کے لوگ دیکھ نہ سکتے تھے اور پھر اپنی جان پر یہ سب سے بڑا رسک لیے، گاڑی اس سیدھی سڑک پر اٹومیٹنک کرتے ہی خود چلتی گاڑی سے چھلانگ لگا دی جسکے باعث اسکی ٹانگ، پیر اور سر پر کافی چوٹیں آئیں اور یوں جو آدمی

اس چیتھڑے چیتھڑے ہوتی گاڑی میں موجود تھا وہ ہادی نہیں بلکہ بارکن تھا، جسکو عدالت پہلے ہی واجب القتل قرار دے چکی تھی۔

چونکہ ہادی سکندر نے یہ سب سیلف ڈیفینس اور مجرموں کو باحفاظت کورٹ تک پہنچانے کے لیے کیا تبھی عدالت نے اسے اس فعل پر معاف کرنے کے ساتھ ساتھ اسکی اور سالار خان کی مشترکہ محنت کو سلام پیش کرتے ہی تمام کاروائی روکتے ہوئے اک کینہ توز حقارت بھری نظر، قابل رحم حال تک آجاتے روحان وحدی پر ڈالی اور دونوں جج اپنا فیصلہ لکھنے لگے۔

کمرہ عدالت میں کچھ وقت کی خاموشی چھا چکی تھی۔

..________________________..

"ہیو آ سیٹ"

وہ اسے لنچ کے لیے قریبی ڈھابے پر لایا تھا، مگر کافی دیر سے مان نوٹ کر رہی تھی وہ کچھ خاموش اور سنجیدہ تھا، نہ تو اس نے کچھ وقت سے ظاہر کرتی بے

خودی عیاں کی نہ ہی اپنے اور مان کے جڑتے رشتے کا ذکر چھیڑا بس وہ کسی الجھن آمیز چپ میں تھا اور مان لمحہ بہ لمحہ شاہ ویر کو پڑھنے میں مصروف تھی۔

وہ کھانے کا آرڈر دیتے ہوئے بھی سنجیدہ تھا۔

"شاہ! کیا آپ مجھ سے منگنی کر کے پچھتا رہے ہیں"

کافی دیر وہ شاہ کی چپ جانچتی رہی اور پھر ملال بھرے لہجے میں آخر یہ سوال کر ہی بیٹھی جس پر اس سنجیدہ چہرے پر تلخی اور خفگی چھا گئی۔

"ایسی فضول سوچ لائی کہاں سے ہیں آپ مان؟"

بنا جواب دیے وہ الٹا اسکے سوال پر بگھڑا جواب واقعی افسردہ ہوئی۔

"کچھ گھنٹے ہی گزرے ہیں مجھے آپکی امانت بنے ہوئے اور آپ یوں ہیں جیسے ناجانے کونسے پہاڑ تلے آئے ہوں، میں نے آپکو صاف صاف کہا تھا میں ایسا

سب افورڈ نہیں کر سکتی سو ابھی منگنی ہوئی ہے تو سوچ لیں۔ ابھی آپ پر نکاح کی پابندی عائد نہیں ہوئی"

وہ جو اپنے دماغ میں اتنا سب سوچے بیٹھی تھی، صاف گوئی سے یہ سب بتاتی شاہ کو واقعی حیرت کا مجسمہ بنا چکی تھی جو اس وقت پبلک پلیس کا لحاظ کر گیا ورنہ دل تو چاہا اس لڑکی کو جھنجھوڑ ڈالے۔

خشمگیں نگاہیں مان کے اترے چہرے پر ڈالتا وہ اپنی آنکھوں کی قوت سے یہ بتا چکا تھا کہ اسے مان کی بات نے دکھ پہنچایا ہے۔

"بات نہیں کروں گا اب آپ سے مان، بندہ کسی اور الجھن میں بھی تو ہو سکتا ہے یار۔۔۔بس خفا ہو گیا"

اک لمحے چہرے پر اتر آتی مسکین سی مسکراہٹ کا گلا گھونٹے وہ اب واقعی ستم پر اترا جو آنکھیں جھکائے ہوئے تھی، اس پر فوراً سے بیشتر متذبذب ہوئے شاہ ویر کو دیکھنے لگی۔

"دیکھا! چند گھنٹوں بعد ہی خفا۔۔۔ فون پر تو آپ میرا بڑا دل دہلا رہے تھے جیسے میں کوئی قلعہ ہوں آپ جناب جنگجو جو اسے فتح کرنے والے ہوں۔ ناراض آپ کیا ہوں گے، مان ہوتی ہے۔ ہنہ"

وہ جو مان کی جانب سے کچھ منت سماجت جیسے جذبات امید کر رہا تھا، محترمہ کی بے باکی پر بھونچکارہ گیا، اور شاہ ویر کی فق صورت، مان کو مسکرانے پر مجبور تو کر رہی تھی مگر وہ زرا مضبوط بنی ہوئی خفا تاثرات دینے میں کامیاب ٹھہری۔

جبکہ مقابل کی حیرانگی تھمی تو دل اگلے ہی پل جی بھر کر مسرت سے مچل اٹھا اور آنکھوں میں ساری الجھن تھم کر بے خودی سمیٹ لائی۔

"مجھے چیلنج کر رہی ہیں؟ یہ تو مجھے حق نہیں ملا ابھی ورنہ اچھے سے بتاتا کہ دل دہلانا کسے کہتے ہیں۔ میرے نزدیک یہ منگنی وغیرہ بس ایک رسمی تعلق ہے جو حق جتانے یا شدت لٹانے کے لیے ناکافی ہے۔۔۔ اس لیے ایک بار مجھے

ملکیت ملنے دیں۔ پھر آپکی ناراضگی بھی دور کرلوں گا اور اپنی ناراضگی دور کرنے کے آپکو سارے طریقے بھی گوش گزار کروں گا۔۔"

وہ جوہری جھنڈی دیکھا کر پر اعتمادی سے اتراہٹ کی ملکہ بنی من ہی من میں مسکرا رہی تھی، شاہ ویر کے اس درجہ کھلے ڈھلے معنی خیز جملوں کی حدت پر لمحہ بھر ساکت ہوئی، پھر آنکھیں تھیں کہ اس درجہ بے باک انداز پر جھک گئیں اور وہ شاہ کی نظروں کی تپش سے جان چھڑوانے کو فرار کی راہیں تلاشی یہاں وہاں دیکھنے لگی، مگر شاہ ویر کو جس لمحے نے اپنے اندر سمیٹا وہ مان کی دبائی گئی مسکراہٹ تھی جس میں حیا کا عنصر شامل تھا۔

" دیکھو تو! لوگ شرماتے بھی کیا غضبناک ہیں۔"

وہ اسے خود کو نظر انداز کرتا بھانپ کر شرارت پر اترا تو محترمہ کی گالیں دہک اٹھیں۔

"میں ک۔۔ کیوں شرماؤں گی؟"

زرا ہمت کیے ان نظروں کی تپش کے جواب میں اعتماد بحال کیے پوچھا گیا تو
شاہ کے دل کو کوئی احساس گدگدا گیا۔

"یہ تو آپکو پتا ہو گا، ایک تو میں دل پر پتھر رکھے نکاح کی امید پر منگنی
برداشت کیے دکھی ہو رہا اوپر سے آپ شکوے کرتی جان لے رہی ہیں۔ گن
گن کر بدلے نہ لیے تو میرا نام بھی شاہ ویر ملک نہیں"

گویا اس دلربا کے تفاخر کے جواب میں جناب نے دل جلی سی حسرت بیان
کیے دہائی دی اور مان اسکے انداز اور ٹھنڈی آہ پر ہنس دی۔

جبکہ شاہ کے گھورنے پر محترمہ نے فوری ہنسی دبائی۔

"سچ کہہ رہا ہوں، اور آپ مجھ مسکین کے ارمان پر قہقہے بہا رہی ہیں۔ رہی
بات چند گھنٹوں کی تو اب آخری سانس تک میرا سب آپ ہیں مان سو ایسے
فضول خیال بھول کر بھی اپنے قریب مت آنے دیجیۓ گا۔ کم از کم تب تک

جب تک ہم میں یہ دوریاں ہیں۔ بعد میں ایسے کسی فضول خیال کو میں آپکے قریب آنے ہی نہیں دوں گا"

وہ اس بار جس سچائی اور آنچ دیتے لہجے میں بولا، وہ ناچاہ کر بھی مان کو افسردہ سی مسکراہٹ بخش گیا، اسے اپنے شکوے پر ملال ہوا۔

"لیکن میں آپ سے لڑنا بھی چاہتی ہوں، مجھے اچھا لگے گا"

وہ بھی اب جان لیوا ہوئے منمنائی، اسکی آنکھوں میں امڈتی چاہت زدہ مسکان نے شاہ کا دل جکڑا جو پہلے ہی ہلکان تھا۔

"لیکن ابھی تو مت لڑنے کے خطرناک پلین بنائیں کہ میں منانے کے لیے سر دیوار سے دے ماروں، پہلے پاس آجائیں پھر جی بھر کر لڑ لینا۔۔۔ کم از کم آپکو اپنے طریقے سے منانا میرے لیے ممکن ہو جائے گا۔۔ سمجھ تو گئی ہیں ناں کہ میرا طریقہ کیا ہو گا"

وہ جس آسانی سے یہ ذو معنی گفتگو کر رہا تھا، مان کو تو اب واقعی ٹھنڈے پسینے آنے باقی تھے، جبکہ وہ اسے بیقرار و مضطرب محسوس کیے مسرور سا ہوا۔

وہ کچھ نہ بولی بس رحم طلب نظر شاہ پر ڈالے آنکھیں چرا گئی۔

"بعد میں آپکو نظریں چرانے کی اجازت نہیں ملے گی مان خیل سکندر،

ارے بھائی لے بھی آو کھانا۔۔۔ پیٹ میں چوہے کود رہے ہیں"

اول دل دہلاتا جملہ وہ مان کی اور زرا جھک کر سرگوشی میں کہتا، ساتھ ہی اپنی جانب آتے بھائی سے بولا جو آگے سے مسکرا کر کھانا سرو کروانے لگا جبکہ مان کی بے کل حالت سے وہ غائبانہ ہی باخبر ہوئے دل ہی دل میں محظوظ ہوتا بھی دیکھائی دیا۔

دوسری جانب ماہ جبین جب تک پہنچیں، ماہ نور کچھ دیر سو کر جاگ چکی تھی، دونوں ماوں نے مل کر اسے لنچ کروایا تھا اور ماہ جبین نے اسے اپنا بھرپور خیال رکھنے کی تاکید بھی کی اور جاتے جاتے جب وہ المیرا اسے ملنے رکیں تو

انکے چہرے کی ان کہی تکلیف بھانپ کر زرا دیر رکیں اور ہادی سکندر کی سلامتی کی خبر دے کر المیرا کا کشمکش میں ڈولتا دل بحال اور پر سکون کیا۔

کیونکہ عارض سکندر نے انھیں ہادی کی سلامتی کی خبر کچھ دیر پہلے ہی ارسال کی تھی۔

جبکہ مبین نے اس بار بھی اپنا ہر کام پس پشت ڈالے، ہجرت چنی، لیکن اس بار اسکا دل ایسی تکلیف میں تھا جو آج سے پہلے کسی پر نہیں گزری تھی۔

ہادی سکندر نے ایک آخری بار اسے آزمایا تو تھا مگر اس قدر برا کہ نیلم نے مبین عارض سکندر کو دنیا جہاں کی سب سے اخیر اذیت میں مبتلا محسوس کیا۔

انکی فلائیٹ کے لیے بس کچھ ہی دیر میں روانگی تھی اور نیلم کے پاس اتنی ہمت نہیں تھی کہ وہ مبین کو حوصلہ دے پاتی جو نیوز تو سن چکا تھا مگر ابھی وہاں ہادی سکندر کی موت ہی کے اندازے لگائے جا رہے تھے۔

نیلم نے ہمت جمع کیے روم کا دروازہ کھولے اندر جھانکا تو وہ بیڈ کے کنارے بیٹھا ٹی وی سے منہ موڑے بس رپورٹرز کی بتائی اذیت ناک سوہان روح خبر سن رہا تھا، اس نے سر ہاتھوں میں گرائے جکڑ رکھا تھا۔

پہلی بار ہادی سکندر کی ضد کے باعث، بلاول کو بھی یہ سچائی ابھی تک مبین سے چھپانی پڑ رہی تھی مگر وہ سوچ چکا تھا کہ کورٹ سے نکلتے ہی وہ مبین بھائی کو سارا سچ بتائے معافی مانگ لے گا، یہ جانے بنا کہ وہ اس پر اسے سخت سزا دیں گے۔

مگر ایسا کیسے ممکن تھا کہ ہادی کا کھیل، اس بار مبین عارض سکندر سے مخفی رہ جاتا؟ حقیقت تو یہ تھی کہ اسے جو دکھ تھا وہ ہادی سکندر کے اس درجہ برے آزمانے پر تھا۔

اسکی سنہری آنکھیں سرخ تھیں جو نا جانے کس قدر تکلیف پی بیٹھنے کی ضمانت دے رہی تھیں۔

نیلم سر پر حجاب لیے، عبایہ پہنے تقریباََ تیار تھی، اندر آتے ہی تاسف کے سنگ چلتے ٹی وی پر نگاہ ڈالے مزید دکھی ہوئی اور پھر ریموٹ کے سنگ اسے آف کیا۔

"اف اس بندے کی تو تکلیف بھی جان نکال رہی ہے میری، اللہ جی پلیز ہادی بھائی کی حفاظت کریں ورنہ نیلم اس بندے کے ایک آنسو کو دیکھنے سے پہلے ہی اپنی جان دے بیٹھے گی"

وہ مبین کی جانب تکلیف سے تکتی سوچتی زرا قریب آئی مگر اس کے پتھر وجود میں جنبیش تک نہ ہوئی، یہاں تک کہ نیلم اسکے پاس بیٹھے اسکا ہاتھ تھام چکی تھی جو گہرا سانس بھرے خود بھی سیدھا ہوئے بیٹھا مگر نیلم اسے دیکھتی یوں تھی جیسے ابھی رو دے گی۔

"ہادی بھائی نہیں ہوں گے وہ، آپ پلیز ایسے پریشان نہ ہوں۔ دیکھیے گا ہم جائیں گے تو ہادی بھائی ویسے ہی جلی سی سلگتی مسکراہٹ لیے ہمارے منتظر

ملیں گے۔ پلیز مبین، آپ نے ایسے ہی چہرہ بنائے رکھا تو میں ضرور رونے لگ جاوں گی۔۔۔۔ بھلا ایسا کیسے ممکن ہے کہ اللہ ہمیں اس قدر نا قابل برداشت آزمائش سے گزاریں۔ وہ طاقت سے زیادہ بوجھ نہیں ڈالتے ناں اپنے بندے پر۔۔۔۔ ادھر دیکھیں میری طرف"

وہ حوصلہ تو بہت مضبوط ہو کر دینے آئی مگر خود ہی بات کرتے نمی اسکے لہجے میں گھلی، ہاتھ بڑھا کر وہ مبین کو خود کی جانب دیکھنے پر اکسائے تب دل تک تکلیف سے بھری جب ان جان سے پیاری آنکھوں میں اترا ملال دیکھا۔

"پاگل ہیں، کیا آپ کے دل نے آپکو گواہی دی کہ انھیں خدانخواستہ کچھ۔۔۔۔"

وہ اسکی تکلیف دیکھ کر آدھی ہو گئی پھر جیسے یہ سوال کیا، مبین نے سر جھٹک کر نفی میں گردن ہلائے چہرہ نا صرف موڑا بلکہ اٹھ کھڑا ہوا۔

نیلم بھی اسکے ساتھ ہی کھڑی ہوئی۔

"وہ صحیح سلامت بھی ہے تو زخموں پر مرہم کیسے لگے گا اب، ان زخموں کا کیا نیلم جو وہ ہمیشہ مبین عارض سکندر کے دل پر لگاتا ہے۔اس بار اس نے مجھے میری کمزوری پر آزمایا ہے اور کم از کم یار ایسا نہیں کرتے۔میں جا تو رہا ہوں لیکن اس سے سخت ناراض ہوں۔اس بار معافی اسے مانگنی ہو گی ورنہ وہ ساری عمر میری شکل تک کو ترسے گا۔۔۔۔"

آج مبین ناراض تھا اور اسکی ناراضگی میں غصہ اور تکلیف تھی اور اسکے کہے الفاظ پر نیلم کا دل بھی سہما، اسے واقعی لگا جیسے مبین بہت ہرٹ ہوا ہے۔

"آپ ہی تو کہتے ہیں وہ سر پھرے ہیں"

نیلم نے اسکے غصے کو ہلکا کرنے کی جسارت کیے منمنانے کو لب سرسرائے تو مبین نے پلٹ کر اک سنجیدہ نگاہ نیلم پر ڈالی۔

"تو پھر مبین عارض سکندر اس سے کہیں بڑا سر پھرا ہے اب، ہم صرف ایک ہفتے کے لیے جا رہے ہیں نیلم اور آپ میرے ساتھ واپس آئیں گی"

سختی سے اپنے دماغ کے گھوم جانے کا ثبوت دیتا وہ اگلا حکم کیے نیلم کو بھی زرا ڈرا چکا تھا جو پہلی بار مبین کے لہجے میں شدت محسوس کیے دل کو سکڑتا محسوس کر رہی تھی۔

"اور اگر میرا دل وہاں رکنے کا چاہا تو؟"

شہزادی کے دل کو بھی اٹکیلیاں سوجھیں جس پر مبین عارض سکندر نے گہرا سانس بھرے زرا قریب ہوئے اپنی انہی خوفزدہ کرتی سرخ آنکھوں سے دیکھے شہزادی کی جان ہوا کی۔

"تو آپکے دل کو اپنے لیے بیقرار چھوڑ کر، آپکو اپنی عادت ڈالے، بنا بتائے چپ چاپ یہاں بھاگ آوں گا، پھر ڈھونڈتی رہیے گا مجھے"

وہ گویا اس لمحے چڑچڑا ہوا اور نیلم اس خطرناک، سنگین اور دکھی سی سچویشن کے باوجود مسکراہٹ پر بہت مشکل سے قابو پا سکی۔

آج واقعی مبین کو جن چڑھے تھے اور جس طرح وہ تلملا کر کہے باہر نکلا، نیلم اسکے اس شدت بھرے انداز پر از سر نو مر مٹی۔

"ہادی بھائی ٹھیک ہوں بس، پھر سچویشن زیادہ مزے کی ہونے والی ہے مبین، پاس پاس کے جان لیوا لمحے تو دیکھ لیے اب زرا آپکو نیلم کی من مانیاں سہنی ہوں گی۔ واپس تو آپکے ساتھ ہی آنا ہے مجھے مگر ایک لمحہ وہیں رہنے کا ارادہ بنا کر شہزادی آپکی جان ضرور لے گی۔۔۔"

من ہی من میں یہ دل دہلاتے منصوبے بناتی نیلم، پیارے سے مبین کو اخیر آزمانے والی تھی، خدا خیر کرے۔

..______________________..

کمرہ عدالت میں چھائی خاموشی ختم ہونے کو پہنچ چکی تھی، جج صاحبان نے اپنے فیصلے تحریر کیے قلم روک دیا تھا اور اب انکی توجہ خاضرین عدالت اور

اسکے بعد نفرت سے مزین ہو کر سلگتے، تلملاتے، نجس وجود یعنی روحان وحدی کی جانب مبذول ہوئی۔

"ہم بحیثیت مسلمان، اپنے اللہ اور پاک پیغمبر خصرت محمد ﷺ کے دوست کو اپنا دوست اور دشمن کو اپنا دشمن ماننے پر یقین رکھتے ہیں، جو اللہ اور اسکے محبوب کو تکلیف پہنچائے اسکی قدر ہماری نظر میں یہ ہے کہ اسے واجب القتل قرار دیا جائے۔ سب سے پہلے تو ہم اپنے اللہ سے شرمندہ ہیں کہ اتنا وقت یہ خطرہ ایمان کھلے عام آزاد رہا اور بکواس بیان دیتا رہا۔ لیکن پھر شکر گزار بھی ہیں کہ اس نخوست کو ختم کرنے کا فیصلہ اس رب نے ہمارے ہاتھ میں دیا"

معزز جج صاحب افسوس اور ندامت بھرے لہجے میں گویا تھے اور ہر کوئی انکے الفاظ سے اتفاق کر رہا تھا، جبکہ روحان وحدی پر پڑنے والی حقارت آمیز نظروں میں سالار خان، رابعہ وحدی، ہادی سکندر اور عارض سکندر کی خونخوار آنکھیں سرفہرست تھیں۔

"تمام ثبوتوں اور گواہوں کو مد نظر رکھتے ہوئے عدالت آج ان دونوں کیسز کے حتمی فیصلے تک پہنچ چکی ہے، پہلا کیس بار کن کا تھا جسے اسکے گناہوں کے بدلے عدالت پہلے ہی گناہ گار ثابت کر چکی تھی اور اسکی اس دردناک موت کا ہمیں کوئی افسوس نہیں الٹا ہم ہادی سکندر کے شکر گزار ہیں کہ اس نے ایک گند کو استعمال میں لائے گندگی دھوئی، اپنے مرتد اور قاتل باپ کو سزا دلوانے کی قابل ستائش جرت کے بعد عدالت کے وقار اور ناموس کو بچایا"

جج صاحبان فجر اور شکریہ کے جذبات سے چور ہوئے ہادی کو سراہنے کو توقف کے لیے رکے جس پر ہادی سکندر فتحمندانہ مسکرایا، آج داد لینا بھی اسے منظور تھا۔

"جبکہ دوسرا یہ گند ہے جسکے لیے سزائے موت کے سوا دوسری کوئی سزا مناسب نہیں، رابعہ وحدی کی گواہی کے بعد تو اگر میرے اختیار میں ہوتا، میں روحان وحدی کو کئی سزائے موت سناتا مگر افسوس ایسے گھناونے

مجرموں کے لیے بھی بس ایک موت دینی ہماری مجبوری ہے۔۔۔۔یہی نہیں مرتد اشاریہ تنظیم کی تباہی کا سہرا بھی ہمارے قانون کے ان باہمت نواجوانوں کے سر جاتا ہے جن میں سالار خان اور ہادی سر فہرست ہیں۔یہ سزا دو دن بعد عمل میں لائی جائے گی اور ہر مشکوک فرد کو سخت سے سخت سزا سنانے کا حکم جاری کیا جاتا ہے۔عدالت برخاست ہوتی ہے"

آج یہ جیت صرف سالار خان کی نہیں ہوئی تھی بلکہ آج یہ جیت ہر اس فرد کی ہوئی تھی جس نے دل میں اللہ اور اسکے پیارے حبیب کی محبت سمو رکھی تھی، بارکن کی اذیت ناک موت پر تو رزاق عالم کے لوگوں نے ہادی سکندر کو ہاتھوں پر اٹھا لینا چاہا تھا، انکا بس چلتا تو وہ اپنے قائد کا بدلا لیتے اس جوان کو باری باری گلے ملتے مگر فیصلے کے بعد ہی سالار خان کی سخت ڈپٹ پر ہادی سکندر کو اس کی ماننی پڑی اور اپنے ہلے وجود کو سیٹ کروانے، بلاول کے ساتھ ہوسپٹل جانا پڑا۔

وہیں روحان وحدی کی زبان رہن ہو چکی تھی، اسکا وقت ختم ہو گیا تھا، جہاں جہاں سے اسے لے کر جایا گیا، لوگوں نے اس پر تھوکا، کچرا الٹا، گندگی پھینکی، کیونکہ اس نے اپنی یہ زلت خود چنی تھی۔

وہیں میڈیا والوں نے ہادی سکندر کی عافیت کی خبر پھیلائے لمحوں میں اسے ہیرو بنا دیا، ہر طرف سالار خان، ہادی سکندر کے چرچے ہو گئے مگر ہادی بہت سارے غضب سے صرف زخمی ہونے کے باعث فی الحال بچ گیا تھا مگر اسے پتا تھا عنقریب اسکی سخت آزمائش اب مبین عارض سکندر خود لینے آنے والا ہے، جبکہ المیرا کو اس نے ہوسپٹل جاتے ہوئے ہی اپنے ٹھیک ہونے کا تصدیقی میسج بھیج دیا جس سے اس ماں کا قلب بھی راحت پا گیا۔

..________________________..

"مجھے کال کیوں نہیں کی اس نے؟"

مناحل کے شکوے پر دوسری جانب لان میں ٹہلتے جلال پاشا کے چہرے پر مسکان اتری۔

مہک صاحبہ کے ساتھ وہ واپس آتے ہی شاپنگ پر نکل گئی تھیں اور ابھی واپس پہنچی تھیں اور آتے ہی جلال کی کال پر فون لیے باہر صحن میں آئیں اور امل کا پیغام پہنچاتے جناب پر الٹا برہم ہو گئیں۔

"کیونکہ وہ عبداللہ کے ساتھ گھومنے میں مصروف ہے، تم بتاو۔ کیا وہیں رہنے کا ارادہ ہے تمہارا؟ اب تمہارا وہ 'امل کچن' متاثر نہیں ہو رہا؟"

اول جملہ نہایت پر سکون ہو کر بتاتے وہ آخر تک جس طرح تپش دیتے اور تاسف بھرے انداز میں بولے، اک لمحہ مناحل کے دل کو کچھ ہوا۔

"کبھی تو مجھے بھی خوشی سے میرے اپنوں کے ساتھ رہتا دیکھ کر خوش ہو جایا کریں، کیا اب آپا کو اکیلا چھوڑ دوں۔ مان اور شاہ کی شادی کی ساری تیاریاں ہم بہنو نے ہی کرنی ہیں۔ مہرو اپنے گھر ہے وہ شادی پر ہی آئے گی جبکہ نیلم

بھی اب رخصت ہو گئی ہے۔ امل کچن میرے بنا بھی چل رہا ہے کیونکہ مجھ سے اچھی اور قابل ورکرز ہیں جو میں نے ہائیر کر رکھیں۔۔۔"

مناحل یہ سارے جواب تپ کر دیے افسردہ بھی تھیں مگر آج وہ شخص انھیں کیسے بتاتا کہ وہ اتنا کمزور ہو رہا کہ اسے اس عورت کا ساتھ درکار ہے، آج تک وہ مناحل سے ویسا اظہار نہیں کر سکے تھے جیسی انکی محبت کی شدت تھی مگر اب دل چاہ رہا تھا کہ وہ ہر شے چھوڑ کر مناحل کے ساتھ واقعی پہاڑوں پر جا بسیں پر انکی یہ حالت مناحل کو کیسے پتا چلتی جواب بھی انکے پچھلے رویے کی پھانس دل میں رکھے بدگمان بیٹھی تھی۔

اسے لگ رہا تھا وہ ہمیشہ کی طرح اسے اپنے رشتہ داروں کے پاس دیکھ کر غضبناک ہو رہے ہیں مگر وہ تو اسے مس کر رہے تھے۔

"مطلب چار ماہ تمہیں بھول جاوں؟"

وہ کہنا نہیں چاہتے تھے پر تاسف کے سنگ کہہ بیٹھے، جبکہ انکا یہ جملہ مناحل کے دل پر لگا، وہ ناچاہ کر بھی اپنا دھیان، جلال پاشا کے لہجے کی یاس سے جوڑ بیٹھیں۔

"خیریت ہے جلال؟ بتایئے"

وہ بھی سب چھوڑ کر بے قرار سی ہوئی اور جلال پاشا بس فون بند کر دینا چاہتے تھے۔

"ہاں سب خیریت ہے، انجوائے کرو تم۔۔۔جب فری ہو جاو تو واپس پہاڑوں پر چلی جانا جہاں تمہاری زندگی خوبصورت ہو جاتی ہے۔بنا مجھ سے ملے اور مجھے بتائے۔۔۔کال تبھی کی تھی کیونکہ امل کا ہی بتانا تھا، امید ہے میری طرح اب تم بھی اسکے لیے پر سکون ہو گئی ہو۔ٹھیک ہے اللہ حافظ"

وہ کٹے لٹے لہجے میں یہ سب کہتے ہوئے اپنے اندر کا دکھ کب لہجے میں سمو گئے کہ انکے کال کٹ کرنے کے بہت دیر بعد تک مناحل افسردہ چہرہ لیے کسی غیر مرئی نقطے کو ہی کھوجتی رہ گئی۔

اسے جلال ٹھیک نہیں لگے تھے پھر انکے لفظوں میں ہلکورے لیتی تڑپ پر وہ پریشان ہو گئیں تھیں۔

اسی بولائی کیفیت میں کچن میں آئیں جہاں مہک صاحبہ اب رات کے لیے کھانے کی تیاری میں مصروف تھیں، مناحل کو پریشان سا دیکھے وہ کام چھوڑے اسکی جانب پلٹیں۔

"آپا، میں ایک دو دن جلال کے پاس سے ہو آوں۔ پتا نہیں کیوں مجھے اداس سے لگے ہیں۔ ہم باقی شاہنگ پھر آ کر کریں گے"

مناحل کے اطلاع دینے پر مہک صاحبہ نہ صرف مسکرائیں بلکہ کھلے دل سے مناحل کو جانے کی اجازت سونپی جس پر مناحل نے بنا انفارم کیے ہی جلال پاشا کی طرف روانگی پکڑ لی۔

وہیں دوسری طرف امل اور عبداللہ کا دن گھومنے کی نظر ہوا جبکہ رات میں بھی آج انکے اوٹنگ کے ہی پلانز تھے۔

..________________________..

"کیا اب جان لیں گے بچے کی ؟"

ہوسپٹل پہنچ کر ہادی کی مرہم پھٹی ہو رہی تھی مگر سالار خان ہنوز سخت برہم سا ہادی اور ڈاکٹر پر نظریں جمائے کھڑا تھا جو ہادی کے پیر، بازو اور کندھے کے زخموں کی ڈریسنگ کرنے کے بعد اب کچھ پین کلرز اور دوائیں لکھ رہے تھے جب ہادی کی زبان پر کھجلی ہوئی مگر سالار خان کی دبنگ گھوری بچارے کو اچھا جواب دے چکی تھی۔

رابعہ اور بلاول بھی وہیں پاس ہی کھڑے تھے جنکی نظریں مسکراتی ہوئیں ہادی اور سالار پر جمی تھیں۔

"تم بچہ نہیں تم آفت کا گولا ہو سمجھے۔جب بلاول نے تمہیں خطرے سے آگاہ کیا تھا پھر کیا ضرورت تھی آئرن مین بننے کی۔ خدانخواستہ اگر گاڑی سے جھمپ کرتے ہوئے تمہیں زیادہ نقصان ہو جاتا اور مر کھپ جاتے تو سوچا ہے میں کس کس کو جواب دیتا؟ ایک نمبر کے خبیث انسان ہو تم ہادی سکندر"

سالار خان کا لہجہ دبنگ ہونے کے ساتھ ساتھ اخیر دلبرداشتہ تھا اور ہادی سکندر کو مزے سوجھ رہے تھے، الٹا سالار خان کے کہے کا رتی برابر اثر لیے بناوہ ڈھیٹائی سے مسکرا کر جلے پر مزید نمک چھڑک گیا جبکہ بچارا سر پھرا تھانیدار، دل مسوس کر رہ گیا۔

"ہاہا آپ کے منہ سے گالیاں بھی حسین لگتی ہیں سالار خان، بھابھی دیکھ رہی ہیں اپنے منہ زور گھوڑے کی تڑیاں۔۔۔ آپ کے ساتھ بھی یہ ایسے ہی ہیں کیا؟"

بنا شرم کھائے وہ ایک بار پھر ڈھیٹ بنا اب رابعہ سے مخاطب تھا جو خود آج اتنی پر سکون تھی کہ مسکراہٹ دبائے نہ دبا پائی اور اب سالار خان ان تینوں کو ڈاکٹر سمیت بتیسیوں کی نمائش کرتا دیکھ کر آگ بگولا ہوا۔

"شرم کھا جایئے ہادی صاحب، کوئی غیر یت نامی شے آپکے اندر انسٹال ہے یا میں اپنے طریقے سے کروں۔۔۔ یار کیا شے ہے یہ۔ ابھی تم جتنے دانت نکالنا چاہتے ہو نکال لو کیونکہ تمہاری یہ بتیسی مبین عارض سکندر توڑے گا۔۔ کوجا آدمی"

وہ جتنا سر کش و بے نیاز بننے کی اداکاری کرتا، کہیں دل میں ملال نے گرہ سی ضرور لگائی، مبین کا سوچ کر اپنی حرکت مزید سنگین محسوس ہوئی جو سالار

خان کے تپے تاثرات دیکھ کر اتنا تو یقین سے کہہ سکتا تھا کہ اس پر آئی مصیبت نے سالار خان کا بھی دل دہلایا تھا، وہ سب کے لیے برابر اہم تھا مگر اب تو انتظار اس گھڑی کا تھا جب مبین عارض سکندر اسکے روبرو آتا۔

"میری فکر چھوڑیں، رات کا کیا سین ہے۔۔ میرا مطلب آپ تو ہیں تھانے میں ہی رہائش بنالیتے آزاد پنچھی، رابعہ ساتھ ہیں تو میری آفر یہ ہے کہ آج آپ دو ہمارے گھر آکر مہمان نوازی کا موقع دیں۔۔۔ المیرا بھی خوش ہو جائیں گی اس کپل کو دیکھ کر"

ڈاکٹرز کچھ ضروری میڈیسن اور احتیاط بتاتا انھیں فارغ کیے بھیج چکا تھا جس پر بلاول، رابعہ کو لیے گاڑی کی سمت لپکا تو سالار خان کو دانستہ روک کر جناب نے بڑی خوش مزاجی سے آفر کی جس پر سالار خان اک لمحے رکا اور پھر پلٹ کر بگھڑے تاثرات سمیت نظروں کا زاویہ پھیرتے ہوئے مکمل ہادی سکندر کے روبرو ہوا جسکی آنکھیں آج اضافی چمکدار تھیں۔

"تمہیں موت سے ڈر نہیں لگتا جانتا ہوں ہادی لیکن کیا اپنے پیاروں سے بچھڑنے کی پرواہ بھی نہ تھی؟ کم از کم میں سالار خان جب سے محبت جیسے پیشے سے منسلک ہوا ہوں، میں تو موت سے ڈرنے لگا ہوں۔ تمہارے پاس تو ماہ کے علاوہ بھی نا جانے کتنے اپنے موجود ہیں۔ اتنے سنگدل دوبارہ مت بننا، خود پر اعتماد اچھی چیز ہے لیکن جب معلوم ہو کہ کسی کی جان ہم میں بستی ہے تو اپنا دگنا خیال رکھنا پڑتا ہے۔۔۔۔ رہی بات میری تو تمہارے ساتھ کئی سالوں سے کام کرتے کرتے احساس تک نہ ہوا کہ یہ بے فیض اور بے حس سا ہادی کب سالار خان کے لیے جگری بن گیا۔۔۔۔"

آج پہلی بار سالار خان کی آنکھیں ہادی کے روبرو نم ہوئیں اور جس طرح وہ اک اک لفظ ہادی کو کہتا گیا، ہادی سکندر کی آنکھوں کی چمک اور ہونٹوں کی دل آویز مسکراہٹ بڑھتی گئی۔

اس لمحے سالار سے اسے حقیقی محبوبہ والی فیلنگ آئی تبھی تو آفت کا گولا متبسم ہوئے گدگداتا چہرہ لیے سالار خان کو بھی موڈ بدل ڈالنے پر اکسا گیا

مگر سالار خان نے جان دار مکا اسکے سلامت کندھے پر جڑ کر اپنی خفگی دباتے ہی اسے پکڑ کر یوں سینے لگایا جیسے وہ اسکے لیے بیٹے جیسا قیمتی ہو۔

اور اک لمحہ ہادی سکندر کا دل بھی افسردہ ہوا۔

"یار آپ ایسا اظہار اگر رابعہ سے کریں وہ کچھ جوابا دے بھی دے گی، ہم تو صرف جلی مسکراہٹ دے سکتے ہیں۔۔۔"

خود سے الگ کرتے ہی ہادی کی یہ معنی خیز گل فشانی واقعی ہادی کو سالار سے پٹنے کا موقع دے چکی تھی جبکہ سالار خان اس کوجے کی اہمیت کا معترف تھا تبھی جاندار مسکرایا اور اسکی مسکراہٹ ہادی کو بھی مسرت دے چکی تھی۔

نہ صرف سالار خان نے اس ڈنگی شے کو معاف کر دیا بلکہ آج کے لیے ہی نہیں اگلے دو دن کے لیے بھی ہادی کے گھر سٹے کی آفر قبول کی۔

وہ چاہتا تھا روحان وحدی کو پھانسی ہولے تبھی وہ مطمئین ہو کر رابعہ کو واپس گھر چھوڑ کر آئے۔

وہ لوگ ایک ساتھ ہی گھر کی جانب گامزن ہوئے۔

ہادی نے ماہ سے کیا وعدہ بھی پورا کر دیا تھا کہ وہ آج ہر صورت آئے گا، اور ابھی تو ہادی سکندر کے لیے خوشیوں بھری پر سکون زندگی کا محض آغاز ہوا تھا۔

وہ شام کو رات کا دامن پکڑ تا دیکھ کر پیچھے چھوٹتے سیاہ مناظر کو اپنی زندگی سے نکالتا جارہا تھا،

زندگی نے اسے ستانا چھوڑ دیا تو اس نے بھی آج اسی لمحے سنگدلی سے دستبرداری لینے کا فیصلہ کر لیا۔

لیکن اسے شدت سے مبین عارض سکندر کا انتظار ضرور تھا۔

..________________________..

"اوپس، اتنا سب کچھ ہو گیا۔۔۔ اور ہمیں پتا بھی نہیں چلا۔۔۔"

ڈنر کے لیے وہ اسی ریسٹورنٹ میں آئے تھے، شوٹ کے تمام مراحل اختتام پذیر ہو چکے تھے اور شمیم مرزا اپنی ٹیم کے ہمراہ کچھ دیر پہلے ہی واپسی کے لیے روانہ ہو چکے تھے، ہادی سکندر کے بارے جاننے کے بعد جتنا عبداللہ حیران اور پریشان ہوا اتنا اب امل بھی ہوئی جسکے لیے یہ ایک شاک جیسا تھا۔

"ہمم، میری مبین صاحب سے الگ کلاس ہو گی یار۔ کہا بھی تھا ہادی بھائی کو کہ اپنا دھیان رکھیے گا مگر ان کے اندر بیٹھا ٹارزن کا بچہ انھیں کیسے پر سکون رہنے دیتا"

ویٹر کو آرڈر دیے وہ خاصے بچارے پن سے اول جملہ منصوعی افسردگی جبکہ آخری، اخیر کوفت سے ادا کیے امل کو بھی مسکرانے پر لگا چکا تھا۔

"چلو کوئی نہیں، اب مبین بھائی اگر پاکستان جا رہے ہیں تو اپنے بڈی کو خود ہینڈل کر لیں گے۔ ویسے بھی بہت بڑا معرکہ سر انجام دیا ہے مسٹر ہادی نے، اس حوالے سے انکو رعایت ضرور دی جائے گی"

امل نے گویا سچویشن یہ کہہ کر ہلکی پھلکی کی مگر عبداللہ کو ان کہا سا ڈر مبین سکندر کے غصے کا تھا جو اسکے بقول پہاڑ تک کو ریزہ ریزہ کر سکنے کی قوت رکھتا تھا۔

"لیکن مجھے نہیں ملے گی رعایت نامی کوئی شے، ہادی کے حوالے سے میں ہمیشہ ہی لالہ کے اندر ایک الگ محسوسات دیکھتا آیا ہوں۔ تم ایسا سمجھ لو کہ وہ اسکے لیے کسی سے بھی لڑ سکتے ہیں، وہ اسکی حفاظت کے لیے کسی حد تک جا سکتے ہیں۔ میں وہ وقت آج بھی نہیں بھولا جب ہادی سکندر نے اپنی جان لینے کی کوششیں کیے مبین بھائی کو بہت ستایا تھا۔ اب جب وہ تیسری مگر الگ نوعیت کی یہ سنگین حرکت کر چکے ہیں تو میرا نہیں خیال انکو مبین عارض سکندر سے غضب سے کوئی بچا سکے گا"

وہ عام سے مگر متفکر لہجے میں یہ سب کہتا گیا جبکہ امل حیران کن تاثر دیتی مبین اور ہادی کے رشتے کی نوعیت سمجھنے کی سعی کر رہی تھی۔

"چلو امید ہے انکی زیادہ بینڈ نہ بجے، بائے داوے مجھے مبین بھائی بہت کول انسان لگتے ہیں۔ ایسا انسان جسے سرے سے غصہ نہ آتا ہو۔ میں کافی حیران ہوئی یہ جان کر"

اپنے تعجب کو بیان کرتی وہ ساتھ کھانا شروع کرتے بولی جبکہ عبداللہ کے چہرے پر اک پراسرار سی مسکراہٹ نے اچانک احاطہ کیا۔

"تم مان لو پھر کہ تم لوگوں کو پڑھنے میں خاصی ناکام ہو بے بی، مجھے بھی تو تم چھچھورا ٹائپ اور بندر کہا کرتی تھی"

حس ظرافت پھڑکی تو فوری یہ سر سراتا انکشاف کیے تفاخر سے چمکارا مارا گیا جس پر امل نے منصوعی گھوری سے عبداللہ کی نمائشی بتیسی ملاحظہ کی۔

"وہ تو تم اب بھی ہو، اور میں زرا اپنی فارم میں لوٹ آوں تو یہی سب خطاب تمہیں بہت ادب کے ساتھ واپس لوٹاوں گی"

متبسم انداز اپنائے وہ اپنا جملہ مکمل کرتے مکمل مسکرائی جبکہ عبداللہ صاحب اس بات پر اب ہرگز یقین کے قائل نہ تھے۔

"اب یہ نہ ہو گا تم سے"

تیز اور شوخ لہجے میں چیلنج دیتے ہوئے، عبداللہ نے امل کی شریر دبائی مسکراہٹ بغور دیکھی۔

"ہو جائے گا، تمہارے سحر سے نکلتے ہی پرانی امل لوٹ آئے گی۔ بزنس وومین جو خاصی کھڑوس اور آدم بیزار ہے"

وہ اسے آنے والے بے رحم وقت کے قہر سے باخبر کیے پراسرار سی ہوئی بولی جو اسکی اس درجہ خوش فہمی پر چہرے پر پھیلتی خوشی بھرپور عیاں کیے اسے اپنی گہری نگاہوں میں بسائے دیکھنے لگا۔

"خوش فہمی صحت کے لیے مفید ہے، تم کس گماں میں ہو امل، کیا تمہیں اب میرے سحر سے نکلنا نصیب ہو گا کبھی؟ اور کیا یہ دشمن جان یہ ظلم ڈھا سکے گی خود پر"

ارد گرد کا پر سکون ماحول اور یہ ایک دوسرے کو دیے جاتے انمول لمحے، پھر جذب سے آٹے سوال جن پر امل لمحہ بھر عبداللہ کی آنکھوں میں اتری فتحمندانہ لہر تکتے زرا سٹپٹائی، اور اسکا یہ تذبذب ہوتا روپ، عبداللہ کی آنکھوں میں چمک لے آیا۔

"کیا پتا میں واقعی ستم گر ہی نکل آوں"

کھانے سے ہاتھ روکے وہ دونوں کہنیاں میز پر ٹیکے، چہرہ ان پر ٹکائے، شرارت اور امتحان دونوں پر اتر آتی مسکائی، اور اس لڑکی کا یہ جملہ تحمل سے سن کر زرا سیدھے ہو کر بیٹھے جناب نے زرا دیر امل کے چہرے کی شرارت دیکھی۔

"اب حالات یہ ہیں کہ تمہارا دور جانا اور پاس آنا ایک سا ستم ہے میری جان، دور جاو گی تو اعصاب و جان پر قہر توڑو گی، ماسوا محنت الگ لگے گی اس دور جا بستی دلربا کو قریب کے بجائے قریب ترین کرنے میں اور پاس آکر میرے دل اور میری روح سے زیادہ میرے لیے اول ہو جاو گی جو مجھے جان لیوا ہونے کے باوجود جی جان سے قبول ہے۔ یہ تم پر ہے کہ تم کونسا ستم چنو، ہم تو ہر طرح کے ظلم کے لیے راضی و رضا بیٹھے ہیں۔"

لہجہ حد درجہ بے لچک رکھے، جذبات کی آنچ سے تپش پکڑتے جملے ادا کیے وہ امل کی آنکھیں دیکھنے میں محو تھا جو اس درجہ بے باک طرز کی عاجزی پہلی بار دیکھ کر لمحہ بھر گنگ ہوئی۔

جبکہ امل کی اڑی رنگت دیکھ کر عبداللہ کے چہرے پر جو محظوظ کن تاثرات اترے ان سب کی حدت، امل کے دل کی دھڑکن سست کرتی محسوس ہوئی۔

ناجانے کس کس احساس کے تحت وہ نظر جھکا گئی، اور کئی دل فریب لمحے خاموشی کی نظر ہوئے جن کے بیچ وہ پلیٹ پر رکھی سپون سے کھیلنے میں مگن ہو کر اپنی بے چینی چھپاتی رہی اور وہ ہر بھوک پیاس سے ناطہ توڑے، توجہ کے سنگ امل کے چہرے پر رنگ بدلتے احساسات تکتا رہا۔

"میں اخیر حقیقت پسند لڑکی تھی، تم جب سے میری زندگی میں آئے ہو مجھے لگتا ہے خواب بھی دیکھنے اتنے اہم ہیں جتنا حقیقت تسلیم کرنا"

کافی دیر بعد جب وہ خود کو ایک پر اعتماد انداز میں لوٹتا محسوس کیے بہتر ہوئی تو اپنی آنکھیں اٹھائے پہلے تو خود کو اس نگاہوں میں مرکوز کیے مضطرب ہوئی پھر ایک جیسے سنجیدہ تاثرات کے سنگ بولی۔

اور وہ جو امل کی جھکی اور پھر اچانک خود پر اٹھتی آنکھوں کے نشے میں مبتلا تھا، ناجانے اس نے کیا سوچ کر سر کو اثبات میں ہلایا۔

"تو پھر پہلا خواب کونسا سجانے والی ہو؟"

وہ جو اسے غائب دماغی سے کہیں اور بیدار محسوس کیے غصہ کرنے کا سوچ رہی تھی، عبداللہ کے اسی ٹرانس میں لپٹ کر پوچھے سوال پر اک لمحہ ساکن ہوئی۔

"کونسا سجانا چاہیے"

وہ ناسمجھی کے سنگ اسی سے مشورہ لینے لگی۔

"مجھ سے پوچھ کر اپنے پیروں پر خود کلہاڑی مار چکی ہو، میں تو ایک طویل لسٹ دوں گا اور ستم یہ کہ تمہیں اس ساری لسٹ پر درج خواہشوں کو تکمیل تک پہنچانا ہو گا"

وہ جو تھوڑی متذبذب تھی، عبداللہ کے عجیب سے بوکھلاہٹ میں مبتلا کرتے جواب پر چند لمحے اسے دیکھتی رہی پھر یوں تاثر دیا جیسے وہ جاننے میں دلچسپی رکھتی ہو۔

"ابھی نہیں، فرصت سے لسٹ بنے گی اب۔ابھی کھانا کھالیناچاہیے ورنہ مجھ میں بے تاب دیوانے کی روح گھس آئی تو تمہیں پھر مسئلہ ہو سکتا ہے"

وہ یہ تجسس، راز میں ہی رکھے اپنے مخصوص سرسراتے انداز میں فی الحال اس موضوع کو سمیٹتے بولا جو عبداللہ کے مشکوک وپراسرار اطوار بھانپ کر خطرے کی گھنٹیاں ایک بار پھر سماعت کے پاس بجتی محسوس کرنے لگی۔

..________________________..

"اف لالہ!کیوں نہیں بتایا آپ نے۔خدانخواستہ زیادہ چوٹ لگ جاتی تو کیا ہوتا"

شاہ کے زخم پر پٹی تبدیل کرتی وہ خود روہانسی ہوئی جو اسے اپنے ساتھ ہوتے کئی حادثات کا رازدان بنائے زخم کی مسیحائی بھی سونپ چکا تھا، دو دن بعد اسکے سٹیچیز کھل جانے تھے مگر ابھی زخم میں درد اور سوجن باقی تھی۔

"چوٹ تو دل پر لگ گئی ہے یار، اس جسمانی زخم کی تو وہ لگتے ہی مسیحائی کر چکی ہیں"

اپنے پیارے ویر کے انداز اور مشکوک عاشقان سی حرکت بھانپتے نیلم کے ہاتھ پٹی لپیٹتے تھمے تو وہ اک لمحہ منصوعی خفگی سے گھوری جس پر شاہ نے آفت خیز مسکراہٹ دبائی۔

"ہیں"

وہ بے ساختہ حیرت سے آنکھیں پھیلائے بولی تو شاہ نے معاملہ ٹالنے کی سعی کی۔

"میری چھوڑو! سنا ہے رخصت ہو گئی ہو۔۔۔یار چڑیل میں تمہیں مس کروں گا"

جان لیوا موضوع سے جان چھڑوانے کو اس نے نیلم کی توجہ بھٹکائی جس پر وہ دونوں باتوں پر منہ پھلائے پٹی مکمل باندھ چکنے پر نروٹھی ہوئے دیکھنے لگی۔

"میں کونسا آپکی اور اماں بابا کی پکی پکی جان چھوڑوں گی۔ فکر مت کریں میں مس کرنے کی زیادہ مہلت ہی نہیں دیا کروں گی۔ وقت بے وقت آپکا سر کھانے ٹپک پڑوں گی"

حق اور رعب کے سنگ جواب دیے وہ شاہ کی مسکراہٹ کا بھی سبب بنی۔

"یعنی میری اور بچارے اماں بابا کی جان نہیں چھوٹنے والی تم سے"

وہ ہنوز اسے چڑاتا بولا جواب واقعی اداس سی ہوئی، شاہ کے بات ٹالنے کے باعث اسکا گلاب چہرہ اتر گیا۔

"آپ بات گول کر گئے ناں، بتائیں ناں لالہ۔۔۔خوشی اور سکھ محسوس ہو رہا ہے یا صرف خود کو تسلی دینے کے جتن کر رہے ہیں؟"

اس بار وہ اسکی بازو پر ہتھیلی سہلاتی، ڈبڈبائی آنکھوں سے شاہ کو تکتی پوچھنے لگی جس پر وہ لمحے میں سنجیدہ ہوا۔

" لمحے کاٹنا مشکل ہے مسیحا تک پہنچنے کی جلدی سوار ہے"

نیلم کے تمام افسردہ اور روتو تاثرات، لمحے میں سن سے ہوئے۔

" آپ شاہ ویر ہی ہیں ناں، میرے وہ لالہ جو جلے کٹے رہنا پسند کرتے تھے۔ منگنی کا اثر ہے یا واقعی کوئی احساس آپکے دماغ پر اثر کر گیا"

نیلم نے فکر مندی سے شاہ کے ماتھے کو چھوا جیسے بخار وغیرہ کے اثرات جاننے کی طلب گار ہو اور پھر جس طرح معصومیت سے بولی، شاہ اسکے بازو پر رکھے ہاتھ کو جکڑ کر سامنے کیے بیٹھا تا، نیلم کی جانب توجہ کیے سنجیدہ ہوا جو امل کے سکھوں کے بعد اب لالہ کے سکھ محسوس کرتی اندر تک پر سکون ہو رہی تھی۔

اور شاہ ویر جانتا تھا کہ وہ نیلم کی تسلی صرف خود ہی کروا سکتا ہے۔

"جب ہم اپنے حاصل پر مطمئین ہونے لگیں تو یہ اشارہ ہوتا ہے نیلم کہ سنو میرے بندے! وقت آ گیا ہے کہ خود سے ناراضگی ختم کیے راضی ہو جاو۔ اس پر جو میسر کیا گیا ہے۔ یقیناً تمہارے حق میں یہی بہترین تھا"

وہ اسکے دونوں ہاتھ تھامے، یہ جملے ادا کیے چہرے پر بلا کا اطمئیان سجائے بولا جس پر نیلم کی آنکھیں شکر گزاری اور اعتراف کے ناجانے کس کس جذبے کے تحت نم سی ہوئیں۔

"میں امل کو کھونے کا سبب آخری سانس تک خود کو سمجھوں گا وہ تو طے ہے لیکن بنا کسی منافقت کے مان کے ساتھ اپنا رشتہ بناوں گا جسکے دل میں بھی میرے جیسی حسرت اور تاسف درج ہے۔ جیسے میں اور وہ دو ادھورے پزل پیس ہیں جنھیں ایک ہی جگہ لگنا ہے"

وہ جو یہ جملے روانی میں ادا کر گیا، نیلم کی آنکھوں میں اڈتے تجسس پر اسے احساس ہوا کہ وہ کوئی غلطی کر بیٹھا ہو۔

البتہ نیلم کا دل سہما۔

"کیا مطلب، آپ جیسی حسرت اور تاسف لالہ۔۔۔۔۔ کیا مطلب تھا اس بات کا"

وہ امید کے برعکس بری طرح یہ سوال کیے شاہ کو جنجھوڑ گئی جسکے چہرے کا رنگ اک لمحہ پھیکا پڑا۔

"ارے کچھ نہیں یار"

وہ ایک بار پھر ٹالنے لگا تو نیلم اسکا ہاتھ جکڑے، ناراض نظروں میں دکھ ملا کر تکتی شاہ کو یہ سچ اگلنے پر مجبور کر چکی تھی۔

"وہ بھی میری طرح کسی اور کو چاہتی تھی، یہ سچ اس نے خود مجھ پر عیاں کیا۔ "

شاہ کے انکشاف پر اک لمحہ نیلم کو لگا اسکا سانس سینے میں جکڑا ہو مگر یہ کیفیت لمحاتی ہوئی تو وہ حیران چہرہ لیے شاہ کے تائیدی انداز پر بجھ کر رہ گئی۔

"مطلب آپ دو کے کیس میں کمپیٹیشن ہونے والا ہے، آپ اس میں امل اور وہ آپ میں اس شخص کو ڈھونڈیں گی۔۔۔ آریوشور لالہ کہ آپ اس مشکل رشتے کو سنبھال پائیں گے؟"

لب ولہجہ افسردہ رکھے وہ اس بار سہولت سے یہ کٹھن سوال کرتی شاہ کا چہرہ تکنے لگی جہاں سوچ کی گہری پرچھائیاں درج تھیں۔

"رشتہ شروع تو اسی طرز سے ہو گا مگر میں پوری کوشش کروں گا کہ مان اپنی محبت کا محور کسی دوسرے کے بجائے مجھے بنائے اور میں اسے۔ حسرت ایسے معاملات میں اضافی خرابی بنتی ہے"

وہ آنے والے وقت کے لیے پرامید تھا تو نیلم نے بھی اسے مزید امید تھمائے بے خوفی سے اس دریا میں کودنے کا مشورہ تھمائے بات ختم کی اور کچھ

دیر بابا اور اماں کے پاس بیٹھے وہ فلائیٹ کی تھکن کا بہانہ کیے کمرے میں آگئی، وہی کمرہ جہاں اس نے اپنے سب خواب دیکھے تھے۔

"کہیں وہ شخص مبین تو نہیں جنکو مان نے چاہا تھا؟"

ناجانے کہاں سے یہ سوچ اٹھ کر نیلم کی افسردگی بڑھا گئی، وہ رات ڈھلے ہی تھکن محسوس کرتی سونے کے لیے لیٹ گئی اور شہزادی اسی اداسی میں لپٹ کر کب نیند سے جا ملی، خبر تک نہ ہو سکی۔

..______________________..

"اللہ تمہیں میری سانسیں بھی لگا دے ہادی"

نو کے قریب وہ گھر پہنچا تو سالار خان اور رابعہ جیسے مہمانوں کی آمد جہاں المیرا کو خوشی دے گئی وہیں ہادی کے زخموں کو آخری زخم مان لیتی ماں نے پیسے اسکے سر سے وار کر صدقے کے لیے نازو کی جانب بڑھائے جو جسم و جان میں اٹھتے ہر درد سے راحت پائے بس المیرا کی دعا پر انھیں مبہم

مسکراہٹ کے سنگ دیکھ رہا تھا البتہ رابعہ اور سالار خان کی خوشگوار توجہ بھی ماں بیٹے کی جانب فرصت سے مبذول دیکھائی دی۔

"اسے عقل کی دعادیں المیرا میم، اسکا شدید فقدان ہے"

ماں بیٹے کے پیار کے بیچ جناب زبان پر ہوتی کھجلی کے باعث منہ بسور کر بولے جس پر منصوعی دانت کچکچاتا ہادی، مسکراتی آنکھوں سے سالار خان کو دیکھنے لگا جسے شرارت کے ساتھ ساتھ سالار خان کی دگتی رگ دبانے کا خیال ایک ساتھ آیا۔

"اور میرے محترم ہیڈ کو لطیف جذبات کی دعادیں المیرا، یہاں بھی فقدان ہے شدید"

جوابی حملہ کرتا وہ جس کمینگی کے سنگ مسکرایا، بچارا سالار خان تک مضطرب ہوا، اس چھچھورے کی گچھی مڑورنے کا شدید دل چاہا مگر وہ معاملے

کی نزاکت محسوس کیے بس من ہی من میں تلملا ہی سکا البتہ المیرا ضرور رابعہ کے بوکھلانے پر مسکرائیں۔

ساتھ ہی نازو کو اشارہ کیا کہ وہ رابعہ کو روم میں لے جائے جس پر رابعہ نے ممنون سی نگاہ المیرا پر ڈالی اور نازو کے ساتھ اندر بڑھی۔

البتہ اب ہادی کی نظروں نے جس بے تابی سے ادھر ادھر دیکھا اس پر سالار خان اور المیرا دونوں شرارت سے مسکرائے۔

"میری ماہ کدھر ہے المیرا! کیا گھر گئی ہے"

وہ کب سے آئے تھے اور ماہ نظر نہ آئی تبھی وہ اپنی بے قراری ہر گز نہ چھپاتے ہوئے پوچھ بیٹھا۔

"طبعیت کچھ ڈاون تھی تو جلدی سو گئی ہے، تم سب بھی تھک گئے ہو گے۔ سالار خان کو انکا کمرہ دیکھاو اور تم بھی جا کر آرام کرو"

ہادی کو بتاتے ہوئے المیرا نے سب سے بڑی خوش خبری کو مہارت سے نہ صرف چھپایا بلکہ یہ خوشی ماہ سے ہادی کو پتا چلے، وہ شدت سے یہی چاہ رہی تھیں پھر جیسا آج کا خطرناک دن گزرا تھا، خود سالار خان کا تھکاوٹ سے برا حال ہو رہا تھا۔

وہ ماہ کے لیے فکر مند ہوتے المیرا کی ہدایت پر عمل کیے اٹھ کھڑا ہوا اور یکدم ہی معنی خیز نظروں سے سالار خان کو دیکھا جو ہادی کی مشکوک نظروں سے خائف اسے گھورتا ہوا اسکے لپکتے ہی پیچھے بڑھا جبکہ خود المیرا نازو کے واپس آنے پر اسے بھی ایک کپ چائے کا بنا کر دے جانے کا کہے اپنے کمرے کی جانب بڑھ گئیں۔

"شادی شدہ زندگی میں پیار اور محبت ہونا کافی نہیں اسکا عملی اظہار بھی ضروری ہے سالار صاحب۔ یہ نہ ہو ہماری بچاری بھابھی آپ کے لپک کر جھپٹنے کے انتظار میں بڈھی ہو جائیں"

ساتھ چلتے ہوئے وہ روم آنے پر زرا محتاط ہوئے دو قدم فاصلہ بنائے جو گل فشانی کیے مسکرایا اس پر سالار خان نے اچٹتی نگاہ کی گھوری دیتے لپک کر ہادی کی سلامت بازو کندھے سے جکڑے باقاعدہ لہراتے ہوئے قریب کیا جس پر وہ کسرتی وجود کا مالک توانا انسان تک اس جکڑن پر مسکین صورت بنا چکا تھا جیسے سالار خان اسے کسی بھی وقت بے تکلفی سے مکا جڑ دے گا۔

"بڑی فکر ہو رہی ہے بھابھی کے لاڈلے کو بھابھی کی؟ اگر میرے ہاتھوں سلامتی ہو ہی گئی ہے لڑکے تو شکر مناو۔ یہ شیطان والا منسب سنبھال کر مجھ شریف کو بہکانے کی کوشش مت کرو سمجھے"

سنجیدہ منہ بنائے وہ جس طرح ہادی پر رعب جھاڑتے غرایا، خود ہادی تمام تر مکے کی پہنچ میں لپٹی حدود کی پرواہ کیے بنا ہنس پڑا۔

اسے شریف پر باقاعدہ ہول اٹھے جس پر سالار خان نے خونخوار گھوری سے نوازتے ہی ہادی کی بتیسی اندر دبوائی۔

"اللہ معاف کرے میرے کان کے بال جل گئے، کسی دن رابعہ بھابھی سے آپکی شرافت کے سارے قصے فرصت سے سننا چاہوں گا شریف صاحب"

وہ بالکل بھی سنجیدہ نہ تھا جبکہ اس بار تو خود سالار خان کی مسکراہٹ پھیل گئی اور وہ ہادی کے سلامت کندھے پر اپنی پھیلی ہتھیلی جکڑے غضبناک مسکراہٹ دباتا دیکھائی دیا۔

"خبیث آدمی"

بے تکلفی سے دھموکا رسید کیے تقریباً اس آفت کے شر سے باقاعدہ بچ بچائے سالار خان کمرے ہی جانب لپک گیا اور ہادی کا جاندار قہقہہ سالار خان کا کئی لمحے پیچھا کرتا رہا۔

جبکہ اس سر پھرے نے سالار خان کو اسکی اصل جگہ پہنچائے خود بھی اپنے مرہم وصول کرنے کا ارادہ باندھے کمرے کا رخ کیا جہاں اسکی ماہ سونے کے باوجود ہادی سکندر کی شدت سے منتظر تھی اور یہ بات ہادی کا دل جانتا تھا۔

..__________________________..

عارض ولا میں مبین اور نیلم کی آمد تو شام ہی ہو چکی تھی اور مبین کا سارا غصہ، ماہ نور کے ماں بننے کی خبر نے مزید دہکا دیا۔

اوپر سے وہ ماں اور بابا کے خوشی سے مزین تاثرات دیکھ کر، مان اور نیلم کا جوشیلا جذبہ دیکھ کر مزید من ہی من میں تلملایا تھا۔

نیلم تو اسکے غضب سے ڈر کر گھر بھاگ نکلی تھی البتہ باقی کی شامت ابھی باقی تھی۔

آج کی رات رعایت بخشنے کا ارادہ کیے وہ صبح ہی ماہ نور سے ملنے اور اسکی خیریت دریافت کرنے کا ارادہ بنا چکا تھا۔

"اگر اسے اس ناقابل معافی حرکت کو کرنے سے پہلے یہ پتا تھا کہ وہ باپ بننے والا ہے، پھر تو اسے میرے قہر سے کوئی نہیں بچا سکتا۔ اور آپ سب اسطرح خوش ہو رہے ہیں جیسے بہت اچھا کام کیا ہو اس ڈنگر نے۔ پہلی دو بار

تو اسے معاف کر دیا مگر سب کچھ جاننے کے باوجود اسکی یہ حرکت میں نہیں بھول سکتا"

ڈنر سب نے کیا مگر مبین کا دل اس وقت کچھ بجھا تھا تبھی وہ آتے ہی فریش ہونے گیا پھر وہیں کچھ دیر اپنے شعلے چھلکاتے دماغ کو پر سکون کیے نیند کی دو گولی لیے سو گیا، جبکہ نیلم بھی اس بیچ گھر جا کر بابا، اماں اور شاہ لالہ سے ملنے چلی گئی۔

ابھی ہی وہ اٹھا تھا اور ماہ جبین ابھی ہی ماں کے ساتھ شاپنگ سے واپس آئیں اور ڈھیر سارے تحائف بھی لائے جو وہ کل ماہ نور، ہادی اور المیرا کو اس بہت بڑی خوش خبری پر دینے والی تھیں۔

ساتھ ہادی کی عیادت بھی کیونکہ عارض آتے ہی بتا چکے تھے کہ ہادی اس کاروائی میں زخمی ہوا ہے۔

مبین کے ایسے توقع کے برعکس رویے اور غصے پر جہاں مسکرا کر وہ تمام لائی چیزیں دیکھتیں ماں اور ماہ جبین ٹھٹکیں وہیں فون سے نظریں ہٹاتے عارض سکندر نے بھی حیرت کے سنگ غصہ دیکھاتے سپوت کو دیکھا اور دل ہی دل میں ہادی کی عافیت مانگی۔

"یار کام ڈاون، یہ بھی تو دیکھو اس نے کس قدر بڑے اسلام دشمن نیٹکورک کے بخیے ادھیڑ ڈالے، رہی بات اس نیوز کی تو ہادی اب اتنا بھی سنگدل نہیں رہا۔ وہ ہارون سکندر کی قبر میں ہی اپنی ساری بے حسی دفن کر چکا ہے، اب اسے خود سے جڑے لوگوں کی قدر آچکی ہے"

مبین کے غضب کے برعکس، عارض سکندر کا انداز، ہادی کے لیے مدافعتی تھا جبکہ ماں اور ماہ جبین بھی عارض سے متفق محسوس ہوئیں۔

"لیکن ہر چیز کا ایک طریقہ ہوتا ہے بابا، یہ نہیں کہ ہر معاملے کو کھیل سمجھ لیا جائے۔ اگر اسے کچھ ہو جاتا تو سوچا بھی ہے کہ کتنی زندگیاں ویران ہو

جاتیں۔ لیکن اسے کون سمجھائے جسے خود سے جڑے لوگوں کے احساسات صرف مزاق لگتے ہیں۔ جسے اپنی اہمیت جاننی ہے بھلے اس سنگدل اقدامات تلے کتنے لوگوں کا دل دب جائیں"

وہ اپنے غصے اور دکھ کو ملائے سراسر برہمی سے کہتا ساتھ ہی بابا کے آکر براجمان ہوا جواب دونوں خواتین کی مانند ہی زرا تشویش کے سنگ رخ زرا مبین کی جانب ترچھا کیے بیٹھے۔

"تمہیں پتا تو ہے کہ وہ تمہیں آزماتا ہے، تمہارا غصہ جائز ہے مگر وہ چند خامیوں کے علاوہ خود کو واقعی بیش قیمتی ثابت کرچکا ہے۔ جو زندگی اس نے جی ہے مبین وہ بہت تلخ رہی، ماں کے کرب اس نے دیکھے ہی نہیں، سانس سانس جیے ہیں۔ وہ واحد ماں جو اسکا کل سرمایہ رہی ہے"

وہ یہ سب صرف مبین کے وقتی غصے کو دبانے کے لیے سمجھاتے بولے یہ جانتے ہوئے کہ وہ خود ان سب باتوں کا آٹھ سال پہلے سے قائل ہے، وہ

سب کے لیے بیش قیمتی تو اب ثابت ہوا تھا، وہ مبین کے لیے بیش بہا تو ہمیشہ سے رہا تھا۔

"بالکل، آپکے بابا درست کہہ رہے ہیں۔ وہ ابھی زندگی کی طرف لوٹنا شروع ہوں گے۔ ماہ اور اپنے بچے کے ساتھ جب ایک پر سکون زندگی جئیں گے تو انکے اندر کے یہ تلخ اثرات بھی مٹ جائیں گے جن کے تحت وہ یہ پر سوز اور دلگیر کھیل کھیلتے رہتے ہیں۔ ہماری جان ہیں ناں آپ، ہادی پر زیادہ غصہ مت کیجئے گا"

مبین کو جبراً خاموش محسوس کیے اس بار ماہ جبین گویا ہوئیں، انکے لہجے میں اک طرح کا سوز امڈا۔

جبکہ مبین عارض سکندر کی سرد نگاہیں باری باری سب کو متذبذب کرتی محسوس ہوئیں۔

"اگر میں نے اس پر اب بھی غصہ نہ کیا تو وہ اب تو بچ گیا مگر اس صدمے سے ضرور مر کھپ جائے گا، اس نے یہ سب صرف اسی لیے کیا کیونکہ وہ چاہتا ہے کہ مبین عارض اس پر بری طرح پھٹ پڑے۔ آجکل کے بدنام سیاست دان بھی اتنے شاطر نہیں ہوتے جتنا یہ پولیس کا مخبر نکلا، کبھی کبھی سوچتا ہوں اسکی جگہ ایک اینٹ سے یاری کر لیتا۔ کم از کم اس سے سر پھوڑنا تو ممکن ہوتا۔۔۔ مگر یہ ڈنگر تو مجھے سر پھوڑنے کے لیے بھی میسر نہیں آیا کبھی۔"

مبین کے بگھڑے تاثرات یکدم جس طرح افسوس اور کوفت بنے وہیں وہ تینوں نفوس اچانک سے مسکراہٹ میں لپٹے، مزید مبین کو طیش دلا گئے۔

"ہاہا بھئی اب تو ڈال لی یاری، نبھانی تو پڑے گی۔۔۔ ویسے میرا خیال ہے بندہ ہو تو ہادی جیسا ورنہ اینٹ ہی اچھی ہے"

جہاں سب کا موڈ خوشگوار ہوتا دیکھائی دیا وہیں عارض سکندر کے چھوڑے شگوفے پر جہاں مان اور ماہ جبین مسکرائیں وہیں تنے خدوخال والے جناب بھی جلی سی مسکراہٹ دباتے دیکھائی دیے۔

..________________________..

وہ زرا موڈ بحال کرنے لان میں چہل قدمی کی غرض سے آیا تو مان نے بھی کمرے سے جھانکا تو نظر اکیلے واک کرتے مبین پر گئی تو وہ کافی کے دو کریمی مگ بنائے خود بھی لان میں چلی آئی جو اپنے عقب میں ہوتی آہٹ پر مڑا تو خوش دلی سے مان کا بڑھایا مگ تھامے اسکے ساتھ ہی چلنے لگا۔

تیز ہوتے ہوا کے جھونکے، ٹھنڈک کا احساس جگا رہے تھے، دونوں خاموشی سے ہمقدم چلتے رہے۔

"تو پھر بتایئے مان صاحبہ؟ خوش ہیں"

بیچ کی خاموشی توڑتا وہ خود ہی زرا سر سری سا چہرہ موڑے، مان کی صورت دیکھتا بولا جو جوابا سر کو اثبات میں ہلائے مبہم سا مسکرائی۔

"جی، آپ میرے لیے کوئی فیصلہ کریں اور وہ خوشی کا باعث نہ بنے، ایسا ممکن نہیں مبین۔ آپ بتائیے کیسا رہا نیلم کے ساتھ یہ حسین اور معتبر سا سفر"

اول تو اس نے سہولت کے سنگ مبین کے فیصلے کی درستگی کا اعتراف کیا اور پھر جو سوال کیا وہ مبین کے چہرے پر خوبصورت مسکراہٹ سجا گیا۔

وہ سارے لمحے اچانک سے خوبصورت سحر بن کر مبین عارض سکندر پر حاوی ہوئے جنکا اثر اسکی آنکھوں کی دلکشی کے بڑھنے سے مان نے جانچی بھی تو رشک بھی کیا۔

"سفر بھی کمال رہا اور اسکا ساتھ بھی، ہادی سکندر نے کباب میں ہڈی کا فریضہ نہ نبھایا ہوتا تو شاید اتنی جلدی واپسی نہ ہو پاتی۔ تم جانتی ہو وہاں کا سارا

کام تینوں پارٹنرز نے مجھ مسکین کے نازک کندھوں پر ڈال دیا ہے۔ ایک بار اس ہادی کا دماغ درست کرلوں پھر دیکھتے ہیں کیا ہوتا ہے"

وہ کمال بے مروتی کے سنگ ہادی کے ستم پر سراپا احتجاج ہوئے، اختتام کو تجسس پر کیے پر اسرار ہوا تو مان نے اچنبھے سے رک کر مبین کو دیکھا۔

"کیا ہادی بھائی کے دماغ کو سیٹ کرنے کے علاوہ بھی کوئی مصروفیات ہیں آپکی یہاں؟ میرا مطلب تھا آپکی ذمہ داری یہاں کی تو آل ریڈی شاہ ویر اور میرے سپرد ہے ناں"

وہ اپنے تجسس کو الفاظ کا پیرہن پہنائے لہجہ ہر ممکنہ نارمل رکھے بولی مگر مبین عارض سکندر کے گدگداتے تاثرات خطرے کی علامت لگے تومان کے دل کی دھڑکنیں سست پڑنے لگیں۔

"تم خوش ہو مان خلیل سکندر تو میں سوچ رہا ہوں لگے ہاتھوں تمہاری خوشی کو کوئی ایسا نام دے دوں جو یہ چار ماہ تمہارے لیے مزید خوبصورت بنا دے، اگر اور تمہارا اور شاہ ویر کا نکاح کر دیا جائے تو کوئی اعتراض تو نہیں"

مان کے مضطرب ہو کر رکنے پر وہ بھی سنجید گی لیے پلٹا اور یہ اجازت اپنے مخصوص اور منفرد سحر انگیز انداز میں لیے مان کو حقیقی ورطہ حیرت میں ڈال دیا۔

اسکے لب بے ساختہ سراسرئے مگر مارے بوکھلاہٹ کے کوئی لفظ نہ نکلا اور مبین بڑی دلچسپی سے اک گہری نگاہ مان کے رنگ بدلتے چہرے پر ڈالتا اپنی جاندار مسکراہٹ دبائے چہرہ موڑے واپس چلنے لگا، ہنوز اسکا انداز منتظر تھا جیسے وہ مان کے جواب کو اپنے مطابق چاہتا ہو۔

"جیسے آپ چاہیں"

نظریں جھکائے وہ بھی ہم قدم چلتی اپنی رضا سونپے تذبذب کا شکار ہوئی تو ایک بار پھر مبین نے اپنے قدم روک کر مان کے دبے سمٹے تاثرات دیکھنے کی سعی کی۔

"نکاح ایک خوبصورت رشتہ ہے، منگنی وغیرہ سے لاکھ درجے پائیدار۔۔۔ ویسے بھی تم دونے یہ چار ماہ ساتھ کام کرنا ہے تو میرے نزدیک بہتر یہی ہے کہ ایک مضبوط تعلق قائم ہو جائے۔ پرسوں عبداللہ اور امل بھی آجائیں گے پھر یہ فریضہ نبھا کر میں نیلم کے ساتھ واپس جدہ روانہ ہو جاوں گا"

اپنے لائحہ عمل کو نفیس طریقے سے ترتیب دیتا وہ اپنے فیصلے سے اسے آگاہ کیے نرم لہجے میں بات ختم کرتا اسے دیکھنے لگا جو سر کو اٹھائے اسکے فیصلے پر راضی ہونے کا ثبوت دیتی رسان سے مسکرائی، اسکی مسکراہٹ میں چھپی جھجک اور حیا نے مبین کو بھی خوشی پہنچائی۔

"کافی بہت اچھی ہے بائے داوے"

اپنے فیصلے پر مطمئین ہوئے وہ واپس چہل قدمی کرنے لگا تو وہ بھی مسکراتی ہوئی اسکے ساتھ چلنے لگی۔

آہستہ آہستہ خنک ہواؤں میں شدت شامل ہوتی جارہی تھی، ایسا نشیلا موسم جناب کو نیلم کی یاد دلائے الگ اداس کرنے لگا جو میڈم آج ناجانے کس اضافی اداسی کا پلو تھامے نیند میں اتری ہوئی تھیں۔

کچھ دیر بعد وہ دونوں واپس اندر آئے تو مان اسے شب بخیر کہتی سونے چلی گئی تو مبین بھی مگ کچن میں پہنچائے اپنے کمرے کی سمت چلا آیا۔

کئی دن سے اسکے کمرے کی کھڑکیاں بند تھیں تو گھٹن سی محسوس ہوتے ہی بند کھڑکیوں کے پٹ کھولے اور کمرے میں یکدم پھیل جاتی خنکی پر مسکرایا، نگاہ باہر ہی جمی تھی۔

"ایک دن اور ایک رات بھی آپکے بنا گزارنی مشکل ہے نیلم تو بھلا کیسے آپکو چار ماہ کے لیے یہاں چھوڑ سکتا ہوں۔ امید ہے آپ مجھ سے ایسا جان لیوا تقاضا نہیں کریں گی"

وہ یہ تو نہیں جانتا تھا کہ نیلم اس وقت کس عجیب کشمکش میں ہے مگر اسکے دل نے اسے نیلم کے یہیں رک جانے کے خدشے سے ڈرایا ضرور تھا تبھی میسج میں یہ چند جذبات سمولیتے جملے لکھ کر وہ نیلم کو ارسال کرتے ہی ایک بار پھر باہر تاحد نگاہ پھیلے اندھیرے کی جانب متوجہ ہو چکا تھا۔

..______________________..

"کہاں ہے تمہارے صاحب؟"

گاڑی پارک کیے وہ چابی، ڈرائیور بابا کے سپرد کرتی ملحقہ لان کی سمت سرسری سی نگاہ ڈالتے، انہی ڈرائیور سے پوچھنے کو رکیں جو گھر کی پچھلی طرف بنے سٹنگ ایریا کی جانب اشارہ کیے اپنے کوارٹر کی سمت بڑھ گیا۔

مناحل نے اک سرد سانس کھینچا اور ہوا سے جابجا بکھرتے بال ہاتھوں کی لانبی انگلیوں سے سمیٹ کر بٹھاتیں، احتیاط کے سنگ سبز بیلوں کی باڑ پار کیے لان کی سمت بڑھ گئیں جہاں چند قدموں کا فاصلہ کٹا کہ انھیں جلال پاشا، صحن میں لگے آرام دہ صوفے پر نیم دراز ہو کر بیٹھے دیکھائی دیے، وہ ناجانے کتنے گہرے خیالات میں منہمک آنکھیں موندے بیٹھے تھے کہ نہ تو انھیں مناحل کی گاڑی پورچ میں آکر رکنے کی آواز آئی اور نہ یہ احساس ہوا کہ جس کی اور لہجے کی بے تابی اور ذات کی تلخی ارسال کیے یہاں سوگوار بیٹھے تھے وہ ہر ناانصافی اور ناراضگی کے لوٹ آئی ہے۔

مناحل کی نظریں، گلاس میز پر جابجا بکھرے ادھ جلے سگرٹوں پر گئی تو ملال سے اٹ گئی، جنکو بے دردری سے آدھا آدھا کر کے ایش ٹرے میں تلف کیا گیا تھا، ہوا سے ان ادھ جلے سگرٹوں کی راکھ پورے میز پر بکھری تھی۔

کسی مانوس احساس کے تحت انکی بند آنکھیں کھلیں تو سامنے کھڑی مناحل کو دیکھ کر انھیں کئی لمحے یہ صرف اک خواب ہی لگا جو دلسوز چہرہ لیے اس

بکھری راکھ کو دیکھ رہی تھی، غیر ارادی طور پر نظر اٹھائی تو جلال پاشا کی کھلی آنکھیں دیکھتے ہی وہ قریب آکر انکے ساتھ ہی بیٹھ گئیں جنھیں مناحل کے ساتھ آکر بیٹھ جانے کے بعد اسکی اس اچانک موجودگی کا یقین آیا۔

"آپ نے کہا تھا کہ آپ مجھ سے صلح صرف امل کی خاطر کر رہے ہیں، میں نے بھی دل پر پتھر رکھ کر اپنی اولاد کی خوشی کے لیے آپکی زیادتیوں اور ناانصافیوں کو معاف کر دیا۔ لیکن مجھے سمجھ نہیں آرہی کہ آپ اچانک اپنا جلال نازل کرنا بھولتے کیوں جا رہے ہیں؟"

وہ جو بہت سہولت سے یہ بدلاو دیکھنے اور جانچنے میں کامیاب تھی، سوال کرنے کی بھرپور ہمت لیے پوچھ بھی بیٹھیں جبکہ وہ زرا سا رخ موڑے، بجھی ،بے آس آنکھوں میں مناحل کا تاسف سے بھرا چہرہ مرکوز کیے کئی لمحے بس خاموشی سے جڑے رہے۔

" کبھی نہ کبھی اپنی غلط سمت مسافت کا رخ تو بدلنا ہی تھا، دیر سے ہی سہی مگر میرے نزدیک تلافی کے لیے میسر آیا ہر وقت مناسب اور مبارک ہوتا ہے"

وہ غیر واضع جواب دینے کے بعد پھر سے چہرہ موڑے سامنے دیکھ رہے تھے اور مناحل کو واقعی محسوس ہوا جیسے وہ شخص اچانک کسی اور شخص میں بدل گیا ہو۔

جبکہ وہ عورت جس نے تا عمر یہ سفر خود پر حلال رکھے، اپنی ہر خواہش کا گلا گھوٹا تھا، اس سے آج جلال پاشا کا پھیکا لب ولہجہ برداشت نہ ہوا، وہ تلافی چاہتے تھے؟ مگر مناحل اس تلافی کی نوعیت سمجھنے سے قاصر تھیں۔

"تو آپ نے مان ہی لیا کہ آپ غلط تھے؟"

وہ بھی سامنے دیکھتیں ٹیک لگا کر بیٹھتے ہوئے زراجتاتے لہجے میں بولیں جس پر سرد سی مسکراہٹ جو ہنگامہ خیز تھی، جلال پاشا کے گھنی مونچھوں تلے دبے ہونٹوں پر ابھری اور معدوم ہوئی۔

"وقت غلط تھا اور میرے رویے غلط تھے، جلال پاشا کبھی غلط نہیں ہو سکتا، خاص کر اپنے انتخابات میں"

ناجانے کس احساس تلے وہ اب بھی متکبر ہوئے، شاید من پسند عورت کا بنا کہے کر بلائے پاس آجانا انھیں غرور میں لپیٹ چکا تھا، مناحل نے خفگی اور ناراضگی کے سنگ چہرہ ترچھا کیے اس تیڑھی کھیر کو دیکھا جو بلا کے مطمئین دیکھائی دیے۔

جبکہ مناحل اس پر ضرور سلگ اٹھیں۔

"میرے علاوہ کونسا انتحاب درست نکلا آپکا جلال پاشا؟ اور میرے حوالے سے بھی آپ نے ان اٹھائیس سالوں میں کب اس درستگی کا اقرار کیا ہے

سوائے شادی کے چند ابتدائی دنوں میں جب آپ پر نئے نئے عشق کا بخار چڑھا تھا"

اپنے بارے اتراہٹ کے سنگ کہے وہ نا چاہتے ہوئے بھی تلخی سے شکوہ کرتیں جلال پاشا کو للکار بیٹھیں جنکا لاکھ بے حسی اور بے زاری کے موڈ خوشگوار ہونے لگا۔

"تم کہتی ہو تو وہ دن واپس لے آتا ہوں جب ہمارے بیچ ضد اور انا جیسی بھیانک چیزیں نہیں تھیں"

وہ جو سنجیدہ اور سپاٹ دیکھائی دے رہے تھے، چہرہ اور رخ دونوں مناحل کی جانب موڑے جس طرح آنچ دیتے معنی خیز گھمبیر لہجے سے بولے، یہ انداز اور استحقاق محسوس کیے اک لمحہ مناحل کا دل کانپا، وہ جلال پاشا سے ایسے انداز و جملے امید کرنا کئی سال پہلے ہی چھوڑ چکی تھی تبھی اسکا سانس، سینے میں جکڑنے لگا۔

"اب عمر نہیں رہی ان چونچلوں کی، تلافی کر لیں یہی کافی ہے"

بے تابی سے انکے چہرے سے آنکھیں چرا لیتیں مناحل، دل میں اٹھتے شور پر قابو پائے بمشکل بولیں۔

جبکہ مسکراہٹ کا لمحہ جلال پاشا پر رازداری سے اترا۔

"میری تلافی بھی کچھ منفرد ہو گی"

ایک بار پھر تپش پہنچاتا جملہ جس پر مناحل نے جھٹکے سے سر موڑے جلال کے یہ الجھن میں ڈالتے لفظ سن کر خاموش احتجاج کیا جہاں طمانیت لمحہ بہ لمحہ بڑھ رہی تھی۔

"مجھے صدمے سے دوچار مت کریں، میں آپ سے ایسی باتوں کی امید بہت سالوں پہلے چھوڑ چکی ہوں۔ اب تو یہ تک بھول گیا کہ آخری بار آپ نے مجھ سے وابستہ محبت کا اقرار کب کیا تھا۔ محبت رہی ہی نہیں تو بھلا اقرار کیسے

کرتے، حقیقت میں محبت صرف عورت کرتی ہے، مرد تو بس دل رکھتا اور دل لگاتا ہے"

وہ اپنی حیرت اور دکھ کا برملا اعتراف کیے نا چاہتے ہوئے بھی غمگین ہوئیں اور جس طرح یہ دلسوز شکوہ اس عورت نے کیا، یہ اس احساس جرم میں مبتلا شخص کی ذات پر مزید بھاری بوجھ لاد گیا۔

"ہاں میرے جیسا مرد حقیقت میں صرف ایک ہی عورت کا دل رکھنے اور ایک ہی عورت سے دل لگانے کی چاہت رکھتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ میں واقعی کامیاب نہیں ہوا، دل رکھنے کے بجائے دل توڑتا آیا اور دل لگانے کے بجائے دل کو زخم لگاتا آیا۔۔۔ لیکن کیا کروں، خوبصورت وقت تو میں نے ضائع کر دیا، کیونکہ میں ایسا ہی تھا اور ممکن ہے ایسا ہی رہوں۔۔۔"

مناحل کے شکوے تسلیم کیے سرد آواز میں وہ اپنی کوتاہیوں کا اعتراف کر رہے تھے، ایسی سرد مہری جو سامنے والے کو برف کی مانند منجمد کر دے۔

ایسی بے حسی کہ سامنے والے کا خون، اسکی رگوں میں جم جائے۔

"تو پھر تلافی کی بات ہی کیوں کی، جب پتا ہے یہ آپ سے ہو نہیں سکے گا"

بے مروتی کے سنگ وہ جلال پاشا کی سنگدلی پر چوٹ کرتیں سلگ کر بولیں اور چہرہ بھی موڑ لیا، جبکہ جلال پاشا نے اپنی بازو زرا حائل کیے اسکو حصار میں لینا چاہا تو وہ ناراضگی سے انکے ہاتھ پرے کرتی زرا دور سرک کر بیٹھی، انداز اخیر دلخراش تھا۔

"تم جانتی ہو کوشش میں ہمیشہ کرتا آیا ہوں، میرے جیسے مشکل انسان کی کوشش کو تم نے بھی تو آج تک نہیں سراہا۔ کیا پتا یہی سبب ہو ہماری دوریوں کا"

اس بار وہ زرا سخت ہاتھ کی گرفت کے سنگ مناحل کا بازو جکڑ کر قریب بیٹھاتے اسکی ناراضگی کے باعث بھیگ جاتی آنکھوں میں اپنی سیاہ آنکھیں

گاڑ کر جس بے باکی کا مظاہرہ کیے بولے، مناحل نے زرا دیر مزاحمت کی پھر جیسے بے بسی کے باعث ترک کر دی۔

"آپ نے اتنے سالوں سے کبھی چاہا ہی نہیں کہ ہمارے بیچ یہ فاصلہ کم ہو، ورنہ ایک مرد کا سب سے زیادہ اختیار اسکی بیوی پر ہوتا ہے۔وہ بھی ایک ایسی عورت جس سے وہ مرد محبت کا دم بھرتا ہو اور بدلے میں وہ بھی جان لٹانے والی ہو"

اس سے جلال پاشا کا یہ استحقاق برداشت نہ ہوا تو وہ بنا انجام سوچے غصے اور دکھ سے بول پڑیں، یہ جانے بنا کہ وہ شخص اب پتھر کے بجائے موم تھا جس پر یہ کاری وار پہلی کوشش میں ہی اثر انگیز ہو چکا تھا۔

"شاید یہ میرے تکبر اور غرور کی سزا ہو جو مجھے تم سے دوری کی صورت ملی ہو، گناہ بھلے ہم ناقص عقل والے کرتے ہوں لیکن انکی منفرد اور بے یقین سزائیں تعین کرنے والا تو آسمانوں کے پار کہیں موجود ہے"

وہ اسکی آنکھوں میں جمع ہوتی سرخی پر اپنا اختیار کھو سا رہے تھے، جواب بھی اس شخص کے پتھر سے موم ہونے کا یقین خود کو دلاپے ہلکان ہو رہی تھی۔

"بیس سال جلال پاشا، مجھے تو پھر آپکی کوتاہیوں نے مفت میں ساتھ رگڑ دیا"

تلخی سے حسرت زدہ جملہ ادا کیے وہ جن شعلہ باز اذیت بھری نظروں سے دیکھتے گھٹی رندی آواز سے بولیں اس عمر بھر کے خسارے کا ذکر ہی جلال پاشا کا ہر احساس اکھاڑ گیا۔

"مجھ جیسے شخص سے محبت کرنے سے پہلے تمہیں کسی سیانے سے مشورہ لینا چاہیے تھا، ہو سکتا ہے تم اس رگڑے سے بچ جاتی"

وہ بھی کمال بے اعتنائی سے اپنا دفاع کرنے کے بجائے، الٹا منا حل کو اسکی غلطی گنوانے کا ستم ناک شغل فرمائے، اسے مزید بوجھل کر گئے۔

"فضول انسان، بے حس اور ایک نمبر کے بے مروت ہیں"

بات کے اختتام تک مناحل نے آواز میں نمی گھل جانے پر لاکھ انکی گرفت جھٹکی پر اس سحر کا کیا کرتی جو خوشبو کی طرح اس شخص کی موجودگی کے باعث اسکا دامن حصار رہا تھا۔

"سنو! پہاڑوں پر جاو تو مجھے ساتھ لے کر جانا، مجھے تمہارے کچن میں ایک نوکری درکار ہے"

کچھ دیر وہ اسے بازو گرد لپیٹ کر اپنے ہونے کا احساس پوری جانبازی سے دلاتے رہے پھر جب محسوس کیا کہ وہ تھوڑا بہت رو دھو کر مضبوط ہو گئی ہے تو بنا شرارت چہرے پر سجائے، اس رندھے چہرے والی کی سماعت کی اور جھک کر یہ غیر یقین دل دہلاتا انکشاف کیے مناحل کو ایک بار پھر ششدر کر گئے۔

"کونسی نوکری؟"

اپنے دکھ اور حیرت کو ایک ساتھ چھپائے وہ بروقت سوال کرتی پھٹی آنکھوں سے جلال پاشا کے چہرے کے مسرور تاثرات دیکھے گئی جہاں پر اسراری کے بعد عجیب سی ذومعنیت درج ہوئے مناحل کا مضبوط دل بھی ڈرا گئی۔

"تمہیں ہر وقت دیکھ کر زچ، بے چین، بے قرار اور بے تاب کرنے والی نوکری"

اس بار وہ جن ہوش ڈگمگاتی بے خود نظروں میں مناحل کو مقید کیے بولے، لاکھ ہمت کے بھی وہ حیا، بے بسی اور ان کہی تکلیف کے مٹتے اثرات کے ساتھ روہانسی ہوتے ہی اپنا چہرہ جلال پاشا کے سینے میں چھپا گئیں جو اس عورت کا وہ خوبصورت جواب تھا جس کی خوشی جلال پاشا کی آنکھوں میں چمک جگا گئی، دونوں بازوؤں کو شدت سے بھینچ لیتے وہ آج پھر سے اپنا احساس سکون بٹورنے کی ابتدا کر چکے تھے جو بہت سالوں پہلے انکی غلطی کے باعث کھو چکا تھا۔

..________________..

کسی دل دہلاتے احساس کے باعث اسکی کچی نیند جھٹکے سے ٹوٹی اور چہرے پر لمحہ بہ لمحہ پھیلتی سانسوں کی حدت کے باعث اس نے اپنی درد کرتی آنکھیں کھولنے کی کوشش کی تو ٹھنڈا اسا احساس اسکی پیشانی پر محسوس ہوتے ہی اسکے رہے سہے احساسات بھی بیدار ہوتے چلے گئے۔

وہ تازہ دم ہونے کے بعد مسرور اور شاداب سا بے خوابی جیسی مضطرب کچی نیند میں ڈوبی ماہ کے پاس ہی بیٹھا اسکے چہرے کی معصومیت تکتا، اک اک خدوخال پر اپنے مضطرب لمس بکھیر تا تب مسکرایا جب ماہ نور نے آنکھیں کھلتے ہی نا صرف پھیکی سی نظر ڈالی بلکہ آنکھوں میں اچانک جمع ہوتی نمی کے سنگ اٹھ بیٹھی، خود ہادی جو اس سے وعدے کی پاسداری پر خوبصورت ویلکم کی توقع رکھے ہوئے تھا، ماہ کے بیٹھ کر روتے ہی اسکے دونوں ہاتھ جکڑے قریب کر کے بیٹھا تا اسے پریشانی سے تکنے لگا۔

"ماہ! وعدہ پورا کر دیا ہے پھر یہ آنسو کیوں میری جان۔۔۔ دیکھو زندہ سلامت تمہارے پاس پہنچ آیا ہوں۔ میں تو جدائی کی بہت سی تلافی کرنے کے موڈ میں ہوں مگر تم رو کر مجھے قبل از وقت بہکانے پر آمادہ لگ رہی ہو"

ہادی اسکے ہاتھوں پر شدت سے دباو بڑھائے یہ تھکے جملے ادا کیے آخر تک لفظوں کی تپش دانستہ بڑھائے اسکے آنسو روکنے کی کوشش میں بولا مگر وہ جو روئی تھی اب روتے ہوئے اسکے آنسو تیزی سے بہنے لگے، یہاں تک کہ ناجانے کس کس خوف اور ڈر کے باعث اسکے رونے میں امڈتی شدت سے اسکی ہچکیاں بندھی تبھی ہادی نے اسے بازو سے پکڑے اپنے حصار میں لیتے ہی مضطرب ہوئے اسکی پشت سہلائی مگر وہ رونا تو ختم کر چکی تھی مگر دونوں بازووں کو ہادی کی پشت پر لے جاکر سختی سے جکڑے کتنے ہی لمحے اسکے سینے سے لگی رہی یہاں تک کہ اسکے ڈھیلے پڑتے وجود کو محسوس کرتے ہادی کو الٹی فکر اور پریشانی ہوئی جس پر وہ اسکے دونوں ہاتھ کھولتا اسے روبرو لایا

جسکی شکوہ کناں ڈبڈبائی آنکھیں نا جانے اس قدر درد میں لپٹ پر کیوں ہادی پر پڑیں کہ وہ اب ماہ کو دیکھ کر شدید بے چین ہوا۔

جبکہ اس شخص کے وجود سے لپٹی خوشبو نے پلوں میں ماہ نور کے سارے خدشے اور دکھ مٹائے حوصلہ تھما دیا مگر وہ اپنی ناراضگی ہنوز دیکھائے دیکھ رہی تھی جبکہ اسکے انداز اور زردیوں میں ڈھلی صورت نے ہادی کو اسکی فکر سے جنجھوڑ ڈالا۔

"دیر سے آئے ہیں، کب سے انتظار کر رہی تھی۔ آدھی رات ہو رہی ہے۔ رات کا مطلب تھا اندھیرا ہوتے ہی آنا تھا آپکو، دل کر رہا ہے آپ سے پکا پکا ناراض ہو جاوں ہادی، آپ نے مجھے بہت تنگ کر لیا، ماہ نور ساری زندگی اتنا نہیں روئی جتنا آپکی دوری نے رلا دیا۔۔۔"

رونے اور دل کا غبار نکالنے کے بعد وہ خالص شکائتی دوشیزہ بنی منہ کے زاویے بگھاڑ بگھاڑ کر اسے سناتی گئی جو بڑے متبسم فکر و غور کے سنگ ماہ کی یہ

شکایتیں سنتا ہوا مسرور سا ہوا، گویا اس پر بیتی قیامت کی خبر ماہ تک المیرا نے پہنچنے نہ دی اسکا اسے پہلے ہی یقین تھا مگر پکا یقین ملنے پر اسکے دل کو مسرت ہوئی۔

اسے علم تھا یہ خبر مزاق میں بھی ماہ نور کی جان پر بن آتی لیکن اس کے باوجود ماہ کی اس درجہ کمزور پڑتی حالت نے ہادی سکندر کو نئی تشویش میں مبتلا کیا۔

"اب ایک آنسو بھی نہیں لاوں گا تمہاری آنکھوں میں، اب میرا ہر لمحہ صرف تمہارے لیے ہو گا۔ اب یہ شکوے چھوڑو اور مجھے اپنا قرار لینے دو"

تشویش بر قرار رکھتا وہ جس طرح اچانک بے باک لہجے کے سنگ فرمائش کیے بولا، ماہ نور اسکے ارادے جان کر اک لمحہ سر تا پیر لرزی اور پھر حیا اور خوف کے ملے جلے جذبات کے سنگ اسے خود پر حاوی ہوتا محسوس کیے پرے کرتی مزید پیچھے سرکی جبکہ ہادی کو اسکا فرار نا چاہتے ہوئے بھی برا لگا۔

"ہادی۔۔۔۔"

وہ اسے پرے سرکنے پر ایک بار پھر بازو سے پکڑے اپنے قریب لاتا سرد آنکھوں سے گھورا جس پر وہ بے بسی سے منمنائی مگر ہادی اسے خاموش رہنے کا اشارہ سونپے اسکی ہلکی ہلکی گرمائش میں ڈوبی رخسار پر ہونٹ رکھتا ایک بار پھر ماہ کے مزاحمت کرنے پر چڑتا ہوا زرا دور ہوا اور اس بار اسکی آنکھوں میں ماہ کے گریز نے غصہ سا بھرا۔

"کیا مسئلہ ہے ماہ، کیوں دور کر رہی ہو خود سے۔۔۔"

وہ جو اتنی بڑی نیوز دینے کی کوشش میں ہلکان تھی، ہادی کے ڈپٹنے پر مزید افسردہ ہو گئی۔

"ہادی ڈانٹیں تو نہیں"

آنکھیں نمی سے بھرے وہ ہادی کے لہجے کی شدت پر جتاتی منمنائی تو وہ زرا تحمل کے سنگ اسکے مضطرب چہرے کو دیکھنے لگا جہاں بے چینی عود چکی تھی۔

"اور کیا کروں، ایسے خود سے دور کرو گی تو تکلیف کے ساتھ غصہ بھی آئے گا۔ بولو کیا ہوا ہے، جانتا ہوں طبعیت ٹھیک نہیں ہے لیکن یہ گریز برت کر میری طبعیت بھی خراب تو مت کرو۔ آئی وانٹ یو ماہ"

وہ اسکی اور تکتا اخیر اذیت اور ناراضگی سے بولا، انداز قطعی شدت پسند تھا۔

"لیکن مجھے بہت اہم بات کرنی ہے آپ سے"

وہ اسکے غضب کی پرواہ کیے بنا ہمت کیے دوبارہ بولی جبکہ اب ہادی نا صرف اٹھ گیا بلکہ مین لائیٹ آف کرتے ہی واپس دوسری جانب سے آکر تکیہ درست کیے لیٹا اور بیٹھی ماہ کا ہاتھ تھامے ایک ہی جھٹکے سے اپنے پہلو میں

بسایا جو مدھم روشنی میں بھی ہادی سکندر کے چہرے کی ناراضگی دیکھ چکی تھی پھر بھی اسکے بات سننے کے اس انداز پر ماہ کے لبوں پر مسکان بکھری۔

"فرماو، تمہیں اب باتیں ہی ملیں گی۔ نو پیار و یار"

خالص نروٹھے لہجے میں سلگ کر کہتا وہ جس طرح اپنی جلن واضع کرتا ماہ کو بازو گرد باندھے خود کی جانب کروٹ کرواۓ بظاہر بے نیازی دیکھاتے بولا، ماہ پھر سے مسکرا دی۔

"جو بات میں نے کرنی ہے اسکے بعد آپ کا سارا پیار خود ہی مجھے مل جاۓ گا ہادئ"

شرمگیں مسکراہٹ لیے وہ جس رازداری سے ہادی سکندر کے سینے پر انگلی سے لکیر کھینچ کر دل بناتی بولی، وہ چونک کر اسکی جانب متوجہ ہوا، ایک تو دن کے حادثے سے لگتے زخم اسے ویسے بھی بے سکون کر رہے تھے اوپر سے ماہ

کی دوری نے اسکا موڈ مزید برا کر دیا لیکن ماہ کی اس پر یقین بات پر ہادی اسے بھرپور توجہ سے دیکھنے لگا اور پھر نا جانے کیا ہوا کہ واپس آنکھیں موند لیں۔

"سب باتیں صبح ماہ، میں بہت تھک گیا ہوں یار۔۔۔۔ ایک پر سکون نیند چاہتا ہوں۔۔۔۔"

یہ شاید دواوں کا اثر تھا کہ لیٹتے ہی ہادی کو لگا اس پر غنودگی حاوی ہونے لگی ہو جبکہ ماہ نے ضرور اسکو دیکھ کر بسوری شکل بنائی۔

"صرف چھوٹی سی ایک بات تو تھی، میں پھر صبح بھی نہیں کروں گی۔۔۔ بتا رہی ہوں"

مایوس ہو کر وہ ہادی کے کان کی لو پر دانت گاڑے چڑ کر سلگی جو ماہ کی اس حرکت پر اپنی شدت سے بند ہوتی آنکھیں کھولے اسے گھورا جو منہ پھلائے اسی کو دیکھنے میں لگی تھی۔

"باز آجاو ماہ، میری نیند اڑی تو تمہارے ہوش ٹھکانے لگا دوں گا"

تلملا کر وارن کرتا وہ پھر سے اسے جھٹکے سے خود میں مکمل لاک کرتا واپس آنکھیں بند کر چکا تھا اور ماہ کو اب یہ سب مزے کا لگا تبھی اس سے زرا پرے چہرہ سرکائے اس بار اس نے لو بائیٹ سیدھا ہادی کی گردن پر بنایا جس پر ہادی منہ بگھاڑے بے اختیار اپنا ہاتھ گردن پر ہوتی مدھم درد کی لہر پر جمائے ساتھ ہی دانت دیکھا کر دیکھتی ماہ کو گھورا جو یہ کر کے تمام تر غضبناک انجام کی پرواہ کیے بنا محظوظ ہو رہی تھی۔

ہادی کی گردن پر بنا سرخ نشان، ماہ کو الگ ہی خوشی دے رہا تھا اور ہادی جانتا تھا اگر اسکی نیند اڑی تو وہ ماہ کے لاکھ اصرار کے باوجود خود کو روک نہیں پائے گا۔

"یہ کیا سوغات دی ہے، صبح اب کس کس سے گردن چھپاتا پھروں گا۔ بت تمیز لڑکی۔۔۔۔۔"

اپنے ہاتھ کو بڑھائے وہ ماہ کی گالیں سختی سے اندر کی طرف بھینچے، منصوعی غصے سے بگھڑا جو منہ میں اٹھتے درد پر ہادی کے ہاتھ پر ہاتھ زور سے مارتی منمنائی تو جناب نے ترس کھائے اسے بخشا۔

"میں آپکو بیس لگادوں گی، آپ نے جو مجھ معصوم کو سوغاتیں دی تھیں وہ بھی میں نے بیس سے ہی کوور کی تھیں۔ جب تک آپ میری بات نہیں سنتے میں ایسے ہی تنگ کرتی رہوں گی۔ اگلی باری آپکے خوبصورت چہرے کی ہو گی یاد رکھنا"

سارا ڈر اور ہادی سکندر کی قربت کا خوف بھلائے وہ منہ اس آہنی گرفت سے آزاد ہوتے ہی بڑبڑائی جبکہ ہادی کو اسکی ہمت دیکھ کر سر اسر حیرت ہوئی۔

گردن تو چھپائی جاسکتی تھی مگر چہرہ نہیں تبھی اسے ماہ کی بات سننے میں ہی اپنی عافیت محسوس ہوئی۔

"اور اگر میں تنگ ہو گیا تو تمہارا حال بہت ابتر ہو جائے گا ٹوئنکل سٹار، لہذا اس ملنگ کو مت چھیڑو"

اک آخری معنی خیز دھمکی دیتا وہ خود بھی ماہ کی اور پلٹا جو اس قدر قریب آ جاتے ہادی کو دیکھ کر ویسے ہی ساکن ہو گئی اور پھر جس طرح وہ اس کی قید میں جکڑ دی گئی وہ سانس بھولے بس ہادی کی آنکھیں دیکھنے لگی جہاں اسکی محبت رقص کرتی ماہ کو پاگل کرنے لگی۔

"پوچھیں تو سہی کہ ایسی کونسی بات ہے ہادی"

وہ لاڈلہ سا شکوہ کرتی ہادی کی بیرڈ پر انگلیاں سہلائے سرگوشی میں بولی تو جناب نے بھی اسکی انگلی ہاتھ میں جکڑے وہ بازو لے جا کر ماہ کی پشت پر جا لاک کی جسکے باعث وہ اب بلکل بے بس ہو کر بے حرکت ہو جاتی، آنکھوں میں اداسی بھرا خمار لیے ہادی کو اپنی جانب مائل کر رہی تھی۔

"پہلے مجھے ماہ چاہیے، پھر اسکی بات سنوں گا"

وہ بنا تمہید اسکے دل کی دھڑکنیں سست کیے اسکی دونوں آنکھیں چومتا، جبین پر شدت بھرا لمس بکھیرے اس سے پہلے مزید گستاخیوں پر اترتا، وہ اسکی گرفت جھٹک کر ہادی کی بازووں میں جا سمٹی۔

"ہادی، پہلے بات سنیں ناں یار۔۔۔ میری طبعیت کیوں خراب ہے یہ بات تھی"

وہ یہ آخری گزارش اسے دیکھ کر کرنے ہی ہمت نہ رکھتی تھی تبھی اس میں سمٹ کر گھٹی آواز سے منمنائی جس پر ہادی نے اسے بازو سے جکڑے خود سے زرا پرے کیا جو چہرہ متغیر اور سانسیں الجھائے ہوئے سمٹی سی دیکھائی دی۔

"اگر تم نے یہ کہا کہ کوئی کباب کی ہڈی آنے والی ہے تو انجام کی ذمہ دار تم خود ہو گی"

بنا اسکی سنے وہ رعب زدہ اور چڑ چڑا ہوتے پہلے ہی تنبیہہ کیے غرا اٹھا اور ماہ اسے اندازے اور اس حکم پر لمحہ بھر ششدر رہی تو رہ گئی۔

اب وہ اتنا چنا کا کا تو تھا نہیں کہ ماہ کے بدلتے رنگ نہ بھانپتا، ماہ کے اندر آتی تبدیلیاں اسکے ارمان بہہ جانے کی دبنگ دہائیاں دے چکی تھیں۔

"اللہ اللہ! آپ ہوں گے کباب کا ہڈا۔ خبردار جو میرے بے بی کو کچھ کہا۔ جا کر تین اور بیویاں کر لیں اگر آپکو پریگنٹ ماہ سے مسئلہ ہے"

ہادی کی کوفت پر وہ نہ صرف اسے پرے کرتی اٹھ بیٹھی بلکہ خاصے غصے سے اسے ڈانٹ گئی جو اچٹتی نگاہوں سے ماہ کو اس بے باک مشورے پر گھورتا ہوا خود بھی ذرا محتاط سا ہوئے اٹھ بیٹھا۔

ماہ کو تو تب احساس ہوا جب ہادی سکندر نے اسکے غصے پر اپنے مخصوص انداز سے خود میں لپیٹ کر ابر برسایا، اسے شرم و حیا کے ساتھ ساتھ ہادی کے پیار لٹانے پر جی بھر کر راحت بھی ملی۔

"مجھے پریگنٹ ماہ سے کوئی مسئلہ نہیں ہاں ہر وقت اگر تم بیمار پڑی دیکھائی دی پھر ضرور مسائل جنم لیں گے، رہی بات تین اور بیویوں کی تو اس کباب کے ہڈے کو ایک بار آنے دو، اسے المیرا کے سپرد کیے۔۔۔اس قدر جلد تمہیں اماں بن جانے کی لمبی سزا دے گا ہادی سکندر اور تم سے ہی بقیہ تین شادیاں کیے اپنے سارے ارمان پورے کروں گا"

وہ جو اپنے لفظی گستاخی پر اب شدت سے شرمندہ اور لجائی تھی، ہادی صاحب کے دل دہلاتے دھمکی خیز قہر پر کئی لمحے سن سی کیفیت میں وہ آنکھیں پھاڑے اس جنونی کو دیکھتی رہی جسکے ارادے ماہ کے کانوں سے دھواں نکال چکے تھے۔

"بہت ہی کوجے ہیں آپ ہادی، شرم نہیں آتی ایسی بات کرتے ہوئے۔یہ حساب رہاناں تو اس گھر سے کرکٹ ٹیم نکلے گی۔میں تو پھر حساب چکانے میں ہی اللہ کو پیاری ہو جاوں گی"

خفت کے مارے اسکا چہرہ سرخ جبکہ بڑبڑاتے ہوئے ہاتھ پیر پھولے جس پر ہادی نے زیر لب مسکراہٹ دبائے معنی خیز سرور کے سنگ دیکھتے ہی جھٹکے سے ایک بار پھر ماہ کو اپنی آسودہ پناہ میں بھر لیا اور وہ ساری خفگی بھلائے، اس ظالم کے حصار میں قید ہوتے ہی بے بس ہوئی۔

"ہم تو بس ان پٹ دیں گے، اوٹ پٹ سنبھالنے کے لیے المیرا ہیں ناں۔۔۔ہاہا بہت مزہ آئے گا اب تمہیں تنگ کر کے۔۔۔۔اور بنو شادی کے پہلے ماہ ہی اماں۔۔۔۔"

اس آفت کی قربت الگ وبال پھر بے باک گفتگو اور پھر جس طرح یہ میسنا سارا ملبہ بچاری ماہ پر ڈالے اسے چڑا رہا تھا اس پر ماہ کا دل چاہا واقعی اسکا سر پھوڑ دے۔

ماہ کی کوفت اور چڑ پر ہادی کی ہنسی گہری ہوئی۔

"میں ناں آپکا سر توڑ دوں گی ہادی، یہ سب آپکا کارنامہ ہے"

وہ اسکا چہرہ دونوں ہاتھوں میں جکڑے غصے اور شرم کے ملے جذبات کے سنگ بگھڑی جبکہ ہادی مسلسل مسکرائے، دانت دیکھائے اسے زچ کرتا رہا۔

"ہاہاہم اتنے فاسٹ کہاں، یہ تمہاری اور المیرا کی بے بی کی مراد بر آئی ہے۔۔۔۔ اب کیا ہو گا تمہارا ماہ۔۔۔۔ میں نے تو ابھی صرف تم سے لاڈ کیے تھے یار، لاڈ لاڈ میں ہی تم نے مجھ معصوم کو ابا جان بنا دیا۔۔۔۔ میں ہینڈ سم اور ہاٹ لونڈا بھلا اتنی سی عمر میں باپ بنتے اچھا لگوں گا"

ماہ کی ساری اداسی اب ہادی پر حملہ آور ہوتے جذبات میں بدلی جو گن گن کر اس سے ابھی سے حساب لیتا بچاری کی جان لے رہا تھا اور ماہ اس بار واقعی ہادی کی باتوں کی شدت پر رونے والی ہوئی۔

"میں رو دوں کیا؟"

ماہ کی بھرتی ہوئی آنکھیں اور سسکی سی آواز پر جناب نے ساری شرارت زائل کیے اپنے دونوں ہاتھوں میں ماہ کا چہرہ تھامے پہلے تو بے خود ہوئے

محبت لٹائی اور پھر اسکے دونوں نرم ملائم ہاتھ باری باری ہونٹوں سے لگائے ماہ کی آنکھوں کے سارے آنسو چرا لیے۔

"ہر گز نہیں میری جان، یہ سب تمہارا موڈ بہتر کرنے کے لیے کیا۔مجھے یہ سکھ دے کر تم نے بے حد خوشی دی ہے، اس احساس کو کوئی نام دینا ناممکن ہے جو مجھے یہ جان کر لاحق ہوا کہ تم اس ننھی جان کو جنم دو گی جو میرا عکس ہے۔تم سے جڑی ہر خوشی ہادی سکندر کے لیے کل اثاثہ ہے۔"

اپنے شرارت پر اتر آتے مزاج کی بھرپور تلافی کیے وہ ماہ کو یہ اعزاز بخشے مسرور اور پر سکون ایک ساتھ کر چکا تھا جسے ہادی کے لفظوں کی شدت، لہجے کی خوشی دل تک محسوس ہوئی تھی۔

"مطلب آپ اس بے بی کو کباب کی ہڈی نہیں کہیں گے ناں دوبارہ ہادی"

وہ ہادی کا یقین چاہنے کے لیے پلکیں ساکت کیے اسکے سرشار چہرے پر نظر جمائے جھجک کر بولی جو ایک بار پھر اسکی گالوں پر ہلکی سی ہاتھوں کی شدت بنائے نفی میں سر ہلائے ماہ کا بے قرار دل آسودہ کر چکا تھا۔

"آئی لوو یو، اب آپ سو سکتے ہیں"

فطری حیا لیے وہ ساتھ ہی کہے سیدھی تکیے پر سر رکھے واپس لیٹی تو ہادی سکندر نیند اڑانے کی ہلکی پھلکی سزا دینے کا فیصلہ کیے ماہ کی اور نہ صرف جھکا بلکہ اسکے چہرے کی خوشی، فتحمندانہ مسکراہٹ اور فسوں خیز نظروں کی تپش بھانپ کر اتنا تو ماہ جان گئی کہ وہ بری طرح اس خطرناک بندے کے سکون میں تلاطم برپا کر چکی ہے۔

جسکا ادراک اسے اگلے بے باک، گستاخ اقدامات کی سنگینی سے جلد ہو گیا مگر سکون تھا کہ اس لمحہ دونوں کی رگ رگ میں اترا ہوا محسوس ہو رہا تھا۔

..________________________..

سالار خان، تھکن اور بیز اریئیت ہٹانے کے باعث تازہ دم ہوئے ٹاول سے بال رگڑ تا باہر نکلا تو نظر دانستہ بھٹک کر کھڑ کی کے پاس کھڑی رابعہ پر گئی جو باہر دیکھائی دیتے ملگجی اندھیرے سے چپ چاپ ہمکلام جانے کن گہرے خیالات میں گم تھی، کہ اسے سالار خان کی موجودگی کی خبر ہی نہ ہو سکی۔

اور سالار خان دنگ سا اک پر اسرار نگاہ رابعہ پر ڈالے، ٹاول ہینگ کرتا اپنی قمیص کی آستینیں کف سے فولڈ کرتا آہستہ قدم اٹھاتا جب عین اسکے عقب میں جا جما تو ناک میں پہنچتی منفرد سی مہک اور پشت سے لگتے سینے کے بعد دھڑکنوں کے شور سمیت اس شخص کا اسے نرم حصار میں لے لینا، رابعہ کو ہوش کی دنیا میں واپس لایا۔

وہ اندھیرے میں بھی خوبصورتی دریافت کر چکی تھی، دل اور روح آج ہر بوجھ سے آزاد ہوئی تو اس نے سالار خان کے روبرو اپنی ہر مزاحمت کو سرے سے ہی روک کر اپنا وجود اسکے مضبوط سہارے چھوڑ دیا۔

"آج اماں بہت خوش ہوں گی، انکا قاتل جلد اپنے انجام کو پہنچنے والا ہے۔ شکریہ سالار خان، آپ نے میرا ساتھ نہ دیا ہوتا تو میں بزدلی اور ڈر کے باعث بنا اس شخص کا انجام دیکھے ہی مر چکی ہوتی"

وہ اسکے ڈھیلے پڑتے وجود کو زرا شدت سے تھامے، یہ ملال زدہ سرگوشیاں کرتا سنے اسی طرح حصارے ہی رابعہ کی طرح باہر دیکھنے لگا تو وہ جو پر اعتماد تھی، سالار خان کے حواسوں پر چھاتے انداز بھانپے زرا مضطرب ہوئی۔

"ایسی گندگی کا صفایہ اک نہ اک دن ہو کر رہتا ہے، ہم انسان تو فقط وسیلہ بنتے ہیں۔ مجھے خوشی بس اتنی ہے کہ میری اور ہادی کی کوششیں رنگ لائیں اور وہ اندھیرا چھٹ گیا جس نے ہم سب کو اپنے سیاہ غبار میں لپیٹ رکھا تھا"

سالار خان کی مضبوط آواز میں جیت جیسی ہمک لپکی تو رابعہ کا دل چاہا وہ رخ پھیر کر اسکا اس وقت چہرہ دیکھے مگر نا جانے کیوں اسے لگا گر اس نے مڑ کر دیکھ لیا تو وہ پتھر کی ہو جائے گی۔

تبھی افسردہ سا مسکرائی وہ اپنے رخسار کے سنگ سالار خان کی گھنی داڑھی سے ہوتی چبھن پر تمام تر دل کے لپکتے جذبات کے مچلنے کی کیفیت دبائے سامنے دیکھتی رہی۔

"آپ سے ایک بات پوچھوں سالار خان"

کچھ دیر وہ اپنے پیٹ پر بندھے سالار خان کے ہاتھوں پر اپنے ہاتھ رکھے اس کی لمحہ بہ لمحہ تیز ہوتی دھڑکنیں محسوس کرتی رہی پھر نا جانے کیا سوچ کر پر اسرار ہوئی۔

"ہوں، پوچھو"

وہ اسکی گال سے اپنا چہرہ رگڑے سوچ کی گہرائیوں میں اترے بولا تو فطری سی حیا اور بدحواسی نے رابعہ کے چہرے کا احاطہ کیا۔

"آپ نے اب تک شادی کیوں نہیں کی تھی؟"

وہ اس سے سوال کرتی ساتھ ہی سالار خان کے شانوں سے تھام کر روبرو پلٹانے پر دم سادھ کر اسے دیکھنے لگی جو اب بھرپور نظروں میں رابعہ کو بسائے اسکے سوال کا جواب ڈھونڈ رہا تھا۔

"اس لیے کہ مجھے کرنی ہی نہیں تھی، ایسی چیزیں سالار خان کو فضولیات لگتی تھیں"

وہ یکدم یہ بتاتے سپاٹ ہوا تو رابعہ نے یاسیت بھری نگاہ سالار کے بھینچے خدوخال پر ڈالی۔

"یعنی میری وجہ سے آپ کو اپنے مزاج کے خلاف جانا پڑا"

مایوسی اور ملال کسی نوکیلے کانٹے سا چبھا تو وہ سرد تاثر لیے اپنی موجودگی پر نالاں ہوئی۔

"تم سے تو محبت ہو گئی تھی"

وہ یہ جملہ خود بھی بے ارادہ کہہ گیا، جبکہ وہ جسکا گلاب چہرہ اس درجہ سبکی پر بجھ گیا تھا، یکدم حیرتوں کے پہاڑ تلے دب جانے پر سفید پڑا۔

رابعہ کے چہرے کی یکدم رنگت بدلنے پر سالار خان کو اپنی زبان کی بے لگامی کا شدت سے احساس ہوا مگر اب تو یہ انکشاف زبان نے کر کے گستاخی کر دی تھی۔

"میرا مطلب ہے۔۔۔۔"

اپنے کہے کی صفائی دینے کی غرض سے ابھی سالار خان کے ہونٹ ملے ہی تھے کہ رابعہ نے اپنی ہتھیلی سرعت کے سنگ سالار خان کے ہونٹوں پر جمائے رحم طلب آنکھیں ڈالے دیکھا۔

"وضاحت کر کے مجھے سونپے اس سکھ میں کمی نہ کریں پلیز، یہ سن کر مجھے لگا کہ میری آنکھوں کی بدصورتی لمحے میں ختم کر دی گئی ہے"

وہ آنکھوں میں نمی لائے، سالار خان کے فرار کو بڑی بے بسی سے رد کر چکی تھی جو خود ساکن تھا، پھر جب حواس اس منت سماجت پر واپس لوٹے تو اپنا ہاتھ بڑھا کر منہ پر جمی ہتھیلی کو بے ساختہ جکڑ کر اپنے سینے سے لا جوڑا، رابعہ کو محسوس ہوا اس کا دل اچھل کر حلق میں آ اٹکا ہو۔

نظریں ان جاندار تپش لٹاتی بے باک نگاہوں سے چرائے وہ پلکوں کی جھالر گرائے اپنے بے باک اظہار پر زرا خوف کھا گئی کیونکہ اس نے یہ سب کہنے سے پہلے اپنا انجام تو سوچا ہی نہ تھا۔

"مطلب تم یہی چاہتی تھی کہ سالار خان کو تم سے محبت ہو جائے"

ان جھکی آنکھوں پر اپنی جذب سے اٹی نگاہوں کا سایہ کیے وہ ٹھوڑی سے رابعہ کا چہرہ اٹھائے، بھاری پڑتے لہجے میں پوچھ رہا تھا جو اس بندہ بشر کی پر تپش نگاہوں کی کشش کے باعث لمحہ بھر بوکھلاہٹ میں لپٹی۔

"تو اور میں تہی دست کہاں جاوں گی بھلا اگر آپ کو بھی مجھ سے محبت نہ ہوئی، ماں کے سوا کسی نے محبت سے نہیں دیکھا مجھے۔ آپ کی آنکھوں میں خود کے لیے محبت دیکھنے کی خواہش خود بخود ہی میرے دل میں پیدا ہوئی جسے لاکھ دبانے کے باوجود وہ سر چڑھ چکی ہے"

اس وقت وہ ہر قید سے آزاد صرف اس شخص سے مخاطب تھی جو اسے اب واحد عزیز رہ گیا تھا، اسکی زندگی میں محبت کی جو کمی تھی اسکا اظہار تکلیف اور دکھ کے سنگ سالار خان کے روبرو کیا کیونکہ وہ جانتی تھی اب اس نے ہر بات اور ہر خواہش صرف اسی سے کہنی ہے، اور کوئی تھا ہی کون اسکا۔

جبکہ سالار خان نے تو کب سے دل جیسی چیز اس عورت پر وار دی تھی جو ساری زندگی اول تو دھڑکی نہیں اور دھڑکی بھی تو رابعہ کے نام پر جو اب اسکے اختیار میں بے اختیار ہو کر کھڑی یہ حسرت بیان کر رہی تھی۔

اک لمحہ تو اس مضبوط شخص کے دل میں بھی گرہ پڑی۔

"کم از کم میرے حوالے سے تمہیں شک وشبہات نہیں ہونے چاہیں، میں تم سے دل وابستہ کرنے کے بعد ہی تمہارا ہوا ہوں رابعہ۔ اور جن محبتوں کی حسرت تمہارے اندر رہے، وہ سب مٹا دوں گا۔ خوش ہو جاو کیونکہ تم ایک من پسند عورت ہو"

اپنے رعب کو اک طرف رکھے وہ لمحہ لگائے دوستانہ اور عاشقانہ اعتراف کرتا اپنی سیاہ آنکھیں اسکی بھیگی احساس کمتری میں ڈوبی آنکھوں میں گاڑ کر بولا جس پر تمام تر خساروں کے رابعہ مسکرائی۔

من پسند ہونے کا اعتراف کرتا وہ شخص اسکے دل میں پہلے سے زیادہ شدت سے جا بسا تھا۔

"محبت کر کے پچھتائیں گے تو نہیں؟"

دل کی دھڑکنیں ابتر محسوس کیے وہ ایک بار پھر زرا خوفزدہ ہوئے منمنائی جو آگے سے جاندار سا مسکرا کر رابعہ کی دھڑکنیں سست کر چکا تھا۔

"نہ کر کے پچھتانے سے تو اچھا ہے کہ کر کے پچھتالوں، زیادہ سے زیادہ مجھے تمہاری عادت ہو جائے گی اور کیا ہو گا۔ عادت کا علاج تو تم سے نکاح کر کے پہلے ہی ڈھونڈ چکا ہوں۔۔۔۔"

اس بار سالار خان کا لہجہ، معنی خیز اور دل دہلاتے اثر کو چھوڑے رابعہ کو متذبذب کر چکا تھا، اس شخص کا سحر تو پہلے ہی رابعہ کو اپنے بس میں کیے ہوئے تھا رہی سہی کسر تھانیدار کے ذو معنیت بھرے مسکرانے نے پوری کی۔

" چلیں سوتے ہیں، آپ تھک گئے ہوں گے"

سالار خان کی نظروں کے بے خود زاویے بھانپے وہ اس سے پہلے اسکے سائے کی امان سے نکلتی، وہ ایک جھٹکے سے اسکی کمر جکڑے نہ صرف واپس کھڑا کر چکا تھا بلکہ اس لڑکی کی اور لپک کر چند بے تاب گستاخیاں کیے زرا سی تشنگی کا علاج کیے مسکرا دینے کا انداز ایسا مسرور اور شاداب تھا کہ رابعہ کا دل

اس استحاق آمیز پیش رفت اور دھڑکنیں سکیڑتے عمل پر سینے میں پھڑ پھڑا کر رہ گیا۔

"اب جب سالار خان کی محبت کا زبانی اعتراف سن ہی لیا ہے تو عملی اظہار پائے بنا تم بھی سکون سے سو نہیں سکو گی۔ نہ میری اس ادھورے ملن سے تھکن اترے گی سو اس خوبصورت ساتھ اور رات کو غنیمت جان کر مجھے اپنی تھکن آج کچھ الگ طریقے سے مٹانے دو"

سماعت میں امرت کی طرح انڈیلی جاتی خواہش پر رابعہ نے آنکھیں میچتے ہوئے جکڑی جا چکی سانسوں کو ہوا کے سپرد چھوڑے، رکتا دل سہلایا تو ان حق دار تقاضوں کے جواب میں اسکی تمام حسیں مفلوج اور مزاحمت کہیں دور جا مفقود ہوئی، رہ گئے تو وہ دل اور روح سہلاتے لمس جنکی اپنائیت اور شدت نے چند لمحے صرف کیے ہی رابعہ کو بتا دیا کہ وہ شخص اسے بہت جلد بھر دے گا۔

اسکی تمام حسرت ختم کیے ثابت کر دے گا کہ وہ اسکی آنکھوں اور زندگی کی تمام بدصورتی مٹانے میں کامیاب ٹھہرا ہے۔

..________________________________..

وہ فریش ہو کر نکل بھی آئی تھی مگر عبداللہ تب سے اب تک مزے سے بیڈ پر لیٹا پیپر اور پین لیے کچھ لکھنے میں مصروف تھا، اس بار تو امل کو خوشگوار سے تجسس نے گھیرا تو وہ ڈرائے کیے بالوں کا میسی سا جوڑا بناتی خود بھی اس کے پاس ہی ٹانگیں اوپر کیے بیٹھی جو محترمہ کی بے چینی بھانپ کر وہ پیپر اس سے جان بوجھ کر پرے کرتا چھپائے ہنوز کچھ لکھتا گیا۔

"اب یہ کونسا تجسس پھیلا رہے ہو؟ بتاؤ بھی"

امل اس کے پیپر چھپانے پر زرا مایوسی کے سنگ اصرار کرتی بولی جو لکھنے سے توجہ ہٹائے اس بوجھل حسینہ کو بے خود نگاہوں میں سموئے دیکھنے لگا، ان

پر اسرار نگاہوں سے لرز کر امل کی پلکیں خود بخود جھکیں مگر پھر بھی دھیان تو بس سیدھا ہو کر بیٹھتے عبداللہ کی دھڑکنوں سے الجھ گیا۔

"یہ وہ سارے خواب ہیں جو تمہیں سجانے ہیں، تم بھول نہ جاو تبھی لکھ رہا ہوں۔ ان میں سے ایک بھی خواہش کو رد نہیں کر سکتی تم"

پین سائیڈ ٹیبل پر رکھتا وہ ٹھیک سے بیٹھے وہ کاغذ اسکی جانب بڑھاتا جس تمہیدی انداز سے امل پر اس سب کو واجب کر گیا وہ کچھ لمحے گومگو کی کیفیت کا شکار ہوئی اور پھر کچھ سوچ کر وہ بڑھایا پیپر تھام لیا۔

"اور اگر کچھ خواب سجانے اور کچھ خواہشیں پوری کرنا میرے اختیار میں نہ ہو اتو انکے بدلے تھوڑی رعایت نہیں دو گے ؟"

بنا اس لسٹ پر نگاہ ڈالے وہ پہلے اپنی بے چینی کا توڑ کرنے کی خواہش مند تھی، جبکہ امل کے اس بے بسی میں لپٹے سوال کا اثر عبداللہ پر یوں تھا جیسے ٹھہرے ہوئے خاموش پانی میں کوئی شدت سے پتھر پھینک دے۔

جس سے پیدا ہوتی لہریں، انگ انگ تک وسعتوں کی حد تک پھیل جاتی ہوں۔

وہ لڑکی اپنے اندر اعتراف محبت تو کر ہی چکی تھی مگر ممکن تھا یہ فہرست دیکھنے کے بعد وہ اس اعتراف کو تسلیم بھی کر لیتی۔

"دوں گا، لیکن میری رعایت بھی میرے جیسی جنونی ہو گی۔ جس خواب یا خواہش کو تم مشکل یا ناممکن جانو گی میں اسے اپنے خطرناک انداز سے ممکن اور آسان بنا دوں گا"

وہ اس لڑکی کی منتظر آنکھوں میں پھیلا تاسف دیکھ کر دانستہ ہلکے پھلکے شرارتی انداز میں چمکارا تو امل کے ہونٹوں پر افسردہ سی مسکراہٹ اتر آئی۔

"ٹھیک ہے پھر پڑھتی ہوں تمہاری بنائی لسٹ"

وہ ہار مانتی ہوئی وہ پیپر پڑھنے لگی مگر جناب نے با آواز بلند پڑھنے کا اشارہ کیا تو امل نے اسے منصوعی خفگی سے گھورا۔

"تم ہنسو گی تو سمجھوں گا سب خوبصورت ہے

تم مطمئین رہو گی تو پر سکون رہوں گا

میری زندگی اب خود سے نہیں، تم سے جڑی ہے"

وہ اس بندے کی تحریر کردہ پہلی سطریں پڑھے باقاعدہ شاکڈ ہوتی نظر اٹھا کر اسے دیکھنے لگی جو مسکراتی آنکھوں سے امل کے رنگ بدلتے چہرے کو دیکھنے میں محو تھا۔

"یعنی مجھے ہنسنا ہے، مجھے مطمئین رہنا ہے۔

اور یہ خیال بھی رکھنا ہے کہ میری زندگی اب صرف میری نہیں بلکہ تمہاری بھی ہے"

وہ جو چاہتا تھا، امل سمجھ چکی تھی، وہ خوبصورتی سے امل کے دل کا غبار کم کرنے میں ماہر جو تھا۔

وہ ناچاہتے ہوئے بھی دل بھر جانے پر پھیکا سا مسکرائی جب عبداللہ نے سر کو اثبات میں ہلایا۔

"محبت یہ نہیں امل کہ دسترس ملتے ہی حاکمیت جتادی جائے، یا دوسرے کی عزت نفس کو اپنے ارمانوں کے نیچ روند دیا جائے۔ محبت تو یہ ہے کہ میں اگر تمہیں اپنی ذات کے تاریک پہلو دیکھاوں ناں تو تم ان میں ستارے بھر دو"

وہ اسکی کمزور پڑتی حالت پر اسکا ہاتھ تھامے، ان جھکی آنکھوں کو دیکھتے بہت چاہت سے بولا، جس نے جوابا بروقت مسکرا کر دلکش سا کچھ سوچ جھکی پلکیں اٹھائے، اپنی آنکھیں پٹ سے عبداللہ کی آنکھوں میں ڈالیں۔

"جیسے تم نے کیا"

وہ دھیمے لہجے میں کہتی ہوئی دل و جان سے مسکرائی بلکہ کھکھلا دی۔

"ہمم اب آگے پڑھو"

وہ سرشار سا ہوئے مسکرایا تو امل نے اپنی توجہ پھر سے اس پیپر پر ڈالی۔

"مجھ میں پختہ ذہن نہیں ہے یار، میں عقل سے پیدل شخص ہر معاملے میں دل سے سوچتا ہوں تو کبھی میرے دل نے تمہارے دل کو کوئی زحمت نواز دی تو تم مجھے تلافی کرنے کا موقع دو گی اور یہ آپشنل نہیں ہے"

اس خواہش کو پڑھ کر امل کی آنکھیں مسکرائیں جبکہ جناب منصوعی مسکین بنے آنکھیں ٹپٹپاتے اداکاری کے جوہر دیکھانے لگے۔

"تم میں رومانیت جو ڈھیر ہے، زہانت اور رومانیت ایک ساتھ ہونی ویسے بھی بہت مشکل ہوتی ہے"

وہ یہ جملہ بچارے کی عقل بندی پر چوٹ کی صورت گراتی شرارت پر اتری جو سمجھ نہ سکا کہ لڑکی نے تعریف کی ہے یا عزت افزائی۔

"ہاہا نکلی ہو ناں میرے ٹائپ کی"

جبکہ بات کی اصل سچائی سمجھتے ہی عبد اللہ ہنس پڑا۔

"ہر صبح تم میرے خیالات سے جاگو، میرے خواب سجاو، پہلا خواب کہ تمہیں عبد اللہ عارض سکندر سے کیسے محبت کرنی ہے، دوسرا خواب، کہ یہ شخص تمہاری زندگی کو مزید کتنا حسین بنائے گا، تیسرا خواب کہ تمہیں بھی میرے لیے محبت کی سرشار روح بن کر میرے اندر سما جانا ہے، المختصر کے تمہارا ہر خواب مجھ سے شروع ہو اور مجھی پر ختم ہو، ہر صبح میری آنکھوں میں تمہارا عکس ہو اور ہر رات میری باہوں میں تمہارا سکون ہو، ہر لمحہ تم میرے دل میں دھڑکتی رہو، ہر لمحہ میں تمہیں حفظ رہوں۔۔"

وہ یہ خوابوں اور خواہشوں کی فہرست پڑھتی اس بار بھی حسین مسکرائی جبکہ مقابل بے خود نگاہوں نے امل کے دل میں حشر برپا کیا۔

"تم واقعی پاگل ہو عبد اللہ"

وہ اسکی آنکھوں میں جھانک کر مسکراہٹ ختم کیے افسردگی سے بولی۔

"جی بالکل، ڈگری یافتہ پاگل"

آنکھیں موند کر اس دیوانے نے جذب سے اقرار کیے امل کی ساری اداسی سمیٹ لی۔

"شوخے"

منہ ہی منہ میں بڑبڑائے وہ آگے لمبی سی لکھی نظم دیکھ کر منہ بسور چکی تھی۔

"یار یہ شاعری نہیں پڑھنی میں نے، وہ بھی اتنی لمبی"

بنا پڑھے ہی امل نے کھرا انکار کیا تو عبداللہ نے گھوری سے نوازے پڑھنے پر زور دیا جس پر امل چارو ناچار فرمائشی نظم پڑھنا شروع ہوئی۔

"ہنستے ہنستے روتی ہو اور گاتی ہو

اچھا موسم دیکھتے ہی جذباتی ہو

میں جاگوں تو ساتھ مرے وہ زندہ ہو

میں سوؤں تو ساتھ مرے مر جاتی ہو

باقی کام اشاروں سے چل جائے گا

کچھ اردو اور کچھ پنجابی آتی ہو

دنیا جیسی دنیادار کمینی ہو

میرے سر کی جھوٹی قسمیں کھاتی ہو

دنیا اس کی ایڑی پر ہی گھومتی ہو

بات کرے اور بات پہ اڑ بھی جاتی ہو

لڑکوں جیسی لڑکی ہو بدنام بھی ہو

پورے بدن سے آدھا سا شرماتی ہو

اک ہمزاد سی بالکل میرے جیسی ہو

یعنی دھوکا دیتی دھوکا کھاتی ہو"

یہ نظم پڑھ کر جہاں امل کی آنکھیں پھٹیں وہیں عبداللہ کے قہقہے اس وقت امل کی بگھڑی شکل دیکھ کر کمرے میں گونج اٹھے جواب پاس پڑا تکیہ اٹھائے بنا رحم کھائے اس پر برسانا شروع ہو چکی تھی۔

جبکہ دونوں کی ہنسی نے ایک دوسرے کو بہت قرین ہو جانے کا احساس بھی بہت خوبصورتی سے بخشا تھا، دونوں کے دل ایک ساتھ ہو لیے تھے اور شاید اب عبداللہ عارض سکندر جانتا تھا کہ آخری سانس تک اس نے امل جیسی نعمت کو کیسے سنبھال کر رکھنا ہے۔

..________________________..

فجر کے وقت وہ نماز کے لیے اٹھی تو پہلا کام فون دیکھنے کا کیا جہاں حسرتوں اور محبتوں کے تمام پیمانے رد کرتا پیغام شہزادی کی بصارت کا رزق بنا تو وہ

نیند کا خمار اپنی آنکھوں میں بسائے مسکرا دی مگر پھر رات کی اداسی یکدم ہی نیلم کی آنکھوں میں لہرائی جس نے اسکے خوبصورت، تروتازہ چہرے پر اک ملال لا دھرا۔

نماز پڑھے وہ تلاوت ختم کرتی باہر نکل آئی تو مہک صاحبہ حسب معمول ناشتہ بنانے میں منہمک ملیں، اماں کو پیار اور لاڈ سے حصار لیتی وہ ساتھ ہی بابا کو دیکھنے باہر صحن میں آئی جہاں وہ چھوٹے سے لان میں واک کرنے میں منہمک تھے۔

دونوں نے کچھ دیر مسکراتے ہوئے ڈھیر باتیں کیے واک کی پھر شاہ ویر کو جگانے کے بعد ناشتہ ساتھ مل کر کیا۔

ماہ جبین نے صبح ہی نکاح والی بات بتا کر تو مہک صاحبہ کا موڈ مزید خوشگوار کر دیا جبکہ نیلم کا تاثر کچھ خاص دیکھائی نہ دیا۔

سب کو خوشی میں مبتلا محسوس کیے بھی وہ عجیب سی بے چین رہی، اور پھر رہی سہی کسر ناشتے کے بعد آتے مبین نے پوری کی جو نکاح کے فیصلے کی خبر دینے خود فیاض صاحب اور مہک صاحبہ سے ملنے آیا تھا، جبکہ اسکی رات نیلم کے بنا شب خوابی کی نظر ہوئی یہ بھی سبب تھا کہ وہ نیلم کی جھلک دیکھنے، کئی اسباب کے سنگ چلا آیا۔

شاہ ویر سے اسکی رضامندی جاننے کے بعد مبین کا دل مزید اپنے فیصلے پر پر سکون ہوا مگر اس کا دل تو نیلم کے سنجیدہ چہرے نے مضطرب کیا جو نا جانے کیوں اسے دکھ بھری نظروں سے دیکھ کر چہرہ پھیرتی رہی۔

اور پھر نیلم نے جب یہ کہا کہ وہ شاہ لالہ کی طرف سے نکاح میں شریک ہو گی اور تب تک یہیں رہے گی، اس پر تو مبین عارض سکندر نے شہزادی سے اس ظلم کی وجہ جاننے کا تہیہ اسکے روم میں جاتے ہی پیچھے لپکتے ہی کیا۔

دروازہ کھولے وہ اندر آیا تو نیلم جو اپنا ڈریس نکالے فریش ہونے کی نیت سے واش روم میں گھسنے والی تھی، مبین کے آنے اور دروازہ بند کرنے پر چہرے پر چھائی افسردگی بڑھائے دیکھنے لگی جس نے قریب آتے ہی نہ صرف نیلم کے ہاتھ سے اسکے کپڑے لے کر بیڈ پر اچھالے بلکہ دونوں بازو سے جکڑے اپنے قریب لاک کیے خفگی سے دیکھا۔

"نیلم، بتائیں گی کے اس بے رخی کی کیا وجہ ہے۔ آپ جانتی ہیں ایک لمحہ بھی آپکے بنا مشکل ہے تو کیوں دور رہنے پر بضد ہیں۔ آپکا انداز مجھے ڈرا رہا ہے، کہیں واقعی آپ مجھے آزمانے پر تو نہیں آمادہ؟"

وہ بہت زیادہ بے قرار تھا اور اسکی بے قراری نیلم کو شدت سے محسوس بھی ہوئی مگر وہ اس افسردگی کا کیا کرتی جو اس پر شدید حملہ آور ہوئی تھی۔

"آپ ہادی بھائی کو وقت دیں اپنا، انھیں آپکی ضرورت ہے مبین۔ میں بس تبھی چلی آئی اور شاہ لالہ کا نکاح ہے تو مجھے اصولاً انہی کی طرف سے شریک ہونا چاہیے۔ بے رخی نہیں دیکھا رہی"

وہ اسکی پریشانی بھانپے اخیر اجنبیت بھرے انداز سے اپنی بازو مزاحمت کیے چھڑواتی یہ اصولی جواز دے تو بیٹھی مگر مبین نے اسکے انداز دل زخمی کرتے محسوس کیے۔

وہ سمجھ نہ پایا کہ آخر نیلم اس سے خفا ہے تو کیوں۔

"آپ میری بیوی بھی ہیں، اصول کی بات کریں تو آپ کو میرے ساتھ دونوں طرف سے شریک ہونا چاہیے۔ ٹیل می نیلم، کیا ہوا ہے آپکو۔ ایسے روٹھ کر مجھے تکلیف تو مت دیں۔ کوئی غلطی ہوئی ہے تو بتائیں میں سدھار لوں گا"

وہ نیلم کو ہر طرح منانے کے جتن کرتا افسردہ ہوا تو نیلم سے اس کا یوں بے بسی سے منانا برداشت نہ ہوا تبھی وہ اسکے سینے سے جا لگی۔

لیکن یہ انداز بھی مبین کو پرسکون نہ کر سکا۔

"آپ نے اپنی زندگی کا سچ مجھ سے چھپایا مبین، بھلے وہ عام سا ہو لیکن آپ مجھے بتا دیتے تو شاید۔۔۔۔"

ناچاہتے ہوئے بھی اس شخص کی خوشبو اسے رلا سا گئی اور اس سے پہلے وہ یہ بے یقین جملے ادا کرتی مبین کا دماغ گما دیتی، وہ اسے روبرو کیے حیرت اور تلخی سے دیکھنے لگا جہاں ملال اترتا گیا اور نیلم کی سرد مہر آنکھیں مبین کے دل تک زخم دیتی گئیں۔

"ویٹ، کونسا سچ؟ ایسا کیا ہے جو میں نے نہیں بتایا نیلم۔۔۔ کھل کر کہیں میرا دماغ مت الجھائیں۔۔۔ اور میں بتا دیتا تو شاید کیا؟۔۔۔۔ بولیں"

وہ نا چاہتے ہوئے بھی برہمی سے بولا، آواز میں امڈتی شدت پر نیلم نے اپنے بہتے آنسو بے دردی سے رگڑے۔

"یہی کہ ماں آپ سے محبت کرتی تھیں، وہ بھی تو آپکے لیے ایک بہترین آپشن تھیں ناں۔۔۔۔ میں آپ دو کے بیچ نہ آتی تو شاید آپ انہی کے ہوتے ہے ناں۔۔۔۔"

وہ جو یہ خود ساختہ اداسی رات سے پالے بیٹھی تھی، بنا تصدیق کے ہی بول بیٹھی یہ سوچے بنا کہ اسکا اندازہ غلط بھی ہو سکتا ہے مگر مبین عارض سکندر اسکے الفاظ میں چھپے تاسف اور ملال پر ضرور دکھی ہوا۔

یہ سچائی تو آج تک اس نے خود تک کو بتانے اور ماں کے منہ سے نکلنے تک کو ممنوع کر رکھا تھا پھر اس معاملے کی تپش اسکی شہزادی تک کیسے پہنچ سکتی تھی۔

"وہ بہت اچھی ہیں لیکن وہ ساری زندگی یہ تو ضرور سوچتی رہیں گی ناں کہ نیلم کی وجہ سے انھیں مبین نہیں مل سکے۔ پھر کوئی لڑکی آپ کا عکس میرے لالہ میں تلاشے، یہ کیسے برداشت ہو گا۔ آپ سے محبت کرنے کا حق صرف میرا ہونا چاہیے تھا مبین"

وہ اسے خاموش دیکھ کر مزید اپنے اندر کی اداسی کہے سکی، یہ بات بظاہر عام سی تھی مگر مبین کو صدمہ لگا جس شدت سے نیلم نے اس معاملے کو اپنی تکلیف بنالیا۔

"ہو گئی آپکی فضول گوئی ختم یا کچھ اور باقی ہے"

نیلم کی اور غصے کے سنگ تکتا وہ جس طرح بولا، وہ مزید افسردہ ہوئے چہرہ جھکا گئی مگر مبین نے اسے ہاتھ سے پکڑے اپنے قریب کیا جسکی آنکھیں اٹھیں تو چھلکنے کے لیے تیاری پکڑے مبین پر جا جمیں۔

"فضول گوئی نہیں ہے، آپ نے مجھے خود کیوں نہیں بتایا۔ میں اس پر آپ سے خفا ہو گئی ہوں"

بھری آواز اور شکوہ کیے وہ منمنائی جبکہ مبین واقعی نیلم کی حساسیت پر اخیر پریشان دیکھائی دیا۔

"ماں نے مجھ سے محبت کی ہو یا نہیں لیکن اس نے مجھ جیسے انسان کی چاہ ضرور کی تھی نیلم، اور جب میں نے اس کے لیے شاہ ویر کو پسند کیا تو وہ میرے فیصلے سے راضی ہوئی کیونکہ شاہ ویر ایک بہترین انسان ہے۔ رہی بات اسکی مجھ سے

وابستہ محبت کی تو اس لڑکی نے آج تک یہ انکشاف نہ زبان پر لایا نہ اپنے کسی عمل سے بتانے کی کوشش کی بلکہ ہمیشہ میری محبت کو اپنی پسندیدگی پر فوقیت دیتی آئی۔"

وہ اسکے چہرے کی رنجیدگی تکتا یہ سب کہتے کہتے تب رکا جب نیلم نے دکھ بڑھائے مبین کا دل دہلا یا۔

"آپ نے خودغرضی دیکھائی، انھیں چھوڑ کر۔ کیسے ممکن ہے کہ آپ جیسا مرد خود سے جڑی الفت نہ بھانپ سکا ہو۔"

وہ ایک بار پھر ناراضگی سے بولی۔

"خودغرضی تب ہوتی اگر میں اس سے غافل ہو جاتا نیلم، میں نے خود سے پہلے اسکے دل کو بسانے کی کوشش کی۔ وہ شاہ کے لیے نرم جذبات رکھتی تھی اور پھر میرے سمجھانے اور حوصلہ دینے پر اس نے اپنی تمام تر توجہ اور اہمیت ایک صحیح اور مستحق انسان کو دینے کا فیصلہ لیا"

وہ اسے قائل کرتا بولا مگر وہ ہنوز روٹھی اور بکھری لگی۔

"لیکن محبت کا کیا؟ کیا وہ دوبارہ کر پائیں گی۔۔۔"

وہ اب بھی حسرت سے پوچھ رہی تھی اور مبین عارض سکندر نے تلخی سے اس سوال کرنے والی کو دیکھا۔

"مجھے پورا یقین ہے، وہ دو ایک دوسرے سے مخلص ہیں اور یہی وابستگی جلد محبت کا روپ دھار لے گی۔ آپ کل سے اس معاملے کے باعث مجھے اگنور کر رہی تھیں نیلم، بہت برا لگا مجھے"

اپنے مستحکم لہجے میں کہتا وہ ساتھ ہی نیلم کی جان نکالتے ہوئے اس سے نادنستہ دوری اختیار کرتا بولا جو مبین کے دور جانے پر تڑپ کر اسکی اور بڑھی۔

"آ۔۔ آئی ایم سوری مبین، پلیز مجھ سے خفا نہیں ہوں"

دونوں ہاتھ مبین کے سینے سے جوڑے وہ اسکی ناراضگی سے خوف کھاتی روئی جو بدلے میں جگر پاش نظر ڈالتا اسکے دونوں ہاتھ منصوعی ناراضگی دیکھاتے ہٹاتا پلٹ گیا۔

"خفا تو ہو گیا ہوں نیلم، اب آپ مجھے منائیں۔ کیونکہ مبین عارض سکندر کی واحد محبت، عشق اور چاہت صرف آپ ہیں۔ سو آپکو پرواہ نہیں ہونی چاہیے تھی کہ مجھ سے اور کس کس نے محبت کی۔ اگر آپکو علم ہو گیا کہ آپکا شوہر کتنی عورتوں کی حسرت رہا ہے پھر تو آپ نے صدمے سے ہی اپنا دل بند کر لینا ہے"

مصنوعی خفگی دیکھائے وہ حقیقت میں تفاخر سے یہ کہتا اس سے پہلے کمرے سے نکل جاتا، نیلم بھاگ کر اسکی راہ میں آئی اور مبین کے نظریں پھیرنے پر واقعی آنسو بہاتی اسکا چہرہ اپنے مرمریں ہاتھوں میں بھر گئی۔

"میں آپکے لیے بہت بُچی ہوں ناں، جو انسان اللہ نے مجھے خود محبت سے سونپ دیا ہے میں اس سے جڑی کسی اور عورت کی حسرت برداشت نہیں کر سکتی۔ آپ اس دنیا اور اس دنیا میں صرف میرے ہیں، مم۔۔ میں چاہتی آپ میرے علاوہ کسی کو اچھے نہ لگیں۔۔۔ م۔۔ مجھ سے ناراض ہوئے ناں تو سچی میں مر جاوں گی مبین"

آنکھوں میں آتے آنسو روکے وہ سسکیاں دباتی جس طرح یہ سب کہتے آخر تک آواز ڈوب جانے پر آنسو ضبط کیے چپ ہوئی اس پر مبین نے اک آزردہ نگاہ نیلم کی اس کپکپاتی کیفیت پر ڈالی اور کمر میں بازو ڈالے قریب کیا، اک لمحہ وہ رونا اور ہر تکلیف بھولے ساکن ہوئی۔

"آج تو یہ سب کر دیا آپ نے شہزادی اگر آئندہ بے سبب مجھ سے ناراض ہوئیں تو بہت برا ہو گا، آپ شاہ ویر کی طرف سے ہی شریک ہوں مجھے اعتراض نہیں لیکن میری جان لینے کی کوشش مت کیجیے گا۔ آپ میرے لیے اکلوتی ہیں یار، مبین عارض سکندر بھی آپ کو ہی دونوں جہان اپنا چاہتا ہے"

لہجہ ہر درجہ سپاٹ مگر قدرے نرم رکھنے کی کوشش میں وہ یہ سب تنبیہہ کی صورت نیلم کو باور کروائے لمحہ بھر خاموش ہوا جو ڈوبڈبائی بصارت کے سنگ مبین کو پہلی بار شدید برہم اور افسردہ محسوس کیے اپنے غلطی پر جی بھر کر پشیمان تھی۔

"آئی پرامسس میں آپ سے کبھی خفا تک نہیں ہوں گی، سوری"

ایک بار پھر معذرت کرتے اسکی آنکھیں جھلملائی تھیں اور وہ ساری فضول تکلیف کا اثر مبین عارض سکندر کے خود میں حلول کر لینے نے زائل کیا تو نیلم کے چہرے پر بھٹکی سی مسکراہٹ اور گھبراہٹ یوں آ کر بیٹھی کہ وہ شہزادی کا حسن بڑھا گئی۔

"اٹس اوکے، اب میں جاوں۔۔۔"

مبین نے اپنے اگلے ارادے کی تکمیل کے لیے نیلم کا موڈ بہتر ہوتے ہی اجازت مانگی تو اس پھر سے دور ہو جانے نے نیلم کو اداس کیا۔

"کہاں جانا ہے؟"

اسے اس وقت مبین کے سوا کچھ یاد نہ تھا تبھی جناب کے ہونٹوں پر اس لڑکی کی بدحواسی، مسکراہٹ سمیٹ لائی۔

"ہادی سکندر کی کلاس لینے، بائے داوے آپکا نکاح کا جوڑا اور باقی ساری شاپنگ میں خود کروں گا اس لیے آپ صرف شاہ کے لیے تیاری کیجئے گا۔ میں چاہتا ہوں ہر دن آپ مبین عارض سکندر کے من پسند رنگ اور روپ میں دیکھائی دیں"

وہ جو اس وقت ہلکے بھورے کاٹن کے سوٹ پر سیاہ چادر بے ترتیب انداز سے لیے، ان دونوں گہرے رنگوں کے باعث اپنے چہرے کی لطافت کے سنگ بچ رہا تھا، جب یوں قریب بسا کر شہزادی کو اپنی پسند میں دیکھنے کی چاہ کر رہا تھا تو نیلم کا دل اسکے اختیار سے باہر جانے لگا، اسکا جانا ضروری تھا تب بھی نیلم کا دل چاہا وہ اسے روک لے، اپنی بے آرامی کی تلافی پورے حق سے مانگ لے مگر وہ جانتی تھی اس شخص پر آج صرف ہادی سکندر کا حق تھا۔

"ہادی بھائی پر زیادہ غصہ مت کیجئے گا مبین، دوستوں کو ہم پر بڑا مان اور غرور ہوتا ہے"

کل وہ مبین کا ہادی کے لیے غصہ دیکھ چکی تھی تبھی اسے مبین کے سخت رویے کا ڈر تھا، اور اب جس طرح وہ برہم ہوا تھا، نیلم کو مزید تشویش تھی کہ کہیں یہ جناب بچارے ہادی صاحب کا کوئی پاسا ہی کریک نہ کر دیں۔

"ڈونٹ وری، اب اتنا بھی جلاد ٹائپ نہیں ہوں"

نیلم کی فکر کے پیش نظر وہ خاصے جتاتے ہوئے انداز میں مسکرایا جو نیلم کو بھی شرارت پر اکسا گیا۔

"جی مجھے بھی یہی لگتا تھا لیکن کبھی کبھی آپ میں بھی جن آسکتا ہے اب اسے بھی یاد رکھوں گی"

نرم سی سرزنش کیے وہ جناب کے کچھ قبل پہلے والے سپید اور نروٹھے انداز پر چوٹ کیے اسکے سینے سے جا لگی۔

"تو آپ اہم بھی تو سب سے زیادہ ہیں یار، کیا کروں آپکے معاملے میں بے بس و بے اختیار ہو گیا ہے مبین عارض سکندر"

لہجے میں چاہت کا ہر رنگ لیے وہ جذب سے اٹے لہجے میں جو بولا وہ اس شخص کی ساری محبت سمیٹ کر رکھ چکا تھا۔

وہ اسکی خوشبو سے متذبذب ہوتی الگ ہوئی تو بوجھل پلکیں اٹھائے اس چوڑے سینے کو دیکھا پھر دھیرے سے سر اٹھائے ان سنہری چمکتی آنکھوں کو جن میں لاتعداد اظہار اور جذبات موجزن تھے۔

"میں بھی"

سرخ خمار زدہ نگاہیں لیے وہ فطری جھجک لیے ہونٹ با آواز بلند ہلائے اتنا دھیما بولی کہ مبین کو بمشکل سنائی دے سکا، وہ تو بس ان آنکھوں کو دیکھ رہا تھا جو سیدھا دل میں اتر کر دھڑکنیں سست کرنے کا سبب بن رہی تھیں۔

"آپکا ارادہ مجھے یہیں روکنے کا لگ رہا ہے، مجھے تو ایشو نہیں لیکن آپ کو سب کے آگے اس ملاقات کی سنگینی کے اثرات چھپانے کی زحمت اٹھانی پڑے گی سو میری مانیں تو اجازت دیں اب"

وہ جس طرح اسکی اور لپکتی جارہی تھی، مبین عارض سکندر کے اک ہاتھ نے انگلیوں کی حرکت سے جب گال سہلائی اور یہ مدہوش سی سرگوشیاں کیں تو وہ یوں دبکی جیسے جسم میں برق سی دوڑ کر اسے کرنٹ لگا گئی ہو۔

اپنے آپ کو کوسے وہ حیا و بے بسی سے نظریں جھکائے پھر کچھ لمحوں بعد اٹھا کر مبین کو دیکھتی مسکرائی۔

"اللہ حافظ، اینڈ مس یو"

گال پر شدت بھرا مردانہ لمس چھوڑتا وہ اسے خود سے مزید عشق کرنے کے بارے اکساتا ہوا دروازے کی جانب مڑا اور باہر نکل گیا اور نیلم کتنی دیر تک اسکی خوشبو اور موجودگی کے جادو سے سرشار ہوئے مسکراتی چلی گئی۔

غیر ارادہ ہی انگلیوں کی پوریں، رخسار سے سہلائیں تو شدت بھری محبت کا حدت بھرا لمس اب تک وہاں باقی تھا، جو اسکی آنکھوں میں مسروری بھر گیا۔

..________________________..

"اب لگاو دس دس لئیر زبیس کی، عجوبہ بنا دو مجھے"

وہ جو فریش ہو کر اپنی پیشی کے انتظار میں پہلے ہی کوفت زدہ تھا، ماہ نور کے گردن پر بنے نشان پر مصوری کرنے پر بھی نشان نہ چھپنے کے سبب خفت سے بڑبڑایا البتہ ماہ نور نے مشکل سے ہی اپنی ہنسی دبائی۔

"ہاں تو رات انسانوں کی طرح بات سن لیتے تو مجھے یہ ظلم نہ کرنا پڑتا ناں، اور پھر آپ نے اپنے زخمی ہونے کا بھی مجھ سے چھپایا ہادی۔ اگر مجھے پتا ہوتا کہ آپ کا جوڑ جوڑ ہلا ہے تو سچی ماہ ایسی سنگدلی نہ دیکھاتی"

منصوعی افسوس دیکھائے وہ اس حرکت پر تو زرا پشیمان نہ تھی البتہ ہادی کی چوٹیں رات ہی دیکھ لینے سے اب تک وہ اس سے کچھ کچھ خفا تھی۔

ہادی اسکی زرا سی خفگی کو ہی غنمیت جان چکا تھا ورنہ حقیقت جان کر تو ماہ اسکا سر ہی پھوڑ دیتی۔

"اچھا اسے بلینڈ بھی کر دیا یار اور یہ جو چپ چپ ہو رہی اسکو بھی ٹھیک کرو۔ میرے سالے کی نظریں جسم کے پار بھی دیکھ لیتی ہیں خوامخواہ میں اسکے آگے شرمندہ ہو جاوں گا۔ حالانکہ مجھے لگتا ہے آج میں نے اس بندے کے آگے ویسے ہی کھڑا نہیں ہو پانا"

اپنے کرتوتوں کے باعث اسے یقین واثق تھا کہ آج وہ پر سکون اور طمانیت بھرا شخص بھی اس پر پھٹ پڑے گا اور ہادی سکندر کے پاس آج بعث کا نہ کوئی جواز تھا نہ ہی کوئی ایسا لفظ جو مبین عارض سکندر کے آگے معتبر ٹھہر سکتا۔

ماہ اسکے لہجے میں دبا ڈر بھانپ کر مسکراتی ہوئی اپنی بخشی سوغات کا نشان مٹائے زرا دور ہوئی اور ساتھ ہی کمرے میں داخل ہوتے مبین کو دیکھ کر اسکا چہرہ روشن ہوا۔

"مبین بھیا"

وہ دوڑ کر اس آتے شخص سے جا لپٹی جسکی سرد مہر نظر ہادی کے لیے اور محبت، پیار، شفقت کے تمام جذبات ماہ نور کے لیے تھے۔

ہادی سکندر پلٹ تو گیا مگر پتھر کے مجسمے کی طرح وہ مبین عارض سکندر کے آ جانے پر ساکت تھا جو ماہ کی پیشانی چومنے کے بعد اسکا صبیح چہرہ تھامے اس خوشی پر مبارک باد دے رہا تھا اور وہ آگے سے فطری حیا اور مسکراہٹ کے سنگ بھیا سے پیار اور مبارک بٹورتی ہوئی خود ہی شرما کر باہر لپکی جہاں باقی سب بھی مبارک اور تیمارداری کے دونوں فرض ساتھ نبھانے آ چکے تھے البتہ مبین عارض سکندر کی مسکراتی شفیق آنکھیں اب پھٹ پڑتے قہر کا روپ دھارے اپنے سامنے زندہ سلامت کھڑے ہادی سکندر پر جمی تھیں۔

"شرم تو نہیں آئی تمہیں یہ سب کرتے ہوئے ہادی سکندر، کس قدر جان لے چکے ہو میری تمہیں احساس کیوں نہیں ہوتا۔ کیا تمہارے سینے میں دھرا پتھر اب بھی پتھر ہی ہے؟"

لفظ سخت، لہجہ تکلیف بھرا اور انداز جارحانہ کیے وہ سرد نگاہوں سے ہادی سکندر کے چہرے کا محاصرا کرتا بولا تو وہ نظریں چرا گیا مگر آج اسے نظریں چرانے کی بھی اجازت نہ تھی۔

" نظریں چراؤ گے تو بہت پیٹوں گا یاد رکھنا"

ہادی نے حیرت زدہ ہوئے اس غراتی دھمکی پر آنکھیں واپس اٹھائیں تو مبین عارض سکندر کا 'غضب اسکو دباتا محسوس ہوا، اک لمحہ تو واقعی لگا آج وہ اس سے ساری ناانصافیوں کا بدلا لینے آیا ہے۔

"تم مجھ پر غصہ ہو رہے ہو؟"

ہادی کا حیرت اور تجسس سے سوال کرنا، مبین کو مزید طیش دلا رہا تھا۔

وہ مضبوط قدموں اور سپاٹ چہرے کے سنگ زرا قدم بڑھائے قریب آیا۔

"نہیں، میں تمہیں ڈسکو پارٹی کی دعوت دے رہا ہوں"

وہ ہنوز غرا کر بولا اور ہادی ضرور اسکے جواب پر بتیسی پھیلائے جلاتی ہنسی ہنستا مگر مبین کے لہجے میں زرا بھی مزاق کی رمق نہ تھی بلکہ وہ سپاٹ چہرہ لیے مزید فاصلہ گھٹائے آکر سامنے کھڑا ہو چکا تھا۔

"تم جیسا مولانا اب ڈسکو پارٹیاں بھی کرتا ہے، مجھے صدمہ تو مت لگاو"

ڈھیٹ بنا وہ اس پر بھی لقمہ دے گیا جبکہ مبین نے بڑے ضبط سے مٹھیاں بھینچ کر اپنے اشتعال پر بندھ باندھا۔

"تم جیسا ڈھیٹ اور بد دماغ ساری عمر میں سدھار نہ پایا تو سوچا خود کو تمہارے جیسا کر لوں، تمہیں تو کلیجے میں ٹھنڈ محسوس ہو۔"

اک سیر تھا تو دوسرا سوا سیر۔

"ہم پر نہ ڈالو، یہ کہو کہ شادی کے بعد ارمان مچل گئے ہیں"

اس بار کمینگی سے جلتی ہنسی ہنستا ہادی جس طرح مسکایا، مبین کو لگا ایک بار پھر غصہ اتارنے کی کوشش ناکام ہونے لگی ہے مگر وہ تہیہ کر کے آیا تھا تبھی خود کو سختی سے جوڑے رکھا۔

"اللہ نے تمہیں باپ تو بنا دیا مگر عقل ابھی تک تمہارے گٹوں میں بیٹھی ہے ڈنگر شخص، مجھے الجھانے کی کوشش نہیں۔ آج تم اپنے کیے کا حساب دو گے مجھے۔ کس نے تمہیں یہ حق دیا ہے کہ تم مجھے میری آخری حد تک آزماتے ہادی سکندر؟"

وہ مبین کے انداز میں غصہ کم، دکھ اور تکلیف زیادہ محسوس کر رہا تھا جبکہ چہرے پر سنگلاخ چٹانوں کی سی سختی تھی تبھی تو اسکے دل میں آندھیوں سے جھکڑ چل پڑے، جبکہ مبین اس بار اپنی مضبوط آواز میں اتر آتی لرزش عیاں کیے تلملایا تھا جس نے ہادی سکندر پر صدیوں کی تھکن اتار دی۔

"میں کسی کی جانب سے حق دینے کا منتظر رہا ہی کب ہوں مبین صاحب، اپنا حق ہادی سکندر چھینتا آیا ہے۔ تمہیں آزما کر تسکین ملتی ہے کیا کروں"

سنگ دلی سے جواب دیتا وہ اپنی منفرد راحت کا اعتراف کر رہا تھا، جبکہ مبین نے اسے عجیب سی نظروں سے یوں دیکھا جیسے اسکا دماغ پھر ور گیا ہو۔

"لیکن تمہاری اس تسکین نے مجھے پچھلے آٹھ سال سے کس درجہ اذیت سے گزارا ہے یہ تم سوچ بھی نہیں سکتے"

اس عزیز شخص کے لہجے میں ابھرتی تڑپ پر اس بار ہادی کا دل بھی اپنی جگہ سے ہلا تھا۔

وہ آنکھیں جن میں اب غصے کی جگہ ملال تھا، ہادی کے اندر گڑھ رہی تھیں۔

"میں یہ سب کچھ اپنے چین کے لیے کرنے پر مجبور تھا، میرے پاس خود کو ذہنی اذیت سے نکالنے کے لیے بہت چند وسیلے موجود تھے۔ ہاں اندر کی وحشت اور اذیت ختم ہوئی ہے تو شاید تم پر رحم کھانے کا سوچ لوں اب"

نہ تو معافی نہ معذرت، بلکہ مزید ستم ڈھانے کے ارادے عیاں کیے وہ جس سفاکی سے بولا، مبین نے ایسی تابناک نظروں سے دیکھا جنکی تپش نے ہادی کے اندر تک سب جھلسا دیا۔

اسکے ماتھے کی تیوریاں مزید طیش میں آکر نمایاں ہونے لگیں۔

"ابھی بھی سوچو گے؟ غیرت ہی نہیں رہی تم میں"

دانت پیس کر مبین اس کی سفاکیت پر خشونت بھری سخت آواز سے چلائے بگھڑا جبکہ ہادی کا دل تو مبین کے غصے پر واقعی محظوظ ہو رہا تھا۔

"جتنی تھی، ادھر ادھر بانٹ جو دی۔ سوچا تھا مبین عارض سکندر جو غیرت مند، شرم و حیا کا پیکر ہیں ان سے بوقت ضرورت مانگ لوں گا"

وہ جو سلگ اور جل کر تھک چکا تھا بے یقین نظروں سے ہادی کی آگ لگاتا ہنستا چہرہ دیکھتا رہا، ہادی سکندر نے جس سکون سے یہ جملے ادا کیے، کئی لمحے تو ماحول پر گھمبیر سناٹا چھایا رہا۔

"بکواس کر والو بس، سیدھے سے جواب دو گے یا تمہیں الٹالٹکا کر حساب لوں"

پھنکارتے لہجے میں وہ اسکی مسکراہٹ پر خونخوار نگاہ ڈالے دھمکاتے بولا مگر مقابل کے سکون میں رتی برابر کمی نہ آئی۔

"آج جیسے مرضی حساب لے لو، سب جائز ہے تم پر مبین عارض سکندر"

زرا دیر بعث جب اسے کافی ہوئی تو خود ہی پہل کیے اس نے اپنی زہریلی باتوں کا تریاق کرنا چاہا۔

"میں نے کبھی نہیں چاہا تھا کہ زندگی میں ایسا لمحہ آئے جب تم سے حساب لینے کی نوبت محسوس ہو، لیکن تم نے مجھے بہت مجبور کیا ہادی۔۔۔"

وہ اسے دیکھ کر رنج سے کڑھتے ہوئے جتاتے بولا تو ساتھ ہی ہادی کے شرارت زائل کر کے سنجیدہ ہونے پر مبین عارض سکندر کے سرد پن میں بھی کمی آئی۔

"میں تمہیں آخیر حد تک مجبور کر دینے پر مجبور تھا مبین"

نہایت عاجزی سے اس نے اپنی تمام تر مجبوری تسلیم کیے اسی تکلیف سے نگاہ ڈالی جو اس وقت دونوں کی آنکھوں میں ایک سی تھی۔

"یہ جانتے ہوئے کہ تم پر آئی ایک آنچ بھی مجھے کس قدر تکلیف سے گزارتی ہے"

شکوہ جیسے مبین عارض کا آج حق تھا

"یہی تو وہ محبت ہے جسکا میں تم پر ظلم ڈھا کر اظہار پاتا آیا ہوں"

اسکے مسکراتے لہجے کی ٹھنڈک نے مبین کے اندر باہر ہر احساس کو جامد کر دیا۔

"یہ جانتے بوجھتے کہ مبین عارض سکندر کی تم سے جڑی محبت کسی اظہار کی محتاج نہ تھی"

اس بار مبین کا لہجہ تلخ اور دکھ بھرا ہوا اور آواز نقاہت زدہ۔

ہادی کے اندر گرہ سی پڑی۔

"آہا! ہادی سکندر خود سے وابستہ ہر طرح کی چاہ کا ڈنکے کی چوٹ پر اظہار چاہتا تھا"

نخوت سے ہنکارا بھرے اس نے مبین کو لاجواب کیا۔

"کیا میرے عمل تمہیں یہ اظہار دینے میں ناکام رہے جو تم نے مجھے اپنا دکھ دینے کی ایک تیسری گستاخی کی؟"

تلخ اور افسردہ لہجہ لیے وہ ایک آخری سوال کر رہا تھا جس کے باعث ہادی سکندر نے رہی سہی تکرار کا بھی خاتمہ کیے اپنی مبین عارض سکندر سے لڑی جاتی بے مقصد لڑائی روک دی۔

"مجھے پتا تھا میرے سر پر اب بلاؤں کے بجائے دعائیں ہیں سو چھوٹا سا پرینک کیا تھا، تم اگر مجھے جانتے ہو تو میرے الٹے طریقے اور سلیقے بھی سمجھتے ہو گے۔ یہ مت سمجھنا کہ اب ہادی سکندر کو خود سے جڑے لوگوں کی محبت اثر نہیں کرتی، مجھ پر سے جب ہارون سکندر کا سایہ اٹھا تھا تبھی سمجھ گیا تھا کہ ضرور اللہ نے مجھے مبین عارض کے لائق بنانے کا فیصلہ کر لیا ہے۔۔۔ہاں تمہارے لائق تم جیسا اچھا ہادی ہی تھا ناں، سو میں نے فوراً سے بیشتر خود کو اچھا بنا لیا۔۔۔یہ آزمانا بھی اب سے ختم اور ستانا بھی ختم۔۔۔۔۔تم آج اور اسی لمحے میرے مظالم اور میری سنگدلی سے آزاد ہو۔۔۔لیکن مجھے خوشی اس بات کی ہے کہ تم ابھی بھی ہادی سکندر پر آنچ برداشت نہیں کر سکتے ہو۔۔۔تمہارے اور نیلم کی پرائیویسی میں گھسا اس کے لیے سوری نہیں کہوں گا کیونکہ تم پر اس کل کی آئی لڑکی سے کہیں زیادہ حق اس بچپن کی وبالِ جان مصیبت کا ہے"

ساری ضد، انا اور ہٹ دھرمی کا گلا گھونٹ کر وہ آج بس اس یار کے گلے لگنے کا تمنائی تھا جس نے جواب میں بنا اسکے کہے ہی پکڑ کر اپنے سینے میں بھینچ ڈالا اور جیسے ان دو کے جلتے دلوں کو قرار ملا اسکے معترف وہ تمام عارض ولا میں جمع ہوتے نفوس تھے جن سب نے یہ خوش بخت منظر اپنی آنکھوں سے دیکھا۔

مبین عارض سکندر کے لیے وہ قیمتی تھا اور اس شخص نے تو ہادی کو تب بھی خود سے نہ جھٹکا جب وہ سیاہ تھا، اب کیسے دور دھکیل دیتا جب ہادی سکندر نے اپنی ہر تکلیف کو پیچھے چھوڑ کر حاصل خوشیوں اور نعمتوں کا شکر کرنا سیکھ لیا تھا۔

عارض ولا میں سب کی موجودگی کے بیچ سارے پرانے گلے شکوے مٹ گئے، نئ اور مبارک خوشیوں کی دستکیں ہو رہی تھیں۔ کل کے بعد ہر دن خوبصورت ہونے والا تھا، روحان وحدی کی سزائے موت کے ساتھ ہی ہر

سیاہ سایہ مٹ جانے والا تھا اور پھر عبداللہ اور امل کی واپسی کے بعد مان اور شاہ ویر کے نکاح کی خبر رہے سہے ہر جمود کو بھی نگل گئی۔

..________________________..

"تو فائنلی کل آپ میری ہو جائیں گی، مبین بھائی کو ساری عمر دعائیں دوں گا جنہوں نے میری تڑپ محسوس کیے یہ سکھ سونپ دیا"

خوبصورت خنکی بھری رات اور وہ باورے پتنگے کی طرح اس لڑکی کے دسترس میں آجانے کے خواب میں سرمست سا اسے کال ملائے، دل دھڑکانے کا شغل فرما رہا تھا جو خود بھی کل کے دن کے ڈھیر خواب سجائے بھینا بھینا مسکرا رہی تھی۔

مان بیڈ پر چت لیٹی، ہونٹ کا کونا دانت تلے دبائے، مسرور سا متبسم چہرہ لیے، ایک ہاتھ سے فون کان سے لگائے، اپنے وجود سے اٹھتی سرد لہروں پر بدحواس ہو رہی تھی۔

"ابھی صرف نکاح ہو گا، رخصتی چار ماہ بعد یاد رکھیے گا شاہ"

وہ دھک دھک کرتے دل کے ساتھ ہدایت کرتی بولی تو اس جانب ان بوکھلائی دھڑکنوں کے ساز پہنچ کر دل کو گدگدا سا گئے۔

"آپ کو چھونے کی تو اجازت ہو گی ناں محترمہ یا اس پر بھی ٹیکس لگانے کا سوچے بیٹھی ہیں"

اس درجہ معصومیت کے سنگ سوال آیا کہ وہ اس بندے کی بے تابی بھانپ کر ہی کانوں کی لو تک سرخ ہوئی۔

"روح تک جھانک لیتی آپکی تیز اور بے باک نظریں ہی کافی ہیں شاہ، انکی وارفتگی سہہ لوں یہی بہت ہو گا"

اپنے جذباتی ہوتے دل پر ہاتھ سہلائے وہ ہمت جتائے مدھم سا بولی اور اسکا یہ سہما ہوا جواب، شاہ ویر کے ہونٹوں پر جاندار تبسم جگا گیا۔

وہ سرد ہواوں کی زد میں اس وقت بے خواب ہوتا صحن میں چکر کاٹنے میں محو تھا، فون جیب میں جبکہ کانوں میں ائیر فونز نسب کیے دونوں ہاتھ ٹراوزر کی جیبوں میں گھسا رکھے تھے۔

"لیکن میرے لیے یہ صبر و شکر کے لیے کافی سہولتیں ہرگز نہیں ہیں مان، یہ چار ماہ آپکو خود کی عادت بھی توڑالنی ہے مجھے، کیونکہ رخصتی کے بعد میں چاہتا ہوں ہم ایک دوسرے سے مکمل راضی اور خوش ہو کر ایک دوسرے کے ہوں۔ ہمارے دل میں تب تک ایک دوسرے کی محبت، انتہاوں تک پہنچ چکی ہو۔ اس قدر زیادہ کے وہ دو اشخاص جنھیں ہم دونوں نے اپنے لیے کبھی سوچا تھا، فراموش ہو کر رہ جائیں"

شاہ ویر کے ارمانوں کی فہرست اور خواہشات کی سنگینی جان کرمان کا دل شدت سے دھڑکا، اور آنے والے وقت کی اپنے اعصاب پر حاوی ہوتی سختی سوچتے ہوئے اس نے گھبراکر اپنے لب اک دوجے میں پیوست کر لیے۔

"میں تو شاید فراموش کر چکی ہوں شاہ، میرے ارمان اور خواہشیں تو اب صرف شاہ ویر ملک سے جڑی ہیں۔ آپ کر پائیں گے یہ سمجھوتہ؟"

وہ یونہی اداس اور پر ملال سی ہو گئی اور شاہ ویر اسکے ملال کو ختم کرنے کی کل ہی پہلی ابتدا کرنے کا فیصلہ بھی لے چکا تھا۔

" سمجھوتہ نہیں ہو گا یہ، میں پورے دل سے آپکو اپنا بنا رہا ہوں مان خلیل سکندر۔ کل کے بعد آپ مان شاہ ویر ملک کہلائیں گی۔ آپ پر، آپکے دل اور دماغ پر ان چار ماہ میں اپنی مہر لگا دوں گا یہ میرا وعدہ ہے، اسکے بعد کے اختیارات اور مہریں تو آپ کے گماں سے باہر ہیں۔۔۔۔"

وہ شاہ کے تمام جملے کانوں سے نہیں بلکہ دل سے سن کر مسکرائی اور آخری معنی خیز لفظوں کے ستم پر وہ لب دبا کر رہ گئی۔

"میں خوش ہوں شاہ"

بہت دیر بعد وہ کچھ بولنے کے قابل ہوئی تھی مگر آواز سے لگا جیسے وہ بہت زیادہ رونے والی ہو۔

"تو پھر جب تک میری ہوتی ہیں تب تک اک آنسو بھی بہانے کی جرت مت کیجئے گا، بھلے خوشی کا ہی کیوں نہ ہو۔۔۔ میں کل آپ سے ایک چھوٹی سی ملاقات کرنا ضرور چاہوں گا امید ہے آپ دل کو سنبھال لیں گی"

وہ جو اسکے رونے تک کو جان گیا تھا، اس بار واقعی حسین مسکرائی تھی کیونکہ وہ اسے دل سے سوچنے لگا تھا اور دل سے سوچتے سوچتے کب وہ اسے دل سے چاہنے لگتا، خبر بھی نہ ہونی تھی۔

"میں انتظار کروں گی، تھینک یو شاہ۔۔ فار ایوری تھنگ"

وہ بھی جو ابا شاہ ویر ملک کے انتظار کو مہکاتی، اسکے دل کو الگ لے پر دھڑکاتی یہ خوشبو جیسا اعتراف کیے رابطہ توڑ گئی لیکن دونوں کی یہ رات گویا آنکھوں ہی آنکھوں میں کٹ گئی۔

یہاں تک کہ اگلا خوبصورت دن اتر آیا، ہر یاسیت اور قنوطیت سے پاک، زمین زادوں پر اجالا بکھیرتا ہوا۔

..___________________________..

کل کا دن نیلم نے اماں اور پھر اگلی صبح ہی واپس آجاتیں مناحل خالا کے ساتھ مل کر شاہ ویر اور مان کے نکاح کی تمام شاپنگ مکمل کرلی تھی۔ اگلی صبح کی فلائیٹ سے امل اور عبداللہ بھی واپس آچکے تھے، جنھیں آکر اس اجلت میں کیے جاتے نکاح کی خبر ہوئی جو امل کو زیادہ متاثر نہ کرپائی۔

شاید اس نے اپنے خسارے کو فراموش کرنا سیکھ لیا تھا، مبین نے اپنی اور نیلم کی شاپنگ کیے اسے بجھوادی تھی، پورا عارض ولا سجاوٹی قمقموں سے سجا تھا، مان اور شاہ ویر کے نکاح کے ساتھ لگے ہاتھوں عبداللہ اور ہادی سکندر کا ریسپشن بھی رکھ لیا گیا تاکہ یہ تمام ضروری امور ایک ساتھ ہی نمٹ جاتے۔

ویسے بھی ولیمہ سنت تھا تبھی مبین ہی کی تجویز پر اسے آج ہی رکھ دیا گیا۔

تمام فنکشنز عارض ولا میں طے پائے گئے تھے۔

اور مبین نے کل نیلم کے ساتھ اپنی واپسی کی خبر بھی سب کو دے دی تھی۔

امل، ماہ نور نے ایک جیسی فینسی میکسی پہن کر دوپٹے کندھوں پر پن آپ کر رکھے تھے جبکہ نیلم کا ڈارک گرے اور میرون لہنگا تھا جو مبین نے خود پسند کیا جبکہ دوپٹہ اسکا بھی کندھے پر ایڈجسٹ تھا، سب سے منفرد تو مان لگ رہی تھی۔

نکاح کے لائیٹ گرے اینڈ گرین شرارے میں، وہیں مہک، مناحل، المیرا اور ماہ جبین سبھی نے ساڑھیاں پہن کر مزید غضب مچا رکھا تھا جبکہ تمام دلہے سیاہ میں لپٹے سحر پھونکتے دیکھائی دے رہے تھے۔

ان حسین تقریبات کا حسن بڑھانے کو سالار خان اور رابعہ کا کپل بھی موجود تھا جو آج کی اس حسین تقریب کے بعد خود بھی واپسی کا ارادہ باندھ چکے تھے۔

پھر سینئیر مرد حضرات نے بھی اپنی اپنی دھاک بیٹھائے محفل لوٹ رکھی تھی۔

وہیں دوسری جانب ایک بہت بڑی برائی اور نجاست کے خاتمے کے لیے جلاد، پھانسی گھاٹ سجا چکے تھے۔

کچھ ہی دیر میں روحان وحدی کو اسکے جرائم اور گناہوں کی پاداش سزائے موت دی جانی تھی۔

اور اس بہت بڑی جیت پر آج قاریٔ وحید انجم بھی خوشی اور سکون کے جذبات سے مالا مال تھے۔

انھیں مان اور شاہ ویر کے نکاح کے لیے مبین خود لینے آیا تھا، مگر وہ انھیں اپنا درس مکمل کرنے کا وقت دیتا خود بھی بہت بڑی تعداد میں جمع ہوتے لوگوں میں آکر بیٹھ چکا تھا۔

لگ بھگ بیس منٹس بعد قاری صاحب نے روحان وحدی کی سزائے موت پر اللہ کا شکر اور اسلام دشمنوں کی عبرت کی دعا مانگ کر درس ختم کیا اور تمام لوگوں کے جانے کے بعد وہ مبین کو اٹھ کر پاس آ کر بیٹھنے کا کہے خود اک بھورے کاغذ میں لکھی تحریر مبین عارض سکندر کی جانب شفیق مسکراہٹ کے سنگ بڑھا رہے تھے جسے اس نے حیرت اور دلچسپی کے ملے جلے جذبات کے سنگ تھاما اور اک نگاہ قاری وحید کے چہرے کے متبسم تاثرات پر ڈالے وہ خاص پیغام پڑھنے لگا۔

"میں جانتا ہوں رہنما کا اچانک کہیں روپوش ہونا کیسا تکلیف دہ عمل ہے مبین عارض سکندر کیونکہ میں بھی اس تکلیف سے گزر چکا ہوں مگر اللہ پاک کی یہی خواہش تھی کہ میں تم پر اپنی ذمہ داری کا کچھ حصہ ڈالے اپنے اگلے سفر پر روانہ ہو جاتا۔ اس دنیا میں ہر انسان کے سپرد کچھ خاص مقاصد ہیں جنھیں پورا کیے بنا وہ مر نہیں سکتا، لیکن اس دنیا میں اللہ کے کچھ ایسے پیارے لوگ بھی ہیں جنھیں روحانی طاقت، باقیوں سے زیادہ سونپ کر بڑے بڑے

امتحانات میں ڈالا جاتا ہے۔ انھیں کسی ایک کا نہیں بلکہ ایک بڑے گروہ کا رہنما بننا پڑتا ہے، اب سے میں تمہارا رہنما ہونے کے ناطے تمہیں تمام عمر دوسروں کی رہنمائی کرنے کا منصب سونپتا ہوں۔ اپنے پاس موجود روح کی سچی طاقت کو ایمانداری سے استعمال کرتے ہوئے انسانیت کی بھلائی کے لیے اپنی زندگی وقف کر دینا۔ تمہارے اس سفر میں اللہ تمہیں مہربان ساتھیوں سے نوازے گا۔ تم ہمیشہ میری دعاوں میں رہو گے۔ اللہ نے چاہا تو ہم کبھی کسی موڑ پر ضرور دوبارہ ملیں گے۔ اللہ تمہاری نیک روح کے طفیل کئی بھٹکے ہوئے دل راہ راست پر لائے گا برخوردار، فی امان اللہ "

یہ لفظ، یہ شیریں لہجہ، یہ انداز تو اللہ کے پیارے کا تھا، وہ حیرت اور دکھ سے ایک بار پھر چہرہ اٹھا کر قاری وحید انجم کو دیکھ رہا تھا جنکے بزرگی والے چہرے پر ایسا رشک اور مہربان تاثر تھا جس نے مبین عارض سکندر کی ساری بے چینی لمحوں میں ختم کر دی۔

ناجانے کس کس آسودگی کے تحت اس بار بنا کچھ کہے، ان دونوں خوبصورت چہروں پر بلا کا سکون اتر چکا تھا۔

..________________________..

نکاح کی مبارک تقریب کا وقت پہنچ آیا تھا، کچھ دور ایجاب و قبول کی رسم نبھاتے وہ دو کسی خاص کی نظروں کا اہم حصہ تھے، وہ سمجھتی تھی وہ شاہ ویر اور مان کو جب ایک ساتھ جڑتا دیکھے گی تو ضرور اسکے اندر کوئی رہی سہی دبی چنگاری بھڑک کر آگ لگا دے گی مگر وہ تب حیران رہ گئی جب اس کی آنکھوں کا سارا تاسف کسی نے ہاتھ تھام کر حصار لینے سے رشک میں بدل دیا۔

"ہے لیڈی! تم اب صرف مجھے دیکھا کرو، وہ منظر جس میں امل کی دلچسپی نہ ہو، میرے چہرے سے بدل جائے تو کیا مضائقہ۔۔۔ یہ مت سوچنا کہ

تمہاری کچھ دیر قبل ٹھہری نظریں مجھے بری لگیں مگر آخری سانس تک عبداللہ عارض سکندر، تمہاری آنکھوں میں جلتی کوئی تپش، اور مچلتی کوئی حسرت نہیں دیکھنا چاہتا۔ میں ہوں تمہارے پاس جو دنیا کی کسی اور لڑکی کے پاس نہیں"

تمام لوگ مان اور شاہ ویر کے نکاح کو خوشی اور پیار سے دیکھنے میں محو تھے اور یہ دیوانا، امل کی آنکھوں کے سارے رہے سہے اداس رنگ چرا کر اسے کمزور پڑتے پڑتے اتنا مضبوط کر گیا کہ وہ بے اختیار اسکی گال پر پیار دیتی سر ہلائے مسکرائی۔

"تمہیں میری ان پر جمی نظریں بری بھی لگتیں تب بھی امل یہی کرتی، تم مجھے جلد خود سے محبت کرنے پر لگادو گے باولے۔۔۔ میں سوچا کرتی تھی مجھے اس شخص کے لیے کیوں نہیں بنایا گیا، آج جب تمہیں پا کر اس ماضی کے خسارے پر نظر ثانی کی تو مجھے کوئی احساس نہ کاٹا نہ جلن ہوئی۔ بلکہ شکر گزار ہوں کہ مجھے اللہ نے تمہارے لیے علیحدہ کیے رکھا۔ امل تم سے محبت

ضرور کرے گی اور ایسی کرے گی جیسی اس دنیا میں آج تک کسی نے نہ کی ہو"

وہ جو خود بھی ہر پس و پیش کو فراموش کیے ان گلاب جیسے ہونٹوں کی پہلی بار اپنی جانب ہوتی عنایت پر جی سا اٹھا تھا، مزید اس سہانے اظہار پر اس نے امل کو گلے لگائے سب کی توجہ منتشر محسوس کرتے ہی بے خودی سے الگ کرتے دیکھا جو اگلے ہی پل زرا شرارت سے ہنسے نہ صرف اس کی پہنچ سے فرار کر گئی بلکہ سارا وقت اسے جن ہوش ڈگمگاتی نظروں سے دیکھتی رہی وہ عبداللہ عارض سکندر کو کچھ کچھ یقین دلانے میں کامیاب ہوئیں کہ وہ لڑکی جو ایک دو دن سے اسے چاہنے کا ارادہ کرتی نظر آرہی ہے، وہ حقیقت میں اسکی اسیر ہو چکی ہے۔

پھر ہادی سکندر جس نے دلداری کے ساتھ ساتھ یاری کے فیض لوٹ لیے تھے وہ بھی اس ایک اور جڑتے رشتے پر مطمئین دیکھائی دیا، اسکی سب سے

زیادہ خوشی سالار خان اور رابعہ سے وابستہ دیکھائی دے رہی تھی جو آخر کار ایک دوسرے کو اپنا آپ سونپ کر مسرور نظر آرہے تھے۔

نکاح ہوتے ہی سبھی نے مبارکباد دی بھی اور وصول بھی کی پھر سبھی نے مل کرمان اور شاہ ویر کی ایک دل دھڑکاتی ملاقات طے کی، چونکہ ابھی صرف نکاح ہوا تھا تبھی مہک صاحبہ اور فیاض صاحب کا منتظر وہ پورچ میں روانگی کے لیے تیار کھڑا تھا جب عقب میں نمودار ہوتے چہرے کے ساتھ اس نے خوشگوار سی حیرت کے سنگ امل کو پاس آتے دیکھا جسکے ہاتھ میں نکاح کے حسن سے سجی مان کا ہاتھ مقید تھا۔

وہ اس شوخ حسینہ کی ہر بوجھ سے آزاد مسکراہٹ دیکھ کر جہاں دل تک نہال ہوا وہیں امل نے شرمگیں مسکراہٹ کے سنگ دھڑکتی مان کا ہاتھ بے باکی سے شاہ کے ہاتھ میں تھمایا۔

"مان جیسی پیاری بیوی پا کر آپ بھی اپنی کوتاہیوں اور غلطیوں کے بوجھ سے آزاد ہو ہی گئے مسٹر شاہ ویر ملک، یہ لڑکی مجھے پرسنلی بہت بھائی تھیں سو مجھ کھڑوس کی دھمکی سن لیں کہ آپ نے کبھی انکو اپنی مغرور ناک نہیں دیکھانی نہ ہی سڑ جل کر بات کرنی ہے بلکہ میری مانیں تو اس بندی سے نرماہٹ اور شائستگی میں لین دین کر لیجئے گا۔ میری دعا ہے آپ دو ہمیشہ خوش رہیں"

وہ آج صیح معنوں میں اپنے حسین روپ میں تھی، پیچھے پیچھے عبداللہ بھی پہنچ تو آیا مگر کچھ سوچ کر زرا فاصلے پر رک گیا پھر امل نے چہرہ موڑے اپنا ہاتھ بڑھا کر اسے پاس بلایا تو جناب اترا کر اس جانب لپکے، امل نے ان دونوں کے سامنے عبداللہ کا ہاتھ تھاما اور مسکرائی۔

"تم دونوں بھی خوش رہو، آباد رہو"

شاہ ویر نے مسکرا کر امل اور عبداللہ کو دیکھا جنھوں نے تائیدی انداز میں ایک دوسرے کو دیکھ کر اس دعا کو قبول کیا۔

"ہم تو خوش ہیں اب زرا آپ دو بھی ایک دوسرے کو خوش کر دیں۔ تب تک ہم دو ہونہار مرکزی دروازے پر کھڑے ہو کر پہرہ دیتے ہیں۔ جیسے ہی سب باہر آئے، مسٹر عبداللہ اپنی سپیشل پاورز استعمال میں لائے آپکو ریڈ سگنل دے دیں گے۔۔۔"

شرارت دبائے وہ عبداللہ کی جانب تکتی آنکھ ونگ کیے دونوں کو تھوڑا سا سپیشل ٹائم دیتی اپنے جناب کے ساتھ ہی واپس پلٹ گئی جبکہ شاہ اس کومل نازک پری دیکھائی دیتی مان کا ہاتھ تھامے ملحقہ لان کی سمت بڑھا جو اسکے ساتھ چلتی ہوئی کافی نروس تھی۔

پورا عارض ولا یہاں عقب کی جانب سے بھی جگمگا رہا تھا مگر اصل روشنی تو وہ تھی جو اس وقت مان اور شاہ ویر کی آنکھوں میں تھی۔

"بہت پیاری لگ رہی ہیں، اتنی پیاری کہ چار ماہ دور، چار منٹس بھی انتظار مشکل ہے۔ لیکن کیا کریں، مجبوری ہے"

اپنے روبرو اڑے حواس والی اس ہوش ربا لڑکی پر فدا ہو تا وہ بے اختیار ہوا تو وہ شاہ کی لفظی شدت پر ہی دم ہارنے لگی۔

تبھی وہ اسے کمزور پڑتا محسوس کرتے ہی شانوں سے تھام گیا، اور جب دونوں کی کترائی کترائی نظریں کسی بے لگام لمحے آن ملیں تو دل کے سارے تار چھیڑ گئیں۔

"فائنلی آپ میری ہو گئی ہیں مان، میں آج بہت خوش ہوں۔ بھلے ابھی بھی آپ پر حق جتانے کی مکمل اجازت نہیں ملی مگر میں کچھ بے اختیار سا انسان ہوں سو آپکو بے تاب کرتے ہوئے کئی لفظی اور عملی گستاخیاں کرتا رہوں گا۔ امید ہے آپ زیادہ پریشان نہیں ہوں گی"

اپنی ویس کوٹ کی جیب سے نکالی گئی وہ ایک سفید ڈائمنڈ والی رنگ، مان کی مخروطی انگلی میں پہنائے اسکے ہاتھ کی ملائم پشت پر ہونٹ مس کیے بولا تو مان

کے نازک وجود میں ہوتی لرزش اس نے صاف صاف محسوس کی جو اسے راحت بخش گئی۔

"جتنا گھبرانا اور شرمانا ہے آپ نے وہ ان چار مہینوں میں کر لیجئے گا، اسکے بعد صرف حق لٹائے اور فرض نبھائے جائیں گے۔ میں اپنی ہر ممکنہ حد میں رہ کر ہمارے رشتے کی بنیادیں مضبوط کروں گا جس میں مجھے آپکا بھرپور نا سہی کم از کم تسلی بخش ساتھ ضرور درکار رہے گا مان۔ آپ میری ہیں اور میں آپکو بار بار یہ بتانا چاہتا ہوں اور یہی میری ابھی سب سے بڑی خواہش ہے"

وہ جو زرا سی قربت کی آنچ سے ہی اپنا دل پگھلتا محسوس کیے اس شخص کی لفظی بے باکی سے جان ہارنے کی کیفیت میں تھی، اسکے جبین چوم کر تھام لیتے انداز پر مزید اس شخص کی گرویدہ ہو کر رہ گئی۔

جسکی جھکی پلکیں اور بے خود دھڑکن، شاہ ویر ملک کو اپنے بس میں کر رہی تھی۔

"میں کوشش کروں گی کہ آپکی خوشی اور خواہش کے آگے کبھی مزاحمت نہ کروں لیکن یہ بات آپ بھی جان لیں کہ آپ ایک جان لیوا انسان ہیں"

وہ جو کچھ پل پہلے ہونٹوں کو باہم میچ کر ناک سے سانس لینے کی معصومانہ حرکت کیے شاہ کا اچھا بھلا امتحان لے چکی تھی، اب یہ جملے تو اس شخص کو خود سے بیگانہ کر گئے۔

جب اسے جان لیوا ہونے کا خطاب نوازا جا چکا تھا تو وہ کیسے نہ اسکا عملی ثبوت دے کر مان کو اپنے آپ سے جڑے رہنے اور اپنی خوشبو کا اسیر ہونے کا موقع نہ دیتا۔

کتنے ہی لمحے وہ اس بے دھڑک قدم اٹھالیتے شخص کی باہوں میں ٹوٹی بکھری سانس بھرتی رہی پھر جب اس گرفت نے حواس جنجھوڑے تو ان دونوں کو ایک دوسرے سے دانستہ دوری بنا لینا مناسب لگا کیونکہ نپچ کی قربت تو دونوں کو لپکتی کیفیت سے ہمکنار کر چکی تھی۔

وہ محظوظ ہو کر مان کے سرخ ہوتے چہرے کو دیکھتا، فون پر آتے سرخ سگنل پر مسکرایا اور اک الوداعی نگاہ اس اپنی حسین ملکیت پر ڈالے واپسی کے لیے قدم بڑھا گیا اور وہ چپکے سے اپنے نام کر جاتے شخص کی دیوانی ہو گئی۔

عہد اور کئی دل دھڑکاتی محبتیں رقم کرتے ہوئے لمحے بیتنے لگے، ہر کوئی اپنی اپنی ذمہ داری میں مصروف ہو گیا۔ جلال پاشا، عارض سکندر اور شعیب رضا سبھی نے بزنس کو خیر آباد کہے آرام و سکون کے دن چن لیے، سبکی ذمہ داریاں بڑھ گئیں۔

نیلم اور مبین بھی چار ماہ کے لیے رخصت ہو گئے، امل بھی عبداللہ کی پروفیشنل لائف اور اپنی بزنس لائف کے ساتھ ساتھ زندگی کی اصل خوبصورتی دیکھ کر جینے لگی، مناحل اور جلال سے اسکے رہے سہے شکوے بھی ان دو کی سچی صلح نے دھو ڈالے، بابا کے مری، مما کے ساتھ شفٹ ہونے کا فیصلہ امل کو اپنی دور اندیشی پر اکثر ہنسا دیتا۔

ہادی سکندر اور ماہ کی زندگی بھی پر سکون ڈگر پر چل پڑی، جہاں صرف سکھ تھے۔

مگر چار ماہ بعد دو رخصتیوں نے ان سب کو تمام مصروفیت سے نکالے ایک بار پھر ایک دوسرے کی خوشیاں جینے کے لیے اکٹھا کر دیا۔

ایک رخصتی ماں کی جبکہ دوسری نیلم کی جسے چار ماہ بعد باقاعدہ طریقے سے عمل میں لایا جانا تھا۔

..________________________..

چار ماہ بعد۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔۔

"دیکھ کر بتائیں کیسا ہے؟"

اس وقت دلہن کی طرح سجائے عارض ولا کے سب سے خوبصورت سجاوٹی اشیاء سے بھرے کمرے میں رازداری سے کھڑے وہ دونوں ہی بہت

پر جوش اور خوبصورت سی مسکراہٹ چہرے پر سجائے اس خوبرو ساحر کے سامنے پیش کیے جاتے شہکار پر ستائش کے تمنائی تھے، مبین عارض سکندر نے مان کے تھمائے ٹیب کو پکڑے اس خوبصورت جہاں کا عکس اپنی سنہری آنکھوں میں چمکتا محسوس کیا۔

شاہ ویر ملک نے تو قبل از وقت ہی اس شخص کی آنکھوں میں اڈتی ستائش کھوج لی تھی۔

"دنیا سے بالکل منفرد اور حسین گھر، بلکل ویسا جیسا مبین عارض سکندر کی خواہش تھی۔ تم دونوں نے تو کمال کر دیا"

وہ جو دلہن کے روپ میں سجی سنوری، شاہ ویر ملک کو تا عمر کے لیے پیاری ہونے کی گھڑیاں گن رہی تھی، سب سے پہلے اپنی امانت کو مبین کے سپرد کرنے کی خواہش مند تھی۔

جبکہ مبین کے منہ سے بے اختیار نکلتے لفظ اس آج کی تقریب کے خاص کپل نے اترا کر قبول کیے، گویا چار ماہ کی محنت، محبت اور وابستگی رنگ لائی تھی۔

وہ دنگ تھا کہ یہ کیسی جنت نظیر وادی بن گئی ہے، وہ تو صرف اجڑی نیلی جھیل اور سورج چاند کے درختوں کی اوٹ سے زمین بوسی کرتے عکس چھوڑ کر گیا تھا پھر یہ جنت کا ٹکڑا کیسے بن گیا، اسے لگا یہ جگہ وہ اگر کئی سالوں پہلے دریافت کرچکا ہے تو صرف نیلم کے لیے، تاکہ شہزادی اس شایان شان جگہ پر اپنے قدم اتارے، شہزادی کا پریستان جہاں وہ بھرپور سجنے والی تھی۔

، آج وہ اسے یہ تحفہ دے کر اسکے خوابوں کا رازدان بننے کے لیے بہت پرجوش تھا۔

وہ ایک روح کے دو حصے تھے تو کیسے انکے خوابوں کا جہاں الگ ہوتا۔

"ہمیں خوشی ہوئی بھائی کہ آپکو ہمارا کام پسند آیا"

سیاہ ریون بلیزر میں شاہ ویر ملک آج سحر انگیز اور پر وقار دیکھائی دے رہا تھا جبکہ مان میرون فرش بوس لہنگے میں لپٹی، ہار سنگار سے لدی آپسرہ معلوم ہو رہی تھی۔

گرج برس کرمان کی بارات باہر پہلے ہی پہنچ چکی تھی مگر وہ شاہ ویر کے ساتھ رخصت ہونے سے پہلے اس خوبصورت تکمیل شدہ امانت کو ساتھ مل کر اسکے حاکم کو سونپنے کے طلب گار تھے۔

"پسند بہت معمولی چیز ہے، تم دونے جس ایمانداری سے یہ کام پورا کیا، میری دعا ہے کہ آج کے بعد تم دو کا ہر لمحہ ایک دوسرے کے ساتھ بھرپور خوشیاں جیتے ہوئے گزرے۔ مجھے لگتا تھا میں موجود نہیں ہوں تو ممکن ہے یہ شہکار ویسا نہ بن سکے جیسا میری چاہت تھی مگر تم دونوں نے تو مجھے حیران کر دیا۔ آج شہزادی اسے دیکھ کر نجانے کیسا ردعمل دے گی، میں بہت ایکسائیٹڈ ہوں"

وہ فراغ دلی سے ان دو کی محبتوں کا معترف ہوئے بولا جو ایک دوسرے کو راحت لٹاتی نظروں سے دیکھتے مسکرا رہے تھے۔

تبھی دروازے پر ہوتی دستک پر کئی مزید حسین، خوبصورت اور پیارے لوگوں نے لپک کر ان تین پر اسرار لوگوں کی خفیہ میٹنگ پر چھاپہ مارا۔

نیلم تو باہر سب کے ساتھ ہی تھی جبکہ ہمیشہ کی طرح سیاہ میں دمکتے مغرور سے ہادی، گولو مولو سی کیوٹ ہو جاتی ماہ نور، اور ایک دوسرے کو منہ بسور کر عجیب عجیب شکلوں سے زچ کرتے امل اور عبداللہ کو دیکھ کر وہ تین نفوس بھی جی سے اٹھے۔

باہر سبھی دلہا دلہن کے ساتھ اچانک غائب ہو جاتے مبین صاحب کو تلاش رہے تھے تبھی یہ پلٹون تلاشتی ہوئی ان سبھی کو باہر لے جانے آئی تھی۔

اور پھر جیسے باہر پھیلی رنگینی، روشنی، خوبصورتی اور دلکشی کے باعث ہر دل کو شاداب سا شگفتہ احساس چھو گیا۔

ہادی اور ماہ نور تو سبکی پہلے بھی جان تھے اب تو جان جاناں کہلاتے تھے، پھر ماہ کے اندر پلتی ننھی جان جس نے اپنے ہونے کا اثر اس حسینہ پر اب آہستہ آہستہ حاوی کرنا شروع کر دیا تھا، وہ دو ایک دوسرے کی محبت کے رنگ سمیٹ کر المیرا اور شیخ عارف بابا کی دعاوں کے حصار میں خوبصورتی سے اپنی زندگی گزارنے لگے تھے، سالار خان اور وہ اب مل کر الٹے سیدھے فسادوں میں ٹانگ اڑاتے تھے، آج وہ دبنگ آفیسر بھی مدعو تھا مگر رابعہ کے امید سے ہونے اور شروعات میں ہی طبعیت کچھ ناساز رہنے کے باعث وہ چچا اور چچی کی ہدایت پر اسے لے کر کچھ دن ہر کام سے چھٹی کیے، پر فضا علاقوں کی سیر پر نکلا ہوا تھا اور اس نے اس خوبصورت تقریب میں نہ شریک ہونے پر بہت اداسی کا اظہار بھی کیا تھا۔

المیرا کو اب کوئی دکھ نہ تھا، بلکہ وہ دن بدن پہلے کی طرح جوان ہو رہی تھیں، ہادی اور ماہ نور کو دیکھ کر جینے والی وہ ماں اپنی زندگی سے بہت خوش تھی۔

جلال پاشا نے اپنے بزنس کی رہی سہی ساری ذمہ داری امل پر ڈالے خود مناحل کے ساتھ پہاڑوں پر بسیرا کر لیا تھا، اور امل اس دیر آئے مگر درست آئے انقلاب پر جی بھر کر آسودہ تھی۔

وہ اور عبداللہ ہر ویک اینڈ پہاڑوں پر نکل جاتے تھے، مناحل اور جلال پاشا کے ساتھ ایک دن اور ایک رات گزار کر امل اپنی زندگی میں آہستہ آہستہ ہر خسارے کو بھرتا محسوس کرتی تھی۔

پھر اسکے ساتھ دنیا کا نور نظر بھی تھا جسکی ہر چاہت صرف امل کے سپرد تھی، جسکی تمام محبت اور شدت کی وہ اکلوتی وارث تھی۔ انکی زندگی ابھی دو پر ہی محیط تھی، شاید امل صاحبہ کی نیلم کے پہلے خالا بننے والے وظیفے قبول ہو گئے تھے تبھی عبداللہ صاحب کو بابا کہنے والوں کا ابھی تک دور دور تک کوئی امکان نہ تھا جس پر عبداللہ بہت خوش تھا۔

اسکے بقول کوئی اور آگیا تو شاید اس سے امل دور ہو جاتی تبھی قدرت بھی ان دو کو ایک دوسرے کے ساتھ بہت سا وقت گزارنے کی مہلت دیتی جا رہی تھی۔

مہک صاحبہ اور فیاض صاحب کے دل میں الویر اور نورین کی بے حسی کے جتنے زخم تھے وہ وقت کے ساتھ بھر رہے تھے، انکے پاس مبین جیسا بیٹا، اور مان جیسی بیٹی تھی، پھر مہرو بھی آجکل اپنے جناب کے ساتھ پاکستان آئی تھی، شاہ ویر اور مان کی رخصتی کے ساتھ نیلم اور مبین کا بھی پراپر رخصتی کا فنکشن تھا جو آج نیلم کو اسکا تحفہ دے کر اپنی اور اسکی زندگی کا خوبصورت آغاز بالکل وعدے کے مطابق اسی جگہ پر کرنا چاہتا تھا جس جگہ سے ان دو کا کوئی گہرا رشتہ تھا۔

شاہ ویر نے نا صرف اپنے آپ کو ان چار ماہ میں ایک بہترین بزنس مین ثابت کیا بلکہ وہ سب جو جلال پاشا نے اسے رازداری سے معذرت میں لپیٹ کر پہنچایا، اس نے وہ سب جلد خود خرید لینے کا فیصلہ کیا تھا۔

شعیب رضا خود بھی بزنس سے دستبر داری کیے باقی کی زندگی اپنی بیوی کے ساتھ گزارنے کے خواہش مند تھے مگر شاہ ویر خود کو ان سب کے قابل بنائے بنا کسی چیز پر اختیار نہیں چاہتا تھا۔

اور اسکے اس فیصلے نے ماں کو بھی خوشی دی تھی۔

تینوں یاروں نے بزنس کی دنیا سے کنارہ کشی کر لی تھی اور اپنے ہونہار بچوں پر انحصار کر لیا تھا۔

جلال پاشا یہ دعا کرتے تھے کہ انکی معذرت کا راز اللہ کبھی شاہ ویر پر نہ کھولے، اور اللہ نے اس شخص کی نیت دیکھ کر واقعی سفید پوشی کی دعا رد نہیں کی تھی۔

وہ نہیں چاہتے تھے کہ کبھی بھی شاہ ویر ملک جیسے خود دار پر انکی معذرت کھلے اور وہ کسی قسم کی مزید پریشانی اور اضطراب کا شکار ہو اور شاید اللہ کو عاجزی اور انکساری پسند ہی اتنی ہے کہ وہ ایسے پردے کبھی نہیں اٹھاتا۔

ہر کسی کی زندگی میں ٹھہراو آگیا تھا، دکھ پریشانی اور اضطراب تو انسان کے ساتھی ہیں مگر ان سب سے نکلنے کا ہنر اور سلیقہ آجائے تو زندگی حسین تر ہو جاتی ہے۔

بلکل دعائے عشق میں بسے کرداروں کی زندگی کی طرح۔۔۔۔

..________________________..

"مجھے پتا ہے تم یہاں میری بہو نہیں بلکہ بیٹی بن کر آئی ہو مان، اور میں وعدہ کرتی ہوں کہ ہمیشہ تمہیں مہرو اور نیلم سے بڑھ کر پیار کروں گی۔ تم وہ ہو جس نے اس گھر میں چھائے جمود کو اپنی موجودگی اور آمد سے ختم کیا۔ میرے شاہ ویر کے ویران دل کو آباد کیا۔ اس ماں کی ہر دعا تمہارے سکون میں پل پل اضافے کا سبب بنے گی"

خوشبوں سے سجے شاہ کے اس خوبصورت کمرے میں جس دلکشی کی کمی تھی آج مان کے دلنشین سراپے اور آسودہ موجودگی نے اسے پورا کر دیا پھر

آتے ہی اس ماں کا ان لفظوں میں خوش آمدید کہنا چاہتے ہوئے بھی مان کو اداسی میں مبتلا کر گیا، وہ اپنی ماں کے بعد ماہ تائی کو پیار دیتا اور گلے لگاتا دیکھتی آئی تھی مگر آج مہک صاحبہ نے جس طرح اسے گلے لگایا، اور اسکا چہرہ ہاتھوں میں بھر کر پیشانی چومی، وہ مان کو ایک نئ پیاری ماں کے لمس سے روشناس کروا گیا۔

وہ ماں جو اسکی تیسری ماں بن گئ تھی، اس انسان کی ماں جس نے مان کو ہمیشہ محبت، عزت اور چاہت دینے کی بھرپور کوشش کی، تب بھی جب اس شخص کا نیا نیا دامن خالی ہوا۔

"م۔۔ مجھے آپکی دعائیں اور پیار ہی چاہیے مہک امی، آپکا اس سے بڑا احسان کیا ہو گا کہ اپنے بیٹے کی زندگی میں سکون بھرنے کا شرف آپ نے مجھے سونپا۔ میں پھر کیسے اور کیوں آپکو ناامید کروں گی۔ جس لڑکی نے اپنی سگی ماں کا بہت جلد لمس کھو دیا ہو اسے اگر آپ جیسی دوسری ماں ملے تو وہ تمام عمر شکر بجا لاتی ہے۔ مما کی کمی کچھ ہمیشہ سے تائی جان نے پوری کی ہے اور

رہی سہی آپ نے مجھے اپنی بیٹی کہہ کر پوری کر دی۔ میں پوری کوشش کروں گی کہ اس گھر میں میری موجودگی ہمیشہ آپ سبکے لیے راحت اور سکون کا سبب بنتی رہے"

وہ جوبات کرنے کی پوزیشن میں نہ تھی، جب سامنے ماں ہی اتنی مہربان تھی تو اسے بھی جیسے اظہار کرنے کی ہمت ملی اور مہک صاحبہ تو اس کی نرم مزاجی، شائستگی اور حسن سلوک کی پہلے ہی دیوانی تھیں اب تو گرویدہ ہوئیں پھر دونوں دوشیزاوں کی نظر دروازے میں مہرو اور شاہ کی کھٹی میٹھی نوک جھوک نے اپنی جانب مبذول کی جو دروازے پر پھیل کر کھڑی، اپنے بے تاب دیوانے کی طرح اندر جانے کی جلدی میں مبتلا بھائی کی راہ کی دیوار بنی شرارت پر اترے اسکی جیب خالی کروا رہی تھی، بقول مہرو کے اس نے نیلم کے حصے کی بھی پیمنٹ لینی تھی۔

جبکہ کمرے میں کھڑیں ساس بہو اس بحث پر مدھم مدھم مسکرا رہی تھیں۔

آخر اس لڑکی نے شاہ کی اچھی بھلی جیب ڈھیلی کروا کے ہی دم لیا اور پھر چند نوٹ خود سے بھی ملائے اس نے مان اور شاہ ویر کا صدقہ اتارا اور دونوں کو زندگی بھر ایک ساتھ رہنے کی دعائیں سونپیں۔

وہ جانتی تھی شاہ ویر کے ساتھ جو لڑکی جڑی ہے وہ اب اپنے اماں بابا کو بے فکر ہو کر اسکے سپرد کر سکتی ہے، کیونکہ مان کے مزاج کے سب ہی ان چار ماہ میں معترف ہو گئے تھے۔

دونوں کو ساتھ دیکھ کر باری باری پیشانی چومتیں مہک صاحبہ بھی اس خوبصورت فریضے کے مکمل ہونے پر شکرانے کے نوافل ادا کرنے کی نیت باندھتیں، اس جوڑے کو ایک دوسرے کے ساتھ خوبصورت لمحے بیتانے کے لیے چھوڑتیں، مہک کے ساتھ ہی باہر گئیں جہاں فیاض ملک صاحب پہلے ہی اس مبارک گھڑی کی شکر گزاری میں خشوع و خضوع کے ساتھ مصروف تھے۔

کمرے کی فضا، معطر تھی اور پھر موسمی پھولوں کے سراپے اس اخیر ٹھنڈی رات میں فسوں خیزی برپا کر رہے تھے، فروری کا گو اختتام تھا مگر جسم و جان کو جامد کرتی ٹھنڈ کو جلد ہی جذبوں کی حدت گرمانے والی تھی، وہ اسے اک وارفتگی بھری نگاہ ڈالے چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے کھڑا ہو کر دیکھ رہا تھا، زبان خاموش مگر آنکھیں بڑے سلیقے سے روح کے تار چھیڑ رہی تھیں۔

وہ مخمل، سجا ہوا چہرہ پھر یاقوتی سلے لب، جن پر جھومتا نتھلی کا موتی وہ بے ساختہ لبوں سے چھونے کا طلب گار تھا پھر اپنی اس خواہش پر اس ساحر نے خود ہی کی سرزنش کر ڈالی۔

بھلا جو دلکش خود کے آتشی حسن سے بے نیاز دھڑکتی حسینہ آنکھ اٹھا کر، پورے حق کے باوجود اسے دیکھنے کی ہمت نہیں کر رہی، آتے ہی ایسے جان لیوا حملے پر کہاں ہوش و حواس میں رہ سکتی تھی۔

وہ اسے سر تا پیر دیکھ کر مسرور ہو رہا تھا، وہ یقین نہیں کر پا رہا تھا کہ محبتیں کھو دینے والوں پر محبت کی یہ دوسری قسم اس قدر مہربان بھی ہو سکتی ہے۔

وہ اسکی اور چند قدم بڑھائے فطری لپک کے باعث بڑھا تو مان کو لگا اسکے دل کی دھڑکنیں، گھڑی کی سوئیوں کی مانند سست پڑی ہوں، وہ تو سمجھتی تھی چار ماہ کی ہلکی پھلکی قربتیں سہنے کے بعد آج کاملیت کی اس شب وہ کچھ پر اعتماد ہونے میں کامیاب ٹھہرے گی مگر یہ ارادے اور خوش فہمیاں تو یہی سوچ کر ریت کی دیوار سی مسمار ہو گئیں کہ وہ آج صرف قریب آئے گا، مزید قریب اور آج اسے روک سکنے کی نہ مان میں جرت جمع ہو سکے گی نہ اس شخص کے آگے وہ کوئی مزاحمت کر سکے گی۔

وہ مان سے ہوتی ہر ملاقات اپنے ذہن کی سکرین پر چلتی محسوس کر رہا تھا، ہر بار وہ اسے پہلے کی نسبت مزید اپنی لگتی تھی، آج کی تو حد ہی حدوں سے تجاوز کر چکی تھی۔

"یہ محبت تو انتہا سے بقا کا سفر ہے مان، دل کو بوند سے بحر کر دینے والی بے قرار شے۔۔۔بوند میں بس تشنگی کا عنصر ہوتا ہے جبکہ بحر میں جنون اور شدت"

وہ اس بار اسکی جھکی، تھرتھراتی پلکوں پر نظر جمائے کہیں دل کے نہاں خانوں میں ہمکلام ہوا تھا، جبکہ مان اسکے قریب آکر کھڑا ہونے پر دھڑکنیں جامد ہوتی محسوس کر رہی تھی۔

"آپ گھبرا رہی ہیں ناٹ فیئر، ہم نے طے کیا تھا آج صرف حق لٹائے اور فرض نبھائے جائیں گے۔یا تو اتنا سجنا نہیں چاہیے تھا آپکو یا پھر میری آنکھوں پر ہاتھ رکھ دیتیں۔۔۔"

وہ جو اسے دیکھنے کی زرا ہمت نہ کیے مسلسل اس شخص کی موجودگی سے دھک دھک کرتا دل سنبھالے ہلکان تھی، اس شخص کے اک بازو کے سنگ کمر حصار کر ماتھے پر جھکتے ہی شدت بھری مہر ثبت کرنے پر پر سکون سی

ہوئی، یہاں تک کہ آنکھوں میں بے پناہ محبت بسائے، شاہ کے لفظوں کی بے باکی کا اثر، اپنی نرم پیش رفت سے آدھی کرنے کی ادا پر ہر شرم وحیا کے سنگ اسے تکتی مسکرا دی۔

"میں کیوں کرتی یہ بھلا، جب پور پور سجائی ہی شاہ ویر ملک کے لیے گئی ہوں۔ بس آپ کی کم سے کم شدت بھی بہت زیادہ رہی ہے ان چار ماہ تو اس سے اگلا سفر سوچ کر میرا اعتماد کم ہو رہا ہے"

وہ جو اسے قرین بسا کر اس پر ہوتے ہار سنگار کے تشدد کو تفصیلی جانچ رہا تھا، مان کے نرم ملائم ہونٹوں سے ادا ہوئی ان شرمیلی اور رسیلی سرگوشیوں پر پہلے تو اسے خوشگوار حیرت ہوئی پھر بے خودی کے گہرے غلبے کے باعث وہ اسے دونوں بازو حصارے مکمل اپنے روبرو کرتا بہت گہری نگاہوں میں بسا گیا۔

جو توجہ، محسوس کن حد تک مان کے دل کو گدگدانے لگی۔

شاہ ویر ملک کا دل چاہا وہ اس بات پر مان کو اتنا دیکھے کہ چپکے سے اسکا نقش نقش چرا لے۔ وہ اپنے اور مان کے بیچ جس کشش کا متمنی تھا یہ وہی تھی، جسکا ادراک اس بندے کی راحت کا سبب بنا۔

"تو آپکو زیادہ کے لیے خود کو تیار کرنا تھا ناں، کم شدت تو وہ مجبوری کے باعث تھی جب مجھ پر کچھ حدود قائم تھیں۔ جب میں آپ سے جڑی خواہشوں کو صرف دل میں سجانے کی استطاعت رکھتا تھا۔ مگر اب آپ میرے سپرد ہیں تو میں اپنی خواہشات کے چہرے مزید چھپا نہیں پاوں گا۔ میں کیسے بنا قریب آئے بتا سکتا ہوں کے آپ شاہ ویر ملک کے لیے اب کس قدر قیمتی ہو چکی ہیں"

بھاری گھمبیر لہجہ جس میں جذبات کا طلسم گندھا تھا، مان کی سانسوں سے چھیڑ خانی کرنے کا طلب گار تھا، حیا نے اس خوبصورت چہرے کا تقدس جہاں بڑھایا تھا وہیں ان دل دھڑکتی فرمائشوں اور تقاضوں کو سن کر وہ بارہا جھکتی

اور اٹھتی پلکیں، پھر فطری جھجک، اس لڑکی کا وقار، اس کی ذات کا منفرد ٹھہراو سبھی ہی تو آج شاہ ویر ملک کے اختیارات چھیننے کے در پر تھا۔

"قیمتی تو آپ بھی ہیں اب شاہ، شاید اس قدر کہ میں تا عمر اسکی وضاحت کرتی رہی تب بھی ناکام ہو جاوں گی۔ ایک ایسا مرد جس کی نظروں میں اول دن سے آج تک میرے لیے موجود احترام رتی برابر کم نہ ہوا۔ ایک سچ کہوں کہ اگر آپ کو مجھ سے محبت نہ بھی ہو پاتی تب بھی میں آپکی جانب سے ملتے اس احترام کے بدلے بھی تمام عمر آپ سے محبت کرنا خود پر واجب کر لیتی۔ مجھے جو چاہیے تھا وہ کوئی اور نہیں، وہ صرف شاہ ویر ملک تھا"

اسے نہ تو سوچنا اہم لگا نہ آج اپنے مکمل اعتراف میں دیری مناسب لگی، یہاں تک کہ وہ شاہ ویر کا چہرہ اپنی مرمریں، مہندی کے سہانے رنگ سے سجی سرخ ہتھیلیوں میں بسائے زرا ایڑیوں کے بل اٹھ کر اپنے یاقوتی نرم لبوں سے شاہ کی جبین پر محبت اور چاہت بھری مہر لگائے جب اس لفظی اظہار کو کیے ان اک ہی زوایے پر ٹھہری خوبصورت آنکھوں میں جھانکی تو

اسکے دل نے اسے خوفزدہ کیا، اس شخص کے جوابی اظہار سے خوفزدہ جو اس لڑکی کے بازی لے جانے پر نجانے اب اپنے جذبات بیان کرتے پر اثر لفظ کہاں سے تلاش کر سکتا تھا۔

ابھی اس لڑکی میں اعتماد کا فقدان تھا تو یہ حالت تھی کہ اس نے خود پہلی پیش رفت کر دی، اس سوچ کو سوچتے جناب کے ہونٹوں پر جب معنی خیز سی خوبصورت مسکراہٹ سجی تو وہ اعتماد کے فقدان کو عیاں کرتی حسینہ اس بار سچ میں گھبرائی، لمحوں میں سرخ رو ہوئے اپنے حجاب آلود چہرے کی رعنائیاں چھپائے نظریں جھکانے کے ساتھ جب اپنی ہتھیلیوں کو ہٹا کر ہاتھ واپس لے جانے چاہے تو شاہ نے اسکی دونوں کلائیوں کو مضبوط گرفت میں جکڑا جس پر اڑے حواس والی کی سانسیں تک بے ترتیب ہوئیں۔

"آپ کو بھی دلرباوں کی ادائیں آگئی ہیں یار، مجھ پر رحم کھائیں۔ ایسا اظہار دیں گی تو میں تو پاگل ہو جاوں گا"

کلائیوں کو باری باری چھنکتا شور برپا کرتی میٹل کی سرخ چوڑیوں سے آزاد کیے وہ انھیں اک اک کر کے اتارتا اور فرش پر بکھیر تا بے خودی سے بولا جو اسکے آنکھیں جھکا کر یہ بے بسی عیاں کرنے پر مبہوت ہو کر رہ گئی۔

اس بار مان کو لگا پاگل تو وہ ہو گئی ہے، استحقاق بھری نظریں وہ اس شخص کے چہرے پر ڈالے ہٹانا بھول گئی تھی جو رکاوٹوں سے آزاد ہوتی وہ خوبصورت مہندی کے سرخ رنگ سے سجی ہتھیلیوں پر محبت سے ہونٹوں کو لگائے ساتھ میں انکی خوشبو تک محسوس کر رہا تھا، پھر نظر اٹھائی تو اپنے چہرے کا طواف کرتیں اس حسینہ کی نظروں کو شرم آئی تبھی اس نے پلکوں کی باڑ گرائے قصہ تمام کیا۔

"پاگل کرنے والے خود پاگل نہیں ہوں گے تو کیسے چلے گا، محبت تو ہے ہی من چلوں کا شغل۔۔۔ سمجھدار لوگوں کو تو محبت اپنے لائق سمجھتی ہی نہیں"

وہ الو ہی مسکراہٹ دباتی، ان بے باک نظروں میں تکتی جس طرح خود کو پاگلوں کی فہرست میں شامل کرتی بولی، شاہ بھی ہنس سا دیا۔

"معاف کیجیئے گا محترمہ! میں تو آپ سے آج بہت سمجھداری کے ساتھ محبت کرنے کے لیے ملنے آیا ہوں، بہت حساب چکانے ہیں، بہت سے ارمان پورے کرنے ہیں۔ اگر آپ کی مجھے پاگل کرنے کی کوشش کامیاب ٹھہری ناں تو بھول جاوں گا آج آپ پر حاکم ہوں۔۔۔ آج آپ کو تسخیر کرنا ہے، آج آپکی نہیں، آپکے دل کی فرمائش پر آپکو اپنا آپ سونپنا ہے"

وہ جس نے مان کی ہر خواہش بہت قریب ہو کر جان لی تھی، گھمبیر جذبوں سے چور، بے باک اور بے خطر انداز کے سنگ اس لڑکی سے مخاطب تھا جسکا چہرہ پہلے ہی حیا کی حدت سے دہک رہا تھا، جسکی پلکیں ایسی گفتگو پر جھک گئی تھیں۔

وہ اسکے مزید قریب زرا سا ہوا ہی کہ محترمہ دھڑکنوں کے اضافی بے ہنگم شور سے گھبرا کر شاہ ویر کے سینے سے جا لگیں اور اس شخص کے ہونٹوں پر اس عاشقانہ فرار پر مسکراہٹ امڈ آئی۔

وہ اسے اپنے مسحور کن حصار میں شدت سے سمولیتا، اسے مزید اعتماد سونپنے کی جسارت کر چکا تھا، وہ تو تب کانپ کر رہ گئی جب کندھے پر ہونٹوں کی حدت بھری شدید کاروائی نے مان کے چودہ طبق روشن کیے، اور ستم کہ اسے اس درجہ شدت سے خود میں مقید رکھا کہ وہ مزاحمت پر بھی قادر نہ رہی۔

اس لڑکی کا چہرہ دہک کر انگارہ جبکہ سانسیں گلے میں گھٹ گئیں، دھڑکنیں اپنی ڈگر بھلا بیٹھیں۔

"شاہ۔۔۔ آپ میرے فرار کو بھی کیش کروانا جانتے ہیں۔۔۔ ناٹ فیئر"

اس جنون خیز، فسوں خیز حصار میں جب وہ اسے زرا رعایت بخشے دوری دیتا مسکرایا تو وہ اسکے کچھ قبل از وقت کیے جاتے گستاخ عمل پر شکوہ کناں ہوتی روہانسی ہوئی۔

"یہ تو کرنا پڑے گا، عورت اپنے من پسند مرد کے آگے بھی ان خوبصورت لمحوں میں فطری جھجک کے باعث تھوڑی بہت مزاحمت کرتی ہی ہے۔ اب وہ مزاحمت باقی مرد برداشت کر لیتے ہوں گے لیکن سوری شاہ ویر ملک نہیں کر سکتا"

بناماں کے گھبرانے اور خوفزدہ ہونے کی پرواہ کیے وہ مسرور ہوئے چمکا جس پر وہ رحم طلب نگاہوں پر اتر آئی۔

"بہت پتا ہے آپکو عورتوں کا"

خالص بیوی کی جھلک دیکھائے وہ اس بار شاہ کے انفارمیشن دینے پر منصوعی خفگی سے گھوری جو مقابل جان دار تبسم جگا گیا۔

"جی ہاں، کیونکہ آپ سب صنف نازک قرار دی گئی ہیں محترمہ۔ اور یہ انفارمیشن ہر مرد کو پتا ہے"

نہایت سکون سے یہ وضاحت گوش گزار کی گئی البتہ مان کو اب اس بندے سے ہلکا پھلکا ڈر محسوس ہو رہا تھا۔

"میرے علاوہ اب آپ کسی دوسری عورت کے بارے نہیں جانتے ٹھیک ہے ناں"

شرم و خوف کے ملے جلے تاثر کے سنگ وہ کچھ افسردہ ہو کر یہ حکم سناتی بولی جس پر شاہ ویر نے مسکراہٹ غائب کی کیونکہ ایک بار پھر اسکے نھتلی کے موتی نے شاہ کو فیسینیٹ کر دیا تھا اور وہ ہر پس و پیش بھلا کر اپنے ارمان کو پورا کرنا چاہتا تھا۔

وہیں مان بھی شاہ کی نظروں کا مفہوم سمجھ کر اس سے پہلے اس کی پہنچ سے نکل کر فرار ہوتی، وہ اسکے خوبصورت ڈریس کا بھاری آنچل پیچھے سے کھینچ چکا

تھا جو مان نے آتے ہی پنز سے آزاد کر دیا تھا جسکے باعث وہ زرا سا کھینچنے پر ہی شاہ کے ہاتھوں میں آگیا اور وہ ہنستی ہوئی اسے بے قرار چھوڑے بھاگنے لگی جب وہ اس سے زیادہ ہوشیار بنتا نا صرف اسے دبوچنے میں کامیاب ہوا تھا بلکہ اس بھاگم بھاگ میں شاہ کا پیر اس کے بھاری لہنگے میں ایسا پھنسا کہ وہ خود تو پھولوں کی نرم کلیوں سے سجے بیڈ پر گرا ساتھ ہی مان توازن برقرار نہ رکھتی، اپنے اور اپنے بھاری جوڑے سمیت شاہ پر آن گری۔

جناب پر پہاڑ سا بوجھ بھلے آن گرا ہو مگر آنکھوں میں سرور سا لیے وہ اپنے ارمان کو بہت دیر تک پورا کیے ہی دم لینے کو رکا تو مان کی سانسیں اس شدید جان تک حصار لیتے قدم پر تھم کر رہ گئیں۔

"کہا تھا آج کوئی مزاحمت نہیں چلے گی، آگئیں ہیں ناں آپ خود ہی میرے قبضے میں۔ کیسا لگ رہا ہے ایک جنونی شوہر بن کر شاہ ویر ملک"

وہ جو ابھی تک اسکی سانسوں کو چہرے پر پھیل کر بے قرار کرتا محسوس کیے، اس شخص کے سحر میں گم تھی، اس سرگوشی میں کیے سوال پر اپنا چہرہ اسکے چہرے سے رخسار کے سنگ رخسار لگا کر جوڑے وہ گہرا سانس بھر گئی۔

کیا کرتی کہ اس لمحے شاہ ویر کو دیکھنے کی ہمت نہ تھی۔

"بہت ہی جان لیوا"

وہ اپنے ہلکے ہلکے کانپتے ہونٹوں کو شاہ کے کان سے لگا کر یہ آخری ہوش میں لپٹی سرگوشی کر رہی تھی جسکے بعد وہ اسے بہت تفصیل سے اپنی محبتوں اور شدتوں سے ملوا کر ہر حس سے بے نیاز اور ہر ہوش سے بیگانہ کرنے والا تھا۔

شاہ ویر ملک نے جس خسارے کے سنگ اس رشتے کی ابتدا کی تھی وہ تو اس لڑکی کی دسترس نے ہی بھر دیا تھا اور آج کے بعد وہ ایک دوسرے کے لیے اپنے اپنے عہد کے مطابق واقعی عزیز ترین ہونے والے تھے۔

پل پل گرتی رات، سانسوں، دھڑکنوں کی لے پر مچلتے جذبات کے سنگ انکی زندگی کا ایک خوبصورت آغاز ہو چکا تھا جس میں مکمل سکون اور راحت شامل تھی۔

..________________________________..

"ہمارے لیے ان سب نے روم سجوا کر زحمت ہی کی شہزادی"

سب نے ان دو کو بھی آرام سے کہاں بخشا تھا، ماہ نور نے یہاں بھی مبین کی جیب خالی کروائی تھی۔

پھر ہادی سکندر کو دی جاتی یار کی ذمہ داری پوری کیے وہ بھی ماہ، المیرا اور عارف بابا کے ساتھ واپس روانہ ہو گیا تھا۔

اس نے نیلم اور مبین کے لیے وہ جھیل پر بنا چھوٹا سا گھر سجوایا تھا، اپنی نگرانی میں۔

تبھی جب نیلم روم میں آئی تو مبین کو یہ کہتے سن کر چہرے پر دکھ سجا لیتی روہانسی ہوئی، کیا وہ اسے آج بھی اپنا آپ دینے کا کوئی ارادہ نہیں رکھتا تھا؟ مبین کو چینج کیے ڈراک براون ڈیزائنر کرتا اور سفید شلوار میں ملبوس ہو کر چمک دھمک کر نکلتا دیکھے اور یہ جذبات سے عاری جملہ کہتے سن کر وہ اپنا گلاب چہرہ مرجھا لیتی، بولائے ہوئے چلتی ہوئی آئینے کے سامنے جا کھڑی ہوئی۔

سر تا پا خود کو دیکھا، حسین تابناکی جو آج ہر صورت اس ساحر کے احساسات کو پتھر سے موم کر دیتی۔

آج وہ مبین عارض سکندر جیسے مضبوط کو بھی چاروشانے چت کر دینے کی صلاحیت رکھتی تھی، لیکن پھر بھی وہ اداس اور دکھی ہو کر ہر منظر سوگوار کر چکی تھی۔

مبین نے اک ترچھی نگاہ مسکراہٹ دباتے ڈالی، وہ کافی دیر سے نیلم کو دیکھنے سے گریز برت رہا تھا، کیونکہ اسکا صبر بھی آج جواب دینے کے دہانے پر کھڑا تھا۔

"آپ کو بری لگی سجاوٹ تو ہٹا دیں سب کچھ، میں بھی چینج کر لیتی ہوں"

اپنے خوبصورت سراپے سے بے دلی سے نگاہیں پھیرتی وہ اس سے پہلے اپنی تمام امیدیں ٹوٹنے پر خود کو واش روم میں بند کرتی، مبین ہر ستانے اور مزید دور بسانے کے ارادے ترک کرتا اس کی راہ میں حائل ہوا جو آج خود بھی مبین کے بہت قریب جانے کی تمنا میں کب سے بے تاب تھی۔

"چینج تو آپ کریں گی ہی لیکن پہلے آپکو یاددہانی کروادوں کے میں نے آپکو چار ماہ پہلے ایک خواہش کہہ کر ہمارے بیچ کی کچھ حدود میں مقید کیا تھا۔ آج وہ جگہ ہماری منتظر بھی ہے اور تمام حدود بھی بس آج تک تھیں"

وہ جو مایوس سی تھی، اس دل دھڑکاتی یاد دہانی پر ناچاہتے ہوئے بھی اداس سا مسکرا دی، کیونکہ کچھ لمحے پہلے وہ اسکی جان نکال چکا تھا۔

ساتھ ہی دروازے پر دستک ہوئی تو مبین نے اس سے زرا فاصلہ قائم کیا، اجازت پر ملازمہ چند شاپنگ بیگز اندر لائے بیڈ پر رکھے فرمابرداری سے واپس نکل گئی البتہ نیلم کو ضرور تجسس نے گھیرا۔

وہ فاصلہ واپس گھٹائے اپنے پر وقار سحر کا طلسم پھونکتا قریب آیا اور نیلم کی مسکراتی تجسس آمیز آنکھوں میں دیکھنے لگا۔

" جائیں اور یہ پہن کر آئیں، دیر مت کیجئے گا۔ مزید ایک لمحہ بھی گنوانے کا حوصلہ نہیں ہے مبین عارض سکندر میں "

وہ ان شاپنگ بیگز سے جھانکتے خوبصورت سے ڈریس کی اور اشارہ کیے، اپنا آخری جملہ بے تاب سی دل چھیڑتی استحقاق بھری پیش رفت کے سنگ بولا جس پر نیلم نے پہلے تو دھڑکتے دل کی بے خودیاں سنبھالیں اور پھر

خوبصورت اور حسین چہرے پر شرم وحیا کی راعنائی بکھیرتی سر کو اثبات میں ہلائے، وہ بیگ سے جھانکتا میرون اور براون امتزاج والا میسکی فراک نکالتی چینج کرنے بڑھ گئی۔

جب خود کو اس بھاری جوڑے سے آزاد کیے اس نے اس نفیس میکسی کو پہنا تو وہ نیلم کے حسین وجود پر دمک اٹھی، وہ آج واقعی کسی پریستان کی شہزادی لگ رہی تھی۔

سہج سہج کر قدم اٹھا کر باہر نکلتی شہزادی کو دیکھ کر مبین عارض سکندر کے ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ اتری۔

جو ٹھنڈ سے ویسے ہی کپکپا رہی تھی رہی سہی کسر اس شخص کی قربت نے پوری کی۔

پیروں میں ہیل مقید کیے وہ یکدم ہی مبین کے کندھوں سے اب اسکے برابر پہنچی تو جناب اس برابری پر جی جان سے مسکرا اٹھے۔

اس میکسی کے ساتھ دوپٹہ نہیں تھا تبھی مبین نے بیڈ پر رکھی خوبصورت سی میرون اینڈ براون ہی شیڈ میں بنی چادر کو پھیلا کر نیلم کر گرد لپیٹا اور پھر اسے دل دھڑکانے کی طویل مہلت سونپتا زرا فاصلہ بنائے رکا۔

"میں پورے وثوق سے کہتا ہوں اگر آپ ایسی جان لیوا نظروں سے مجھے ان چار ماہ میں دیکھ لیتیں تو مبین عارض سکندر اپنی بنائی حدود خود توڑ دیتا، آج لگ رہا ہے میں آپکو نہیں بلکہ آپ مجھے تسخیر کرنے والی ہیں نیلم"

وہ اسے پہلووں سے تھامے اسکی بے تاب و لپکتی نظروں کا مفہوم سمجھے جذب سے بولا تو وہ دم سادھ لیتی اپنی نگاہوں کی بے باکی پر شرم سے نظریں جھکانے کے ساتھ ساتھ ہونٹ بھی اک دوجے میں پیوست کر گئی، اور آج شہزادی کی اک اک ادا مبین عارض سکندر کی دنیا تہہ و بالا کر رہی تھی۔

"مجھے آپ سے ڈر لگ رہا ہے"

وہی پہلی قربت میں کہا گیا شہزادی کا جملہ پھر سے مبین کا دل دھڑکا گیا۔

"حالانکہ مجھے آپ سے ڈرنا چاہیے خدا کی بندی"

وہ اس مخمل سراپے کی اک اک نوخیزی پر نگاہ ڈالے بڑی عاجزی سے بولا جبکہ اس سرسراتے جملے نے نیلم کو تھرتھراتی پلکیں جھکانے پر اکسایا تھا۔

"میں دل سے مسکرالوں یعنی"

اس بار نیلم نے ہر ڈر اور جھجک ہٹائے اترا کر کہا تھا۔

"ابھی نہیں، آپ دل سے مسکرادیں تو خود کو مزید سنبھال نہیں سکوں گا۔ پہلے اس زمین کے اس معتبر کونے میں چلتے ہیں جو آپکی راہ دیکھ رہا ہے"

وہ اپنی بے بسی کے ساتھ ساتھ اس لمحہ کہیں جانے کی اطلاع دے کر نیلم کو مزید حیران کرچکا تھا۔

"اس وقت؟"

شہزادی نے وقت کی نوعیت اور رات کی گہرائی کے ساتھ قہر کی طرح برستی ٹھنڈ سبھی کے بارے بروقت سوچے اچنبھے سے پوچھا۔

"جی شہزادی، ابھی اور اسی وقت"

بیڈ پر رکھی گاڑی کی چابی، اور اپنا والٹ اٹھائے وہ اس حسینہ کے حسن سے نگاہیں چراتا اپنا ہاتھ اسکی اور پھیلائے مسکرایا جسے نیلم نے خوشی خوشی اور پوری رضا کے سنگ تھامے اپنا اختیار مبین عارض سکندر کے سپرد کیا کہ اسے آج بھلے جہاں مرضی لے جائے۔

وہ تمام سفر اک جادوئی حصار میں مبتلا رہی، متذبذب کیفیت کو بحال کرتی شہزادی اپنے ہاتھ مڑورتی تو چوڑیاں بے کل ہوئے اسکی سرخ کلائیوں میں لہک لہک کر عجب شور برپا کر دیتیں۔

اور جب وہ انکے شور سے بد حواس ہو کر بے قراری سے چہرہ موڑ کر اطمینان کے سنگ گاڑی ڈرائیو کرتے مبین عارض سکندر کو دیکھتی تو وہاں بڑھتے پل پل کے خمار سے نیلم کی دھڑکنیں منجمد ہونے لگتیں۔

وہ آنکھ چرا کر اپنی ابتر ہوتی دھڑکنیں بحال کرنے کو گہرے گہرے سانس لیتی تو اسکی ان معصومانہ حرکتوں پر کھل کر مسکراتا۔

اسی دل و جان سے اٹکیلیاں کرتے شغل کے بیچ تمام سفر کٹا اور وہ دو پریستان سے کچھ فاصلے پر آ کر رک گئے مگر وہ چاہتا تھا ابھی نیلم اپنی مسکراتی آنکھیں بند کیے بس اسے اعتبار کا ہر دھاگہ تھما دے۔

وہ حقیقت میں نیلم کے شایان شان جگہ تھی جسکی سجاوٹ کر کے اسے مزید خوبصورتی عنایت کی گئی تھی۔

"آنکھیں بند کریں نیلم، جب تک میں نہ کہوں آپ انھیں کھولنے کی کوشش نہیں کریں گی"

گاڑی اس خوبصورت گھر کے عقب میں بنے اوپن پورچ کی جانب روکتا وہ ناصرف خود گاڑی کا ڈور اوپن کرتا نکلا بلکہ گھوم کر جب نیلم کی جانب آیا تو اسکی طرف کا ڈور اوپن کیے اپنا ہاتھ بڑھائے، فی الحال آنکھیں بند کرنے کے تقاضا کیا جس پر وہ پہلے تو مسکرائی اور پھر جذب سے آنکھیں موند کر اپنی ہتھیلی، مبین عارض سکندر کے پھیلے ہاتھ میں دیتی اسکے باہر لانے پر اپنا خوبصورت لباس سنبھالتی نکلی۔

اپنی بند آنکھوں سے بھی وہ مبین کے روبرو کھڑا کرنے پر متبسم تھی کیونکہ وہ ساحر خوشبو جہاں نیلم کا دامن گھیر چکی تھی وہیں چہرے تک پہنچتی مدھم آسودہ سانسوں کی رسائی اسے بتانے کو کافی تھی کہ وہ یوں دم سادھ کر مبین کے روبرو کھڑی اسکی خوبصورت سنہری آنکھوں کا واحد مرکز ہے۔

یہ سوچ ہی اتنی معتبر تھی کہ قوس و قزح کے سارے رنگ اس کے خوبصورت چہرے پر بکھر گئے۔

پھر یکدم شدت اوڑھتی ٹھنڈک، کسی دھڑکتے ہوئے قرین تر حصار پر اکسا رہی تھی۔

"یوں بند آنکھیں کروا کے آپ مجھے اپنا وہ چہرہ اور تاثرات دیکھنے سے محروم کر رہے ہیں جنکو دیکھنے کے لیے میں نے آج کے اس لمحے تک پہنچنے کے لیے سانس سانس انتظار کیا ہے"

وہ جس جانب مبین کے بے حد قریب کھڑی تھی، ٹھیک اسی سمت آسمان پر پوری آب و تاب سے چمکتا چاند، اونچے نیچے درختوں کی اوٹ سے اپنی چاندنی پھیلانے میں مصروف تھا، اور اسی چاند کی خوابناک روشنی میں اس لڑکی کے دودھیا چہرے پر بکھرا ہوا گلال، جھجک اور بے چینی نہایت حسین تھی۔

"آپ سے زیادہ یہ بے تابی مجھے لاحق ہے نیلم، میرے ساتھ چلیں تاکہ آپ دیکھنے سے زیادہ اس جگہ کی مہک کو محسوس کیے مانوس سا احساس پائیں"

وہ اسکا ہاتھ تھامے چل پڑا تھا، جیل میں دمکتا ہوا سبز اور نیلا پانی، منصوعی قمقموں، رنگ برنگی روشنی سے ٹمٹماتی لڑیوں اور حقیقی چاند ستاروں کے سائے میں چمکیلا ہو گیا تھا۔

پھر وہاں تیرتا ہنس کا وہ جوڑا جسکی سفیدی، آسمان پر جا بجا بکھرے بادلوں سے زیادہ معطر تھی، جنکی چمک، دمکتے چاند ستاروں کو مات دے رہی تھی۔

"یہ خوشبو میں نے پہلے بھی محسوس کر رکھی مبین، یہ کونسی جگہ ہے؟"

وہ اسکا ہاتھ مضبوطی سے تھامے، جس ماربل کی روش پر چل رہا تھا وہ اس موسم سرما کے پھولوں سے بھری تھی، ٹھنڈی تیز ہوا کے جھونکے جب نیلم کے چہرے سے ٹکرائے تو اسے اس فضا میں کہرام مچاتی مہک بالکل اپنے خوابوں جیسی لگی۔

نیلم کے پوچھنے پر وہ اسے جھیل آنے پر روکتا خود بھی رک چکا تھا۔

نیلم کے دل کی دھڑکنیں اسکا ساتھ تیزی سے چھوڑنے لگی تھیں جب مبین نے اسکا ہاتھ چھوڑا۔

اگلے ہی لمحے اپنی متذبذب سانسوں میں، مانوس سی سانسوں کی حدت محسوس ہوتے ہی اس کی آنکھیں انجانے خوف کے باعث دھیرے سے کھلیں تو دکھائی دینے والے منظر نے اس کے دل و دماغ کو جکڑ کر رکھ دیا۔

وہ اس پر فدا ہوتے ہی اب سامنے متوجہ تھا جہاں وہ دنیا کی خوبصورتی ایک ہی جگہ لا کر مقید کر دی گئی تھی، وہ جھیل، وہ ہنس کا سفید موتیوں کی طرح دمکتا جوڑا، پھر نظر غیر ارادہ اٹھی تو لمبے گھنے ٹنڈ منڈ درختوں کی اوٹ میں چھپا پوری آب و تاب سے چمکتا چاند شہزادی کی بلائیں لیتا محسوس ہوا۔

وہ یہ سب دیکھ کر، یہ منظر اپنے خوابوں سے نکل کر حقیقت بنتا محسوس کیے مبہوت ہو چکی تھی۔

کیاوہ مبین عارض سکندر کی طرح یہ سب منظر بھی اپنے نام کر چکی تھی؟ یہ سوچ ہی اسکا پوراوجود لرزا گئی۔

"ی۔۔۔ یہ سب۔۔۔۔ یہ سب تو میرا خواب تھا"

وہ شدید بے یقینی اور صدمے میں تھی، اسکی آنکھیں اس منظر پر آبدیدہ ہونے لگیں۔

"جواب حقیقت بن کر آپکی ملکیت بن گیا ہے نیلم، یہ میرا بھی خواب ہی تھا"

وہ اسے یہ کہہ کر مزید رنجیدہ کر گیا، جس پر شادی مرگ کی سی کیفیت چھا گئی تھی۔

وہ کبھی اس خوبصورت جگہ کو تسخیر کرتی تو کبھی مشکور سی نگاہوں میں مبین عارض سکندر کو دیکھنے لگتی جسکی وارفتگی اپنی تمازت بکھیرنے میں شدت ملاتی تو نیلم کی پلکیں خود بخود جھک جاتیں۔

وہ اپنے اور مبین کے بیچ کا رہا سہا فاصلہ کاٹے اسکے نزدیک ہوئی اور یوں اس شخص کی مسرور آنکھیں دیکھیں جیسے وہ اسکی اپنی آنکھیں ہوں، نرم مسکراہٹ کو ہر لمحہ بکھیرتے ہونٹ پھر متذبذب ہو کر وہ نظریں جھکا بیٹھی۔

"آپ مجھے کسی دن شاک دے کر ہی مار ڈالیں گے، میں کیسے بیاں کروں مبین کے آپ کے ساتھ نے نیلم کو کس قدر معتبر کر دیا ہے۔ یہ سب تو میری خواہشوں سے کہیں بڑھ کر ہے، آپ ہی کافی تھے مگر اللہ نے مجھے آپ سے جڑی ہر مبارک شے سونپ دی۔ وہ سب خواب، وہ سارے جذبے مجھ گناہ گار پر تبھی اترے کیونکہ مجھے آپ جیسے پاکیزہ مرد کے لیے مقدس بنایا جانا تھا، آپ کے لائق بننے کے لیے نیلم کو نکھرنا تھا۔ دنیا کے ہر رنگ کو خود پر سے اتار کر آپکے رنگوں میں رنگنا تھا۔ مجھے ایسا لگ رہا ہے کہ میں آج اسی خواب میں کھڑی ہوں جس خواب نے مجھے ہمیشہ زندگی دی ہے"

آج مبین عارض سکندر صرف اظہار سننے کا تمنائی تھا اور جس طرح نیلم کے ہر انداز سے شدتیں جھلک رہی تھیں، اسے محسوس ہوا کہ آج اسے کچھ کہنے کی ضرورت ہی نہیں۔

لیکن شہزادی کے اس اعتراف کے بعد، مبین عارض کے مسحورکن لمس نے اسے جکڑنے کی بھرپور کوشش کی تھی۔

"آپ خوش ہیں؟"

کس قدر عاجزی سے یہ سوال کیا گیا، ابھی وہ جواب دینے ہی لگی کہ محترم نے اگلا ستم کر دیا۔

"ہاں آپ خوش دیکھائی دے رہی ہیں، معتبر تو آپ نے مجھے کیا ہے نیلم۔ اس قدر آسانی سے مجھے مل گئیں جیسے دنیا کے وجود میں آتے ہی اللہ نے ہماری دو روحوں کو ایک کر دیا ہو۔ میں نے آپ سے عشق کیا تو مجھے قدرت کے حسن کا ادراک ہوا، مجھے پھول بھا گئے۔ مجھے خوشبوں پر یقین آنے لگا۔

یہ صرف آپ ہیں نیلم جس نے مبین عارض سکندر کو محبت کرنا اور نبھانا سیکھایا۔ میں نے جب آپکو شہزادی مانا تھا تب اک خوف تھا کہ کہیں اس شہزادی کی کہانی لکھتے ہوئے مجھ سے کوئی خطا نہ ہو جائے، لیکن میں نے دعا کی کہ مجھے اتنا اختیار سونپ دیا جائے کہ میں اپنے کہے کا مان نبھا کر اس شہزادی کی کہانی خوبصورت بنا سکوں۔۔۔۔ آج جب آپ میرے پاس اتنی پر سکون ہیں تو مجھے یقین آگیا کہ مبین عارض سکندر کی دعائے عشق واقعی عرش تک پہنچی تھی۔۔۔۔"

اس لڑکی کی جانب تکتے گھمبیر مگر مدھم لب و لہجے میں کہتے ہوئے اس نے اس کی بھیگی آنکھوں اور یاقوتی ہونٹوں پہ نظر ڈالتے ہوئے دایاں ہاتھ بڑھایا اور اس کے ہوا سے لہراتے بالوں کی لٹ کو چھوا تو اس کے بے اختیار کرتے الفاظ کی شدت اور کئی آنکھوں کے اسیر کرتے لمس پر ہر ہوش گنوائے اسے کئی ثانیے تکتی ہی رہ گئی۔

پھر جب وہی ہاتھ ان نرم عارضوں کو چھوئے، ملائم ہونٹوں تک پہنچا تو اچانک وہ ہوش میں آتی اس کا ہاتھ جکڑ بیٹھی۔

وہ اسکی بے تابیوں سے گھبرا کر اسکے روبرو سمٹنے لگی تو مبین نے اسے حصار میں زرا گہرائی سے سموئے ناکام کرتے ہوئے جن محبت پاش نظروں میں لیا وہ اس شخص کی بے لوث چاہ کے آگے اسی لمحہ بے بس ٹھہرا دی گئی۔

"ہم جیسے محبت کرنے والوں کا وصل یقیناً ویسا ہی ہو گا، جیسے ایک پاک روح درگاہ میں گھٹنوں کے بل جھک جاتی ہے. کیا خیال ہے آزما لیا جائے پھر"

وہ جو مزید سننے اور سہنے کی ہمت یہیں ختم محسوس کیے کچھ لمحے سانس روکے اسکے اگلے جملے کی منتظر تھی، وہ اس لڑکی کے اس زور آور ستم پر خطرناک تو ہوا ہی ساتھ اسکی انہی بوجھل آنکھوں پہ جھکا اور باری باری انہیں اپنے لمس سے مہکا تا مزید بے تاب و بے قرار کر گیا۔

"ت۔۔تو۔۔م۔۔مجھ سے واقعی ملنا چاہتے ہیں آپ آج؟"

وہ جو اسکے یوں ہر طرح سے حواس قابو کرنے پر اتر آیا تھا، نیلم کی جھکی پلکیں اٹھیں تو اسکے ہونٹوں سے ادا ہوئے اس پر سوال جملے پر مبین کا دل ایسے سوال کو کرنے کی ہمت رکھتی شہزادی کو سراہ اٹھا۔

اس نے جی بھر کر اسکی اور تکتے ہر طرح کی ستائش کھوجتے ہوئے ہارٹ بیٹ مس ہوتی محسوس کی۔

"ہمارا تعلق روحی اور قلبی ہے نیلم، آپ تو میرے دل تک جھانک بیٹھی ہیں، واضح ہے کہ آج یہ اہتمام ہماری زندگی کے خوبصورت آغاز کے لیے ہی کیا گیا ہے"

اب کی بار سادگی سے اعتراف کیا مگر وہ بے باک ہوجاتی نگاہیں اور پر شدت جملے نیلم کو کمزور کرنے پر تلے تھے۔

"لیکن۔۔۔۔"

نیلم نے ان نظروں کا مفہوم سمجھتے ہوئے الجھ کر چہرہ موڑا تو خوبصورت دو منزلہ اس سادہ مگر بہت خوبصورت فارم ہاوس پر نگاہ پڑتے ہی وہ اس ایک اور حسین منظر میں جا سمٹی، اسکی آنکھوں میں بے اختیار شدت بھری خوشی جگمگائی۔

"یہ کیا؟ یہ گھر۔۔۔۔؟"

وہ بے اختیار چہرہ واپس موڑے مبین کو تکتی بولی جو سرشار چہرہ لیے نیلم کے سوال پر آنکھوں ہی آنکھوں سے جواب دیتا اسے مزید خوشی سے ہمکنار کر گیا۔

"ممکن ہے یہ وہی جگہ ہو جہاں سے ہماری مٹی لی گئی ہے نیلم، یہ گھر آپکا ہے۔ جہاں ہم ہر ویک اینڈ آکر آج کی رات کی یاد تازہ کیا کریں گے۔ کیونکہ میں چاہتا ہوں ہم ہمیشہ ایک ساتھ رہیں، میں آپ، عبداللہ، امل، ماں اور بابا۔ لیکن اس جگہ کو آپکی ملکیت بنانا اس لیے بھی اہم تھا کیونکہ یہ جگہ میرے

علاوہ آپکے لیے بھی بہت اہم تھی۔اسکے علاوہ میری قسمت مجھے دنیا کے کسی بھی کونے میں لے گئی تو آپ ہمیشہ میرے ہمراہ رہیں گی۔سب کچھ قبول مگر آپ سے دوری نامنظور قرار دی جاچکی ہے"

قلبی اور روحی لمس کے بعد وہ اسے آج مزید کئی شرف سونپ کر معتبر کرنا چاہتا تھا، اور اسکے الفاظ اسکی خواہش کی شدت عیاں کر رہے تھے، اور نیلم تو یہ سوچ کر ہی پر سکون تھی کہ اسے مبین عارض سکندر کی جدائی اک لمحہ بھی برداشت کرنی نہ پڑے گی۔

"یہ بہت خوبصورت ہے، بالکل آپکی طرح"

وہ شدت جذبات سے ماند پڑتی آواز کے سنگ اسکے سینے سے آہستگی کے سنگ لگتی سرگوشیوں میں ڈھلتی بھاری آواز سے بولی تو جناب نے اپنے لمس کی مہک چپکے سے اس میں اتارنے کی پہل کیے اپنے ہونٹوں کو نیلم کی گال سے مس کیے باہوں میں مقید کیا۔

"تو پھر اس گھر میں قدم رکھنے کا وقت آچکا ہے، ایسا نہ ہو یہ شدت بھرا موسم، جذبات کی آنچ ماند کرنے میں کامیاب ہو جائے"

اس کے کان میں جان لیوا، شرارت سے مزین سرگوشی کرتے ہوئے اس نے دھیرے سے اس کے کان کی لو کو چھوا تو وہ کھلکھلا کر مچل سی گئی۔

یہ جانتے ہوئے کہ وہ اس خوبصورت دہلیز کو پار کرتے ہی اپنے سارے اختیارات ہمیشہ کے لیے مبین عارض سکندر کو تھما دے گی، وہ تب بھی مسرور تھی۔

اسکے دلربا انداز کسی کو مدہوش کر رہے تھے، کسی کا سب کچھ لوٹ رہے تھے۔

"آج کچھ ماند نہیں پڑے گا، آج نیلم آپکو ہرا دے گی"

اپنے دہکتے لبوں کی نرمی کے سنگ وہ مبین کے سینے پر لمس بکھیرتی، اسکی دھڑکنیں بڑھائے دانستہ دور ہٹی پھر وہ ایک دوسرے کو امتحان میں ڈالتی

نگاہوں میں سمائے ایک ساتھ اس گھر کی جانب بڑھے جس کی دہلیز پر قدم رکھتے ہی کئی سفید سراپوں والے خوشبودار پھول، قربان، نثار اور فدا ہوتے ہوئے ان دو پر برسنے لگے، اتنی شدت سے کہ چند لمحوں میں ہی سبز راہداری ان سراپوں سے سفید ہو گئی۔

وہ چھوٹا سالان تھا جہاں دائیں طرف دو سفید کرسیاں اور ایک میز تھی جس پر خوشبو اگلتی موم بتیاں، رحم طلب ہو کر اس سرد فضا میں اپنا مہک دار دھواں اگل رہی تھیں۔

دونوں ایک ساتھ ان موم بتیوں پر ہوتے ستم پر مسکرا دیے۔

"مبین۔۔۔۔رکیں ناں"

وہ جو مسکرا کر بڑے مطمئین جتاتے شوخ انداز کے سنگ اندر بڑھنے لگا تھا، نیلم اپنے ہاتھ کو جکڑ کر مبین کا ہاتھ شدت سے تھامے باقاعدہ گھبرائی جو بروقت اسکے ہاتھ کی لانبی مخروطی انگلیوں میں مکمل مقابل آئے اپنے

ہاتھوں کی انگلیاں جکڑتا وہیں تھم گیا، ہر ہاتھ میں ایک ہاتھ کا گرم جوش اور پر حدت لمس اس قدر جان لیوا تھا کہ وہ مزید کا سوچ کر ہی سہم رہی تھی۔

"رک گیا"

وہ سراسراتے ہوئے بولا جس پر نیلم نے کچھ لمحے روکی سانس بہت دقت سے خارج کی۔

"صرف آپ کے نصیب میں مبین عارض سکندر کے ساتھ ایسی قربت لکھی ہے نیلم، پھر یہ ڈر اور خوف کیسا۔ چار ماہ میرے ساتھ رہ کر آپکو میرے صبر اور برداشت کا ادراک تو ہو ہی گیا ہو گا"

وہ نیلم کی فطری حیا و بے بسی سمجھ کر اسے سمجھا تو رہا تھا پر جس طرح وہ اسے جکڑ کر اپنے قریب تر کرتا گیا وہ نیلم کو بے خود کر رہا تھا۔

"لیکن ہمیشہ آپ صبر اور برداشت تو نہیں کرتے رہیں گے، آپکا صبر اور تحمل جب اس قدر زور آور تھا تو میں ڈر رہی ہوں کہ آج وہ سارے

اختیارات ملتے ہی آپ مجھ پر وہ محبت کا اسم پھونک دیں گے جو آج حدود کے ختم ہوتے ہی آپکا اولین حق بن چکا ہے"

سہمی اور گھبرائی ہوئی وہ اس شخص کی آنکھوں میں جھانک کر بولی تھی جسے یہ سب سن کر وہ راحت ملی جسکا خمار مبین عارض سکندر کے ہونٹوں پر جاندار مسکراہٹ لے آیا۔

"آپ کافی سمجھدار ہیں"

معنی خیز تبسم لیے وہ نیلم کے رہے سہے اعتماد کو بھسم کرتا اسکی تھرتھراتی پلکوں کو ایک بار پھر محبت سے چھو چکا جو اسکے خوش ہونے کا انداز تھا۔

البتہ نیلم کی تمام تر مزاحمتیں دم توڑتی محسوس ہو رہی تھیں، وہ تب اس سے دور سمٹتی جب ایسا کرنے کی ہمت رکھتی، وہ تو اس کی اس سے بڑی دیوانی تھی۔

وہ اسے خود کے سحر سے آزاد کرتا لیے اندر بڑھا تو خوبصورت سا گھر باہیں کھولے انکا منتظر تھا، باقی گھر دیکھانے کو بعد میں چھوڑتا وہ اسے لیے اس خاص سفید اور نیلے موسمی پھولوں سے سجے کمرے میں لایا جس کی مسحور کن خوشبوں نے آتے ساتھ ان دو کو حصارا۔

وہ تو ہر ہر کونے پر دھڑکتی دلکشی تکنے میں محو تھی مگر مبین ضرور سنگار میز کی جانب رکھے خوبصورت سے جیولری کیس کی جانب بڑھ چکا تھا، اک نظر کمرے کی دلکشی سراہتی شہزادی پر ڈالی اور پھر وہ کیس کھولے نیلے ہیرے سے سجا خوبصورت پینڈٹ نکال کر اپنی ہتھیلی پر لیے دیکھا اور کیس واپس رکھے، پلٹ کر کھڑی حسینہ تک پہنچا اور اسکے چادر سے نکل کر شانوں پر پھیلتے آبشار جیسے کھلے بالوں کو اک طرف کیے وہ نیلم کی دمکتی گردن میں سجا دیا جو اس وقت بس مبین ہی کے دیے تحفوں میں لپٹی، ہر منصوعی حسن اور اجنبی احساس سے پاک کھڑی تھی۔

نیلم سہمی نگاہوں سے سفید پھولوں کی کلیوں سے سجے سفید بستر پر نظر ڈالے ہوئے تھی، جہاں نرم فرل لگا لحاف پیروں کی طرف رکھا گیا تھا، کمرہ سنہری اور سیاہ روشنی میں مکمل نہایا تھا اور یہ مخملیں فسوں خیز ماحول ان دونوں کا ہی دل گرما رہا تھا، پشت کی جانب سے مبین کے حصار لینے پر وہ آنکھیں موند کر گہرا سانس بھرنے لگی جیسے خود کو تقویت دینے کی ادنی سی کوشش کر رہی ہو۔۔

"اجدہ فی روحی کانما لا شیء الا ھو...!!

میں تُمہیں اپنی رُوح میں یُوں پاتی ہُوں، گُویا کے مُجھ میں تُمھارے سِوا کُچھ نہ ہو.."

جیسے جیسے گرفت مضبوط ہوئی ویسے ویسے آج تشنگی میں اضافہ ہوا اور وہ اظہار کر کے ویسے ہی مبین عارض سکندر کو مائل کر چکی تھی۔

"نیند کی گھاس میں

دودھیا روشنی سے بھرے تیرے پاؤں

ستارے بچھائیں، تو جگنو اتر کر ستاروں پہ آئیں۔۔

عمر بھر کے لیے یہیں رہ جائیں۔۔۔۔۔۔

ہوا بانسری پر کوئی گیت گائے

حیا آبشار ضیا میں نہائے، دعا مسکرائے

پرندے گھنے سبز پیڑوں پہ آئیں

خوشی گنگنائیں۔۔۔۔

میں ان سارے پھولوں کی خوشبو سے مصرعے سجاؤں

میں نظموں کی دنیا میں تم کو بساؤں

میں معطر، مقدس سی نظمیں کہوں

وہ نظمیں فرشتے نگاہوں میں بھر کے

فلک پار کر کے خدا کو سنائیں

تو تم کو زمانوں کے غم بھول جائیں"

دھڑکتے دلوں اور بدلتی کیفیات پر مزید بندھ باندھنا اب اختیار سے باہر تھا اور یہی وہ لمحہ تھا جب اپنے آپ سے جڑا ہر دھاگہ وہ پوری رضا کے سنگ مبین عارض کو سونپ بیٹھی، یہ جانتے ہوئے کہ اسکی ایک زندگی تو آج یہیں اس شخص پر قربان ہو جائے گی۔

کل کے نئے سورج کے ساتھ وہ پھر سے بنائی اور تراشی جائے گی، وہ پھر سے ترتیب دے کر سنواری جائے گی۔

پھر اسکی مٹی میں اس شخص کی مٹی گندھی ہو گی، پھر اس کی سانسوں میں رچی خوشبو اسکے محرم کی ہو گی، پھر اسکی ذات پر چلتا ہر اختیار مبین عارض سکندر کا ہو گا۔

"میں اعتراف کرنا چاہتا ہوں نیلم کہ آپکا ہر لمس مسیحائی اور دلربائی کے اعلی درجے پر فائز ہے۔

میں نے آپ تک پہنچنے کے بجائے آج آپ تک پہنچتا ہر راستہ صحیح معنوں میں اپنے نام کرلیا ہے"

اس بھیگی رات کا لمس جہاں چاندنی کو حیا دلانے لگا وہیں قطرہ قطرہ گزرتی شب نے پل پل دعائے عشق کی قبولیت کے شکرانے ادا کیے۔

ان دونوں کے قریب آنے کا لمحہ، شافی تھا۔ایک دوسرے کے لیے وہ تاحیات دعا کا روپ دھار کر ایک دوسرے کو مکمل قبول ہو گئے۔

اور یہیں دعائے عشق کا اختتام ہو گیا۔

..________________________..

ختم شد۔۔۔۔۔۔۔۔♡

کیسی لگی یہ خوبصورت سی کہانی؟ضرور بتائیں؟